اِزالۃُ الخفاء

عن خلافۃ الخلفاء

مترجم

تالیف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

مقامِ خلافت، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب، تفضیل حضرات شیخین رضی اللہ عنہما، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مراتب، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے کارنامے، نیز امور خلافت سے متعلق تمام اہم اور معرکۃ الآراء مسائل پر مدلل بحث

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

اِزالۃُ الخفاء

عن خلافۃ الخلفاء

مترجم

تالیف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

مترجمہ

حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی

جلد دوم

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

یہ

ازالۃ الخفا مترجم کی جلد دوم

کا

نیا اور مکمل ایڈیشن ہے

جس میں

اس کی فصل ہشتم کا وہ گمشدہ حصہ شامل ہے

جو اب تک "ازالۃ الخفا" کے کسی نسخہ میں موجود نہیں تھا

اب وہ اردو ترجمہ کے ساتھ

پہلی بار

شاملِ کتاب کیا جارہا ہے

فہرست مضامین ازالۃ الخفاء (ترجمہ اردو)

جلد دوم ۲

آیات سورۃ التوبہ

آیاتِ سورۃ طٰہٰ ۱۶۱

آیات سورۃ الانبیاء ۱۶۵

آیات سورۃ الحج ۱۶۸

آیات سورۃ المومنون ۱۷۶

آیات سورۃ النّور ۱۸۰

آیات سورہ فرقان — ۱۸۶

آیات سورہ شعراء — ۱۸۹

آیات سورۃ النمل — ۱۹۱

آیات سورۃ القصص — ۱۹۲

آیات سورہ عنکبوت — ۱۹۴

آیات سورہ روم — ۱۹۸

آیات سورۂ لقمان — ۲۰۰

آیات سورہ الٓمٓ السجدہ — ۲۰۱

آیات سورہ احزاب — ۲۰۲

سورۂ اخلاص

تتمۂ فصل ہشتم کی
فہرست مضامین
اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

فہرست مضامین ازالۃ الخفا تتمۂ فصل ہشتم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فصل ششم

درعموماتِ قرآن و تعریضاتِ آن کہ دلالت می کنند بر صفاتِ خلافتِ خاصہ و بر خلافتِ خلفاء و فضائل و سوابق ایشان و آیاتے کہ موافقاتِ خلفاء اند و آیاتے کہ سببِ نزولِ آنہا خُلفاء رضؓ بودہ اند۔

علمِ حدیث بہ طبیعتِ خود منقسم می شود بہ پنج فن اقویٰ ہمہ باعتبار اسناد فنِ سُنن است مثل موطأ و جامع سفیان بعد ازاں فنِ سیرت مثل کتاب محمد بن اسحٰق و کتاب موسیٰ بن عقبہ و ابواب شمائل نیز داخل دراں است و فنِ تفسیر مانند تفسیر عبدالرزاق و تفسیر بخاری و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و غیر ایشاں و فنِ زہد و رقائق مانند کتاب الزہد لابن المبارک در متقدمین و کتاب قوت القلوب و فروع آں در متأخرین و ابواب فتن و اشراطِ قیامت و بعث و بہشت و دوزخ نیز در رقائق داخل است و فنِ معرفۃ الصحابہ رضؓ مثل استیعاب و مناقب صحابہ رضؓ نیز دراں فن داخل است اکثر احادیث مناسبت بدو فن یا سہ فن دارد ازیں فنون۔ در ہر فنے ملیتواں تخریج کرد و بعض کتب مصنف اند برائے یک فن تنہا بعض برائے دو فن یا سہ فن۔

فصل ششم[1]

ایسے ارشاداتِ قرآنی کے بیان میں جن میں عموم ہے اور جن میں ایسی تعریضات ہیں جو خلافتِ خاصہ کی صفات اور خلفاء رضؓ کی خلافت اور ان کے فضائل اور حسناتِ سابقہ پر دلالت کرتی ہیں اور ایسی آیات کے بیان میں جو خلفاء کی (قبل نزول کی) رائے کے موافق نازل ہوئیں اور ایسی آیات کے بیان میں جن کے نزول کا سبب خلفاء رضؓ ہوئے ہیں۔

(جاننا چاہیے کہ) علمِ حدیث اپنی طبعی حیثیت سے پانچ فن پر منقسم ہوتا ہے سب سے زیادہ قوی (معتمد علیہ) باعتبار اسناد کے فنِ سنن ہے (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال بروایات مذکور ہوتے ہیں) جیسے مؤطا اور جامع سفیان۔ اس کے بعد فنِ سیرت مثل کتاب محمد بن اسحٰق و کتاب موسیٰ بن عقبہ اور شمائل کے ابواب بھی اسی میں داخل ہیں۔ اور فنِ تفسیر جیسے تفسیر عبدالرزاق اور تفسیر بخاری و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم وغیرہ۔ اور فنِ زہد و رقائق (جس کے ماتحت دنیا سے کنارہ کشی اور قلب میں رقت پیدا کرنے والے ارشادات مندرج ہوتے ہیں) جیسا کہ متقدمین میں سے ابن المبارک رحؒ کی کتاب الزہد اور متأخرین میں سے کتاب قوت القلوب اور اس کی فروع۔ اور ابوابِ فتن اور اشراطِ قیامت اور دوبارہ اُٹھایا جانا اور بہشت و دوزخ کے بیانات بھی رقائق میں داخل ہیں۔ اور فنِ معرفۃ الصحابہ جیسے استیعاب اور مناقب صحابہ رضؓ بھی اسی فن میں داخل ہیں۔ اکثر احادیث ایسی ہیں جو دو یا تین فنون سے مناسبت رکھتی ہیں اُن کو ان فنون میں سے ہر فن کے ماتحت لایا جا سکتا ہے۔ اور بعض کتابیں ایسی ہیں جو تنہا ایک فن کے لئے تصنیف کی گئی ہیں اور بعض ایسی ہیں جو دو فن یا تین فن کے لئے

آیات سورۂ فاتحہ

غرض اصلی از وضع این فصل آنست کہ دلائل صفاتِ خلافتِ خاصہ و دلائل خلافت خلفاء و سوابق ایشان از احادیث و آثار مخرجہ در علم تفسیر بیان کردہ شود و آنچہ از خلفاء در تفسیر قرآن و در مواعظ وغیر آن منقول شد در ذیل عموماتِ قرآن و تعریضاتِ آں ذکر کردہ آید شرط استدلال بتعریض آن است کہ قرائن بسیار قالیہ و حالیہ جمع شود کہ مضطر گرداند تالی را بجزم بآنکہ اینجا شخصے ہست کذا وکذا کہ اشارۂ سخن بجانبِ اوست اگر سخن بحسب عموم خود تمام باشد و قرائن حالِ شخص واحد باین مشابہ مجمع نشود استدلال ازاں نتوان کرد لیکن گاہی باین ہمہ مذکور مے کنیم بقصد آنکہ صاحبِ آن اثر از صحابہ یا تابعین بفضل خلفاء قائل است و اثرِ او منسلک است در سلک اجماع کُل بر تعظیم و تبجیل خلفاء۔ قال ابو العالیۃ والحسن فی تفسیر قولہ تعالے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ رسول اللہ و صاحباہ۔

فقیر گوید عفے عنہ توجیہ این کلام آن است کہ خدا تعالےٰ در بیان صراطِ مستقیم می فرماید صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ باز الذین انعم علیہم را جائے دیگر بیان می کند کہ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا باز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در حدیث مستفیض بیان فرمودند کہ ابوبکرؓ صدیق است و عمرؓ شہید باز آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم اصل غرض را بیان

تصنیف ہوتی ہیں۔

یہاں اس تفصیل کے لکھنے سے ہماری اصلی غرض یہ ہے کہ خلافت خاصہ کی صفات کے دلائل اور خلافتِ خلفاء۔ اور اُن کے حسنات سابقہ کے دلائل احادیث سے اور اُن آثار سے جو علم تفسیر میں لئے جاتے ہیں بیان کئے جائیں۔ اور جو کچھ خلفاءؓ سے تفسیر قرآن اور مواعظ وغیرہ میں منقول ہؤا عموماتِ قرآن اور اُن کی تعریضات کے ذیل میں مذکور ہوگا۔ اُن کی تعریض کو استدلال بنانے کی شرط یہ ہے کہ بہت سے قالی اور حالی قرائن جمع ہو جائیں جو پڑھنے والے کو اس امر کے یقین کرنے پر مجبور کردیں کہ اس مقام میں ایک ایسا اور ایسا شخص ہے کہ اشارۂ سخن اُس کی طرف ہے۔ اگر کلام آخر تک عموم پر ہی رہے اور شخص پر جو وہ صفات رکھتا ہو قرائن حال مجتمع نہ ہوں تو اس سے استدلال نہیں کرسکتے۔ لیکن کبھی ان سب کے باوجود بھی ہم اس ارادے سے ذکر کرتے ہیں کہ اس اثر کا تعلق جس سے ہے خواہ وہ صحابہؓ میں سے ہو یا تابعین میں سے وہ خلفاءؓ کی فضیلت کا قائل ہے اور اُس کا یہ اثر اُس تعظیم و احترام خلفاءؓ پر کُل کے منعقدہ اجماع کے سلسلے کے ساتھ منسلک ہے۔

آیت سورۃ الفاتحہ ابو العالیہ اور حسنؒ نے حق تعالیٰ کے قول اهدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں کہا ہے رسول اللہ وصاحباہ (یعنے وہ سیدھی راہ جو رسول اللہؐ آپ کے دونوں صحابی ابوبکرؓ و عمرؓ کی تھی)۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ توجیہ اس کلام کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ صراط مستقیم کے بیان میں فرماتا ہے صراط الذین انعمت علیہم پھر الذین انعم علیہم (وہ لوگ جن کو نعمتیں دی گئیں) کو دوسرے مقام پر واضح فرماتے ہیں کہ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ الخ (۴: ۶۹) (وہ انبیاء میں سے ہیں اور صدیقین میں سے اور شہداء و صالحین میں سے اور رفاقت کے اعتبار سے یہ اچھی جماعت ہے) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیثِ[1] مستفیض میں بیان فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ صدیق ہے اور عمرؓ شہید۔ پھر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل غرض کو واضح

[1] جس حدیث کو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے تین اصحاب نے روایت کیا ہو اور ہر صحابی سے اس کا سلسلہ روایت جاری ہو اس کو حدیث مستفیض کہتے ہیں۔ مراتب حدیث میں اس کا مرتبہ تیسرا مانا گیا ہے ۱۲ مترجم عفا اللہ عنہ

فرمود کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ ازین آیہ می تواں استدلال کرد کہ خدائے تعالیٰ عباد خود را تعلیم می فرماید کہ وقتِ مناجات ازمن طلب کنید ہدایت بسوئے صراطِ مستقیم چون بعد اللتیا والتی منقح شد کہ صراطِ مستقیم طریقۂ شیخین رضؓ است لازم آمد کہ شیخین رضؓ خلیفۂ خاص باشند زیرا کہ خلیفۂ خاص اوست کہ صراطِ مستقیم طریقۂ او باشد ومطلوب بود در شریعت توجہ بسوئے او قال اللہ تعالیٰ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ فقیر می گوید عفی عنہ خدائے تعالیٰ قصص پیشینیان بیان نہ فرمودہ است الا برائے آنکہ عبرت باشد برائے پیشینیان پس ازین آیۃ مسئلہ چند از مسائل خلافتِ خاصہ مفہوم می شود یکے آنکہ چون غلبۂ کفار بر مسلمین پدید آمد در صورت وجوب جہاد دفعًا یا اجلِ موعودِ فتح در رسد در صورتِ وجوب جہاد ابتداءً وآنچہ آنجا حاصل است از رئیس ومرؤس وعُدّۃ وعِدّۃ کفایت نمے کند در اتمامِ امرِ مقصود در قضائے الٰہی لازم مے شود حکم بملک شخصے کہ در غیب فتح بنامِ او نوشتہ اند وچون نوبت تا آنجا رسد فرض میگردد استخلافِ او وداد خلیفۂ خاص باشد من عند اللہ فی قضائہٖ وحکمہٖ چنانکہ بنی اسرائیل چون مغلوب شدند در دست عمالقہ

فرمایا کہ پیروی کرو اُن کی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکرؓ وعمرؓ۔ اس آیت (اهدنا الصراط المستقيم) سے (اس طرح) استدلال کرسکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو تعلیم فرماتا ہے کہ مناجات (عجز وزاری کے ساتھ دعا) کے وقت مجھ سے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت طلب کرو۔ اور چونکہ بعد امور مذکورۂ بالا کے یہ بات صاف ہوچکی ہے کہ صراطِ مستقیم شیخین (ابوبکرؓ وعمرؓ) کا طریقہ ہے تو اس سے لازم آیا کہ شیخینؓ خلیفۂ خاص ہوں اس لئے کہ خلیفۂ خاص وہی ہے جس کا مسلک صراطِ مستقیم ہو) اور اُس (صراطِ مستقیم) کی طرف متوجہ رہنا شریعت میں مطلوب ہے۔

آیات سورۃ البقرۃ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وقال لهم نبيهم الخ (۲۴۷:۲) اُن سے اُن کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہوسکتا ہے حالانکہ بہ نسبت اُن کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور اُن کو تو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی۔ اُن پیغمبر نے جواب میں فرمایا کہ (اوّل تو) اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں اُن کو منتخب فرمایا ہے اور (دوسرے) علم اور جسامت میں اُن کو زیادتی دی ہے اور (تیسرے) اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہیں دیں اور (چوتھے) اللہ تعالیٰ وسعت دینے والے جاننے والے ہیں۔"

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے پہلے لوگوں کے قصے صرف اسی لئے بیان کئے ہیں کہ بعد کے لوگوں کو عبرت ہو۔ تو اس آیت سے خلافتِ خاصہ کے مسائل میں سے چند مسئلے سمجھ میں آتے ہیں۔ اول یہ کہ جب مسلمانوں پر کفار کا غلبہ ہوجائے تو اُس کے دفع کرنے کے لئے وجوب جہاد کی صورت میں یا فتح کا جو وقت (علم الٰہی میں) ابتداءً وجوب جہاد کی صورت میں مقرر ہے آپہنچے اور وہاں (یعنی مغلوب مسلمانوں کے پاس) جو کچھ بھی سردار قوم اور محکوم عوام اور سامانِ جنگ اور (لڑنے والوں کی) تعداد یہ سب امر مقصود کے پورا کرنے میں ناکافی ہو تو قضاءِ الٰہی میں لازم ہوجاتا ہے کہ کسی ایسے شخص کو بادشاہ بنادیا جائے جس کے نام پر غیب میں فتح لکھی جاچکی ہو۔ اور جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی تو اس کو خلیفہ مقرر کرنا فرض ہوجاتا ہے اور اللہ کی طرف سے اُس کی قضاء اور حکم کے مطابق وہ خلیفۂ خاص ہوگا جیسا کہ بنی اسرائیل جب عمالقہ کے ہاتھ سے مغلوب ہوگئے

واولادِ ایشان و دیار ایشان منہوب گشت حالتے
کہ دران وقت داشتند کفایت نمی کرد برائے
فتح خدائے تعالیٰ مستخلف ساخت طالوت را
و بہ نبی زمان فرمود کہ بعلامتِ کذا وکذا اورا
بشناسد وخلافت را بنام اوکند دیگر آنکہ بعد
استقرار خلافت او بنص شارع سرباز زدن از
قبولِ خلافتِ او وشکوکِ واہیہ پیدا کردن در
استحسانِ تقدیم او معصیت است چنانکہ بنی
اسرائیل چون گفتند اَنّٰی یَکُوْنُ لَہُ الْمُلْکُ عَلَیْنَا
یعنے طالوت ہرچند از نسب بنی اسرائیل بود
لیکن سابقہ در ملک نداشت دباغی بود
یا سقائی خدائے تعالیٰ این سخن را از ایشان نہ
پسندید وبآن التفات نہ فرمود سوم آنکہ اصل
درباب استخلاف مصمم شدن قدر است در
غیب کہ فتح بتدبیرِ او وبنامِ او واقع شود و
استخلاف خدائے تعالےٰ مستلزم اصطفاست و
مدار این اصطفانہ برصفاتے است کہ مدارِ
مدح باشد نزدیک عامہ مانند کثرت مال و
زیادتِ حسب بلکہ مدار آن برصفاتِ مقربہ
بمصلحت استخلاف است مع ہذا سنت اللہ
آنست کہ فضیلت جزئی برائے او معین
فرمایند تانفوس قوم مطمئن شود چنانکہ
در استخلافِ طالوت بقلت مال التفات نہ
کردند و بہ سقائی او ازدرار نہ نمودند بلکہ
بسط اور در علم و جسم برمنصۂ اعتبار
آوردند تانفوسِ قوم بر تقدم او مطمئن گردد
واللہ اعلم قال اللہ تعالےٰ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ
الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ
مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ٥

اور اُن کی اولاد اور اُن کے شہر لُٹ گئے اور وہ اس وقت جس حالت میں تھے (کہ نہ اُن کے پاس افرادی طاقت تھی نہ سامانِ حرب) وہ فتح کے لئے کافی نہیں تھی، تو خدا تعالیٰ نے طالوت کو خلیفہ قرار دینا چاہا اور اُس زمانہ کے نبی سے فرمایا کہ فلاں فلاں علامت سے اُس کو پہچانے اور خلافت کے لئے اُس کو نامزد کر دے۔ دوم یہ کہ نصِ شارع سے اُس کی خلافت کے قائم ہو چکنے کے بعد اُس کی خلافت کو قبول کرنے سے سرتابی کرنا اور اس امر میں کہ اُس کو (خلافت کے لئے) مقدم کرنا اچھا فعل تھا، بیہودہ شکوک پیدا کرنا معصیت ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے جب یہ کہا کہ "اس کو ہم پر حکمرانی کا حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے" یعنی طالوت کو جو اگرچہ بنی اسرائیل ہی کے خاندان سے تھا لیکن پچھلے دَور کی کوئی (نمایاں کرنے والی) خصوصیت نہیں رکھتا تھا، یہ شخص چمڑا رنگنے والا تھا یا سقا تھا تو خدا تعالیٰ نے اُن کا یہ کلام پسند نہیں فرمایا اور اس پر التفات نہ کیا۔ سوم یہ کہ خلیفہ مقرر کرنے کے بارے میں بنیادی امر، غیب میں تقدیرِ الٰہی کا مستحکم ہونا ہے کہ فتح اُس کی تدبیر اور اُس کے نام سے واقع ہو گی۔ اور حق تعالیٰ کا خلیفہ بنانا ہی برگزیدگی کو مستلزم ہے اور اس برگزیدگی کا مدار اُن صفات پر نہیں ہے جن پر عام لوگوں کے نزدیک مدح کا مدار ہوتا ہے جیسے کثرتِ مال اور حَسَب (ثقافت و کلچر) کا اُونچا ہونا بلکہ اُن صفات پر ہے جو خلیفہ قرار دینے کی مصلحت کے قریب لانے والی اور مناسب ہوں۔ اس کے ساتھ عادۃ اللہ یہ ہے کہ اُس کے لئے فضیلتِ جزئی معین فرما دیں تاکہ قوم کے نفوس مطمئن ہو جائیں۔ چنانچہ طالوت کو خلیفہ بنانے میں قلتِ مال کی طرف التفات نہیں کیا اور اُس کے پیشہ سقائی کی وجہ سے اُس کو نظر انداز نہیں کیا، بلکہ اُس کے علم و جسم کے پھیلاؤ کو (جو عہدۂ استخلاف کے مناسب صفات ہیں) درجۂ اعتبار پر نمایاں کر کے ذکر فرمایا، تاکہ قوم اُس کو مقدم کرنے (کی بنا) سمجھ کر اُس کی خلافت پر مطمئن ہو جائے، واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ الخ (۲:۱۲۷-۱۲۹) اور جب اُٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیلؑ بھی (اور یہ کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار! (یہ خدمت) ہم سے قبول فرما لیجئے بلاشبہ آپ خوب سُننے والے جاننے والے ہیں

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وقال تعالے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۝ وقولہ تعالے كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآیہ اخرج البغوی عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان ہذہ الامۃ توفی سبعین امۃ ہی خیرہا واکرمہا علے اللہ عزّ وجلّ واخرج الدارمی عن کعب فی السطر الاوّل محمد رسول اللہ عبدی المختار لا فظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق ولا یجزی بالسیئۃ السیئۃ ولکن یعفو ویغفر مولدہ بمکۃ وہجرتہ بطیبۃ وملکہ بالشام وفی السطر الثانی محمد رسول اللہ امتہ الحمادون یحمدون اللہ فی السراء والضراء یحمدون اللہ فی کل منزلۃ ویکبرونہ علے کل شرف رعاۃ الشمس[عہ] یصلون الصلوٰۃ اذا جاء وقتہا ولو کانوا علے راس کناسۃ ویأتزرون علے اوساطہم ویوضئون اطرافہم واصواتہم باللیل فی جو السماء

اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا (اور زیادہ) مطیع بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (پیدا) کیجئے جو آپ کی مطیع ہو اور (نیز) ہم کو ہمارے حج (وغیرہ) کے احکام بھی بتا دیجئے اور ہمارے حال پر توجہ رکھئے (اور) فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے۔ اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر اُن ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور اُن کو (آسمانی) کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کرے اور اُن کو پاک کر دے۔ بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرۃ کامل الانتظام۔ اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ الخ (۲: ۱۴۳) اور ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دی ہے جو (ہر پہلو سے) نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ بنو اور تمہارے لئے رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) گواہ ہوں۔" اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کنتم خیر امۃ الخ (۳: ۱۱۰) تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ بغوی نے یہ حدیث اخذ کی جو مروی ہے ابی سعید الخدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امت پورا کرے گی (باعتبار شمار) ستر امتوں کو یہ اُن سب میں کی بہترین اور بزرگترین ہے اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک۔ اور دارمی نے یہ حدیث اخذ کی کعب سے مروی ہے کہ (توریت کی) پہلی سطر (یعنی پہلی فصل) میں ہے محمد رسول اللہ میرا بندہ برگزیدہ' نہ تند خو ہے نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا اور وہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دے گا لیکن معاف کرے گا اور بخش دے گا۔ اُس کی پیدائش کی جگہ مکہ میں ہوگی اور اُس کی ہجرت کی جگہ طیبہ ہوگی اور اُس کی بادشاہی شام میں ہوگی۔ اور دوسری سطر میں یوں ہے۔ محمد اللہ کا رسول ہے۔ اُس کی امت کے لوگ بہت حمد کرنے والے ہوں گے۔ ہر سُکھ اور دُکھ میں اللہ کی حمد کریں گے' وہ اللہ کی حمد کریں گے ہر منزل میں اور اللہ کی بڑائی بیان کریں گے ہر اونچی جگہ پر۔ (اوقات نماز کی وجہ سے) دھوپ کی مراعات رکھنے والے ہوں گے وہ نمازیں پڑھیں گے جب اُن کا وقت آجائے گا چاہے وہ کسی کوڑی کے کنارے پر ہوں۔ اپنی ناف پر ازار کی گرہیں لگائیں گے۔ اپنے اطراف (یعنی چہرہ ہاتھ پاؤں) کو وضو سے صاف کیا کریں گے۔ رات میں اُن کی آوازیں آسمان

عہ [illegible]

عہ ای یراقبون طلوع الشمس غروبہا وزوالہا لمواقیت الصلوٰۃ [illegible]

كاصوات النحل. واخرج الدارمى عن ابن عباس انہ سأل كعب الاحبار كيف تجد نعت رسول اللہ صلى اللہ عليہ وسلم فى التوراة قال كعب نجدہ محمد بن عبد اللہ يولد بمكة و يہاجر الى طابة ويكون ملكہ بالشام وليس بفحاش ولا سخاب فى الاسواق ولا يكافى بالسيئة السيئة ولكن يعفو ويغفر امتہ الحمادون يحمدون اللہ فى كل السراء والضراء ويكبرون اللہ على كل نجد يوضئون اطرافہم ويأتزرون فى اوساطہم يصفون فى صلٰوتہم كما يصفون فى قتالہم دويہم فى مساجدہم كدوى النحل يسمع مناديہم فى جو السماء قولہ تعالٰى لتكونوا شہداء خدائے تعالٰى خواست كہ پاک كند بدست پیغامبر صلى اللہ عليہ وسلم مہاجرين و انصار را و پاک گرداند بر دست مہاجرين و انصار سائر امم را قال اللہ تعالٰى آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ الآيتين اخرج البغوى عن النعمان بن بشير ان رسول اللہ صلى اللہ عليہ وسلم قال ان اللہ كتب كتابا قبل ان يخلق السمٰوات والارض بالفى عام فانزل منہ آيتين ختم بہا سورة البقرة فلا تقرآن فى دار ثلث ليال فيقربہا شيطان[1] واخرج البغوى عن عبد اللہ بن مسعود قال لما اسرى برسول اللہ صلى اللہ

جو میں شہد کی مکھیوں کی آوازوں کی طرح گونجتی ہوں گی۔ اور دارمی نے یہ حدیث اخذ کی۔ مروی ہے ابن عباس رضؓ سے کہ انھوں نے کعب الاحبار سے سوال کیا کہ تم توراۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا صفت پاتے ہو؟ کعب نے کہا کہ ہم اس میں پاتے ہیں محمدؐ عبد اللہ کا بیٹا، مکہ میں پیدا ہوگا، طابہ کی طرف ہجرت کرے گا، اُس کی بادشاہی شام میں ہوگی اور گندی گفتگو کرنے والا نہ ہوگا اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا لیکن معاف کرے گا اور بخش دے گا۔ اُس کی اُمت کے لوگ بہت حمد کرنے والے ہوں گے۔ اللہ کی حمد کریں گے ہر ایک سکھ اور دُکھ میں۔ اللہ کی بڑائی ظاہر کریں گے (یعنی تکبیر پڑھیں گے) ہر بلند مقام پر اپنے اطراف (ہاتھ پاؤں وغیرہ) کی وضو کریں گے اور اپنی ازار کو ناف پر باندھیں گے۔ اپنی نماز میں اس طرح صف باندھیں گے جس طرح قتال کے وقت صف بندی کریں گے۔ اُن کی آوازوں کی گنجار (تلاوت قرآن و تسبیحات سے مل جل کر) شہد کی مکھیوں کی گنجار کی طرح ہوگی۔ اُن کا ندا کرنے والا آسمان کے خلا میں (اللہ کی بڑائی کو) سنائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ لتکونوا شہداء (اس طرف مشیر ہے کہ) خدا تعالیٰ نے چاہا کہ مہاجرین و انصار کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے پاک کرے اور مہاجرین و انصار کے ہاتھوں سے تمام اُمتوں کو پاک کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آمَنَ الرَّسُولُ الخ دو آیتیں (آخر سورۂ بقرہ)

اعتقاد رکھتے ہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس چیز کا جو اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی۔ آخر تک، یہ حدیث بغوی نے اخذ کی۔ نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی۔ اُس میں سے وہ دو آیتیں نازل فرمائیں جن پر سورۂ بقر کو ختم کیا ہے۔ وہ دونوں آیات کسی گھر میں تین راتوں تک نہیں پڑھی جائیں گی کہ پھر شیطان[1] اُس گھر کے قریب بھی آسکے، یہ حدیث بغوی نے اخذ کی۔ مروی ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ

[1] ان آیات کی تلاوت سے گھر میں نورانیت کا غلبہ ہوجائے گا اور جہاں نور پیدا ہوجائے گا ظلمت فنا ہوجائے گی اور شیطان کا وجود سراسر ظلمت و تاریکی ہے اس لئے نورانیت کا اس سے تحمل نہیں ہوسکتا ۱۲ مترجم

علیہ وسلم انتہی بہ الی السدرۃ المنتہی وہی فی السماء السادسۃ الیہا ینتہی ما یعرج بہ من الارض فیقبض منہا والیہا ینتہی ما یہبط بہ من فوقہا فیقبض منہا قال اذ یغشی السدرۃ ما یغشی قال فراش من ذہب قال فاعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثا الصلوات الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ وغفر لمن لا یشرک باللہ من امتہ شیئا المقحمات

فقیر گوید عفی عنہ چون صورت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات در ازل الآزال برائے نبوت معین شد پیرامون او امت نیز ظاہر شدند زیراکہ نبوت امری است اضافی تا امت نباشد نبوت صورت نگیرد ؎

تشریف دست سلطان چوگان بود ولیکن
بے گوی روز میدان چوگان چہ کار دارد

علیہ وسلم کو (شب معراج میں آسمانوں پر) لے جایا گیا تو آپ (مقام) "سدرۃ المنتہیٰ" پر روکے گئے اور یہ چھٹے آسمان میں ہے جو (عمل صالح) زمین سے اُوپر لیجایا جاتا ہے وہ اُس تک منتہی ہوتا ہے پھر اُس میں سے لیا جاتا ہے اور اُسی پر رُکتا ہے وہ بھی جو اُس کے اُوپر سے نیچے نازل ہوتا ہے پھر اُس میں سے لیا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ الخ (۱۶:۵۳) جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں۔ فرمایا کہ سونے کے (رنگ والے) پتنگے۔ فرمایا (یعنی ابن مسعودؓ نے) تو (اس مقام پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا فرمائی گئیں۔ پانچوں نمازیں اور آپؐ کو دی گئیں آخری آیات سورۃ بقرہ، اور آپؐ کی امت میں سے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے ان کے مقحمات کو بخش دیا گیا (مقحمات سے وہ بد اعمال مراد ہیں جن کا اقتضا یہ ہے کہ وہ مرتکب کو جہنم میں دھکیل لے جائیں) فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ جب صورتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ازل الآزال میں نبوت کے لئے معین ہوئی تو اس کے ساتھ ساتھ امت (کے تمام افراد) بھی ظاہر ہوگئے۔ اس لئے کہ نبوت ایک اضافی امر ہے جب تک امت نہ ہوگی نبوت کی صورت نہ بن سکے گی ؎

سلطان کے دست ذی شرف نے بلّا مارا
لیکن میدان کے دن بغیر گیند کے (صرف) بلّا کیا کام کرے گا

۱؎ جب ہم اپنی نسبت گزشتہ زمانہ کی طرف عقل کو دوڑاتے ہیں جس کے ہمرکاب لامحدودیت کا تصور بھی ہوتا ہے تو جس مقدار زمانہ کو ہماری عقل جو رسمیاً سے محدود رہنے کی خوگر ہے معیار قرار دے کر آگے بڑھتی ہے مثلاً ارب سال، کھرب سال وغیرہ تو وہ سب ختم ہو جائیں گے اور عقل تھک کر عاجز ہو جائے گی اس لامحدود دور کو ازل کہتے ہیں۔ جب اس کل مقدار زمانہ کو جہاں عقل پرواز سے عاجز ہو چکی تھی لامحدود کے مقابلہ پر رکھا جائے گا تو اس کی کسی بھی نسبت کا استخراج ناممکن ہوگا یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ مقدار ہزار کھرب یا لاکھ کھرب وغیرہ ہے اب عقل کا عجز تحیر کی حد تک پہنچ جائے گا ؎ چہ شبہا نشستم دریں سیر گم ﴿ کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم اسی مفہوم کا عنوان ہے "ازل الآزال" اس کے بالمقابل مستقبل کے لامحدود مرتبہ کو "ابد" اور "ابد الآباد" کہتے ہیں۔ اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ اکابر عارفین ایک مرتبہ ذات بحت کا تسلیم کرتے ہیں جس کو لاتعیّن بھی کہتے ہیں اس مرتبہ میں صرف ذات ہے جس کے ساتھ شیون و صفات کا تصور شامل نہیں۔ یہ مرتبہ مجہول النعت اور غیب الغیب سے بھی موسوم کیا جاتا ہے ھو الباطن اسی حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ اس کے بعد مرتبہ ظہور شروع ہوتا ہے جن میں سے پہلا مرتبہ اجمالی ہے اس مرتبہ میں شیونِ حق میں تعدد و تمیز نہیں ہوتا سب بالذات متحد ہیں جس طرح آم کی گٹھلی میں پورا درخت مخفی ہے لیکن اس کے اجزاء جڑ اور شاخیں اور پھول و پھل اس مرتبہ میں ایک دوسرے سے متمیز نہیں ہیں مگر ملاحظہ عقلی سے موجودگی کا ثبوت ملتا ہے مراتب ظہور میں سے یہ پہلا مرتبہ ہے گویا ذات حق نے اپنے کمالات ذات پر بالاجمال نظر فرمائی۔ اس مرتبہ کو "علم اجمالی کا مرتبہ" اور "تنزل اول" بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد تفصیل کا مرتبہ ہے جس میں عالم ارواح عالم مثال عالم اجسام اور اُن کی جملہ مخلوقات کا ذات میں ظہور ہوا اور جملہ شیون و صفات متمیز ہوئیں۔ اس مرتبہ میں جو کچھ بھی بعد کے مراتب و ادوار میں آنے والا تھا سب کا ظہور ہوگیا جن میں سے نوع انسان کے تمام افراد بھی ہیں اُن کے اعیان (بجا ہوگا اگر ان کو وجودات ذہنیہ کہا جائے) سب کے سب ظاہر ہوگئے اور ان اعیان پر عالم اجسام میں ظہور کے بعد جو کچھ حالات گزرنے والے تھے سب ظاہر ہوگئے اس کو اصطلاح میں تنزل ثانی کہتے ہیں یہ مرتبہ "علم تفصیلی" کا ہے اس کو اعیانِ ثابتہ بھی کہتے ہیں یہاں اعیان کے مطابق عالم اجسام میں افراد نوع انسان وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے۔ یہاں جن افراد میں ہزاروں برس کا تقدم و تاخر ہوا اُس مرتبہ میں سب ایک ساتھ ظاہر ہیں۔ وہاں تقدم و تاخر مرتبی ضرور ہے لیکن تقدم و تاخر زمانی محال ہے۔ واضح رہے کہ اصطلاح صوفیہ میں تنزل ظہور کو کہتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اللہ جل شانہٗ العزیز ہی وہ مرتبہ ہے جس میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ نے صورتِ محمدیہ کا پھر اُس کے ساتھ امت محمدیہ کا ظہور

آنانکہ وسائط بودند درمیان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وامت او بصورت واسطگی ظاہر شدند وہم الشہداء علے الناس و نشو و نما باز انحطاط و نقصان دین بظہور رسید بمثل آنکہ اگر کرۂ متحرکہ تصور کنی و محور و قطبین و دائرۂ عظیمہ از صلب این تصور لازم آید من حیث تدری اولا تدری لہٰذا در کتب الٰہیہ جائے کہ ذکر آنحضرت آمدہ است ذکر امت او نیز آمدہ و این نیز در ہماں موطن مشخص شد کہ آخر کار ایشان مغفرت باشد و بشریعت سہلہ سمحہ ایشان را مکلف سازند و این ہمہ در صورت دعا و اجابت ممثل گشت خدائے عز وجل این دو آیۃ را از ہمان موطن فرود آوردہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازین سر خبر دادند بالجملہ آنچہ در ازل الآزال مقصود بود بہمان صورت ظہور نمود وانچہ ظاہر نشد مقصود نبود بلکہ وہمی بیش نیست کانیاب الغول و انسان ذی عشرۃ رؤس وائے برکسی کہ گمان می کند کہ مقرر در شرع خلافت شخصے بود و واقع در اشخاص دیگر شد اگر گوئی فتن در قضائے الٰہی داخل اند آنجا حکم الٰہی دیگر میباشد و واقع در خارج دیگر جواب گوئیم صورتیکہ ما در تقریر آنیم صورت تشریع است کہ از محض رحمت امتنانیہ برآمدہ و صور رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وقیام امت مرحومہ باقتدائے او نہ فتن و معاصے وخلاف مرضی شتان ما بینہما

جو لوگ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان (عالم اجسام میں) واسطہ تھے وہ (اس موطن میں) واسطہ کی حیثیت میں ظاہر ہوئے اور یہ حضرات لوگوں پر (اللہ کے) گواہ ہوں گے۔ اور دین کا بڑھنا اور عروج پھر انحطاط اور نقصان (جسطرح عالم اجسام میں واقع ہوا اس موطن میں) ظہور پذیر ہوا۔ جس طرح کہ اگر آپ ایک حرکت کرنے والے کرہ کا تصور کریں تو آپ کو دھیان ہو یا نہ ہو مگر اس تصور کی پشت سے محور (جس خط پر وہ کرہ گھوم رہا ہے) اور قطبین (یعنے وہ کیلیں جن پر کرہ قائم ہے) اور دائرہ عظیمہ کا پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ اسی بنار پر کتب سماویہ میں جہاں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا ہے آپ کی امت کا ذکر بھی آیا ہے اور یہ بھی اسی موطن میں مشخص ہو گیا کہ ان کا انجام کار مغفرت ہو گا اور آسان و سہل شریعت سے ان کو مکلف کریں گے اور یہ سب دعا اور قبولیت دعا کی صورت میں متمثل ہوئیں۔ اللہ عز وجل نے ان دو آیتوں کو اسی موطن سے اتار کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس راز سے مطلع فرما دیا۔ الحاصل ازل الآزال میں جو کچھ مقصود تھا اسی صورت سے (اس عالم میں) اس کا ظہور ہوا اور جو کچھ ظاہر نہیں ہوا وہ مقصود بھی نہ تھا بلکہ (ایسی باتیں) وہم سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں جیسا کوئی بھوتوں کے دانتوں کا یا دس سر والے آدمی کا دھیان کرنے لگے۔ افسوس ہے اس پر جو یہ گمان کرتا ہے کہ شریعت میں ایک خاص شخص کی خلافت مقرر تھی مگر دوسرے اشخاص میں واقع ہو گئی۔ اگر تم یہ کہو کہ فتن بھی قضاء الٰہی میں داخل ہیں وہاں حکم الٰہی اور ہوتا ہے اور (وہی) جب خارج میں واقع ہوتے ہیں تو ان کا حکم دوسرا ہوتا ہے تو ہم جواب میں کہیں گے کہ جس صورت کی تقریر (اور توضیح) ہم کر رہے ہیں وہ تشریع کی صورت ہے جس کا ظہور رحمت سے ہوا جو بطور احسان وکرم کے ہے (یعنی خدا پر یہ تشریع واجب نہیں تھی) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور امت مرحومہ کی آپ کی اقتدا کے لئے قیام کی صورت ہے۔ یہ فتن و معاصی اور خلاف مرضی الٰہی کی صورت نہیں ہو سکتی۔ دونوں میں بڑا بعد ہے۔

---

[1] آیت مذکورہ بالا میں یہ اشکال پیدا ہوتا تھا کہ رسول کے ساتھ تمام مومنین کیسے ایمان لے آئے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اس تقریر سے اس کا حل مقصود ہے کہ اس آیت میں اس موطن کی خبر دی گئی ہے جس میں مومنین کے تمام ایمان رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مومنین کی حیثیت سے حاضر تھے ۱۲ مترجم [2] توضیح جواب یہ ہے کہ ہمارا مقصد یہ نہیں کہ جس صورت کا ظہور اس موطن میں ہوا ہے اور پھر اس کے مطابق خارج میں ظہور ہوتا ہے اس میں ہمیشہ مرضی خداوندی ہوتی ہے۔ (باقی صفحہ ۹ پر)

قال اللہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ و قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ و قال سبحانہ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ فقیر گوید عفی عنہ فضائل اعمالے کہ مُقرب آنست بشر را بجناب قدس دو قسم است قسمی آنست کہ جمیع ملل دران متساوی الاقدام اند و افراد بشر در جمیع اعصار تقرب الی اللہ بآن مے نمایند و آن بر حقیقی است قال اللہ تعالیٰ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ الآیہ و قسمے آنست کہ در بعض ملل مدار فضل و مناط قرب می شود دون بعضہا و از انجملہ است ہجرت و جہاد قرآن عظیم این نوع فضائل را خصوصاً شرح و تفصیل تمام دادہ و علو مراتب در دنیا و آخرۃ بران دائر ساختہ و این مدعا از بسیاری دلائل مستغنی است از انکہ بذکر ادلہ احتیاج داشتہ باشد لیکن چون علوم اجنبیہ در مسلمین داخل شد و حق مختفی گشت

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمِنَ النَّاسِ الخ (۲: ۲۰۷) اور بعض کوئی ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ (۲: ۲۱۸) حقیقۃً جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہِ خدا میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ایسے لوگ تو رحمتِ خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (اس غلطی کو) معاف کردیں گے اور رحمت کریں گے۔ اور اللہ سبحانہ نے فرمایا اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ الخ (۲: ۲۷۴) جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں (یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکارا (یعنی بلا تخصیص حالات) سو اُن لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ اُن پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ اُن اعمال کے فضائل جو انسان کو بارگاہِ قدس کا مقرب بنانے والے ہیں دو قسم پر ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر تمام ملتیں مساوی طور پر گامزن ہیں اور افراد انسانی تمام زمانوں میں اُن اعمال سے تقرب الی اللہ حاصل کرتے ہیں اور وہ حقیقی نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا الخ (۲: ۱۷۷) کچھ سارا کمال اسی میں نہیں (آگیا) کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو لیکن (اصلی) کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (سب) کتب (سماویہ) پر اور پیغمبروں پر ... تا آخر۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو کہ بعض ملتوں میں فضیلت کا مدار اور قرب کی بنیاد بنتی ہے اور بعض میں نہیں۔ اُن اعمال میں سے ہجرت اور جہاد بھی ہیں قرآن عظیم نے اس قسم کے فضائل کو خصوصیت کے ساتھ پورے طور پر مشرح اور مفصل بیان کیا ہے اور دنیا و آخرت کے مراتب کی بلندی کو اُن کے ساتھ متعلق فرمایا ہے۔ اور یہ دعویٰ بہت سے دلائل ہونے کی بنا پر اس سے مستغنی ہے کہ اس پر دلائل کے ذکر کرنے کی احتیاج ہو، لیکن چونکہ علوم اجنبیہ (غیر اسلامی) مسلمانوں میں داخل ہوگئے اور حق چھپ گیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ) جو کچھ اس موطن میں ہویدا ہوا ہے چاہے وہ خیر ہو یا شر اُس کا ظہور تو خارج میں ہوتا ہی ہے مگر جس ظہور کا ہم نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بحیثیت نبوت جلوہ فرما ہوئی اور آپ کے صحابہ اور درجہ بدرجہ استفاضہ کرنے والی امت کے سب افراد کی صورتیں آپ کے ساتھ تھیں وہ صورت بحیثیت مجموعہ شریعت محمدیہ کی تھی اس کے مطابق جب خارج میں ظہور ہوگا تو وہ رضائے الٰہی کا حامل بھی ضرور ہوگا۔ بخلاف ظہور فتن کے جو رضائے الٰہی کے حامل نہیں ہوتے۔ دونوں صورتوں میں مشرق اور مغرب کا ...

لازم آمد تذکر آن دلائل قولہ تعالیٰ ومن الناس من یشری الخ خدا تعالیٰ دو فرقۂ متضادہ را ذکر میفرماید یکے را می ستاید و دیگرے را می نکوہد و وصفِ ستودگان می نماید کہ بذل میکنند نفوس خود را در طلب مرضاۃ رب جل شانہ یعنی در مہالک می اندازند قولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ہَاجَرُوْا وَجَاہَدُوْا نص صریح است در فضیلت مہاجران و مجاہدان قولہ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ الآیہ مفہوم بحسب عرف کثرۃ انفاق است در مصارف خیر مرۃ بعد اخریٰ وکرۃ بعد اولیٰ شک نیست کہ خلفاء رضوان اللہ علیہم بذل نفوس خود ہا کردند بطلب مرضاۃ اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ در مکہ دعوت اسلام نمود تا آنکہ اورا زدند و کوفتند و ایذا ہا رسانیدند و ہمراہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اختیار ہجرت کرد حالانکہ کفار در طلب ایشان مردم فرستادند و دیتی برائے یابندۂ ایشان مقرر نمودند و عمر فاروق رضی اللہ عنہ قبل از ہجرت اظہارِ توحید نمود تا آنکہ اورا زدند و کوفتند و در ہجرت جانبازی عظیم ازوے ظاہر شد و علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ وقتِ ہجرت بر فراش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خواب کرد بوجہی کہ اگر کفار حملہ می کردند بروے می افتاد و ذی النورین رضی اللہ عنہ از عم خود و قوم خود ایذا ہا کشید و عقد ایمان او در آن میان نگسست و دو بار ہجرت نمود ہجرتِ حبشہ و ہجرتِ مدینہ بعد ازان ہمہ این عزیزان با قلتِ احباء و کثرتِ اعداء در معارک و ملاحم تحتِ رایتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دادِ قتال دادند بعد ازان ہمہ این بزرگان در مشاہدِ خیر بذلِ اموال فرمودند پس ایشان ہمہ از اہل این آیات باشند بلکہ سر دفتر آنہا و ہو المقصود واگر متعصبے گوید کہ این ہمہ کلمات عموم است یحتمل کہ مراد بعض افراد دیگر باشد

اس لئے ان دلائل کا بیان کرنا ضروری ہوگیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ومن الناس من یشری الخ خدا تعالیٰ نے ایسے دو فرقوں کا ذکر فرمایا ہے جو باہم متضاد ہیں۔ ایک کی تعریف فرما رہے ہیں اور دوسرے کو بُرا کہہ رہے ہیں۔ ممدوح فرقہ کا وصف یہ بیان کر رہے ہیں کہ وہ اپنی جانوں کو اللہ جل شانہ کی مرضیات کی طلب میں خرچ کر رہے ہیں یعنی اُن کو مُہلک خطرات میں ڈال دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ہَاجَرُوْا وَجَاہَدُوْا مجاہدین اور مہاجرین کی فضیلت پر نص صریح ہے۔ یہ ارشاد اِنَّ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ تا آخر، اس آیت کا مفہوم بحسب عرف کے مصارف خیر میں بار بار اور یکے بعد دیگرے بکثرت اموال خرچ کرنا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرات خلفاء رضوان اللہ علیہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں اپنی جانوں کو خرچ کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں دعوت اسلام کی یہاں تک کہ ان کو لوگوں نے مارا پیٹا اور تکلیفات پہنچائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اُنھوں نے ہجرت اختیار کی اس حال میں کہ کفار نے ان کی گرفتاری کے لئے لوگوں کو دوڑا دیا تھا اور اُن کو گرفتار کرنے والے کے لئے بمقدار ایک دیت (چالیس اونٹ انعام) مقرر کیا تھا۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے پہلے توحید کا اظہار کیا یہاں تک کہ لوگوں نے ان کو مارا پیٹا اور ہجرت کے وقت بڑی جانبازی کا اُن سے ظہور ہوا۔ اور علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے اس طرح پر کہ اگر کفار حملہ کرتے تو آپ کے اُوپر پڑتا۔ اور (عثمان) ذی النورین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا اور دیگر اہل خاندان سے ایذائیں برداشت کیں مگر ایمان کا عقد جو آپ نے باندھا تھا نہ توڑا اور آپ نے دو مرتبہ ہجرت کی ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ۔ اس کے بعد ان سب قابل عزت بزرگوں نے دوستوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے باوجود جہاد اور لڑائی کے معرکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے مقاتلہ کی داد بھی دی۔ اس کے بعد یہ سب بزرگ نیک مواقع پر اموال خرچ کرتے رہے۔ اس لئے یہ سب ان آیات کے (مصداق اور) اہل ہیں بلکہ اُن کے سر دفتر (یعنے اُن کے اسماء بعنوان جلی سب سے مقدم ہیں) اور یہی واضح کرنا ہمارا مقصود ہے۔ اگر کوئی متعصب یہ کہے کہ یہ تمام کلمات عموم کے ہیں ان میں یہ احتمال ہے کہ دوسرے بعض افراد مراد ہوں

گوئیم قصر عام بر بعض افراد مدے دارد امّا آنانکہ دران وصف ابلغ و اشہر باشند و از ہمہ پیشقدم و دراول سماع کلام نظر مخاطبان برآنان افتد عزل این جماعہ ازمیانِ عموم لغتِ عرب نیست و نمی گوید آن را مگر غیر بلیغ و نہ فہمد آن را مگر ہیچ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ واگر متعصب عود کند و گوید اوّل این ہمہ فضائل ثابت بود بعد ازان حبط گشت بسبب بعض سیآت گوئیم این بدتر است از اوّل از ابتدائے نشو و نمای اسلام تا قیام قیامت این آیات در صلوات و محافل و محاضر تلاوت می کنند و خواہند کرد اگر ظاہر متبادر او مراد نباشد تدلیس عظیم در ہر زمان و ہر طبقہ پیدا مے شود تعالے اللہ عن ذٰلک علوًّا کبیرًا وَرُوی عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قال ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ فقیر مے گوید این اثر ضعیف است از جہت سند قوی است از جہت معنے و در معنے اہدنا الصراط المستقیم مفصل بیان کردیم قولہ تعالے قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ الآیہ ہذہ الآیۃ من موافقات عمر رضی اللہ عنہ رُوی ذٰلک عن الشعبی و عکرمۃ و قتادۃ و عبدالرحمٰن بن ابی لیلےٰ و السدّے وذٰلک من المراسیل الصحیحۃ لاستفاضۃ طرقہا عن عکرمۃ قال کان عمر یأتی یہود و یکلمہم فقالوا انہ لیس من اصحابک احد

تو ہم یہ کہیں گے کہ عام کا قصر بعض افراد پر ایک حد رکھتا ہے لیکن جو لوگ اُس وصف پر (جو عموم کے صیغوں میں بیان کیا گیا) زیادہ پہنچنے والے اور زیادہ مشہور ہوں اور اُن کا قدم (اُس وصف میں) سب سے آگے رہتا ہو اور کلام کے سننے کے وقت مخاطبوں کی نظر سب سے پہلے اُن پر ہی پڑتی ہو لغت عرب میں جب عموم کا استعمال ہوتا ہے تو ایسی جماعت کو اُس سے جُدا نہیں کیا جاتا ایسی بات کا قائل وہی ہوگا جو بلاغت سے نابلد ہو اور ایسا سمجھنے والا کوئی فرومایہ کم ظرف ہی ہو سکتا ہے۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ۔ اگر متعصب پھر رجوع کرے اور کہے کہ اوّل تو یہ سب فضائل ثابت تھے مگر بسبب بعض برائیوں کے ارتکاب کے اس کے بعد باطل ہو گئے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ قول پہلے سے بھی بدتر ہے۔ اسلام کے نشو و نما کے ابتداء زمانہ سے قیامت کے قائم ہونے تک یہ آیات نمازوں میں اور محفلوں میں اور مجالس میں لوگ تلاوت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اگر اس کے ظاہر متبادر معنے مراد نہ ہوں تو کہا جائے گا کہ ہر زمانہ میں اور ہر طبقہ میں ایک بڑی فریب کاری کا اظہار ہوتا رہا ہے تعالی اللہ عن ذٰلک علوًّا کبیرًا (اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حق تعالیٰ کے ارشاد آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ (ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے) میں اُنھوں نے کہا کہ وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ ہیں۔ فقیر کہتا ہے کہ سند کے اعتبار سے یہ اثر ضعیف ہے مگر معنی کے اعتبار سے قوی ہے۔ اور اھدنا الصراط المستقیم کے معنے کے سلسلہ میں ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ مَنْ كَانَ الخ (۲: ۹۷) آپ (ان سے) یہ کہئے کہ جو شخص جبریل سے عداوت رکھے۔۔ تا آخر۔ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کرنے والی آیات میں سے ہے۔ یہ مروی ہے شعبی سے اور عکرمہ سے اور قتادہ سے اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اور سدی سے اور یہ مرسل احادیث صحیحہ میں سے ہے کیونکہ اس کے طرق (روایت) میں استفاضہ ہے (یعنی تین صحابی روایت کرنے والے ہیں)۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ یہود کے پاس آیا کرتے اور اُن سے گفتگو کیا کرتے تھے (ایک مرتبہ) اُنھوں نے کہا کہ تمہارے ساتھیوں میں

اکثر اتیاناً الینا منک فاخبر من صاحب صاحبک الذی یاتیہ بالوحی فقال جبرئیل قالوا ذاک عدونا من الملائکۃ ولو ان صاحبہ صاحب صاحبنا لاتبعناہ فقال عمر من صاحب صاحبکم قالوا میکائیل قال وما ہما قالوا اما جبرئیل فینزل بالعذاب والنقمۃ واما میکائیل فینزل بالغیث والرحمۃ و احدہما عدو لصاحبہ فقال عمر و ما منزلتہما قالوا ہما من اقرب الملئکۃ منہ احدہما عن یمینہ وکلتا یدیہ یمین والآخر عن الشق الآخر قال عمر لئن کانا کما تقولون ما ہما بعدوین ثم خرج من عندہم فمر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعاہ فقرأ علیہم من کان عدوا لجبریل الآیۃ فقال عمر والذی بعثک بالحق انہ الذی خاصمتہم بہ آنفا واخرج الحاکم من ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وزیرای من اہل السماء جبرئیل و میکائیل و من اہل الارض ابوبکرؓ و عمرؓ واخرج الطبرانی بسند حسن عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فی السماء ملکین احدہما یامر بالشدۃ والآخر یامر باللین وکل مصیب ذکر جبرئیل و میکائیل ونبیان احدہما یامر باللین والآخر یامر بالشدۃ وکل مصیب وذکر ابراہیم و نوحا ولی صاحبان

سے سب سے زیادہ ہمارے پاس آنے والا تم سے زیادہ کوئی نہیں۔ تو آپ ہمیں بتائیے کہ آپ کے صاحب (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا کون (فرشتہ) مصاحب ہے جو اُن کے پاس وحی لایا کرتا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ جبرئیلؑ تو انھوں نے کہا کہ فرشتوں میں سے یہ ہمارا دشمن ہے اور اگر تمھارے صاحب (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا مصاحب وہ ہوتا جو ہمارے صاحب (یعنی موسیٰؑ) کا مصاحب تھا تو ہم ان کا اتباع کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمھارے صاحب (یعنی نبی) کا کون صاحب تھا؟ تو انھوں نے کہا کہ میکائیلؑ۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ دونوں کیا (کرتے) ہیں؟ انھوں نے کہا کہ جبرئیلؑ تو عذاب اور تنگی نازل کرتا ہے اور میکائیلؑ بارش اور رحمت نازل کرتا ہے اور اُن دونوں میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ان دونوں کا مرتبہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ دونوں سب فرشتوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں ان دونوں میں سے ایک اللہ کے دائیں ہاتھ کی طرف اور اس کے دونوں ہاتھ یمین یعنی دائیں ہی ہیں اور دوسرا فرشتہ دوسری جانب ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر وہ ایسے ہیں جیسا کہ تم کہتے ہو تو وہ دونوں دشمن نہیں ہوسکتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے اُٹھ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ان کا گزر ہوا تو آپ نے ان کو پکارا (تو یہ بھی اصحاب کے ساتھ بیٹھ گئے) پھر آپ نے سب کو یہ آیت سُنائی من کان عدوا لجبریل ... آخر تک۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے یہ اُسی معاملہ کے بارے میں ہے جس پر میں نے ابھی یہودیوں سے کہا سُنی کی ہے۔ حاکم نے یہ حدیث اخذ کی، مروی ہے ابی سعیدؓ سے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دو وزیر (یعنی مدد و معاون) آسمان والوں میں سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ ہیں اور زمین والوں میں سے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ طبرانی نے اخذ کیا سند حسن کے ساتھ اُم سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں اُن دونوں میں سے ایک سختی کا حکم کرتا ہے اور دوسرا حکم کرتا ہے نرمی کا اور دونوں بجا کرنے والے ہیں اور آپ نے ذکر فرمایا جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کا۔ اور دو نبی ہیں ان میں سے ایک حکم کرتا ہے نرمی کا اور دوسرا حکم کرتا ہے سختی کا اور ہر ایک بجا کرنے والا ہے اور ذکر کیا آپ نے ابراہیمؑ اور نوحؑ کا اور میرے دو رفیق ہیں

احدہما یأمر باللین و الآخرُ بالشدۃ و کلٌ مصیبٌ
وذکر ابابکر و عمر و اخرج البزار والطبرانی فی
الاوسط والبیہقی فی الاسماء و الصفات عن
عبداللہ بن عمرو قال جاء فیام من الناس
الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یارسول اللہ
زعم ابوبکر انّ الحسنات من اللہ والسیئات من
العباد وقال عمر الحسناتُ والسیئاتُ من
اللہ فتابع ہذا قوم وتابع ہذا قوم فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لأقضینّ بینکما
بقضاء اسرافیل بین جبرئیل و میکائیل انّ
میکائیل قال بقولِ ابی بکر وقال جبرئیل
بقولِ عمر فقال جبرئیل لمکائیل إنّا متی
یختلفُ اہلُ السماء یختلف اہل الارض
فلنتحاکمْ الی اسرافیل فتحاکما الیہ فقضی
بینہما بحقیقۃ القدرِ وخیرہ وشرہ وحلوہ و
مرّہ کلّہ من اللہ ثم قال یااابابکر انّ اللہ
لو أرادَ أنْ لایُعصٰی لم یخلقْ ابلیسَ
فقال ابوبکر صدق اللہ و رسولہ قولہ
تعالیٰ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ
مُصَلًّی ۰ ہذہ الآیۃُ من موافقاتِ عمرؓ
فقد اخرج البخاری و الترمذی وغیرہما
من عمرؓ قال وافقتُ ربّی فی
ثلاثٍ او وافقنی ربّی فی ثلاث
قلتُ یارسولَ اللہ لو اتخذتَ من
مقامِ ابراہیم مُصلّی فنزلتْ وَ
اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّی
الحدیث و من قیام عمر بحفظِ شعائرِ
اللہ عزّ وجلّ إعادتہُ المقامَ

اُن میں سے ایک حکم کرتا ہے نرمی کا اور دوسرا حکم کرتا ہے سختی کا اور ہر ایک بجا کہنے والا ہے اور آپ نے ذکر کیا ابوبکرؓ اور عمرؓ کا۔ اور بزار نے اخذ کیا اور طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے اسماء وصفات میں اخذ کیا۔ روایت ہے عبداللہ بن عمرؓ سے انھوں نے کہا کہ لوگوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ابوبکرؓ یہ گمان کرتے ہیں کہ حسنات اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں اور سیئات بندوں کی طرف سے اور عمرؓ نے یہ کہا کہ حسنات وسیئات سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں، اب ایک قوم اس کا اتباع کر رہی ہے اور ایک قوم اُس کا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم دونوں (جماعتوں) میں وہ فیصلہ کروں گا جو اسرافیلؑ نے جبرئیل ومیکائیلؑ کے درمیان کیا ہے۔ میکائیلؑ تو وہ بات کہہ رہے تھے جو ابوبکرؓ نے کہی اور جبرئیلؑ وہ بات کہہ رہے تھے جو عمرؓ نے کہی۔ تو جبرئیلؑ نے میکائیلؑ سے کہا کہ ہم آسمان والوں میں جب اختلاف ہوتا ہے تو زمین والوں میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے اس لئے چاہیئے کہ ہم فیصلہ کرانے کے لئے یہ اختلاف اسرافیل کے پاس لے جائیں چنانچہ اسرافیلؑ کو دونوں نے حکم بنایا تو حقیقتِ قدر کے بارے میں انھوں نے فیصلہ کیا کہ اُس کا خیر اور شر، میٹھا اور کڑوا سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ اگر اللہ تعالیٰ یہ ارادہ کرتا کہ اُس کی نافرمانی نہ کی جائے تو وہ ابلیس (یعنی شیطان) کو نہ پیدا کرتا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاتَّخِذُوا الخ (۲: ۱۲۵) اور مقامِ ابراہیم کو (کبھی کبھی) نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو۔ یہ آیت عمرؓ کی موافقات میں سے ہے۔ بخاری اور ترمذی وغیرہ نے یہ حدیث اخذ کی کہ مروی ہے عمرؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے رب کی موافقت کی تین (احکام) میں (یعنی نزولِ حکم سے قبل میری رائے کچھ اور تھی مگر اس کے خلاف حکم آیا جس کی میں نے اطاعت کی) اور تین (احکام) میں میرے رب نے میری موافقت کی (یعنی میری صوابدید کے مطابق حکم نازل فرمایا) میں نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہؐ اگر آپ مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دیدیں تو بہت اچھا ہو۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ... آخر تک۔ اور عمرؓ کے شعائر اللہ کی حفاظت پر کمربستہ رہنے کے واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے مقامِ ابراہیم کو

فی مقامہ بعد ما ذہبت بہ السیول عن سفیان بن عیینۃ عن حبیب بن ابی الاشرف قال کان سیل ام نہشل قبل ان یعمل عمر الردم باعلی مکۃ فاحتمل المقام من مکانہ فلم یدر این موضعہ فلما قدم عمر سال من یعلم موضعہ فقال عبد المطلب بن ابی وداعۃ انا یا امیر المؤمنین قد کنت قدرتہ و ذرعتہ بمقاط وتخوفت علیہ ہذا من الحجر والرکن الیہ و من وجہ الکعبۃ فقال ایت بہ فجاء بہ فوضعہ موضعہ ہذا وعمل عمر الردم عند ذلک قال سفیان فذلک الذی حدثنا ہشام بن عروۃ عن ابیہ ان المقام کان علی شفع البیت فاما موضعہ الذی ہو موضعہ الآن واما ما یقول الناس انہ کان ہناک موضعہ فلا قلت المقاط بالکسر حبل صغیر شدید الفتل والجمع مقط عن عمر فی قولہ تعالیٰ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ قال اذا مر بذکر الجنۃ سال اللہ الجنۃ واذا مر بذکر النار تعوذ باللہ من النار وروی من طرق متعددۃ ان المصریین لما دخلوا علی عثمان کان المصحف بین یدیہ فضربوہ بالسیف علی یدیہ فجری الدم علی فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فقال عثمان واللہ انہا لاول ید خطت المفصل (قرآن کا) قیل فما مات منہم رجل سویا وروی احمد و ابوداود من حدیث معاذ بن جبل

اُس کی اصلی جگہ پر واپس لائے اس کے بعد کہ اس کو سیلابوں نے اپنی جگہ سے ہٹادیا تھا۔ روایت ہے سفیان بن عیینہ سے وہ روایت کرتے ہیں حبیب ابن الاشرف سے اُنھوں نے بیان کیا کہ اعلائے مکہ پر حضرت عمرؓ کے دیوار بنانے سے پہلے اُمّ نہشل سیلاب آیا کرتا تھا اس نے مقامِ ابراہیم کو اپنی جگہ سے ہٹادیا تھا تو یہ معلوم نہ ہوا کہ اس کی اصلی جگہ کہاں تھی۔ جب حضرت عمرؓ آئے تو اُنھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ کون اس کی جگہ جانتا ہے تو عبدالمطلب ابن ابی وداعہ نے کہا کہ اے امیرالمؤمنینؓ میں نے اس کا اندازہ کرلیا تھا اور مجھے اس امر کا (جو پیش آیا) اندیشہ ہوا تھا تو میں نے ایک مقاط سے اُس کے فاصلوں کو حجرِ اسود سے اور رکن سے اور وجہ کعبہ سے پیمائش کرلیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ (مقاط) لاؤ۔ وہ لے آئے تو (اُس سے بعد پیمائش صحیح جگہ معلوم کرکے) اُس کی پہلی جگہ پر اسی سے رکھدیا اور اسی زمانہ میں عمرؓ نے دیوار بنائی۔ سفیان نے کہا کہ یہی بات ہم کو پہنچی ہشام بن عروہ سے اُنھوں نے روایت کی اپنے والد سے کہ مقامِ ابراہیم بیت اللہ سے جڑا ہوا تھا تو اس کی اصل جگہ وہی ہے جہاں وہ آج ہے۔ اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اُس کی اصل جگہ وہاں (یعنی دوسری جگہ) تھی تو یہ صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں لفظ مقاط میم کے زیر کے ساتھ چھوٹی رسّی کے معنے میں ہے جو مضبوطی سے بٹی گئی ہو۔ اس کی جمع "مُقط" ہے۔

روایت ہے حضرت عمرؓ سے دربارہ ارشادِ حق عز اسمہٗ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (۲، ۱۲۱) راوی کا بیان ہے کہ جب آپ گزرتے جنت کے ذکر پر تو اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتے اور جب دوزخ کے ذکر پر گزرتے تو دوزخ سے پناہ مانگتے۔ اور متعدد طریقوں سے مروی ہے کہ مصر والے باغی جب حضرت عثمانؓ پر گھر میں داخل ہوکر حملہ آور ہوئے تو قرآن مجید کھلا ہوا اُن کے سامنے تھا۔ اُنھوں نے آپ کے ہاتھوں پر تلوار ماری تو اس آیت پر خون جاری ہوا۔[۱] فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ الخ (۲، ۱۳۷) "تو تمھاری طرف سے عنقریب ہی نمٹ لیں گے اللہ تعالیٰ اور وہ سُنتے ہیں جانتے ہیں" تو عثمانؓ نے کہا خدا کی قسم یہ سب سے پہلا ہاتھ ہے جس نے قرآن کی کتابت کی تھی" بیان کیا گیا ہے کہ اُن میں سے کوئی صحیح سالم نہیں مرا۔

اور روایت کیا احمدؒ اور ابوداودؒ نے معاذؓ بن جبل کی حدیث سے کہ

[۱] اس آیت پر خون کا گرنا حضرت عثمانؓ کے ساتھ گویا لسانِ غیب کا کلام تھا کہ ہم اس خون کا ضرور انتقام لیں گے ۱۲ مترجم

كان عمرؓ اصاب من النساء بعد ما نام فاتى النبي صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك له فانزل الله تعالى أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ الى قوله وَأَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۔ واخرج الطبراني في الاوسط عن عمر ابن الخطاب سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ذاكر الله تعالى في رمضان مغفور له و سائل الله لا يخيب ۔ و عن عمرؓ في قوله تعالى اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ قال شوال و ذو القعدة و ذو الحجة ۔ و عن عمرؓ افصلوا بين حجكم و عمرتكم اجعلوا الحج في اشهر الحج و اجعلوا العمرة في غير اشهر الحج اتم لحجك و عمرتك ۔ و عن ابى بكر الصديق انه قال في خطبته الصدق امانة والكذب خيانة الكيس التقى والعجز الفجور ۔ و عن عمرؓ انه كتب الى ابنه عبد اللهؓ اما بعد فانى اوصيك بتقوى الله فانه من اتقاه وقاه و من اقرضه جزاه و من شكره زاده و اجعل التقوى نصب عينك و جلاء قلبك و السلم

عمرؓ سونے کے بعد (رمضان کی شب میں) اپنی کسی بیوی سے ہم بستر ہوگئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت اُحِلَّ لَكُمْ تا اِلَى اللَّيْلِ نازل کی (۲: ۱۸۷) تم لوگوں کے واسطے روزوں کی شب میں اپنی بیوں سے مشغول ہونا حلال کردیا گیا کیونکہ وہ تمہارے لئے (بجائے) اوڑھنے بچھونے کے ہیں اور تم اُن کے لئے (بجائے) اوڑھنے بچھونے کے ہو، خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت (کر) کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے (مگر) خیر اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو اب اُن سے ملو، ملاؤ اور جو (قانون) اجازت تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے (بلا تکلف) اُس کا سامان کرو اور کھاؤ اور پیو (بھی) اُس وقت تک کہ تم کو سفید خط (یعنی نور) صبح (صادق) متمیز ہو جائے سیاہ خط سے پھر (صبح صادق سے) رات تک روزے کو پورا کیا کرو۔ اور اخذ کیا طبرانی نے اوسط میں کہ مروی ہے عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والے کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اللہ سے مانگنے والا خسارے میں نہیں رہتا۔

اور مروی ہے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دربارۂ ارشاد باری تعالیٰ شانہ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ الخ (۲: ۱۹۷) (زمانہ) حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں (شوال، ذیقعدہ اور دس تاریخیں ذی الحجہ کی) آپ نے فرمایا کہ وہ شوال اور ذی قعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔ اور عمرؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے حج اور عمرہ کے درمیان فصل کرو حج کو رکھو حج کے مہینوں میں اور عمرے کو دوسرے مہینوں میں رکھو اور اپنے حج اور عمرے کو پورا کرو۔ اور ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے خطبہ میں فرمایا صدق امانت ہے، کذب خیانت ہے، اور چستی و مستعدی تقویٰ (کا سبب ہوتی) ہے اور عاجزی (کاہلی) بے راہ روی کا سبب بنتی ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے عبد اللہؓ کو لکھا بعد حمد و صلوٰۃ میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ یقینی ہے کہ جو متقی بنا اللہ تعالیٰ نے اس کو بچا لیا اور جس نے اُس کو قرض دیا (یعنی مواقع خیر میں مال خرچ کیا) اللہ اُس کی جزاء ضرور دے گا اور جس نے اُس کا شکر کیا اللہ تعالیٰ نے اُس پر (نعمتوں کو) زیادہ کر دیا، تم تقویٰ کو اپنا نصب العین اور قلب کی جلاء بنا کر رکھو۔ اور جان لو کہ

انہ لاعمل لمن لانیۃ لہ ولا اجر لمن لاحسنۃ لہ ولا مال لمن لارفق لہ ولا جدید لمن لاخلق لہ و اخرج الشافعی فی الام عن عروۃ بن الزبیر ان عمر ابن الخطاب حین دفع من عرفۃ قال ؎ الیک تعدوا قلقا وضینہا ، مخالفا لدین النصاری دینہا و اخرج البیہقی عن ابی ہریرۃ ان رجلا مر بعمر بن الخطاب و قد قضی نسکہ فقال لہ عمر اَحججت قال نعم فقال لہ اجتنبت ما نہیت قال ما الوت قال عمر استقبل عملک قیل لعطاء ابن ابی رباح اَبلغک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یستانفون العمل یعنی الحجاج قال لا ولکن بلغنی من عثمان بن عفان وابی ذر الغفاری مالا یستقبلون العمل و عن سالم عن ابیہ عن عمر سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ تبارک وتعالی من شغلہ ذکری عن مسئلتی اعطیہ افضل ما اعطی السائلین و عن ابن ابی نجیح سئل ابن عمرؓ عن صوم عرفۃ فقال حججت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یصمہ و مع عمرؓ فلم یصمہ ومع عثمان فلم یصمہ و انا لااصومہ و لاآمر بہ ولاانہی عنہ وروی صہیبؓ ان المشرکین لما اطافوا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجدتہ یصلی فکرہت ان اقطع علیہ صلوتہ

اس کے پاس کوئی عمل نہیں جس کے پاس نیت (صحیحہ) نہیں (نیت صحیحہ یہ ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی رضاء و اطاعت ہو) اور اس کے پاس اجر نہیں جس کے پاس نیکی نہیں۔ اور جس کے پاس رفق و ملائمت نہیں اس کے پاس کوئی مال نہیں (کہ بڑی دولت حسن اخلاق ہے) اور جس کے پاس پرانا نہ ہوگا (اس کے بجائے) اس کو نیا نہ ملے گا۔ اور شافعیؒ نے "اُم" میں یہ اخذ کیا مروی ہے عروہ بن الزبیر سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جب کہ عرفہ سے جا رہے تھے یہ شعر کہا ؎ الیک تعدو الخ یعنے سواری کے سب اونٹ آپ کی طرف دوڑ رہے ہیں (جو سیر و سفر کی شدت سے اتنے لاغر ہو رہے ہیں کہ) اُن کے زین یعنے وہ تواریں جس سے کجاوے اونٹ کے بدن سے باندھے جاتے ہیں) ڈھیلے ہو رہے ہیں (اللہ واحد کی اطاعت میں چل رہے ہیں) ان کا دین نصاریٰ کے دین کے خلاف ہے (جو غیر اللہ کو معبود قرار دیتے ہیں) اور بیہقی نے یہ اخذ کیا مروی ہے ابو ہریرہؓ سے کہ ایک شخص کا عمرؓ بن الخطاب پر گزر ہوا اور وہ اپنے مناسک حج ادا کر چکا تھا۔ اس سے عمرؓ نے کہا کہ کیا تم حج کر چکے ہو؟ اُس نے کہا کہ ہاں! پھر آپ نے فرمایا کہ جن باتوں کی ممانعت ہے اُن سے بچے رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ میں نے کوتاہی نہیں کی تو عمرؓ نے کہا کہ اپنے کام میں لگو۔ عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا کیا تم کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ یعنی حجاج اپنے اعمال کو از سر نو کریں۔ انھوں نے کہا نہیں بلکہ عثمانؓ بن عفان اور ابوذر غفاریؓ سے (اس کے خلاف) یہ پہنچا کہ عمل سابق کا سامنا نہیں کیا جائیگا۔ اور روایت ہے سالم سے وہ اپنے باپ سے وہ روایت کرتے ہیں عمرؓ سے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو میری یاد مجھ سے سوال کرنے سے غافل کر دے میں اُس کو مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا۔ اور ابن ابی نجیح سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ سے صوم عرفہ کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ آپ نے اس دن روزہ نہیں رکھا اور عمرؓ کے ساتھ کیا تو انھوں نے بھی نہیں رکھا اور عثمانؓ کے ساتھ کیا تو اُنھوں نے بھی نہیں رکھا اور میں بھی یہ روزہ نہیں رکھتا اور نہ اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ اور صہیبؓ نے روایت کیا کہ مشرکین نے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کیا تو میں آپ سے بات کرنے کے لئے پہنچا) تو میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ مجھے یہ بُرا لگا کہ میں نماز تڑواؤں (اس لئے آپ سے مخاطب ہوا

فقال اصبت و خرجا من ليلتهما
فلما اصبح خرج حتى اتى
ام رومان زوجة ابى بكر فقالت
الا اراك ههنا و قد خرج اخوك
و وضع لك شيئا من زاده
قال صهيب فخرجت حتى دخلت
على زوجتى ام عمرو فاخذت
سيفى و جعبتى و قوسى حتى
اقدم على رسول الله صلى الله
عليه وسلم المدينة فاجده
و ابابكر جالسين فلما رآنى
ابوبكر قام الى فبشرنى
بالآية التى نزلت فى فاخذ
بيدى فلمته بعض اللائمة
فاعتذر و ربحنى رسول الله
صلى الله عليه وسلم فقال
ربح البيع ابا يحيى عن
عكرمة ان عمر بن
الخطاب كان اذا تلا
هذه الآية وَ مِنَ النَّاسِ
مَنْ يُّعْجِبُكَ الى وَ مِنَ
النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهٗ
قال اقتتل الرجلان
غرض ازين كلام آن است كه
حضرت عمر رضى الله بفراست
دريافت كه درميان امت مرحومه
شمشير سيف خواهد شد باين
نوع كه خليفه جابر باشد و
مومنے كه يشرى نفسه صفت اوست

اور اس پر) آپ نے فرمایا کہ تو نے اچھا کیا۔ اور دونوں (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ) اُسی رات نکل گئے (راوی کا قول ہے کہ) جب صبح ہوئی تو صہیبؓ گھر سے نکل کر اُمّ رُومان زوجہ ابی بکرؓ کے پاس پہنچے وہ بولیں کہ ارے میں تجھے یہاں دیکھ رہی ہوں اور تیرا بھائی (ابوبکرؓ) جا چکا ہے اور اُس نے تیرے لئے بھی کچھ زادِ راہ اپنے ساتھ رکھا تھا۔ صہیبؓ نے بیان کیا کہ میں پھر وہاں سے نکل کر اپنی زوجہ اُمّ عمرو کے پاس پہنچا وہاں سے اپنی تلوار اور ترکش اور کمان لی (اور سفرِ ہجرت شروع کر دیا) یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ جاتا ہوں اور آپؐ اور ابوبکرؓ دونوں کو بیٹھے ہوئے پاتا ہوں۔ جب مجھے ابوبکرؓ نے دیکھا تو اُٹھ کر میرے پاس آئے اور مجھے اُس آیت کی بشارت دی جو میرے حق میں نازل ہوئی تھی (یعنی آیہ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ) انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا میں نے اُن سے کچھ شکوہ شکایت کیا اُنھوں نے معذرت کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بیع کے (جس کا ذکر آیت میں ہے) پُرمنفعت ہونے کی بشارت سُنائی۔ آپ نے فرمایا اے ابا یحییٰ بڑے نفع کا سودا ہوا ہے (ابو یحییٰ صہیبؓ کی کنیت ہے)۔

عکرمہؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب جب یہ آیت پڑھتے ومن النّاس من یُّعجبک سے ومن النّاس مَن یشری نفسہ الخ تک (۲: ۲۰۴-۲۰۷) [اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اُس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزیدار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالٰے کو حاضر و ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ (آپ کی) مخالفت میں (نہایت) شدید ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کرے اور (کسی کے) کھیت یا مویشی کو تلف کرے اور اللہ تعالٰی فساد کو پسند نہیں کرتے اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا خوف کر تو نخوت اس کو گناہ پر (دونا) آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بُری آرام گاہ ہے۔ اور بعض آدمی ایسا ہے کہ اللہ تعالٰی کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالٰے ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں] تو فرماتے کہ دو آدمیوں میں جنگ ہو گئی۔ غرض اس کلام سے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فراست سے یہ معلوم کر لیا کہ امت مرحومہ میں تلوار چلے گی اس صورت سے کہ خلیفہ جابر ہو گا اور ایک مومن جس کی صفت ہو گی

بانکار برخیزد و از انکار او آن جماعہ حساب نگیرند و بمقاتلہ انجامد این نوع از مقاتلہ بوقوع خواہد آمد اگرچہ اکثر صور مقاتلات آنست کہ از ہر دو جانب اتباع ہوا پیش آید و عن ابی بکر الصدیق ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علیہ النار و عن عثمان سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول حرس لیلۃ فی سبیل اللہ افضل من الف لیلۃ یقام لیلہا و یصام نہارہا و عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ترک قوم الجہاد الا عمہم اللہ تعالی بالعذاب و عن عمر بن الخطاب ان اللہ لا یستحیی من الحق لا تاتوا النساء فی ادبارہن و عن زید ابن اسلم قال بلغنی انہ جاءت امراۃ الی عمر بن الخطاب فقالت ان زوجہا لا یصیبہا فارسل الیہ فسالہ فقال کبرت و ذہبت قوتی فقال عمر فی کم تصیبہا قال فی کل طہر مرۃ فقال عمر اذہبی فان فیہ ما یکفی المراۃ و عن الحسن قال سال عمر ابنتہ حفصۃ کم تصبر المراۃ عن الرجل فقالت ستۃ اشہر فقال لا جرم لا اجمر رجلا اکثر من ستۃ اشہر و عن عمر قال واللہ انی لاکرہ نفسی فی الجماع رجاء ان یخرج منی نسمۃ تسبح

یثیر نفسہ اُس کے (جابرانہ احکام سے) انکار کے لئے مقابل آجائیگا اور اس کے انکار سے وہ جماعت (اپنے اعمال کا) محاسبہ نہ کریگی بالآخر قتال تک نوبت آجائیگی۔ اس قسم کا مقاتلہ وقوع میں آئیگا۔ اگرچہ مقاتلات اکثر اس صورت میں ہوتے ہیں کہ دونوں جانب میں خواہش نفس کی پیروی ہوا کرتی ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جس کے قدم غبارآلود ہوئے اللہ تعالیٰ اُس پر آگ کو حرام کرے گا۔ عثمانؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ کی راہ میں ایک رات کا پہرہ دینا ایسی ہزار راتوں سے افضل ہے جن کا تمام وقت نوافل پڑھنے میں گذرے اور اُن کے ایام روزوں میں بسر ہوں۔ اور ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی قوم نے بھی جہاد ترک نہیں کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اُن پر عذاب کو عام کردیا (کہ ایک مصیبت کے بعد دوسری آتی رہیگی) اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ حق بات کے اظہار سے نہیں شرماتا (اس لئے میں کہنے سے نہ شرماؤنگا) کہ تم عورتوں سے اُن کی دُبر میں مقاربت نہ کرنا۔ اور زید بن اسلم سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ ایک عورت عمرؓ بن الخطاب کے پاس آئی اور اُس نے کہا کہ اُس کا شوہر اُس سے مقاربت نہیں کرتا۔ آپ نے شوہر کو بُلوایا اور اُس سے پوچھا تو اُس نے کہا کہ میں بوڑھا ہوگیا اور میری قوت جاتی رہی۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تو کتنے زمانہ کے بعد اُس کے پاس آیا کرتا ہے۔ اُس نے کہا کہ ہر طہر میں (یعنی جب حیض سے فارغ ہوچکتی ہے تو ایسے زمانہ میں) ایک مرتبہ تو عمرؓ نے عورت سے فرمایا کہ جا یہ ایسا معمول ہے جو عورت کے لئے کافی ہے۔ اور حسن سے مروی ہے کہ عمرؓ نے (جبکہ ان کی بی بی صاحبہ کا انتقال ہوچکا تھا) اپنی بیٹی حفصہؓ سے پوچھا کہ کتنے زمانہ تک عورت مرد سے (بغیر تعب) رُک سکتی ہے؟ تو انھوں نے (انگلیوں کے اشارے سے) بتایا کہ چھ مہینے تک۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ ضروری ہے کہ اب میں کسی مجاہد کو میدانِ جنگ میں چھ ماہ سے زیادہ نہ رُکنے دونگا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اپنے نفس کو جماع پر مجبور کرتا ہوں اس امید پر کہ مجھ سے کوئی ایسا بچہ پیدا ہوجائے جو اللہ کی تسبیح کیا کرے[1]

[1] انما الاعمال بالنیات ایسا نسخہ کیمیا ہے جو دنیاوی افعال کو بھی جو بسبیل عادت انسان سے سرزد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف مستحیل کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی اس نیت نے جماع کو بھی عبادت بنا دیا۔ آپ کی اس مجتہدانہ شان اور کیفیتِ تعلقِ قلب مع اللہ کو واضح کرنے کے لئے ہی شاہ صاحبؒ حدیث لائے ہیں ۱۲ مترجم

وعن اشعث بن اسلم البصری قال بینا عمر یصلی و یھودیان خلفه قال احدھما لصاحبه أھو ھو قالا انا نجده فی کتابنا قرناً من حدید یعطی ما یعطی حزقیل الذی احیا الموتیٰ باذن الله فقال عمر ما نجد فی کتاب الله حزقیل و لا احیا الموتیٰ باذن الله الا عیسیٰ قالا انا نجد فی کتاب الله رسلاً لم نقصصھم علیک فقال عمرؓ بلیٰ قالا اما احیاء الموتیٰ فسنحدثک ان بنی اسرائیل وقع علیھم الوبا فخرج منھم قوم حتیٰ ان کانوا علیٰ رأس میل اماتھم الله فبنوا علیھم حائطاً حتیٰ اذا بلیت عظامھم بعث الله حزقیل فقام علیھم فقال ماشاء الله فبعثھم الله فانزل الله فی ذٰلک اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ الآیة

وعن ابن عمر ان عمر بن الخطاب خرج ذات یوم الی الناس فقال ایکم یخبرنی باعظم آیة فی القرآن واعدلھا واخوفھا وارجاھا فسکت القوم فقال ابن مسعود علی الخبیر سقطت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم

اور اشعث بن اسلم البصری سے مروی ہے کہ اس دوران میں کہ عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے اور دو یہودی آپ کے پیچھے تھے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا یہ وہی ہے دونوں نے (آپس میں) کہا کہ ہم اس (کے حال) کو (ان الفاظ سے لکھا ہوا) پاتے ہیں لوہے کا قلعہ اس کو وہ چیز دی جائیگی (دعا مستجاب و حق پر استقامت) جو حزقیل کو دی گئی تھی جس نے اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیا تھا۔ اس پر (بعد نماز) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم کتاب اللہ میں حزقیل کا ذکر نہیں پاتے اور نہ باذن اللہ اُن کے مُردوں کو زندہ کرنے کا ذکر بجز عیسیٰؑ کے، اُن یہودی عالموں نے کہا کہ ہم کتاب اللہ میں یہ پاتے ہیں رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (یعنی بہت سے رسول ہوئے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ سے بیان نہیں کئے) عمرؓ نے فرمایا بیشک۔ انھوں نے کہا کہ رہا احیاء موتیٰ تو اُس کا واقعہ ہم آپ کو سُناتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر ایک مرتبہ وبا آپڑی تو اُن میں سے ایک قوم (وبا سے بچنے کے لئے نکلی یہاں تک کہ وہ (آبادی سے) ایک میل دور ہی نکلی تھی کہ خدا نے اُن کو ہلاک کر دیا۔ تو بنی اسرائیل نے ان کے گرد ایک دیوار بنا دی۔ تو جب (اتنا زمانہ گزر گیا) کہ ان کی ہڈیاں بھی گر گئیں تو اللہ تعالیٰ نے حزقیل کو مبعوث کیا وہاں پر آکر کھڑے ہوئے اور انھوں نے جو کچھ اللہ نے چاہا کہا تو اللہ نے اُن کو (زندہ کر کے) اُٹھا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نازل فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ الخ (۲: ۲۱۳) (اے مخاطب) کیا تجھ کو ان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کے لئے سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حکم فرما دیا کہ مر جاؤ (سب مر گئے) پھر اُن کو جلا دیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اور مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک دن حضرت عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں کے سامنے آکر فرمایا کہ تم میں سے کوئی مجھے اطلاع دیگا کہ قرآن کی سب سے زیادہ باعظمت آیت کونسی ہے اور سب سے زیادہ عدل والی کونسی اور سب سے زیادہ خوف دلانے والی کونسی اور سب سے زیادہ امید دلانے والی کونسی آیت ہے؟ تو سب لوگ خاموش رہے۔ پھر ابن مسعودؓ نے کہا کہ آپ ایک جاننے والے کے سامنے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

ل دوسری روایت میں یہ ہے کہ پادری نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا اِجِدُكَ قَرْنًا قَالَ قَرْنٌ مَهْ قَالَ قَرْنٌ مِنْ حَدِيْدٍ یعنی میں اگلی کتابوں میں تمھارا ذکر قرن کے لفظ سے پاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کاہے کا قرن؟ کہنے لگا لوہے کا قرن۔ یہاں قرن کے معنے قلعہ ہے اس کی جمع قُرُون ہے۔ حضرت عمرؓ کی ذات بابرکات کو کتب سابقہ میں آہنی قلعہ سے تعبیر کیا گیا اور یہ صحیح تعبیر ہے کہ آپ کی ذات تمام آفتوں اور خرابیوں کی روک کے لئے آہنی قلعہ کے مانند تھی ۱۲ مترجم از لغات الحدیث۔

يقول اعظم آية في القرآن الله
لا إله إلا هو الحي القيوم
و اعدل آية في القرآن إن
الله يأمر بالعدل والإحسان
الى آخره و اخوف آية في
القرآن فمن يعمل مثقال ذرة
خيرا يره و من يعمل مثقال
ذرة شرا يره و ارجا آية في
القرآن يا عبادي الذين اسرفوا
على انفسهم لا تقنطوا من
رحمة الله و عن ابي الدرداء
قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم اقتدوا بالذين من بعدي
ابي بكر و عمر فانهما حبل الله
الممدود فمن تمسك بهما فقد
تمسك بالعروة الوثقى لا انفصام
لها عن ابن عباس قال قال عمر
يوما لاصحاب النبي صلى الله عليه
وسلم فيم ترون هذه الآية نزلت
أيود احدكم ان تكون له جنة
قالوا الله اعلم فغضب عمر رض
فقال قولوا نعلم اولا نعلم فقال
ابن عباس ضربت مثلا العمل قال عمر اي عمل
قال ابن عباس لعمل قال عمر لرجل غني يعمل
بطاعة الله ثم بعث له الشيطان فعمل
بالمعاصي حتى اغرق الاعمال و عن
ابن عباس قال قال عمر بن الخطاب قرأت الليلة
آية اسهرتني أيود احدكم ان تكون
له جنة من نخيل و اعناب

آپ فرماتے تھے سب سے زیادہ باعظمت آیت قرآن میں یہ ہے اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (۲: ۲۵۵) (اللہ تو (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں زندہ ہے سنبھالنے والا ہے) اور سب سے زیادہ تاکید عدل کرنے والی آیت قرآن میں یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ آخر تک (۱۶: ۹۰) بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں عدل و احسان کا۔ تا آخر۔ اور سب سے زیادہ خوف پیدا کرنے والی آیت قرآن میں یہ ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ (۹۹: ۷-۸) سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کریگا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کریگا وہ اس کو دیکھ لیگا۔ اور سب سے زیادہ امید پیدا کرنے والی آیت قرآن میں یہ ہے یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ الخ (۳۹: ۵۳) اے میرے بندو! جنہوں نے (کفر و شرک کرکے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں تم خدا کی رحمت سے ناامید مت رہو۔ اور ابو الدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اقتدا کرو ان کی جو میرے بعد ہیں یعنی ابی بکر رض و عمر رض کیونکہ وہ دونوں اللہ کی تنی ہوئی رسی ہیں جس نے ان دونوں سے (دلیل کا) سہارا لیا تو اس نے ایسی مضبوط رسی کو تھام لیا جس میں کوئی شکستگی نہیں۔ اور ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ایک دن عمر رض نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آیت اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ الخ (۲: ۲۶۶) کا نزول کس بارے میں سمجھتے ہو؟ انھوں نے کہا اللہ اعلم۔ اس جواب پر عمر رض ناراض ہوگئے اور آپ نے فرمایا کہ یا تو یہ کہو کہ ہم جانتے ہیں یا یہ کہو کہ ہم نہیں جانتے (راوی کہتا ہے کہ) ابن عباس رض نے کہا کہ عمل کی ایک تمثیل بیان فرمائی گئی ہے۔ عمر رض نے کہا کہ کس کے عمل کی۔ تو ابن عباس رض نے کہا کہ (مطلق) عمل کی! عمر رض نے کہا کہ یہ ایسے مالدار شخص کے لئے ہے جس نے اللہ کی طاعت کے لئے عمل کیا پھر اس کے پاس شیطان کو بھیجا گیا تو اس نے گناہ کے کام شروع کردیئے یہاں تک کہ اعمال (حسنہ) کو تباہ کر ڈالا۔ یہ روایت (بھی) ابن عباس رض ہی سے مروی ہے کہ عمر رض بن الخطاب نے فرمایا کہ آج رات میں نے ایک آیت کی تلاوت کی جس نے مجھے جگائے رکھا اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ الخ (۲: ۲۶۶) بھلا تم میں کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا اس کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں اس شخص کے ہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آگیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں (کمانے کی) قوت نہیں سو اس باغ پر ایک بگولا آیا جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر وہ باغ جل جائے۔ اللہ اسی طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے

فقرأها كلها ما عنى بها فقال بعض القوم الله اعلم فقال انى اعلم ان الله اعلم ولكن انما سألت ان كان عند احد منكم علم فيها وسمع فيها شيئا ان يخبر بما سمع فسكتوا فرأنى وانا اهمس قال قل يا ابن اخى ولا تحقر نفسك قلت عنى بها العمل قال وما عنى بها العمل قلت شئ القى فى روعى فقلته فتركنى واقبل هو يفسرها صدقت يا ابن اخى عنى بها العمل۔ ابن آدم افقر ما يكون الى جنته اذا كبرت سنه وكثر عياله وابن آدم افقر ما يكون الى عمله يوم القيامة صدقت يا ابن اخى اخرج الدار قطنى عن عمر بن الخطاب قال انما سن رسول الله صلى الله عليه وسلم الزكوة فى هذه الاربعة الحنطة والشعير والزبيب والتمر وعن ابى بكر الصديق قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على اعواد المنبر يقول اتقوا النار ولو بشق تمرة فانها تقوم العوج وتدفع ميتة السوء وتقع من الجائع موقعها من الشبعان واخرج ابوداود والترمذى عن عمر قال امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نتصدق فوافق ذلك مالا عندى فقلت اليوم اسبق ابا بكر ان سبقته يوما فجئت بنصف مالى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ابقيت لاهلك قلت مثله واتى ابوبكر بكل ما عنده فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ابقيت لاهلك قال ابقيت لهم الله ورسوله فقلت لا اسابقك

تاکہ تم سوچا کرو۔ حضرت عمرؓ نے پوری آیت پڑھ کر (لوگوں سے پوچھا) کہ حق تعالیٰ نے اس سے کیا مراد لیا ہے۔ تو بعض لوگوں نے کہا اللہ اعلم (اللہ بہتر جاننے والا ہے) تو عمرؓ نے کہا کہ (یہ تو) میں بھی جانتا ہوں کہ اللہ بہتر جاننے والا ہے لیکن میں تو صرف یہ پوچھتا ہوں کہ اگر تم میں سے کسی کے پاس اس بارے میں علم ہو اور اس کے متعلق اس نے کچھ سُنا ہو تو جو کچھ سُنا ہو اس کی خبر دے تو لوگ ساکت رہے۔ عمرؓ نے مجھے دیکھا اور میں دھیمی آواز سے کہہ رہا تھا اور بولے کہ اے بھتیجے کہو اور اپنے آپ کو حقیر مت خیال کرو۔ میں نے کہا کہ اس سے عمل مراد لیا گیا ہے، فرمایا کہ اور کیسا عمل ہے جو مراد لیا گیا۔ میں نے کہا کہ ایک چیز میرے دل میں ڈالی گئی تھی میں نے اُسے کہدیا۔ اب انھوں نے مجھے چھوڑدیا اور خود تفسیر کرنے کی طرف متوجہ ہوگئے اور فرمایا اے بھتیجے تو نے ٹھیک کہا اس سے عمل ہی مراد ہے۔ ابن آدم کو سب سے زیادہ باغ کی طرف حاجتمند ہونے کا زمانہ وہ ہے جب کہ وہ بوڑھا ہوگیا ہو اور اُس کے بال بچے بھی زیادہ ہوں اور ابن آدم سب سے زیادہ اپنے عمل کا محتاج ہوگا قیامت کے دن اے بھتیجے تو نے صحیح جواب دیا تھا۔ دار قطنی نے یہ لفظ کیا مروی ہے عمر بن الخطابؓ سے کہ رسول اللہؐ نے زکوۃ کو ان چار (پیداواروں) میں مقرر کردیا ہے۔ گیہوں اور جو اور کشمش اور کھجور۔ اور مروی ہے ابوبکر صدیقؓ سے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ منبر کے درجہ پر (جو لکڑی کے تھے) کھڑے ہوئے فرمارہے تھے (جہنم کی) آگ سے اپنا بچاؤ کرو اگرچہ آدھی کھجور سے ہو (اپنے قلیل چیز ہونے کا خیال نہ کرو) کہ وہ بھی (آنتوں کے) ٹیڑھے پن کو سیدھا کرتی اور بُری موت کو روکتی ہے اور یہ بھی اپنے اسی موقع میں پہنچتی ہے جہاں شکم سیر ہونے کی مقدار پہنچتی ہے۔ اور ابوداؤد اور ترمذی نے عمرؓ سے یہ روایت لی ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ لانے کا حکم دیا تو اتفاق سے اُس زمانہ میں میرے پاس مال (زیادہ) تھا۔ میں نے کہا کہ آج میں ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں گا اگر کسی دن اُن سے بڑھ سکتا ہوں۔ پھر میں اپنا آدھا مال لے کر آیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لئے کتنا باقی رکھا۔ میں نے عرض کیا کہ اسی کے برابر۔ اور ابوبکرؓ جو کچھ اُن کے پاس تھا سب لے آئے (اُن سے بھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لئے کتنا باقی رکھا۔ تو اُنھوں نے کہا کہ اُن کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کو باقی رکھا۔ تو میں نے کہا (اے ابوبکرؓ) میں تم سے کسی چیز میں کبھی آگے

الٰی شیٍٔ ابداً۔

وعن الشعبی قال نزلت ہذہ الآیۃ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ الآیۃ فی ابی بکر و عمر جاء عمر بنصف مالہ یحملہ الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی رؤس الناس وجاء ابوبکر بمالہ اجمع یکاد ان یُخْفِیَہ من نفسہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما ترکت لاہلک قال عِدَۃُ اللّٰہ وعدۃ رسولہ فقال عمر لابی بکر ما استبقنا الی باب خیر قط الا سبقتنا الیہ ۔ واخرج احمد عن ابن ابی ملیکۃ قال ربما سقط الخطام من ید ابی بکر الصدیق فیضرب بذراع ناقتہ فینیخہا فیاخذہ فقالوا لہ افلا امرتنا نناولکہ فقال ان حِبّی صلی اللّٰہ علیہ وسلم امرنی ان لا اسأل الناس شیئاً ۔ واخرج احمد وابو یعلی عن ابی سعید الخدری قال قال عمر یا رسول اللّٰہ لقد سمعت فلاناً ما ہو کذلک لقد اعطیتہ ما بین عشرۃ الی مائۃ فما یقول ذلک قال اما واللّٰہ ان احدکم لیخرج بمسألتہ من عندی یتأبطہا ناراً قال عمر یا رسول اللّٰہ لم تعطیہا ایاہم قال فما اصنع یأبون الا مسألتی ویأبی اللّٰہ لی البخل ۔ واخرج البخاری ومسلم عن ابن عمر قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعطینی العطاء فاقول اعطہ من ہو افقر الیہ منی فقال خذہ اذا جاءک من ہذا المال شیٔ وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ فتموّلہ ان شئت کلہ وان شئت تصدق بہ

نہیں بڑھ سکتا۔

اور مروی ہے شعبی رحؒ سے کہ یہ آیت اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ الخ (۲:۲۷۱) اگر تم ظاہر کرکے دو صدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر اُن کا اخفا کرو اور فقیروں کو دیدو تو یہ اخفا تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے الخ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ عمرؓ اپنا نصف مال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں (یعنی مزدوروں) کے سروں پر اُٹھوا کر لائے اور ابوبکرؓ اپنا سب مال اس طرح لے کر آئے کہ گویا اُس کو اپنے نفس سے بھی چھپانے کی کوشش کر رہے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا تو اُنھوں نے کہا کہ اللہ کا وعدہ (کہ وہ ان کو رزق دے گا) اور اس کے رسول کا وعدہ (کہ ان کی دعائیں شامل حال رہیں گی) تو عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ ہم نے جس بابِ خیر میں کبھی تم سے بڑھنے کی کوشش کی تم ہی ہم سے آگے بڑھے رہے۔ اور احمد نے یہ روایت اخذ کی مروی ہے ابن ابی ملیکہ سے اُنھوں نے بیان کیا کہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ اُونٹ کی مُہار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھوٹ جاتی تو آپ اپنی اونٹنی کے پٹھے پر مارتے اور اس کو بٹھا کر مہار اُٹھا لیتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہم کو کیوں حکم نہیں دیتے کہ ہم اُٹھا کر آپ کو دیدیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں۔ اور اخذ کیا احمد اور ابویعلے نے روایت ہے ابو سعید خدریؓ سے اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے فلاں شخص کے بارے میں سُنا کہ وہ اس طرح کہتا ہے۔ آپ نے اُس کو عطا کر دیئے ہیں دس اور سو (درہم) کے درمیان (میں نے سوچا کہ) آپ اس کے بارے میں اب کیا فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ تم میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میرے پاس سے جب نکلتا ہے اپنا سوال لے کر تو آگ بھر کر لے جاتا ہے۔ عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ یہ نار ان لوگوں کو نہ دیا کیجیے۔ فرمایا میں کیا کروں یہ لوگ مجھ سے مانگنے سے نہیں رُکتے اور اللہ تعالیٰ مجھ میں بخل نہیں آنے دیتا۔ اور بخاری ومسلم نے اخذ کیا ابن عمرؓ سے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ مرحمت فرماتے تھے تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جو مجھ سے زیادہ حاجتمند ہو اُس کو دیجیے تو آپ نے فرمایا کہ یہ لے لو تمھارے پاس اس مال میں سے جب کچھ پہنچے اور تم کو نہ طمع ہو اور نہ تم سائل ہو تو اس کو لے لو پھر اگر چاہو اُس کو اپنا مال بنا کر رکھو اُس کو کھاؤ اور اگر چاہو تو صدقہ کر دو۔ اور جب

و مالا فلا تشبعہ نفسک قال سالم بن عبد اللہ فلاجل ذلک کان عبد اللہ لا یسأل احدا شیئا و لا یرد شیئا اعطیہ ۔ و عن ابن اسحٰق قال لما قبض ابوبکر و استخلف عمر خطب الناس فحمد اللہ و اثنی علیہ بما ہو اہلہ ثم قال ایہا الناس ان بعض الطمع فقر[1] و ان بعض الیاس غنی و انکم تجمعون مالا تاکلون و تأملون مالا تدرکون و اعلموا ان بعض الشح شعبۃ من النفاق فانفقوا خیرا لانفسکم فاین اصحاب ہذہ الآیۃ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَہُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّہَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَہُمْ اَجْرُہُمْ عِنْدَ رَبِّہِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ و عن عمر قال من آخر ما انزل اللہ آیۃ الربوا و ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض قبل ان یفسرہا لنا فدعوا الربوا والریبۃ ۔ و عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب ان یسمع اللہ دعوتہ ویفرج کربتہ فی الدنیا والآخرۃ فلینظر معسرا ولیدع لہ و من سرہ ان یظلہ اللہ من فور جہنم یوم القیامۃ ویجعلہ فی ظلہ فلا یکونن علی المؤمنین غلیظا ولیکن بہم رحیما ۔ و عن عثمان بن عفان سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اظل اللہ عبدا فی ظلہ یوم القیامۃ یوم لا ظل الا ظلہ

یہ بات نہ ہو تو اپنے نفس کو مال کے درپئے ہونے سے بچاؤ۔ سالم بن عبد اللہ کا قول ہے کہ اسی بنا پر عبد اللہ بن عمرؓ کسی سے کچھ سوال نہ کرتے تھے اور جب اُن کو دیا جاتا تھا تو اُس کو رد نہ کرتے تھے۔ اور ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ جب ابوبکرؓ کی وفات ہوئی اور عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اوّل اللہ کی حمد و ثنا کی اُن صفات کے ساتھ جن کا وہ اہل ہے۔ پھر فرمایا کہ اے لوگو بعض طمع فقر (کا موجب) ہوتی ہے اور بعض نا امیدی غنا (کا موجب) ہوتی ہے اور تم اُس چیز کو جمع کرتے ہو جس کو نہیں کھاتے ہو اور ایسی چیزوں کی امیدیں باندھنے لگے ہو جن کو پا نہیں سکتے ہو (یعنی طولِ امل بُری چیز ہے) اور جان لو کہ بعض شحؔ[1] نفاق کی فرع ہوتی ہے تو خرچ کیا کرو اس میں تمہارے نفسوں کے لئے خیر ہے۔ تو کہاں ہیں وہ لوگ جو اس آیت کے مصداق ہیں اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ الخ (۲: ۲۷۴) جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں (یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکارا (یعنی بلا تخصیص حالات) سو ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ اُن پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ اور عمرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی آیات میں آخر آیت ربٰو (سُود) والی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ان کی تفسیر بیان کرنے سے پہلے ہی وفات فرما گئے تو تم ربوا کو بھی چھوڑ دو اور مشابہ بالربوا کو بھی۔ اور مروی ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اس کا خواہشمند ہو کہ اللہ تعالیٰ اُس کی دعا کو سُنے اور اُس کی بے چینی کو زائل کرے تو اُس کو چاہیئے کہ تنگدست (مقروض) کو مہلت دے اور چاہیئے کہ کچھ اُس سے چھوڑ بھی دے اور جو شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جہنم کی گرمی سے اُس کو بچائے اور اس کو اپنے ظلِّ رحمت میں رکھے تو وہ ہرگز مومنین پر کھرّا نہ بنے لیکن اُن کے ساتھ رحمت و شفقت کا برتاؤ کرے۔ اور عثمانؓ بن عفان سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب کہ اُس کے (عرش کے) سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اُس بندہ کو اپنے سایہ میں رکھے گا جو تنگدست (مقروض) کو

[1] الشح ان تری القلیل سرفا وما انفقت تلفا۔ شح یہ ہے کہ تھوڑا سا بھی خرچ کرے تو اس کو اسراف سمجھے اور جو کچھ خرچ کرے سمجھے کہ وہ ضائع ہو گیا (اس پر نگاہ کرے)، مجمع البحار میں ہے ایک حدیث میں ہے کہ بخیل تو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے اور شحیح چاہتا ہے کہ اپنے مال کے علاوہ دوسروں کے مال بھی مارلے۔ جب شحیح کسی کے پاس کوئی چیز دیکھتا ہے تو آرزو کرتا ہے کہ میں بھی اس کو حاصل کروں حلال طریق سے ملے یا حرام سے اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اس پر قناعت نہیں کرتا ۱۲ مترجم از لغات الحدیث۔

انظر مصراً او ترک لغایم۔

قال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ۝ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

فقیر گوید عفی عنہ خدائے عز و جل درین آیات بیان فرمودہ است حقیقتِ خلافتِ خاصہ و حقیقتِ فتنہ را کہ بعد از ایام خلافت خاصہ بظہور آید و رضائے حضرت خود بآن یک حالت و سخط جناب خود از ان حالت دیگر ارشاد نمودہ اولاً امر میفرماید بتقوی و رسوخ قدم دران بعد ازان حکم میفرماید باجتماع در اعتصام بحبل اللہ و نہی میکند از تفرق دران باز اشارت میفرماید کہ

مہلت دے گا اور نادار سے معاف کر دے گا۔

آیات سورۃ آل عمران

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ الخ (۳: ۱۰۲-۱۰۹)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو ڈرنے کا حق اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نااتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ پر رہو اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنھوں نے باہم تفریق کر لی اور باہم اختلاف کر لیا ان کے پاس احکام واضحہ پہنچنے کے بعد اور ان لوگوں کے لئے سزائے عظیم ہوگی۔ اس روز کہ بعضے چہرے سفید ہو جائیں گے اور بعضے چہرے سیاہ ہوں گے۔ سو جن کے چہرے سیاہ ہو گئے ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم لوگ کافر ہوئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد تو سزا چکھو بسبب اپنے کفر کے۔ اور جن کے چہرے سفید ہو گئے ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے۔ اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہی طرف سب مقدمات رجوع کئے جائیں گے۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدائے عز و جل نے ان آیات میں خلافتِ خاصہ کی حقیقت کو بیان فرما دیا ہے اور فتنہ کی حقیقت کو بھی جو ایام خلافتِ خاصہ کے بعد ظہور میں آنے والی تھی اور اس ایک حالت کے متعلق اپنی بارگاہ کی رضا اور اس دوسری حالت سے اپنی جناب کی ناراضگی بھی ارشاد فرما دی۔ اوّلاً حکم فرماتے ہیں تقویٰ اور اس پر پوری استقامت کا۔ اس کے بعد حکم فرماتے ہیں اللہ کی رسّی مضبوطی کے ساتھ پکڑ لینے پر جمع ہو جانے کا اور اس سے متفرق و جدا ہونے سے منع کر رہے ہیں۔ پھر اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ

مراد از اجتماع دو امر است یکی آنکہ در فہم شرائع آلہیہ از کتاب اللہ مختلف نشوند یعنی یکے مذہب خود این راگیرد و دیگری چیز دیگر را و این مضمون در آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا بطریق اجمال مبین شد و در آیہ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا بوجہ تفصیل پس اگر اذہانِ ایشان در فہم معانے شذر و مذر اُفتد باید کہ بایکدیگر مشاورہ کنند و اختلاف را از میانِ خود برانداز ند و در فضائے اتفاق و اجماع داخل شوند و عادت اللہ آنست کہ اجماع و رفع اختلاف واقع نمے شود الا بتصدی خلیفہ راشد عالم مُسَلَّم الفضل فیما بینہم دیگر آنکہ ہمہ بر اعلائے کلمۃ اللہ می باید کہ ہمم خود را متفق سازند و احقادیکہ در جاہلیت میانِ ایشان بود ہمہ را فراموش گردانند و برین مضمون اشارہ نمودہ شد در آیہ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً الخ بعد ازان ارشاد می فرماید کہ سبب این اجتماع بحسب جری سُنۃ اللہ آنست کہ جماعۃ از ایشان باحیاء علوم دین و قیام بجہاد و اقامتِ حدود و امر معروف و نہی منکر قائم شوند و دیگران امتثالِ امر ایشان کنند و این یکے از واجبات بالکفایۃ اسلام است و عادت اللہ آنست کہ امر این امتِ مرحومہ بدون تصدی شخصے مسلم الفضل فیما بینہم برین اقامت صورت نگیرد و بعد ازان تشدید میفرماید در تفرق فی الدین تا مانند اہلِ کتاب نباشند کہ بعد وضوحِ حق و ثبوتِ حجۃ اللہ و لزوم تکلیف مختلف شدند و بعد از وقوعِ اختلاف حال ایشان روز قیامت آنست کہ تبیض وجوہ و تسود وجوہ بعد ازان فضیلتِ این جماعہ کہ درمیان امتِ محمدیہ قائم باحیاءِ دین باشند بر جماعاتے کہ در امم سابقہ باین امر قیام مینمودند ارشاد مے فرماید و سبب مؤخر داشتن

اجتماع سے دو امر مراد ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شریعتوں (یعنی احکام) کو سمجھنے میں کتاب اللہ سے مختلف نہ ہوجائیں یعنی ایک اپنا مذہب اس کو بنالے اور دوسرا دوسری چیز کو۔ اور یہ مضمون آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا میں بطریق اجمال کے بیان ہوا ہے اور آیتِ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا میں بطور تفصیل پھر اگر اُن کے اذہان میں معانی کے سمجھنے میں گڑبڑ واقع ہوجائے تو چاہیے کہ ایک دوسرے سے مل کر مشورہ کرلیں اور اختلاف کو اپنے درمیان سے ہٹادیں اور اتفاق و اجماع کی فضا میں داخل ہوجائیں۔ اور عادت اللہ یہ ہے کہ ایسے خلیفہ راشد کے متعرض ہوئے بغیر جس کا علم و فضل مابینِ ملت تسلیم شدہ ہو، رفع اختلاف اور اجماع واقع نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ سب کے لئے ضروری ہے کہ اپنی ہمتوں کو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے متفق کرلیں اور اُن سب پُرانے کینوں کو جو جاہلیت کے دَور میں اُن کے دلوں میں تھے بھلادیں۔ آیتِ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً الخ میں اس مضمون کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔
اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ اس اجتماع کا سبب اس بناء پر کہ سُنتُ اللہ (قانونِ الٰہی) اسی طرح جاری ہے، یہ ہے کہ ان میں سے ایک جماعت ایسی قائم ہوجائے جو علوم دین کے احیاء (یعنی ان کی تعلیم و نشر و اشاعت) پر کمربستہ ہو اور جہاد کو اور حدود شرعیہ کو قائم کرے۔ لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ اور دوسرے لوگ (یعنی جماعتِ عوام) اُن کے احکام کی تعمیل کریں۔ اور یہ (یعنے ایسی جماعت کا قیام) دین کے فرائض کفایہ میں سے ہے۔ اور عادت (یعنی قانونِ) الٰہی یہ ہے کہ اس اُمتِ مرحومہ کا یہ امر (یعنی نظم مذکور) قیام پذیر نہیں ہوگا جب تک کوئی ایسا شخص جس کی فضیلت سب میں مُسَلَّم ہو ایسی جماعت کے قائم کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں نہ لے لے اس کے بعد اللہ جل شانہٗ دین میں اختلاف ڈالنے کی سختی سے ممانعت کررہے ہیں تاکہ امت کے لوگ اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) کی مانند نہ بن جائیں جو کہ حق کے واضح ہوجانے اور اللہ کی حجت کے ثبوت اور احکام کے مکلّف بن جانے کے بعد مختلف ہوگئے۔ اور اختلاف واقع ہونے کے بعد قیامت کے دن اُن کا یہ حال ہوگا کہ تبیض وجوہ و تسود وجوہ (بعض چہرے سفید نورانی ہونگے اور بعض سیاہ پھٹکالے ہونگے) اس کے بعد حق تعالیٰ اس جماعت کی جو امتِ محمدیہ میں دین کے احیاء کے لئے قائم ہوگی اُن جماعتوں پر جو پچھلی اُمتوں میں اسی کام کے لئے قائم ہوئی تھیں افضلیت ارشاد فرمارہے ہیں اور اس مرتبہ

یہود و نصاریٰ ازین منزلت بیان می نماید کہ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ بالجملہ خلافتِ خاصہ آنست کہ اجتماعِ مسلمین بہر دو معنے متحقق گردد واتفاق در مذاہب داشتہ باشند و اعتقاد کہ بسبب شورش نفسِ سبعی و بہیمی سینہائے ایشان را مشحون سازد ازمیانِ خود دفع کنند و آن قرن خیر القرون باشد قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم خیر القرون قرنی الحدیث و ایامِ فتنہ آنکہ اختلاف در مذاہب پدید آید و جماعاتِ مسلمین از جہت اعتقاد جموع مجتمعہ شوند و جنود مجندہ گردند شرح و بسط این معانے وانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازان باب در اخبار مشہورہ بیان فرمودہ اند سابقَ تقریر نمودیم فراجع باز میگوئیم کہ درین آیت ثابت شد کہ جماعۂ عظیمہ از اصحابِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ بودند و متواتر شد کہ این جماعہ در تصدی اقامتِ دین شخصے را رئیس خود ساختند ثم و ثم و بر وفق حکم ایشان دعوت الی الخیر کردند و ہمین است معنے خلافت پس اگر اتفاقِ ایشان بر باطل باشد و غیر مستحق ریاست را رئیس کردند خیر اُمت نباشند و اگر جمعے غیر مستحق ریاست را رئیس کردند و جمعے دیگر سکوت نمودند و بانکار منکر برنخاستند ہر دو از خیریت معزول باشند سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ۔ قال اللہ سبحانہ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

یہود و نصاریٰ کے پیچھے رہ جانے کا سبب بھی بیان کرتے ہیں کہ کنتم خیر امۃ الخ۔ الحاصل خلافتِ خاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا اجتماع (کسی ایک فرد پر) دونوں معنوں سے (یعنی طبقہ خواص قائم ہو جائے جو اعلاء کلمۃ اللہ و اقامتِ حدود میں مشغول رہے دوسرا طبقہ عوام جو سمعاً و طاعۃً امتثال امر کر رہا ہو) متحقق ہو جائے اور مذاہب میں عوام اتفاق رکھتے ہوں اور ایسے نفس کی شورش سے جو درندوں اور چوپاؤں کی صفات رکھتا ہے جو کینے پیدا ہوئے جن سے سینے بھر گئے اُن کو اُن کے درمیان سے دفع کر دیں اور قرن (زمانہ) خیر القرون ہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیر القرون قرنی الحدیث (سب زمانوں سے اچھا میرا زمانہ ہے الخ) اور فتنہ کے ایام وہ ہیں جن میں مذاہب میں اختلاف سر اُبھارے اور مسلمانوں کی جماعتیں ایک دوسرے سے کینہ رکھنے کی بنا پر مختلف جماعتوں اور گروہوں میں بٹ جائیں۔ اس مضمون کو شرح و بسط کے ساتھ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُس کے بارے میں جو اخبار مشہورہ مروی ہیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اُس کو پھر دیکھ لیا جائے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک جماعتِ عظیمہ خیر اُمۃٍ اُخرجت للناس تھی اور تواتر سے ثابت ہے کہ اس جماعت نے اقامتِ دین کے نظم و انصرام کے لئے ایک شخص کو اپنا سردار بنا لیا۔ اور ایسا مکرر اور سہ کرر ہوا اور اُن (سرداروں) کے حکم کے موافق اُنھوں نے خیر کی طرف لوگوں کو دعوت بھی دی۔ بس یہی خلافت کے معنے ہیں۔ تو اگر (یہ کہا جائے کہ) ان کا اتفاق باطل پر ہو گیا اور اُنھوں نے ایسے شخص کو سردار بنایا جو اس کا مستحق نہ تھا تو پھر وہ خیر اُمۃ نہیں ہوں گے (اور اس سے اس آیت کا انکار لازم آئے گا جو کفر ہے) اور اگر (یوں کہا جائے کہ) ایک جماعت نے سرداری کے غیر مستحق کو سردار تجویز کر لیا اور دوسری جماعت نے اس پر سکوت کر لیا اور اس بُرے فعل کے مقابلہ کے لئے نہ اُٹھے تو خیریت (یعنی خیر امۃ میں داخل رہنے) سے دونوں جماعتیں معزول ہو جائیں گی۔ سبحان اللہ کتنا عظیم بہتان ہے (صحابہ و اہلِ بیت رسول پر)۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے الذین استجابوا للہ الخ (۳:۱۷۲)۔

(۱۷۵) جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو قبول کر لیا

مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

فقیر گوید عفی عنہ مفسّرین در تفسیر این آیات مختلف اند اکثرے میل بآن وارند کہ الذین استجابوا والذین قال لہم الناس در بدر صغریٰ نازل شد بالجملہ خلفاء از حاضران بدر صغریٰ بودند فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل لم یمسسہم سوء واتبعوا رضوان اللہ در شان ایشان متحقق بود وناہیک بہ من الشرف۔

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ

بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثواب عظیم ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے اُن سے کہا کہ تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے سو تم کو اُن سے اندیشہ کرنا چاہیے تو اس نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور ان لوگوں نے کہدیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لئے اچھا ہے۔ پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری ذرا پیش نہیں آئی اور وہ لوگ رضائے حق کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ یہ شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم ان سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ مفسّرین میں ان آیات کی تفسیر میں اختلاف ہے اکثر کا جھکاؤ اس طرف ہے کہ الذین استجابوا اور الذین قال لہم الناس بدر صغریٰ[1] کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ بہر کیف خلفاءؓ بدر صغریٰ کے حاضرین میں سے تھے اس لئے فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل لم یمسسہم سوء واتبعوا رضوان اللہ ان کی شان میں متحقق ہے اور کون ہے جو اس کے شرف ہونے کا انکار کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ (۱۹۰ تا ۱۹۵) بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے اور جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے پروردگار! آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ ہم آپ کو منزّہ سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔ اے ہمارے پروردگار بے شبہ آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں اُس کو واقعی رسوا ہی کر دیا۔ اور ایسے بے انصافوں کا کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ

[1] مدینہ منورہ سے تقریباً اسّی میل کے فاصلہ پر ایک کنوئیں کا نام بدر ہے اور اسی کے نام سے ایک گاؤں بھی آباد ہے۔ یہاں سنہ ۲ ہجری میں اہل مکہ کے ساتھ مسلمانوں کا سخت معرکہ ہوا تھا جس میں اہل مکہ کو شکست ہوئی تھی اس مشہور معرکہ کو غزوہ بدر کبریٰ کہتے ہیں۔ پھر جب سنہ ۳ھ میں غزوہ اُحد ہوا جس میں مسلمانوں کو نقصان ہوا تھا تو چلتے ہوئے ابوسفیان ایک اور جنگ کی دعوت دے گیا تھا کہ اب وعدے کی جگہ بدر ہے آپ نے فرمایا ممکن ہے چنانچہ آپ وہاں پہنچ گئے مگر یہ ڈرپوک نہ آیا آپ کئی دن انتظار کر کے واپس ہوئے۔ وہاں بازار کا دن تھا آپ نے مال خریدا جو نفع سے فروخت ہوا آپ نے کُل نفع مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔ اسی کا نام غزوہ بدر صغریٰ ہے ۱۲ مترجم

فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

فقیر گوید عفی عنہ این آیات در فضائل مہاجرین اولین نازل شدہ ہرچند در اول آیات عنوان مہاجرین مذکور نشدہ است اما چون در آخر مذکور شد أنی لا اضیع عمل عامل منکم فالذین ہاجروا واخرجوا معلوم شد کہ این جماعہ مہاجرین اولین است کہ از دیارِ خود برآوردہ شد و ایشان اندک بُند فی اللہ ایذا دادہ شد ایشان را وقتال کردند وبعض ایشان مقتول شدند وبعض دیگر در صددِ مقتولیت آمدہ وبذل نفوس نمودند وحفظ الٰہی ایشان را از ہلکہ محفوظ داشت کما قال فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وبدعائے خاص باخلاص تمام متصف اند واگر ازین جماعہ سیئہ صادر شد باز بحکم لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم

سو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار پھر ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے۔ اے ہمارے پروردگار اور ہم کو وہ چیز بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے اور ہم کو قیامت کے روز رُسوا نہ کیجئے۔ یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ سو منظور کر لیا اُن کی درخواست کو اُن کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کام کرنے والا ہو اکارت نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو سو جن لوگوں نے ترکِ وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دیئے گئے میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کر دوں گا اور ضرور اُن کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ یہ آیات مہاجرین اولین کے فضائل میں نازل ہوئی ہیں ہرچند کہ آیات کے شروع میں مہاجرین کا عنوان مذکور نہیں ہوا ہے مگر جب آخر میں مذکور ہو گیا انی لا اُضیع عمل عاملٍ منکم فالذین ہاجروا وَ اُخرجوا تو معلوم ہو گیا کہ یہ جماعت مہاجرین اولین کی ہے جو کہ اپنے شہر سے نکال دیئے گئے اور وہی ہیں جن کو صرف اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے ایذا دی گئی اور اُنھوں نے قتال کیا اور اُن میں سے بعض مقتول ہوئے اور بعض دوسرے (جو مقتول نہیں ہوئے) مقتولیت کے مقام پہنچ گئے اور نفوس کو اللہ کے لئے صرف کر دیا اور حفاظتِ الٰہی نے ان کو ہلاک ہونے سے بچا لیا جیسا کہ ارشاد ہوا ہے: فمنھم من الخ (۳۳:۲۳) "بعض تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پُوری کر چکے اور بعض وہ ہیں جو مشتاق ہیں" اور خاص دعاؤں اور مکمل اخلاص کے ساتھ متصف ہیں۔ اور اگر اس جماعت سے کوئی بُرائی بھی صادر ہوئی تو بحکم لَعَلَّ اللہ اطلع (گویا اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی خطاؤں پر مطلع ہو کر فرما دیا ہے کہ تم جو چاہو کرو ہم تمھاری مغفرت

ل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کی تیاری کی اور خبروں پر روک لگائی کہ اہل مکہ کو اطلاع نہ ہونے پائے۔ اس موقع پر حاطب بن ابی بلتعہ سے یہ لغزش ہوئی کہ انھوں نے خط لکھ کر ایک عورت کو دیا کہ یہ ابوسفیان کو پہنچا دے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خبر دیدی وہ خط پکڑا گیا انھوں نے اعتراف کر لیا کہ یہ قصور مجھ سے ہوا میرے اہل و عیال مکہ میں بے یار و مددگار پڑے ہیں میں نے خیال کیا کہ بنصرتِ الٰہی مسلمانوں کی فتح تو یقیناً ہونے والی ہے میں ان پر ایک احسان کر دوں تاکہ وہ اس کا خیال کر کے میرے متعلقین کو گزند نہ پہنچائیں۔ آپ نے ان کا عذر قبول کیا اور لوگوں کو منع کر دیا کہ ان کو بُرا نہ کہیں کہ اصحاب بدر میں ہیں اور مغفور ہیں۔ اس موقع پر آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے ۱۲ مترجم

فقد غفرتُ لکم مغفور است وآل وحال ایشان
دخول جنت است وما أعظمہ من بشارۃٍ وعن
عمر بن الخطاب قال من قرأ البقرۃَ والنسآءَ وآل عمران
کُتِب عند اللہ من الحکماء واخرج الدّارمی عن سلیمان
ابن یسار ان رجلاً یقال لہ صُبَیغ قدم المدینۃ
فجعل یسألُ من مُتشابہ القرآن فأرسل الیہ عمر
وقد أعدّلہ عراجینَ النخلِ فقال لہ مَن أنتَ
قال انا عبد اللہ صبیغ فقالَ انا عبد اللہ
عمر فاخذ عُمر عرجونًا من تلک العراجین فضرب
بہ حتی دمّی رأسہ فقال یا امیر المؤمنین
حَسْبُکَ قد ذہب الّذی کُنتُ أجِدُ فی رأسی
وعن ابی عثمان النہدی ان عمر کتب الی
اہل البصرۃ ان لا تجالِسُوا صبیغا قال فلو
جاء ونحنُ مائۃٌ لتفرّقنا وعن محمد بن
سیرین قال کتب عمر بن الخطاب الی
ابی موسی الاشعری بان لا یجالس صبیغ و
ان یُحرم عطائہ ورزقہ قال الشافعی
حُکمی فی اہل الکلام حکم عمر فی صُبیغ ان
یُضربوا بالجرید ویُحملوا علی الابل ویُطاف
بہم فی العشائر والقبائل ویُنادیٰ علیہم ہذا جزاء من
ترک الکتابَ والسنۃَ واقبل علی علم الکلام و
اخرج الدّارمی عن عمر بن الخطاب قال انہ سیأتیکم

کرچکے ہیں) وہ معاف شدہ ہے۔ ان کا انجام اور حال دخول جنت ہوگا اور یہ
کس قدر عظیم بشارت ہے۔ اور عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا
کہ جس نے سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء اور سورۃ آلِ عمران کی قرأت کی وہ اللہ
کے نزدیک حکماء میں لکھا جائے گا۔ (مراد سمجھ کر پڑھنا ہے) اور دارمی نے اخذ
کیا مروی ہے سلیمان بن یسار سے کہ ایک شخص تھا جس کو صُبَیغ کہا جاتا تھا وہ
مدینہ میں آیا اور اُس نے لوگوں سے قرآن کے متشابہات کے بارے میں سوال
کرنا شروع کردیا اُس کو حضرت عمرؓ نے بلا بھیجا اور اس کے لئے کھجور کی چھپٹیاں مہیا
کرلی تھیں (جب وہ آیا) تو اُس سے آپ نے کہا تو کون ہے؛ تو اُس نے کہا کہ
میں اللہ کا بندہ صُبَیغ ہوں، آپ نے کہا اور میں اللہ کا بندہ عمرؓ ہوں۔ اس کے
بعد آپ نے ان چھپٹیوں میں سے ایک چھپٹی لے کر اس کو مارنا شروع کردیا یہاں تک کہ
اُس کے سر کو لہولہان کردیا۔ اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ بس کافی ہے
اب وہ چیز نکل گئی جو میں اپنے سر میں پاتا تھا۔ اور ابو عثمان نہدی سے مروی
ہے کہ عمرؓ نے اہلِ بصرہ کو لکھا کہ صُبَیغ کے ساتھ مل کر نہ بیٹھیں۔ انھوں نے
بیان کیا کہ اگر کبھی وہ آگیا اور ہم سَو آدمی (بھی بیٹھے) ہوتے تھے تو سب
متفرق ہوجاتے تھے۔ اور محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب نے
ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ صُبَیغ کے ساتھ مجالست نہ کی جائے اور جو اُس کو
عطیہ اور وظیفہ ملتا ہے وہ بند کردیا جائے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اہلِ کلام[1]
کے بارے میں میرا فیصلہ وہی ہے جو عمرؓ کا فیصلہ تھا صُبَیغ کے بارے میں کہ
ان لوگوں کو لاٹھیوں سے مارا جائے اور اونٹ پر بٹھا کر گلی کوچوں اور قبائل
میں گھمایا جائے اور ان پر یہ اعلان ہوتا رہے "یہ اُس شخص کی سزا ہے جس نے
کتاب (یعنی قرآن) و سنت کو ترک کیا اور علمِ کلام کی طرف رُخ کیا۔" اور اخذ
کیا دارمیؒ نے مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس ایسے

[1] جب تعلیماتِ اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوکر عرب سے عجم تک پہنچا تو ان ممالک پر چونکہ فلسفۂ یونان سکہ جمائے ہوئے تھا تو مسلمان کچھ تو علمی ذوق کی وجہ سے اور زیادہ تر
اس کے اصول مبادی سمجھ کر اس سے حقائق اسلامیہ کی تفہیم و تبلیغ میں کام لینے کے لئے تاکہ عجمیوں کے ذاق کی مناسبت کے ساتھ اُن سے تبلیغی کلام کیا جائے اس علم کی طرف مائل
ہوئے یہ علم جس میں کہ حقائقِ شرعیہ کو دلائلِ عقلیہ سے ثابت کیا جائے علمِ کلام سے موسوم ہوا لیکن کچھ ایسے لوگ بھی اس جماعت میں شریک ہوتے جن کے قدم راسخ نہیں تھے
وہ منطقی دلائل کی رَو میں نہ سنبھل سکے ان لوگوں نے اپنے مزعومات کو جو ایسے دلائل پر مبنی تھے مقدم کیا اور آیاتِ قرآن و شہاداتِ سنت کو تاویلات کرکے توڑا مروڑا یہ فرقہ معتزلہ
کہلایا۔ انھوں نے خلیفہ مامون و معتصم وغیرہ پر اپنا رنگ جمایا اور خلقِ قرآن کا مسئلہ کھڑا کرکے بڑے بڑے علماء کو قتل کرادیا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو سخت اذیتیں پہنچائی گئیں اس لئے
امام شافعیؒ امام احمدؒ امام مالکؒ امام سفیان ثوریؒ اس کا پڑھنا حرام کہتے تھے امام شافعیؒ سب سے زیادہ مخالف تھے پھر امام ابوالحسن اشعری ابو منصور ماتریدی وغیرہ اکابر نے جو
مفاسد پیدا ہوئے تھے ان کا مقابلہ کیا اور دلائلِ عقلیہ میں کتاب و سنت کو معیاری درجہ دیا جس سے اسلام کو فائدہ پہنچا اس لئے علمِ کلام کی کتابیں سب مدارسِ اسلامیہ میں نصاب

ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوہم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ ؛ و من ابی ہریرۃ قال کنا عند عمر بن الخطاب اذ جاءہ رجل یسأل عن القرآن مخلوق ہو ام غیر مخلوق فقام عمر فاخذ بمجامع ثوبہ حتے قادہ الی علی بن ابی طالب فقال یا اباالحسن اما تسمع ما یقول ہذا قال و ما یقول قال جاء یسألنی عن القرآن أمخلوق ہو او غیر مخلوق فقال علی ہذہ کلمۃ وستکون لہا ثمرۃ لو ولیت من الامر ما ولیت ضربت عنقہ ؛ عن قتادۃ فی ہذہ الآیۃ قل أؤنبئکم بخیر من ذالکم ذکر لنا ان عمر بن الخطاب کان یقول اللہم زینت لنا الدنیا وانبأتنا ان ما بعدہا خیر منہا فاجعل حظنا فی الذی ہو خیر وابقی ؛ وعن عمر قال لو ترک الناس الحج لقاتلتہم علیہ کما نقاتلہم علی الصلوٰۃ و الزکوٰۃ ؛ وعن عثمان انہ قرأ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و یستعینون علی ما اصابہم و اولئک ہم المفلحون۔

فقیر گوید معنے این حدیث نہ آن است کہ حضرت عثمان این کلمہ را از قرآن مے دانست زیراکہ متواتر شد در ملت کہ این کلمہ در مصاحف عثمانیہ نبود بلکہ معنے این سخن آنست کہ این کلمہ از فحوائے این آیت مفہوم می شود مانند آنکہ مفسر می گوید واسأل القریۃ یقول واسأل اہل القریۃ و توجیہ

لوگ آئیں گے جو تم سے متشابہات قرآن کے بارے میں جھگڑیں گے تو اُن کی گرفت کرو احادیث رسول سے کہ صاحبِ احادیث کتاب اللہ کو بہتر جانتے ہیں۔ اور مروی ہے ابوہریرہؓ سے اُنھوں نے کہا کہ ہم عمرؓ بن الخطاب کے پاس موجود تھے جب کہ ان کے پاس ایک شخص آکر قرآن کے بارے میں یہ پوچھنے لگا کہ وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق تو اُنھوں نے اُس کے کپڑوں کو مٹھی سے پکڑا اور کھینچ کر علیؓ بن ابی طالب کے پاس لائے اور فرمایا کہ اے ابوالحسنؓ کیا تم سُنتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ علیؓ نے کہا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ میرے پاس آکر قرآن کے بارے میں پوچھتا ہے کہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ تو علیؓ نے کہا کہ یہ (پُر فتنہ) کلام ہے اور اس کا (فتنہ انگیز) انجام ہے۔ اور اگر کبھی مجھے اولی الامر بننے کا موقع ملا (یعنے خلیفہ بنا) تو میں اس کی گردن ماروں گا۔ مروی ہے قتادہؓ سے اس آیت کے بارے میں قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ الخ (۱۵۰۳) آپ فرما دیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں جو (بدرجہا) بہتر ہو ان چیزوں سے۔ اُنھوں نے ہم سے ذکر کیا کہ عمرؓ بن الخطاب یہ دُعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ آپ نے ہمارے سامنے دنیا کو مزین کیا اور ہم کو خبر دی کہ جو اس کے بعد ہے وہ اس سے بہتر ہے تو آپ ہمارا حصہ اُسی میں رکھیے جو بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ اور عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر لوگوں نے حج کو ترک کیا تو میں اس پر اُن سے اسی طرح قتال کروں گا جس طرح ہم نماز اور زکوٰۃ کے بارے میں قتال کرتے ہیں۔ اور عثمانؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے پڑھا وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ تا عن المنکر (۱۰۴۰۳) اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور بُرے کاموں سے روکا کریں۔ ویستغیثون الخ اور لوگوں پر کوئی مصیبت آپڑے تو اللہ سے فریاد کیا کریں اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ حدیث کے معنے یہ نہیں ہیں کہ حضرت عثمانؓ اس کلمہ کو قرآن کی آیت قرار دیتے تھے کیونکہ ملّت (اسلامیہ) میں تواتُر سے ثابت ہے کہ یہ کلمہ مصاحفِ عثمانیہ میں نہیں تھا بلکہ اس کلام کے معنے یہ ہیں کہ یہ کلمہ مضمونِ آیت کے رُخ سے مفہوم ہوتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے جیسا کہ ایک مفسر کہتا ہے واسأل القریۃ کی تفسیر میں واسأل اہل القریۃ (اس کا مطلب یہ بتانا ہوگا کہ قریہ سے اہلِ قریہ مراد ہیں) اور توجیہ

این کلمہ آنست کہ منصب خلیفہ راشد نہ دعوت ظاہرہ
است بزبان فقط بلکہ ہمت بستن در دفع بلاہائے امت
در پیش حق عزّ وجلّ نالیدن حاصل آنکہ از متممات
خلافت راشدہ است کہ دفع بلائی امت بدعاے او شود
و من عمر قال لوشاء اللہ لقال انتم فقلنا کلنا ولکن
قال کنتم فی خاصۃ اصحاب محمد و من صنع مثل
صنیعہم کانوا خیر امۃ اخرجت للناس و من
عمر فی قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ قال تکون لاولنا
ولا تکون لآخرنا و من قتادۃ قال ذکر لنا ان
عمر بن الخطاب تلا ہذہ الآیۃ کنتم خیر
امۃ ثم قال ایہا الناس من سرہ ان
یکون من الامۃ التی اخرجت للناس
فلیود شرط اللہ و من عیاض الاشعری
قال شہدت الیرموک و علینا خمسۃ
امراء ابو عبیدۃ و یزید بن ابی سفیان
و ابن حسنۃ و خالد بن الولید و عیاض
ولیس عیاض ہذا قال وقال عمر
اذا کان قتال فعلیکم ابو عبیدۃ
فکتبنا الیہ انہ قد جاش الینا الموت
و استمددناہ فکتب الینا انہ قد
جاءنی کتابکم و تستمدونی وانی
ادلکم علی من ہو اعز نصرا و احضر جندا
اللہ عزّ و جلّ فاستنصروہ
فان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قد
نصر یوم بدر فی اقل
من عدتکم فاذا جاءکم کتابی
ہذا فقاتلوہم و لا تراجعونی
فقاتلناہم

اس کلمہ کی یہ ہے کہ خلیفۂ راشد کا منصب صرف زبان سے دعوتِ ظاہری ہی نہیں ہے بلکہ ہمت باندھنا (یعنی پوری توجہ کرنا) اور اُمت پر سے بلاؤں کے دفع کرنے کے لئے اللہ عزّ وجلّ کے سامنے رونا بھی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہ بات خلافتِ راشدہ کے مکملات میں سے ہے کہ اُمت پر آنے والی بلائیں اُس کی دعاء سے دفع ہوں۔ اور عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ فرماتا انتم پھر ہم کہتے کہ ہم سب کے سب۔ لیکن اُس نے فرمایا کنتم یہ اصحابِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خواص سے متعلق ہے (مطلب یہ ہے کہ کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس کے بجائے حق تعالےٰ اگر انتم خیر امۃ للناس فرماتے تو پھر تمام اُمت مخاطب ہوجاتی) اور جو لوگ ایسے عمل کریں گے جیسے کہ اُن (صحابہ) کے اعمال تھے تو بھی "خیر امۃ اخرجت للناس" بن جائیں گے۔ اور عمرؓ سے مروی ہے حق تعالیٰ کے قول کنتم خیر امۃٍ کے بارے میں کہ یہ ہمارے ابتدائی زمانہ والوں کے لئے ہے آخری زمانہ والے (اصحاب) کے لئے نہیں۔ اور قتادہؒ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ عمر بن الخطابؓ نے آیۃ کنتم خیر امۃٍ اُخرجت للناس کی تلاوت کی پھر فرمایا کہ جو اس کا خواہشمند ہو کہ وہ اُخرجت للناس والی اُمت میں داخل ہو تو اُس کو چاہیئے کہ اُس کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی شرطیں ہیں (یعنے تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر) اُن کو پورا کرے۔ اور عیاض اشعری سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں یرموک (کی جنگ) میں موجود تھا۔ اُس میں پانچ امیر تھے ابوعبیدہ اور یزید بن ابی سفیان اور ابن حسنہ (یعنی شرحبیل) اور خالد بن الولید اور عیاض اور وہ یہ عیاض نہیں (بلکہ عیاض بن غنم) ہیں (راوی نے) کہا اور عمرؓ نے کہا (یعنے اُمراء سے) کہ جب قتال شروع ہوجائے تو تمہارے اوپر (امیر) ابوعبیدہ ہوگا۔ اس کے بعد ہم نے ان کو لکھا کہ ہمارے اوپر موت منڈلا رہی ہے اور ہم نے اُن سے (یعنی عمرؓ سے) مدد طلب کی تو ہم کو لکھا کہ تمہارا خط میرے پاس پہنچا اور تم مجھ سے مدد مانگ رہے ہو اور میں تم کو اُس ذات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو بہت بھاری مدد کرنے والا ہے اور بہت طاقتور لشکر والا ہے وہ اللہ عزّ وجلّ ہے اُسی سے مدد چاہو (دیکھو) محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مدد دی گئی یوم بدر میں جن کی شمار تم سے بھی کم تھی (یعنے تناسب کے اعتبار سے) تو جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو (مدد کا انتظار کئے بغیر) قتال شروع کرو اور میرے پاس دوبارہ نہ لکھو۔ تو ہم نے کفار سے جنگ

فہزمناہم اربع فراسخ آخرج ابوداؤد والترمذی عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصر من استغفر و ان عاد فی الیوم سبعین مرۃ۔ و من موافقات عمر قولہ تعالیٰ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ عن کلیب قال خطبنا عمر فکان یقرأ علی المنبر آل عمران ثم قال تفرقنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم اُحُدٍ فصعدتُ الجبلَ فسمعتُ یہودیاً یقول قُتِل محمدٌ فقلتُ لا اسمع احداً یقول قُتِل محمدٌ اِلّا ضربتُ عنقہ فنظرتُ فاذا فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس یتراجعون الیہ فنزلت ھٰذہ الآیۃ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل آخرج البخاری عن ابی سلمۃ عن ابن عباس ان ابابکر خرج و عمر یکلم الناس فقال اجلس یا عمر و قال ابوبکر اما بعد مَنْ کانَ یَعْبُدُ محمداً فانّ محمداً قد ماتَ و من کانَ یَعْبُدُ اللہَ فانّ اللہَ حیٌّ قال اللہ وما محمد الا رسول الیٰ قولہ الشاکرین قال فو اللہِ لکانّہم لم یعلموا انّ اللہ انزل ہٰذہ الآیۃ حتی تلاہا ابوبکر فتلقاہا منہ الناس کلہم فما اسمع بشراً من الناس الا یتلوہا و روی عن ابی ہریرۃ و عروۃ وغیرہما نحو ذلک و قال ابراہیم قال ابوبکر

شروع کر دی اور ان کو چار کوس پیچھے تک بھگا دیا۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اخذ کیا، مروی ہے ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے (گناہ کے بعد) استغفار کیا اس نے اصرار نہیں کیا اگرچہ دن میں ستر مرتبہ لوٹے[1]۔

اور موافقاتِ عمرؓ میں سے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (۳: ۱۴۴) (اور محمدؐ اللہ کے رسول ہی تو ہیں) کلیب سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ عمرؓ نے ہم کو خطبہ دیا اور وہ منبر پر آل عمران پڑھ رہے تھے۔ پھر فرمایا کہ یوم اُحد میں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوگئے تھے تو میں پہاڑ پر چڑھا پھر میں نے ایک یہودی سے سنا جو یہ کہہ رہا تھا قُتِل محمدٌ (محمدؐ قتل ہوگیا) میں نے کہا کہ میں کسی سے نہیں سُنوں گا کہ وہ یہ کہے کہ محمدؐ قتل ہوگیا مگر میں اُس کی گردن ماردوں گا۔ پھر میں نے نظر دوڑائی تو اچانک دیکھا کہ اُس (میدان) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور لوگ لوٹ کر آپ کی طرف جارہے ہیں پھر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا مُحَمَّدٌ الخ اور محمدؐ نرے رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں۔ بخاریؒ نے اخذ کیا، مروی ہے ابی سلمہؓ سے وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ (بوقتِ حادثۂ وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نکلے اور عمرؓ لوگوں سے کلام کر رہے تھے تو انھوں نے کہا کہ اے عمرؓ! بیٹھ جاؤ، اب ابوبکرؓ نے فرمایا امّا بعد (اے لوگو!) جو شخص محمدؐ کی عبادت کیا کرتا تھا (وہ سُن لے کہ) محمدؐ مر گئے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ یاد رکھے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ سے الشّٰکرین تک (حضرت ابوبکرؓ نے پڑھا) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم (ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ) درحقیقت لوگ یہ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل کی ہے یہاں تک کہ ابوبکرؓ نے اس کو تلاوت کیا اور اُن سے سُن کر سب لوگ اس کو پڑھنے لگے۔ عوام میں سے ہر بشر کی زبان سے میں یہی آیت سُن رہا تھا۔ ابوہریرہؓ اور عروہؓ وغیرہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور ابراہیم نے کہا کہ ابوبکرؓ نے کہا (واقعۂ رحلت کے

[1] یعنے جس نے گناہ سے توبہ کی اور اللہ سے بخشش چاہی اس کے بعد پھر اسی گناہ کی طرف لوٹ گیا تو اس کو گناہ پر مُصر نہ کہا جائیگا چاہے وہ دن میں ستر بار ایسا ہی کرے۔

لو منعونی عقالاً اعطوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لجاہدتہم ثم تلا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ و عن علی بن ابی طالب فی قولہ وسیجزی الشاکرین قال الثابتین علے دینہم ابابکر و اصحابہ فکان علیؓ یقول ابوبکر امیر الشاکرین۔ روی عن ابن عباس وشاورہم فی الامر ابوبکر و عمر و فی روایۃ عن ابن عباس قال نزلت ہذہ الآیۃ فی ابی بکر و عمر فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لو اجتمعتما فی مشورۃ ما خالفتکما دریں موضع اشکالے بہم مے رسد زیراکہ سوق آیات برائے جماعتے است کہ در غزوہ اُحد ازیشان تقصیری روے دادہ و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم می باید کہ از سر تقصیر ایشان در گزرند و بانواع ملاطفات غبار ندامت از چہرہ حال ایشان ازالہ فرمایند از انجملہ است مشاورہ در امور حرب و از شیخین تقصیرے دران واقعہ ظاہر نشدہ تا مصداق این آیت توانند بود جواب آن است کہ ذکر کردن عبداللہ بن عباس شیخین را درین موضع مذہبے دارد غیر مذاہب مشہورہ در تفسیر و آن آنست کہ عرب گویند اتنا ذکر الشیئ بالشیئ و این نکتہ را یاد گیر کہ در بسیاری از مواضع کافل حل مشکلات تفسیر خواہد بود و عن ابن عمرو قال کتب ابوبکر الصدیق الی عمرو ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یشاور فی الحرب فعلیک بہ و عن الضحاک قال کان عمر بن الخطاب یشاور

کے وقت) اگر یہ لوگ مجھ سے اونٹ کی نکیل کا رسی کا ٹکڑا بھی روکیں گے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیتے رہے ہیں تو میں ان پر جہاد کروں گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الخ اور محمد بڑے رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہوجائے یا آپ شہید ہی ہوجائیں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے۔ اور علی بن ابی طالب سے مروی ہے ارشاد خداوندی وسیجزی الشاکرین (یعنے اور وہ عنقریب شاکرین کو بدلہ دے گا) کی تفسیر میں آپ نے فرمایا الثابتین الخ یعنے جو لوگ اپنے دین پر قائم رہیں گے (ابابکرؓ و عمرؓ تو علیؓ کہا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ امیر الشاکرین ہیں۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ (ان سے کام میں مشورہ کیا کرو) کی تفسیر میں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے مشورہ کیا کرو (یعنی ھُم سے مراد ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں) اور ایک روایت میں ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں نازل ہوئی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دونوں کسی مشورے میں متفق ہوجاؤ گے تو میں تمہارے خلاف نہ کروں گا۔ اس مقام پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آیت کا سیاق اس جماعت کے لیے ہے جن سے غزوہ اُحد میں کچھ لغزش واقع ہوئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ان کی کوتاہی سے درگزر کرتے ہوئے انواع لطف و دلجوئی کا معاملہ فرماکر شرمندگی کا غبار اُن کے چہروں سے صاف کردیں اور اُن ہی انواع لطف میں سے امور حرب میں مشاورت بھی ہے اور شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) سے اس موقع پر کوئی لغزش واقع نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس آیت کا مصداق بن سکیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ کا شیخینؓ کو اس موقع پر ذکر کرنا ایک خاص مذہب (نقطۂ نظر) رکھتا ہے جو مذاہب مشہورہ سے جُدا ہے تفسیر کے بارے میں۔ اور وہ یہ ہے کہ عرب کہتے ہیں کہ ایک شے کو یاد دلایا جاتا ہے دوسری شے کے ذکر سے (مقصود اصلی درحقیقت وہ شے نہیں ہوتی جو مذکور ہوتی ہے) اور اس نکتہ کو یاد رکھو کہ یہ بہت سے مواقع میں تفسیر کی مشکلات کے حل کا تکفل کرے گا۔ اور ابن عمرو سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ نے عمرو (بن العاص) کو لکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امور جنگ میں مشورہ کیا کرتے تھے تمھیں بھی کرنا چاہیئے۔ اور ضحاکؒ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب مشورہ کیا کرتے تھے

حتے المرأۃ قولہ تعالےٰ وَلَقَدْ عَفَى اللّٰہُ عَنْہُمْ
أخرج البخاری من حدیث ابن عمر أمّا فرارہ من
أحد فأنا أشہدُ ان اللّٰہ قد عفی عنہ وعن الحسن
فی قصۃ البدر الصغرٰی فقام النبی صلے اللّٰہ
علیہ وسلّم وابوبکر و عمر و عثمان و علیؓ وناسٌ
من اصحاب النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلّم فتبعوہم
الحدیث وقالت عائشۃُ فی قصۃ حمراء الاسد
فانتدب منہم سبعون رجلاً فیہم ابوبکر
والزبیر و من موافقات ابی بکر الصدیق
قولہ تعالےٰ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّذِیْنَ
قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ
روی ذلک من طرق متعددۃ منہا ما یدلّ
علٰی موافقتہ ومنہا ما یدلّ علٰی تصدیق مقالتہ
روی من عکرمۃ انّ النبی صلے اللّٰہ علیہ
وسلّم بعث ابابکر الٰی فنحاص الیہودی
یستمدہ وکتب الیہ وقال لابی بکر لا تفتَتْ
علیَّ بشیءٍ حتے ترجع الیَّ فلمّا
قرأ فنحاص الکتاب قال قد احتاج ربکم
قال ابوبکر فہممتُ ان اقدّہ بالسیف ثم
ذکرتُ قول النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلّم لا تفتَتْ
علیَّ بشیءٍ فنزلت لقد سمع اللّٰہ قول الذین
قالوٓا انّ اللّٰہ فقیرٌ الآیۃ وقولہ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ
الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ
و ما بین ذلک فی یہودی بنی قینقاع

یہاں تک کہ عورتوں سے بھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْہُمْ (۳: ۱۵۵) اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالےٰ نے انھیں معاف کردیا ہے۔ بخاری نے اخذ کیا حدیث ابن عمرؓ سے "رہا ان کا (یعنے عثمانؓ کا) فرار اُحد سے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو معاف کردیا" اور حسن سے مروی ہے بدر صغرٰی کے قصہ میں "پھر کھڑے ہوتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور بہت سے لوگ تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو اُن کے پیچھے چلے" آخر حدیث تک۔ اور عائشہؓ نے حمراء الاسد کے قصہ میں فرمایا فانتدب الخ یعنے اس ارشاد کی ان میں سے ستر لوگوں نے فوراً تعمیل کی اُن میں ابوبکرؓ اور زبیرؓ بھی تھے۔

اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے موافقات میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ الخ (۳: ۱۸۱) بیشک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اُن لوگوں کا قول جنھوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالےٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں۔ یہ متعدد روایات سے مروی ہے اُن میں سے بعض تو اُن کی موافقت پر دلالت کرتی ہیں اور بعض اُن کے قول کی تصدیق پر۔ مروی ہے عکرمہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو فنحاص یہودی کے پاس بھیجا۔ اُس سے آپؐ کچھ مدد لینا چاہتے تھے اور اس کو خط لکھا اور آپؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ (اگر کوئی خاص بات پیش آئے) تو مجھ پر پوری بات ظاہر کریں اور واپس آجائیں۔ جب فنحاص نے خط کو پڑھا تو اُس نے کہا بیشک تمھارا رب فقیر ہوگیا۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے چاہا کہ تلوار سے اُس کو ٹھنڈا کردوں۔ پھر مجھے یاد آگیا کہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ لا تفتت علیَّ بشیءٍ پھر یہ آیت نازل ہوئی لقد سمع اللّٰہ الخ۔ اور ارشاد حق جلّ سمہٗ و لتسمعنّ الخ (۳: ۱۸۶) اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں۔ اور جو اُس آیت (لقد سمع اللّٰہ الخ) کی درمیانی آیات ہیں وہ بنی قینقاع کے

لہ حضرت عکرمہؓ کا بیان ہے کہ جب مشرکین اُحد سے لوٹے تو راستہ میں سوچنے لگے کہ نہ تو تم نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا نہ مسلمانوں کی عورتوں کو پکڑا۔ افسوس تم نے کچھ نہ کیا۔ واپس لوٹو۔ جب یہ خبر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔ یہ تیار ہو گئے اور مشرکین کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ حمراء الاسد تک یا بیر ابی عیینہ تک پہنچ گئے۔ مشرکین کے دل رعب خوف سے بھر گئے اور وہ یہ کہہ کر مکہ کی طرف چل دیئے کہ اچھا اگلے سال دیکھا جائیگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ یہ بھی بالاستقلال ایک لڑائی گنی جاتی ہے۔ اُحد کی لڑائی پندرہ شوال بروز ہفتہ ہوئی تھی سولہویں تاریخ بروز اتوار منادی رسولؐ نے ندا دی کہ لوگو دشمن کی طلب میں چلو۔

وفی روایۃ فغضب ابو بکر فضرب وجہ فنحاص ضربۃ شدیدۃ وقال والذی نفسی بیدہ لولا العہد الذی بیننا وبینک لضربت عنقک یا عدو اللہ فذہب فنحاص الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد انظر ما صنع صاحبک بی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر ما حملک علی ما صنعت قال یا رسول اللہ قال قولاً عظیماً یزعم ان اللہ فقیر و انہم عنہ اغنیاء فلما قال ذلک غضبت للہ بما قال فضربت وجہہ فجحد فنحاص فقال ما قلت ذلک فانزل فیما قال فنحاص تصدیقاً لابی بکر لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر الآیہ و نزل فی ما بلغہ فی ذلک من الغضب ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیراً الآیہ وعن السدی فی قولہ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر قالہا فنحاص الیہودی من بنی مرثد لقیہ ابو بکر فکلمہ فقال لہ یا فنحاص اتق اللہ وآمن وصدق واقرض اللہ قرضاً حسناً فقال فنحاص یا ابا بکر تزعم ان ربنا فقیر یستقرضنا اموالنا و ما یستقرض الا الفقیر من الغنی ان کان ما تقول حقاً فان اللہ اذا لفقیر فانزل اللہ ہذا فقال ابو بکر فلولا ہدنۃ کانت بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بین بنی مرثد لقتلتہ وعن مجاہد قال صک ابو بکر رجلاً منہم الذین قالوا ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء لم یستقرضنا وہو غنی وہم یہود

یہود کے بارے میں ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ پھر (اُس کی بکواس سُنکر) ابوبکرؓ کو غصہ آگیا اور اُنھوں نے فنحاص کے مُنہ پر سخت رتھپڑ یا مکّا مارا اور کہاکہ اے دشمنِ خدا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر وہ معاہدہ ہمارے اور تیرے درمیان نہ ہوتا تو میں تیری گردن ماردیتا۔ اس کے بعد فنحاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور اُس نے آپ سے کہاکہ اے محمدؐ! دیکھو تمھارے رفیق نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے کہاکہ تم نے اسکے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ اس نے بڑا سخت کلام کیا یہ گمان کرتاہے کہ اللہ تعالیٰ تو فقیر ہے اور یہ لوگ اس سے بے پرواہ ہیں (جب اس نے ایسا کہا تو مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے غصہ آگیا اُس کے اس قول پر اور میں نے اس کے مُنہ پر مارا۔ یہ سُنکر فنحاص منکر ہوگیا اور بولاکہ میں نے ایسا نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ نے فنحاص کے قول کے بارے میں ابوبکرؓ کی تصدیق کے لئے یہ آیت نازل فرمائی لَقَدْ سمع اللہ قول الذین الخ اور اس بات پر ابوبکرؓ کو جو غصہ آیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی؛ وَلتسمعُنَّ مِنَ الذین الخ (۳:۱۸۶) اور البتہ آگے کو اور سُنوگے بہت سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں، آخر تک۔ اور سدی سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے قول لَقَدْ سمع اللہ الخ میں کہ یہ بات فنحاص یہودی نے کہی تھی جو بنو مرثد میں سے تھا اُس سے ابوبکرؓ ملے تھے اور اس سے گفتگو کی تھی ابوبکرؓ نے اُس سے کہا تھاکہ اے فنحاص اللہ تعالیٰ سے ڈر اور ایمان لا اور تصدیق کر (یعنے توحید و رسالت کی) اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دے تو فنحاص نے کہاکہ اے ابابکرؓ تو گمان کرتاہے کہ ہمارا پروردگار فقیر ہے جو ہم سے ہمارے اموال کو قرض مانگتا ہے اور مالدار سے قرض وہی مانگتا ہے جو فقیر ہوتا ہے۔ اگر وہ سچ ہے جو تو کہہ رہا ہے تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ یقیناً فقیر ہے تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اس پر ابوبکرؓ نے یہ کہاکہ اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور بنو مرثد کے مابین معاہدۂ امن نہ ہوتا تو میں اُس کو ضرور قتل کردیتا۔ اور مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ نے تھپڑ مارا اُن لوگوں میں سے ایک شخص کے جنھوں نے کہاکہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم اغنیاء ہیں وہ غنی ہونے کی حالت میں ہم سے قرض نہ مانگتا اور وہ یہود تھا

آخرج الترمذی من عثمان بن عفّان سمعتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقولُ موقِفُ ساعۃٍ فی سبیلِ اللہ خیرٌ مّن الفِ یوم فیما سِواہ من المَنازِل و لفظ ابن ماجۃ من رَابَطَ فی سبیل اللہ کانت کاَلفِ لیلۃٍ صیامِہا و قیامِہا۔

فقیر گوید عفے عنہ سابق بیان کردیم فضائلے کہ بآن عباد اللہ نزدیک شوند بہ پروردگارِ خویش دو[۱] قسم است یکی آنکہ خلاص کردنِ آنہا افرادِ بشر را از سجنِ طبیعت و نزدیک ساختنِ آنہا ایشان را بحظیرۃ القدس بمنزلۂ مذہب طبیعی است لاجرم درجمیع اَدیان و مِلل بآن قسم امر فرمودہ اند مثل توکل و یقین و صبر و صلوٰۃ و صوم و صدقہ و ذکر باری جلّ مجدہ و قسم ثانی آنکہ تاثیر آنہا در افرادِ بشر باعتبار عنایت الٰہی مخصوص بزمانِ خاص است مانند ہجرت و جہاد و حج و این قسم در بعض مِلل مقرّب میباشد افرادِ بشر را بحظیرۃ القدس و در بعض مِلل نہ مثلاً در شریعت ما ارادۂ الٰہیہ متعلق شد بکبت مِلل ضالہ مثل مشرکین و یہود و نصاریٰ و مجوس و صورت ایشان در حظیرۃ القدس باین صفت ممثل گشت کہ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَہُمْ بِبَعْضٍ الآیۃ درین حالت جماعہ از افرادِ بشر در داعیہ الٰہیہ بواسطہ صحبت پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم فانی شدند مانند جبرئیل در وقت صیحہ ثمود و متعرض نفحاتِ الٰہیہ گشتند

آخذ کیا ترمذی نے، مروی ہے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ (یعنے جہاد) میں بقدر ایک ساعت کھڑا ہونا اس کے سوا دوسری منازل میں ہزار دنوں (کی عبادت) سے بہتر ہے اور ابن ماجہ کی یہ لفظ ہیں کہ جو شخص جنگی مورچہ میں بیٹھا اللہ کی راہ میں (وہ ایک ساعت) ایسی ہزار راتوں کے مانند ہوگی (جن کے ایام میں) روزے رکھے اور (رات بھر) نماز میں قیام کیا۔

فقیر عفے عنہ کہتا ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ایسے فضائل کی جن سے اللہ تعالیٰ کے بندے اپنے پروردگار کے قریب ہو جائیں دو[۱] قسم ہیں۔ پہلی قسم (ایسے فضائلِ اعمال کی ہے جن کا ثمرہ ہے) اُن کا افرادِ بشر کو طبیعت کے قید خانہ[۱] سے رہائی بخشنا اور اُن کو بارگاہِ مقدس کا مقرب کرنا۔ یہ بمنزلہ مذہب طبیعی[۲] کے ہے اس لئے ضروری سمجھ کر تمام ادیان و ملل میں اس قسم کا امر فرمایا ہے جیسے[۳] توکل اور یقین اور صبر اور روزہ رکھنا، صدقہ دینا اور اللہ جلّ مجدہ کا ذکر کرنا۔ دوسری قسم (ایسے فضائل کی ہے جو ان اعمال سے حاصل ہوتے ہیں کہ) اُن کی تاثیر افرادِ انسانی میں باعتبار عنایتِ الٰہی کے ایک مخصوص وقت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ جیسے ہجرت اور جہاد اور حج اور یہ قسم بعض ملتوں میں افرادِ بشر کو بارگاہِ مقدس کا تقرب بخشنے والی ہوتی ہے اور بعض ملتوں میں نہیں۔ مثلاً ہماری شریعت میں ارادۂ الٰہیہ گمراہ ملتوں کو پچھاڑ دینے سے متعلق ہوا جیسے مشرکین اور یہود و نصاریٰ و مجوس اور اُن کی صورت بارگاہِ مقدس میں اس صفت کے ساتھ ممثل ہوئی کہ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ الخ (۲۵۱:۲) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعض آدمیوں کو بعض کے ذریعے سے دفع کرتے رہا کرتے ہیں، آخر تک۔ اس حالت میں افرادِ بشر کی ایک جماعت صحبتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اُس داعیۂ الٰہیہ میں (یعنے مشیتِ خداوندی کے بروئے کار لانے میں) منہمک ہوگئی۔ جیسے جبرئیل قوم ثمود کو سخت عذاب سے ہلاک کرنے کے وقت حق تعالیٰ (کی شانِ جلال) کے فیضان کے

---

[۱] انسان کا وجود اربع عناصر سے مرکب ہے پھر ان کے امتزاج سے ایک وجود لطیف یعنی "نفس" متکون ہوا۔ اس لئے باقتضاء کل شئی یرجع الیٰ اصلہ نفس کے میلانات و رجحانات بالاصالۃ ذاتِ عنصری کے نشو و نما اور ایسے امور کی طرف مبذول رہتے ہیں جن سے ذات کو حظ و سرور حاصل ہو جن کو لذاتِ نفسانیہ کہتے ہیں اس کا حکم طبعاً ایسی ہی چیزوں کے حصول کی طرف رہتا ہے جائز راہ سے حاصل ہوں یا ناجائز سے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اسی جانب مشیر ہے۔ الغرض سجن طبیعت سے مراد اس طرح کے معائب حرص و ہوا میں نفس کا تقید ہے ۱۲ مترجم

[۲] یعنی ان اعمال کی طبیعت اور خاصہ یہ ہے کہ وہ نفس کو طبعی تقیدات سے رہا کرتے ہیں جن میں وہ مقید ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے عنوان "مذہب طبیعی" اختیار فرمایا ۱۲ مترجم

[۳] خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم ÷ دو چیز بنفس خویش فرما تعلیم ÷ صبر و شکر و قناعت و علم و یقین ÷ تفویض و توکل و رضا و تسلیم ÷ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ ۱۲ مترجم

ودرمیان ایشان ودرمیان ملأ اعلےٰ مشابہتے ومناسبتے واقع شد وآں حالت فتح کرد بابے عظیم را از قرب کہ اگر صد سال ریاضت بدنیہ و نفسانیہ میکشیدند بعشر عشیر آں مشابہت فائز نمے گشتند ودر ملل دیگر این داعیہ وارادہ متعلق نگشت واُمم را باین معرض درمیان نیاوردند پس ہجرت وجہاد در ملل ایشان از اعمال مقربہ نبود درقرآن عظیم وسنتِ سنیہ ہردو فضل را مبین فرمودہ اند وفضل ثانی را بمزید اہتمام افادہ نمودہ اند ومناطِ تفاضلِ مراتب گردانیدہ تامرد بہردو فضل متصف نباشد تقدم برافرادِ بشر واستحقاقِ ریاستِ عامہ مسلمین میسر نیست خدائی عزوجل درسورۂ نساء ہردو فضل را بیان می فرماید وآنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ را بآن ہردو مے ستایند تا حجت باشد اُمت را وتکلیف بتقدم ایشان بے پردہ ظاہر شود۔

قال اللہ تعالےٰ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ؕ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا ؕ دراوّل افادہ میفرماید کہ ایمان متکلمان بکلمہ توحید درست نمی شود تاآنکہ وقت مشاجرات کہ حالت ظہور نفس سَبُعی است تسلیم تمام از ایشان ظاہر گردد[1] بعد ازاں مے فرماید کہ این مطیعان

سامنے آتے (اور اس کے حامل بن کر قوم ثمود پر نازل ہوتے) اور (مشیت الٰہیہ میں فانی اور منہمک ہونے کی وجہ سے) ان کے اور ملأ اعلےٰ (یعنی بارگاہِ مقدس کے مقربین) کے درمیان ایک مشابہت اور مناسبت واقع ہوگئی۔ اور اس حالت نے اُن پر قُربِ الٰہی کا اتنا بڑا دروازہ کھول دیا کہ اگر وہ سَو برس بھی ریاضت جسمانی و نفسانی کی مشقتیں جھیلتے تو اُس مشابہت کے سَو میں سے ایک حصّہ پر بھی کامیاب نہ ہوتے۔ اور دوسری مِلّتوں میں یہ داعیہ (یعنی مشیّت) اور ارادہ متعلق نہ ہوا اور اُن اُمتوں کو اس مقصد کے لئے درمیان میں نہیں لائے بنا بریں ہجرت اور جہاد اُن کی مِلّتوں میں مقرّب بنانے والے اعمال میں سے نہیں تھے۔ قرآن عظیم اور ارشاداتِ نبویہؐ نے ہردو فضیلتوں کو کھول کر بیان کیا ہے اور دوسری قسم کی فضیلت کو زیادہ اہتمام سے ارشاد فرمایا اور ان کو مراتب میں تفاضل کی بنیاد قرار دیا ہے اور جب تک کوئی شخص دونوں قسم کی فضیلت سے متصف نہ ہو جملہ افرادِ بشر پر مقدم ہونے کا اور تمام مسلمانوں پر امیر بننے کا استحقاق اس کو میسّر نہیں ہے۔ اللہ عزّ وجلّ سورۂ نساء میں دونوں قسم کے فضل کو بیان فرماتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو ان ہردو فضیلتوں کے پیشِ نظر سراہتے ہیں تاکہ اُمت کے لئے حجت ہو جائے اور سب لوگوں پر ان کے تقدم کا مکلف بنائے جانے کا امر بے پردہ عیاں ہو جائے۔

آیات سورۃ النساء

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ الخ (۴: ۶۹-۷۰) اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی اُن حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء۔ اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں۔" (آیت مذکورہ ہے) پہلے یہ افادہ فرماتے ہیں کہ کلمہ توحید پڑھنے والوں کا ایمان درست نہیں ہوتا یہاں تک کہ اُن سے آپس کے جھگڑوں کے وقت جو کہ درندگی نفس کے ظہور کا وقت ہوتا ہے (رسولؐ کے فیصلہ پر) پُورے طور پر گردن جھکانے کا وصف اُن سے ظاہر ہو جائے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ مُطیع لوگ

[1] مضمون اس آیت میں ہے فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۴: ۶۵) پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ اُن کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرا دیں پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورا تسلیم

با پیغامبران و صدیقان و شہیدان خواہند بود و
حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا واین آیہ شبیہ است بآیۃ
دیگر کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ
وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا
الْمُقَرَّبُوْنَ کمال این جماعۂ ابرار آنست کہ با این
چہار فرقہ محشور شوند و در ذیل ایشان معدود گردند
و این چہار طائفہ سر دفتر اہل نجات اند و طبقۂ علیاء
از طبقاتِ اُمّتِ مرحومہ واز این جماعہ در مواضع
دیگر بمقربین و سابقین تعبیر رفتہ اینقدر از آیۂ کریمہ
واضح گشت وضوحاً لا یبقی معہ خفاء باز آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم در احادیث مشہورہ کہ تکلیف
بآنہا قطعی است عملاً و اعتقاداً خبر دادند کہ ابوبکرؓ صدیق
است و عمر و عثمان و علی شہید پس ریاست معنوی
ایشان بر سائر طبقات مبرہن گشت و در ملتِ اسلامیہ
خفائی درین معنے نماند قال اللہ تعالیٰ لَا یَسْتَوِی
الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ
وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً وَ كُلًّا
وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ
عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا دَرَجٰتٍ مِّنْهُ
وَمَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا
رَّحِیْمًا خدا تعالیٰ درین آیت افادہ مے
فرماید کہ صحابہ بر یک طبقہ نیستند بلکہ بعض
ایشان افضل اند از بعض و مناط فضل جہاد
است فی سبیل اللہ بانفس خویش یعنی مباشرت قتال
کفار و باموال خویش یعنے بانفاق فی سبیل
اللہ از این آیت واضح گشت کہ مجاہدان
بانفس خویش و باموال خویش

پیغمبروں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوں گے وحسن اولٰئک رفیقا
(اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں) اور یہ آیت شبیہ ہے اس دوسری آیت
کی کتٰبٌ مرقومٌ الخ (۸۳: ۲۰) وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے جس کو مقرب
فرشتے (شوق سے) دیکھتے ہیں وَمِزَاجُهٗ الخ (۸۳: ۲۷-۲۸) اور اس (شراب)
کی آمیزش تسنیم (کے پانی) کی ہوگی یعنی ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب بندے
پئیں گے۔ اس جماعت ابرار کا کمال یہ ہے کہ اُن کا حشر ان چار فرقوں کے
ساتھ ہو اور وہ ان ہی کے ذیل میں شمار کئے جائیں۔ اور یہ چار جماعتیں اہل
نجات میں امتیازی شان والی ہیں اور اُمّت مرحومہ کے طبقات میں سے
سب سے اعلیٰ طبقہ کی ہیں۔ اسی جماعت کے بارے میں بعض دیگر مواقع میں
"مقربین" اور "سابقین" فرمایا گیا ہے۔ اتنی بات تو آیت کریمہ سے اس طرح
واضح ہوگئی کہ اس میں کوئی خفا باقی نہیں رہا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے احادیث مشہورہ میں (جن کی شان یہ ہوتی ہے) کہ ان کا تسلیم (حکم
میں) مکلف بنانا عملاً و اعتقاداً قطعی ہوتا ہے خبر دی کہ ابو بکرؓ صدیق ہے
اور عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ شہید ہیں تو اُن کی معنوی ریاست جو اُن کو جملہ
طبقات پر حاصل ہے بدلائل ثابت ہوگئی اور اس بارے میں ملت اسلامیہ میں
کوئی خفا موجود نہیں رہا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا یستوی القٰعدون الخ (۴: ۹۵-۹۶)
"برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو
اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں
کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ
نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر
رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر
عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت و رحمت
اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ افادہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہؓ ایک طبقہ
کے نہیں ہیں بلکہ اُن میں سے بعض بعض سے افضل ہیں اور مدار افضلیت کا
جہاد فی سبیل اللہ ہے اپنی جان سے بھی یعنی کفار کے ساتھ قتال میں خود شریک
ہونا اور اپنے اموال سے بھی یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے۔ اس آیت
سے واضح ہوگیا کہ جو لوگ اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرنے والے ہیں

سر دفتر اُمت اند و از طبقۂ علیائی اُمت و
ایشان افضل اند از غیر خود باز در احادیث مشہورہ
کہ تکلیف بآن قائم است و عذری بعد ثبوت آنہا
باقی نمی ماند ثابت شد کہ ہمہ این بندگان در جمیع مشاہد
خیر در رکاب سعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر
بودند الا لعذرٍ فی بعض الاوقات واز جمعی مباشرت قتال
بیشتر بوقوع آمد واز بعض دیگر انفاق زیادہ تر بظہور انجامید
واز جمعی ہر دو وجہ کمال متحقق گشت قال اللہ تعالیٰ
وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ
مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ
بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ
الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ
اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔ خدای عز وجل در اول
مبحث فرض میگرداند ہجرت را از دیار کفر و بیان
میفرماید عقوبت تارکان ہجرت و مستثنے[1] میسازد
ضعیفان را کہ حیلۂ ہجرت نمیدانند و از خانہ خود
بر آمدن نمیتوانند بعد ازان فضیلت ہجرت
بیان می کند و اجر آن در دنیا و آخرت ارشاد
مینماید کسے را کہ بقصد ہجرت از خانہ خود برآید
و بمقصد نارسیدہ از عالم میگذرد ثواب جزیل
وعدہ میدہد ازین آیۃ فضیلت مہاجران باید
شناخت واللہ اعلم وعن عمر بن الخطاب قال
انی انزلت نفسی من مال اللہ
بمنزلۃ والی الیتیم ان استغنیت
استعففت وان افتقرت اخذت منہ بالمعروف
فاذا ایسرت قضیت وعن ابن مسعود
قال کان عمر بن الخطاب اذا سلک بنا
طریقا فاتبعناہ وجدناہ سہلا وانہ
سئل عن امرأۃ وابوین فقال

وہ سر دفتر امت اور اس کے اعلیٰ مرتبہ والوں میں سے ہیں اور یہ حضرات اپنے
غیر سے افضل ہیں پھر احادیث مشہورہ سے (جن کا مرتبہ یہ ہوتا ہے) کہ وہ
مکلّف بنانے کے لئے کافی ہوتی ہیں اور ان کے ثبوت کے بعد کوئی عذر باقی
نہیں رہتا، ثابت ہے کہ یہ تمام بزرگ جملہ مقامات خیر میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمرکاب رہنے کی سعادت حاصل کرتے رہے ہیں بجز اس کے کہ کسی
وقت کسی عذر کی وجہ سے معذور رہوں۔ اور ایک جماعت سے بذاتِ خود
شرکت قتال زیادہ وقوع میں آئی اور دوسرے بعض حضرات سے انفاق
مال (یعنی مال خرچ کرنے) کا ظہور زیادہ ہوا اور ایک جماعت سے دونوں
وصف علیٰ وجہ الکمال متحقق ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ یُّھَاجِرْ الخ (۴: ۱۰۰) اور جو شخص
اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو اس کو روئے زمین پر جانے کی بہت
جگہ ملے گی اور بہت گنجائش اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا
ہو کہ اللہ اور رسولؐ کی طرف ہجرت کروں گا پھر اس کو موت آپکڑے
تب بھی اس کا ثواب ثابت ہوگیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اللہ تعالیٰ بڑے
مغفرت کرنے والے ہیں بڑے رحمت والے ہیں۔

اللہ عز وجل مبحث کے اول میں دیار کفر سے ہجرت کو فرض قرار
دیتے ہیں اور ہجرت کو ترک کرنے والوں پر عذاب کا بیان فرماتے ہیں اور
اُن ضعیفوں کو مستثنے فرماتے ہیں جو نکل جانے کی کوئی تدبیر نہیں جانتے اور
اپنے گھر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اس کے بعد ہجرت کی فضیلت اور دنیا و
آخرت میں اس کا اجر بیان فرماتے ہیں اور ایسے شخص کے لئے جو ہجرت کے
ارادے سے اپنے گھر سے نکلے اور مقصد پر پہنچنے سے پہلے ہی دنیا سے گزر جائے
بڑے ثواب کا وعدہ فرمارہے ہیں۔ اس آیت سے مہاجرین کی فضیلت پہچان
لینی چاہیئے، واللہ اعلم۔ اور عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ
اللہ کے مال (یعنی بیت المال) کے بارے میں اپنے نفس کو میں نے یتیم کے
والی کے مرتبہ میں قائم کیا ہے اگر میں مستغنی ہوا تو بچارہا اور اگر حاجتمند ہوا
تو اس میں سے بقدر ضرورت لے لیا۔ پھر جب غنی ہوگیا تو اس کو ادا
کردیا۔ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ عمر بن الخطابؓ جب ہم کو اپنے
ساتھ لے کر [illegible] تو ہم اُن کے پیچھے چلتے۔ ہم نے ان کو نرم رفتار پایا۔ اور
آپ سے پوچھا گیا بیوی اور والدین کے (حق وراثت کے) بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ

[1] اشارۃ الی قول اللہ عز وجل ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف ۱۲

للمرأة الربع وللأمّ ثلث ما بقي وما بقي فللاب وعن ابن عباس انه دخل على عثمان فقال ان الاخوين لا يردّان الأمّ عن الثلث قال الله فان كان له اخوة والاخوان ليسا بلسان قومك اخوة فقال عثمان لا استطيع ان اردّ ما كان قبلي ومضى في الامصار وتوارث به الناس واجاب زيد بن ثابت بجواب آخر قالوا يا ابا سعيد ان الله يقول فان كان له اخوة وانت تحجبها باخوين قال ان العرب تسمّي الاخوين اخوة۔

فقیر گوید این اختلاف نیست بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمسک نمود بان اصل کہ حکم خلیفہ راشد چون متبع شود و سبیل المسلمین گردد حجت است در دین و زید بن ثابت معنی را کہ صحابہ در وقت مشاورہ فہمیدہ بودند تقریر نمود وعن ابن شہاب قال قضی عمر بن الخطاب ان میراث الاخوة من الأمّ للذکر مثل الانثی ولا اری عمر بن الخطاب قضی بذلک حتی علمہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولہذہ الآیۃ قال اللہ تعالی فان کانوا اکثر من ذلک فہم شرکاء فی الثلث وعن عمر وعلی وابن مسعود وزید فی أمّ وزوج واخوة لاب وأمّ واخوة لأمّ ان الاخوة من الاب والأمّ شرکاء الاخوة من الأمّ فی ثلثہم وذلک انہم قالوا ہم بنو أمّ کلہم ولم یزدہم الاب الّا

بیوی کو چوتھائی اور باقی میں سے ماں کو تہائی اور جو کچھ باقی رہے وہ باپ کو دیا جائے۔ اور مروی ہے ابن عباس رضؓ سے کہ وہ عثمان رضؓ کے پاس گئے اور کہا کہ اخوین (یعنے دو بھائی یا ایک بہن اور ایک بھائی) تو ماں کا حصہ ایک تہائی سے نہیں لوٹائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ اور اخوین کو آپ کی قوم کی زبان میں اِخْوَة نہیں کہا جاتا۔ تو عثمان رضؓ نے کہا کہ مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ ان فیصلوں کو رد کر دوں جو مجھ سے پہلے کے ہیں اور شہروں میں اُن پر عمل بھی جاری ہے اور ان کی رُو سے لوگوں کو وراثت ملی ہے۔ اور زید رضؓ بن ثابت نے اس کا دوسرا جواب دیا، لوگوں نے ان سے کہا کہ اے ابو سعید رضؓ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ اور آپ اس کو (یعنی ماں کے حصہ کو) اخوین سے محجوب کرتے ہیں (یعنے تہائی کی جگہ چھٹا حصہ رکھتے ہیں) زید رضؓ نے فرمایا کہ عرب (محاورۂ کلام میں) اخوین کو اِخْوَة کہتے ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ ان دونوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے دلیل بنائی ہے اس اصل کو کہ خلیفہ کا جب حکم نافذ ہو جائے اور مسلمان اس کا اتباع کرتے ہوئے اپنی راہ قائم کر لیں تو وہ دین میں حجت ہے اور زید رضؓ بن ثابت نے اُس معنی کی تقریر کر دی جو مشورے کے وقت صحابہ رضؓ سمجھتے تھے۔ اور ابن شہاب سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے فیصلہ کیا کہ ماں جائے بھائیوں کی میراث کا حق مرد کا حصہ عورت کے برابر ہوگا اور میں نہیں سمجھتا کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے از خود یہ فیصلہ کر دیا، اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور معلوم ہوا اور اس آیت سے بھی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاِنْ كَانُوْۤا الخ (۴: ۱۲) اور اگر یہ لوگ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں شریک ہیں۔ اور مروی ہے عمر رضؓ سے اور علی رضؓ و ابن مسعود رضؓ اور زید رضؓ سے ماں اور شوہر اور سگے بہن بھائیوں اور ماں جائے بہن بھائیوں کے بارے میں کہ جو سگے بہن بھائی ہیں وہ ماں جائے بہن بھائیوں کے ساتھ اُن کے تہائی حصہ میں شریک ہیں اور اس کی بنا یہ ہے کہ ان کا قول ہے کہ وہ سب ایک ہی ماں کی اولاد ہیں اور ان کے باپ نے ان میں صرف اس وصف کا اضافہ کیا ہے کہ وہ (باہم)

ؔ ابن کثیر میں ہے کہ یہ اثر ثابت نہیں اس کے راوی شعبہؒ کے بارے میں امام مالکؒ کی جرح موجود ہے پھر یہ قول ابن عباس رضؓ کا نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ خود ابن عباس رضؓ کے خاص اصحاب اور اعلیٰ شاگرد بھی اس کے خلاف ہیں ۱۲ مترجم

قریباً فہم شرکاء فی الثلث وکتب عمر الی ابی موسیٰ اذا لہوتم فالہوا بالرمی و اذا تحدثتم فتحدثوا بالفرائض وعن عمر قال تعلموا الفرائض و اللحن و السنۃ کما تعلمون القرآن و قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افرض امتی زید بن ثابت۔

فقیر گوید درین حدیث معجزہ ایست عظیمہ و افادہ اصلے است از اصول مسائل تا خلاف ابن عباسؓ وغیرہ از میان بر انداختہ شود عن الزہری قال لولا ان زید بن ثابت کتب الفرائض لرأیت انہا ستذہب من الناس وعن عمر انہ کان یقول عجبا للعمۃ تورث و لا ترث وعن قبیصۃ بن ذویب قال جاءت الجدۃ الی ابی بکر فقالت ان لی حقا ابن ابن او ابن ابنۃ لی مات قال ما علمت لک فی کتاب اللہ حقا ولا سمعت من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیہ شیئاً و سأسأل فشہد المغیرۃ بن شعبۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعطاہا السدس قال من سمع ذلک معک فشہد محمد بن مسلمۃ فاعطاہا ابوبکر السدس وعن زید بن ثابت ان عمر لما استشارہم فی میراث الجد والاخوۃ قال زید کان رأیی ان الاخوۃ اولی بالمیراث وکان عمر یری یومئذ ان الجد اولی من الاخوۃ فحاورتہ ۱۲

زیادہ قریب ہو گئے تو وہ سب ایک تہائی میں شریک رہیں گے۔ اور عمرؓ نے ابو موسیٰؓ کو لکھا کہ جب تم کھیلو تو تیر اندازی سے کھیلو اور جب بات چیت کرو تو فرائض کے متعلق کرو۔ اور عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ فرائض اور محاوراتِ کلام اور حدیث کو اسی طرح سیکھو جس طرح تم قرآن کو سیکھتے ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا بڑا ماہر فرائض زیدؓ بن ثابت ہے۔[1]

فقیر کہتا ہے کہ اس حدیث میں ایک بڑا معجزہ ہے اور مسائل کے اصول میں سے ایک اصل کا افادہ بھی ہے تاکہ ابن عباسؓ وغیرہ کا اختلاف درمیان سے ہٹا دیا جائے (اور زید کا قول قولِ فیصل مانا جائے) اور زہری سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ اگر زیدؓ بن ثابت فرائض کو نہ لکھتے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ علم لوگوں کے پاس سے جاتا رہتا۔ اور عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے پھوپھی کا حال عجیب ہے مورث بنتی ہے اور وارث نہیں بنتی۔ اور قبیصہ بن ذویب سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ابو بکرؓ کے پاس ایک دادی نے آکر کہا کہ میرا ایک حق ہے میرے بیٹے کا بیٹا یا بیٹی کا بیٹا (یہ راوی کا شک ہے) مر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تیرے لئے کتاب اللہ میں کوئی حق ہے اور نہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے کچھ سنا اور میں لوگوں سے عنقریب دریافت کروں گا اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصّہ دیا تھا۔ ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اس بات کو تمھارے ساتھ اور کس نے سُنا تھا؟ تو شہادت دی محمد بن مسلمہؓ نے تو ابو بکرؓ نے اس کو چھٹا حصّہ دیدیا۔ اور مروی ہے زیدؓ بن ثابت سے کہ حضرت عمرؓ نے جب دادی اور بھائیوں کی میراث کے بارے میں صحابہؓ سے مشورہ کیا تو (راوی کہتا ہے کہ) زیدؓ نے کہا کہ میری رائے یہ تھی کہ میراث میں بھائی مقدم ہیں اور عمرؓ اس دن یہ رائے رکھتے تھے کہ دادا مقدم ہے بھائیوں پر میں نے آپ سے کہا سُنی کی

---

[1] حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اُن جلیل القدر فقہائے صحابہ میں شمار ہوتا ہے جن پر فرائض کا مدار ہے ان کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف اکیس سال کے قریب تھی فرائض میں نمایاں خصوصیت کے اس ارشاد کے وقت خاص قرائن بھی موجود نہ تھے کہ یہ سمجھا جاتا کہ یہ نوجوان مستقبل میں علم فرائض کا سب سے بڑا عالم ہوگا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ایک پیشگوئی تھی بطورِ اعجاز جو پوری ہوئی۔ نیز اس ارشاد میں جس افادے کی طرف شاہ صاحب نے ایما فرمایا وہ بھی معجزانہ ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہو گیا تھا کہ فرائض کے بارے میں جب اختلاف ہوگا تو زیدؓ کا قول فیصلہ کن ہوگا ۱۲ مترجم

و ضربت لہ مثلاً و ضرب علیؓ و ابن عباسؓ لہ مثلاً یومئذ السبیل یضربانہ و یصیر فانہ علی نحو تصریف زید۔
فقیر گوید بعد ازان از حضرت فاروقؓ و حضرت مرتضیٰ کلماتے نقل کردہ شد کہ ازین رائے رجوع کردند و درین مسئلہ قولے ثابت تر از قول حضرت صدیقؓ نیست انزل ابا اخرجہ البخاری و عن ابن عباس قال اول من اعال الفرائض عمر تدافعت علیہ و رکب بعضہا بعضا قال ما ادری کیف اصنع بکم واللہ ما ادری ایکم قدم اللہ و لا ایکم اخر و ما اجد فی ہذا المال شیئا احسن من ان اقسمہ علیکم بالحصص ثم قال ابن عباس وایم اللہ لو قدم من قدم اللہ و اخر من اخر اللہ ما عالت فریضۃ فقیل لہ و ایہا قدم اللہ قال کل فریضۃ لم یہبطہا اللہ عن فریضۃ الا الی فریضۃ فہذا ما قدم اللہ و کل فریضۃ اذا زالت عن فرضہا لم یکن لہا الا ما بقی فتلک التی اخر اللہ فالذی قدم کالزوجین و الام والذی اخر کالاخوات و البنات فاذا اجتمع من قدم اللہ و اخر بدی بمن قدم فاعطی حقہ کاملاً فان بقی شئ کان لہن و ان لم یبق شئ فلا شئ لہن و ذکر عند عمر الثلث فی الوصیۃ فقال الثلث وسط لا بخس ولا شطط و عن ابی عبد الرحمن السلمی

اور اُن سے مثالیں بیان کیں اور علیؓ اور عباسؓ بھی ان سے زائد اُس دن اسی راہ پر چلتے ہوتے زیدؓ کی طرح ادھر اُدھر کی مثالیں دیتے رہے۔
فقیر کہتا ہے کہ اس کے بعد حضرت فاروقؓ اور حضرت مرتضیٰؓ سے ایسے کلمات منقول ہیں (جن سے ثابت ہوتا ہے) کہ اُنھوں نے اس رائے سے رجوع کرلیا۔ اور اس مسئلہ میں کوئی قول حضرت صدیقؓ کے قول سے زیادہ مستحکم نہیں ہے کہ اُنھوں نے دادا کو باپ کے قائم مقام بنالیا اس کو بخاری نے بھی لیاہے۔
اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ جس نے فرائض میں سب سے پہلے عَول کا طریقہ نکالا وہ عمرؓ تھے (جب کہ حصص میں) ان کے سامنے ٹکراؤ ہوا اور بعض حصص بعض پر چڑھنے لگے تو اُنھوں نے کہا کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ تمھارا کیا فیصلہ کروں، واللہ میں نہیں جانتا تم میں سے کس کو خدا نے مقدم کیا اور کس کو مؤخر کیا اور میں اس مال میں کوئی طریقہ اس سے بہتر نہیں سمجھتا کہ میں اس کو تمھارے اُوپر باعتبار حصص تقسیم کردوں۔ پھر کہا ابن عباسؓ نے اور خدا کی قسم اگر عمرؓ اس کو مقدم کردیتے جس کو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیا اور اس کو مؤخر کردیتے جس کو اللہ تعالیٰ نے مؤخر کیا تو فریضہ میں عَول نہ واقع ہوتا۔ اس پر ان سے پوچھا گیا کہ کن حصص کو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیا تو اُنھوں نے کہا کہ جس فریضہ کو خدا نے نیچے نہیں اُتارا مگر ایک فریضہ کی طرف (جیسے تہائی کو اُتار کر چھٹا حصہ کردیا) تو یہ وہ ہے جس کو خدا نے مقدم کیا۔ اور جو فریضہ ایسا ہو کہ جب اس کو اس کے معینہ فرض (یعنی حصے سے) ہٹایا تو اس کے لئے کوئی اور حصہ معین نہیں کیا بجز باقی ماندہ کے تو یہ وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے مؤخر کیا ہے تو جن کو خدا نے مقدم کیا جیسے زوجین اور ماں اور جن کو مؤخر کیا جیسے بہنیں اور بیٹیاں جب اس طرح کے فرائض جمع ہوجائیں جن کو خدا نے (بمعنے مذکور) مقدم و مؤخر کیا ہے تو مقدم سے شروع کیا جائے اُس کو اس کا حصہ پورا دیا جائے۔ پھر اگر کچھ بچ جائے تو اُن (مؤخر والوں) کو دیا جائے اور اگر کچھ نہ بچے تو اُن کو کچھ نہ دیا جائے۔ اور عمرؓ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ وصیت میں ثلث ہوتا ہے تو آپ نے کہا کہ ثلث درمیانی درجہ ہے نہ کم نہ زیادہ۔ اور مروی ہے ابی عبد الرحمن السلمی سے

۱؎ عَول قائم کیا کا مطلب یہ ہے کہ سہام کے عدد بڑھادیئے۔ مثلاً کسی نے دو بیٹیاں چھوڑیں اور ماں، باپ اور بیوی تو چوبیس سہام میں سے دو ثلث یعنی آٹھ آٹھ حصے دونوں بیٹیوں کے اور چھٹا حصہ باپ کا اور چھٹا حصہ ماں کا یعنی چار چار اور آٹھواں حصہ بیوی کا یعنی تین ہوتے ہیں تو ان سہاموں کا مجموعہ چوبیس سے بڑھ کر ستائیس ہوگیا۔ اس لئے ایسا کیا گیا کہ کل سہام چوبیس کے بجائے ستائیس کردیئے گئے یعنی عدد سہام میں تین کا اضافہ ہوگیا اس کو عَول کہتے ہیں ۱۲ مترجم

قال قال عمر بن الخطاب لا تغالوا في
مهور النساء فقالت امرأة ليس لك
ذلك يا عمر ان الله يقول وَ آتيتم
احداهن قنطارا من ذهب قال
وكذلك في قراءة ابن مسعود
فقال عمر ان امرأة خاصمت عمر فخصمته
وعن بكر بن عبد الله المزني قال
قال عمر خرجت وانا اريد انهاكم
من كثرة الصداق فعرضت لي آية
من كتاب الله وَ آتيتم احداهن قنطارا
وروي ان رجلا تزوج امرأة ولم يدخل
بها ثم رأى امها فاعجبته فاستفتى
ابن مسعود فامره ان يفارقها ثم
يتزوج امها ففعل وولدت له
اولادا ثم اتى ابن مسعود المدينة فسال
عمر وفي لفظ فسال اصحاب النبي
صلى الله عليه وسلم فقالوا لا تصلح
فلما رجع الى الكوفة قال للرجل انها
عليك حرام ففارقها وسئل عمر
عن جاريتين اختين توطأ احداهما بعد
الاخرى فقال عمر ما احب ان اجيزهما
جميعا ونهاه واخرج مالك والشافعي
من قبيصة بن ذويب ان رجلا سال
عثمان بن عفان عن الاختين في ملك
اليمين هل تجمع بينهما فقال احلتهما آية
وحرمتهما آية وما كنت لاصنع
ذلك فخرج من عنده فلقي
رجلا من اصحاب النبي
صلى الله عليه وسلم

انھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ عورتوں کے مہروں میں مبالغہ
(یعنے حد سے زیادہ گراں) نہ کرو تو ایک عورت نے کہا کہ تمھیں اس میں دخل
دینے کا حق نہیں ہے اے عمرؓ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَآتیتم احداهن الخ
(۴: ۲۰) اور تم ان میں سے کسی کو سونے کا انبار بھی دے چکے ہو۔ (راوی
نے) کہا کہ ابن مسعودؓ کی قراءت میں اسی طرح ہے (یعنی من ذھب کے
ساتھ) تو عمرؓ نے فرمایا کہ ایک عورت نے عمرؓ سے جھگڑا کیا اور اس پر
غالب آگئی۔ اور مروی ہے بکر بن عبداللہ المزنی سے انھوں نے کہا کہ عمرؓ
نے فرمایا کہ میں تم کو مہر کی بہتات سے منع کرنے کے لئے نکلا تو کتاب اللہ
کی ایک آیت میرے آڑے آگئی وآتیتم احداهن قنطارا۔ اور مروی ہے
کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ ابھی وہ اس کے پاس گیا نہیں
تھا کہ اس نے اس عورت کی ماں کو دیکھا تو وہ اس کو پسند آئی تو اس نے
ابن مسعودؓ سے فتویٰ پوچھا تو انھوں نے اس کو یہ حکم دیا کہ اس منکوحہ سے
(طلاق دے کر) مفارقت کرلے پھر اس کی ماں سے نکاح کرلے تو اس نے
ایسا کرلیا اور اس عورت سے اس کی اولاد بھی ہوئی۔ پھر ابن مسعودؓ کا
مدینہ میں آنا ہوا تو انھوں نے عمرؓ سے سوال کیا اور ایک نسخہ میں ہے کہ
اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو سب نے یہ کہا کہ یہ ٹھیک نہیں
ہے تو جب ابن مسعودؓ کوفہ واپس آئے تو آپ نے اس شخص کو بلاکر
سمجھایا کہ وہ تجھ پر حرام ہے پھر اس نے عورت کو علیحدہ کردیا۔ اور
حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا دو لونڈیوں کے بارے میں جو بہنیں تھیں کہ
ان میں سے ایک سے مقاربت کی جائے دوسری کے بعد تو عمرؓ نے جواب
دیا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ دونوں کی دونوں سے اجازت دیدوں
اور اس کو منع کردیا۔ اور مالکؒ اور شافعیؒ نے اخذ کیا بروایت قبیصہ
ابن ذویب کہ ایک شخص نے ایسی دو بہنوں کے حق میں جو لونڈیاں
ہوں حضرت عثمانؓ سے سوال کیا کہ کیا دونوں کو جمع کیا جائے (یعنے
مالک کو دونوں سے مقاربت جائز ہے یا نہیں) فرمایا کہ ان کو ایک
آیت تو حلال کہتی ہے (یعنی وَاُحِلَّ لکم ما وراء ذلکم) اور
دوسری آیت حرام کہتی ہے (یعنی وان تجمعوا بین الاختین)
اور میں یہ کام نہیں کرسکتا (یعنے اجازت نہ دوں گا) پھر یہ شخص ان کے
پاس سے اٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص سے ملا

اراہُ علیّ بن ابی طالب فسألہ عن ذٰلک فقال لوکانَ لی من الامر شیئ ثم وجدتُ احدًا فعل ذٰلک لجعلتہ نکالًا وَرُدِی ہذا الکلمۃ من علی ایضًا من طریق ابی صالح من علی قال فی الاختین المملوکتین احلّتہما آیۃ وحرّمتہما آیۃ ولا آمُرُ ولا انہی ولا اُحِلُّ ولا احرّم ولا افعل انا ولا اہلُ بیتی وعن عمر انہ خطب فقال مابال رجالٍ ینکحون ہذہ المتعۃ وقد نہی رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عنہا لا اُوتٰی باحدٍ نکحہا الّا رجمتہ وسُئِلَ ابن عمر عن المتعۃ فقال حرام فقیل لہٗ ابنُ عباس یُفتی بہا قال فہلّا ترمرم بہا فی زمانِ عُمر وعن عاصم ابن بہدلۃ انّ مسروقًا اتی صفین فقام بین الصفین فقال یاایہا النّاسُ انصتوا ارأیتم لو انّ منادیًا ناداکم من السّماء فرأیتموہ وسمعتم کلامہ فقال انّ اللّٰہ ینہاکم عمّا انتم فیہ أکنتم منتہین قالوا سبحانَ اللّٰہ قال فواللّٰہ نزل بذٰلک جبرئیلُ علی محمدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وماذاک بابینَ عندی منہ انّ اللّٰہ قال وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ثم رجع الی الکوفۃ وعن داوٗد بن الحُصَین قال کنتُ اقرأ علی اُمّ سعدٍ ابنۃِ الربیع وکانت یتیمۃً فی حجر ابی بکرٍ فقرأتُ علیہا والّذین عاقدتْ ایمانکم

(قول راوی) میرا خیال یہ ہے کہ وہ علیؓ بن ابی طالبؓ تھے اس بارے میں اُن سے بھی سوال کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر حکومت میں میرا کچھ دخل ہو پھر میں کسی کو ایسا کرتا ہوا پاؤں تو میں اس کو ضرور قابل سزا قرار دوں اور یہ شک بھی حضرت علیؓ سے مروی ہے ابی صالح کی روایت سے کہ مروی ہے علیؓ سے ایسی دو بہنوں کے متعلق جو مملوکہ (یعنے ایک شخص کی ملک) ہوں کہ ان دونوں کو ایک آیت حلال کہتی ہے اور دوسری آیت حرام کہتی ہے اور میں نہ حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں اور نہ حلال کہتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں اور نہ میں خود کروں گا اور نہ میرے اہل بیت۔ اور عمرؓ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ کیا ہو گیا لوگوں کو کہ وہ یہ متعہ والا نکاح کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ جب میرے سامنے کوئی ایسا شخص لایا جائے گا جس نے نکاحِ متعہ[1] کیا ہوگا تو مَیں اس کو سنگسار کر دوں گا۔ اور ابن عمرؓ سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ حرام ہے، تو اُن سے کہا گیا کہ ابن عباسؓ اس (کی حِلّت) کا فتویٰ دیتے ہیں تو اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ کے زمانہ میں کیوں نہ گنگناتے۔ اور مروی ہے عاصم ابن بہدلہ سے کہ مسروق صفین میں آئے اور دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے لوگو! خاموش ہو جاؤ تم کیا رائے رکھتے ہو اگر ایک ندا کرنے والا تم کو آسمان سے پکار کر ندا کرے پھر تم اُس کو دیکھ بھی لو اور اُس کی بات سُنتے ہوئے بھی ہو۔ پھر بولے کہ اللہ تم کو منع کر رہا ہے اس (فعل) سے جس میں تم (مبتلا ہونا چاہتے) ہو۔ کیا تم باز رہوگے؟ لوگوں نے کہا سبحان اللہ۔ مسروق نے کہا کہ خدا کی قسم یہ لیکر جبریلؑ نازل ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور میرے نزدیک وہ بات اس سے مختلف و رجُدا نہیں ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تقتلوا الخ (۴: ۲۹) اور تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں پھر کوفہ کی طرف لوٹ گئے۔ اور داؤد بن الحُصَین سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ میں اُمّ سعد ابنۃ الرّبیع کو قرآن سُنایا کرتا تھا اور یہ یتیمہ زیر پرورش ابوبکرؓ رہی ہیں میں نے ان کے سامنے پڑھا والّذین عاقدتْ ایمانکم

[1] نکاح متعہ کے معنے ہیں ایک مدّت معین کے کے عورت سے نکاح کرنا۔ یہ جنگِ خیبر سے پہلے حلال تھا بعد میں حرام ہو گیا۔ پھر فتح مکہ یعنے یوم اوطاس میں حلال ہوا پھر تین دن بعد ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا۔ اس میں صرف روافض کا اختلاف ہے ۱۲ کذا فی مجمع البحار، مترجم۔

[2] زمزمہ صوت خفی لا یکاد یفہم والمراد ہلا تکلم بحلّتہا فی زمانہ ۱۲

فقالت لا ولكن و الذين عقدت ايمانكم اتها نزلت في ابي بكر و ابنه عبد الرحمن حين ابى ان يسلم فحلف ابو بكر لا يورثه فلما اسلم امره الله ان يورثه نصيبه و عن عمر قال ما استفاد رجل بعد الايمان بالله من امرأة حسنة الخلق ودود ولود و ما استفاد رجل بعد الكفر بالله شرا من امرأة سيئة الخلق حديدة اللسان و عن عمر بن الخطاب قال النساء ثلث امرأة عفيفة مسلمة هينة لينة ودود ولود تعين اهلها على الدهر و لا تعين الدهر على اهلها قليل ما تجدها و امرأة لم تزد على ان تلد الولد والثالثة غل قمل يجعلها الله في عنق من يشاء و اذا اراد ان ينزعه نزعه و عن ابن عباس بعثت انا و معاوية حكمين فقيل لنا ان رأيتما ان تجمعا جمعتما وان رأيتما ان تفرقا فرقتما والذي بعثهما عثمان و عن ابي بكر الصديق رض قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يدخل الجنة سيئ الملكة و قال عمر ان القبلة من اللمس فتوضؤا منها و قال عثمان اللمس باليد و عن عمر قال الجبت الساحر و الطاغوت الشيطان قرئ عند عمر كلما نضجت جلودهم بدلنهم جلودا غيرها فقال معاذ عندي

تو انھوں نے کہا نہیں! والّذین عقدت ایمانکم پڑھ۔ یہ آیت نازل ہوئی ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ کے بارے میں جب انھوں نے اسلام لانے سے انکار کیا تو ابوبکرؓ نے قسم کھالی تھی کہ وہ ان کو اپنا وارث نہ بنائیں گے پھر جب وہ اسلام لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو حکم دیا کہ اُن کا حصہ وراثت ان کو دیں۔ اور عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے (یعنی اسلام) کے بعد سب سے زیادہ راحت رساں چیز مرد کے لئے ایسی عورت ہے جو اچھے اخلاق والی، محبت والی، بچے جننے والی ہو اور اللہ تعالیٰ سے کفر کے بعد مرد کے لئے سب سے زیادہ بدتر چیز وہ عورت ہے جو بد خلق اور تیز زبان ہو۔ اور مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے فرمایا کہ عورتیں تین[1] طرح کی ہوتی ہیں۔ عورت پاکدامن، اطاعت شعار، بُردبار، نرم مزاج، محبت والی، بچے جننے والی جو اپنے شوہر کو (حوادث) زمانہ کے مقابلہ میں مدد دینے والی ہو اور (حوادث) زمانہ کو شوہر کے مقابلہ پر مدد نہ دے اور ایسی عورتیں تم کو بہت کم ملیں گی اور ایک عورت وہ ہے جس میں بجز اس کے کہ بچے جنتی رہے اور کوئی وصف نہیں۔ اور تیسری ہے گلے کا طوق (سَرکی) جوں۔ اللہ تعالیٰ اُس کو جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب نکالنا چاہتے ہیں نکال بھی دیتے ہیں۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ میں اور معاویہ دونوں حَکَم بنا کر بھیجے گئے تو ہم سے کہا گیا کہ اگر تم اکٹھے رہنا چاہو تو اکٹھے رہنا اور اگر الگ الگ رہنا چاہو تو الگ الگ رہنا۔ اور جس نے دونوں کو بھیجا تھا وہ عثمانؓ تھے۔ اور ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ بدخصلت شخص جنت میں نہ داخل ہوگا۔ اور عمرؓ کا قول ہے کہ بوسہ لمس (یعنی چھونے) میں داخل ہے اس سے وضو کی جائے اور عثمانؓ نے کہا کہ لمس ہاتھ سے متعلق ہے اور مروی ہے عمرؓ سے (الم تر الی الّذین اوتوا نصیبًا من الکتٰب یؤمنون بالجبت والطّاغوت میں) الجبت سے ساحر اور طاغوت سے شیطان مراد ہے۔ عمرؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی کلّما نضجت الخ (۵۶:۴) جب ایک دفعہ اُن کی کھال جل چکے گی تو ہم اُس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری کھال پیدا کردیں گے۔ تو معاذؓ نے کہا کہ میرے پاس

[1] ان حکایات کے ذکر سے یہ مقصد ہے کہ حضرات خلفاءؓ دنیاوی امور میں بھی بڑے تجربہ کار اور صاحب بصیرت تھے۔ اسی کو دکھانے کے لئے حضرت عمرؓ کے چند حکیمانہ کلمات نقل کئے اور عثمانؓ کی فراست ظاہر کرنے کے لئے یہ قول ذکر کیا کہ حضرت عثمانؓ نے سمجھ لیا تھا کہ ان دونوں کی اُفتادِ مزاج مختلف ہے ۱۲ مترجم

سہ غل بالضم طوق گردن و قمل بفتح قاف و سکون میم سپس دستور عرب بود کہ چوں اسیر را گرفتہ در گردنش طوق می انداختند پس اگر موہائے

تفسیرها تتبدل فی ساعۃ مائۃ مرۃ فقال عمر ہکذا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی روایۃ أبیّ مکان معاذ قال عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل ما یُرفع من الناس الامانۃ وآخر ما یبقی الصلوٰۃ ورُبّ مصلٍّ لا خیر فیہ ۔ وعن عکرمۃ فی قولہ تعالیٰ وَأُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ قال ابوبکر وعمر ۔ وعن الکلبی واولی الامر قال ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وابن مسعود ۔ وعن عکرمۃ انہ سُئل عن امہات الاولاد فقال ہن احرار قیل بای شیٔ تقول قال بالقرآن قالوا بماذا من القرآن قال قول اللہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ وکان عمر من اولی الامر قال أُعتِقت وان کان سِقطًا ۔ وعن عمران بن الحصین قال کان عمر اذا استعمل رجلاً کتب فی عہدہ اسمعوا لہ واطیعوا ما عدل فیکم ۔ وعن عمر قال اسمع واطع فان أُمّر علیک عبدٌ حبشیٌّ مجدعٌ ان ضربک فاصبر وان حرمک فاصبر وان اراد امرًا ینتقص دینک فقل دمی دون دینی ۔ واخرج الثعلبی عن ابن عباس فی قولہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ الآیۃ قال نزلت فی رجل من المنافقین یقال لہ بشر خاصم یہودیا

اس کی تفسیر ہے ایک ساعت میں سو دفعہ بدلی جاتی ہے گی۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی سُنا ہے اور ایک روایت میں بجائے معاذ کے اُبَی کا نام مذکور ہے۔ اور عمرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ (قیامت کے قریب) سب سے پہلے جو چیز لوگوں میں سے اُٹھالی جائے گی وہ امانت ہوگی اور باقی رہنے والی چیزوں میں کی آخری چیز نماز ہوگی۔ اور بہت سے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جن میں خیر نہیں اور مروی ہے عکرمہؓ سے بابت ارشاد باری تعالیٰ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ کہا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اور مروی ہے کلبی سے واولی الامر کہا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ و ابن مسعودؓ۔ اور عکرمہؓ سے مروی ہے کہ ان سے اُن باندیوں کے بارے میں پوچھا گیا جن سے بچے پیدا ہو گئے تو اُنھوں نے کہا کہ وہ آزاد ہیں۔ پوچھا گیا کہ آپ کس دلیل سے کہتے ہیں تو اُنھوں نے کہا کہ قرآن سے۔ لوگوں نے کہا کہ قرآن میں یہ کہاں ہے تو اُنھوں نے کہا کہ حق تعالیٰ کا قول ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں اولی الامر ہیں اُن کی) اور عمرؓ اولی الامر میں سے تھے، اُنھوں نے کہا ہے کہ آزاد کر دی جائیگی اگرچہ ادھورا بچہ گر گیا ہو۔ اور مروی ہے عمران ابن الحصین سے اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ جب کسی کو عامل بنایا کرتے تھے تو اُس کی سند پر (عامۃ المسلمین کے لئے یہ ہدایت) لکھتے تھے کہ ان کی بات سُنو اور اطاعت کرو جب تک تم میں عدل کرتے رہیں۔ اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (لوگو سے) آپ نے فرمایا سُن اور اطاعت کر اگرچہ تجھ پر ایک حبشی بیٹھی ہوئی ناک والے غلام کو امیر بنا دیا جائے اگر وہ تجھے مارے تو صبر کر اور اگر تجھے محروم کرے تو بھی صبر کر اور اگر کسی ایسے کام کا ارادہ کرے جس سے تیرے دین کو نقصان پہنچے تو کہدے کہ تو میرا خون بہا سکتا ہے مگر دین نہیں۔ اور اخذ کیا ثعلبی نے ابن عباسؓ سے مروی ہے اس آیت کے بارے میں اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ الخ (۴: ۶۰) کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی، آخر تک۔ فرمایا کہ منافقین میں سے ایک شخص کے بارے میں جس کو بشر کہا جاتا تھا نازل ہوئی۔ اُس نے ایک یہودی کے ساتھ جھگڑا کیا تھا

فدعا الیهودیّ الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ودعاہ المنافقُ الی کعب الاشرف ثم انهما احتکما الی رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم فقضے للیهودیّ فلم یرضَ المنافقُ وقال تعالَ نتحاکمُ الیٰ عمر بن الخطاب فقال الیهودیُّ لعمرَ قضے لنا رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم فلم یرضَ بقضائہٖ فقال للمنافقِ کذلک قال نعم فقال عمر مکانکما حتے اخرُجَ الیکما فدخل عمر فاشتمل علےٰ سیفہٖ ثم خرج فضربَ عنقَ المنافقِ حتے برد ثم قال ھکذا اَقضے لمن لم یرضَ بقضاء اللہ و رسولہٖ فنزلت ؀ وللحدیث طرقٌ متعددۃٌ یُتَمَسَّکُ بہا من ابن لہیعۃ عن ابی الاسود ومن عُتبۃ بن ضَمُرۃ عن ابیہ و عن مکحولٍ وغیر ذٰلک ؀ واخرج مُسلم فی حدیث ابن عباس عن عمر بن الخطاب قال لمّا اعتزل النبیُّ صلے اللہ علیہ وسلّم نساءَہ دخلتُ المسجدَ فنادیتُ باعلےٰ صوتی لم یُطلّق نساءَہ ونزلتْ ھذہ الآیۃ وَاِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ ط وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ فکنتُ انا استنبطتُ ذٰلک الامرَ ومن یعلی بن اُمیّۃ قال سألتُ عمر بن الخطاب فقلتُ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا قد اَمِنَ النَّاس

یہودی نے دعویٰ پیش کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور یہودی پر منافق نے دعویٰ کیا کعب الاشرف کے یہاں۔ پھر دونوں نے حَکَم بنایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو۔ تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا لیکن منافق راضی نہ ہوا اور اُس نے (یہودی) سے کہا کہ آ ہم یہ مقدمہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس لیجائیں۔ (چنانچہ لے گئے) تو یہودی نے عمرؓ سے کہا کہ ہمارا فیصلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے مگر یہ آپ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا تو عمرؓ نے منافق سے پوچھا کہ کیا یہی بات ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں تو عمرؓ نے کہا یہیں کھڑے رہو جب تک میں باہر آؤں۔ عمرؓ گھر میں گئے اور برہنہ تلوار ہاتھ میں لے کر نکلے اور منافق کی گردن ماردی یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر آپؓ نے فرمایا میں اس طرح فیصلہ کرتا ہوں اُس کا جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حدیث کے اور بھی چند طُرق ہیں جن سے استدلال کیا جاتا ہے۔ (جن میں سے ایک یہ ہے) روایت ہے ابن لہیعہ سے وہ روایت کرتے ہیں ابی الاسود سے وہ عتبہ بن ضمرہ سے وہ اپنے باپ سے وہ مکحول سے وغیر ذٰلک آور اخذ کیا مسلم نے ابن عباسؓ کی حدیث میں روایت ہے عمرؓ بن الخطاب سے آپ نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی تو میں مسجد میں داخل ہوا اور میں نے بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ آپؐ نے اپنی عورتوں کو طلاق نہیں دی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی وَاِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ الخ (۴ : ۸۳) اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو اُن میں ایسے اُمور کو سمجھتے ہیں اُن کے اُوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔" تو وہ شخص جس نے اس امر کا استنباط کیا میں تھا (مراد یہ ہے کہ اَلَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ سے روئے سخن میری جانب ہے) اور یعلے بن امیہ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے سوال کیا عمرؓ بن الخطاب سے اور عرض کیا کہ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ الخ (۴ : ۱۰۱) (اور جب تم زمین میں سفر کرو سو) تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا (بلکہ ضروری ہے) کہ تم نماز کو کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے۔" (جس شرط کے ساتھ یہ حکم دیا گیا تھا وہ اب باقی نہیں رہی یعنی کفار کی طرف سے اندیشہ کیونکہ) اب سب لوگ امن سے ہیں (تو اب قصر کا حکم کیوں باقی ہے؟)

فقال لی عمر عجبتُ مما عجبتَ منہ فسألتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن ذلک قال صدقۃٌ تصدّق اللہُ بہا علیکم فاقبلوا صدقتہٗ وعن عمرو بن دینار ان رجلاً قال لعمر احکم بیننا بما اراک اللہ قال مَہ انما ھذہ للنبی صلے اللہ علیہ وسلم خاصۃً یعنے ان اجتہاد النبی معصومٌ عن الخطأ قطعًا دون غیرہ وعن ابن وہب قال قال لی مالک الحکمُ الذی یحکم بہ بین الناس علےٰ وجہین فالذی یحکم بالقرآن والسنۃ الماضیۃ فذلک الحکمُ الواجب والصواب والحکم الذی یجتہد فیہ العالم نفسہٗ فیما لم یأت فیہ شیئٌ فلعلہ ان یُوافق قال وثالثٌ المتکلّف لما لا یعلم فما احسبہ ذلک ان لا یوافق وروی من طرقٍ متعددۃٍ عن علیٍّ قال سمعتُ ابابکر یقول سمعتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما من عبد اذنب ذنبًا فقام فتوضّأ فاحسن وضوءہٗ ثم قام فصلّے واستغفر من ذنبہ الا کان حقًّا علے اللہ ان یغفر لہٗ لانہ یقول وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللہَ یَجِدِ اللہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ وعن زید بن اسلم عن ابیہ انّ عمر بن الخطاب اطّلع علے ابی بکر وھو یمدّ لسانہٗ قال ما تصنع یا خلیفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال انّ ھذا الذی اوردنے الموارد انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لیس شیئٌ من الجسد الا یشکو ذرب اللسان علے حدّتہ عن مالک

تو مجھ سے عمرؓ نے فرمایا کہ جس امر سے تمکو حیرانی ہوئی مجھے بھی ہوئی تو میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ انعام ہے جو اللہ تم نے پر کیا تو اس کے انعام کو قبول کرو۔ اور مروی ہے عمرو بن دینار سے کہ ایک شخص نے عمرؓ سے کہا کہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے اس شے کے ساتھ جو اللہ نے آپ پر منکشف کر دی فرمایا خبردار یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص ہے یعنی نبی کا اجتہاد خطا سے بالکل پاک ہے کسی دوسرے کا نہیں۔ اور مروی ہے ابن وہب سے انھوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالکؒ نے کہا کہ وہ حکم جس سے لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جاتا ہے دو قسم کا ہے تو جو فیصلہ کیا جائیگا قرآن سے اور سنت جاریہ سے تو یہ حکم واجب ہے اور صواب ہے اور جو ایسا حکم ہے کہ اس میں عالم نے اپنی طرف سے اجتہاد کیا ہو ایسی بات کے متعلق جس کے بارے میں کوئی شئی (یعنی دلیل قرآن و حدیث میں) نہیں آئی تو امید کہ وہ حق کے موافق ہو جائے کہا کہ ایک تیسرا بھی ہو یعنی متکلّف (بیجا اختمالات پر حکم کی بنیاد قائم کرنے والا) ایسے مسئلہ میں جس کو وہ نہیں جانتا تو جو میں اس کے بارے میں گمان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ حق کے موافق نہ ہوگا۔ اور متعدد طریقوں سے حضرت علیؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے ابو بکرؓ سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ کہتے تھے کہ ایسا کوئی بندہ نہیں جس نے کوئی گناہ کیا پھر وہ اٹھا اور اس نے وضو کی اور عمدگی کے ساتھ کی پھر اس نے نماز پڑھی اور اپنے گناہ سے استغفار کیا (یعنی معافی طلب کی) تو اللہ پر حق ہو گیا (یعنے ضروری) کہ وہ اس کو معاف کر دے کیونکہ وہ فرماتا ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا الخ (رکوع ۱۰: ۴م)

اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائیگا۔

اور روایت ہے زید بن اسلم سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب حضرت ابو بکرؓ کے یہاں پہنچے اور وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے تھے۔ عمرؓ نے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کر رہے ہو؟ ابو بکرؓ نے کہا کہ یہی ہے وہ جس نے مجھے ہلاکت کے مقامات میں پہنچایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شئی (یعنے کوئی عضو جسم) ایسا نہیں مگر کہ وہ (بزبان حال) زبان کا اس کی تیزیؔ اور بدکلامی پر شاکی ہے۔ مروی ہے مالک سے

ۃ زبان نے بدکلامی کی کسی پر بہتان لگادیا، حد قذف جاری ہوئی کمر پر کہ اس پر کوڑوں کی مار پڑی۔ کسی کو گالی دی جس کے نتیجہ میں گال طمانچے کھا رہے ہیں۔ اس طرح ہر عضو اس کی ناشائستگی سے تکلیف اٹھاتا ہے اس لئے انسان کو چاہیئے کہ اس پر قابو رکھے ۱۲ مترجم

قال كان عمر بن عبد العزيز يقول سَنَّ رسولُ الله صلے الله عليه وسلّم وولاةُ الأمرِ من بعده سُنَنًا الأخذ بها تصديقٌ لكتاب الله واستكمالٌ لطاعته وقوّةٌ على دين الله ليس لاحدٍ تغييرُها ولا تبديلُها ولا النظر فيما خالفَها مَن اقتدى بها مُهتدٍ ومن استنصر بها منصورٌ ومَن يخالفها اتّبعَ غير سبيل المؤمنين وولّاهُ الله ما تولّى وأصلاهُ جهنّم وسَاءَتْ مصيرًا ۔ وعن ابن عمر انّ عمر بن الخطاب كان ينهى من اختصاء البهائم ويقول هَل النّماءُ الّا في الذّكور ۔ وقد صحّ من طرق متعددة عن ابي بكر الصديق انه قال كيف الفلاحُ يا رسول الله بعد هذه الآية لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتَابِ ط مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ فكل سوء جزينا به فقال النبي صلے الله عليه وسلم غفر الله لك يا ابا بكر أَلَسْتَ تَنْصَبُ أَلَسْتَ تَحْزَنُ ألستَ تُصيبكَ اللأواءُ قال بلى قال فهو ما تجزون به ۔ وفي رواية عن ابي بكر الصديق قال كنتُ عند النبي صلے الله عليه وسلم فنزلت هذه الآية مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ فقال رسول الله صلے الله عليه وسلم يا ابا بكر ألا أُقرئك آيةً نزلت عليّ قلتُ بلى يا رسول الله فاقرأنيها فلا أعلم الّا انّي وجدتُ انقصامًا في ظهري حتى تمطّأتُ لها فقال رسول الله صلے الله عليه وسلم

انھوں نے کہا کہ عمرؓ بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ ایسا اچھا طریقہ قائم کر دیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے ان اصحاب نے جو آپ کے بعد اولی الامر تھے (یعنی خلفاء راشدین) کہ اُن کی راہ کو پکڑ لینا (ہی سب کچھ ہے) کتاب اللہ کی تصدیق (بھی) ہے، اللہ کی فرمانبرداری کی تکمیل بھی، اللہ تعالیٰ کے دین پر ثابت قدمی بھی۔ کسی کو اس میں تغیرؔ و تبدّل کرنے کا حق نہیں ہے اور نہ اپنی رائے سے اُس میں خلاف کرنے کا۔ جس نے اُس کا اقتدا کر لیا ہدایت یافتہ ہوا اور جس نے اُس سے مدد چاہی وہ منصور ہوا اور جس نے اس طریقہ کی مخالفت کی اُس نے مومنین کی مخالف راہ کا اتباع کیا اور اللہ بھی اس سے رُوگرداں رہے گا (یعنی رحمت سے متوجہ نہ ہوگا) جب تک یہ (اس طریق سے) رُوگرداں رہے گا اور (انجام کار) اُس کو جہنم میں جھونک دے گا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب بہائم (یعنی بیل بکرے وغیرہ) کو خصی کرنے سے منع کیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ نسل بڑھانے کا معاملہ تو ذکور ہی پر منحصر ہے۔ اور طرق متعددہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ اب کیسے نجات ہوگی اس آیت کے بعد لیس بامانیکم الخ (۴: ۱۲۳) "نہ تمھاری تمناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے جو شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اُس کے عوض میں سزا دیا جائے گا۔" تو ہر بُرائی کی ہم کو سزا دی جائیگی۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ اللہ تعالیٰ نے تمھاری مغفرت کر دی ہے کیا تمھاری دشمنی نہیں کیجاتی؟ کیا تم کو غمگین نہیں کیا جاتا؟ کیا تمھارے حصّہ میں مُصیبت نہیں آتی؟ آپ نے فرمایا کہ بس یہی تو وہ جزا ہے جو تم کو دی جاتی ہے۔ اور ایک روایت میں ابوبکر صدیقؓ سے یوں مروی ہے کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی من یعمل سوءًا تا نصیرًا ۝ (۴: ۱۲۳) "جو شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کے عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو وہ آیت نہ سناؤں جو مجھ پر نازل ہوئی۔ میں نے عرض کیا ضرور سنایئے یا رسول اللہ، تو آپ نے پڑھ کر سنائی تو میں نہیں جانتا (کہ کس طرح اپنا حال کہوں) بجز اس کے کہ میں اپنی کمر ٹوٹنے کو محسوس کر رہا تھا یہاں تک (کہ سست ہو گیا) کہ اس کی وجہ سے جمھائیاں آنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مالک یا ابا بکر، قلت بابی انت و امی
یا رسول اللہ و اینا لم یعمل السوء انا
لمجزیون بکل سوء عملناہ فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انت واصحابک
یا ابا بکر المومنون فتجزون بذلک فی الدنیا
حتی تلقوا اللہ لیس لکم ذنوب و اما
الآخرون فیجمع لہم ذلک حتی یجزون
یوم القیمۃ وعن محمد بن المنتشر قال
قال رجل لعمر بن الخطاب انی اعرف اشد
آیۃ فی کتاب اللہ فاہوی عمرؓ
فضربہ بالدرۃ و قال مالک نقبت
عنہا حتی تعلمہا فانصرف حتی اذا
کان الغد قال لہ عمر الآیۃ التی ذکرت
بالامس فقال من یعمل سوءا یجز بہ
فما منا احد یعمل سوءا الا جوزی بہ
فقال عمر لبثنا حین نزلت ما
ینفعنا طعام ولا شراب حتی انزل
اللہ بعد ذلک و رخص وقال و
من یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم
یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما
واخرج مالک ومسلم عن عمر قال ما سألت
النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن شیٔ اکثر
مما سألتہ عن الکلالۃ فقال یکفیک آیۃ
الصیف التی فی آخر النساء واخرج
البخاری ومسلم عن عمر قال ثلث وددت
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان عہد
الینا فیہن عہدا انتہی الیہ الجد والکلالۃ
وابواب[1] من ابواب الربوا وعن سعید بن جبیر

ابوبکرؓ تم کو کیا ہوا! میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر نثار، اور ہم میں
کون ہے جس نے برا کام نہیں کیا ہم ضرور برے کاموں پر سزا دیے جائیں گے
جن کا ہم نے ارتکاب کیا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ
کیا تم اور تمھارے ساتھی مومنین نہیں ہو۔ تو تم کو اس کی سزا دنیا ہی میں
دیدی جاتی ہے یہاں تک کہ تم اللہ سے ایسے حال میں ملوگے کہ تمھارے اوپر
کوئی گناہ نہ ہوگا اور دوسرے لوگ تو اُن کے گناہ جمع کئے جاتے رہیں گے
یہاں تک کہ اُن کو قیامت کے دن سزا دی جائے گی۔ اور مروی ہے محمد بن
المنتشر سے انھوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے عمرؓ بن الخطاب سے کہا کہ میں
جانتا ہوں کتاب اللہ کی ایک بڑی سخت آیت کو (آگے کچھ نہ بولا) عمرؓ نے
درہ اٹھا کر اس کے مارا اور کہا کیا ہوا تجھے اس کو منقب کر کے رکھ لیا اور
اس کا علم حاصل کر لیا (اور دین کی بات کو دوسرے مومنین سے چھپا رہا ہے)
وہ شخص چلا گیا یہاں تک کہ جب اگلا دن ہوا (اور وہ آیا) تو حضرت عمرؓ
نے اس سے کہا کہ (بتاؤ) وہ آیت جس کا ذکر تم نے گزشتہ شام کیا تھا۔
اس نے کہا کہ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ تو ہم میں کوئی ایسا نہیں جو برا
کام کرے گا مگر اس کو اس کی سزا دی جائیگی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب
یہ آیت نازل ہوئی تو ہم اس حال میں مبتلا ہوگئے تھے کہ نہ ہم کو کھانا مرغوب
تھا اور نہ پانی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد دوسری آیت نازل کی
اور سہولت بخشی اور فرمایا وَمَنْ یَّعْمَلْ تا رَحِیْمًا (۴: ۱۱۰) اور جو شخص
کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے
تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا۔ اور اخذ
کیا مالکؒ نے اور مسلمؒ نے، روایت ہے عمرؓ سے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی شئے کے بارے میں اتنا زیادہ نہیں پوچھا جتنا کلالہ
کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تمھارے لئے آیۃ الصیف کافی ہے
جو سورۂ نساء کے آخر میں ہے (یعنی قل اللہ یفتیکم فی الکللۃ الخ)
اور بخاری و مسلم نے اخذ کیا روایت ہے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ تین چیزیں
تھیں جن کے بارے میں میری خواہش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہمیں ہدایت نامہ لکھوا دیں جس کو ہم آخری بات قرار دیں، دادا کا حق اور
کلالہ کا حق اور چند ابواب سود کے ابواب میں سے۔ اور مروی ہے سعید بن جبیر سے کہ

[1] کلالہ وہ شخص ہے جس کے نہ کوئی اوپر ہو نہ نیچے یعنی نہ باپ دادا پردادا ہو اور نہ بیٹا پوتا وغیرہ ۱۲ مترجم

ان عمر کتب فی الجد والکلالۃ کتابا فمکث یستخیر اللہ یقول اللھم ان علمت ان فیہ خیرا فامضہ حتی اذا طعن دعا بالکتاب فمحی فلم یدر احد ما کتب فیہ فقال انی کتبت فی الجد والکلالۃ کتابا وکنت استخیر اللہ فیہ فرأیت ان اترکم علی ما کنتم علیہ و عن الشعبی قال سئل ابو بکر عن الکلالۃ فقال انی ساقول فیہا برأیی اراہ ما خلا الوالد والولد فلما استخلف عمر قال الکلالۃ ما عدا الولد فلما طعن عمر قال انی لاستحیی اللہ ان اخالف ابا بکر رضی اللہ عنہ و عن ابی بکر الصدیق انہ قال من مات ولیس لہ ولد ولا والد وورثتہ کلالۃ فضج منہ علیؓ ثم رجع الی قولہ و عن قتادۃ قال ذکر لنا ان ابا بکر الصدیق قال فی خطبتہ الا ان الآیۃ التی انزلت فی اول سورۃ النساء فی شان الفرائض انزلہا اللہ فی الولد والوالد والآیۃ الثانیۃ انزلہا فی الزوج والزوجۃ والاخوۃ من الام والآیۃ التی ختم بہا سورۃ الانفال انزلہا فی اولی الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ مما جرت بہ الرحم من العصبۃ۔

عمرؓ نے دادا اور کلالہ کے بارے میں ایک مکتوب تحریر کیا پھر اس کو نافذ کرنے میں توقف کیا اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتے رہے اور یہ دعا کرتے رہے کہ یا اللہ اگر آپ کے نزدیک اس میں خیر ہو تو اس کو جاری کیجئے۔ یہاں تک کہ جب آپ مجروح کر دیئے گئے تو آپ نے وہ مکتوب منگایا پھر اس کو مٹا دیا اور کسی کو معلوم نہ ہوا کہ اس میں کیا لکھا تھا۔ پھر فرمایا کہ میں نے دادا اور کلالہ کے بارے میں ایک مکتوب لکھا تھا اور میں اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں استخارہ کرتا رہا۔ اب میری رائے یہ ہوئی کہ تم کو اسی طرز عمل پر چھوڑ دوں جس پر تم کاربند رہے ہو۔ اور شعبی سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ابو بکرؓ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ میں تم سے اس کے بارے میں اپنی رائے بتاتا ہوں جو میں سمجھا گیا ہوں (کلالہ وہ ہے) جس نے نہ باپ چھوڑا ہو نہ بیٹا۔ پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کہا کہ کلالہ وہ ہے جس کے بیٹا نہ ہو پھر جب عمرؓ مجروح ہوئے تو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے شرماتا ہوں کہ ابو بکرؓ کی مخالفت کروں۔ اور مروی ہے ابو بکر صدیقؓ سے انھوں نے کہا کہ جو شخص مر گیا ایسی حالت میں کہ نہ اس کے بیٹا ہے اور نہ باپ اور اس کے ورثہ وہ کلالہ ہے تو ان سے علیؓ نے اعراض کیا پھر ان کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔ اور قتادہؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ ابو بکر صدیقؓ نے اپنے خطبہ میں یہ کہا کہ دیکھو جو آیت سورۃ النساء کے شروع میں فرائض کی شان میں نازل ہوئی ہے اللہ نے اس کو بیٹے اور باپ کے بارے میں نازل کیا ہے اور دوسری آیت کو نازل کیا ہے شوہر اور زوجہ اور اخیافی بھائیوں کے بارے میں اور وہ آیت جس پر سورۃ انفال کو ختم کیا ہے اس کو نازل کیا ہے ذوی الارحام کے بارے میں ان میں سے بعض بعض سے زیادہ قریب ہیں کتاب اللہ میں (یعنی ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں) یعنی ان میں سے جو رحم کے واسطہ سے قریب ہیں بہ نسبت عصبہ کے (یہ اولی الارحام کی تشریح ہے)۔

آیات سورۃ المائدۃ

قال اللہ تعالے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ایھا الذین آمنوا من یرتد الخ (۵: ۴ ۵ تا ۵۶) اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی، مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے کافروں پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی

لائم ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

فقیر گوید عفی عنہ این آیات اَدلّ دلیل است بر خلافت خاصہ ابوبکر صدیقؓ و بر فضائل و مناقب او و تابعانِ او بوجہے کہ جاہل آن معذور نباشد و منکر آن منقطع الحجۃ باشد در اسلام۔

تفصیل این اجمال آنکہ خدائے تعالیٰ درین آیات خبر داد کہ جماعہ از متکلمین بکلمۂ اسلام مرتد خواہند شد و وعدہ فرمود کہ جماعہ از محبین و محبوبین و کذا و کذا خواہم آورد و معنے آوردن آنست کہ از میانِ قبائل عرب گروہ گروہ برآمدہ بمحض توفیق الٰہی مجتمع شوند و در برابر مرتدین داد قتال دہند و این وعدہ بہیئتہا وصورتہا در زمان صدیق اکبرؓ واقع شد گروہ گروہ از قبائل عرب برآمدہ زیر رایت حضرت صدیقؓ جمع شدند و بامر او مقاتلہ نمودند تاآنکہ نائرہ فتنہ فرونشست و عالم بشکل اول بازگشت و بعد از آن حادثہ الی یومنا ہذا کہ مدّ و متطاول گذشتہ باین صفت قتال مرتدین واقع نشد پس صدیق اکبرؓ و اتباع او باین فضائل عظیمہ کہ در اسلام فضیلتے بالاتر از آن نمی باشد متصف بودند و ہمین است معنے خلافت خاصہ وھو المقصود و اخرج البخاریؒ و مسلم عن طارق بن شہاب قال قالت الیہود لعمر انکم تقرؤن آیۃ فی کتابکم لو نزلت علینا معشر الیہود لاتخذنا ذلک الیوم عیدا قال ای آیۃ قالوا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ الخ قال عمر

ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔ تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسولؐ سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ تعالیٰ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ یہ آیات ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافتِ خاصہ اور ان کے تابعین کے فضائل و مناقب پر اس قدر واضح دلیل ہیں کہ اب وہ شخص جو ان کو نہ جانتے والا تھا معذور نہیں رہے گا اور جو ان (فضائل) کا منکر ہے اس پر اسلام میں حجت تمام ہوگئی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں خبر دی ہے کہ ایک جماعت کلمۂ اسلام پڑھنے والوں کی مرتد ہوجائے گی اور وعدہ فرمایا کہ محبین اور محبوبین کی ایک جماعت کو جن کی ایسی اور ایسی صفات ہونگی ہم لائیں گے اور لانے کے معنے یہ ہیں کہ وہ لوگ قبائل عرب میں سے گروہ گروہ نکل کر محض توفیق الٰہی سے مجتمع ہوجائیں اور مرتدین کے مقابلہ پر دادِ قتال دیں اور یہ وعدہ اسی ہیئت وصورت کے ساتھ صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں پورا ہوگیا، کہ گروہ گروہ قبائل عرب نکل نکل کر حضرت صدیقؓ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے اور ان کے حکم سے انھوں نے مقابلہ کیا یہاں تک کہ فتنہ کے شعلے ٹھنڈے ہوگئے اور عالم پہلی شکل پر واپس آگیا اور اس حادثہ کے بعد ہمارے آج کے دن تک کہ بہت بڑی مدت گزر چکی ہے اس صفت کے ساتھ مرتدین سے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ پس صدیق اکبرؓ اور ان کے تابعین ان فضائل عظیمہ سے کہ اسلام میں کوئی فضیلت ان سے بالاتر نہیں ہے متصف تھے اور یہی خلافتِ خاصہ کے معنے ہیں اور وہی ہمارا مقصود ہے۔ اور اخذ کی بخاری اور مسلم نے روایت ہے طارق بن شہاب سے انھوں نے بیان کیا کہ یہود نے عمرؓ سے کہا کہ تم لوگ ایک ایسی آیت اپنی کتاب میں پڑھتے ہو کہ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دے لیتے۔ عمرؓ نے پوچھا اور وہ کونسی آیت ہے تو انھوں نے کہا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ الخ (۵ : ۳) آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کردیا۔ عمرؓ نے کہا

و اللہ انی لاعلم الیوم الذی نزلت علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیہ والساعۃ التی نزلت علے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عشیۃ عرفۃ فی یوم الجمعۃ وعن میسرۃ قال لما نزلت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ و ذلک یوم الحج الاکبر بکے عمر فقال لہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما یبکیک قال ابکانی انا کنا فے زیادۃ من دیننا فاما اذا کمل فانہ لم یکمل شئ قط الا نقص قال صدقت وعن علقمۃ بن عبد اللہ المزنی قال کنت فی مجلس عمر بن الخطاب فقال عمر لرجل من القوم کیف سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول قال ان الاسلام بدأ جذعا ثم ثنیا ثم رباعیا ثم سدیسا ثم بازلا[1] قال عمر فما بعد البزول الا النقصان وعن عمر بن الخطاب قال المسلم یتزوج النصرانیۃ و لا یتزوج المسلمۃ النصرانی اخرجہ مسلم وعن بریدۃ قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یتوضأ عند کل صلوۃ فلما کان یوم الفتح توضأ و مسح علے خفیہ وصلے الصلوات بوضوء واحد فقال عمر یا رسول اللہ انک فعلت شیئا لم تکن تفعلہ قال انی عمدا فعلتہ یا عمر وعن علے انہ قرأ وَاَرْجُلَکُمْ قال عاد الے الغسل وعن ابن مسعود انہ قرأ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ بالنصب وعن عروۃ انہ کان یقرأ وَاَرْجُلَکُمْ یقول رجع الامر الے الغسل وعن ابی عبد الرحمن السلمی قال

واللہ میں اُس دن کو جس میں یہ آیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی بخوبی جانتا ہوں اور اُس ساعت کو بھی جس میں یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ عرفہ کی شام اور جمعہ کے دن میں اور میسرہ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ جب آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل ہوئی اور یہ حج اکبر کا دن تھا تو عمرؓ رونے لگے۔ اس پر ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟ عمرؓ نے کہا کہ مجھے یہ (خیال) رُلا رہا ہے کہ اب تک ہم اپنے دین میں ترقی پر تھے اور اب وہ کامل ہو چکا تو کوئی شے ایسی نہیں جب وہ کامل ہو جائے (اسی کمال پر باقی رہے) اُس میں انحطاط رونما ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ اور علقمہ بن عبد اللہ مزنی سے مروی ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ میں عمرؓ بن الخطاب کی مجلس میں تھا تو عمرؓ نے قوم (یعنی حاضرین مجلس) میں سے ایک شخص سے کہا کہ کیونکر سُنا تھا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو آپ فرما رہے تھے۔ اُس نے کہا کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی ترقی کی مثال اُونٹ کی طرح ہے جو پانچ برس کا اُونٹ ہوتا ہے پھر چھ برس کا پھر سات برس کا پھر آٹھ برس کا (جس کو بازل کہتے ہیں یعنی اب انتہائی طاقت پر آگیا) عمرؓ نے کہا کہ بزول (یعنی منتہائے قوت پر) پہنچنے کے بعد کیا ہے بجز انحطاط کے۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان مرد نصرانی عورت سے نکاح کرلے اور مسلمان عورت نصرانی مرد سے نکاح نہ کرے۔ مسلم نے اخذ کیا۔ روایت ہے بُریدہؓ سے اُنھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے قریب وضو کیا کرتے تھے پھر جب فتح (مکہ) کا دن آیا تو آپ نے وضو کی اور اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا اور نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھیں تو آپ سے عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ (آج) آپ نے ایسا کام کیا جو آپ (پہلے) نہیں کیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے قصداً کیا ہے اے عمرؓ۔ اور مروی ہے علیؓ سے کہ اُنھوں نے قرات کی وَاَرْجُلَکُمْ فرمایا کہ (پھر کلام) لوٹتا ہے غسل (یعنی دھونے) کی طرف۔ اور مروی ہے ابن مسعودؓ سے کہ اُنھوں نے پڑھا وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ (لام کے) زبر کے ساتھ اور مروی ہے عروہ سے کہ وہ پڑھا کرتے وَاَرْجُلَکُمْ اور کہتے لوٹ گیا ہے امر غسل کی طرف۔ اور ابی عبد الرحمن السلمی سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ

[1] بازل وہ اونٹ جو آٹھ برس کا ہو کر نویں میں لگا ہو پھر جب دسویں میں لگے تو اس کو بازل عام اور گیارہویں میں لگے تو بازل عامین کہتے ہیں ۱۲ مترجم از لغات الحدیث

قرأ الحسنُ والحسينُ وارجلِكم الى الكعبين فسمعَ عليٌّ ذلك وكان يقضي بين الناس فقال وارجلكم هذا من المقدّم والمؤخر من الكلام وعن الاعمش قال كانوا يقرؤنها برؤسكم وارجُلكم بالخفض وكانوا يغسلونَ وعن عبد الرحمن بن ابي ليلى قال اجتمع اصحابُ رسول الله صلى الله عليه وسلم في غسل القدمَين وعن الحكم قال مضت السُّنَّةُ من رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمين بغسل القدمَين وعن انس قال نزل القرآنُ بالمسح والسُّنّةُ بالغسل قلتُ خالفهم ابنُ عباس فقال بالمسح وكان عملُه على الغسل عن ابن عباس قال أبَى الناسُ الا الغسلَ ولا أجدُ في كتاب الله الا المسحَ وعن ابن عباس قال الوضوء غسلتان ومسحتانِ وعن ابن عباس قال افترض الله غسلتين ومسحتين الا ترى انه ذكر التيمم فجعل مكان الغسلتين مسحتين وترك المسحتين واخرج البخاري عن عائشةَ قالت سقطت قلادةٌ لي بالبيداء ونحنُ داخلون المدينةَ فاناخ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم ونزل فثنى رأسه في حجري راقدًا واقبل ابو بكر فلكزني لكزةً شديدةً وقال حبستِ الناسَ في قلادةٍ فبي الموتُ لمكان رسول الله صلى الله عليه وسلم وانّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم استيقظ وحضرت الصبحُ فالتمسَ الماءَ فلم يجدْ فنزلت هذه الآيةُ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ الآية فقال أُسيد بن الحُضير لقد بارك اللهُ للناس فيكم

حسنؓ اور حسینؓ نے وارجلکُم الی الکعبَین پڑھا تو یہ علیؓ نے سنا اور وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر رہے تھے اس پر فرمایا کہ یہ وارجلکُم باللام کلام میں مقدّم اور مؤخر میں سے ہے (جو فصاحت کا اسلوب ہے) اور مروی ہے اعمش سے انھوں نے کہا کہ لوگ پڑھتے تھے اس کو برؤسکم وارجلکم زیر کے ساتھ اور پاؤں دھویا کرتے تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجماع کیا ہے دونوں پاؤں کے دھونے پر۔ اور مروی ہے حکم سے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں سے قدمَین کا دھونا طریقہ جاریہ ہے۔ اور انسؓ سے مروی ہے کہ ان کا قول ہے کہ قرآن میں نزول مسح کا ہوا (جو صفائی کا ادنیٰ مرتبہ ہے) اور سنّت دھونا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان کا خلاف کیا ہے ابن عباسؓ نے (بھی) وہ قائل مسح کے تھے مگر ان کا عمل دھونے ہی کا تھا۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ سب لوگوں نے غسل کے سوا کا انکار کیا اور میں کتاب اللہ میں مسح کے سوا اور کچھ نہیں پاتا۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے انھوں نے کہا کہ وضو دو (اعضاء کا) دھونا اور دو (اعضاء کا) مسح ہے۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ اللہ تعالیٰ نے دو غسل اور دو مسح فرض کئے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے تیمم کا ذکر کیا تو اس میں دو غسل کے بجائے دو مسح رکھدیئے اور دو مسحوں کو چھوڑ دیا۔ اور اخذ کیا بخاری نے، مروی ہے عائشہؓ سے کہ (بحالتِ سفر) میدان میں میرا ہار گر گیا اور ہم مدینہ میں داخل ہونے کو تھے (ان کی اس شکایت پر کہ ہار گر گیا لوگ اس کی تلاش کے لئے گئے اور سفر رک گیا) پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو بٹھایا اور اتر گئے اس کے بعد میری گود میں سر رکھ کر سو گئے اور ابو بکرؓ آئے اور انھوں نے بڑے زور سے میرے ایک مکا مارا اور کہا کہ تونے لوگوں کو ایک ہار کے پیچھے سفر سے روک دیا تو مجھے موت کا مزا آگیا (کہ نہ رو سکی اور نہ بدن ہلا سکی) بوجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام استراحت کے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوگئے اور صبح نمودار ہوگئی پھر آپ نے پانی مانگا تو وہ نہ ملا تو یہ آیت نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الخ (۶:۵)

اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ، آخر تک۔ تو اسیدؓ بن حضیر نے کہا کہ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے تم میں بڑی برکت رکھی ہے

یاآل ابی بکر ذکر عکرمۃ فی حدیث طویل ان رجلین من المسلمین قتلا رجلین کان بین قومھما و بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم موادعۃ فقدم قومھما علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یطلبون عقلھما فانطلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ وطلحۃؓ والزبیرؓ وعبدالرحمٰن بن عوف حتی دخلوا علی بنی النضیر یستعینوھم فی عقلھما فقالوا نعم فاجتمعت یھود لقتل النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ فاعتلوا لہ بصنعۃ الطعام فاتاہ جبرئیل بالذی اجتمعت لہ یھود من الغدر و خرج ثم دعا علیاً فقال لاتبرح مکانک ھذا فمن مر بک من اصحابی فسالک عنی فقل وجھۃ الی المدینۃ فادرکوہ فجعلوا یمرون علی علیؓ فیقول لھم الذی امرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اتی علیاً آخرھم ثم تبعھم ففی ذلک نزلت اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ ۔۔۔ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَۃٍ مِّنْھُمْ و من مسروق قال قلت لعمر بن الخطاب ارأیت الرشوۃ فی الحکم من السحت ہی قال لا ولکن کفر انما السحت ان یکون للرجل

اے آل ابی بکر، عکرمہ نے ایک حدیث طویل میں ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں میں کے دو آدمیوں نے ایسے دو آدمیوں کو قتل کر دیا کہ ان کی قوم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مصالحت تھی۔ اس کے بعد اُن کی قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُن دونوں (مقتولوں) کی دیت کا مطالبہ لے کر آئی تو روانہ ہوتے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف تھے یہاں تک کہ یہ سب بنی نضیر کے یہاں پہنچے تاکہ اُن دونوں کی دیت کی ادائیگی میں ان سے مدد لیں تو انھوں نے کہا بہت اچھا۔ اب یہود نے اتفاق رائے کر لیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے قتل پر اور (ٹھہرانے کے لئے) حیلہ بنایا کھانا بنانے لگا۔ تو آپ کے پاس جبرئیلؑ وہ خبر لے کر آئے جس پر یہود آپ کے ساتھ غداری کرنے کے لئے متفق الرائے ہوئے تھے آپ نکل گئے پھر آپ نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ اس جگہ سے نہ ہٹنا جو ہمارے اصحاب میں سے اِدھر سے گزرے اور میرے متعلق تم سے پوچھے تو بتاتے رہو کہ وہ مدینہ کو روانہ ہو چکے ہیں، اُن سے جا ملو۔ پھر اصحاب نے جب حضرت علیؓ کے پاس سے گزرنا شروع کیا تو وہ اُن سے وہ بات کہتے رہے جس کا حکم ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ (تو ہر ایک آپ کے پاس پہنچا رہا) یہاں تک کہ ان میں کا آخری شخص بھی آگیا۔ پھر ان کے پیچھے علیؓ بھی پہنچ گئے۔ اسی بارے میں آیت نازل ہوئی اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا الخ (۵: ۱۱) "جب ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں" سے عَلٰی خَآئِنَۃٍ مِّنْھُمْ تک یعنی اور آپ کو آئے دن اُن کی کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع ہوتی ہی رہتی ہے الخ۔ اور مسروق سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے کہا کہ حکم میں رشوت کے بارے میں آپؓ کی کیا رائے ہے (یعنی حاکم رشوت لیکر کوئی فیصلہ کرے) کیا یہ "سحت" ہی کے حکم میں داخل ہے؟ فرمایا نہیں لیکن کفر ہے۔ "سحت" کی صورت تو صرف یہ ہے کہ کسی شخص کا

۱۔ سحت (مال حرام) کے بارے میں حضرت علیؓ کا ارشاد یہ ہے کہ سحت ہے رشوت لیکر فیصلہ کرنا، رنڈی کی خرچی، پچھنے لگانے کی مزدوری، شراب کی قیمت، مُردار کی قیمت، بجومی کی شیرینی، نر کو مادہ پر کدانے کی اُجرت، کتے کی قیمت، اور ہر گناہ کے کام کی اُجرت، امام جعفر صادق کا قول ہے کہ سحت کی بہت قسمیں ہیں لیکن رشوت لیکر حکم دینا، یہ تو اللہ کے نزدیک کفر کے برابر ہے۔ ٭ حضرت مسروقؒ کا سوال حاکم یا قاضی کے رشوت لینے سے متعلق تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں "نہیں" فرمایا اور سحت کو جو عام جسکی تشریح فرمائی اس سے ہلکا قرار دیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سحت صرف اسی ایک صورت مذکورہ میں محدود ہے۔ مقصد یہ ہے کہ صرف اسی طرح کی صورتوں کے لئے لفظ سحت استعمال ہوتا ہے۔ اگلی روایت میں آپ نے اس قسم کی رشوت کو بھی سحت ہی کے ماتحت لکھا ہے لیکن اسکی شناعت کفر تک پہنچتی ہے۔ اس لئے عام مستعمل معنے کے لحاظ سے آپ نے نفی کی تھی ۱۲ مترجم

عند السلطان جاہ و منزلۃ و یکون للآخر الی السلطان حاجۃ فلا یقضی حاجتہ حتی یہدی الیہ ہدیۃ۔ و عن عمر قال بابان من السحت یا کلہما الناس الرشا فی الحکم و مہر الزانیۃ۔ عن لیث قال تقدم الی عمر بن الخطاب خصمان فاقامہما ثم عادا فاقامہما ثم عادا ففصل بینہما فقیل لہ فی ذلک فقال تقدما الی فوجدت لاحدہما مالم اجد لصاحبہ فکرہت ان افصل بینہما علی ذلک ثم عادا فوجدت بعض ذلک فکرہت ثم عادا و قد ذہب ذلک ففصلت بینہما عن عیاض ان عمر امر ابا موسی الاشعری ان یرفع الیہ ما اخذ و ما اعطی فی ادیم واحد و کان لہ کاتب نصرانی[ع] فرفع الیہ ذلک فعجب عمر و قال ان ہذا لحفیظ ہل انت قاری لنا کتابا فی المسجد جاء من الشام فقال انہ لا یستطیع ان یدخل المسجد قال عمر اجنب قال لا بل نصرانی قال فانتہرنی و ضرب فخذی ثم قال اخرجہ ثم قرأ لا تتخذوا الیہود والنصاری اولیاء الآیۃ عن قتادۃ قال انزل اللہ ہذہ الآیۃ و قد علم انہ سیرتد مرتدون من الناس فلما قبض اللہ نبیہ ارتد عامۃ العرب عن الاسلام الا ثلثۃ مساجد اہل المدینۃ و اہل مکۃ و اہل الجواثا من عبد القیس

بادشاہ کے نزدیک خاص مرتبہ اور عزت ہو اور دوسرے شخص کو بادشاہ سے کوئی حاجت متعلق ہوئی تو وہ اُس کی حاجت پوری نہ کرے جبتک یہ شخص اس کو کچھ ہدیہ نہ دیدے۔ اور مروی ہے عمرؓ سے کہ آپ نے فرمایا کہ سحت کے دو دروازے ہیں جن سے لوگ کھاتے ہیں حکم میں رشوت لینا (حاکم یا قاضی کا) اور زانیہ کی خرچی۔ اور لیث سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے دو مدعی مدعا علیہ آئے آپ نے اُن کو اپنے سامنے کھڑا کیا پھر واپس کردیا۔ پھر کھڑا کرلیا پھر لوٹا دیا اس کے بعد (بلاکر) دونوں میں فیصلہ کیا۔ اس پر آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ دونوں میرے پاس آئے تو میں نے ان میں سے ایک کے متعلق اپنے دل میں وہ بات پائی (یعنے غصہ یا کراہت) جو دوسرے ساتھی کے متعلق نہ تھی تو مجھے ناگوار ہوا کہ اس حال میں ان کے درمیان فیصلہ کروں پھر جب واپس آئے تو کچھ اثر اب بھی محسوس کیا پھر مجھے کراہت پیدا ہوتی۔ پھر جب وہ واپس آئے تو وہ بات جاچکی تھی تو میں نے فیصلہ کردیا۔ عیاض سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو حکم دیا کہ ان کے سامنے ایسا نقشہ حساب پیش کریں جو ایک تختے پر ہو جس میں جو کچھ لیا اور دیا ہے سب یکجا لکھا ہو اور ان کے پاس ایک نصرانی کاتب تھا تو اس نے نقشہ پیش کردیا جس کو عمرؓ نے پسند کیا اور فرمایا کہ یہ بہت حساب دان ہے (اُس سے) فرمایا کہ کیا تم مسجد میں چل کر ہمیں ایک مکتوب پڑھ کر سناؤگے جو شام سے آیا ہے۔ اس پر ابو موسیٰؓ نے کہا کہ یہ مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا تو عمرؓ نے فرمایا کہ یہ جنبی ہے اُنھوں نے کہا نہیں بلکہ نصرانی ہے۔ ابو موسیٰؓ نے بیان کیا کہ یہ سُن کر مجھے جھڑکا اور میری ران کو ہاتھ سے ہٹایا پھر کہا کہ اس کو نکال پھر یہ آیت پڑھی لا تتخذوا الیہود الخ (۵: ۵۱)

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بنانا الخ

قتادہؓ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کیا اور اس کو علم تھا کہ عوام الناس میں سے مرتد ہونے والے عنقریب مرتد ہوں گے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وفات دی تو عرب کے عوام اسلام سے پھر گئے سوائے تین (شہروں کی) مساجد والوں کے یعنی اہل مدینہ اور اہل مکہ اور اہل جواثا[۱] جو عبد القیس کے قبیلہ میں سے تھے

[ع] ابو موسیٰ اشعری کو سنہ ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ نے بصرہ کا حاکم بنایا تھا ان ہی کی آمد و صرف کے گوشوارے کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ۱۲ مترجم

[۱] جواثا بحرین میں ایک قریہ ہے جس کی مسجد میں مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلے جمعہ پڑھا گیا تھا ۱۲ مترجم

وقال الذین ارتدوا نصلی الصلوٰۃ و
لا نزکی واللہ لا تغصب اموالنا فکلم
ابوبکر فی ذلک یتجاوز عنهم وقیل
لهم انهم لو قد فقهوا ادّوا الزکوٰۃ فقال
واللہ لا افرق بین شیء جمعه اللہ
ولو منعونی عقالا مما فرض اللہ و
رسوله لقاتلتهم علیه فبعث اللہ بعصاب
مع ابی بکر فقاتلوا حتی قتلوا واقرّوا
بالماعون وهو الزکوٰۃ قال قتادة کنا
نتحدث ان هذه الآیة فی ابی بکر
واصحابه فسوف یاتی اللہ بقوم یحبهم
ویحبونه الی آخر الآیة وعن الضحاک
قال ابوبکر واصحابه لما ارتد من ارتد
من العرب عن الاسلام جاهدهم
ابوبکر باصحابه حتی ردّهم الی الاسلام وعن
الحسن فی قوله فسوف یاتی اللہ بقوم یحبهم
ویحبونه قال هم الذین قاتلوا اهل الردة
من العرب بعد رسول اللہ صلی اللہ علیه
وسلم ابوبکر واصحابه وعن القاسم بن مخیمرة
قال اتیت عمر فرحّب بی ثم تلا من
یرتدد منکم عن دینه فسوف یاتی
اللہ بقوم یحبهم ویحبونه ثم ضرب علی
منکبی وقال احلف باللہ انهم
لمنکم اهل الیمن ثلثا وعن ابی
موسی الاشعری قال تلیت عند النبی
صلی اللہ علیه وسلم فسوف یاتی
اللہ بقوم یحبهم ویحبونه قال
هم هؤلاء قومک من اهل الیمن ثم من کندة
ثم من السکون ثم من تجیب۔

اور مرتدین نے یہ کہا کہ ہم نماز تو پڑھتے رہیں گے مگر زکوٰۃ نہ دیں گے، واللہ
ہم اپنے اموال کو غصب نہ ہونے دیں گے۔ تو ابوبکرؓ نے ان سے اس بارے
میں کلام کیا اُن سے (سختی میں) آگے بڑھ کر اور (آپ سے) کہا گیا کہ دیکھئے
اگر یہ لوگ (دین کی) سمجھ رکھتے تو زکوٰۃ ادا کرتے (ان لوگوں کے ساتھ
نرمی کیجئے۔ یہ مشورہ بعض اصحابؓ نے دیا تھا) تو انھوں نے کہا واللہ میں
اُس چیز میں تفریق نہ کروں گا جس کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا ہے (یعنی نماز
اور زکوٰۃ) اور اگر یہ لوگ مجھ سے ایک رسّی کے ٹکڑے کو بھی روکیں گے
جس کو دینا اللہ اور اُس کے رسولؐ نے فرض کیا ہے تو میں اس پر
بھی اُن سے قتال کروں گا، تو اللہ تعالیٰ نے ایک مضبوط جماعت سے
ابوبکرؓ کی مدد کی اُنھوں نے اُن کے ساتھ مل کر (مرتدین سے) قتال
کیا یہاں تک کہ وہ قتل کئے گئے، اور اُنھوں نے ماعون دینے کا اقرار
کیا اور وہ زکوٰۃ ہے۔ قتادہؒ نے کہا اس پر ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے
تھے کہ یہ آیت ابوبکرؓ اور اُن کے اصحاب کے بارے میں ہے فسوف یاتی
اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ آخر تک (ترجمہ گزر چکا ہے) اور ضحاک سے
مروی ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ (بقوم سے) مراد ابوبکرؓ اور اُن کے اصحاب
ہیں۔ جب عرب میں سے وہ لوگ جن کو مرتد ہونا تھا اسلام سے مرتد ہوگئے
تو ابوبکرؓ نے اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر ان پر جہاد کیا یہاں تک کہ ان کو
اسلام کی طرف لوٹا کر لائے۔ حسنؒ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فسوف
یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ پر کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد عرب کے مرتد ہونے والوں سے قتال
کیا یعنے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور ان کے اصحاب۔ قاسم بن مخیمرہ سے مروی ہے
اُنھوں نے بیان کیا کہ میں عمرؓ کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے مجھے مرحبا کہا پھر
تلاوت کیا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم
ویحبونہ پھر میرے کندھوں پر ہاتھ مار کر فرمایا میں خدا کی قسم کھاتا ہوں
کہ وہ قوم (یعنے جس کا حوالہ اس آیت میں ہے) البتہ تم اہل یمن میں سے
ہے۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم
ویحبونہ تو فرمایا کہ یہ قوم اہل یمن میں سے ہوگی پھر کندہ میں سے پھر
سکون میں سے پھر تجیب میں سے۔

فقیر گوید این امر واقع شد و قتال
مرتدین بامداد اہل یمن متحقق گشت
عن عمر بن الخطاب قال انی احلف
لا اُعطیہم اقواماً ثم یبدو لی ان اُعطیہم
فاُطعم عشرۃ مساکین صاعاً من
شعیر او صاعاً من تمر او نصف صاع
من قمح و عن عائشۃ کان ابوبکر اذا
حلف لم یحنث حتی نزلت آیۃ الکفارۃ
و کان بعد ذلک یقول لا احلف
علیٰ یمین فاریٰ غیرہا خیراً منہا
الا اتیت الذی ہو خیر و قبلت
رخصۃ اللّٰہ و اخرج الترمذی من عمر
ابن الخطاب انہ قال اللّٰھم بیّن لنا
فی الخمر بیان شفاء فنزلت التی فی
البقرۃ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ
قُلْ فِیْہِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ الآیۃ فدعی
عمر فقرئت علیہ ثم قال اللّٰھم بیّن
لنا فی الخمر بیان شفاء فنزلت التی
فی النساء یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی
فدعی عمر فقرئت علیہ ثم قال اللّٰھم
بیّن لنا فی الخمر بیان شفاء فنزلت
التی فی المائدۃ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ
اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ
الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ الیٰ
قولہ فَہَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَہُوْنَ فدعی عمر
فقرئت علیہ فقال انتہینا انتہینا
و اخرج النسائی عن عبدالرحمٰن
ابن الحارث قال سمعت عثمان رضی

فقیر کہتا ہے کہ یہ امر واقع ہوا اور مرتدین کے ساتھ قتال اہل یمن
کی امداد سے متحقق ہوگیا۔ مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے آپ نے فرمایا میں
قسم کھالیتا ہوں کہ میں (فلاں فلاں) اقوام کو نہیں دوں گا۔ پھر مجھ کو
ظاہر ہوتا ہے (یعنی قلب میں یہ داعیہ پیدا ہوتا ہے) کہ مجھے ان کو دینا
چاہیئے تو میں دس مسکینوں کو جو میں سے ایک صاع یا ایک صاع کھجور
یا نصف صاع گیہوں (بطور کفارہ قسم) کھلادیتا ہوں (اور ان لوگوں
کو دیدیتا ہوں) مروی ہے عائشہؓ سے کہ ابوبکرؓ جب قسم کھالیتے تھے
تو اس کو نہیں توڑتے تھے یہاں تک کہ آیت کفارہ نازل ہوئی اور اس کے
بعد کہا کرتے کہ میں کسی بات پر قسم نہیں کھاتا کہ پھر دوسری بات اس
سے بہتر دیکھ لیتا ہوں تو میں جو بہتر ہوتی ہے اس کو کرلیتا ہوں اور
اللہ تعالیٰ نے جو رخصت دی ہے میں نے اس کو قبول کرلیا۔ اور ترمذی نے
اخذ کیا مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ
ہمارے لئے شراب کے متعلق شافی بیان نازل کردیجئے تو یہ آیت
نازل ہوئی جو سورۃ بقرہ میں ہے یسئلونک عن الخمر الخ (۲: ۲۱۹)
لوگ آپ سے شراب اور قمار کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے
کہ ان دونوں (کے استعمال) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں،
آخر تک۔" تو عمرؓ بلائے گئے اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو پھر
انھوں نے یہی دعا کی یا اللہ تم ہمارے لئے شراب کے بارے میں شافی
حکم بیان کردیجئے تو وہ آیت نازل ہوئی جو سورۃ نساء میں ہے یا ایہا
الذین آمنوا الخ (۴: ۴۳) اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی
حالت میں نہ جاؤ کہ تم نشہ میں ہو" پھر عمرؓ بلائے گئے اور ان کے
سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو پھر آپ نے دعا کی یا اللہ ہمارے لئے شراب
کے بارے میں شافی بیان نازل کردیجئے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی جو سورۃ
مائدہ میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ سے مُنْتَہُوْنَ تک (۵: ۹۱) شیطان
تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں
عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے
تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آؤ گے۔ پھر عمرؓ بلائے گئے اور ان کو یہ
آیت سنائی گئی تو کہا کہ ہم باز آگئے ہم باز آگئے۔ نسائی نے اخذ
کیا، مروی ہے عبدالرحمٰن بن الحارث سے انھوں نے کہا کہ میں نے عثمان رضی

اللہ عنہ یقول اجتنبوا الخمر فانہا ام الخبائث
انہ کان رجل ممن خلا قبلکم یتعبد فعلقتہ
امراۃ غویۃ فارسلت الیہ جاریتہا فقالت
لہ انا ندعوک للشہادۃ فانطلق مع جاریتہا
فطفقت کلما دخل بابا اغلقتہ دونہ حتی
افضی الی امراۃ وضیئۃ عندہا غلام وباطیۃ
خمر فقالت انی واللہ ما دعوتک للشہادۃ
ولکن دعوتک لتقع علی او تشرب الخمر
کاسا او تقتل ہذا الغلام قال فاسقینی
من ہذا الخمر فسقتہ کاسا قال زیدونی
فلم یزل حتی وقع علیہا وقتل النفس
فاجتنبوا الخمر فانہا واللہ لا یجتمع الایمان
و ادمان الخمر الا لیوشک ان یخرج
احدہما صاحبہ عن ابن عباس ان الشراب
کانوا یضربون علی عہد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بالایدی والنعال
والعصی حتی توفی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر لو فرضنا
لہم حدا فتوخی نحو ما کانوا یضربون فی
عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکان ابوبکر یجلدہم اربعین حتی توفی
ثم کان عمر من بعدہ یجلدہم کذلک
اربعین حتی اتی برجل من المہاجرین
الاولین و قد شرب فامر بہ ان
یجلد فقال لم تجلدنی بینی و
بینک کتاب اللہ قال و فی ای
کتاب اللہ تجد ان لا اجلدک
فقال ان اللہ یقول
فی کتابہ

اللہ عنہ سے سُنا فرماتے تھے کہ بچو شراب سے کیونکہ وہ خصائلِ بد کی ماں ہے۔
جو اُمتیں تم سے پہلے گزر چکیں اُن میں ایک شخص تھا جو عبادت کیا کرتا تھا
ایک بدکار عورت اس کے پیچھے لگ گئی اُس نے اپنی لونڈی کو اُس کے پاس
بھیجا اور اُس نے اُس سے کہا کہ ہم آپ کو گواہی کے لئے بلاتے ہیں تو وہ
اُس لونڈی کے ساتھ روانہ ہو گیا (جب مکان میں داخل ہوا) تو اُس نے
یہ (فریب) شروع کر دیا کہ جب یہ مکان کے کسی دروازے میں داخل ہوتا
تو وہ لونڈی پیچھے سے دروازہ بند کرتی رہی یہاں تک کہ وہ اُس عورت کے
پاس پہنچا جو خوبرُو تھی اور اس کے سامنے ایک غلام تھا اور ایک صراحی شراب
کی رکھی تھی۔ عورت نے کہا کہ واللہ میں نے تجھ کو شہادت کے لئے نہیں
بلایا مگر اس لئے بلایا ہے کہ یا تو مجھ سے ہم بستر ہو یا ایک پیالہ شراب پی یا
اس غلام کو قتل کر (تین کاموں میں سے ایک کام کرنا ہی ہوگا) اُس نے کہا
کہ اچھا تو مجھے اس شراب میں سے پلائیے تو اُس کو ایک پیالہ پلایا (یہ
پی کر) بولا کہ اور پلا۔ ایسا ہی کرتا رہا یہاں تک کہ (نشہ میں مست ہو کر)
اُس عورت پر جا پڑا۔ اور اُس نفس (معصوم) کو قتل بھی کر دیا تو تم شراب
سے بچتے رہو۔ خدا کی قسم ایمان اور شراب خوری کبھی اکٹھی نہیں رہتیں مگر
یہی ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کو نکال دیتا ہے۔ مروی ہے
ابن عباسؓ سے کہ شراب خور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں ہاتھوں سے اور جوتوں سے اور لاٹھیوں سے پیٹے جاتے تھے یہاں تک
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ
نے کہا بہتر ہے کہ ہم ان کے لئے کوئی خاص سزا معین کر لیں تو آپ نے اُس
طریقہ کے پیش نظر سوچا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں ایسے لوگوں کو مارا جاتا تھا تو ابوبکرؓ نے یہ مقرر کر لیا کہ وہ اُن کے چالیس
کوڑے مارا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کی وفات ہو گئی پھر اُن کے بعد
عمرؓ (خلیفہ) ہوئے تو وہ بھی اسی طرح چالیس کوڑے مارتے رہے حتّٰی
کہ ایک ایسا شخص (آپ کے پاس) لایا گیا جو مہاجرین اوّلین میں سے تھا
اس حال میں کہ اُس نے شراب پی تھی تو آپ نے حکم دیا کہ اس کے کوڑے
مارے جائیں تو اُس نے کہا کہ تم میرے کوڑے کیوں مارتے ہو میرے اور
تمہارے درمیان کتاب اللہ موجود ہے آپ نے فرمایا کہ تو نے کونسی کتاب اللہ
میں دیکھا کہ تیرے کوڑے نہ ماروں۔ اُس نے کہا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں کہتا ہے

لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا فانا من الذین آمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا و احسنوا شهدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدرا واحدا و الخندق والمشاهد فقال عمر الا تردون علیہ فقال ابن عباس ہؤلاء الآیات نزلت عذرا للماضین وحجۃ علی الباقین عذرا للماضین لانهم لقوا اللہ قبل ان تحرم علیهم الخمر وحجۃ علی الباقین لان اللہ یقول انما الخمر والمیسر و الانصاب و الازلام حتی بلغ الآیۃ الاخری آمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا و احسنوا فان اللہ قد نهی ان یشرب الخمر فقال عمر فماذا ترون فقال علی بن ابی طالب نری انه اذا شرب سکر واذا سکر هذی و اذا هذی افتری و علی المفتری ثمانون جلدۃ فامر عمر فجلد ثمانین و عن الحکم فی آیۃ جزاء الصید ان عمر کتب ان یحکم علیہ فی الخطاء والعمد عن میمون بن مهران ان اعرابیا اتی ابا بکر قال قتلت صیدا وانا محرم فما تری علی من الجزاء فقال ابوبکر لابی بن کعب وهو جالس عنده

لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا (۹۳:۵)

ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو انھوں نے کھایا پیا" تو میں ان لوگوں میں سے ہوں جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے (آگے ارشاد ہے) ثم اتقوا و احسنوا (یعنے پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں اور احد میں اور خندق میں اور تمام لڑائی کی جگہوں میں حاضر رہا ہوں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے (حاضرین سے) کہا کہ تم لوگ اس کا رد نہیں کرتے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیات نازل ہوئی ہیں (دنیا سے) گزر جانے والوں کو معذور بتانے کے لئے اور باقی رہنے والے لوگوں پر حجت قائم کرنے کے لئے۔ گزرنے والوں کا عذر تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی سے ملے قبل اس کے کہ ان پر شراب حرام ہو اور باقی رہنے والوں پر اس لئے حجت ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے (اس سے پچھلی آیت میں) انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام الخ اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو" یہاں تک کہ دوسری آیت پر پہنچا یعنے آمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا و احسنوا پر تو اللہ تعالی شراب پینے سے روک چکا ہے (تو اب فیما طعموا کے عموم میں شراب کیسے داخل ہوگی اور ثم اتقوا و احسنوا کا مصداق ایک شارب خمر کیسے بن سکتا ہے) پھر عمر رضی اللہ عنہ نے (دوسرے حاضرین سے خطاب کیا) کہا کہ تم کیا رائے رکھتے ہو تو علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ اس نے جب شراب پی تو مدہوش ہوا اور جب مدہوش ہوا تو بکواس کرنے لگا اور جب بکواس کریگا تو بہتان لگائے گا اور مفتری پر اسی کوڑے ہیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے یہی حکم دیدیا پھر اس کے اسی کوڑے مارے گئے۔ اور حکم سے (محرم پر) شکار کی جزا دینے کی آیت کے بارے میں روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ خطا اور عمد (دونوں حالتوں میں) اس کا حکم دیا جائے۔ اور میمون بن مہران سے مروی ہے کہ ایک اعرابی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے شکار کے جانور کو مار دیا اور میں محرم ہوں تو مجھ پر اس کی جزا آپ کے نزدیک کیا ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب سے کہا اور وہ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس میں

ماترى فيها فقال الاعرابى اتيتك و انت خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم اسألك فاذا انت تسأل غيرك قال ابوبكر و ماتنكر يقول الله يحكم به ذوا عدل منكم فشاورت صاحبى حتى اذا اتفق على شئ امرناك به عن بكر بن عبد الله المزنى قال كان رجلان محرمين فحاش احدهما ظبيا فقتله الآخر فاتيا عمر وعنده عبد الرحمن ابن عوف فقال له عمر و ماترى قال شاة قال و انا ارى ذلك اذهبا فاهديا شاة فلما مضيا قال احدهما لصاحبه ما ادرى امير المؤمنين مايقول حتى يسأل صاحبه فسمعها عمر فردهما و اقبل على القائل ضربا بالدرة وقال تقتلون الصيد وانتم حرم و تغمصون الفتيا ان الله تعالى يقول يحكم به ذوا عدل منكم ثم قال ان الله لم يرض بعمر وحده فاستعنت بصاحبى هذا عن ابن عباس قال خطب ابوبكر الناس وقال احل لكم صيد البحر و طعامه قال و طعامه ما قذف به و عن انس عن ابى بكر الصديق فى الآية قال صيده ما حويت عليه و طعامه مالفظ اليك عن ابى هريرة قال قدمت البحرين فسألنى اهل البحرين عما يقذف البحر من السمك فقلت لهم كلوا فلما رجعت سألت عمر بن الخطاب عن ذلك فقال بم افتيتهم

تمھاری کیا رائے ہے؟ تو اعرابی نے کہا کہ میں آپؓ کے پاس آیا ہوں اور آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، میں آپ سے پوچھ رہا ہوں اور آپ دوسرے سے پوچھ رہے ہیں۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تو چونک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یحکم بہٖ ذوا عدل منکم (تم میں سے دو صاحب عدل اس کا فیصلہ کردیں) تو میں نے اپنے ساتھی سے مشورہ کیا اور جب ایک بات پر اتفاق رائے ہوگیا تو اس کا ہم نے تجھے حکم دیدیا۔ بکر بن عبداللہ المزنی سے مروی ہے کہ دو محرم تھے اُن میں سے ایک نے دوسرے کی طرف ایک ہرن کو ہنکا دیا اور اُس نے مار گرایا پھر دونوں عمرؓ کے پاس گئے اور اُن کے پاس عبدالرحمٰنؓ بن عوف موجود تھے تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ تمھاری کیا رائے ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ ایک بکری۔ عمرؓ نے کہا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ (اُن کو حکم دیا کہ) جاؤ تم دونوں ایک بکری قربانی کے لئے لیجاؤ۔ جب دونوں چلدیئے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ امیرالمؤمنینؓ کیا کہتے رہیں کہ اپنے ساتھی سے پوچھتے ہیں۔ یہ بات عمرؓ نے بھی سن لی تو دونوں کو واپس بلایا اور کہنے والے کے درّہ مارا اور فرمایا کہ تم لوگ شکار کو محرم ہونے کی حالت میں قتل کرتے ہو اور پھر فتویٰ کو حقارت سے دیکھتے ہو (یہ نہیں سوچتے کہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یحکم بہٖ ذوا عدل منکم پھر فرمایا کہ رضائے الٰہی عمرؓ کو تنہا حکم دینے سے نہ حاصل ہوتی تو میں نے اپنے ان ہمنشین سے استعانت کی۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا کہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) احل لکم صید البحر و طعامہ یعنی تمھارے لئے دریا کے جانوروں کا شکار اور اُس کا طعام حلال کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ اُس کا طعام (کا مطلب) یہ ہے کہ جس کو دریا باہر پھینک دے۔ اور مروی ہے انسؓ سے وہ روایت کرتے ہیں ابی بکر صدیقؓ سے آیت (صید البحر) کے بارے میں کہ اُنھوں نے فرمایا کہ صید وہ ہے جس کو تونے پکڑ کر اکٹھا کیا اور طعامہٗ (سے مراد) وہ ہے جس کو دریا نے تیری طرف پھینک دیا۔ مروی ہے ابی ہریرہؓ سے اُنھوں نے بیان کیا کہ میں بحرین پہنچا تو مجھ سے وہاں کے لوگوں نے سوال کیا اُن مچھلیوں کے بارے میں جن کو دریا باہر پھینک دے۔ میں نے اُن سے کہا کہ کھاؤ۔ پھر جب میں واپس آیا تو میں نے عمرؓ بن الخطاب سے اس بارے میں سوال کیا تو اُنھوں نے پوچھا کہ تونے اُن کو کیا فتویٰ دیا۔

ــه اى تحقرون و تستهينون و تصيبون و تطعنون حكم الشريعة و فتواه ۱۲

قلتُ افتیتُهم ان یأکلوا قال لو افتیتَهم
بغیر ذلک لعلوتُک بالدِّرَّة ثم قال أُحِلّ لکم
صیدُ البحر فصیده ما صید منه وطعامُه
ما قذف ۔ وعن الحارث بن نوفل قال
حجّ عثمانُ بن عفان فأُتی بلحم صیدٍ
صاده حلالٌ فاکل منه عثمانُ ولم یأکل
علیٌّ فقال عثمان واللّٰه ما صِدْنا و
لا أمرنا ولا أشرنا فقال علیٌّ وحُرّم
علیکم صیدُ البرّ ما دمتم حُرُماً ۔

فقیر گوید عفی عنہ صید گاہے
اطلاق کردہ مے شود بمعنے مصدرِ صاد
یصید وگاہے اطلاق کردہ میشود بمعنے
حیوانے کہ صید کردہ شد وہریکے وجہے ہو
مؤیّد ہا ۔ عن الحسن ان عمر بن الخطاب
لم یکن یرے بأسا بلحم الصید للمحرم اذا
صیدہ لغیرہ وکرہہ علیّ بن ابی طالب عن
الحسن ان ابابکر الصدیق حین حضرتہ
الوفاۃ قال الم تر ان اللّٰه ذکر آیۃ الرجاء عند
آیۃ الشدۃ وآیۃ الشدۃ عند آیۃ الرجاء
لیکون المؤمن راغباً راهباً لا یتمنّی علی اللّٰه
غیر الحق ولا یُلقی بیدہ الی التهلکۃ وعن
ابی هریرۃ قال خرج رسول اللّٰه صلی
اللّٰه علیه وسلم وهو غضبان محمارٌ وجهه
حتی جلس علی المنبر فقام الیه
رجلٌ فقال این ابی قال
فی النار فقام آخر فقال من
ابی قال ابوک فلانٌ فقام عمر
ابن الخطاب فقال رضینا باللّٰه ربّاً و
بالاسلام دیناً وبمحمدٍ نبیاً وبالقرآن اماماً

میں نے کہا کہ میں نے تو ان لوگوں کو یہ فتویٰ دیا کہ وہ کھا لیا کریں۔ کہنے
لگے اگر تو اس کے خلاف فتویٰ دیتا تو میں تجھ پر درّہ اٹھاتا ۔ پھر فرمایا
اُحِلّ لکم صیدُ البحر میں صید وہ ہے جو اس میں سے شکار کی جائے
وطعامُہ جو دریا نے پھینکی۔ اور حارث بن نوفل سے مروی ہے انہوں
نے کہا کہ عثمانؓ بن عفان نے حج کیا تو آپ کے پاس شکار کا گوشت لایا
گیا جس کو حلال یعنے غیر محرم نے شکار کیا تھا تو اس میں سے عثمانؓ نے
کھایا اور علیؓ نے نہیں کھایا تو عثمانؓ نے کہا کہ واللہ نہ ہم نے شکار کیا،
نہ شکار کا حکم دیا اور نہ اشارہ کیا تو علیؓ نے کہا اور تم پر حرام کیا گیا ہے
"صید البر" (جنگل کے جانور کا شکار) جبتک تم محرم ہو۔

فقیر عفے عنہ کہتا ہے کہ صید کا اطلاق کبھی کیا جاتا ہے مصدر صاد
یصید کے معنے پر اور کبھی اطلاق کیا جاتا ہے اس حیوان کے معنے پر جس کا
شکار کیا جاتا ہے۔ پس ہر ایک اپنے رجحان پر عمل کرتا ہے۔

مروی ہے حسنؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب محرم کے لئے شکار کا گوشت
کھانے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے جب کہ غیر محرم نے شکار کیا ہو اور اس
کو مکروہ رکھتے تھے علیؓ بن ابی طالب۔ مروی ہے حسنؒ سے کہ ابوبکر صدیقؓ
نے جب ان کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ
تعالےٰ نے آیت شدت (سختی) کے ساتھ آیت رجا (امید) کو بھی ذکر فرمایا
ہے (کہ جہاں اپنے غضب اور عذاب سے ڈرایا ہے اپنی رحمت اور جنت کا
بیان بھی فرمایا ہے) اور آیت رجاء کے ساتھ آیت شدت کو ذکر کیا تاکہ
مومن (ہر حال میں اللہ ہی کی طرف) راغب ہے اور ڈرنے والا (بھی اسی
سے) ہے۔ اللہ کے مقابلہ پر غیر اللہ سے (نفع یا ضرر کی) تمنا نہ کرے اور
اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (حجرۂ مبارک سے) نکلے اور آپ غضبناک تھے آپ کا
چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا یہاں تک کہ آپ منبر پر بیٹھ گئے تو آپ کے
سامنے ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا کہ میرے باپ دادا کہاں ہیں؟ آپ نے
فرمایا دوزخ میں۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا اس نے کہا کہ میرا باپ کون ہے؟
آپ نے فرمایا تیرا باپ فلاں شخص ہے۔ پھر عمرؓ بن الخطاب کھڑے ہوئے
اور انہوں نے کہا کہ ہم اس سے راضی ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اسلام
ہمارا دین ہے اور محمدؐ ہمارے نبی ہیں اور قرآن ہمارا امام (یعنی دستور العمل) ہے

انا یارسولَ اللہ حدیثُ عہدٍ بالجاہلیۃ والشرک واللہ اعلم من آباءُنا فسکن غضبُہ و نزلت ھٰذہ الآیۃ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ عن قیس قال قام ابوبکر فحمد اللہ واثنٰی علیہ وقال یا ایہا الناس انکم تقرؤن ھٰذہ الآیۃ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ وانکم تضعونہا علٰی غیر موضعہا وانی سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الناس اذا راؤا منکرًا ولم یغیروہ اوشک ان یعمہم اللہ بعقاب عن ابی ذر قال قلتُ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بابی انتَ وامی یارسولَ اللہ قمتَ اللیلۃَ بآیۃٍ من القرآنِ ومعک قرآنٌ لو فعلَ ھٰذا بعضُنا وجدنا علیہ قال دعوتُ لامتی قال فماذا اُجِبْتَ قال اُجِبْتُ بالذی لو اطلع کثیرٌ منہم ترکوا الصلوٰۃ قال افلا ابشر الناسَ قال عمر یارسولَ اللہ انک ان تبعث الی الناس بہذا اتکلوا عن العبادۃ فناداہ ان ارجعْ فرجع وتلا الآیۃ التی یتلوا اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۝

یارسول اللہ ہم جاہلیت اور شرک سے (اسلام کی روشنی میں) ابھی نئے آئے ہوئے ہیں اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ہمارے باپ دادا کون تھے تو آپ کا غصہ فرو ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین اٰمنوا لا تسئلوا الخ (٥: ١٠١) اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو، آخر تک۔ مروی ہے قیس سے انھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر انھوں نے فرمایا کہ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو یا ایہا الذین اٰمنوا علیکم الخ (٥: ١٠٥) اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں؛ اور تم لوگ اس کو ایسی جگہ رکھتے ہو جو اس کی نہیں ہے اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ لوگ جب برائی کو دیکھیں اور نہ بدلیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی عام عذاب آجائے۔ مروی ہے ابی ذرؓ سے انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ آج رات آپ نماز میں ایک ہی آیت پڑھتے رہے حالانکہ آپ کے پاس قرآن موجود ہے (یعنے تمام قرآن آپ کو محفوظ ہے) اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم اس پر بگڑ جاتے آپ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے لئے دعا کرتا رہا۔ (راوی کہتا ہے کہ) ابوذرؓ نے کہا کہ پھر آپ کو کیا جواب دیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے وہ جواب دیا گیا کہ اگر اس پر بہت سے لوگ مطلع ہو جائیں تو ضرور نماز بھی چھوڑ بیٹھیں گے۔ ابوذرؓ نے کہا کہ تو میں لوگوں کو بشارت نہ دیدوں؟ (اور بشارت دینے کے لئے چل پڑے) عمرؓ نے کہا یارسول اللہ آپ نے اگر ان کو لوگوں کے پاس یہ بشارت دے کر بھیج دیا تو لوگ اس پر سہارا لے کر عبادت سے رک جائیں گے پھر ان کو آواز دی کہ کہ لوٹو تو ابوذرؓ واپس آگئے۔ اور ابوذر نے وہ آیت تلاوت کی جو آپ پڑھ رہے تھے اِنْ تُعَذِّبْھُمْ الخ (٥: ١١٨) اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

ـــــــــــ

۱؎ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ جب دلوں میں جدائی ہوجائے آپس میں اختلاف پڑجائیں لڑائیاں شروع ہوجائیں اس وقت صرف اپنی ذات کو پابند شریعت رکھنا کافی ہے۔ اور وہی وقت ہے اس آیت کے عمل کا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حاضر ہے وہ غائب کو پہنچادے۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو بعد میں آئیں گے وہ کہیں گے لیکن ان کی بات قبول نہ کی جائے گی (ابن جریر ملخصاً) از مترجم افسوس ہے وہ دور آگیا ہم اب اسی دور سے گزر رہے ہیں ۱۲

قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ وقال سبحانہ أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا ۖ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۘ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ۝ فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَهَٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِندَ رَبِّهِمْ ۖ وَهُوَ وَلِيُّهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ خدای عز وجل در سورۂ انعام سہ آیت نازل فرمود متضمن فضیلت سہ فرقہ از مہاجرین اولین فرقۂ اولے جماعہ از اذکیاء صحابہ

آیات سورۃ الانعام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ الخ (۶: ۵۲) اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی اُن کے متعلق نہیں کہ آپ اُن کو نکال دیں پھر آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

اور فرمایا اللہ سبحانہ نے أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ الخ (۶: ۱۲۲ تا ۱۲۷) اور ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دیدیا کہ وہ اُس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اُس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کی یہ حالت ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا۔ اسی طرح کافروں کو اُن کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں۔ اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں اور اُن کو ذرا خبر نہیں۔ اور جب اُن کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے یہ جرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی اور سزائے سخت اُن کی شرارتوں کے مقابلہ میں۔ سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اُس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اُس کے سینہ کو تنگ بہت تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے اور یہی تیرے رب کا سیدھا رستہ ہے ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا۔ اُن لوگوں کے واسطے اُن کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ اُن سے محبت رکھتا ہے اُن کے اعمال کی وجہ سے۔ اللہ عز وجل نے سورۃ انعام میں تین آیتیں نازل فرمائی ہیں جو مہاجرین اولین کے تین فرقوں کی فضیلت پر متضمن ہیں۔ پہلا فرقہ ان اہل ذکاوت صحابہ کی جماعت ہے جو کہ

دراوّل مبعث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایمان آوردند وبشہادتِ علومِ اجمالیہ کہ درصدورِ ایشان موجود بود تصدیق نمودند و ازان جماعہ است عثمان بن عفان و سرِدفتر ایشان صدیقِ اکبر است کہ ترک عبادتِ اصنام و اثباتِ توحید و اجتناب از زنا و نفرت از خمر و سائر قبائح درجبلتِ او مفطور بود و خواہہائے بسیارے کہ دلالت بر رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم می نمود دیدہ لاجرم بمجرد دعوت ایمان آورد و محتاج تکرار دعوت یا اظہار معجزات یا انواع مخاصمات نشد خدائے تعالےٰ تعریض بحال ایشان بلکہ بحال سرِدفتر ایشان می فرماید و مقابلہ می نہد درمیانِ ایشان و درمیانِ جماعہ از کفار کہ در طرف مقابل ایشان افتادہ اند مانند مقابلہ نُور باظلمت و روز باشب قال اللہ تعالےٰ فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام فرقہ ثانیہ جماعہ کہ عمری درکفر و عداوتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بسر بُردند و زمان درازے درموتِ معنوی کہ عبارت از انکار پیغامبر است صلی اللہ علیہ وسلم بعد بعثت او گرفتار بودند باز توفیق آلہی دستگیری ایشان نمود و ایشانرا حیاتِ معنوی عطا فرمود و عمدۂ زمرۂ مسلمانان ساخت مثل حمزۃ ابن عبد المطلب و عمر بن الخطاب و سرِدفتر ایشان عمر بن الخطاب است خدائے تعالیٰ بحالِ ایشان تعریض

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے شروع میں ایمان لے آئے اور علومِ اجمالیہ کی شہادت سے جو اُن کے سینوں میں موجود تھا اُنھوں نے تصدیق کردی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان اس جماعت میں سے ہیں اور ان کے سرِدفتر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہیں کہ بتوں کی عبادت کا ترک اور توحید کا اثبات اور زنا سے پرہیز اور شراب اور بُرے کاموں سے نفرت ان کی فطری اور پیدائشی خصلت میں داخل تھے۔ اُنھوں نے بہت سے خواب دیکھے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دلالت کرنے والے تھے، ان امور کا لازمی اثر یہ ہوا کہ جیسے ہی دعوتِ اسلام پہنچی آپ فوراً ایمان لے آئے اور آپ تکرارِ دعوت کے یا اظہارِ معجزات یا کسی قسم کے بحث و مباحثہ کے محتاج نہ ہوئے۔ خدا تعالےٰ ایسے کلام کے ساتھ جو اس جماعت بلکہ اس جماعت کے سرِدفتر کے حال کی جانب تعریض (ایما) کر رہا ہے کُفّار کی جماعت کے ساتھ جو اپنی حالت کے اعتبار سے اُن کی سمت مقابل میں تھی مقابلہ کر رہے ہیں ان کا مقابلہ ایسا ہے جیسا نور کا تاریکی کے ساتھ اور دن کا رات کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے فمن یرد اللہ ان الخ یعنے جس شخص کو اللہ تعالےٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اُس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کردیتے ہیں۔" دوسرا فرقہ اُس جماعت کا ہے کہ جنھوں نے عمر کا ایک حصّہ کفر میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں بسر کیا اور یہ لوگ طویل زمانہ تک معنوی موت میں جس سے ہمارا مطلب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپؐ کی رسالت کے انکار سے ہے گرفتار رہے۔ پھر توفیقِ آلہی نے ان کی دستگیری کی اور اُن کو معنوی حیات عطا فرمادی اور جماعتِ مسلمین میں بلند مقام بنادیا، جیسے حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب اور عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب۔ اور اس گروہ کے سرِدفتر عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب ہیں۔ حق تعالیٰ ان حضرات کے حال کی جانب بلکہ ان کے سرِدفتر کے حال کی جانب تعریض

ف حق تعالیٰ نے انسان کو بلکہ ہر مخلوق کو علومِ ضروریہ جو اُس کے مناسب ہیں فطری طور پر عطا فرمائے ہیں۔ ایک بچے کو دودھ پینے کا طریقہ کون تعلیم کرسکتا ہے حیوانات اپنے پھاڑ کھانے والے دشمن شیر کی بُو سونگھتے ہی بھاگ جاتے ہیں یہ اسی قدرتی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ انسان کے سامنے جب کوئی سچی بات آتی ہے تو وہ اس کی تصدیق کرتا ہے ظاہر ہے کہ شہادت بغیر علم کیسے ممکن ہے۔ الغرض خیر اور شر بلکہ جملہ کلیات و جزئیات کے علم سے انسان کو فطری طور پر ممتاز فرمایا گیا ہے۔ یہ علم اجمال کے مرتبہ میں اس طرح ودیعت کیا گیا ہے جس طرح درخت کی گٹھلی میں ایک تناور درخت مع اپنے تمام برگ و بار وغیرہ کے پنہاں ہوتا ہے جن کا ظہور مناسب وقت پر ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح اس علم اجمالی کے ظہور کا حال ہے۔ لیکن یہ ماحول کے اثرات سے محجوب ہوتا ہے یہ حجابات کبھی اتنے کثیف ہوتے ہیں کہ وہ حقیقت اصلیہ معلومات پر نفس کی نگاہ کو پہنچنے دیتے جس طرح زمین کے اثر سے گٹھلی اور دانے بسا اوقات ضائع بھی ہوجاتے ہیں اسی طرح انسان کو کچھ رسوم و عادات قومی و ملکی معلومات حقیقیہ سے حجاب بن کر محروم کردیتی ہیں

میفرماید بلکہ بحال سر دفتر ایشان ومقابلہ
مے ہند درمیان ایشان ودرمیان مصرین کہ
برکفر بودند و برکفر گزشتند مانند ابوجہل و
اضراب او فرقۂ ثالثہ ضعفائے مسلمین از موالی
قریش وامثال ایشان کہ روسائے قریش را از
مجالستِ ایشان استنکاف تمام بود در باب
ایشان نازل شد ولا تطرد الذین یدعون ربہم
الآیۃ باید دانست کہ حقیقتِ تعریض تمام نمی شود
تا آنکہ قرائن بسیارے قالیہ و حالیہ بر شخصِ واحد منطبق
شود لا غیر درین صورت از عام یا مطلق پے آن
خاص توان برد۔

پس اوّل قرینہ آن است کہ سورۂ انعام دفعۃً
نازل شد در مکہ باجماع مفسرین قریب باسلام
حضرت عمر رضی اللہ عنہ وصدیق اکبر رضی اللہ عنہ
پیش ازان بمدت دراز مسلمان شدہ بود پس لفظ
اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا و مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّہْدِیَہٗ یَشْرَحْ
صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ متناول نیست متاخرین مہاجرین را
و نہ انصار را و نہ من تبعہم باحسان را ہمان پنجاہ شصت
کس کہ در وقت نزول آیات مسلمان بودند مراد توانند شد الخ

وثانیاً آنکہ مَنْ کَانَ مَیْتًا دلالت میکند بر آنکہ زمانے
دراز از بعثتِ پیغامبر گذشتہ باشد و آن عزیز مشار الیہ
ایمان نیاورد بعد ازان ایمان آورد و قدم راسخ زد
در اسلام و وی شکیتے و قوّتے داشتہ ہمت تا اورا
در اکابر مجرمیہا توان سنجید و من یرد اللہ ان یہدیہ
یشرح صدرہ بر وجہ اتم دران صورت متحقق تواند بود کہ
شخص از تہ دل خود بغیر تکرار دعوت و بغیر مخاصمت
ایمان آوردہ باشد و شکوک وشبہات لَنْ
نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَا اُوْتِیَ
رُسُلُ اللّٰہِ و امثال آن گرد خاطر او نہ گردد

(یعنی ایمان) فرماتے ہیں اور ان کے اور ان کفر پر اصرار کرنے والوں کے مابین
تقابل فرما رہے ہیں جو کفر پر تھے اور کفر پر ہی دنیا سے گزر گئے جیسے کہ ابوجہل
اور اس جیسے لوگ تھے۔ تیسرا فرقہ ضعفاء مسلمین کا تھا جو قریش کے آزاد کردہ
تھے اور ایسے ہی (محنت کش اصحاب) کہ روساء قریش ان کے ساتھ ہمنشین
بننے سے بہت کراہت کرتے تھے اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی
وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ الخ (اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو
صبح وشام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں)۔

جاننا چاہیئے کہ تعریض کی حقیقت پوری نہیں ہوتی جب تک بہت سے
قرائن قالی اور حالی ایک شخص پر منطبق نہ ہو جائیں جو کہ کسی دوسرے پر
نہ ہوں۔ اس صورت میں ایسے کلام سے جو عام ہو یا مطلق ہو اُس خاص کا
کھوج نکالا جا سکتا ہے (جس کی جانب روئے سخن ہو جس کو تعریض کہتے ہیں)

تو پہلا قرینہ یہ ہے کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ پوری سورۂ انعام
مکہ میں ایک ہی مرتبہ میں نازل ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام
کے قریب زمانہ میں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس سے مدت دراز پہلے
مسلمان ہو چکے تھے اس لئے لفظ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا اور مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ
اَنْ یَّہْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ نہ متاخرین مہاجرین کو شامل ہے
اور نہ من تبعہم باحسان کو (یعنی جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی
پیروی کی) بس وہی پچاس ساٹھ شخص جو ان آیات کے نزول کے وقت
مسلمان تھے مراد ہو سکتے ہیں نہ دوسرے۔ (یہ قرینہ حالیہ ہے اور دوسرا قالی)

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ مَنْ کَانَ مَیْتًا اس پر دلالت کرتا ہے کہ بعثتِ
پیغمبر سے (اس کو حیاتِ معنوی حاصل ہونے تک) زمانہ دراز گزر چکا ہو
اور وہ عزیز (بارگاہِ الٰہی) جس کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے ایمان نہ
لایا ہو اور بعد اس (زمانۂ دراز گزرنے کے) ایمان لایا ہو اور پھر اسلام میں
اس کا قدم مضبوطی کے ساتھ جما ہو اور وہ ایک خاص عزم اور قوت بھی
رکھتا ہو تا کہ اکابرین کا ہموزن مقابل اس کو قرار دیں۔ اور مَنْ یُّرِدِ
اللّٰہُ اَنْ یَّہْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ کا پورے طور پر اسی وقت متحقق ہو سکے گا
کہ وہ شخص اپنی تہ دل سے بغیر تکرار دعوت (الی الاسلام) اور بغیر مخاصمت
کے ایمان لایا ہو اور شکوک وشبہات لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَا
اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ[4] اور اس قسم کے تخیلات اس کے ضمیر کے پاس بھی نہ پھٹکے ہوں۔

و سرِّ شرائع باکمل وجوہ از خود بخود بفہمد باین قرینہ تقلیل شرکاء لازم آمد۔

ثالثاً خدائے تعالےٰ مے فرماید و

جعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس و این دلالت بران مے کند کہ ہم مہتدے است و ہم ہادی و بسبب او نفع عظیم بمسلمانان عائد شود و آن منحصر است درین فریق در ذاتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کما لا یخفیٰ۔

رابعاً عدیل مے سازد این مرد مشار الیہ را باکابر مجرمیہا وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی جہل حین قُتِل مات الیوم فرعون ھٰذہ الامۃ و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعاء کردہ بودند کہ اللّٰھم ایّد الدین باحبّ ھٰذین الرجلین الیک عمر بن الخطاب او عمرو بن ہشام پس دعاء آنجناب در حق عمر بن الخطاب مُستجاب شد چون این ہمہ قرائن جمع آمد ذہن سبقت نمود بشیخین در اوّل نظر۔

باز باید دانست کہ خدائے تعالیٰ یکے را بشرح صدر للاسلام کہ حقیقت صدیقیت است می ستاید و دیگرے را بحیاتِ معنوی و نوری کہ درمیانِ مردمان اثر آن اُفتد کہ حقیقت خلافتِ خاصہ و حقیقتِ محدَّثیت است وصف می کند باز ایشان را جمیعاً

اور وہ خود بخود سمجھ چکا ہو کہ ایک ایسے وجود کے ساتھ جو کامل ترین ہو احکامِ الٰہی کے مربوط رہنے کا کیا راز ہے۔ اس قرینہ سے (اس زمانہ کے موجودہ مومنین میں سے) شرکاء کی بہت زیادہ تقلیل لازم آگئی۔

تیسرا قرینہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وجعلنا لہٗ نوراً یمشی بہٖ فی الناس اور یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ مہتدی (یعنے ہدایت یافتہ) بھی ہے اور ہادی (یعنے دوسروں کی رہنمائی کرنے والا) بھی اور اس کے سبب مسلمانوں کو عظیم نفع پہنچے گا اور یہ وصف اس فریق میں سے (اُس وصف سابق کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ معنوی موت کے بعد اس کو حیاتِ معنوی دی گئی ہو) ذاتِ عمر رضی اللہ عنہ میں اس طرح منحصر ہے کہ اس میں کوئی خفا نہیں۔

چوتھا قرینہ یہ ہے کہ (قرآن) ہم پلّہ قرار دے رہا ہے اس مردِ مشار الیہ کو اکابر مجرمیہا کا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے حق میں جب وہ قتل ہوا تو یہ فرمایا تھا کہ ماتَ الیومَ فرعونُ ھٰذہ الامّۃ (یعنے آج اس اُمت کا فرعون مرگیا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا کی تھی کہ اللّٰھمّ ایِّد الدین باحبِّ ھٰذین الرّجُلَین الیک عمرَ ابنِ الخطاب او عمرو بن ھشام (یعنے اے اللہ عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام دونوں میں سے جس کو آپ پسند کریں ایک کو اسلام کی توفیق دے کر میری مدد کیجیے) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کے حق میں قبول ہوئی۔ جب یہ قرائن جمع ہوگئے تو اوّلِ نظر میں ذہن شیخین رضی اللہ عنہما (یعنے حضرت ابوبکر صدّیق اور حضرت عمر) رضی اللہ عنہما ہی کی طرف جاتا ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ (شیخین رضی اللہ عنہما میں سے) ایک کی تعریف "شرح صدر للاسلام" سے جو "صدّیقیت" کی حقیقت ہے کر رہے ہیں (یعنے اسلام کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے سینہ کھُل گیا جو اخلاصِ عمل کی تکمیل کا سبب ہوتا ہے) اور دوسرے کی ستائش حیات معنوی اور اُس نور سے کر رہے ہیں جس کا اثر لوگوں کے درمیان ظہور پذیر ہو جو کہ خلافتِ خاصہ اور محدَّثیت[1] کی حقیقت ہے پھر ان سب کو حق تعالےٰ

[1] محدَّث (بفتح دال) وہ ہیں جن کو حق تعالیٰ اپنے خطاب خاص سے نوازیں بذریعہ الہام یا آواز ہاتف وغیرہ اس کے لئے روشن ضمیر ہونا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قد کان فی الامم محدَّثون فان یکن فی اُمتی احدٌ فعمر بن الخطاب یعنے اگلی اُمتوں میں محدّث لوگ گزرے ہیں تو میری اُمت میں بھی اگر کوئی محدّث ہو تو وہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ اسی مقام کی جانب ایماء فرما رہے ہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

وعدۂ دار السلام میدہد و صراط مستقیم برائے ایشان اثبات میفرماید وہو ولیہم میگوید و ناہیک بہ من الشرف و اینہا صفات خلافت خاصہ است و فرقۂ سوم را می ستاید و میگوید یدعون ربہم بالغداۃ و العشی بعد ازاں تنصیص میفرماید بر اخلاص ایشان کہ یریدون وجہہٗ و وعدہ مغفرت میدہد کدام فضیلت بہتر ازیں فضائل خواہد بود عن عمر بن الخطاب قال الانعام من نواجب القرآن قلتُ فی الدر النثیر الانعام من نجایب القرآن او نواجبہ ای افاضل سُوَرِہٖ جمع نجیبۃ والنواجب ہی عتاقہ وعن قیس قال دخل عثمان بن عفان علی عبد اللہ ابن مسعود فقال کیف تجدک قال مردودًا الی مولای الحق قال طبت واخرج الترمذی عن سعد بن ابی وقاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذہ الآیۃ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما انہا کائنۃ ولم یات تاویلہا بعد۔

فقیر گوید یعنی یُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بعض در قتال مسلمین وارد شدہ وآن بودنی است بعد انقضائے خمس و ثلثین و در حدیث متواتر ظاہر شد کہ عذابًا من فوقکم او من تحت ارجلکم بدعای آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرتفع شد ویذیق بعضکم باس بعض باقی است قولہ ولا تطرد الذین الآیۃ اخرج

جنت کا وعدہ دے رہے ہیں اور ثابت کر رہے ہیں کہ یہ لوگ صراطِ مستقیم پر ہیں اور وھو ولیھم (یعنی اللہ تعالیٰ اُن کا دوست ہے) فرما رہے ہیں اب ان کی فضیلت سے انکار کی کوئی راہ باقی رہ گئی ہے؟ اور یہ صفات خلافتِ خاصہ کی ہیں۔ اور تیسرے فرقہ کی تعریف فرماتے ہوئے یہ کہتے ہیں یدعون ربھم الخ یعنے وہ صبح شام اپنے رب کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کے اخلاص پر قطعی فیصلہ فرما دیتے ہیں کہ یریدون وجھہٗ (یعنے وہ خاص رضائے الٰہی کا قصد رکھتے ہیں)۔ اور پھر ان کو مغفرت کا وعدہ دے رہے ہیں۔ ان فضائل سے اور کونسی فضیلت بہتر ہوگی۔ اور مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے اُنھوں نے کہا سورۂ انعام قرآن کی اشرف سورتوں میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ درِ نثیر میں ہے کہ الانعام قرآن کی عمدہ یا نواجب یعنی افضل سُوَرِ قرآن میں سے ہے۔ اور نواجب جمع ہے نجیبہؔ کی یعنے نواجب قرآن کا لبّ لباب ہیں۔ اور قیس سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ عثمانؓ بن عفان عبد اللہ ابن مسعودؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ تم اپنا حال کیسا پاتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ اپنے سچے مولا کی طرف لَوٹتا ہوا۔ عثمانؓ نے کہا تم بہت اچھے ہو۔ اور اخذ کیا ترمذی نے، مروی ہے سعد بن ابی وقاص سے کہ مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں قُلْ هُوَ الْقَادِرُ الخ (۶:۶۵) "آپ کہیئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمھارے اوپر سے بھیج دے یا تمھارے پاؤں تلے سے۔" تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ یہ آئندہ ہونے والی بات ہے ابھی اس کے ظہور کا زمانہ نہیں آیا۔

فقیر کہتا ہے یذیق بعضکم بأس بعض (۶:۶۵) "یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمھارے ایک کو دوسرے کی لڑائی (کا مزا) چکھا دے۔" مسلمانوں میں قتال واقع ہونے کے بارے میں وارد ہوا اور یہ ہونے والی بات تھی پینتیس سال گزرنے کے بعد۔ اور حدیث متواتر میں یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ عذابًا من فوقکم او من تحتِ ارجلکم (یں جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے وہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اُٹھا لیا گیا اور یذیق بعضکم بأس بعض (والا) باقی ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تطرد الذین الخ اخذ کیا

مسلم عن سعد بن ابی وقاص قال کنا مع
النبی صلے اللہ علیہ وسلم ستۃ نفر فقال
المشرکون للنبی صلے اللہ علیہ وسلم
اُطرُد ہولاء لا یجترءون علینا قال کنتُ
اَنا وابن مسعود ورجلٌ من ہُذیل وبلالٌ
ورجلان لستُ اسمیہما فوقع فی نفس
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما شاء اللہ
ان یقع فحدّث نفسہ فانزل اللہ عزوجل ولا
تطرُدِ الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشیِّ
یریدون وجہہ۔ عن ابی بکر الصدیق انہ سئل
عن ہذہ الآیۃ الذین آمنوا ولم یلبسوا
ایمانہم بظلم قال ما تقولون قالوا لم یظلموا
قال حملتم الامر علی الشدۃ بظلم بشرک
الم تسمع الی قول اللہ ان الشرک لظلم
عظیم۔ وعن عمر بن الخطاب ولم یلبسوا
ایمانہم بظلم قال بشرک عن عکرمۃ قال
لما تزوّج عمر ام کلثوم بنت علی اجتمع
لہ اصحابہ فبرّکوا لہ ودعوا لہ فقال تزوّجتہا
وما بی حاجۃٌ الی النساء۔ ولکنی سمعتُ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان کل نسب
وسبب ینقطعُ یوم القیامۃ الا سببی ونسبی
فاحببتُ ان یکون بینی وبین رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سببٌ عن ابن
عباس فی قولہ اَوَمَن کان میتاً فاحییناہُ
قال کان کافراً ضالاً فہدیناہُ
وجعلنا لہ نوراً ہو القرآن کمن
مثلُہ فی الظلمات فی الکفر
والضلالۃ وعن زید بن اسلم
فی قولہ اَوَمَن کان

مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم چھ
آدمی تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو مشرکین نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان لوگوں کو نکال دیجئے یہ ہمارے ہمنشین
نہیں ہو سکتے۔ سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ میں تھا اور ابن مسعودؓ
اور ایک شخص (قبیلہ) ہذیل کے تھے اور بلالؓ اور دو شخص اور تھے
جن کے نام نہیں کہہ سکتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل
میں کوئی خطرہ واقع ہوا جو اللہ تعالیٰ نے واقع کرنا چاہا آپؐ اس پر دل
ہی دل میں غور کرنے لگے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی و
لا تطرد الذین الخ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ اُن سے
اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم
بظلم (۶: ۸۲) جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے
ساتھ مخلوط نہیں کرتے۔" آپ نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا
لم یظلموا (یعنے اُنھوں نے ظلم نہیں کیا)۔ تو آپ نے فرمایا تم نے اس
امر کو شدت پر محمول کر لیا بظلم (کی تفسیر ہے) بشرک کیا تم نے اللہ تعالیٰ
کے اس قول کی طرف دھیان نہیں دیا؛ اِنّ الشرک لظلمٌ عظیم
(یعنی بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے) اور عمر بن الخطاب سے مروی
ہے کہ ولم یلبسوا ایمانہم بظلم (کی تفسیر میں) فرمایا بشرک (یعنی
اس آیت میں ظلم سے شرک مراد ہے) روایت ہے عکرمہ سے کہ جب
عمرؓ نے ام کلثوم بنت علیؓ سے نکاح کیا تو اُن کے یہاں اُن کے
رفقاء جمع ہوئے اور مبارکباد دی اور اُن کے لئے دُعاء کی تو عمرؓ نے
کہا کہ میں نے اس سے نکاح اس حال میں کیا ہے کہ مجھے عورتوں کی
طرف حاجت نہیں ہے، لیکن میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو
یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قیامت کے دن ہر نسب اور سبب منقطع ہو جائیگا
بجز میرے سبب اور نسب کے تو مجھے یہ خواہش ہوئی کہ میرے اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک سبب قائم ہو جائے۔ اور مروی
ہے ابن عباسؓ سے کہ آیت اَوَمَن کان میتاً فاحییناہُ پر فرمایا کہ
ایک کافر گمراہ تھا تو ہم نے اُس کو ہدایت کر دی وجعلنا لہ نوراً
اور وہ قرآن ہے کمن مثلہ فی الظلمات (ظلمات میں) یعنی کفر
اور گمراہی میں۔ مروی ہے زید بن اسلم سے آیت اَوَمَن کان

مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ
فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ
قال نزلت في عمر بن الخطاب وابي جهل
ابن هشام كانا مَيْتَيْنِ في ضلالتهما فاحيا
الله عمر بالاسلام واعزه واقر اباجهل
في ضلالته وموته وذلك ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم دعا فقال اللهم
اعز الاسلام بابي جهل بن هشام او بعمر
ابن الخطاب وعن الحسن مثله عن الضحاك
في قوله اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ قال
عمر بن الخطاب كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ قال
ابوجهل بن هشام وعن ابي سنان اَوَمَنْ
كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ قال نزلت في عمر بن
الخطاب فقیر گوید این آیت تعریض است
بحال عمر بن الخطاب و ابوجهل نزدیک جمهور
مفسرین عن ابن مسعود قال ان الله نظر
في قلوب العباد فوجد قلب محمد خير
القلوب فاصطفاه لنفسه فابتعثه برسالته
ثم نظر في قلوب العباد بعد قلب محمد
صلى الله عليه وسلم فوجد قلوب اصحابه
خير قلوب العباد فجعلهم وزراء
نبيه يقاتلون على دينه فما رأى المسلمون
حسنا فهو عند الله حسن وما راوه
سيئا فهو عند الله سيئ وعن ابي الصلت الثقفي
ان عمر بن الخطاب قرأ هذه الآية ومن يرد ان يضله
يجعل صدره ضيقا حرجا بنصب الراء وقرأ بعض
من عنده من اصحاب رسول الله صلى الله عليه
وسلم حرِجا بالخفض فقال عمر ابغوني رجلا من كنانة
واجعلوه راعيا فاتوا به فقال له عمر يا فتى

مَیْتًا تا فِی الظُّلُمٰتِ کے بارے میں کہ اُنھوں نے کہا کہ یہ نازل ہوئی عمرؓ
ابن الخطاب اور ابی جہل بن ہشام کے بارے میں، دونوں گمراہی میں مُردہ
پڑے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کو اسلام کے ساتھ زندگی بخشی اور
اُن کو معزز بنا دیا اور ابوجہل کو اُس کی گمراہی اور موت میں پڑا رہنے
دیا۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
دُعا کی کہ یا اللہ اسلام کو عزت بخشد یجئے ابی جہل بن ہشام سے یا عمرؓ
ابن الخطاب سے۔ اور حسن سے بھی اسی طرح مروی ہے ضحاک سے کہ
آیت اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ پر حسنؒ نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب
(مراد ہیں) كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ اس سے ابوجہل بن ہشام مراد ہے
اور ابی سنان سے مروی ہے کہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ کے بارے
میں اُنھوں نے کہا کہ یہ آیت عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں نازل ہوئی۔
فقیر کہتا ہے کہ جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت کا روئے سخن
عمرؓ بن الخطاب اور ابوجہل کے احوال کی جانب ہے۔ مروی ہے ابن
مسعودؓ سے اُنھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے قلوب میں نظر کی تو
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تمام قلوب سے اچھا پایا تو آپ کو اپنی
ذات کے لئے برگزیدہ کر لیا اور اُن کو اپنی رسالت کے لئے متعین کیا پھر
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کے بعد دوسرے بندوں کے قلوب
پر نظر ڈالی تو آپ کے اصحابؓ کے قلوب کو سب بندوں کے قلوب سے
بہتر پایا تو اُن کو اپنے نبیؐ کے وزراء (یعنی معاون و مشیر) بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ
کے دین کے لئے قتال کریں تو جس امر کو سب مسلمان اچھا سمجھیں وہ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کو وہ بُرا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے
نزدیک بھی بُرا ہے۔ اور ابو الصلت ثقفی سے مروی ہے کہ عمرؓ بن
الخطاب نے یہ آیت پڑھی وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ
ضَيِّقًا حَرَجًا (۶: ۱۲۵) (اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے
سینہ کو تنگ بہت تنگ کر دیتے ہیں) آپ نے حَرَجًا کی راء پر نصب
یعنی زبر پڑھا اور اصحاب رسول اللہ میں سے بعض لوگ جو آپ کے
پاس موجود تھے اُنھوں نے راء کے زیر کے ساتھ حَرِجًا پڑھا تو عمرؓ
نے فرمایا کہ میرے پاس قبیلہ کنانہ کے کسی ایسے شخص کو لاؤ جو اونٹوں
کو چرانے والا ہو تو ایک شخص لایا گیا۔ تو اُس سے عمرؓ نے کہا اے جوان!

ما الحرجۃ فیکم قال الحرجۃ فینا الشجرۃ التی تکون بین الاشجار التی لا تصل الیہا راعیۃ ولا وحشیۃ ولا شیئ فقال عمر کذلک قلب المنافق لا یصل الیہ شیئ من الخیر ۔ وعن علی بن ابی طالب قال لما امر اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یعرض نفسہ علی قبائل العرب خرج الی منیٰ وانا معہ وابوبکر وکان ابوبکر رجلاً نسابۃ فوقف علی منازلہم ومضاربہم بمنیٰ فسلم علیہم وردوا السلام وکان فی القوم مفروق بن عمرو وہانی بن قبیصۃ والمثنیٰ بن حارثۃ والنعمان بن شریک وکان اقرب القوم الی ابی بکر مفروق قد غلب علیہم بیاناً ولساناً فالتفت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ الی ما تدعونا اخا قریش فتقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجلس وقام ابوبکر یظلہ بثوبہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادعوکم الی شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وانی رسول اللہ ولا تؤذونی وتنصرونی وتمنعونی حتی اؤدی عن اللہ الذی امرنی بہ فان قریش قد تظاہرت علی امر اللہ وکذبت رسولہ واعانت الباطل علی الحق واللہ ہو الغنی الحمید قال لہ والی ما تدعونا ایضاً یا اخا قریش فتلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم

تم "حرجہ" کس چیز کو کہتے ؟ اُس نے کہا کہ ہم حرجہ اُس درخت کو کہتے ہیں جو درختوں کے بیچ میں اس طرح آیا ہو کہ اُس تک نہ کوئی پالتو جانور پہنچ سکے اور نہ جنگلی اور نہ اور کچھ۔ تو عمرؓ نے کہا ایسا ہی منافق کا دل ہے کہ اُس تک خیر کی کوئی چیز پہنچتی ہی نہیں۔ اور مروی ہے علیؓ بن ابی طالب سے اُنھوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی ذات کو قبائل عرب کے سامنے پیش کریں تو آپ منیٰ کی جانب تشریف لے چلے اور میں اور ابوبکرؓ آپ کے ساتھ تھے اور ابوبکرؓ نسب کے بڑے جاننے والے شخص تھے تو وہ ٹھہر گئے منیٰ میں وہاں کے لوگوں کی منزلوں اور بیٹھکوں میں ابوبکرؓ نے اُن کو سلام کیا اور اُنھوں نے جواب دیا اور اس قوم میں مفروق بن عمرو اور ہانی بن قبیصہ اور مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک تھے۔ اور قوم میں ابوبکرؓ کے (نسب میں) زیادہ قریب مفروق تھے اور وہی ان میں فصاحت و بیان میں ممتاز تھے اُنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ ہم کو کس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں اے قریشی بھائی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے پھر بیٹھ گئے اور ابوبکرؓ کھڑے ہو گئے آپ اپنے کپڑے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرنے لگے اب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شہادت کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور نہ تم مجھے ایذا دو اور نہ مارو اور نہ منع کرو یہاں تک کہ میں تمھیں اللہ کا پیغام پہنچا دوں جس کا اُس نے مجھے حکم دیا ہے کیونکہ قریش نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا مقابلہ کیا اور اس کے رسول کو جھٹلایا اور حق کے مقابلہ پر باطل کی اعانت کی اور اللہ بے پرواہ اور تمام خوبیوں کا مالک ہے۔ مفروق نے پھر کہا کہ آپ ہم کو اور کس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں اے قریشی بھائی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی قُلْ تَعَالَوْا سے تَتَّقُوْنَ تک (۶:۱۵۱) آپ اُن سے کہیے آؤ میں تمھیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمھارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو

أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا الی قولہ تَتَّقُوْنَ ٥ قال لہ مفروقٌ الی ماتدعونی ایضًا یا اخا قریش فو اللّٰہ ما ہذا من کلام اہل الارض ولو کانَ من کلامہم لعرفنا ہ فتلا رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الآیۃ فقال لہ مفروقٌ دعوتَ واللّٰہ یا قریشی الی مکارم الاخلاقِ ومحاسنِ الاَعمال ولقد اَفِکَ قومٌ کذّبوک وظاہروا علیک و قال ہانی بن قُبیصۃ قد سمعتُ مقالتک واستحسنتُ قولکَ یا اخا قریش واعجبنی ما تکلمتَ بہ ثم قال لہم رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم لَنْ تلبثوا الا یسیرًا حتّٰی یمنحکم اللّٰہ بلادَہم واولادہم یعنی ارض فارس وانہار کسریٰ ویُفرشکم بناتہم تُسبّحون اللّٰہَ وتُقدّسونہ قال لہ النعمانُ ابن شریک اللّٰہم وَ اِنَّ لَنَا ذٰلک لک یا اخا قریش فتلا لہٗ رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاہِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا الآیۃ ثم نہض رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قابضًا علٰی ید اَبی بکر عن ابن عباس قال خطبنا عمر فقال ایّہا النّاسُ سیکونُ قومٌ من ہذہ الاُمّۃ یکذبونَ بالرّجم و یکذّبونَ بالدّجال و یکذّبونَ بطلوع الشمس من مغربہا ویکذّبون بعذاب القبر و یکذّبونَ بالشّفاعۃِ ویکذّبونَ بقومٍ یخرجونَ من النّارِ بعدَ ما امتحشوا

شریک نہ ٹھہراؤ ... آخر تک۔ یہ سنکر مفروق نے کہا آپ ہم کو اور کس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں اے قریشی بھائی! کیونکہ واللہ یہ اہلِ زمین کا کلام نہیں ہے اور اگر اُن کے کلام میں سے ہوتا تو ہم اس کو ضرور پہچان لیتے۔ پھر تلاوت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ (۱۶: ۹۰) بیشک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہلِ قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں، آخر تک۔ پھر آپ سے مفروق نے کہا کہ واللہ اے قریشی آپ نے بڑے پاکیزہ اخلاق اور نیک اعمال کی دعوت دی اور واللہ وہ قوم جس نے تم کو جھٹلایا اور تمھارا مقابلہ کیا خود جھوٹی ہے۔ اور ہانی بن قبیصہ نے کہا کہ میں نے آپ کا مقالہ سُنا اور اے قریشی بھائی! آپ کے کلام کو پسند کیا اور جو کلام آپ نے پڑھا ہے وہ مجھے عجیب معلوم ہوا۔ پھر اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیادہ زمانہ نہیں گزرے گا کہ حق تعالیٰ اُن کے شہر اور اُن کی اولاد یعنے سرزمین فارس اور کسریٰ کی نہریں تم کو بخش دیگا اور اُن کی بیٹیوں کو تمھاری دولہنیں بنا دے گا تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اُس کی تقدیس کرتے ہوگے۔ آپ سے نعمان بن شریک نے کہا یا اللہ یہ عجیب کلام آپ کے پاس کہاں سے آیا اے قریشی بھائی! تو اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت سُنائی اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ الخ (۳۳: ۴۵-۴۶) بیشک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کو) بشارت دینے والے اور (کفار کے) ڈرانے والے ہیں اور (سب کو) اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بُلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں، آخر تک۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے اٹھ گئے۔

اور مروی ہے ابن عباسؓ سے انھوں نے کہا کہ ہم کو عمرؓ نے خطبہ دیا اور کہا اے لوگو! اس اُمّت میں ایسی قوم ہونے والی ہے جو رجم کا (جو حدِ زنا ہے) انکار کرے گی اور دجّال (کے ظہور) کا انکار کریگی اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا انکار کرے گی اور عذابِ قبر کا انکار کرے گی اور شفاعت کا انکار کرے گی اور اُس قوم کا انکار کرے گی جو جہنّم سے جل بُھن جانے کے بعد نکالی جائیگی (آپؓ کی یہ سب

قال اللہ تعالیٰ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

مضمون این آیات آنست کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بدرگاہِ مجیب الدعوات مناجات نمود کہ واکتب لنا فی ہذہ الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ انا ہدنا الیک خداوندا بنویس یعنی مقدّر کن و در ملکوت قضائی ثبوتِ حسنہ نازل گردان وصورتِ مثالیہ ثبوت حسنہ در دنیا و آخرت برائے امتِ من مخلوق فرما از جنابِ ربّ الارباب خطابش در رسید کہ یہود را یک حال نخواہد بود عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شیء۔ از ایشان جمعے باشند کہ عقوبتِ دنیا بدیشاں رسد کما قال عزّ من قائل وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ الآیۃ و جمعے باشند کہ رحمتِ الٰہی بایشان رسد کما قال عزّ من قائل

پیشگوئیاں حرف بحرف پوری ہوئیں)۔

آیات سورۃ الاعراف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا الخ (۷:۱۵۶)

اور ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک حالی لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب تو اُسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے تو وہ رحمت اُن لوگوں کے نام تو ضرور ہی لکھوں گا۔ جو کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ جو لوگ ایسے رسول نبی اُمّی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (جن کی صفت یہ بھی ہے کہ) وہ اُن کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو اُن کے لئے حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو (بدستور) اُن پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے اُن کو دور کرتے ہیں سو جو لوگ اس نبی (موصوف) پر ایمان لاتے ہیں اور اُن کی حمایت کرتے ہیں اور اُن کی مدد کرتے ہیں اور اُس نور کا اتباع کرتے ہیں جو اُن کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

اِن آیات کا مضمون یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ مجیب الدعوات سے درخواست کی کہ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ۔ یعنی اے خدا لکھ یعنی مقدّر کر دے اور عالمِ ملکوت میں ثبوتِ حسنہ کا فرمان نازل کر دیجئے اور ثبوتِ حسنہ کی صورتِ مثالیہ دنیا و آخرت میں میری اُمت کے لئے پیدا فرمائیے۔ بارگاہِ ربّ العزت سے اُن کو خطاب پہنچا کہ یہود کا یکساں حال نہیں رہے گا عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔ ان میں سے ایک جماعت ایسی ہوگی کہ عذابِ دنیا اُن کو پہنچے گا جیسا کہ حق جلّت عزّتہ نے فرمایا وَقَضَيْنَا إِلَىٰ الخ (۱۷:۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات (بطور پیشنگوئی) بتلادی تھی کہ تم سرزمین (شام) میں دوبارہ خرابی کروگے۔ آخر تک اور ایک جماعت ہوگی کہ جن پر رحمتِ الٰہی پہنچے گی جیسا کہ اُس جلّ وعلا شانہ

اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ
اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ
اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ الخ

خواہم نوشت حسنہ دنیا وآخرت را در زمانِ آیندہ
برائی جمعے کہ صفت ایشان اینست کہ متقیان باشند
وادائی زکوٰۃ می نمایند وبآیاتِ ما ایمان می آرند
ازینجا مفہوم گشت کہ درزمانِ آیندہ اُمتے پیدا خواہد شد
متصف باین صفات وخدا تعالیٰ حسنہ دنیا کہ عبارت
از فتح ونصرت است واتساعِ ارزاق وآنکہ ریاستِ عالم
میان ایشان باشد دیگران ہمہ باج دِہ وخراج گزارِ
ایشان یا اسیر وبندہ در دستِ ایشان باشد وحسنہ
آخرت کہ عبارت از مغفرت است ونجات ورفع
درجات ہر دو ایشان را بخشد باز خدا تعالیٰ ارشاد
میفرماید کہ اُمتِ موعودہ تابعانِ نبی اُمی اند آن
موعود بہ ایشان راست آمد وآن حسنہ دنیا وآخرت
برائے ایشان نوشتیم یعنی در ملکوت قضائے
آن مصمم نمودیم آنانکہ پیروی نبی اُمی مے
کنند ایمان آوردند باو وتقویت دادند اورا
ویاری نمودند وپیروی نورے کہ ہمراہ او نازل
شد یعنے پیروی قرآن کردند ایشان اند رستگار
ووصف نبی اُمی آنست کہ می یابند نعتِ او در توریت
وانجیل یہود در توریت خواندند ونصاریٰ در انجیل
وبر سائر اُمم نیز حجت ثابت شد از جہتِ ظہور
معجزات موسےٰ وعیسیٰ علیہما السلام وثبوتِ نبوت
ایشان وشہرتِ آن پس چون در دنیا نعتِ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم در کتبِ الٰہیہ موجود است
وانبیاء ثابت الصدق بآن خبر دادند حجت
بر کافۂ ناس متحقق گشت اگر آن را معترف
نشوند عند اللہ معذور نباشند

نے فرمایا اذکروا نعمۃ اللّٰہ الخ (۵: ۲۰) (اے میری قوم) تم اللہ تعالیٰ
کے انعام کو جو کہ تم پر ہوا ہے یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سے
پیغمبر بنائے اور تم کو صاحب ملک بنایا اور تم کو وہ چیزیں دیں جو دنیا
جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں۔ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ الخ
یعنے میں دنیا وآخرت کے حسنہ کو آئندہ زمانہ میں اُس جماعت کے لئے
لکھوں گا کہ جن لوگوں کی صفت یہ ہے کہ وہ متقی ہوں گے اور زکوٰۃ
ادا کریں گے اور ہماری آیات پر ایمان لائیں گے۔ یہاں سے یہ مفہوم
ہوا کہ زمانہ آئندہ میں ایک ایسی اُمت پیدا ہوگی جو ان صفات سے
متصف ہوگی اور حق تعالیٰ حسنہ دنیا اُن کو عطا کرے گا جس کا
مطلب ہے فتح ونصرت، رزقوں کی وسعت اور یہ کہ حکومتِ دنیاوی
اُن کے درمیان قائم ہوگی دوسرے سب اُن کے باج گزار اور خراج
دینے والے ہوں گے یا قیدی اور غلام ہو کر اُن کے قبضہ میں رہیں گے۔
اور حسنہ آخرت جس سے مراد ہے مغفرت اور نجات اور درجات
کی بلندی دونوں (یعنے حسنہ دنیا وحسنہ آخرت) اُن کو عطا فرمائیگا۔
پھر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ اُمتِ موعودہ (یعنی جس کی
خبر دی گئی) نبی اُمی کی پیروی کرنے والے ہیں۔ وہ وعدہ جو کیا
گیا تھا ان پر منطبق ہوگیا اور وہ حسنہ دنیا وآخرت ہم نے اُن کے
لئے لکھدی ہے یعنی عالمِ ملکوت میں ہم نے اُس کا مضبوط فیصلہ
کردیا ہے جو لوگ نبی اُمی کی پیروی کرتے ہیں وہ ایمان لائے اور
انھوں نے اُس نبی کو قوت پہنچائی اور مدد کی اور اُس نور کی جو کہ
اس پر نازل ہوا یعنی قرآن کی پیروی کی یہ لوگ نجات پانے والے
ہیں اور نبی اُمی کا وصف یہ ہے کہ یہ لوگ اس کی تعریف توریت و
انجیل میں مطالعہ کرتے ہیں۔ یہود توریت میں پڑھتے ہیں اور نصاریٰ
انجیل میں۔ اور تمام اُمتوں پر بھی حجت ثابت ہوگئی موسیٰ اور
عیسےٰ علیہما السلام کے معجزات کے ظہور اور اُن کی ثبوت اور اُس کی
شہرت کی جہت سے۔ تو جب دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعریف کتب الٰہیہ میں موجود ہے اور اُن انبیاء نے جن کی سچائی
ثابت (اور مُسلّم) ہو چکی ہے اُس کی خبر دیدی تو تمام کے تمام لوگوں پر
حجت متحقق ہوگئی اگر اس کے معترف نہ ہوں گے تو عند اللہ معذور نہیں ہونگے

و این نعت آنست کہ میفرماید بکار پسندیدہ و
نہی میکند از ناپسندیدہ و حلال میگرداند برائے
ایشان چیزہائے پاکیزہ را و حرام مے نماید
برایشان چیزہائے ناپاکیزہ را و از سر
ایشان فرو مے آرد بار گران ایشان را
و طوق گردنہا را کہ سابق برایشان بود
یعنی شرائع شاقہ نسخ میفرماید و بملت حنیفیہ
سہلہ سمحہ ارشاد می کند و نبوت کہ باین صفت
باشد کمال رحمت الٰہی است و تمام رأفت
او و درین آیات خدا تعالےٰ یاران پیغامبر
را منطوقاً اثبات فلاح میفرماید و مفہوماً حسنۂ
دنیا و آخرت را ثابت میکند و شک نیست
کہ خلفاء ایمان آوردند و تقویت نمودند چہ
در ایام حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
وچہ بعد وفات او پس باین فضل کہ بالاتر
ازان فضلے متصور نیست متصف باشند
وہو المقصود ۔ عن عمر بن الخطاب قال
اعطیتُ ناقۃً فی سبیل اللہ فاردتُ ان
اشتری من نسلہا فسالتُ النبی صلے
اللہ علیہ وسلم فقال دعہا تاتی یوم القیامۃ
ہی واولادُہا جمیعًا فی میزانک عن الحسن
قال رأیتُ عثمان علی المنبر قال یا ایہا
الناسُ اتقوا اللہ فی ہذہ السرائر فانی
سمعتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یقولُ والذی نفس محمد بیدہ ما عمل احدٌ
عملاً قطُّ سرًّا الا البسہ اللہ رداءَہ علانیۃً
ان خیرًا فخیرٌ وان شرًّا فشرٌّ ثم تلا
ہذہ الآیۃ وریاشًا ولم یقل وریشًا و
لباسُ التقوٰی ذٰلک خیرٌ ۔

اور وہ تعریف یہ ہے کہ (وہ نبی) اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے اور برے
کاموں سے منع کرتا ہے اور اُن کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور
جو غیر پاکیزہ چیزیں ہیں وہ اُن پر حرام کرتا ہے اور وہ اُن کے سر سے
وہ بھاری بوجھ جو اُن پر پڑا ہوا تھا اور اُن کی گردن کے طوق کو
اُتار رہا ہے جو پہلے سے پڑا ہوا تھا یعنی سخت احکام کو منسوخ فرمایا
ہے۔ اور دینِ حنیفیہ آسان ہلکا پھلکا تعلیم کر رہا ہے ۔ اور جو نبوت
ان اوصاف کی ہوگی وہ اللہ کی رحمتِ کاملہ ہے اور اُس کی مکمل
شفقت ۔ اُن آیات میں خدا تعالےٰ اصحابِ رسول کے لئے بلحاظ الفاظ
واضحہ فلاح کا اثبات فرما رہے ہیں اور بلحاظ مفہوم دنیا وآخرت کی
حسنہ کو ثابت کر رہے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خلفاء ایمان
لائے اور اُنھوں نے (دینِ حنیفیہ کو) قوت بھی پہنچائی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کیا بعد وفات کیا ۔ (برابر تقویت
اسلام میں مصروف ہی رہے) پس وہ اس فضیلت سے بھی جس
سے بالاتر کسی فضیلت کا تصور بھی نہیں ہوتا یقیناً متصف ہوئے
اور یہی ہمارا مقصود ہے ۔ عمر رض بن الخطاب سے مروی اُنھوں نے
بیان کیا کہ میں نے ایک اونٹنی اللہ کی راہ میں دی پھر میں نے چاہا
کہ اُس کی نسل میں سے خریدلوں پھر اس کے بارے میں نبی صلے
اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو قیامت
کے دن وہ اور اُس کی تمام اولاد تمہاری میزان (اعمال) میں
آجائے گی ۔ مروی ہے حسن رح سے اُنھوں نے کہا کہ میں نے عثمان رض کو
منبر پر یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ ان چھپے ہوئے اعمال کے سلسلہ میں
اللہ تعالےٰ سے ڈرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا
آپ فرما رہے تھے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی
جان ہے کہ کسی نے کبھی کوئی عمل چھپ کر نہیں کیا مگر اللہ تعالیٰ اُس کو
چادر کی طرح سب پر ظاہر کر دے گا اگر اچھا عمل ہے تو خیر ظاہر ہوگی
اور بدعمل ہے تو بُرائی کا افشا ہوگا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ۔
(یعنی یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سوآتکم و
ریشًا) آپ نے وَرِیاشًا پڑھا اور رِیشًا نہیں کہا ۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی
ذٰلِکَ خَیْرٌ (۷: ۲۶) اے اولادِ آدم کی ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا

قال السمت الحسن عن الحسن قال
دخل عمر علی ابنه عبد الله و اذا عندهم
لحم فقال ما هذا اللحم قال اشتهيته
قال و كلما اشتهيت شيئا اكلته كفى بالمرء
اسرافا ان يأكل كلما اشتهى و عن
عمر بن الخطاب قال اياكم والبطنة
في الطعام والشراب فانها مفسدة
للجسد مورثة للسقم مكسلة عن الصلوة
وعليكم بالقصد فيهما فانه اصلح للجسد
وابعد من السرف وان الله ليبغض
الحبر السمين وان الرجل لن يهلك
حتى يؤثر شهوته على دينه وعن
ابن المسيب قال لما طعن عمر
قال كعب لو دعا الله عمر لأخر في
اجله فقيل له اليس قد قال الله
فاذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة
ولا يستقدمون فقال كعب وقد
قال الله وما يعمر من معمر ولا
ينقص من عمره الا في كتاب فان
الله يؤخر ما يشاء وينقص فاذا
جاء اجله فلا يستأخرون ساعة و
لا يستقدمون عن ابن ابی مليكة قال
لما طعن عمر جاء كعب فجعل يبكي
بالباب ويقول والله لو ان امير
المؤمنين يقسم على الله ان يؤخره
لأخره فدخل ابن عباس فقال
يا امير المؤمنين هذا كعب
يقول كذا و كذا قال اذا
والله

جو کہ تمہاری پردہ داریوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے
اور تقوی کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ (لباس التقوی کی تفسیر میں
آپنے) کہا کہ طریق حسن۔ مروی ہے حسنؒ سے انھوں نے کہا کہ عمرؓ اپنے
بیٹے عبد اللہؓ کے یہاں گئے آپنے دیکھا کہ وہاں گوشت رکھا ہے۔ فرمایا
کہ یہ گوشت کیسا رکھا ہے؟ عبد اللہؓ نے کہا کہ اس کو میرا دل چاہتا تھا۔
فرمایا اور جس چیز کو دل چاہے اُس کو تم نے کھالیا یہ بات ایک شخص کے
مُسرف بننے کے لئے کافی ہے کہ جس چیز کی خواہش ہو اس کو کھانے
لگے۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ فرمایا کہ کھانے اور پانی سے
شکم کو بھرپور کر ڈالنے سے بچو کیونکہ یہ خصلت جسم کو خراب کر دیتی ہے
بیماری پیدا کرتی ہے۔ نماز میں سستی پیدا کرتی ہے۔ کھانے پینے میں میانہ
روی اختیار کرو، ایسا کرنا جسم کو ٹھیک رکھتا ہے اور اسراف سے
بھی بچاتا ہے اور اللہ تعالی موٹی روٹی کو پسند نہیں کرتا۔ جو شخص خواہش
نفس کو دین پر قربان کرے گا وہ ہرگز تباہ نہ ہوگا۔ اور مروی ہے
ابن المسیب سے اُنھوں نے کہا کہ جب عمرؓ کو مجروح کیا گیا تو کعب
(احبار) نے کہا کہ اگر عمرؓ اللہ تعالی سے دُعا کریں تو اللہ تعالی ان کی موت
کو مؤخر کر دے۔ اُن سے کہا گیا کہ کیا اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا فاذا
جاء اجلهم (۷:۳۴) سو جس وقت ان کی میعاد معین آجاوے گی
اُس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے"
تو کعب نے کہا کہ حق تعالی نے یہ بھی فرمایا ہے وما یعمر من الخ
(۳۵:۱۱) اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور نہ کم کی جاتی ہے مگر یہ
سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے؟ تو اللہ تعالی مؤخر کر دیتا ہے جس کو
چاہتا ہے اور کم کر دیتا ہے (جسے کم کرنا چاہتا ہے) پھر جس وقت اُس
کی معین کی ہوئی مدت آجائے گی تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹیں گے
اور نہ آگے بڑھیں گے۔ ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ جب عمرؓ کو مجروح
کیا گیا تو کعب احبار آئے اور اُنھوں نے دروازے پر رونا شروع کر دیا
اور یہ کہتا کہ واللہ امیر المومنینؓ اگر اللہ تعالی کو قسم دیں کہ اُن (کی
اجل) کو مؤخر کر دے تو وہ ضرور مؤخر کر دے گا۔ اس کے بعد ابن
عباسؓ داخل ہوئے اور اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ یہ کعب
ایسا اور ایسا کہہ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اب تو واللہ میں یہ سوال

لا أسأله. عن سالم بن عبد الله وأبان
ابن عثمان وزيد بن حسن ان عثمان بن
عفان أُتي برجل قد فجر بغلام من
قريش فقال عثمان احصن قالوا قد تزوج
بامرأة ولم يدخل بها بعد فقال علي لعثمان
لو دخل بها لحل عليه الرجم فاما اذا لم يدخل
بها فاجلده الحد فقال ابو ايوب اشهد
اني سمعت رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقول الذي ذكر ابو الحسن فامر به
عثمان فجلد مائة. عن ابي بكر الصديق
قال قال موسى عليه السلام يا رب ما
لمن عزى الثكلى قال اظله في ظلي
يوم لا ظل الا ظلي. عن خالد الربعي
قال قرأت في كتاب الله المنزل
ان عثمان يأتي رافعا يديه الى الله
يقول يا رب قتلني عبادك المؤمنون
عن مسلم بن يسار الجهني ان عمر
ابن الخطاب سئل عن هذه الآية
وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ فقال
سمعت رسول الله صلى الله عليه
وسلم سئل عنها قال ان الله خلق
آدم ثم مسح ظهره بيمينه فاستخرج
منه ذرية فقال خلقت هؤلاء
للجنة وبعمل اهل الجنة يعملون
ثم مسح ظهره فاستخرج منه ذرية
فقال خلقت هؤلاء للنار وبعمل
اهل النار يعملون فقال رجل يا رسول الله
ففيم العمل فقال ان الله اذا خلق
العبد للجنة استعمله بعمل اهل الجنة

خدا سے نہ کروں گا۔ مروی ہے سالم بن عبد اللہ سے اور ابان بن عثمان
اور زید بن حسن سے کہ عثمانؓ بن عفان کے سامنے ایک شخص لایا گیا
جس نے قریش کے ایک لڑکے سے بدکاری کی تھی۔ تو عثمانؓ نے پوچھا
کہ کیا یہ کنوارا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک عورت سے نکاح تو کیا تھا
مگر بعد میں اُس کے پاس نہیں گیا۔ اس پر علیؓ نے عثمانؓ سے کہا کہ اگر
یہ اُس کے پاس چلا جاتا تو اس پر رجم (سنگسار کر دینا) ضرور حلال
ہو جاتا اب جب کہ یہ اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا تو حد میں کوڑے
لگوایئے۔ پھر ابو ایوبؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے وہی حکم سُنا جو ابو الحسن (علیؓ) نے ذکر
کیا۔ پھر عثمانؓ نے حکم دے کر اُس کو سو کوڑے لگوائے۔ ابو بکر
صدیقؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے
پروردگار کیا (اجر) ہے اُس شخص کا جو چیخنے والی عورت سے
(جس کا بیٹا مرگیا ہو) تعزیت کرے؟ تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اُس کو
اپنے زیر سایہ رکھوں گا جس دن میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔
مروی ہے خالد الربعی سے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب
میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس عثمانؓ اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے
ہوئے آئیگا کہے گا یا رب مجھے آپ کے مؤمن بندوں نے قتل کیا تھا۔
مسلم بن یسار الجہنی سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب سے اس آیت کے
بارے میں سوال کیا گیا وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ الخ (۷: ۱۷۲) اور جب آپ
کے رب نے اولادِ آدم کی پُشت سے اُن کی اولاد کو نکالا الخ تو فرمایا کہ
میں نے رسول اللہ سے سُنا آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تھا
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا پھر اُس کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ
پھیرا اور پھر اس میں سے ذریت کو نکالا پھر فرمایا کہ میں نے ان کو جنت
کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ اہلِ جنت کے اعمال کرتے رہیں گے۔
پھر آدمؑ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور پھر اس میں سے ذریت کو نکالا
اور کہا کہ میں نے ان کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ اہلِ نار
کے اعمال کرتے رہیں گے تو ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ پھر عمل
کس لئے رہا تو آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بندے کو جنت
کے لئے پیدا کیا تو اُس سے اہلِ جنت ہی کے اعمال صادر کراتے رہیں گے

حتے یموت علے عمل من اعمال اہل الجنۃ فیدخلہ بہ الجنۃ و اذا خلق العبد للنار استعملہ بعمل اہل النار حتے یموت علے عمل من اعمال اہل النار فیدخلہ بہ النار
عن عمر بن الخطاب انہ خطب بالجابیۃ فحمد اللہ و اثنے علیہ ثم قال من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضلل اللہ فلا ہادی لہ فقال لہ قس بین یدیہ کلمۃ بالفارسیۃ فقال عمر لمترجم لہ ما یقول قال یزعم ان اللہ لا یضل احدا فقال عمر کذبت یا عدو اللہ بل اللہ خلقک و ہو اضلک و ہو یدخلک النار انشاء اللہ تعالٰی و لو لا ان بیننا عقدٌ لضربت عنقک فتفرق الناس و ما یختلفون فی القدر
و اخرج البخاری عن ابن عباس قال قدم عیینۃ بن حصن ابن بدر فنزل علے ابن اخیہ الحر بن القیس و کان من النفر الذین یدنیھم عمر و کان القراء اصحاب مجالس عمر و مشاورتہ کھولا کانوا او شبانا فقال عیینۃ لابن اخیہ یا ابن اخی ہل لک وجہ عند الامیر فتستاذن لی فاستاذن لعیینۃ فاذن لہ عمر فلما دخل قال یا ابن الخطاب واللہ ما تعطینا الجزل و لا تحکم بیننا بالعدل فغضب عمر حتے ہم ان یوقع بہ فقال لہ الحر یا امیر المومنین ان اللہ عز و جل قال لنبیہ صلے اللہ علیہ وسلم خذ العفو

یہاں تک کہ اُس کی موت اہلِ جنت کے اعمال میں سے کسی عمل پر آئے تو حق تعالٰے اس عمل کے سبب سے اس کو جنت میں داخل کردے گا اور جب اللہ تعالٰے نے بندے کو نار کے لئے پیدا کیا تو اس سے دوزخیوں کے اعمال صادر کرائیں گے یہاں تک کہ وہ مرجاتے اہلِ نار کے اعمال میں سے کسی عمل پر پھر اس سبب سے اس کو نار میں داخل کردے گا۔ عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ انھوں نے جابیہ میں خطبہ دیا تو اللہ تعالٰی کی حمد وثنا کی پھر کہا کہ جس شخص کو اللہ تعالٰے ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے اُس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ ایک قس (پادری) آپ کے سامنے بیٹھا تھا اُس نے فارسی زبان میں آپ سے کوئی بات کہی تو عمرؓ نے اپنے مترجم سے پُوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ مترجم نے کہا کہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا تو عمرؓ نے کہا کہ اے دشمن خدا تو نے جھوٹ بولا بلکہ اللہ تعالٰی نے ہی تجھے پیدا کیا اور اسی نے تجھے گمراہ کیا اور وہی تجھے دوزخ میں ڈالے گا انشاء اللہ تعالٰی اور اگر ہمارے درمیان صلح کا معاہدہ نہ ہوچکا ہوتا تو میں تیری گردن ماردیتا اس کے بعد لوگ متفرق ہوگئے اور تقدیر کے متعلق (اختلاف یعنی بحثیں) نہیں کرتے تھے۔ اور بخاری نے اخذ کیا، مروی ہے ابن عباسؓ سے انھوں نے کہا کہ عُیینہ بن حصن بن بدر آیا اور اپنے بھتیجے حُرّ ابن القیس کے پاس ٹھہر گیا اور یہ حُرّ اُن لوگوں میں سے تھا جن کی عمرؓ عزت کرتے تھے اور عام قرآء عمرؓ کی مجالس کے مصاحب اور اُن کو مشورے دینے والے ہوتے تھے بوڑھے ہوں یا جوان۔ تو عُیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ بھتیجے! کیا امیر کے یہاں تیری عزت ہے کہ تو میرے لئے ملاقات کی اجازت حاصل کرلے۔ تو اس نے عُیینہ کے لئے اجازت مانگی تو حضرت عمرؓ نے اجازت دیدی۔ جب عُیینہ آپ کے یہاں پہنچا تو بولا اے خطّاب کے بیٹے واللہ نہ تو ہم کو کوئی بڑا عطیہ دیتا ہے نہ تو ہمارے درمیان عدل کے ساتھ حکومت کرتا ہے تو عمرؓ کو غصہ آگیا یہاں تک کہ آپ نے قصد کیا کہ اُس کو پیٹیں تو آپ سے حُرّ نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ اللہ عزّ وجلّ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا ہے خُذِ العفو الخ (۷:۱۹۹)

وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ و
أنّ هٰذا من الجاهلين واللہ ما جاوزہا
عُمَرُ حِينَ تلاها عليہ وكان
وَقَّافًا عندَ كتابِ اللہ عزّ وجلّ۔
قال اللہ تعالیٰ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا
تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ
خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
الْعِقَابِ ۝ وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ
قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ
تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ
فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَ
رَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ۝

فقیر گوید مفسّران در معنے این فتنہ اختلاف دارند جمعے گویند این فتنہ آنست کہ طائفہ از مسلمانان مرتکب معاصی شوند و دیگران از نہی منکر توقف نمایند پس عذاب خدا ہمہ را در گیرد عاصیان بعصیان خود ماخوذ شوند و تارکان نہی از منکر بترک نہی منکر معذب گردند و فیہ بحث زیرا کہ حینئذٍ ہر یکے ماخوذ شد بظلم خود از فعل یا کف معنے صحیح آنست کہ این فتنہ فتنۂ خلافت است و ہی الفتنۃ التی تموج کموج البحر چون مسلمین جنود مجندہ شوند و ہر یکے برائے طلب خلافت برخیزد افناءِ نفوس و نہب اموال و غلبۂ کفار

معافی کا برتاؤ کیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارے ہو جایا کیجئے۔ اور یہ شخص جاہلین میں سے ہے۔ واللہ جب یہ آیت عمرؓ کے سامنے پڑھی گئی تو آپ نے اس آیت کے حکم سے قطعی تجاوز نہ کیا اور آپ کتاب اللہ کے سامنے بہت ٹھہرنے والے (یعنے اس سے بڑا اثر قبول کرنے والے) تھے۔

آیات سورۃ الانفال

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاتَّقُوا فِتْنَةً الخ (۸: ۲۵-۲۶) اور تم ایسے وبال سے بچو جو خاص اُن ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالےٰ سخت سزا دینے والے ہیں اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے سرزمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو (مخالف) لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں سو (ایسی حالت میں) اللہ تعالےٰ نے تم کو (مدینہ میں) رہنے کو جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو۔

فقیر کہتا ہے کہ مفسّرین میں اس فتنہ کے معنے میں اختلاف ہے بہت سے یہ کہتے ہیں کہ اس فتنہ کی صورت یہ ہے کہ مسلمانوں میں بہت سے لوگ گناہوں کے مرتکب ہوں اور دوسرے لوگ نہی عن المنکر (یعنی بری بات سے روکنے) سے باز رہیں تو خدا کا عذاب سب پر گرفت کرلے گناہ کرنے والے اپنے گناہ میں ماخوذ ہوں اور نہی عن المنکر کے تارک اس نہی عن المنکر کے ترک کی وجہ سے معذّب ہوں۔ اور اس میں کلام ہے کیونکہ اس صورت میں تو ہر ایک اپنے ظلم ہی کی وجہ سے ماخوذ ہوا (ایک گروہ کا ظلم فعل (معصیت) ہے (دوسرے کا ظلم) کف (یعنی رُک جانا) نہی از منکر سے اور آیت یہ بتا رہی ہے کہ اس فتنہ سے وہ بھی محفوظ نہ رہیں گے جنہوں نے ظلم کیا ہی نہ ہوگا تو یہ توجیہ کیسے درست ہو سکتی ہے) معنے صحیح یہ ہیں کہ یہ فتنہ خلافت کا فتنہ ہے اور یہی وہ فتنہ ہے جس کی کیفیت (فرمائی گئی) ہے تموج کموج البحر (یعنی دریا کی موج کی طرح موج مارےگا) جب مسلمان الگ الگ گروہ بن جائیں اور ہر ایک طلب خلافت کے لئے اُٹھے تو جانوں کا ضائع کرنا اور اموال کا لوٹنا اور (مزید براں) غلبۂ کفار

کہ ہمیشہ در انتہا ز این فرصت میباشند ظہور آید و این فتنہ شاخہا بر کشد کہ ہر مسلمانے را رسد از اہل حضر و اہل بوادی چہ خامل چہ مشہور چہ معتزل چہ مختلط خدا تعالےٰ از ہمین قسم فتنہ تہویل و تہدید میفرماید و عقب آن ارشاد میکند وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ یعنے شما مغلوب کفار بودید گرسنہ و تشنہ خدای تبارک و تعالیٰ از انحالت بحالت تائید و نصر و اتساع رزق نقل فرمود شکر این نعمت آنست کہ کاری نکنید کہ موجب غلبہ کفار شود و سبب برہم خوردن مکاسب و ارزاق شما گردد و قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰي يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰي قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

جو ایسے ہی اُچک لیجانے کے غنیمت موقع پر ہوا کرتا ہے ظہور میں آئے اور اس فتنہ کی بہت سی شاخیں نکل آئیں جو کہ ہر مسلمان تک پہنچیں خواہ وہ شہر والوں سے ہو یا جنگلوں کا باشندہ، خواہ گمنام ہو اور خواہ مشہور، گوشہ نشین ہو یا لوگوں سے ملنے والا۔ خدا تعالیٰ اسی قسم کے فتنہ سے ڈرا اور دھمکا رہے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض یعنی تم کفار سے مغلوب تھے بھوکے اور پیاسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس حالت سے تمہیں تائید اور فتح اور وسعتِ رزق کی حالت کی طرف منتقل کیا۔ اس نعمت کا شکریہ ہے کہ اب تم ایسے کام نہ کرو جو کفار کے غلبہ کے موجب ہو جائیں اور تمہارے پیشے اور ذرائع رزق سب درہم برہم ہو جائیں۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا الخ (۸: ۷۲ تا ۷۵) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد بھی کیا اور جن لوگوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارا اُن سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمہ مدد کرنا واجب ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور اُن میں باہم عہد (صلح کا) ہو اور اللہ تعالےٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر اس (حکم مذکور) پر عمل نہ کروگے تو دنیا میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا۔ اور جو لوگ (اوّل) مسلمان ہوئے اور انھوں نے (ہجرت نبویہ کے زمانہ میں) ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) اپنے یہاں ٹھہرایا اور اُن کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں اُن کے لئے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور (جنّت میں) بڑی معزز روزی ہے۔ اور جو لوگ (ہجرتِ نبویہ کے) بعد کے زمانہ میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا سو یہ لوگ (گو فضیلت میں تمہارے برابر نہیں لیکن تاہم) تمہارے ہی شمار میں ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

فقیر گوید خدائے عزوجل درین آیات فضیلت مہاجرین اوّلین بیان میفرماید در دنیا و آخرت و میگوید کہ مہاجرین اوّلین و انصار باہم اَکفاء اند و ناصر یکدیگر چون یکے از ایشان بشدتی گرفتار آید بر دیگری لازم است قیام بنصرت او و این معاملہ با مسلمین غیر مہاجرین لازم نیست الّا چون میانِ ایشان و میانِ حربیان نائرہ حرب مرتفع شود اگرچہ بسببِ عداوتِ دنیای باشد آنجا لازم است نصرت ایشان زیرا کہ کفار باہم رفیق یکدیگر اند اگر مسلمین بنصرتِ آنہا قیام ننمایند غلبہ کفر لازم آید و مردمان از اسلام نکول کنند و ذلک قولہ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ بعد از ان فضیلتِ مہاجرین اوّلین و انصار بیان میفرماید وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الآیۃ وکدام فضیلت بالاتر ازین فضیلت تواند بود بعد ازان مہاجرین متأخر الہجرۃ را بذیلِ ایشان درمی آرد و متشبہ بایشان میگرداند قولہ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ الآیۃ درینجا اثباتِ وجوب تناصر مینماید بقرابتِ رحم و آن آیاتِ سابق منافات ندارد برین توجیہ درین آیات منسوخے نیست و این اصح توجیہات است نزدیک فقیر عفی عنہ عن عمر بن الخطاب قال لو وُزِنَ ایمانُ ابی بکرٍ بایمانِ اہلِ الارض لرجح ایمانُ ابی بکرٍ فقیر گوید

کتاب اللہ میں ایک دوسرے (کی میراث) کے زیادہ حقدار ہیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ ان آیات میں مہاجرینِ اوّلین کی فضیلت بیان فرماتا ہے دنیا اور آخرت میں۔ اور کہتا ہے کہ مہاجرینِ اوّلین اور انصار ایک دوسرے کے کفو ہیں اور ایک دوسرے کے مددگار۔ جب ان میں سے ایک کسی سختی میں مبتلا ہو جاتے تو دوسرے پر اس کی مدد کے لئے کھڑا ہونا لازم ہے۔ اور یہ معاملہ غیر مہاجرین مسلمانوں کے ساتھ ضروری نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ اُن کے اور بر سرِ پیکار مشرکین کے درمیان لڑائی کے شعلے بھڑک اُٹھیں اگرچہ لڑائی دنیاوی عداوت کے سبب سے ہو۔ ایسی صورت میں اُن کی مدد بھی ضروری ہے، اس لئے کہ کفار باہم ایک دوسرے کے رفیق ہیں اگر مسلمان اُن مسلمانوں کی مدد کے لئے نہیں اُٹھیں گے تو کفر کا غلبہ لازم ہو جائے گا اور لوگ اسلام سے رُوگرداں ہو جائیں گے یہ مطلب ہے اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ الخ کا۔ اس کے بعد مہاجرینِ اوّلین اور انصار کی فضیلت بیان فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ اور کونسی فضیلت اس فضیلت سے بالاتر ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد اُن مہاجرین کو جنھوں نے بعد میں ہجرت کی تھی اُن ہی کے ذیل میں لاتے اور اُن کے ساتھ مشابہ قرار دیتے ہیں۔ قولہ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ الخ یہاں امداد باہمی کے وجوب کو قرابتِ رحم سے ثابت کرنا مقصود ہے اور یہ آیاتِ سابقہ کے ساتھ منافات نہیں رکھتی۔ اس توجیہ پر ان آیات میں کوئی منسوخ نہیں ہے۔ اور فقیر عفی عنہ کے نزدیک یہ توجیہ سب سے زیادہ صحیح ہے۔ عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ اگر ابوبکرؓ کے ایمان کو تولا جائے تمام زمین والوں کے ساتھ تو ابوبکرؓ کا ایمان بھاری رہے گا فقیر کہتا ہے

لہ ابتداء زمانۂ ہجرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے مابین مواخاۃ قائم کی تھی کہ فلاں، فلاں کا بھائی ہے اور فلاں فلاں کا تو ایک مہاجر انصاری کا مددگار ہوا اور انصاری مہاجر کا خواہ ہر دو پہلے سے ایک دوسرے سے اجنبی ہوں اور اسی طرح ابتداء میں مہاجرین کے مابین مواخاۃ اور نصرت کی بناء پر ارث کا حکم بھی تھا تو ایک مہاجر انصاری کا وارث ہوا اور انصاری مہاجر کا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا کو اس حکم مذکورہ بالا سے متعلق ماننے کے بعد وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ سے اشکال واقع ہوتا ہے کہ اس میں ارث کی بناء قرابت پر ہے تو مفسرین اس کے قائل ہوئے کہ آیت مسبوق الذکر یعنی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا الخ منسوخ ہو گئی اس آیت سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کا ارث سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اور ان کا تعلق صرف نصرت باہمی میں محدود رکھ کر فرماتے ہیں کہ اس آیت سے صرف وجوب تناصر ہی کو قرابت کے نقطۂ نظر سے بتانا مقصود ہے تو ناسخ اور منسوخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس توجیہ کے مناسب بعضہم اولیاء بعض کا ترجمہ باہم ایک دوسرے کے مددگار ہونے کیا جائیگا۔ اسی طرح ولایت کا ترجمہ نصرت اور مددگار ہوگا۔ واضح رہے کہ اُولُوا الْاَرْحَامِ سے آیت میں مطلقاً اہل قرابت مراد ہیں۔ صرف وہی اہل قرابت مراد نہیں جن کو علماء فرائض ذوی الارحام کہتے ہیں جیسے خالہ، ماموں، پھوپھی، نواسے، نواسیاں [illegible]

روزِ بدر موافقاتِ عظیمہ و فراساتِ صادقہ
از شیخین رضی اللہ عنہما ظاہر گردید۔
ذکر موسیٰ بن عقبۃ قصۃ بدر مفصلاً
فذکر من فراستہما ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال اشیروا علی فی
امرنا و مسیرنا فقال ابوبکر انا اعلم
الناس بمسافۃ الارض اخبرنا عدی
ان العیر کانت تعادی کذا و کذا
فکانا و ایاہم فرسی رہان الی
بدر ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اشیروا علی فقال عمر بن الخطاب
انہا قریش و عزہا و اللہ ما ذلت
منذ عزت ولا آمنت منذ کفرت و
اللہ لتقاتلنک فتاہب لذلک اہبتہ
و اعدد لہ عدتہ و ذکر من فراسۃ
ابی بکر الصدیق فقال لما طلع المشرکون
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہم ہذہ قریش قد جاءت بخیلائہا
و فخرہا تحاربک و تکذب رسولک اللہم
انی اسألک ما وعدتنی و رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ممسک بعضد
ابی بکر یقول اللہم انی اسألک ما وعدتنی
فقال ابوبکر ابشر فو الذی نفسی
بیدہ لینجزن اللہ ما وعدک فاستنصر
المسلمون و استغاثوہ فاستجاب اللہ
لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم
و للمسلمین ثم ذکر انہ عج المسلمون
الی اللہ یسألونہ النصر حین رأوا القتال قد
نشب و رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ جنگِ بدر کے موقع پر بڑی صیابت رائی اور ان کی موافقت میں جلنے
والے اہم امور کا ظہور شیخین رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ موسیٰ بن عقبہ نے بدر
کا قصہ مفصل بیان کیا ہے۔ انھوں نے ان ہر دو کی بالغ نظری کی ایک
بات یہ بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (اصحاب سے) فرمایا
کہ اس امر میں اپنے مشورے بیان کرو اور راہِ سفر کے بارے میں بھی۔ تو
ابوبکرؓ نے کہا کہ زمین (عرب) کی مسافت کو میں سب سے زیادہ جانتا ہوں
عدی نے ہم کو خبر دی کہ (مسلمانوں کے لشکر کے) اونٹ تیزی کے ساتھ
لئے اتنے (کوس) کے حساب سے بے تکان دوڑ گئے تھے کہ یوں معلوم ہو رہا
تھا کہ شرط بد کے ہوئے گھوڑے دوڑ رہے ہیں (چونکہ ابوبکرؓ راستوں
کے ماہر ہمراہ تھے اس لئے صحیح راستہ پر بے فکری کے ساتھ دوڑ رہے تھے)
پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے اپنے مشورے بیان
کرو تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ ہمارا مقابلہ قریش اور ان کی عزت سے
ہے۔ واللہ یہ جماعت جب سے عزت والی بنی کبھی ذلیل نہیں ہوئی اور
جب سے کافر ہوئی کبھی ایمان نہیں لائی بخدا وہ آپ سے ضرور قتال
کریں گے اس کے لئے آپ پوری تیاری کریں اور اس جنگ کے مناسب
سامان جمع کر لیجئے۔ اور ابوبکر صدیقؓ کی فراستِ ایمانی کا ایک واقعہ
بیان کیا کہ جب مشرکین سامنے سے دکھائی دیئے تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم دعاء کرنے لگے، الٰہی یہ قریش اپنے نخوت اور فخر کے ساتھ آ
گئے ہیں لڑنے کے لئے اور آپ کے رسولؐ کو جھٹلانے کے لئے اے اللہ!
میں آپ سے وہ چیز مانگتا ہوں جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اور اس
موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کا بازو پکڑے ہوئے
تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے اللہ میں آپ سے وہ چیز مانگتا ہوں جس کا
آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا کہ بشارت ہو قسم ہے
اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا
وعدہ پورا کرے گا جو اس نے آپ سے کیا ہے اور مسلمانوں نے اللہ سے
مدد مانگی اور اس سے استغاثہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی دعائیں قبول فرمائیں۔ پھر موسیٰ بن
عقبہ نے ذکر کیا کہ مسلمان گڑگڑاتے ہوئے (جب قتال شروع ہو گیا
تو) اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یدیہ الی اللّٰہ یسألہ النصر ویقول اللّٰہم ان ظہروا علٰی ہذہ العصابۃ ظہر الشرک ولم یقم لک دین والوبکر یقول یا رسول اللّٰہ والذی نفسی بیدہ لینصرنک اللّٰہ و لیبیضن وجہک فانزل اللّٰہ من الملٰئکۃ جندا فی اکناف العدو فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد انزل اللّٰہ نصرہ ونزلت الملٰئکۃ ابشر یا ابا بکر فانی قد رأیت جبرئیل معتجرا یقود فرسا بین السماء والارض فلما ہبط الی الارض جلس علیہا فتغیب علی ساعۃ ثم رأیت علی شفتیہ غبارا۔ و عن علی قال نزل جبرئیل فی الف من الملٰئکۃ عن میمنۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وفیہا ابوبکر و نزل میکائیل عن میسرۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و انا فی المیسرۃ و عن عمر بن الخطاب فی قولہ تعالٰی ومن یولہم یومئذ دبرہ قال لا تغرنکم ہذہ الآیۃ فانما کانت یوم بدر و انا فئۃ لکل مسلم اخرج مسلم وابوداؤد والترمذی عن عبداللّٰہ ابن عباس قال حدثنی عمر بن الخطاب قال لما کان یوم بدر نظر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی اصحابہ

اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد کا سوال کرنے لگے اور کہہ رہے تھے کہ اے اللہ اگر یہ اس گروہ پر غالب آگئے تو شرک کا غلبہ ہو جائیگا اور آپ کا دین قائم نہ ہو سکے گا اور ابوبکرؓ کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد کرے گا اور آپ کا چہرہ روشن کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا ایک لشکر دشمنوں کے اطراف پر نازل فرما دیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد بھیجدی اور ملائکہ نازل ہوگئے ہیں بشارت ہو اے ابوبکرؓ! میں نے ابھی جبرئیلؑ کو دیکھا ہے سر پر دوپٹہ باندھے ہوئے آسمان اور زمین کے درمیان وہ اپنا گھوڑا کھینچے لئے جا رہے تھے۔ جب زمین پر اُترے تو اُس پر سوار ہوگئے پھر وہ ایک ساعت مجھ سے غائب رہے پھر میں نے اُن کو دیکھا اس حالت میں کہ اُن کے لبوں پر غبار تھا۔ اور مروی ہے علیؓ سے فرمایا کہ جبرئیلؑ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میمنہ (یعنی لشکر کے داہنی جانب والے حصہ) پر نازل ہوتے اور اُس میں ابوبکرؓ (قائد) تھے۔ اور میکائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میسرہ پر (یعنی بائیں طرف والے حصہ) پر نازل ہوئے اور میسرہ میں (قائد) میں تھا۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے دربارۂ قولِ الٰہی وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ الخ (۸:۱۶) اور جو شخص اُن سے اس موقع پر (مقابلہ کے وقت) پُشت پھیریگا الخ آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس آیت سے غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے یہ مخصوص تھی جنگِ بدر کے ساتھ جب کہ میں ہر مسلمان کا مددگار بن رہا تھا۔ (جس کو حریف کے مقابلہ پر کمزور دیکھا دوڑ کر اس کی مدد کے لئے جا پہنچا اس بھاگ دوڑ میں کبھی کبھی دشمن کی طرف پشت بھی ہو جاتی تھی)۔ اخذ کیا مسلم نے اور ابوداؤد نے اور ترمذی نے۔ مروی ہے عبداللہ ابن عباسؓ سے اُنھوں نے کہا کہ مجھ سے ذکر کیا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جب جنگِ بدر شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب پر نظر ڈالی

ف ۱ چونکہ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ بجز جنگی پینتروں کے جو پشت پھیر کر بھاگے گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا تو اُحد کے موقع پر جو ہزیمت واقع ہوگئی تھی جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے ان لوگوں کے اُوپر یہ آیت چسپاں نہ کر دینا۔ اس میں شیعوں پر رد بھی ہوگیا جو حضرت عثمانؓ کے تقدس پر اس آیت کو آڑ بنا کر حملہ کرتے ہیں ۱۲ مترجم

وهم ثلثمائة وبضعة عشر رجلا ونظر الى
المشركين فاذاهم الف وزيادة فاستقبل
نبي الله القبلة ثم مد يديه وجعل
يهتف لربه مادا يديه مستقبل القبلة
حتى سقط رداءه فاتاه ابوبكر فاخذ رداءه
والقاه على منكبيه ثم التزمه من
ورائه قال يا نبي الله كفاك مناشدتك
ربك فانه سينجز لك ما وعدك فانزل
الله اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ
لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
مُرْدِفِيْنَ فلما كان يومئذ والتقوا هزم
الله المشركين فقتل منهم سبعون رجلا
واُسر منهم سبعون رجلا واستشار رسول
الله صلى الله عليه وسلم ابابكر وعمر و
عليا فقال ابوبكر يا رسول الله هؤلاء
بنو العم والعشيرة والاخوان انى ارى
ان تاخذ منهم الفدية فيكون ما اخذنا
منهم قوة لنا على الكفار وعسى الله
ان يهديهم فيكونوا لنا عضدا فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم ما
ترى يا ابن الخطاب قلت والله ما
ارى ما راى ابوبكر ولكنى ارى
ان تمكننى من فلان قريب عمر
فاضرب عنقه وتمكن عليا من عقيل
فيضرب عنقه وتمكن حمزة من فلان
اخيه فيضرب عنقه حتى يعلم
الله انه ليست فى قلوبنا مودة
للمشركين هؤلاء صناديدهم و
ائمتهم وقادتهم

اور وہ تین سو اور دس سے کچھ زیادہ مرد تھے اور مشرکین کی طرف دیکھا
تو وہ ایک ہزار سے زیادہ تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
مستقبل قبلہ ہو کر دعا کے لئے ہاتھ بڑھاتے اور اپنے رب سے بڑے تضرع
کے ساتھ ہاتھ بڑھاتے ہوئے مستقبل قبلہ دعا کرتے رہے یہاں تک
کہ آپ کی چادر گر گئی تو ابوبکرؓ نے آپ کے پاس پہنچ کر آپ کی چادر اٹھائی
اور اس کو آپ کے دونوں کندھوں پر اڑھایا اور اس کو پیچھے سے
پکڑے رہے پھر بولے اے نبی اللہ! بس اس قدر آپ کی الحاح و
تضرع کے ساتھ اپنے رب سے دعا کافی ہو گئی ہے وہ عنقریب اس
وعدے کو پورا کرے گا جو اس نے آپ سے کیا تھا (گویا ابوبکرؓ کو خدا نے
اپنی زبان بنا رکھا تھا ۱۲ مترجم) تو اللہ تعالٰے نے یہ ارشاد نازل فرمایا
اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ الخ (۹:۸) اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم
اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالٰے نے تمہاری سن لی کہ میں
تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے۔
تو اس دن جب بھڑاو ہوا تو اللہ تعالٰے نے مشرکین کو شکست
دی اور بھگا دیا۔ اس دن ان میں سے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر
آدمی گرفتار کئے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ اور
عمرؓ اور علیؓ سے مشورہ طلب کیا تو ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ
یہ لوگ سب چچا کی اولاد ہیں اور ساتھی اور بھائی رہ چکے ہیں میری
رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیجئے تو کچھ زر فدیہ ہم ان سے
لیں گے وہ کفار پر ہماری قوت کا سبب بنے گا اور عنقریب اللہ تعالٰے
ان لوگوں کو ہدایت کر دے گا تو یہ لوگ ہمارے بازو بنیں گے۔ پھر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب تمہاری
کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ واللہ میری رائے تو وہ نہیں ہے جو ابوبکرؓ
کی رائے ہے لیکن میری رائے تو یہ ہے کہ آپ میرے سپرد کریں فلاں
کو جو کہ عمرؓ کے رشتہ دار تھے تاکہ میں اس کی گردن ماردوں اور
علیؓ کے بھتیجے عقیل کو تاکہ وہ اس کی گردن ماردیں اور حمزہؓ کے
سپرد اس کے فلاں بھائی (یعنی عباسؓ) کو کیجئے تاکہ وہ اس کی گردن
ماردے تاکہ اللہ تعالٰے پر عیاں ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کی
محبت نہیں ہے۔ یہ لوگ مشرکین کے سردار ہیں اور ان کے ائمہ اور پیشرو ہیں

فَهَوِىَ رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قال ابوبكر و لم يهو ما قلت واخذ منهم الفداء فلما كان من الغد قال عمر فغدوتُ الى النبى صلى الله عليه وسلم فاذا رسولُ الله صلى الله عليه وسلم و ابوبكر قاعدانِ يبكيان فقلتُ يارسول الله اخبرنى ماذا يبكيك انتَ و صاحبك فانْ وجدتُ بكاءً بكيتُ وان لم اجدْ بكاءً تباكيتُ لبكائكما قال النبى صلى الله عليه وسلم ابكى للذى عرض علىّ اصحابك من اخذ الفداء ثم قال عُرِضَ علىّ عذابهم ادنى من هذه الشجرة لشجرةٍ قريبةٍ و انزل الله مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ الى قوله لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ (من الفداء)۔ ثم احلّ لهم الغنائم فلما كان يوم اُحُد من العام المقبل عوقبوا بما صنعوا يوم بدر من اخذهم الفداء فقُتِل منهم سبعون و فرّوا اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم عن النبى صلى الله عليه وسلم و كُسِرت رَباعيته

تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جھکاؤ اُس رائے کی طرف ہوا جو ابوبکرؓ نے پیش کی تھی اور جو کچھ میں نے کہا تھا اس کو پسند نہ فرمایا اور اُن سے فدیہ لے لیا۔ جب اگلا دن ہوا تو عمرؓ کہتے ہیں کہ میں صبح کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ دونوں بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے بتائیے آپ کیوں رو رہے ہیں آپ اور آپ کے صحابی دونوں۔ تاکہ وجہ سُن کر اگر مجھے رونا آئے تو میں بھی روؤں اور اگر رونا نہ آئے تو (کم سے کم اتنا ہی کرلوں) کہ رونے کا حال بنا کر آپ دونوں کے ساتھ رونے میں شریک ہو جاؤں تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اُس کی وجہ سے روتا ہوں کہ فدیہ لینے کے بارے میں میرے سامنے جو رائے تمہارے اصحاب نے پیش کی تھی۔ پھر فرمایا کہ میرے سامنے لایا گیا وہ عذاب جو اُن پر ہوتا اس درخت سے بھی زیادہ نزدیک کر کے۔ قریب ہی ایک درخت تھا[ا] اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَكُوْنَ سے فیما اخذتم الخ تک (۸: ۶۷-۶۸) نبی کے شان کے لائق نہیں کہ اُن کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کرلیں۔ تم دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اُس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔ فیما اخذتم سے فدیہ مراد ہے۔ اس کے بعد اُن کے لئے غنیمتوں (یعنی کفار سے لئے ہوئے اموال) کو حلال کر دیا گیا۔ پھر جب آئندہ سال جنگ اُحد واقع ہوا تو ان کو یوم بدر میں جو انھوں نے کیا تھا یعنی قیدیوں سے فدیہ لینے کی سزا دی گئی تو ان میں سے ستر آدمی قتل کئے گئے اور اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگے اور آپ کے سامنے کے دو دانت[۲] ٹوٹے

[ا] شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا منشا اس اشارے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عتاب میں فدیہ لینے کا بڑا دخل ہے۔ اور تریدون عرض الدنیا بھی اس کا بڑا قرینہ ہے۔ اگر بغیر فدیہ لئے اس امید پر کہ اس احسان کا اثر پڑے گا جو کر یہ لوگ آئندہ اسلام قبول کر کے اعلاء کلمۃ اللہ میں ہماری قوت بازو بن سکیں گے اور یہ بات بھی پیش نظر آتی کہ یہ لوگ ہمارے ہی اعمام میں سے ہیں، کبھی ہم اور یہ دوستانہ معاشرت رکھ چکے ہیں۔ بلکہ پیش نظر صرف اعلاء کلمۃ اللہ کی مصلحت ہوتی تو یہ صورت عتاب پیش نہ آتی ۱۲

[۲] بفتح الراء و تخفیف یا تحتانی دندان درمیان ثنیہ و ناب این بالکل شکستہ بود بلکہ از تیر عتبۃ بن ابی وقاص پارہ ازاں جدا شدہ بود و قولہ ہم معنے ای کسرت البیضۃ یعنے خود اہن ۱۲

وهشمت البيضة على رأسه وسال الدم على وجهه فانزل الله أوَلَمّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنّى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ بأخذكم الفداء قال ابن عباسؓ بينا رجل من المسلمين يشتد في اثر رجل من المشركين أمامه إذ سمع ضربة بالسوط فوقه وصوت الفارس فوقه يقول اقدم حيزوم إذ نظر إلى المشرك أمامه فخر مستلقيا فنظر إليه فاذا هو قد خطم أنفه وشق وجهه بضربة السوط فاخضر ذلك أجمع فجاء الانصاري فحدث ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صدقت وذلك من مدد السماء الثالثة فقتلوا يومئذ سبعين وأسروا سبعين وعن عمر بن الخطاب أنه سمع غلاما يدعو اللهم انك تحول بين المرء وقلبه فحل بيني وبين الخطايا فلا أعمل بسوء منها فقال رحمك الله ودعا له بخير وعن مطرف قال قلنا للزبير يا أبا عبد الله ضيعتم الخليفة حتى قتل ثم جئتم تطلبون بدمه قال الزبير انا قرأنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ولم نكن نحسب انا أهلها حتى وقعت فينا حيث وقعت وعن قتادة

اور آپ کا خود جو سر پر تھا توڑا گیا اور خون بہہ کر آپ کے چہرہ مبارک پر آگیا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اولما اصابتکم الخ (۳: ۱۶۵) اور جب تمھاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو حصے تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو کہ کدھر سے ہوئی۔ آپ فرما دیجیے کہ یہ ہار خاص تمھاری طرف سے ہوئی۔ یعنی تمھارے فدیہ لینے کی وجہ سے۔ ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ اس دوران میں کہ مسلمانوں میں کا ایک شخص سخت تعاقب کر رہا تھا مشرکین میں کے ایک شخص کا جو اُس کے آگے تھا کہ اچانک اُس نے کوڑا لگنے کی آواز سنی اپنے اوپر سے اور اوپر سے سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ اے حیزوم آگے چل" (حیزوم حضرت جبریلؑ کے گھوڑے کا نام ہے) اب اُس مشرک کو جو آگے بھاگ رہا تھا دیکھا کہ وہ چت ہوا پڑا ہے۔ پھر اُس کو دیکھا تو اُس کی ناک پر چوٹ کا نشان تھا اور اُس کا چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ گیا تھا۔ پھر اس کے بعد یہ سب کا سب سبز رنگ کا ہو گیا۔ اس انصاری نے آکر یہ پورا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور یہ تیسرے آسمان (کے فرشتے) کی مدد سے ہوا۔ تو اُس دن ستّر مشرکین قتل ہوئے تھے اور ستّر گرفتار کیے گئے تھے۔ اور مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے ایک لڑکے سے سنا جو یہ دعا کر رہا تھا کہ "اے اللہ! بیشک آپ آڑ بن جاتے ہیں آدمی اور اُس کے قلب کے درمیان تو میرے اور میری خطاؤں کے درمیان آپ آڑ بن جائیے کہ میں اس وجہ سے کوئی برا کام نہ کر سکوں۔" تو آپ نے فرمایا کہ خدا تجھ پر رحمت کرے اور اُس کے لئے دعائے خیر کی۔ اور مطرف سے مروی ہے کہا کہ ہم نے زبیرؓ سے کہا کہ اے ابا عبداللہ تم نے خلیفہ (عثمانؓ) کو ضائع کر دیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گئے۔ پھر تم اُن کا قصاص طلب کرنے آتے ہو۔ زبیرؓ نے کہا کہ ہم پڑھتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے زمانہ میں واتقوا فتنۃ الخ (۸: ۲۵) "اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص اُن ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔" اور ہم یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ وہ اہلِ فتنہ ہم ہی ہیں یہاں تک کہ جب اُس کو واقع ہونا تھا ہم پر واقع ہو گیا۔ اور قتادہؓ سے اسی آیت کے بارے میں

فی الآیۃ قال علم واللہ ذوو الالباب من اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم حین نزلت ھذہ الآیۃ انہ ستکون فتن وعن الحسن فی الآیۃ نزلت فی علیّ وعثمانَ وطلحۃَ والزبیرَ وعن الضحاک نزلت فی اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم خاصۃ وعن السدی اُخبرت انھم اصحاب الجمل وعن رفاعۃ ابن رافع ان النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم قال لعمر رضی اللہ عنہ اِجمَع لی قومک فجمعھم فلما حضروا باب النبی صلے اللہ علیہ وسلم دخل عمرؓ علیہ فقال قد جمعتُ الآن قومی فسمع ذلک الانصارُ فقالوا قد نزل فی قریش الوحیُ فجاء المستمع والناظرُ مایُقال لھم فخرج النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم فقام بین اظھرھم فقال ھل فیکم من غیرکم قالوا نعم فینا حلیفُنا و ابن اُختنا و موالینا قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم حلیفُنا مِنّا و ابن اُختنا مِنّا وموالینا مِنّا انتم تسمعون انّ اَولیائی منکم اِلّا المتقون فان کنتم اولئک فذاک و الا فانظروا لیأتی الناسُ بالاَعمالِ یومَ القیٰمۃ وتأتونَ بالاثقال فیُعرَض عنکم و عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال سألتُ علیّاً

مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے جتنے سمجھدار تھے سب نے جان لیا تھا کہ فتنے آنے والے ہیں۔ اور حسنؒ سے اسی آیت کے بارے میں یہ روایت ہے کہ یہ نازل ہوئی علیؓ اور عثمانؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کے بارے میں۔ اور ضحاک سے مروی ہے کہ یہ آیت صرف اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور سدیؒ سے مروی ہے (انھوں نے کہا کہ) مجھے یہ خبر دی گئی کہ وہ اصحابِ جمل ہیں۔ اور رفاعہ بن رافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی قوم کو جمع کر لاؤ۔ تو عمرؓ نے ان کو جمع کر لیا تو جب لوگ (حجرہ شریفہ کے) دروازے پر جمع ہوگئے عمرؓ نے اندر جا کر عرض کیا کہ میں قوم کو جمع کر لایا ہوں۔ اس بات کو انصار نے بھی سن لیا تو (وہ بھی آگئے اور) انھوں نے کہا کہ (قریش کو جو آپ نے جمع کیا ہے اور ہمیں نہیں بلایا غالباً) قریش کے بارے میں کوئی وحی نازل ہوئی ہے تو جو مستمع ہیں (وہ اس وحی کو سننے کے لئے) آئے اور ناظر بھی (یہ دیکھنے کے لئے) پہنچ گئے کہ اُن سے کیا کہا جائے گا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم (حجرہ سے) نکل کر ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تم میں کوئی غیر بھی ہے؛ انھوں نے عرض کیا جی ہاں ہم میں ہمارے حلیف بھی ہیں (یعنی جن سے قسمیہ معاہدات ہیں) اور ہماری بہنوں کی اولاد بھی ہے اور ہمارے موالی (یعنی آزاد کردہ) بھی ہیں (ان سب کو ہم اپنے ساتھ شامل سمجھتے ہیں) تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ہمارے حلیف ہیں وہ ہم میں سے ہیں اور جو ہمارے بہن کی اولاد ہیں وہ بھی اور جو موالی ہیں وہ بھی سب ہم میں ہی سے ہیں۔ تم سن رہے ہو (یہ تمھارے دنیاوی تعلق کے باہمی اعتبارات ہیں لیکن) میرے اولیاء (یعنی مقرب احباب) تم میں سے صرف وہی ہیں جو اہلِ تقوی ہیں[1] (خواہ وہ مہاجرین میں سے ہوں یا انصار میں سے حلیف ہوں یا ابنِ اُخت یا موالی) تو اگر تم اسی جماعت (متقین) میں سے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ دیکھو قیامت کے دن ضرور سب لوگ اپنے اعمال کے ساتھ حاضر ہوں گے اور تم اثقال (یعنی گناہوں کے بوجھ) لے کر آؤ گے تو تم سے منہ پھیر لیا جائے گا۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلےٰ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے علیؓ سے سوال کیا کہ

[1] حاشیہ صفحہ ۹۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔

فقلتُ یا امیرَ المؤمنین أخبِرنی کیفَ کان صنیعُ ابی بکر و عمر فی الخُمس نصیبِکم فقال اما ابوبکر رحمہ اللہ فلم یکن فی ولایتہ اخماسٌ و امّا عمر فلم یزل یدفعہ الیَّ فی کلّ خُمس حتے کان خُمسُ السوس و جُندیسابور فقال و انا عندہ ہٰذا نصیبُکم اہلَ البیت من الخُمس و قد اُحِلّ ببعض المسلمین و اشتدَّت حاجتُہم فقلتُ نعم فوثب العباسُ بن عبد المطلب فقال لاتعرض فی الّذی لنا فقلتُ الَسنا اَحقّ مَن اَرْفق المسلمین و شفّع امیر المؤمنین فقبضہ فو اللہِ ما قضاناہ و لا قدرتُ علیہ فی وَلایۃِ عثمان ثمّ اَنشاءَ علیٌّ یُحدّث فقال انّ اللہ حرّم الصّدقۃَ علے رسولہٖ فعوّضہ سہماً من الخُمس عوضاً ممّا حرّم و حرّمہا علے اہل بیتہ خاصّۃً دونَ اُمّتہ فضربَ لہم مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سہماً عوضاً ممّا حرّم علیہم و رغب لکم عن غسالۃ الایدی لانّ لکم فی خُمس الخُمس مایُغنیکم او یکفیکم و عن علیٍّ قال وَلّانی رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی خُمس الخُمس فوضعتُہ مواضِعَہ

اے امیر المؤمنین رضؓ! یہ بتایئے کہ آپ کے حصہ خمس کے بارے میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کا آپ کے ساتھ کیا برتاؤ تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر رحمہ اللہ کی ولایت میں اخماس تھے ہی نہیں (کیونکہ آپ کے زمانہ میں کوئی باہر کا ملک فتح نہیں ہوا کہ اموالِ غنیمت آتے اور اُن میں سے خمس (⅕) نکالا جاتا۔ رہے عمرؓ تو وہ ہمیشہ ہر خمس میں سے مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ جب سوس اور جُندیسابور کے خمس کا موقع آیا تو اُنھوں نے کہا جب کہ میں اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ یہ تم اہلِ بیت کا حصّہ ہے خمس میں سے اور یہ بعض مسلمانوں کو دینا بھی حلال کیا گیا ہے اور (بعض ایسے ہیں) کہ اُن کو سخت ضرورت ہے تو میں نے کہا بہت اچھا۔ اب عباسؓ بن عبد المطلب اُٹھ گئے اور اُنھوں نے کہا کہ جو ہمارا حق ہے اُس میں کسی کو حصّہ دار نہ بنایئے۔ تو میں نے کہا (یعنی عباسؓ سے) کہ کیا مسلمانوں کے ساتھ سلوک کرنے کا حق سب سے زیادہ ہم کو نہیں پہنچتا اور پھر اس حالت میں کہ امیر المؤمنینؓ نے سفارش (بھی) کی تو اس کے بعد عمرؓ نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر واللہ ہم نے حق نہیں مانگا۔ اور ولایتِ عثمانؓ میں میں اس پر قادر نہ ہوا۔ پھر حضرت علیؓ نے بات کرنا شروع کی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ اپنے رسولؐ پر حرام کیا تو اُس کے بدلے میں خمس میں سے ان کو ایک حصّہ دیا اور صدقہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت پر بھی خاص طور پر حرام کیا آپؐ کی اُمّت میں سے اَوروں پر نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک حصّہ اُن کا بھی لگایا اُس چیز کے بدلے میں جس کو اُن پر حرام کیا تھا اور تم کو ہاتھوں کا دھوون دینا ناپسند کیا (یعنی صدقہ جو اسی درجہ میں ہے یہ خطاب آپ نے اہلِ بیت سے کیا) کیونکہ خمس کے خمس میں اتنا مِل جاتا ہے جو تم کو مالدار بنادے یا تمھارے لئے کافی ہو جائے۔ اور مروی ہے علیؓ سے آپ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خمس کے خمس پر ولی بنایا تھا تو میں اس کو اُس کے مناسب مواضع پر رکھتا رہا (یعنی

(حاشیہ صفحہ)

۱ے انصار کی گفتگو سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ ان کا خیال یہ ہے کہ قریش بوجہ نسبِ قربِ اور عزت میں ہم سے مقدم رکھے جاتے ہیں اس لئے آپ نے کمال بلاغت کے ساتھ انکو سمجھایا کہ میری نظر میں عزت کا معیار تقویٰ ہے وہ نہیں جو تم خیال کرتے ہو۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو اس وجہ سے لائے ہیں کہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قرب خصوصی واضح ہوتا ہے کہ آپ گھر کے اندر آنے جانے والوں میں سے تھے دوسری وجہ یہ ثابت کرنا ہے کہ "اولیاء" کے اس مفہوم کی جو آیت ۲۸ میں تعیین کی گئی ہے یہ موقع بہت اچھی شہادت ہے کہ یہاں ورثاء کے معنے مراد لینے کی کوئی گنجائش نہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

حیوٰۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولابی بکر و عمرؓ ؏ و عن قتادۃ ان ابابکر اوصٰی بالخمس و قال ارضٰی بما رضی اللہ لنفسہ ثم تلا وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ ؏ و عن حبان بن واسع بن حبان عن اشیاخ من قومہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عدل صفوف اصحابہ یوم بدر و رجع الی العریش فدخل ابوبکر و قد خفق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خفقۃ و ہو فی العریش ثم انتبہ فقال ابشر یا ابابکر اتاک نصر اللہ ہذا جبرئیل اخذ بعنان فرسہ یقودہ علی ثنایاہ النقع ؏ و عن ابی ہریرۃ قال انزل اللہ علی نبیہ بمکۃ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ○ فقال عمر بن الخطاب یارسول اللہ ای جمع ذلک قبل بدر فلما کان یوم بدر وانہزمت قریش نظرت الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی آثارہم مصلتا بالسیف یقول سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ؏ و عن حرام بن معاویۃ قال کتب الینا عمر بن الخطاب ان لا یجاورنکم خنزیر و لا یرفع فیکم صلیب ولا تاکلوا علی مائدۃ یشرب علیہا الخمر وادّبوا الخیل وامشوا بین الغرضین

جن کو دینا مناسب تھا ان کو دیتا رہا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی حیات تک۔ اور قتادہؓ سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ نے خمس (بہ راہِ خدا اپنے متروکہ میں سے دینے) کی وصیت کی اور کہا کہ میں اس پر راضی ہوں جس پر اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لئے راضی ہوا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الخ (۸: ۴۱) اور اس بات کو جان لو کہ جو تم کو (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا۔ اور حبان بن واسع ابن حبان روایت کرتے ہیں اپنی قوم کے چند بوڑھوں سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم بدر میں اپنے اصحابؓ کی صفیں درست کر کے چھپرؔ کی طرف واپس ہوئے۔ پھر ابوبکرؓ داخل ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی دیر پلک جھپکائی تھی جب آپؐ عریش (یعنی چھپرؔ) میں تھے پھر آپؐ بیدار ہوگئے اور فرمایا بشارت ہو اے ابوبکرؓ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد آپہنچی ہے، یہ جبرئیلؑ ہیں جو اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے اس کو کھینچ رہے ہیں اُن کے دانت غبار آلود ہیں۔ اور مروی ہے ابوہریرہؓ سے اُنھوں نے کہا کہ مکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ الخ (۵۴: ۴۵) عنقریب (اہل مکہ کی) یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ تو عمرؓ ابن الخطاب نے کہا تھا بدر سے پہلے کہ یارسول اللہ یہ کونسی جماعت ہے تو جب یوم بدر آیا اور قریش کو ہزیمت ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اُن کے بھاگنے کے نشانات پر تلوار کھینچے ہوئے یہ فرما رہے تھے سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ اور حرام بن معاویہ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ ہمارے پاس عمرؓ بن الخطاب نے یہ ہدایات لکھ کر بھیجیں کہ تمہارے پڑوس میں بھی خنزیر نہ رہے اور نہ تم میں صلیب کو بلند کیا جائے (یعنی اونچی جگہ یا بانس وغیرہ پر لگاکر) اور اس دسترخوان پر کھانا مت کھاؤ جس پر شراب پی جاتی ہو[1] اور گھوڑوں کو سدھاؤ اور دونوں نشانوں (یعنی رکن یمانی اور حجر اسود) کے درمیان مشی کرو[2] یعنی آہستہ چلو۔

[1] اس زمانہ میں متمول اور سرکاری ملازمین کی دعوتوں کی مجالس میں مسلم اور غیر مسلم ایک مجلس میں کھانا یا پھل وغیرہ کھاتے ہیں اور ساتھ ہی شراب کا دَور بھی چلتا رہتا ہے ایسی مجلس میں مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہرگز شریک نہ ہوں یہ نہ خیال کریں کہ ہم پر جب کہ ہم نہیں پئیں گے کوئی گناہ نہیں۔ ایک دسترخوان سے ایک مجلس مراد ہے ۱۲ مترجم

[2] ای لا تحرطوا بین الرکن الیمانی والحجر فانہ الیسر الاستلام عند الازدحام ۱۲

قال اللہ تعالیٰ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ۝ اَلَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنّٰتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ ۝ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

فقیر گوید عفی عنہ سبب نزول این آیات آنست کہ کفار قریش با مہاجران خصوصاً با علی مرتضیٰ مفاخرت نمودند کہ ما آبادی داریم مسجد حرام را و آشامیدنی میدہیم حاجیان را پس ما بہتر باشیم و مہاجران جواب دادند کہ ما ایمان آوردیم بہ پیغامبر و بروز آخر و ہجرت و جہاد نمودیم پس ما بہتریم خدای عزّ و جلّ حکم فصل درمیان مشاجرہ نازل فرمود مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِينَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُونَ ۝ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى أُولٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ یعنی عمارت مسجد حرام عملے است از اعمال صالحہ و شرط قبول عمل صالح ایمان است بخدا و بروز آخر و اقامت صلوٰۃ و ایتاء زکوٰۃ و یکجہت و یک روے بودن در خشیت حق جلّ وعلا

آیات سورۃ التوبۃ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ الخ (۹: ۱۹-۲۲)

کیا تم لوگوں نے حُجّاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ہو یہ لوگ برابر نہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ تعالیٰ کے واسطے) انہوں نے ترک وطن کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں اُن کا رب اُن کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی کہ ان کے لئے اُن (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی (اور) اُن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ ان آیات کا سبب نزول یہ ہے کہ کفارِ قریش نے مہاجرین سے خصوصاً علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر یہ فخر جتایا کہ ہم مسجد حرام کو آباد رکھتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں تو ہم تم سے افضل ہیں اور مہاجرین نے جواب دیا کہ ہم پیغمبرؐ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور ہم نے ہجرت کی اور جہاد کیا اس لئے ہم افضل ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فیصلہ کن ارشاد اس کے بارے میں نازل فرمایا مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ الخ (درج شدہ آیات سے پہلی دو آیات) مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جس حالت میں کہ وہ خود اپنے اُوپر کفر (کی باتوں) کا اقرار کر رہے ہیں ان لوگوں کے سب اعمال اکارت ہیں اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈریں۔ سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع (یعنی وعدہ) ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ یعنی مسجد الحرام کو آباد رکھنا اعمال صالحہ میں سے ایک عمل ہے اور عمل صالح کے قبول کی شرط ہے اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور اللہ جل شانہ کی فرمانبرداری میں بالکل یکجہت اور یک رُو ہو جانا

وچون در کفارِ قریش این صفات مفقود است اعمالِ ایشان حبط شد وکان لم یکن ماند پس این جماعہ را بصورتِ آن اعمال فضیلتے حاصل نشد تا بمہاجران چہ رسد باز میفرماید کہ اگر بفرضِ آن اعمال را تحققے میبود ونابودے گشت سنجیدن آن بمقابلۂ ہجرت وجہاد خطا است لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ بعد ازان تسجیل وتاکید این مینماید کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَہَاجَرُوْا وَجَاہَدُوْا آنانکہ ایمان آوردند وہجرت کردند وجہاد فی سبیل اللہ باموال وانفسِ خویش بجا آوردند وبزرگتر اند باعتبار درجہ نزدیکِ خدا تعالیٰ یعنے از عمارتِ مسجد حرام وسقایتِ حاج وسائر اعمال ایشان اند بمطلب رسندگان بشارت میدہد ایشان را پروردگارِ ایشان بہ بخشایشے از جانبِ خود وبخوشنودی وبہ بہشتہا کہ ایشان را باشد آنجا نعیم دایم جاویدان آنجا ہمیشہ ہر آئینہ خدا تعالیٰ نزدیک اوست اجر بزرگ یعنی بدستِ اوست ہر کرا خواہد عطا فرماید وبرہر عملے کہ خواہد میدہد ازین آیت فضیلۃِ مہاجران ومجاہدان معلوم شد وزیادتِ آن عمل از سائر اعمالِ خیر ومآلِ حالِ این جماعہ اصرح مایکون بظہور پیوست وہو المقصود۔

قال اللہ تعالیٰ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْہَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الْعُلْیَا۔

اور جب کہ کفارِ قریش میں یہ صفات مفقود ہیں تو اُن کے اعمال ضائع اور نہ ہونے کے برابر ہوگئے تو اس جماعت کو ان اعمال کے اعتبار سے کوئی بھی فضیلت حاصل نہیں ہوئی۔ مہاجرین کے مقابلہ کی فضیلت تو کیا حاصل ہوتی۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر مان لیا جائے کہ ان اعمال کا تحقق ہوتا ہے اور وہ نابود بھی نہیں ہوجاتے تو ان کو ہجرت اور جہاد کا ہموزن قرار دینا غلطی ہے لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ (اللہ کے نزدیک یہ سب برابر نہیں ہیں) اس کے بعد فیصلہ کن طور پر تاکید اس مفہوم کی کرتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَہَاجَرُوْا وَجَاہَدُوْا الخ جو لوگ کہ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے حکم کی تعمیل کی وہ باعتبار رتبہ کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بڑے ہیں۔ یعنی آبادی مسجد حرام کرنے اور حجاج کو پانی پلانے والوں سے ان کے تمام اعمال مقصد پر کامیاب ہونے والوں کے (اعمال) ہیں اُن کو اُن کا پروردگار اپنی طرف سے بخششوں اور جنتوں کی بشارت دیتا ہے وہاں اُن کو پائدار اور جاودانی نعمتیں ملیں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ (ہی وہ ذات ہے) جس کے پاس بڑا اجر ہے۔ یعنی اُس کے ہاتھ میں ہے کہ وہ جس کو چاہے عطا فرمائے اور جس عمل پر جتنا چاہتا ہے دیدیتا ہے۔ اس آیت سے مہاجرین اور مجاہدین کی فضیلت معلوم ہوگئی اور تمام اعمالِ خیر سے ان اعمال کا بڑھا ہوا ہونا اور اس جماعت کا انجام کار پوری صراحت کے ساتھ واضح ہوگیا اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ الخ (۹: ۴۰)

اگر تم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اُس وقت کرچکا ہے جب کہ آپ کو کافروں نے جلاوطن کردیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ (کے قلب) پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (اور تدبیر) نیچی کردی (کہ وہ ناکام رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝

فقیر گوید عفی عنہ خدا یتعالیٰ توبیخ میکند مسلمانان را کہ اگر شما نصرت ندہید پیغامبر را زیان نہ کردہ باشید مگر نفس خود را و ہیچ ضرر بہ پیغامبر نخواہد بود ہر آئینہ نصرت داد او را خدا یتعالیٰ وقتیکہ بر آوردند او را کافران حالانکہ دوم دو کس بود وقتیکہ آن دو کس در غار بودند وقتے کہ میگفت آن یارِ خود را اندوہ مخور ہر آئینہ خدا تعالےٰ با ماست پس فرود آورد خدا تعالیٰ آرام دل را بر وے و تائید داد او را بآن لشکرہا کہ ندیدید شما آنرا یعنے ملائکہ را در غزوہ بدر و غیر آن نازل فرمود و ساخت خدا یتعالےٰ سخن کافران را پست تر و سخن خدا تعالیٰ ہمان است بلند تر و خدا غالب با حکمت است اخبار متواترہ و اتفاق امتِ مرحومہ حتّٰی اہل ہوا نیز متفق اند دال است برآنکہ آن یار دیگر ابوبکر صدیقؓ بود و این فضیلتِ عظیمہ است او را و تنویہ است بحالِ او

اور اللہ زبردست حکمت والا ہے "

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو تنبیہ کر رہے ہیں کہ اگر تم رسولؐ کو مدد نہ دوگے تو تم صرف اپنے نفس ہی کو نقصان پہنچاؤگے رسولؐ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ خدا تعالےٰ نے اس کو ایسے وقت مدد دی جب اس کو کافروں نے نکالا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا جس وقت کہ وہ دونوں شخص غار میں تھے۔ جب کہ وہ اپنے یار سے کہہ رہا تھا کہ غم مت کر یقیناً اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے تو خدا تعالیٰ نے اس پر آرام دل نازل کیا اور اس کو ان لشکروں سے مدد دی جن کو تم نے نہیں دیکھا۔ یعنی فرشتوں کو غزوہ بدر وغیرہ میں نازل فرمایا اور خدا تعالےٰ نے کافروں کی بات کو نیچی کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی بات سب سے اونچی رہتی ہے۔ اور خدا غالب، حکمت والا ہے۔ اخبار متواترہ اور امتِ مرحومہ کا اتفاق یہاں تک کہ اہلِ ہوا (شیعہ) بھی اس پر متفق ہیں اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دوسرا یار حضرت صدیقؓ تھے اور یہ آپ کے لئے بہت بڑی فضیلت ہے اور اُن کے حال کی بڑی تعظیم ہے

لہ احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ یہ آیت حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے عدیم المثال فضائل پر دلالت کرتی ہے۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ثانی اثنین (یعنے دو میں کے دوسرا) فرما کر صدیق اکبرؓ کے بےنظیر اخلاص اور عدیم المثال کردار کی طرف تعریض فرمائی ہے کیونکہ لفظ ثانی اثنین سامنے آنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو "ثانی" کیوں فرمایا گیا۔ ترتیب میں پہلا صدیق اکبرؓ کو کیوں قرار دیا گیا۔ ترتیب بیان میں اس کا عکس بھی ہو سکتا تھا یعنی اوّل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ثانی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور بظاہر قیاس بھی اسی کا مستقاضی ہے کہ بلحاظ مرتبہ اوّلیت کا حق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا یہ ترتیب بیان دعوتِ فکر دیتی ہے اور غار میں داخل ہونے کا نقشہ قاری کو مستحضر کرنا چاہتی ہے کہ احادیث میں اور کتب سِیَر میں جو کچھ منضبط ہے وہ آنکھوں کے سامنے آجائے کہ غار میں اوّل حضرت صدیقؓ داخل ہوتے۔ آپ کے لئے جگہ بنائی اُس میں جس قدر سوراخ تھے سب اپنی چادر پھاڑ کر اس کے ٹکڑوں سے بند کیا پھر آپ کو اندر بلایا اور ایک سوراخ جو بند نہ ہو سکا تھا ذاتِ اقدسؐ کی حفاظت کے لئے اس پر اپنی ایڑی رکھ لی اور اپنے زانو کو آپؐ کا تکیہ بنایا کہ آپؐ کچھ آرام فرمالیں۔ پھر ایڑی میں سانپ نے کاٹا تو محبوب کی راحت کو پھر بھی مقدم رکھا۔ کتبِ سِیَر میں تفصیلاً موجود ہیں۔ الغرض غار میں داخل ہونے کے لحاظ سے آپؐ ثانی تھے اس لئے آپ کو ثانی اثنین فرمایا گیا جس سے کمال بلاغت کے ساتھ اوّل اثنین کی جانب تعریض مقصود ہے۔ اسی آیت میں حق تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمانا ہی معیت کے تحقق کے لئے بُرہانِ قاطع تھا پھر حق تعالےٰ کا آپؐ کے قول کو نقل کرنا تو اس امر کی قطعیت کو بہت ہی مؤکد کر رہا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی معیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے صدیق اکبرؓ کو بھی حاصل ہوتی۔ اس کے مقابلہ پر اس کو دیکھئے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بحرِ قلزم پر پہنچ جاتے ہیں اور سامنے فرعون کا عظیم لشکر بھی آپہنچتا ہے تو قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ اصحابِ موسیٰؑ کہتے ہیں کہ ہم تو پکڑے گئے آپؑ ان سے فرماتے ہیں كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ؁۱۹ یعنے ہرگز نہیں میری ساتھ میرا رب ہے، وہ مجھے ابھی راستہ دیگا۔ یہاں معیت کا اثبات صرف موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے لفظ مَعِيَ فرمایا تھا (یعنے میرے ساتھ) حالانکہ ہارون علیہ السلام دوسرے پیغمبر بھی ہمراہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَعَنَا فرمایا یعنے اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ یعنی معیتِ آلٰہیہ میں صدیق اکبرؓ بھی شامل ہیں۔ یہ نکتہ بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کی معیت کو رَبِّیْ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں یعنی وہ اپنی شانِ ربوبیت کے ساتھ میرے ہمراہ ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنے وہ ذات مستجمع جملہ صفات کمال ہمارے ساتھ ہے یعنی معیتِ ذاتی کا اظہار فرما رہے ہیں جس کے ساتھ تمام صفات ملحوظ ہیں تو اس معیتِ ذاتی کی رفعت کا کیا ٹھکانا ہوگا اور اس میں حضرت صدیقؓ بھی آپؐ کے ہمرکاب ہیں ۱۲
اشتیاق احمد عفی عنہ

و اشارۂ جلیہ است بسوئے قبول آن عمل از وجہ آن عمل اگر در اعلٰے مرتبۂ عز و قبول نمی بود این تشریف و این قدر تعظیم نمی فرمود وہو المقصود۔

قال اللہ تعالٰے وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؏

فقیر گوید عفے عنہ خدا تعالٰے درین آیات حال و مآل منافقان و مؤمنان بیان مے فرماید صفت منافقان امرست بمنکر و نہی از معروف و بخل در حقوق مالیہ واجبہ و مآل ایشان آنکہ بموافقت کفار ہمیشہ در نار باشند و باشد ایشان را لعنت و عذاب دائمی بعد ازان تشبیہ مید ہد ایشان را باکفار پیشین و انذار میناید بہمان پاداش کہ انجماعہ را بودہ است وصفت مؤمنان نصرت یکدیگر دادن درحق و امر بمعروف و نہی از منکر و برپا داشتن نماز و دادن زکوۃ و فرمانبرداری خدا و رسول او و مآل ایشان آنست کہ وعدہ دادہ است خدا تعالٰے بہشتہائی رود زیر آن جوہا جاویدان آنجا و خانہائی پاکیزہ درانجا جاوید و از ہمہ نعمتہا بزرگتر خوشنودی خدائی تبارک و تعالٰی است و آن ایشان را باشد شک نیست کہ خلفاء متصف بودند باین اوصاف از جہت اخبار متواترہ کہ ہیچ شبہہ دران نتوان نمود پس باین بشارت عظیمہ مبشر باشند وہو المقصود۔

قال اللہ تعالٰے وَالسّٰبِقُوْنَ

اور کھلا ہوا اشارہ ہے بوجہ اس عمل کے آپ کی مقبولیت کی جانب۔ اگر آپ عزت و مقبولیت کے اعلٰی مرتبہ پر نہ ہوتے تو یہ تکریم اور اس قدر تعظیم نہ فرمائی جاتی اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ (۹: ۷۲) اللہ تعالٰی نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے اور (ان سب نعمتوں کے ساتھ) اللہ تعالٰے کی رضامندی سب (نعمتوں) سے بڑی چیز ہے۔ یہ (جزائے مذکور) بڑی کامیابی ہے"

فقیر عفے عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالٰے ان آیات میں منافقوں اور مومنوں کا حال اور انجام بیان فرماتے ہیں۔ منافقوں کی صفت بُری بات کا حکم دینا اچھی بات سے روکنا اور حقوقِ مالیہ واجبہ میں بخل کرنا اور اُن کا انجام یہ ہے کہ کفار کی موافقت کی وجہ سے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور اُن پر پھٹکار اور عذاب دائمی رہے گا۔ اس کے بعد اُن کو گزشتہ زمانوں کے کفار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اُسی پاداش سے ڈراتے ہیں جو اُن کفار کی ہو چکی ہے۔ اور مومنین کی صفت یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو مدد دیتے ہیں حق میں اور نیک بات کا حکم کرنے اور بُری بات سے روکنے میں اور (اُن کی صفت ہے) نماز کا قائم رکھنا اور زکوۃ دینا اور اللہ و رسول کی فرمانبرداری اور اُن کا انجام یہ ہے کہ اُن سے خدا نے وعدہ کیا ہے ایسی جنتوں کا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور یہ نعمت جاوداں ہوں گی یعنی ہمیشہ رہے گی اور پاکیزہ محلات جاودانی ہوں گے اور تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے اللہ تبارک و تعالٰی کی رضا و خوشنودی اور یہ اُن کا حصہ ہو گی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرات خلفاء ان صفات سے متصف تھے۔ اخبار متواترہ اس کی شاہد ہیں اس میں کوئی شبہہ نہیں ہو سکتا تو ان عظیم الشان بشارتوں سے وہ بھی مبشر ہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

اللہ تبارک و تعالٰے نے فرمایا وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الخ (۹: ۱۰۰) اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق

الاوّلُونَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

فقیر گوید عفی عنہ خدای عزّ و جلّ بیان میفرماید درین آیت حُسن حال و مآل اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و میگوید پیشینیان نخستیان از مہاجرین و انصار کہ قبل بدر یا قبل از برگشتن قبلہ از بیت المقدّس بجانب کعبہ و ہر دو نزدیک یک دیگر بودہ است و آنانکہ تابع ایشان شدند بہ نیکو کاری کہ ہجرت کردند و نُصرت دادند راضی شد خدای تعالیٰ از ایشان و راضی شدند ایشان از وے جلّ شانہٗ و مہیّا کرد خدای تعالیٰ برای ایشان بہشتہا میرود زیر آن جوہہا جاویدان آنجا ہمیشہ این است کامیابی بزرگ درین آیت تشریف عظیم است صحابہؓ را و اخبار است بآنکہ خدای تعالیٰ از ایشان راضی شد و ایشان از وی جلّشانہٗ راضی شدند و ناہیک بہ من فضیلۃ۔

قال اللہ تعالیٰ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

فقیر گوید این آیت در غزوۂ تبوک نازل شد کہ خدای تعالیٰ برحمت بازگشت یعنی تعطّف و مہربانی زیادہ از آنچہ سابق بود انعام فرمود بہ پیغامبرؐ و

اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ اُن کے پیرو ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی ہوا اور وہ سب اُس (اللہ تعالیٰ) سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے ایسے باغ مہیّا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔"

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ اس آیت میں اللہ عزّ و جلّ بیان فرماتے ہیں اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ حال اور عمدہ انجام اور فرماتے ہیں کہ پیش قدمی کرنے والے اور پہل کرنے والے مہاجرین اور انصار میں سے (پیش قدمی اور پہل سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ) جنگِ بدر سے پہلے ایمان لائے یا بیت المقدّس سے بسمتِ کعبہ قبلہ بدلنے سے پہلے اور یہ دونوں واقعات ایک دوسرے کے قریب ہی کے ہیں۔ اور جو لوگ کہ ان کی پیروی کرنے والے ہوئے نیک کاموں میں کہ انھوں نے ہجرت کی اور مدد دی اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ جلّ شانہٗ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے ایسی بہشتیں مہیّا کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں یہ سب نعمتیں جاودانی ہمیشہ رہنے والی ہیں یہ ہے بہت بڑی کامیابی۔ اس آیت میں صحابہؓ کو عظیم شرف عطا ہوا ہے اور اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ اُن سے خوش ہے اور وہ اللہ جلّشانہٗ سے خوش ہیں۔ اور اب تم کو خلفاءؓ کی فضیلت کے اقرار سے کیا چیز مانع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ الخ (۹: ۱۱۷) اللہ تعالیٰ نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حال پر توجّہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنھوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبرؐ کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ اُن میں سے ایک گروہ کے دِلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے حال پر توجّہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔"

فقیر کہتا ہے کہ یہ آیت غزوۂ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجّہ کی اور لطف و مہربانی جس قدر پہلے سے اُن پر تھی اُس سے زیادہ انعامات فرمائے پیغمبرؐ پر بھی اور

مہاجران و انصار کہ پیروی او کردند در وقتِ
تنگدستی بعد ازانکہ نزدیک بود کہ کج شود
دلِ جماعہ ازیشان ازجہتِ کمال شدتِ حال
یعنے باوجود آنکہ یک طائفہ ازیشان ضعفِ
صبر داشتند رحمت نمود برہمہ ایشان
ہرآئینہ خدای درحق ایشان مہربان است درین
آیت فضیلتِ عظیمہ است حاضرانِ تبوک را بچند
وجہ یکے آنکہ ایشان را با پیغامبر دریک نسق
جمع فرمود دوم آنکہ نص نمود برجوع خود بجہت
برایشان سوم آنکہ صبور و ناصبور ازانہا
ہمہ صاحب فضل اند واللہ اعلم بالصواب۔

قال اللہ تعالےٰ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

خدائے عزوجل لوم میکند متخلفان را
ازسفرِ تبوک کہ لائق نبود ایشان را کہ تخلف نمایند
این بسبب آنست کہ نمیرسد بغازیانِ لشکر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم تشنگی و نہ رنجے و نہ گرسنگی
در راہِ خدا و نمے سپرند موضعے را کہ

مہاجرین وانصار پر بھی جنھوں نے تنگدستی کے وقت اُن کی پیروی کی
اس حالت کے بعد کہ قریب تھا کہ بدرجۂ کمال سخت حالت پیش آنے
کی وجہ سے اُن میں کی ایک جماعت کے دلوں میں کجی پیدا ہو جاتے۔
یعنے باوجود اس بات کے کہ اس میں ایک جماعت ایسی تھی جن کے صبر
میں ضعف تھا حق تعالےٰ نے سب پر رحمت فرمائی (اور ارشاد فرمایا
کہ) حق تعالےٰ اُن سب کے حق میں مہربان ہے۔ جو لوگ غزوۂ تبوک میں
حاضر تھے اِس آیت میں اُن کو بڑی فضیلت چند طریقوں سے عطا
فرمائی گئی ہے۔ پہلا یہ کہ ان سب کو ایک ہی اسلوب کے ساتھ کلام
میں پیغمبرؐ کے ساتھ جمع کیا گیا۔ دوسرا یہ کہ رحمت کے ساتھ اُن کی
طرف اپنے متوجہ ہونے پر نص فرمادی گئی۔ تیسرا یہ کہ صابرین اور
غیر صابرین پوری جماعت کو صاحبِ فضیلت قرار دیا گیا، واللہ اعلم
بالصواب۔

اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ نے فرمایا مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ الخ
(۹: ۱۲۰-۱۲۱) مدینہ میں رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و
پیش رہتے) ہیں اُن کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ ؐ کا ساتھ نہ دیں
اور نہ یہ زیبا تھا کہ اپنی جان کو اُن کی جان سے عزیز سمجھیں (اور
یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ اُن کو اللہ کی
راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے
جو کفار کے لئے موجبِ غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی اُن
سب پر اُن کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا
یقیناً اللہ تعالےٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے اور (نیز) جو کچھ
چھوٹا بڑا انھوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان اُن کو طے کرنے پڑے
یہ سب بھی اُن کے نام (نیکیوں میں) لکھا گیا تاکہ اللہ تعالےٰ اُن کو
اُن کے (ان سب) کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے؛

(شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ خود ترجمہ مع تفسیر تحریر فرماتے ہیں ۱۲
مترجم) جو لوگ سفر تبوک سے کنارہ کش ہوئے اللہ عزوجل اُن کو
ملامت کرتے ہیں کہ لائق نہیں تھا اُن لوگوں کو کہ تخلف کریں۔ یہ
اس سبب سے ہے کہ لشکرِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غازیوں کو
نہیں پہنچتی پیاس اور کوئی ماندگی اور نہ بھوک اور نہ ایسے مقام کو عبور کرنا

بخشم می آرد کفار را سپردن آن و بدست نمی آرند از کفار
ہیچ دست بردی را یعنی قتل کنند کفار را یا نہب نمایند اموال
ایشان را یا جرح رسانند بیکے از کفار یا اسیر گیرند بعض
ایشان را ہر قسمی کہ باشد گر نوشتہ میشود برای غازیان
بعوض آن عملِ نیک ہر آئینہ خدا تعالےٰ ضائع نمیگرداند
مزد نیکوکاراں را و انفاق نمیکنند ہیچ نفقہ خورد
یا بزرگ و قطع نمی نمایند ہیچ وادی را مگر نوشتہ
میشود عملِ خیر برائے ایشان آخر کار آنکہ جزا دہد ایشان
را خدا تعالےٰ بر بہترین انچہ بعمل می آوردند
دریں آیت فضائلِ جہادِ تبوک خصوصًا و سائر
مجاہدات عمومًا بصریح ترین وجہے معلوم شد
و بالقطع معلوم است کہ خلفائے کرام از حاضرانِ
این وقعہ و سائر مشاہد خیر بودند پس این
جزاء ایشان را باشد و ہو المقصود اخرج الترمذی
عن ابن عباس قال قلتُ لعثمان بن عفان
ما حملکم علےٰ اَنْ عمدتم الٰی الانفال وہی من
المثانی والٰی براءۃ وہی من المئین فقرنتم
بینہما ولم تکتبوا سطر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و
وضعتموہا فی السبع الطوال ما حملکم علےٰ ذٰلک فقال
عثمانُ کان رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مما یاتی
علیہ الزمانُ وہو ینزل علیہ السُّوَر ذوات العدد
فکان اذا نزل علیہ الشیئ دعا من کان یکتب فیقول
ضعوا ہٰؤلاء الآیات فی السورۃ التی یُذکر فیہا
کذا وکذا وکانت الانفال من اوائل ما نزل بالمدینۃ
وکانت براءۃ من آخر القرآن نزولاً وکانت
قصتہا شبیہًا بقصتہا فظننت انہا منہا
فقبض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

جو کفار کو غصہ دلائے اور کفار سے کوئی ایسی دست برد نہ کی یعنے
کفار کو قتل کریں یا ان کے اموال کو لوٹیں یا کسی کافر کو زخم پہنچائیں
یا اُن میں کے کسی شخص کو قید کرلیں اِن میں سے کسی قسم کی بات بھی
ہو مگر غازیوں کے لئے اس کے بدلے میں ایک نیک عمل لکھا جاتا ہے۔
یقینًا خدا تعالےٰ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور وہ
خرچ نہیں کرتے کوئی خرچ کرنے کی چیز چھوٹی یا بڑی اور قطع نہیں
کرتے کسی وادی کو مگر ان کے لئے اس عملِ خیر کو لکھ لیا جاتا ہے۔
انجام کار یہ ہے کہ خدا تعالےٰ اُن کو اُن کے ہر اُس بہتر عمل کا جو وہ
کریں گے بہترین جزا دے گا۔" ان آیتوں میں جہاد تبوک کے فضائل
خصوصًا اور دوسرے مجاہدات کے عمومًا بہت واضح طریقہ سے معلوم
ہوگئے اور یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ خلفاء کرام اس خاص واقعہ
کے حاضرین میں اور جملہ مشاہد خیر میں شریک رہے ہیں۔ تو اس تمام
جزائے خیر کے وہ بھی مستحق ہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ ترمذی نے
اخذ کیا ابن عباس رضؓ سے اُنھوں نے کہا کہ میں نے عثمانؓ بن عفان سے
کہا کہ آپ نے سورۂ انفال کی طرف توجہ کی جو مثانی[1] میں سے ہے اور
سورۂ برائت کی طرف بھی جو کہ مئین میں سے ہے اور دونوں کو تم نے
ملا دیا اور اُن کے بیچ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی
اور تم نے پھر ان (دونوں) کو سبع طوال کے ساتھ ملا دیا۔ کس بنا
پر آپ نے ایسا کیا تو عثمان رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر
جو زمانہ آتا رہا اُس کے خاص وقتوں میں آپؐ پر کئی عدد
والی سورتیں نازل ہوتی تھیں تو جب آپؐ پر کچھ نازل ہوتا تھا تو
آپؐ جو کاتب ہوتا تھا اُس کو بلاتے اور فرمایا کرتے کہ ان آیات کو
اُس سورت میں لکھ دو جس میں فلاں فلاں بات کا ذکر ہے اور
سورۂ انفال اُن سورتوں میں سے ہے جو مدینہ کے ابتدائی زمانہ میں
نازل ہوئیں اور سورۂ براءۃ نزول کے لحاظ سے قرآن کی آخر سورت
ہے اور اُس کا قصہ مشابہ تھا سورۂ انفال کے قصہ سے تو مجھے یہ
ظن ہوا کہ یہ اُسی کا جزو ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی

[1] یہاں مثانی سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ذات المئین سے کم ہیں۔ ذات المئین سے وہ سورتیں مراد ہیں جن کی آیات سو سے بڑھی ہوئی ہیں۔ سبع طوال سے سات لمبی سورتیں مراد ہیں یعنے بقرہ، آلِ عمران۔ نساء۔ مائدہ۔ انعام۔ اعراف۔ توبہ ۱۲ مترجم

ولم يُبَيِّن لنا ثمن اجل ذلك قرنت بينهما و لم
اكتب بينهما سطر بسم الله الرحمن الرحيم و
وضعتهما في السبع الطوال ۔ و عن عثمان بن
عفان قال كانت الانفال و براءة يدعيان
في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم
القرينتين فلذلك جعلتهما في السبع الطوال
و عن ابي عطية الهمداني قال كتب عمر
ابن الخطاب تعلموا سورة براءة وعلموا
نساءكم سورة النور ۔ عن الشعبي ان
اباذر والزبير بن العوام سمع احدهما من
النبي صلى الله عليه وسلم انه يقرأ آية
وهو على المنبر يوم الجمعة فقال لصاحبه
متى أنزلت هذه الآية فلما قضى صلوته
قال له عمر بن الخطاب لا جمعة لك فاتى
النبي صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك له
فقال صدق عمر ۔ و عن ابن عمر ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم استعمل ابابكر
على الحج ثم ارسل عليا ببراءة على اثره
ثم حج النبي صلى الله عليه وسلم العام
المقبل ثم رجع فتوفي فولي ابوبكر
فاستعمل عمر على الحج ثم حج ابوبكر عام
قابل ثم مات ثم ولي عمر بن الخطاب
فاستعمل عبد الرحمن بن عوف على الحج
ثم كان يحج بعد ذلك حتى مات ثم
ولي عثمان فاستعمل عبد الرحمن بن عوف
على الحج ثم كان هو يحج حتى قتل اخرج
الدارمي والنسائي عن جابر ان النبي صلى الله عليه وسلم
بعث ابابكر على الحج ثم ارسل عليا ببراءة فقرأ

اور آپ نے ہم سے اس کی صراحت نہ کی تھی تو میں نے اس سبب سے
(کہ دونوں کا قصہ مشابہ ہے) ملا دیا مگر بیچ میں بسم اللہ الرحمن
الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور دونوں کو سبع طوال میں رکھدیا۔ اور
مروی ہے عثمانؓ بن عفان سے کہ سورۃ انفال اور براءۃ کو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں "قرینتین" کہا جاتا تھا (یعنے جڑواں)
اس وجہ سے میں نے ان دونوں کو سبع طوال میں رکھ دیا۔ اور
مروی ہے ابی عطیہ ہمدانی سے انھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب
نے لکھا (یعنے خط ارسال فرمایا) کہ تم سورۃ براءۃ کو سیکھو اور
اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ اور شعبی سے مروی ہے کہ ابوذرؓ اور
زبیرؓ بن العوام میں سے ایک نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
جب کہ آپؐ منبر پر تھے اس آیت کو سنا جس کو آپ پڑھ رہے تھے
(یعنے ما کان لاھل المدینۃ الخ) تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ
یہ آیت کب نازل ہوئی تو جب وہ اپنی نماز پوری کر چکا تو اس سے
عمرؓ بن الخطاب نے کہا تیرا جمعہ نہیں ہوا[1]۔ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس پہنچے اور اس کا ذکر آپؐ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ عمرؓ نے
صحیح کہا۔ اور مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے ابوبکرؓ کو حج پر امیر بنایا پھر علیؓ کو آپ کے پیچھے سورۃ
براءۃ دے کر بھیجا۔ پھر آنے والے سال میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے حج کیا پھر واپس تشریف لائے اور وفات پا گئے۔ پھر ابوبکرؓ خلیفہ
ہوئے تو انھوں نے عمرؓ کو امیر حج بنایا پھر آنے والے سال میں ابوبکرؓ
نے حج کیا پھر ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد خلیفہ عمرؓ ہوئے تو
انھوں نے عبدالرحمنؓ بن عوف کو امیر حج بنایا۔ پھر عمرؓ جب تک
زندہ رہے حج کرتے رہے۔ جب انتقال کر گئے تو عثمانؓ خلیفہ بنائے
گئے۔ تو انھوں نے بھی عبدالرحمنؓ بن عوف کو امیر حج بنایا۔ پھر
عثمانؓ بھی حج کرتے رہے یہاں تک کہ قتل کر دیئے گئے۔ دارمی اور
نسائی نے اخذ کیا، مروی ہے جابرؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے ابوبکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ پھر علیؓ کو سورۃ برارت دے کر
بھیجا تو انھوں نے حج کے موقعہ پر جہاں جہاں لوگ ٹھہرتے ہیں

[1] یعنے جمعہ کے کامل ثواب سے تم محروم ہوگئے کہ خطبہ کے وقت بات کی جو ناجائز ہے ۱۲ مترجم

على الناس فى مواقف الحج حتى ختمها وعن عروة قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ابابكر اميرا على الناس سنة تسع وكتب سنن الحج وبعث معه عليَّ بن ابى طالب بآيات من براءة فأمره ان يؤذن بمكة وبمنى وبعرفة وبالمشاعر كلها بانه برئت ذمة الله وذمة رسوله من كل مشرك حج بعد العام او طاف بالبيت عريانا واجّل من كان بينه وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد اربعة اشهر وسار على راحلته والناس كلهم يقرأ عليهم القرآن براءة من الله ورسوله وقرأ عليهم يا بنى آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد الآية۔

فقیر گوید درین قصہ بعض رُوات را خطا واقع شدہ است کہ میگویند ابوبکر صدیق را باز گردانید اصل قصہ آنست کہ ابوبکر صدیقؓ بلا نزاع امیر الحج بود وسورۃ براءۃ اول بدست ابوبکر صدیق دادہ بودند بعد ازان جبرئیلؑ فرود آمد وامر کرد کہ آن را بدست حضرت مرتضیٰ باید فرستاد اخرج الترمذی عن انس قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ببراءۃ مع ابی بکر ثم دعاہ فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ہذا الا رجل من اہلی فدعا علیا واعطاہ ایاہ وعن سعد بن ابی وقاص ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث ابابکر ببراءۃ الی اہل مکۃ ثم بعث علیا علی اثرہ فاخذہا منہ وقال ابوبکر وجد فی نفسہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابابکر لا یؤدی عنی

اس سورت کو ختم تک پڑھ کر سب کو سُنایا۔ اور عروہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر امیر حج بنا کر سن ۹ میں بھیجا اور حج کے طریقے لکھ کر دیئے۔ اور اُن کے ساتھ علیؓ بن ابی طالب کو سورۃ براءت میں کی آیات دے کر بھیجا اور اُن کو حکم دیا کہ وہ ان کا اعلان کریں مکہ میں اور منیٰ میں اور عرفہ میں اور تمام مشاعر میں کہ اب باقی نہیں رہا ذمہ اللہ کا اور ذمہ اللہ کے رسولؐ کا کسی مشرک کے بارے میں جو اس سال کے بعد حج کرے یا بیت اللہ کا طواف ننگا ہو کر کرے اور اُس عہد کی میعاد کو جو مشرکین مکہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا تھا چار ماہ مقرر کر دیا اور اپنی سواری پر روانہ ہوئے اور سب لوگ بھی، آپ اُن پر قرآن کی ان آیات کی قرارت کرتے جاتے تھے بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۱:۹) "عہد سے دست برداری ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے۔" اور لوگوں پر اس آیت کی قرارت بھی کی یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ الخ (۲۶:۷) "اے اولاد آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو، آخر تک۔

فقیر کہتا ہے کہ اس قصہ میں بعض راویوں سے چوک ہوئی جو یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کو واپس لوٹا لیا۔ اصل قصہ یہی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ بلا اختلاف امیر الحج تھے اور سورۃ براءت اوّل ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ میں دی تھی اس کے بعد جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اُنھوں نے امر کیا کہ حضرت علیؓ مرتضٰے کے ہاتھ بھیجنا چاہیئے۔ ترمذی نے اخذ کیا مروی ہے انسؓ سے اُنھوں نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو سورۃ براءت دے کر بھیجا۔ پھر اُن کو بلایا اور فرمایا کہ کسی شخص کو اس کا پہنچانا مناسب نہیں معلوم ہوتا بجز ایسے شخص کے جو میرے اہلِ بیت میں سے ہو، پھر علیؓ کو بلایا اور اس سورت کو انھیں دیا۔ اور سعدؓ بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے براءت کو دے کر ابوبکرؓ کو اہلِ مکہ کے پاس روانہ کیا۔ پھر اُن کے پیچھے علیؓ کو بھیجا انھوں نے اس کو ابوبکرؓ سے لے لیا۔ (راوی نے) کہا کہ اس سے ابوبکرؓ کو انقباض ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ اپنی طرف سے پہنچانے کا حق کسی کو نہیں

إلا أنا او رجل مني أخرج البخاري و مسلم
عن أبي هريرة قال بعثني ابو بكر في تلك
الحجة في مؤذنين بعثهم يوم النحر يؤذنون
بمنى ان لا يحج بعد هذا العام مشرك و
لا يطوف بالبيت عريان ثم أردف النبي
صلى الله عليه وسلم عليا ابن ابي طالب
فأمره ان يؤذن ببراءة فأذن معنا
علي في اهل منى يوم النحر ببراءة ان لا يحج
بعد هذا العام مشرك ولا يطوف بالبيت
عريان و أخرج الترمذي وحسنه والحاكم
وصححه عن ابن عباس ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم بعث ابا بكر وأمره
ان ينادي بهؤلاء الكلمات ثم اتبعه عليا
وامره ان ينادي بهؤلاء الكلمات فانطلقا
فحجا فقام علي في ايام التشريق فنادى
ان الله بريء من المشركين ورسوله
فسيحوا في الارض اربعة اشهر ولا يحجن
بعد العام مشرك ولا يطوف بالبيت
عريان ولا يدخل الجنة الا مومن فكان
علي ينادي فاذا عيي قام ابو بكر فنادى
بها عن الحسن انه سئل عن يوم الحج الاكبر
فقال ذاك عام حج فيه ابو بكر استخلفه
رسول الله صلى الله عليه وسلم فحج
بالناس واجتمع فيه المسلمون والمشركون
فلذلك سمي الحج الاكبر و وافق عيد
اليهود والنصارى وعن عمر بن الخطاب قال الحج الاكبر
يوم عرفة عن ابن ابي مليكة قال قدم
اعرابي في زمان عمر بن الخطاب فقال
من يقرئني مما انزل الله على محمد

سوائے میرے یا میرے (گھر کے) آدمی کے۔ بخاری اور مسلم نے اخذ کیا، مروی
ہے ابوہریرہؓ سے اُنھوں نے کہا کہ اُن اعلان کرنے والوں میں سے ایک
مَیں تھا جن کو اس حج میں ابوبکرؓ نے یوم نحر میں بھیجا تھا کہ وہ مِنیٰ
میں یہ اعلان کردیں کہ اِس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ
بیت اللہ کا طواف کوئی ننگا کرے۔ پھر اُن کے پیچھے نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے علیؓ بن ابی طالب کو بھیجا، اُن کو حکم دیا کہ وہ اعلانِ عام
کریں براءۃ کا تو یوم النحر میں علیؓ نے ہمارے ساتھ اہلِ منیٰ میں اعلان
عام کیا براءۃ کا اور یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے
اور کوئی ننگا طوافِ بیت اللہ نہ کرے۔ اور اخذ کیا ترمذی نے اور
اُس کو حسن کہا ہے اور حاکم نے اور اس کو صحیح کہا ہے، مروی ہے
ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو بھیجا
اور ان کو حکم دیا کہ بلند آواز سے ان کلمات کے ساتھ اعلان کریں،
پھر اُن کے پیچھے علیؓ کو بھیجا اور اُن کو حکم دیا کہ وہ ان کلمات سے
ندا کریں۔ تو دونوں آئے اور دونوں نے حج کیا پھر علیؓ کھڑے ہوئے
ایامِ تشریق میں اور اُنھوں نے ندا کی کہ اللہ تعالےٰ مشرکین سے
دست بردار ہے اور اُس کا رسول۔ تو تم لوگ اس سرزمین میں چار
مہینے چل پھر لو اور اس سال کے بعد ہرگز کوئی مشرک حج نہ کرے اور
نہ بیت اللہ کا طواف کرے کوئی ننگا اور جنت میں بجز مومن کوئی داخل
نہ کیا جائے گا۔ تو علیؓ ندا کرتے رہے جب وہ تھک گئے تو ابوبکرؓ
کھڑے ہو گئے پھر یہی اعلان اُنھوں نے کیا۔ حسنؒ سے مروی ہے
کہ اُن سے سوال کیا گیا یومِ حج اکبر کے متعلق تو اُنھوں نے کہا کہ یہ
وہ سال ہے جس میں ابوبکرؓ نے حج کیا تھا اُن کو اپنا خلیفہ بنایا تھا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو اُنھوں نے لوگوں کو حج کرایا اور
اُس میں مسلمان اور مشرکین جمع ہوئے تھے تو اس وجہ سے اُس کو
حجِ اکبر سے موسوم کیا گیا اور اُسی دن یہود و نصاریٰ کی عید بھی
تھی۔ اور مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے اُنھوں نے فرمایا کہ "حجِ اکبر
یوم عرفہ ہے۔ اور ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ
عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں ایک اعرابی آیا اور اُس نے کہا مجھے کون
پڑھائے گا اُس (کلام) میں سے جو اللہ تعالےٰ نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا ہے؟

فاقرأه رجل براءة فقال ان الله بريٌ من المشركين و رسوله بالجر فقال الاعرابي لقد برئ الله من رسوله ان يكن الله برئ من رسوله فانا ابرأ منه فبلغ عمر مقالة الاعرابي فدعاه فقال يا اعرابي اتبرأ من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا امير المؤمنين انى قدمت المدينة ولا علم لي بالقرآن فسألت من يقرئني فاقرأني هذه السورة براءة فقال ان الله بريٌ من المشركين و رسوله وقال الاعرابي و انا والله ابرأ مما برئ الله منه فامر عمر بن الخطاب ان لا يقرئ الناس الا عالم باللغة و امر الاسود فوضع النحو و عن عمر بن الخطاب سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من بنى مسجدا يذكر فيه اسم الله بنى الله له بيتا في الجنة و عن عبد الله ابن هشام قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم و هو اخذ بيد عمر بن الخطاب فقال والله لانت يا رسول الله احب الي من كل شيء الا نفسي فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من نفسه و عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لئن بقيت لقابل لاخرجن المشركين من جزيرة العرب فلما ولي عمر اخرجهم و عن جعفر عن ابيه

تو ایک شخص نے اُس کو سورۃ براءۃ پڑھائی اور اُس نے کہا (یعنے اس طرح پڑھائی) اِنَّ اللّٰہَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِہٖ زیر کے ساتھ تو اعرابی نے کہا واقعی اللہ تعالیٰ بیزار ہو گیا اپنے رسول سے اگر اللہ بیزار ہو گیا اپنے رسول سے تو میں اُس سے زیادہ رسول سے بیزار ہوں۔ تو اس اعرابی کا یہ کلام عمرؓ تک بھی پہنچ گیا۔ آپ نے اُس کو بلوایا اور فرمایا کہ اے اعرابی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہو گیا ہے۔ اُس نے کہا اے امیر المومنینؓ میں مدینہ میں آیا اور مجھے قرآن کا بالکل علم نہیں تھا۔ میں نے سوال کیا کہ مجھے کون پڑھائے گا تو مجھے ایک شخص نے یہ سورۃ براءۃ پڑھائی تو اُس نے کہا کہ اِنَّ اللّٰہَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِہٖ تو میں نے یعنی اعرابی نے کہا اور میں بھی خدا کی قسم بیزار ہوتا ہوں اُس سے جس سے اللہ تعالیٰ بیزار ہوا۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے حکم نافذ کیا کہ لوگوں کو قرآن کوئی نہ پڑھائے بجز عالم لغت کے اور آپ نے اسودؔ کو حکم دیا تو اُنھوں نے علم نحو ایجاد کیا۔ اور عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس نے مسجد بنائی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کیا جائے (یعنی اللہ کی عبادت کی جائے) تو اللہ اُس کے لئے جنت میں گھر بنا دیگا۔ اور عبد اللہ بن ہشام سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ عمرؓ ابن الخطاب کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اُنھوں نے کہا کہ خدا کی قسم یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں بجز اپنی جان کے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن (کامل) اُس وقت تک نہ ہو گا جب تک میں اُس کو اُس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور جابرؓ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک باقی رہا تو مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا۔ تو جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے اُن کو نکال دیا۔ اور جعفر سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

ل عام کتب سیرۃ میں لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوالاسود کو ہدایت کی اُنْحُ بِمَثَلِ النَّحْوِ یا ابا الاسود الکلمۃ اما اسم او فعل او حرف اسی بنا پر اس علم کا نام علم نحو رکھا گیا۔ تو یہ صورت حال پیش آئی کہ حکم تدوین دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور ابوالاسود کی رہنمائی کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے۔ واضح ہے کہ اس زمانہ میں اعراب یعنی زبر زیر وغیرہ ایجاد نہ ہوئے تھے بلکہ نقطے بھی نہیں تھے۔ یہ سب کام قرآن کی تلاوت کی صحت کے لئے وجود میں آئے ۱۲ مترجم

ان عمر بن الخطاب استشار الناس فے المجوس فقال عبدالرحمٰن بن عوف سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول سنّوا بہم سُنّۃ اہل الکتاب عن سعید بن ابے سعید ان رجلاً باع دارًا لہ علے عہد عمر فقال لہ عمر اخذت ثمنہا احفر تحت فراش امرأتک فقال یا امیر المؤمنین او لیس بکنز قال لیس بکنز ما اُدّی زکوتہ عن ابن عباس قال لما نزلت ہذہ الآیۃ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّہَبَ وَالْفِضَّۃَ کبُرَ ذٰلک علے المسلمین قالوا ما یستطیع احدٌ منا لولدہ مالا یبقے بعدہٗ فقال عمر انا اُفرّج عنکم فانطلق عمر واتبعہ ثوبانُ فاتے النبےّ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا نبیّ اللہ قد کبُر علے اصحابک ہذہ الآیۃ فقال ان اللہ لم یفرض الزکوٰۃ الا لیطیّب بہا ما بقے من اموالکم و انما فرض المواریث من مال یبقے بعدکم فکبّر عمر ثم قال لہ النبےّ صلے اللہ علیہ وسلم الا اُخبرک بخیر ما یکنز المرءُ المرءۃ الصّالحۃ التے اذا نظر الیہا سرّتہٗ و اذا امرہا اطاعتہ و اذا غاب عنہا حفظتہ

وعن بریدۃ قال لما نزلت والّذین یکنزون الذّہب والفضّۃ الآیۃ قال اصحابُ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم نزل الیومَ فے الکنز ما نزل

عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں سے مجوس (آتش پرست فرقہ) کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے اُن کے ساتھ وہ برتاؤ کرو جو اہلِ کتاب سے کرتے ہو۔ مروی ہے سعید بن ابی سعیدؓ سے کہ ایک شخص نے عمرؓ کے زمانہ میں اپنا مکان فروخت کیا تو اُس سے عمرؓ نے کہا کہ تو نے اُس کی قیمت لے لی ہے تو اُس کو اپنی بیوی کے لیٹنے کی جگہ (زمین کھود کر) دبا دے۔ اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ کیا یہ کنز نہیں بن جائے گا! تو آپ نے فرمایا جب تک اس کی زکوٰۃ ادا کی جاتی رہے گی کنز نہیں ہوگا۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الخ (۹: ۳۴) اور (غایتِ حرص سے) جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں الخ تو یہ مسلمانوں پر بھاری ہوئی اور کہنے لگے کہ اب ہم میں سے کوئی اپنی اولاد کے لئے کیا رکھے گا جو اس کے بعد باقی ہی نہ رہیگا تو عمرؓ نے کہا کہ میں تم کو اس اُلجھن سے نکلواتا ہوں تو عمرؓ روانہ ہوئے اور اُن کے پیچھے ثوبان بھی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا اے نبی اللہ آپ کے اصحابؓ پر آیت گراں گذری ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو صرف اسی لئے فرض کیا ہے کہ تمہارے اموال کو جو (خرچ کر کے باقی رہ گئے ہیں) پاک کر دے۔ اور میراث کے جو حصّے مقرر کئے ہیں وہ اسی مال سے تو کئے ہیں جو تمہارے بعد باقی رہے گا تو عمرؓ نے اللہ اکبر کہا۔ پھر اُن سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو میں تم کو آدمی کے لئے ایک بہترین خزانے کی اطلاع دیتا ہوں۔ وہ ہے نیک[1] بی بی جو ایسی ہو کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب اُس کو شوہر حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب شوہر غائب ہو تو اس کی (یعنے اُس کے مال کی) حفاظت کرے۔ بریدہ سے روایت ہے کہ جب آیت والّذین یکنزون الذّہب والفضّۃ الخ نازل ہوئی تو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ آج کنز (یعنے مال جمع کرنے) کے بارے میں جو نازل ہوا ہے وہ کیا نازل ہوا (یعنے اس حکم کی

[1] اگر کسی شریف عورت کے حاصل کرنے پر تمھیں مہر وغیرہ کے سلسلہ میں زیادہ خرچ کرنا پڑے تو اس سے گریز نہ کرو۔ ایسی عورت کو اپنا خزانہ تصور کرو جس میں تم نے اپنا مال جمع کر چھوڑا ہے جس کا نفع تم کو قلبی مسرّت و اطمینان کی صورت میں ملتا رہتا ہے ۱۲ مترجم

فقال ابوبکر یا رسول اللہ ماذا نکنز الیوم قال لسانًا ذاکرًا و قلبًا شاکرًا و زوجۃً صالحۃً تعین احدکم علیٰ ایمانہ واخرج البخاری ومسلم عن البراء بن عازب قال اشتریٰ ابوبکر من عازب رحلاً بثلاثۃ عشر درہمًا فقال لعازب مُر البراء فلیحملہ الی منزلی فقال لا حتی تحدثنا کیف صنعت حین خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انت معہ فقال ابوبکر خرجنا فادلجنا فاحیینا یومنا ولیلتنا حتی اظہرنا وقام قائم الظہیرۃ و ضربت ببصری ہل اریٰ ظلاً فاوی الیہ فاذا انا بصخرۃ فاہویت الیہا فاذا بقیۃ ظلہا فسویتہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفرشت لہ فروۃً و قلت اضطجع یارسول اللہ فاضطجع ثم خرجت انظر ہل اریٰ احدًا من الطلب فاذا انا براعی غنم فقلت لمن انت یا غلام فقال لرجل من قریش فسمّاہ فعرفتہ فقلت ہل فی غنمک من لبن قال نعم قلت وہل انت حالب لی قال نعم قال فامرتہ فاعتقل شاۃً منہا ثم امرتہ فنفض ضرعہا فحلب کثبۃً ثم صببت الماء علی القدح حتی برد اسفلہ[۲] ثم اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوافیتہ قد استیقظ فقلت اشرب یارسول اللہ فشرب حتی رضیت ثم قلت الم یأن للرحیل فارتحلنا

تشریح کیا ہے[۱]) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ اب ہم کیا چیز جمع کرکے رکھیں تو آپؐ نے فرمایا لسانِ (زبان) ذاکر اور قلب شاکر اور زوجۂ صالحہ جو تمھارے ایمان پر مددگار بنے۔ (کہ اگر تم گھر میں کوئی ناجائز مال لے کر آؤ تو وہ تمھیں روکے) اور اخذ کیا بخاری و مسلم نے، روایت ہے براء بن عازب سے انھوں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عازب سے تیرہ[۳] درہم میں ایک کجاوہ خریدا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عازب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ براء رضی اللہ عنہ سے کہدو کہ وہ اس کو اٹھاکر میرے گھر پہنچادے تو عازب نے کہا نہیں جبتک آپ ہم سے وہ سرگزشت اور اپنی خدمات نہ بیان کردیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ سے) نکلے تھے اور آپ اُن کے ساتھ تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم اوّل شب میں نکلے۔ ہم نے تمام دن اور تمام رات بیدار رہ کر سفر جاری رکھا۔ یہاں تک کہ دوپہر ہوگیا اور آفتاب سرپر آگیا۔ اب میں نے نگاہ ماری کہ کہیں سایہ نظر آئے تو اُس میں ذرا ٹھہر جائیں، تو مجھے ایک چٹان دکھائی دی تو میں نے اس کو جھک کر دیکھا تو اُس کا تھوڑا سا سایہ موجود تھا تو میں نے اُس کو ٹھیک کیا یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ ہموار کی اور اپنا پوستین بچھایا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ لیٹ جایئے تو آپ لیٹ گئے۔ پھر میں نکلا کہ یہ دیکھوں کہ کوئی ہمیں طلب کرنے والا بھی ہے تو میری نظر ایک بکریوں کے چرواہے پر پڑی تو میں نے اس سے پوچھا کہ تو کس کا ہے اے لڑکے تو اُس نے کہا کہ میں قریش کے فلاں شخص کا ہوں، اُس کا نام بتایا تو میں اُس کو سمجھ گیا۔ پھر میں نے اُس سے کہا کہ کیا تیری بکریوں میں کچھ دودھ ہے؟ اُس نے کہا ہاں! میں نے کہا کیا ہمیں نکال کر دیدیگا۔ اُس نے کہا ہاں اور اُن میں سے وہ ایک بکری کھینچ لایا۔ میں نے اُس سے کہا کہ نکال لے تو اُس نے تھن کھینچ کر دوہنا شروع کیا تو کچھ قلیل مقدار نکلا۔ اس کے بعد میں نے اپنے پیالے کے اُوپر پانی بہایا تو اُس کے نیچے کا حصّہ ٹھنڈا ہوگیا پھر میں اُس میں دودھ لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپؐ بیدار ہوگئے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ یہ پی لیجئے تو آپؐ نے پی لیا یہاں تک کہ میں خوش ہوگیا۔ پھر میں نے کہا کیا ابھی کوچ کرنے کا وقت نہیں آیا۔ پھر ہم روانہ ہوگئے

[۱] عوام کے لئے وہی تشریح تھی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس سے پہلے منقول ہوچکی ہے کہ جس میں سے زکوٰۃ نکلتی رہے وہ کنز نہیں ہے خواہ زمین میں گاڑ کر رکھا ہو۔ اب وہ تشریح مذکور ہوئی ہے جو خواص کے مناسب ہے ۱۲ مترجم

و القومُ يطلبونا فلم يُدرِكنا منهم الاّ سُراقةُ بيننا و بينہ قدرُ رُمحٍ او رمحين او ثلثۃٍ قلتُ يارسول اللہ ہذا الطلب قد لحقنا فقال لا تحزن انّ اللہ معنا حتے اذا دنے فكان بيننا وبينہ قِيدُ رمحٍ او رمحين او ثلثۃ قلتُ يارسول اللہ هذا الطلب قد لحقنا و بكيتُ قال لِمَ تبكي قال قلتُ اما واللہ لا اَبكي على نفسي ولكن ابكي عليك فدعا عليہ رسولُ اللہ صلے اللہ عليہ وسلم فقال اللّٰهم اكفناه بما شئتَ فساختْ فرسُہ الى بطنها في ارضٍ صلدٍ وثب عنها فقال يا محمدُ ان هذا عملك فادعُ اللہ ان ينجيني مما انا فيہ فواللہ لاُعمّينّ على من ورائي من الطلب وهذه كنانتي فخذ منها سهمًا فانك ستمرُّ بابلي وغنمي في موضع كذا وكذا فخذ منها حاجتك فقال رسول اللہ صلے اللہ عليہ وسلم لا حاجۃ لي بہ فانطلق فرجع الى اصحابہ و مضى رسول اللہ صلے اللہ عليہ وسلم وانا معہ حتے قدمنا المدينۃ فتلقاه الناسُ فخرجوا في الطريق و على الاَجاجيرِ و اشتدّ الخدمُ و الصبيانُ في الطريق اللہ اكبر جاء رسولُ اللہ صلے اللہ عليہ وسلم فنزل الليلۃ على بني النجارِ اخوالِ عبد المطلب لاِكرامهم بذلك فلما اصبح غدا حيثُ اُمِر

و عن ضبّۃ بن محصن قال قلتُ لعمر ابن الخطاب انتَ خيرٌ من ابي بكرٍ فبكے وقال

اور قوم ہم کو تلاش کر رہی تھی اُن میں سے کوئی ہم کو نہ پاسکا بجز سراقہ کے کہ (وہ ہم سے قریب آگیا) بقدر ایک نیزے کے یا دو نیزے کے یا تین نیزے کے (یہ راوی کا شک ہے) میں نے کہا (جب وہ کچھ دور تھا) یارسول اللہؐ یہ ہمیں گرفتار کرنے کے لئے ہم سے آملا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے یہاں تک کہ جب اتنا قریب آگیا کہ ہمارے اور اُس کے درمیان بس اُس کا گھوڑا ہی تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ تو گرفتار کرنے کے لئے ہم سے آملا ہے اور میں رو پڑا آپؐ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا واللہ اپنی ذات کی وجہ سے نہیں روتا بلکہ آپؐ کی وجہ سے رو رہا ہوں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس پر یہ دُعا کی اللّٰھم اکفناہ بما شئتَ (یعنے اے اللہ! آپ جس طرح چاہیں ہم کو اس سے بچائیں) تو اُس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا اور ایسی زمین میں جو سخت تھی اور وہ گھوڑے سے اُتر گیا اور بولا کہ اے محمدؐ! یہ آپ ہی کا کام ہے اب آپ اللہ تعالےٰ سے دُعا کر دیجئے کہ میں جس بلا میں پھنس گیا ہوں خدا مجھے اُس سے نجات بخش دے تو واللہ میں اُن سب لوگوں کو جو آپؐ کو پکڑنے والے میرے پیچھے چلے آرہے ہیں مشتبہ کر کے روک دوں گا اور یہ میرا ترکش ہے اس میں سے آپؐ تیر نکال لیجئے اور آپؐ میرے اُونٹوں اور بکریوں پر سے عنقریب گزریں گے فلاں مقام سے جو ایسا اور ایسا ہے اُن میں سے آپؐ جو کچھ چاہیں لیکر اپنی حاجت پوری کرلیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اُن کی حاجت نہیں پھر وہ زمین سے چھوٹ گیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس واپس ہوگیا۔ پھر روانہ ہوتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور میں آپؐ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچے اور لوگ آپؐ سے اس طرح ملے کہ راستے میں نکل آئے تھے اور پتھر کی چٹانوں پر جمع تھے اور خدام اور بچے یہ کہتے ہوتے بھاگ دوڑ رہے تھے کہ اللہ اکبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آگئے۔ پھر رات کو آپؐ اُترے بنی نجار کے یہاں جو عبد المطلب کے ماموؤں کا خاندان ہے۔ اس سے اُن کا اکرام مقصود تھا۔ پھر جب صبح ہوئی تو جہاں آپؐ کو حکم دیا گیا تھا تشریف لے گئے۔

ضبّہ بن محصن سے مروی ہے انھوں نے بیان کیا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے کہا کہ آپ ابوبکرؓ سے اچھے ہیں تو وہ رونے لگے اور فرمایا کہ

واللہ لیلۃ من ابی بکر و یوم خیر من
عمر ہل لک ان احدثک عن لیلتہ
و یومہ قال قلت نعم یا امیر المؤمنین
قال اما لیلتہ فلما خرج رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم ہاربًا من اہل مکۃ خرج
لیلاً فتبعہ ابو بکر فجعل یمشی مرۃ امامہ
و مرۃ خلفہ و مرۃ عن یمینہ و مرۃ
عن یسارہ فقال لہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم ما ہذا یا ابا بکر من فعلک
قال یا رسول اللہ اذکر الرصد فاکون
امامک و اذکر الطلب فاکون خلفک
و مرۃ عن یمینک و مرۃ عن
یسارک لا آمن علیک قال فمشے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیلتہ
اطراف اصابعہ حتے حفیت رجلاہ فلما
رآہا ابو بکر رضی اللہ عنہ انہما قد حفیت حملہ
علے کاہلہ جعل یشتد بہ حتے اتے بہ
فم الغار فانزلہ ثم قال لہ والذے
بعثک بالحق لا تدخلہ حتے ادخلہ فان
کان فیہ شئی نزل بے قبلک فدخل فلم یر شیئاً
فحملہ فادخلہ وکان فے الغار خرق فیہ
حیات و افاعی فخشے ابو بکر ان یخرج
منہن شئی فیؤذی رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم فالقمہ قدمہ فجعلن یضربنہ
وتلسعہ الحیات والافاعی و جعلت

خدا کی قسم ابوبکرؓ کی صرف ایک رات اور ایک دن عمرؓ کی تمام عمر سے
بہتر ہیں۔ کیا میں تمھیں اُن کی اُس رات اور اُس دن کا حال سُناؤں؟
میں نے کہا ہاں اے امیر المؤمنینؓ تو آپ نے فرمایا کہ اُن کی رات کا حال
یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے بچ کر نکلے
تو رات کا وقت تھا تو اُن کے پیچھے ابوبکرؓ نکلے۔ وہ کبھی آپ کے
آگے چلتے تھے کبھی پیچھے اور کبھی دائیں طرف، کبھی بائیں طرف۔ اس پر
اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ یہ کیا کر رہے ہو؟
اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ مجھے گھات لگانے والوں کا اندیشہ
ہوتا ہے تو آگے ہو جاتا ہوں اور جب تعاقب کرنے والوں کا خیال
آتا ہے تو پیچھے ہو جاتا ہوں، اسی خیال سے کبھی آپ کی دائیں طرف
ہوتا ہوں کبھی بائیں طرف' میں آپ کی نسبت مطمئن نہیں ہوں۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ننگے پاؤں
پنجوں کے بل چلے[لہ] یہاں تک کہ آپ کے پاؤں دُکھنے لگے۔ جب ابوبکرؓ
نے آپ کے پاؤں کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا
آپ کو اُٹھائے ہوئے دوڑتے رہے یہاں تک کہ آپ کو غار کے دہانے
پر لے آئے اور آپ کو اُتارا۔ پھر آپ سے کہا کہ میں آپ کو قسم
دیتا ہوں اُس ذات کی جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے
آپ اس میں داخل نہ ہوں جب تک میں اس میں نہ پہنچ جاؤں کہ اگر
اس میں کوئی (موذی) شے ہوتی تو وہ آپ سے پہلے مجھ پر آگرے
اس کے بعد اس میں داخل ہوئے، جب کوئی چیز نہیں دیکھی تو پھر
آپ کو اُٹھا کر اندر لے گئے اور غار میں شگاف تھے جن کے اندر مختلف
انواع کے سانپ تھے، اس سے ابوبکرؓ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کبھی سوراخ میں
سے کوئی گزندہ نکل کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ پہنچائے
تو اُس پر اُنھوں نے اپنا قدم رکھ لیا پھر اُنھوں نے منہ مارنا شروع
کر دیا اور آپؓ کو وہ سانپ اور زہریلے افاعی ڈستے رہے تو آپکی آنکھوں سے

لہ ایسا آپ نے اس لئے کیا کہ کھوج لگانے والے نشانِ قدم سے سراغ نہ لگا سکیں۔ اس طرح چلنے کی آپ کو عادت نہ تھی اس لئے جلدی تھک گئے رات کا وقت
پتھریلی زمین پر چلنا دشوار ہوا تھا شیخ قریب کے راستہ کو آپ نے چھوڑ دیا تھا۔ ممکن ہے کہ راستہ بھولے ہوں یا قصداً پیچدار راستہ اختیار کیا کہ کھوج لگانے والے اس غار میں
چھپنے کا خیال نہ کر سکیں۔ عرب میں نشاناتِ قدم کے ذریعہ کھوج لگانے کے بڑے ماہر ہوتے تھے ایسے لوگوں سے بچانے کے لئے اور نیز آپ کے پاؤں بھی کام نہیں
دے رہے تھے حضرت ابوبکرؓ آپ کو کندھے پر بٹھا کر غار کے دہانے تک پہنچے۔ بعض روایات میں ہے کہ رات بھر چلتے رہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

دموعہ تحدر ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لہ یا ابا بکر لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ الطمانینۃ لابی بکر فھذہ لیلتہ و اما یومہ فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارتدت العرب فقال بعضھم نصلی و لا نزکی و قال بعضھم لا نصلی ولا نزکی فاتیتہ ولا آلوہ نصحا فقلت یا خلیفۃ رسول اللہ تألف الناس وارفق بھم فقال جبار فی الجاھلیۃ خوار فی الاسلام فبما ذا اتألفھم بشعر مفتعل او بشعر مفترے قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ارتفع الوحی فو اللہ لو منعونی عقالا مما کانوا یعطون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علیہ قال فقاتلنا معہ فکان و اللہ رشید الامر فھذا یومہ وعن علی بن ابی طالب قال ان اللہ ذم الناس کلھم و مدح ابابکر فقال الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا وعن ابی بکر قال ما دخلنی اشفاق من الشیء ولا دخلنی فی الدین وحشۃ الی احد بعد لیلۃ الغار فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین رای اشفاقی علیہ و علی الدین

آنسوؤں نے بہنا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرما رہے تھے اے ابوبکرؓ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ تعالیٰ نے سکینت یعنی اطمینان اپنی طرف سے ابوبکرؓ پر نازل کر دیا۔ یہ ہے وہ ابوبکرؓ کی رات۔ دن کا حال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور عرب مرتد ہو گیا کہ بعض لوگوں نے کہا ہم نماز تو پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے اور بعض نے کہا کہ نہ ہم نماز پڑھیں گے اور نہ زکوٰۃ دیں گے تو میں اُن کے پاس آیا اور میں اُن کی خیر خواہی میں کمی نہیں کرتا تھا۔ میں نے اُن سے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ لوگوں سے محبت سے پیش آیئے اور نرمی کیجئے تو مجھ سے فرمایا کہ یہ کیا ہے! تو جاہلیت میں (یعنی اسلام سے پہلے) تو تیز و تُند تھا، اسلام میں بُزدل ہو گیا۔ وہ کیا صورت ہے کہ جس سے اُن پر اظہار اُلفت کروں کیا اشعار بنا کر یا کسی اور کے گھڑے ہوئے اشعار سُنا کر؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی اور وحی اُٹھ چکی (اب نہ کسی فرض میں تغیر ممکن ہے نہ کوئی نیا حکم آسکتا ہے) خدا کی قسم اگر یہ لوگ ان چیزوں میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے مجھ سے ایک رسّی کا ٹکڑا بھی روکیں گے تو میں اس پر بھی ان سے قتال کروں گا۔ عمرؓ نے کہا کہ پھر ہم نے اُن کے ساتھ مل کر قتال کیا تو واللہ وہی بھلائی کی راہ پر تھے تو یہ وہ "دن" ہے۔ اور مروی ہے علیؓ بن ابی طالب سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ اللہ نے سب لوگوں کی برائی[1] کی اور ابوبکرؓ کی مدح کی کہ ارشاد فرمایا اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ الخ (۹: ۴۰) اگر تم لوگ رسول اللہ صلعم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپؐ کی مدد اُس وقت کر چکا ہے جبکہ آپ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا جب کہ وہ دو آدمیوں میں ایک تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ غار والی رات کے بعد میرے دل میں کسی چیز کا خوف داخل نہیں ہوا اور نہ دین میں کسی کی طرف سے وحشت ہوئی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرے خوف کا مشاہدہ کیا آپ کی ذات کے اور دین کے بارے میں

[1] یعنی اِلَّا تَنْصُرُوْهُ کے مخاطب سب ہی ہیں جن کو تنبیہ کی جا رہی ہے ۱۲ مترجم

قال لی ہوّن علیک فانّ اللہ قد قضٰے لہذا
الامر بالنّصر والتمام ؂ و عن انس بن مالک
قال لمّا کانت لیلۃُ الغار قال ابوبکر
یارسولَ اللہ دَعْنی فلاَدْخل قبلک
فان کانت حیّۃ اوشیٔ کانت بی
قبلک قال اُدخُل فدخل ابوبکر فجعل یلمس
بیدیہ فکلّما رأے جُحْراً قال بثوبہ فشقہ
ثم اَلقمہ الجُحر حتے فعل ذٰلک بثوبہ اجمع
اجمعَ وبقے جحر فوضع علیہ عَقِبَہٗ
و قال اُدخل فلما اصبح قال لہ النّبی صلے
اللہ علیہ وسلم فاین ثوبک یا ابابکرؓ
فاخبرہ بالّذے صَنَع فرفع النّبی صلے
اللہ علیہ وسلم یدیہ وقال اللّٰہم اجعل
ابابکر معی فی دَرَجتے یومَ القیٰمۃ
فاوحی اللہُ الیہ انّ اللہ استجاب
لک ؂ و عن جُندب بن سفیانَ قال
لما انطلق ابوبکر مع رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم الی الغار قال لہ ابوبکرؓ
لا تدخل یارسولَ اللہ حتے اَدخلَ اَستبرئہٗ
فدخل ابوبکر الغارَ فاصاب یدہ شیٔ
فجعل یمسح الدّمَ عن اصبعہ وہو یقول
؎ ہل انتِ الاّ اِصْبَعٌ دُمیتِ ٭ وفی سبیل
اللہ مالقیتِ ٭ عن عمرو بن الحارث عن
ابیہ انّ ابابکر الصّدیق قال ایکم یقرء
سورۃَ التوبۃ قال رجلٌ انا قال اِقرء
فلمّا بلغ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَاتَحْزَنْ بکی وقال
واللہ انا صاحبہ ؂ عن ابن عباسؓ قال
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ابوبکر اخی وصاحبی فی الغار

تو فرمایا تھا کہ تمھیں گھبرانا نہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادیا ہے اس امر (یعنے دین) کے لئے مدد (غیبی) اور کامل ہونا۔ اور انس بن مالکؓ سے مروی ہے انھوں نے بیان کیا کہ غار والی رات میں ابوبکرؓ نے کہا یارسول اللہؐ! اپنے سے پہلے آپؐ مجھے اندر جانے دیجئے تاکہ اگر کوئی سانپ یا اور کوئی چیز ہو تو آپؐ سے پہلے مجھے لپٹ جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ داخل ہوجاؤ تو ابوبکرؓ داخل ہوگئے اور انھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ٹٹولنا شروع کیا (کیونکہ اندھیرے کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آتا تھا) تو جو بھی سوراخ محسوس ہوا اپنا کپڑا پھاڑ کر اس میں ٹھونستے رہے یہاں تک کہ اپنے تمام کپڑوں کو آپؓ نے اسی میں ختم کردیا اور ایک سوراخ باقی رہ گیا تھا اُس پر اپنی ایڑی رکھ لی اور کہا کہ اب داخل ہوجایئے۔ جب صبح ہوئی تو اُن سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ تمھارے کپڑے کہاں گئے تو اُنھوں نے جو کچھ کیا تھا آپؐ سے بیان کیا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھادیئے اور کہا اے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ابوبکرؓ کو میرے ساتھ میرے ہی درجہ میں رکھیئے تو اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے پاس وحی بھیجی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دُعا قبول کرلی ہے۔ اور جُندُب ابن سفیان سے مروی ہے کہا کہ جب ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار پر پہنچے تو آپؐ سے ابوبکرؓ نے کہا کہ یارسول اللہؐ جب تک مَیں اندر جاکر اس کو صاف نہ کردوں آپؐ داخل نہ ہوں۔ پھر ابوبکرؓ غار میں اُترے تو آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز چبھ گئی تو اپنی اُنگلی سے خون پونچھتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ شعر (ترجمہ) تو صرف ایک اُنگلی ہی تو ہے جو خُون آلُود ہوگئی۔ اور جو کچھ تجھے تکلیف پہنچی وہ اللہ کے راستہ میں پہنچی۔ اور مروی ہے عمرو بن الحارث سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ (ایک مرتبہ چند لوگوں سے مخاطب ہوکر) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تم میں کون سورۃ توبہ کی قراءۃ کرے گا تو ایک شخص نے کہا کہ میں۔ فرمایا کہ پڑھو۔ تو جب وہ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَاتَحْزَنْ پر پہنچا تو رونے لگے اور فرمایا واللہ وہ آپؐ کا صاحب (رفیق) میں ہی تھا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ میرے بھائی اور میرے غار کے رفیق ہیں

فاعرفوا ذلك له فلو كنت متخذا خليلا لاتخذت ابا بكر خليلا سدّوا كل خوخة في هذا المسجد غير خوخة ابي بكر و عن عبد الله بن الزبير ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لو اتخذت خليلا غير ربي لاتخذت ابا بكر خليلا ولكن اخي وصاحبي في الغار و اخرج البخاري عن انس قال اقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة وهو مردف ابا بكر وهو شيخ يعرف والنبي صلى الله عليه وسلم لا يعرف فكانوا يقولون يا ابا بكر من هذا الغلام بين يديك قال هذا يهديني الى السبيل قال فلما دنا من المدينة نزل في الحرة و بعث الى الانصار فجاؤا قال فشهدته يوم دخل المدينة فما رأيت يوما كان احسن ولا اضوأ من يوم دخل علينا فيه و شهدته يوم مات فما رأيت يوما كان اقبح ولا اظلم من يوم مات فيه صلى الله عليه وسلم و عن ابن عباس في قوله تعالى فانزل الله سكينته عليه قال على ابي بكر لان النبي صلى الله عليه وسلم لم تزل السكينة معه و عن حبيب بن ابي ثابت فانزل الله سكينته عليه قال على ابي بكر فاما النبي صلى الله عليه وسلم فقد كانت عليه سكينة و من موافقات عمر رضي الله عنه آية ومنهم من

اس بات سے ان کا حق پہچانو اگر میں کسی کو خلیل بنانے والا ہوتا تو ابوبکرؓ کو خلیل[1] بناتا۔ اس مسجد میں جتنے دروازے کھلے ہوئے ہیں سب کو بند کردو بجز ابوبکرؓ کے دروازے کے۔ اور مروی ہے عبداللہ ابن الزبیرؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور غار کے رفیق ہیں۔ اور اخذ کیا بخاری نے، مروی ہے انسؓ سے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا اور ابوبکرؓ ایسے شیخ تھے جن کو عام لوگ پہچانتے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانتے تھے تو (راستہ میں) جب لوگ پوچھتے تھے کہ اے ابوبکرؓ! تمھارے آگے یہ کون لڑکا ہے تو یہ جواب دیتے تھے کہ یہ مجھے راستہ بتلانے والے ہیں۔ انسؓ کہتے ہیں کہ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو حرہ میں اُترے اور انصار کے پاس اطلاع بھیجدی پھر وہ لوگ آگئے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ جس دن آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے میں موجود تھا کوئی دن میں نے اُس دن سے اچھا اور نورانی[2] نہیں دیکھا جس دن میں آپ مدینہ میں ہمارے یہاں پہنچے تھے اور میں اُس دن بھی موجود تھا جس دن آپؐ کی وفات ہوئی تو میں نے کوئی ایسا دن نہیں دیکھا جو اتنا بُرا اور تاریک ہو جتنا وہ دن تھا جس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ ابنِ عباسؓ سے ارشاد باری تعالیٰ فانزل اللہُ سکینتہٗ علیہ کے بارے میں مروی ہے کہ اُنھوں نے کہا علےٰ ابی بکر (یعنی سکینت کا نزول ابوبکرؓ پر ہوا) کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو سکینت ہمیشہ ہی رہتی تھی۔ اور حبیب بن ابی ثابت سے بھی فانزل اللہ سکینتہٗ عَلَیْہِ کی تفسیر علیٰ ابی بکر منقول ہے۔ رہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو اُن پر تو سکینت موجود ہی تھی۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موافق آیات میں سے ایک آیت یہ ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ (۹: ۵۸) اور اُن میں

[1] خلیل کے معنے جانی دوست ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں بجز خدا کے کسی بشر کو جانی دوست بنانیوالا ہوتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن اسلام کی دوستی اور محبت جو اُن کے ساتھ ہے وہ دوسروں کی محبت اور دوستی سے بڑھکر ہے یعنی اسلامی دوستی اور محبت اُن کی سب سے زیادہ ہے ۱۲ مترجم

[2] حُسنِ جمال اور عمدگی صحت کی وجہ سے آپؐ حضرت ابوبکرؓ سے کم عمر محسوس ہوتے حالانکہ آپ اُن سے ڈھائی سال بڑے تھے ۱۲ مترجم

يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ آخرج البخاري
والنسائي عن ابي سعيد الخدري قال
بينما النبي صلى الله عليه وسلم
يقسم قسما اذ جاءه ذو الخويصرة
التميمي فقال اعدل يا رسول الله فقال
له ويلك ومن يعدل اذ لم اعدل
فقال عمر بن الخطاب يا رسول الله
ائذن لي فاضرب عنقه فقال النبي
صلى الله عليه وسلم دعه فان
له اصحابا يحقر احدكم صلوته مع
صلوتهم وصيامه مع صيامهم
يمرقون من الدين كما يمرق السهم
من الرمية فينظر في قذذه فلا
يوجد فيه شيء ثم ينظر في نصله فلا
يوجد قد سبق الفرث والدم آيتهم
رجل اسود احدى يديه او قال
ثدييه مثل ثدي المرأة او مثل
البضعة تدردر يخرجون على حين
فترة من الناس قال فنزلت
فيهم ومنهم من يلمزك في
الصدقات الآية قال ابو سعيد
اشهد اني سمعت هذا من رسول الله
صلى الله عليه وسلم واشهد ان
عليا حين قتلهم وانا معه جيئ بالرجل
على النعت الذي نعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم عن عمر بن
الخطاب انه مر برجل من اهل الكتاب
مطروح على باب فقد استكدوه
واخذوا منه الجزية حتى كف بصره

بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات (تقسیم کرنے) کے بارے میں آپ پر
طعن کرتے ہیں۔ بخاری اور نسائی نے اخذ کیا، مروی ہے ابی سعید
خدریؓ سے اُنھوں نے کہا کہ اس دوران میں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
صدقات کے حصے تقسیم کر رہے تھے کہ آپ کے پاس ذوالخویصرہ
تمیمی پہنچا اور بولا کہ یا رسول اللہ انصاف کیجیے۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس
ہے اگر میں نے بھی عدل نہ کیا تو اور کون کرے گا۔ اس پر عمرؓ بن الخطاب
نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن ماردوں
تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو اسے اس کے ایسے ساتھی
ہیں کہ اُن کی نماز کے مقابلہ پر تم میں سے ہر ایک کو اپنی نماز اور اُن کے
روزوں کے مقابلہ پر اپنے روزے حقیر نظر آئیں گے (اور اُن کا حال
یہ ہوگا کہ) وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسا تیر شکار (کے
بدن) میں سے نکل جاتا ہے کہ جب تیر کے پروں کو دیکھا جائے گا تو
اُن پر (بدن کا خون گوبر وغیرہ) کچھ نظر نہ آئے گا پھر اُس کی پیکان
کو دیکھو تو وہاں بھی کچھ نہ ملے گا حالانکہ وہ گوبر میں سے بھی گزرا ہے
اور خون میں سے بھی۔ اور اُن کی نشانی (یعنے اُن کے سربرآوردہ
شخص کا حلیہ) یہ ہے کہ وہ ایک سیاہ رنگ کا شخص ہے کہ اُس کے
دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ یا یہ فرمایا کہ دونوں پستانوں میں
سے ایک عورت کی پستان کی طرح ہوگا یا (یہ فرمایا کہ) مثل گوشت کے
ٹکڑے کے ہوگا جو تھل تھل کرتا ہوگا۔ یہ خروج کریں گے لوگوں میں سے
(اسلام پر) کچھ وقت گزر جانے کے بعد (ابوسعید خدریؓ نے) کہا
کہ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ومنھم من یلمزک
فی الصدقٰت آخر تک (پھر) ابوسعیدؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں
کہ میں نے یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا اور گواہی دیتا ہوں
کہ علیؓ نے جب اُن (خوارج) کو قتل کیا اور میں اُن کے ساتھ تھا تو
ایک ایسا شخص لایا گیا (یعنے اُس کی لاش لائی گئی) جو اُسی صفت پر تھا
جو صفت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی۔ عمرؓ
ابن الخطاب سے مروی ہے کہ اُن کا گزر اہل کتاب میں کے ایک شخص پر
ہوا جو ایک دروازے پر پڑا ہوا تھا۔ اُس نے کہا کہ مجھے مسلمانوں نے
سختی میں ڈال دیا اور مجھ سے جزیہ لیتے رہے یہاں تک کہ اب میری بینائی جاتی رہی

فليس احد يعود علينا بشيئ فقال عمر
ما انصفنا اذًا ثم قال هذا من الذين قال
الله انما الصدقات للفقراء و المساكين ثم
امر له برزق يجرى عليه وعن عمر في
قوله تعالى انما الصدقات للفقراء قال
هم زمناء اهل الكتاب عن الشعبي قال
ليست اليوم يعني قوله والمؤلفة قلوبهم
انما كان رجال يتالفهم النبي صلى
الله عليه وسلم على الاسلام فلما ان
كان ابوبكر قطع الرشى في الاسلام
وعن عبيدة السلماني قال جاء عيينة
ابن حصن والاقرع بن حابس الى
ابي بكر فقالا يا خليفة رسول الله صلى
الله عليه وسلم عندنا ارض سبخة ليس
فيها كلأ ولا منفعة فان رأيت ان
تقطعناها لعلنا نحرثها و نزرعها و
لعل الله ان ينفع بها فاقطعها
اياهما و كتب لهما بذلك كتابا و
اشهد لهما فانطلقا الى عمر ليشهداه
على ما فيه فلما قرئ على عمر ما
في الكتاب تناوله من ايديهما فتفل
فيه فمحاه فتذامرا و قالوا له
مقالة سيئة فقال عمر ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم كان
يتالفكما والاسلام يومئذ قليل و
ان الله قد اعز الاسلام فاذهبا
فاجهدا جهدكما لا ارعى الله
عليكما ان رعيتما عن يزيد
ابن هارون

تو اب کوئی میری کچھ خبر گیری کرنے والا نہیں۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ نے
کہا اس صورت میں ہم نے انصاف نہیں کیا پھر فرمایا کہ یہ اُن لوگوں
میں سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ الخ
(۹: ۶۰) صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا، آخر تک۔
پھر آپ نے حکم دیا اس کے لئے کہ اس کا وظیفہ جاری کردیا جائے۔ اور مروی
ہے عمرؓ سے قولِ خدا اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ للفقراء کے بارے میں کہ انھوں
نے فرمایا کہ وہ معذور لوگ ہیں اہلِ کتاب میں کے۔ اور شعبی سے مروی
ہے انھوں نے کہا کہ اب زمانہ اس پر یعنے قول تعالیٰ وَالْمُؤَلَّفَةِ
قُلُوْبُھُمْ (۹: ۶۰) صدقات اُن لوگوں کا بھی حق ہے یعنے ان کو بھی دینا
صحیح ہے جن کی دلجوئی کرنا منظور ہے۔ عمل کرنے کا نہیں رہا یہ وہ لوگ
تھے جن کی دلجوئی کیا کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسلام
سے مانوس کرنے کے لئے۔ تو جب ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اسلام
میں رشوت کا سلسلہ قطع کردیا۔ اور عبیدہ سلمانی سے مروی ہے
انھوں نے کہا عُیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس دونوں ابوبکرؓ کے
پاس آئے اور کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے
نزدیک ایک شور زمین پڑی ہوئی ہے اُس میں گھاس نہیں ہے اور
کوئی نفع کی چیز نہیں۔ اگر آپ کی رائے ہو تو یہ زمین آپ ہم کو دیدیں
کہ ہم اس کو کھیتی کے قابل بنائیں اور اس میں زراعت کریں شاید
اللہ تعالیٰ اس سے نفع دیدے۔ اُن دونوں کو حضرت ابوبکرؓ نے
وہ زمین دیدی اور اس کے بارے میں اُن کے لئے ایک تحریر لکھ دی
اور ان کے لئے گواہی بھی ہوگئی۔ اس کے بعد یہ دونوں عمرؓ کے
پاس آئے کہ اُن کو بھی اُس وثیقہ کے مضمون پر گواہ بنائیں تو جب
یہ عمرؓ کو پڑھ کر سنایا گیا تو انھوں نے اُس کو اُن کے ہاتھوں
سے لے کر اُس پر تھوکا پھر اس کو مٹا دیا۔ اُن کو یہ ناگوار ہوا اور
انھوں نے عمرؓ کو بُرے الفاظ کہے اس پر عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ان سے مؤلفۃ القلوب کا معاملہ کرتے تھے اور اسلام
اُس زمانہ میں قلت میں تھا اور اب اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب کرچکا
ہے تو اب تم لوگ جو جد وجہد چاہو کرتے رہو خدا تمھاری رعایت (یعنے تم پر
مہربانی) نہ کرے اگر تم اپنے جانور چراؤ۔ مروی ہے یزید بن ہارون سے

ک یہی روایت آگے آئے گی کہ آپ نے اپنے عامل کو حکم دیا کہ ایسے تمام لوگوں کے وظائف مقرر کردیئے جائیں اور ایسے تمام لوگوں

قال خطب ابو بکر الصدیقؓ فقال
فی خطبتہ یؤتی بعبدٍ قد
أنعم اللہ علیہ و بسط لہٗ فی
رزقہ و أصحّ بدنہ و قد کفر نعمۃ
ربہ فوقف بین یدی اللہ تعالیٰ
فیقال لہٗ ماذا عملت لیومک ھذا
و ما قدّمت لنفسک فلا یجدہٗ
قدّم خیرًا فیبکی حتی تنفد
الدموع ثم یعیّر و یخزی بما ضیّع
من طاعۃ اللہ فیبکی حتی تسقط
حدقاتہٗ علیٰ وجنتیہ و کلّ واحد
منھما فرسخ فی فرسخ ثم یعیّر و
یخزی حتی یقول یا ربّ ابعثنی الی
النار و أرحنی من مقامی ھذا و
ذٰلک قولہ أَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ
فَأَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ الیٰ قولہ العظیم ہ
و من موافقات عمر رضی اللہ عنہ
عن شریح بن عُبید ان رجلًا قال
لابی الدرداء یا معشر القرّاء ما بالکم
أجبن منّا و أبخل اذا سُئلتم
و اعظم لقمًا اذا اکلتم فاعرض عنہ
ابو الدرداء و لم یردّ علیہ شیئًا فاخبر
بذلک عمر بن الخطاب فانطلق
عمر الی الرجل الذی قال ذٰلک
فقال بثوبہ و خنقہٗ و قادہٗ الی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
الرجل انما کنا نخوض و نلعب
فاوحی اللہ الی نبیہ صلی اللہ
علیہ وسلم وَ لَئِنْ سَأَلْتَھُمْ

اُنھوں نے کہا کہ خطبہ دیا ابو بکر صدیقؓ نے اور دوران خطبہ میں فرمایا کہ (قیامت کے دن) ایسے بندے کو پیش کیا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور اس کے رزق میں وسعت دی اور اس کو اچھی جسمانی صحت عطا کی اور اس نے اپنے رب کی نعمتوں کے ساتھ کفر کیا۔
اب یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا۔ اُس سے کہا جائے گا کہ اپنے اس دن کے لئے تُونے کیا عمل کیا اور اپنے نفس کے لئے یہاں تُونے کونسی نیکی کی تھی؟ تو اس کو کوئی نیکی نہ ملے گی جو اُس نے کی ہو تو یہ رونا شروع کرے گا یہاں تک کہ آنسو ختم ہو جائیں گے پھر اس کو شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی طاعت کو کیسے ضائع کیا پھر وہ اتنا روئے پیٹے گا کہ اس کی آنکھوں کی پُتلیاں اُس کے رخسارو پر آپڑیں گی اور دونوں رخسارے اتنے (متورّم ہو کر پھول جائیں گے) کہ وہ (گویا) کوس در کوس ہو جائیں گے پھر اس کو عار دلائے گا اور رُسوا کرے گا یہاں تک کہ یہ کہے گا کہ اے پروردگار مجھے دوزخ میں بھیجدے اور اس مقام سے مجھے ہٹا دے اور یہ مطلب ہے اس ارشاد کا أَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللہَ تا العظیم (۹: ۶۳) جو شخص اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی مخالفت کرے گا (جیسا یہ لوگ کر رہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور یہ بڑی رسوائی ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کی موافقات میں سے ایک یہ ہے۔ مروی ہے شریح ابن عُبید سے کہ ایک شخص نے ابو درداء سے کہا کہ اے قاریوں کی جماعت والو تمہارا حال ایسا کیوں ہے کہ ہم سے زیادہ بُزدل ہو اور بہت بخیل ہوتے ہو جب تم سے سوال کیا جاتے اور جب تم کھاتے ہو تو سب سے بڑے لُقمے تمہارے ہوتے ہیں۔ ابو درداءؓ نے اس سے اعراض کیا (جواب نہ دیا) اس بات کی اطلاع حضرت عمرؓ کو بھی کر دی گئی تو عمرؓ اُس شخص کے پاس جس نے یہ کہا تھا پہنچے اور اس کا کپڑا پکڑ کر اُس کا گلا گھونٹا اور کھینچتے ہوئے اُس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ اُس شخص نے کہا ہم تو صرف دل لگی اور ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی وَلَئِنْ سَأَلْتَھُمْ الخ (۹: ۶۵) اور اگر آپ ان سے پوچھیے

لَيَقُولُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَ نَلْعَبُ

وَ من موافقات عمر اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ الآية اخرج البخاري عن ابن عباس قال سمعتُ عمرؓ يقول لما توفي عبد الله بن اُبَيّ دُعِيَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم للصلوة عليه فقام عليه فلما وقف قلتُ اَعلى عدوّ الله عبد الله بن اُبَيّ القائل كذا و كذا اُعدِّدُ ايّامه و رسول الله صلى الله عليه وسلم يتبسم حتى اذا اكثرتُ قال يا عمر اَخِّرْ عنّي انّي خُيِّرتُ قد قيل لي اِسْتَغْفِرْ لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرةً فلو اعلم انّي ان زدتُ على السبعين غُفِرَ له لزدتُ عليها ثم صلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ومشى معه حتى قام على قبره حتى فرغ منه فعجبتُ لي و جُرْأتي على رسول الله صلى الله عليه وسلم والله ورسوله اعلم فوالله ما كان الا يسيرا حتى نزلت هاتان الآيتان وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ فما صلى رسولُ الله صلى الله عليه وسلم على منافق بعده حتى قبضه الله عز وجل اخرج البخاري و مسلم عن ابن عمر قال لما توفي عبد الله بن اُبَيّ بن سلول اتى ابنُه عبد الله رسولَ الله صلى الله عليه وسلم فسأله ان يُعطيه قميصه يُكَفِّنُه فيه فاعطاه ثم ساله ان يُصَلِّيَ عليه

تو کہدیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے" اور عمرؓ کی موافقات میں سے ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ الخ (۹: ۸۰) "آپ خواہ اُن (منافقین) کے لئے استغفار کریں یا اُن کے لئے استغفار نہ کریں الخ" اخذ کیا بخاری نے، مروی ہے ابنِ عباسؓ سے اُنھوں نے کہا کہ میں نے سُنا عمرؓ سے آپ فرماتے تھے کہ جب عبداللہ بن اُبَیّ (منافق) مرا تو اُس پر نماز پڑھنے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بُلائے گئے آپؐ اُس پر نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ جب آپؐ کھڑے ہو رہے تھے تو میں نے کہا تھا کہ اللہ کا سب سے بڑا دشمن عبداللہ بن اُبَیّ تھا ایسی اور ایسی باتیں کہنے والا۔ میں اُس کی حرکات بقید ایام شمار کر رہا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبسّم فرما رہے تھے یہاں تک کہ جب میں بہت کچھ کہتا ہی رہا تو فرمایا اے عمرؓ! اب مجھے چھوڑ۔ مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ مجھ سے یہ فرمایا گیا ہے کہ تو اُن کے لئے استغفار کر یا نہ استغفار کر اگر تو اِن کے لئے ستّر مرتبہ استغفار کریگا الخ تو اگر میں سمجھوں گا کہ اگر میں نے ستّر مرتبہ سے استغفار بڑھا دیا تو اُس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ستّر سے بڑھا دوں گا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس پر نماز پڑھی اور اُس کے جنازے کے ساتھ چلے یہاں تک کہ اُس کی قبر پر کھڑے رہے فراغت ہو جانے تک۔ مجھے اپنے اوپر اور اپنی جرأت پر جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کی تھی تعجب ہے اور اللہ اور اُس کا رسولؐ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ پھر واللہ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ الخ (۹: ۸۴) "اور ان میں کوئی مر جائے تو اُس کے (جنازہ پر) کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن کے لئے) اُس کی قبر پر کھڑے ہوجیے" تو اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی وفات تک کسی منافق کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی۔

بخاری اور مسلم نے اخذ کیا، مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ جب عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول مرگیا تو اُس کے بیٹے عبداللہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر سوال کیا کہ آپؐ اپنی قمیص اس کو عطا کردیں تاکہ وہ اس کو اپنے باپ کے کفن میں استعمال کرے تو آپؐ نے اُس کو عطا کردی۔ پھر اُس نے درخواست کی کہ آپؐ اس پر نماز پڑھیں۔

فقام عمر بن الخطاب فاخذ ثوبہ فقال یارسول اللہ اتصلی علیہ وقد نہاک اللہ ان تصلی علی المنافقین قال ان ربی خیرنی وقال استغفر لہم او لا تستغفر لہم ان تستغفر لہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم، وسازید علی السبعین وقال انہ منافق فصلی علیہ فانزل اللہ ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ فترک الصلوۃ علیہم وعن حبیب ابن الشہید عن عمرو بن عامر الانصاری ان عمر بن الخطاب قرأ والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار الذین اتبعوہم باحسان فرفع الانصار ولم یلحق الواو فی الذین فقال لہ زید بن ثابت والذین فقال عمر الذین فقال زید امیر المؤمنین اعلم فقال ائتونی بابی بن کعب فاتاہ فسألہ عن ذلک فقال ابی والذین فقال فنعم اذا فتابع ابیا۔

عن ابی صخر حمید بن زیاد قال قلت لمحمد بن کعب القرظی اخبرنی عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما ارید الفتن فقال ان اللہ قد غفر لجمیع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم واوجب لہم الجنۃ فی کتابہ محسنہم ومسیئہم قلت لہ فی ای موضع اوجب اللہ لہم الجنۃ فی کتابہ قال الا تقرء والسابقون الاولون الآیۃ اوجب لجمیع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجنۃ والرضوان وشرط علی التابعین شرطا لم یشترط فیہم قلت

اب عمرؓ بن الخطاب کھڑے ہوئے اور آپ کا کپڑا پکڑ کر بولے کہ یا رسول اللہ کیا آپ اُس پر نماز پڑھیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اِستغفر لہم الخ ان کے لئے تم استغفار کرو یا استغفار نہ کرو۔ اگر تم ان کے لئے ستر دفعہ استغفار کرو گے پھر بھی اُن کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا" اور میں ستر پر اضافہ کردوں گا۔ اور عمرؓ نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ منافق ہے۔ تو آپ نے اُس پر نماز پڑھی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ تو آپ نے منافقین پر نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ اور حبیب بن الشہید سے مروی ہے وہ روایت کرتے ہیں عمرو بن عامر انصاری سے کہ عمرؓ بن خطاب نے پڑھا وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُہٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ پر پیش پڑھا اور الذین کے ساتھ واو ملحق نہ کیا تو اُن سے زید بن ثابت نے کہا وَالَّذِیْنَ پھر عمرؓ نے کہا اَلَّذِیْنَ تو زید نے کہا امیر المؤمنین زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اُبَی بن کعب کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ ان کے پاس آئے تو اُن سے آپ نے اس کے متعلق سوال کیا۔ تو اُبَی نے کہا وَالَّذِیْنَ تو عمرؓ نے کہا بس یہی ٹھیک ہے۔ آپ نے اُبَی کی روایت مان لی۔

ابو صخر حمید بن زیاد سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے محمد ابن کعب القرظی سے کہا کہ آپ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سُنائیے۔ اس سوال سے فتنوں کے بارے میں پُوچھنا ملحوظ تھا۔ تو اُنھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کردی اور اُن کے لئے اپنی کتاب میں جنّت کو واجب کردیا ہے اُن میں جنھوں نے نیک کام کئے اُن کے لئے بھی اور بُرے کام کرنے والوں کے لئے بھی۔ میں نے کہا اور کس موقع میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے جنّت کو واجب قرار دیا ہے۔ فرمایا کیا تم پڑھتے نہیں ہو وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الخ (۹: ۱۰۰) اس میں تمام اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنّت اور رضوان کو واجب کردیا اور تابعین پر ایک ایسی شرط لگائی ہے جو اصحابؓ پر نہیں لگائی۔ میں نے کہا

وما اشترط علیہم قال اشترط علیہم ان یتبعوہم باحسان یقول یقتدوا بہم فی اعمالہم الحسنۃ ولم یقتدوا بہم فی غیر ذلک قال ابوصخرۃ فواللہ لکانّی لم اقرأہا قبل ذلک وما عرفتُ تفسیرہا حتی قرأہا علی محمد بن کعب۔

وعن ابن عمر فی قولہ تعالیٰ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ مع محمد واصحابہ وقال سعید بن جبیر مع ابی بکر وعمر وقال الضحاک اُمروا ان یکونوا مع ابی بکر وعمر واصحابہما وقال ابن عباس مع علی بن ابی طالب وقال ابوجعفر مع علی بن ابی طالب وعن سفیان قال لیس فی تفسیر القرآن اختلافٌ انما ہو کلامٌ جامع یُراد بہ ھذا و ھذا وعن یحیی ابن عبدالرحمٰن بن حاطب قال اراد عمر بن الخطاب ان یجمع القرآن فقام فی الناس فقال من کان تلقّٰی فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً من القرآن فلیأتنا بہ وکانوا کتبوا ذلک فی الصحف والالواح والعُسُب[عہ] وکان لایقبل من احدٍ شیئاً حتی یشہد بہ شاہدانِ فقُتل وہو یجمع ذلک الیہ فقام عثمانُ بن عفانَ فقال من کان عندہ شیٔ من کتاب اللہ فلیأتنا بہ وکانَ لایقبلُ من ذلک حتی یشہدَ بہ شاہدانِ فجاء خزیمۃ بن ثابتٍ

اُن پر کیا شرط لگائی ہے۔ فرمایا کہ اُن پر یہ شرط لگائی ہے کہ وہ ان کا اتباع باحسان کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اُن کا اقتداء کریں اُن کے اعمالِ حسنہ کا اور جو غیر حسن ہے اُن میں اقتداء نہ کریں۔ ابوصخرہ کہتے ہیں واللہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا اس سے پہلے میں نے اس آیت کو پڑھا ہی نہ تھا اور اس کی تفسیر محمد بن کعب کے پڑھانے کے بعد ہی سمجھ میں آئی۔

روایت ہے ابنِ عمرؓ سے قولِ خداوندی وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (۹:۱۱۹) کی تفسیر میں (یعنے صادقین کے ساتھ رہو) کہ محمدؐ اور اُن کے اصحابؓ کے ساتھ۔ اور سعید بن جُبیر کا قول ہے مع ابی بکرؓ وعمرؓ (یعنے ابوبکرؓ وعمرؓ کے ساتھ رہو) اور ضحاک نے کہا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ اور ان دونوں کے اصحاب کے ساتھ رہیں اور ابنِ عباسؓ کا قول ہے کہ علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ رہیں۔ اور ابوجعفر نے بھی یہی کہا کہ علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ رہیں۔ اور سفیان سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ قرآن کی تفسیر میں اختلاف نہیں ہے وہ ایک جامع کلام ہے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے اور وہ بھی۔ اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے مروی ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے ارادہ کیا کہ قرآن کو جمع کریں تو اُنھوں نے کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا کہ جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کا کچھ حصہ حاصل کیا ہو وہ ہمارے پاس اُس کو لے آئے اور لوگوں نے یہ لکھ رکھا تھا کاغذ کے صفحات پر اور تختیوں پر اور کھجور کی شاخوں پر اور آپ کسی سے کوئی حصہ قبول نہیں کرتے تھے جب تک کہ دو گواہوں سے اُس پر شہادت نہ لیتے تھے۔ ابھی یہ جمع قرآن کا کام ہو رہا تھا کہ عمرؓ شہید کر دیئے گئے۔ اس کے بعد عثمانؓ بن عفان کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے کہا کہ جس کے پاس کتاب اللہ کا کچھ حصہ موجود ہو وہ اُس کو ہمارے پاس لے آئے اور وہ (بھی) اُس کو قبول نہیں کرتے تھے جب تک اُس پر دو گواہ شہادت نہ دیدیں[لہ]۔ پھر خزیمہ بن ثابت نے

[لہ] یہی معمول حضرت عمرؓ کا تھا، حالانکہ یہ دونوں خلیفہ حافظِ قرآن تھے۔ یہ غور طلب بات ہے کہ شہادت لینے سے کس بات کا ثبوت مقصود تھا۔ اگر کہا جائے کہ یہ یقین حاصل کرنا تھا کہ جو کچھ لایا گیا وہ قرآن کی آیات اور کلامِ الٰہی ہے تو اگر کوئی ایسی آیات ہوں جن کی شہرت میں کچھ کمی ہو تو اس جواب میں وزن ہو سکتا ہے لیکن عام آیات وسُوَر کے بارے میں یہ جواب شافی نہیں ہوگا۔ جب کہ یہ حضرات خود حافظِ قرآن تھے اس پہلو پر غور کرلیجیے (باقی ص۱۱۴ پر)

[عہ] عسب شاخ خرما کہ بار نیا وردہ باشد ۱۲

فقال انی رایتکم ترکتم آیتین لم تکتبوہا فقالوا ماہما قال تلقیتُ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ الی آخر الآیۃ فقال عثمانؓ و انا اشہد انہما من عند اللہ فاین ترٰی ان نجعلہما قال اختم بہما آخر ما نزل من القرآن فختمت بہما براءۃ۔

قال اللہ تعالیٰ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

فقیر گوید عفی عنہ کہ این آیت نص است در فضیلت اولیاء اللہ اوّلاً بیانِ حالِ ایشان میفرماید کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ در آخرت بر ایشان ترسی نباشد از ہیچ مخوف و مکروہ و اندوہگین نشوند بر ہیچ فائت ثانیاً حقیقتِ ولایۃ با ماصدقِ آن مذکور می نماید کہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

اگر کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے دو آیتیں ترک کر دیں ان کو نہیں لکھا تو انھوں نے کہا کہ وہ کونسی ہیں؟ انھوں نے کہا کہ یہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی ہیں لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ آخر آیت تک یہ سن کر عثمانؓ نے کہا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ تو تمہاری کیا رائے ہے ان کو کہاں درج کریں۔ خزیمہ نے کہا کہ قرآن کی جو سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی اس کو ان ہی دو آیتوں سے ختم کرو تو ان سے سورۂ براءۃ ختم کی گئی۔

آیات سورۂ یونس

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ الخ (۱۰: ۶۲) یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ناک واقعہ پڑنے والا ہے اور نہ وہ کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں وہ (اللہ تعالیٰ کے دوست) ہیں جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں۔ ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (منجانب اللہ) خوف و حزن سے بچنے کی خوش خبری ہے (اور) اللہ تعالیٰ کی باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق ہوا نہیں کرتا۔ یہ (بشارت جو مذکور ہوئی) بڑی کامیابی ہے۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کی فضیلت پر یہ آیت نص ہے اوّلاً ان کے حال کی وضاحت فرماتے ہیں کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ یعنے آخرت میں اُن کو کسی ڈرانے والی اور مکروہ چیز سے کوئی خوف نہ ہوگا اور کسی فوت ہونے والی چیز سے وہ غمناک نہ ہوں گے۔ ثانیاً ولایت کی حقیقت اور جس پر اس کا اطلاق کیا جائے گا اس کا ذکر کرتے ہیں کہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

(بقیہ حاشیہ صـ۱۱۳) یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ حضرات رسم خط کو دیکھ کر اُس کے مطابق نقل کرنا چاہتے تھے اور اس بات کا ثبوت چاہتے تھے کہ یہ تحریر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زیرِ ہدایت لکھی گئی ہے۔ قرآن مجید کا رسم خط توقیفی ہے قیاسی نہیں ہے۔ دو چار لفظ ایسے ضرور ہیں جن پر قیاس کچھ چل جاتا ہے زیادہ الفاظ ایسے ہیں جن کا رسم خط عام قیاس کے خلاف ہے۔ الابریز میں شیخ عبد العزیز دباغ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لکھنے والوں سے فرما دیتے تھے کہ اس لفظ کو اس طرح لکھو مثلاً یہ کہ فلاں لفظ میں الف نہ لکھا جائے اور فلاں میں یا نہ لکھی جائے جیسے لفظ ابراھیم قرآن مجید کے ابتدائی پارہ میں اس طرح ہے ابرٰہم اور باقی پاروں میں اس طرح ہے ابرٰھیم یا بأییکم کو بأیّیکم ایک جوڑ کے اضافہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے یہ التزام برابر صدر اول سے اب تک جاری ہے۔ اس کی وجہ بجز اولیاء اہل نظر کوئی نہیں جانتا کیونکہ ان کا تعلق قرآن کے انوار سے ہے۔ اس لئے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جبرائیل کا دیکھنا اور ثبوت مقصود تھا وہ رسم خط تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں حرف کو کس طرح لکھایا ہے، واللہ اعلم بالصواب ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

پس حقیقتِ ولایت دراں جماعہ متحقق شود کہ
بوصفِ ایمانِ حقیقی کہ شرح آن در سورۂ
انفال مذکور است اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا
ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ و بوصفِ تقو
متصف اند ثانیاً بعض لوازمِ ولایت ارشاد
میفرماید لَهُمُ الْبُشْرٰى الخ واین بشارت است
بجنّت بر السنۂ رسل صلوات اللہ وسلامہ علیہم
واین اعظم انواع بشارت است یا برؤیا و فراست
صادقہ و آن دونِ اوست این قدر بوجہ عموم
از آیت مفہوم شد باقیماند آنکہ اعیانے کہ در
زمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باین اوصاف
سَنِیَّہ متصف بودند کیانند اندکے تأمل را
کار فرما باید شد وَلی بدو معنے مستعمل
میشود یکے از ولایت بمعنے دوستی ومحبّت
پس معنے ولی دوست و دوست داشتہ
شدہ باشد و دیگر معنے ولایت کارسازی کردن
پس معنے ولی کارسازندہ و کارساختہ
شدہ باشد مانند لفظ حَارّ کہ بر ہر دو شخص اطلاق
کردہ میشود فاعل و مفعول و اگر معنے اوّل مراد
است خدا یتعالیٰ میفرماید در حق صدیق رضی اللہ
عنہ و تابعانِ او کہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ و اگر معنے
ثانی مراد است حق تعالےٰ میفرماید وَهُوَ يَتَوَلَّى
الصّٰلِحِيْنَ بعد ازان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
در احادیثِ متواترہ کہ شبہہ را دراں مدخل نباشد این
جماعہ را بوصفِ صدیق و شہید ستودند و برایمان
و تقوای ایشان گواہی دادند و بشاراتِ عظیمہ بہشت
بلکہ باعلیٰ درجاتِ بہشت دادند و ہو المقصود عن الاحنف
قال صلّیتُ خلفَ عمر الغداۃ فقرأ بیونس
وہود وغیرہما و عن قتادۃ فی قولہ تعالےٰ

پس حقیقتِ ولایت اُس جماعت میں متحقق ہوگی جو کہ ایمانِ حقیقی
کی صفت سے متصف ہیں جس کی شرح سورۂ انفال میں مذکور ہے
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الخ (۸: ۲) بس ایمان لانے والے تو ایسے ہوتے
ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالےٰ کا ذکر آتا ہے تو اُن کے قلوب
ڈر جاتے ہیں۔" اور وہ تقویٰ کے وصف سے بھی متصف ہیں۔ ثانیاً
ولایت کے بعض لوازم ارشاد فرماتے ہیں لَهُمُ الْبُشْرٰى الخ اور یہ
جنّت کی بشارت ہے جو پیغمبروں کی زبانوں کے ذریعہ سے صلوات
اللہ وسلامہ علیہم دی جاتی ہے۔ اور یہ بشارت کی سب سے بڑی قسم
ہے یا خواب اور فراست (یعنی مکاشفہ) صادقہ سے اور یہ اُس سے
نیچے کے درجہ میں ہے۔ اتنی باتیں آیت سے عموم کی صورت میں مفہوم
ہوئیں۔ باقی رہی یہ بات کہ جو اشخاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں ان اعلےٰ اوصاف سے موصوف تھے وہ کون ہیں؟ اس
بارے میں تھوڑا تأمل کام میں لانا چاہیئے۔ اور ولایت کے دوسرے
معنے ہیں کارسازی کرنا۔ تو "ولی" کے معنے ہوئے کارسازی کرنے والا
اور جس کی کارسازی کی گئی ہو۔ جیسے لفظ حَارّ (گرم کرنے والا، گرم
کیا ہوا) کہ اس کا اطلاق دو وجودوں پر کیا جاتا ہے، فاعل پر
بھی اور مفعول پر بھی۔ تو اگر پہلے معنے مراد ہیں تو خدا تعالےٰ فرماتا
ہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور اُن کے اتباع کرنے والوں کے حق میں کہ
يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (۵: ۵۴) جن سے اللہ تعالےٰ کو محبت ہوگی
اور اُن کو اللہ تعالےٰ سے محبّت ہوگی۔ اور اگر دوسرے معنے مراد
ہیں تو حق تعالےٰ فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (۷: ۱۹۶)
اور وہ نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے۔ بعد ازاں اس پر تأمل و غور کرو کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ متواترہ میں کہ جن میں
شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی اس جماعت کی صدیق اور شہید کے وصف سے
تعریف کی ہے اور اُن کے ایمان اور تقویٰ پر گواہی دی ہے اور
اُن کو بہشت کی بلکہ بہشت کے اعلےٰ درجات کی بڑی بشارتیں دی
ہیں اور یہی مقصود ہے۔ احنف بن قیس سے مروی ہے انہوں نے
کہا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورۂ یونس
اور ہود وغیرہما پڑھیں۔ اور قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس آیت کے بارے میں

ثم جعلناكم خلائف في الارض من بعدهم لننظر كيف تعملون قال ذكر لنا ان عمر ابن الخطاب قرأ هذه الآية فقال صدق ربنا ما جعلنا خلائف في الارض الا لينظر الى اعمالنا فأروا الله خير اعمالكم بالليل والنهار والسر والعلانية عن ابن عمر ان تميما الداري سأل عمر بن الخطاب عن ركوب البحر فأمر بتقصير الصلوة قال يقول الله تعالى هو الذي يسيركم في البر والبحر وعن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من عباد الله ناسا يغبطهم الانبياء والشهداء قيل من هم يا رسول الله قال قوم تحابوا في الله من غير اموال ولا انساب لا يفزعون اذا فزع الناس ولا يحزنون اذا حزنوا ثم تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون۔

قال الله تعالى افمن كان على بينة من ربه ويتلوه شاهد منه ومن قبله كتب موسى اماما ورحمة اولئك يؤمنون به ومن يكفر به من الاحزاب فالنار موعده فلا تك في مرية منه انه الحق من ربك ولكن اكثر الناس لا يؤمنون ۰ خدائے عز وجل در اول کلام تہدید کفار و تغلیظ

ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ الخ (۱۰: ۱۴) پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تاکہ (ظاہری طور پر) ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔" انھوں نے کہا ہم سے ذکر کیا گیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے اس آیت کو پڑھ کر کہا کہ ہمارے رب نے ٹھیک فرمایا، اس نے ہم کو گزرے ہوئے لوگوں کا جانشین نہیں بنایا مگر صرف اس لئے کہ وہ ہمارے اعمال کو دیکھے تو اے لوگو! تم اللہ کو اپنے اچھے اعمال دکھاؤ دن میں اور رات میں اور پوشیدہ بھی اور علانیہ بھی۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ تمیم داری نے کشتیوں کے ذریعہ دریا کے سفر کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا تو انھوں نے نماز میں قصر کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ الخ (۱۰: ۲۲) وہ (اللہ) ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے۔" اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان پر انبیاء اور شہداءؓ بھی رشک کرتے ہیں۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ وہ قوم ہیں جو آپس میں اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کرتے ہیں بغیر مال اور نسب کے (یعنے ایک دوسرے سے منفعت مالی یا نسب کی کشش کی وجہ سے نہیں ملتے) وہ نہیں گھبراتے جب لوگ ان کو گھبرائیں اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں جب لوگ ان کو غمگین کریں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ الخ (۱۰: ۶۲) (ترجمہ لکھا جا چکا ہے)۔

آیات سورۂ ہود

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ الخ (۱۱: ۱۷) بھلا ایک شخص جو ہے صاف رستہ پر اپنے رب کے اور اس کے ساتھ ساتھ ہے ایک گواہ اللہ کی طرف سے اور اس سے پہلے گواہ تھی موسیٰؑ کی کتاب رستہ بتلاتی اور بخشواتی (اوروں کی برابر ہے) یہی لوگ مانتے ہیں قرآن کو اور جو کوئی منکر ہو اس سے سب فرقوں میں سے سو دوزخ ہے ٹھکانا اس کا۔ سو تو مت رہ شبہ میں اس سے بیشک وہ حق تیرے رب کی طرف سے اور پر بہت سے لوگ یقین نہیں کرتے (ترجمہ شیخ الہند)

اللہ عز وجل ابتداء کلام میں کفار کو دھمکی دے رہے ہیں اور ان پر

برایشان مینماید مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا الآیۃ بعدازان بیان میکند حال جماعہ ازمؤمنین محققین تافرق درمیان ظلمت کفر ونورِ ایمان روشن شود مانند فرقِ لیل بنسبتِ نہار وتباعدِ مشرق بنسبتِ مغرب و این سنۃ اللہ است در تمام قرآن عظیم غالبًا تفاوتِ درجتین وتباین مرتبتین در ہر سورتے بیان میفرماید وانما یعرف الشیٔ بضدِّہٖ چون نوبت مؤمنین محققین رسید فرمود اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ مفسّرین در معنے این کلمہ اختلاف دارند اما آنچہ محقق ومنقح است وانچہ بعد تعمق نظر احتمالے غیر آن نمی ایستد آنست کہ بعض محققین اصُول شرائع راپیش از بعثتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بشہادتِ دل خود تلقی نمودہ بودند لہٰذا عبادتِ اصنام مکروہ میدانستند وقبح خمر وزنا ازخود دردلِ خود می یافتند وتعیّن پیغامبرے کہ دران زمان مبعوث شد بطریق رؤیا وفراست ادراک می نمودند ونفوس ایشان بآن ہمہ مطمئن گشت وعقل ایشان ہمہ را باور داشت واین علم اجمالے منفورخ در صدور ایشان بیّنہ است ازجانبِ پروردگار تبارک وتعالےٰ وبعدازان قرآن نازل شد وشہادت بران علم اجمالے داد وآن مجمل رامفصل ساخت و آن مظنون را کالمشاہد نمود پس شاہدے کہ از طرف حق جلّ وعلا اظہارِ حق بروجہ اکمل نمود قرآن است وپیش از قرآن کتابِ حضرت موسیٰ علیہ السلام بود

سختی کااظہار فرماتے ہیں کہ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الخ (۱۱: ۱۵) جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض حیاتِ (دنیوی) کی منفعت اوراُس کی رونق (کاحاصل کرنا) چاہتاہے توہم ان لوگوں کے (اُن) اعمال (کی جزاء) ان کو دُنیا ہی میں پُورے طورسے بھگتا دیتے ہیں اوراُن کےلئے دنیامیں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد مؤمنینِ برحق میں سے ایک جماعت کاحال بیان کرتے ہیں تاکہ ظلمتِ کُفراور نورِ ایمان کافرق روشن ہوجاتے جس طرح رات کا فرق دن کی بہ نسبت ہے اور مشرق کا بُعد ہے مغرب کی بہ نسبت۔ اور تمام قرآن مجید میں اکثر وبیشتر اللہ تعالےٰ کا یہ طریقہ ہے کہ دونوں درجوں کا تفاوت اور دونوں مرتبوں کاایک دوسرے سے متضاد ہونا ہرسورت میں بیان فرماتے ہیں اور ہر چیز اپنی ضد سے ہی پہچانی جاتی ہے۔ جب نوبت مؤمنین اہلِ حق کی پہنچی تو فرمایا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ مفسّرین اس کلمہ (بَيِّنَةٍ) کے معنے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن جو کچھ تحقیق وتنقیح سے اور گہری نظر ڈالنے سے اس طرح واضح ہوا کہ اس کے خلاف کوئی احتمال باقی نہیں رہتا وہ یہ ہے کہ بعض اہل تحقیق نے شریعتوں کے اصُول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اپنے دل کی شہادت سے حاصل کرلئے تھے لہٰذا وہ بتوں کی پرستش کو بُرا سمجھتے تھے اور شراب اور زنا کی قباحت کوازخود اپنے دل میں پاتے تھے اور ایسے پیغمبر کا متعین ہونا جواُس زمانہ میں مبعوث ہوا خواب اور مکاشفہ کے طریق پر اُس کا ادراک کرلیتے تھے اوراُن کے نفوس اُن سب ادراکات سے مطمئن ہوگئے اوراُن کی عقل نے اُن سب کوقبول کرلیا۔ یہی علم اجمالی جواُن کے سینوں میں پھونک دیاگیا تھا پروردگار تبارک وتعالےٰ کی طرف سے بَيِّنَة ہے (یعنی ایک شہادت اورفطری دلیل) اس کے بعد قرآن نے نازل ہوکراس علم اجمالی پرشہادت دی اوراس مجمل کو مفصّل بنادیا اوراس شئے کو جوگمان کے درجہ میں تھی مثل مشاہدے کے (یقینی) بنادیا تو حق تعالےٰ کی طرف سے جس شاہد نے آکر کامل صُورت کے ساتھ حق کوظاہر کیا (جس کاذکر آیتِ مذکورہ میں ہے) وہ قرآن ہے۔ اور قرآن سے پہلے وہ شاہد موسیٰ علیہ السلام کی کتاب (توریت) تھی

مقتدائے اہلِ دین و رحمتے از جانب خدائے تعالیٰ کہ مثلِ این شہادت ادا می فرمود جماعہ از عظمائے صحابہ باین وصف متصف بودند ازانجملہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ و ابوذر غفاری و غیر ایشان و حضرتِ صدیق اکمل آن ہمہ است و اسبق ایشان واز جہتِ ہمین مناسبتِ باطنی توقف نکرد در ایمان آوردن و معجزہ طلب نکرد پس وے سرِ دفترِ اہلِ این آیۃ است بلکہ اغلب رائے آنکہ تعریض است باو و اشارہ است بجانبِ او واللہ اعلم آخرج الترمذی عن ابنِ عباسؓ قال قالَ ابوبکر یا رسول اللہ قد شِبْتَ قال شَیَّبَتْنِی ہود والواقعۃ والمُرسلات و عَمَّ یتساءلون واذا الشمسُ کُوِّرَتْ و عن ابی سعید الخدریؓ قال عمر بن الخطاب یا رسولَ اللہ اَسْرع الیک الشیب قال شَیَّبَتْنِی ہُودٌ و اخواتُہا الواقعۃ و عم یتساءلون واذا الشمسُ کُوِّرَت عن عمر بن الخطاب قال لما استقرت السفینۃ علی الجُودیّ لَبِثَ ماشاءَ اللہُ ثم انّہ اُذِنَ لہٗ فہبط علی الجبل فدعا الغرابَ فقال ائتنی بخبر الارض (ای نوح علیہ السلام ۱۲) فانحدر الغرابُ علی الارض وفیہا الغرقٰی من قوم نوح فابطأ علیہ فلعنہ و دعا الحمامۃ فوقع علی کف نوح فقال اہبطی فائتینی بخبر الارض فلم تلبث الا قلیلاً حتی جاءَ بنفض (عہ) ورلیشۃ فی منقارہ فقال اہبط فقد انبتت الارضُ قال نوحٌ بارک اللہُ فیک وفی بیتِ

جو اہلِ دین کی مقتدا اور ایک رحمت تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ اسی (قرآن) کی مانند وہ شہادت ادا فرمارہی تھی۔ بڑے صحابہؓ میں سے بہت سے حضرات اس (علمِ اجمالی والے) وصف سے متصف تھے ان میں سے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور ابوذر غفاریؓ اور دیگر اصحاب، اور حضرت صدیقؓ ان سب میں اکمل اور سب سے زیادہ سبقت کرنے والے تھے اور اسی مناسبتِ باطنی کی بنا پر آپ نے ایمان لانے میں توقف نہیں کیا اور نہ کوئی معجزہ طلب کیا۔ تو وہ اس آیت والوں (کی فہرست) کے سرِ دفتر ہیں (یعنے سب سے پہلے ان ہی کا نام ہے) بلکہ غالب رائے یہ ہے کہ آیت کا روئے سخن اُن کی طرف ہے اور یہ ان ہی کی جانب اشارہ کررہی ہے، واللہ اعلم۔ اور اخذ کیا ترمذی نے مروی ہے ابنِ عباسؓ سے اُنھوں نے بیان کیا کہ ابوبکرؓ نے کہا کہ یارسول اللہؐ آپ تو بوڑھے ہوگئے۔ فرمایا کہ مجھے (سورۃ) ہود نے اور واقعہ نے اور مُرسلات نے اور عم یتساءلون نے اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کردیا۔ اور مروی ہے ابی سعید خدریؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا یارسول اللہؐ آپ کے اُوپر جلدی بڑھاپا آگیا۔ آپ نے فرمایا مجھے بوڑھا کردیا (سورۃ) ہود اور اس کی بہنوں نے (یعنی) واقعہ اور عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے۔ عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب (نوح علیہ السلام کی) کشتی جودی پر ٹھہر گئی تو جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا (نوح علیہ السلام) اُس میں ٹھہرے رہے پھر اُن کو اجازت ملی تو پہاڑ پر اُترے۔ اس کے بعد آپ نے کوّے کو بُلایا اور اس سے فرمایا کہ میرے پاس زمین کی خبر لے کر آ تو کوّا اُڑ کر زمین پر اُترا اور اُس پر قومِ نوحؑ کے ڈوبے ہوئے لوگوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں تو (اُن کے کھانے میں مشغول ہوکر) اُس نے دیر کردی تو اُس پر نوحؑ نے لعنت بھیجی اور کبوتر کو بُلایا تو وہ اُن کی ہتھیلی پر آبیٹھا۔ اُس سے اُنھوں نے فرمایا کہ زمین پر اُتر اور میرے پاس اُس کی خبر لے کر آ۔ تو بس تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ کچھ پتی، پھل اور تنکے اپنی چونچ میں لے کر آیا اور کہا کہ اُتر جائیے، زمین پر سبزی اُگ آئی ہے۔ نوحؑ نے دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت دے اور اُس گھر میں برکت دے

عہ نفض بالتحتین برگ و میوہ از درخت افتادہ ۱۲

يؤذيك ويحببك الى الناس لولا ان يقتلك
الناس على نفسك لدعوت الله ان يجعل
رأسك من ذهب وعن محمد بن المنكدر
ويزيد بن خصيفة وصفوان بن سليم ان
خالد بن الوليد كتب الى ابى بكر الصديق
انه قد وجد رجلاً فى بعض نواحى العرب
ينكح كما تنكح المرأة وقامت عليه بذلك
البينة فاستشار ابو بكر اصحاب رسول الله
صلى الله عليه وسلم فقال على بن ابى
طالب ان هذا ذنب لم يعص الله
به امة من الامم الا امة واحدة
فصنع الله بها ما قد علمتم أرى
ان تحرقه بالنار فاجتمع اصحاب
النبى صلى الله عليه وسلم على
ان يحرقوه بالنار فكتب ابو بكر
الى خالد ان احرقه بالنار ثم حرقهم
ابن الزبير فى امارته ثم حرقهم هشام
ابن عبد الملك عن عمر بن الخطاب
قال لما نزلت فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيدٌ
قلت يا رسول الله فعلى ما نعمل على شيء
قد فرغ منه او على شيء لم يفرغ
منه قال على شيء قد فرغ منه و
جرت به الاقلام يا عمر ولكن كل ميسر
لما خلق له عن ابى بكر الصديق قال قام
فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال سلوا الله العافية فانه
لم يعط احد افضل من معافاة بعد اليقين و
اياكم والريبة فانه لم يؤت احد اشد
من ريبة بعد كفر عن ابى اليسر

جس میں تیرا ٹھکانا ہو اور تجھے لوگوں کا محبوب بنا دے۔ اگر یہ اندیشہ
نہ ہوتا کہ لوگ تیری جان لے لیں گے تو میں تیرے لئے دعا کرتا کہ اللہ تیرا
سر سونے کا بنا دے۔ اور محمد بن المنکدر اور یزید بن خصیفہ اور صفوان
ابن سلیم سے مروی ہے کہ خالدؓ بن الولید نے ابو بکر صدیقؓ کو لکھا کہ
بعض نواحی عرب میں ایک ایسا شخص پایا گیا کہ وہ اس طرح مقاربت
کراتا ہے جس طرح عورتیں کراتی ہیں (یعنے علتِ اُبنہ میں مبتلا ہے)
اور اس پر شہادت بھی گزر چکی ہے۔ تو ابو بکرؓ نے اصحاب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے مشورہ طلب کیا۔ تو علیؓ بن ابی طالب نے
کہا کہ یہ ایسا گناہ ہے کہ تمام اُمتوں میں سے ایک اُمت (یعنی لوط علیہ
السّلام کی اُمت) نے اس کے ارتکاب سے اللہ تعؔ کی نافرمانی کی تھی تو اللہ تعؔ
نے اس اُمت کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تم کو معلوم ہے۔ میری رائے یہ
ہے کہ اس کو آگ سے پھونک دیا جائے تو جملہ اصحاب نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کا اس پر اتفاق رائے ہو گیا کہ اس کو آگ سے پھونک
دیا جائے۔ اس کے بعد ابو بکرؓ نے خالدؓ کو لکھ بھیجا کہ اُس کو آگ سے
پھونک دو۔ پھر اپنی امارت کے زمانہ میں عبداللہ بن الزبیرؓ نے بھی
ایسے لوگوں کو آگ سے پھونکا۔ پھر ہشام بن عبدالملک نے بھی ان کو
پھونکا۔ عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی
فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيدٌ (۱۱: ۱۰۰) ان میں بعض تو شقی (یعنے کافر)
ہوں گے اور بعض سعید (یعنی مؤمن) ہوں گے۔ میں نے کہا یا
رسول اللہؐ پھر کس چیز پر ہم عمل کریں کیا ایسی چیز پر جس سے فراغت
ہو چکی یا ایسی چیز پر جس سے فراغت نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ اُس چیز
پر جس سے فراغت ہو چکی اور اُس پر قلم چل چکے اے عمرؓ۔ لیکن ہر
ایک کے لئے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔
ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ ہم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعؔ سے عافیت کا سوال کرو کیونکہ سب
سے بڑھ کر عافیت وہ عافیت ہے جو کسی کو یقین (یعنی موت) کے
بعد دی جائے۔ اور خبردار شک سے بچو کیونکہ کفر کے بعد سب سے زیادہ
سخت چیز جو کسی کو دی گئی وہ شک ہے۔ ابو الیسرؓ سے مروی ہے کہ

[1] ان کا نام کعب بن عمرو ہے انصاری ہیں۔ بیعتِ عقبہ اور غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ انھوں نے ہی جنگِ بدر میں عباسؓ بن عبدالمطلب کو گرفتار کیا تھا۔

أتتني امرأة تبتاع تمرًا فقلت إنّ في البيت تمرًا أطيب منه فدخلت معي البيت فأهويت إليها فقبّلتها فأتيت أبا بكر فذكرت ذلك له قال استر على نفسك وتب ولا تخبر أحدًا فلم أصبر فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلك له فقال أخلفت غازيًا في سبيل الله في أهله بمثل هذا حتى تمنّى أنه لم يكن أسلم إلا تلك الساعة حتى ظنّ أنه من أهل النار وأطرق رسول الله صلى الله عليه وسلم طويلًا حتى أوحى الله إليه وأقم الصلوٰة طرفي النهار إلى قوله للذاكرين ○ قال أبو اليسر فأتيته فقرأها عليّ فقال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أَهٰذا خاصة أم للناس كافة قال بل للناس كافة ○ وعن سليمان التيمي قال ضرب رجل على كفل امرأة ثم أتى أبا بكرؓ وعمرؓ فسألهما عن كفارة ذلك فقال كلّ منهما لا أدري ثم أتى النبي صلى الله عليه وسلم فسأله فقال لا أدري حتى أنزل الله وأقم الصلوٰة الآية ○ عن عثمان قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ ثم قال من توضأ وضوئي هذا ثم قام فصلّى صلوٰة الظهر غفر له ما كان بينه

میرے پاس ایک عورت آئی جو کھجوریں خریدنا چاہتی تھی۔ میں نے اُس سے کہا کہ گھر میں ان سے اچھی کھجوریں موجود ہیں تو وہ میرے ساتھ گھر میں داخل ہوگئی تو میں اُس کی طرف جھکا اور اُس کا بوسہ لے لیا۔ اس کے بعد میں ابوبکرؓ کے پاس آیا اور اس واقعہ کا اُن سے ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا اس بات کو دل میں رکھ اور توبہ کر اور کسی پر اس کا اظہار نہ کرنا۔ مگر میں صبر نہ کرسکا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا اور اس کا ذکر آپ سے کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تو کسی غازی فی سبیل اللہ کا اُس کی بیوی پر جانشین بنا تھا ایسی حرکت کے ساتھ؟ (ان کی اس ارشاد سے یہ حالت ہوگئی کہ) یہ خیال آنے لگا کہ میں کاش اسلام نہ لایا ہوتا مگر اسی ساعت میں۔ یہاں تک کہ یہ گمان کرلیا کہ وہ اہلِ نار میں سے ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیر تک سر جھکائے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ وحی نازل کی وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ سے لِلذّٰکِرِیْنَ ○ تک۔ (۱۱: ۱۱۴) اور آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر (یعنی اوّل و آخر میں) اور رات کے کچھ حصوں میں۔ بیشک نیک کام (نامۂ اعمال سے) مٹا دیتے ہیں بُرے کاموں کو۔ یہ بات ایک (جامع) نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔ ابوالیسر نے بیان کیا کہ پھر میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے مجھے یہ آیت سُنائی۔ پھر اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ اسی کے لئے خاص ہے یا سب لوگوں کے لئے تو فرمایا کہ سب لوگوں کے لئے ہے۔ اور سلیمان تیمی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کے سرین پر ہاتھ مارا پھر وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے پاس آیا اور ان دونوں سے اس گناہ کا کفارہ دریافت کیا تو دونوں میں سے ہر ایک نے یہ جواب دیا کہ مَیں نہیں جانتا۔ پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے بھی وہی جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ الخ۔ عثمانؓ سے مروی ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ وضو کر رہے تھے پھر آپؐ نے فرمایا کہ جس نے میری اس وضو کی طرح وضو کی پھر اُٹھا اور ظہر کی نماز پڑھی تو جو گناہ ظہر اور صبح کی نماز

و بین صلوٰۃ الصبح ثم صلے العصر غفر
لہ ما کان بینہ و بین صلوٰۃ الظہر
ثم صلے المغرب غفر لہ ما کان بینہ
و بین صلوٰۃ العصر ثم صلے
العشاء غفر لہ ما کان بینہ و بین
صلوٰۃ المغرب ثم لعلہ یبیت
یتمرغ لیلتہ ثم ان قام فتوضأ
و صلے الصبح غفر لہ ما بینہا و
بین صلوٰۃ العشاء و ہن الحسنات
یذہبن السیئات قالوا ہذہ الحسنات
فما الباقیات یا عثمان قال ہی لا الٰہ
الا اللہ و سبحان اللہ و اللہ اکبر و لا حول
و لا قوۃ الا باللہ و اخرج مالک
عن عثمان بن عفان قال لاحدثنکم
حدیثا لولا انہ فی کتاب اللہ
ما حدثتکموہ ثم قال سمعت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما من
امرء یتوضأ فیحسن الوضوء ثم یصلے
الصلوٰۃ الا غفر اللہ لہ ما بینہ و بین
الصلوٰۃ الاخرٰی حتی یصلیہا قال
مالک اراہ یرید ہذہ الآیۃ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ
طَرَفَیِ النَّہَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ
الْحَسَنٰتِ یُذْہِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔

قال اللہ تعالٰے وَقَالَ الْمَلِکُ
ائْتُوْنِیْ بِہٖٓ اَسْتَخْلِصْہُ لِنَفْسِیْ
فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا
مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِیْ
عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ
حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۝

کے درمیان کے ہیں وہ سب بخش دیئے جائیں گے۔ پھر اُس نے عصر
کی نماز پڑھی تو جو گناہ عصر اور ظہر کے درمیان کے ہیں وہ بخش دیئے
جائیں گے پھر مغرب کی نماز پڑھی تو مغرب اور عصر کی نماز کے درمیان
کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پھر عشاء کی نماز پڑھی تو عشاء اور مغرب
کے درمیان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پھر شاید وہ اپنی رات لوٹ
لگانے میں گزارے۔ پھر اگر اُٹھا اور وضو کی اور صبح کی نماز پڑھی تو
اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو فجر سے عشاء تک ہوئے تھے۔
اور یہی ہیں وہ حسنات جو سیئات کو مٹا دیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ
یہ تو حسنات ہوئے تو اے عثمانؓ باقیات کیا ہیں؟ فرمایا کہ باقیات
ہیں لا الٰہ اِلَّا اللہ اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر اور لا حول ولا
قوۃ اِلَّا باللہ۔ اور اخذ کیا مالکؒ نے عثمانؓ بن عفان سے فرمایا کہ
میں تم سے ایسی حدیث بیان کرتا ہوں کہ اگر اس کا مضمون کتاب
اللہ میں نہ آگیا ہوتا تو میں تم سے یہ بیان نہ کرتا۔ پھر فرمایا کہ
میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے
کوئی ایسا شخص نہیں جس نے وضو کی اور عمدگی کے ساتھ وضو کی پھر
اُس نے نماز پڑھ لی مگر یہ کہ اللہ تعالٰے نے اُس کے وہ گناہ بخش دیئے
جو اُس کے اور دوسری نماز کے درمیان ہوئے یہاں تک کہ اُس نے
اُس نماز کو پڑھ لیا۔ مالکؒ کا قول ہے میں سمجھتا ہوں کہ عثمانؓ کی
مراد اس آیت سے ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ وَزُلَفًا
مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْہِبْنَ السَّیِّاٰتِ (۱۱:۱۱۴)
(ترجمہ اوپر گزر چکا)۔

آیات سورۃ یوسف

اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِہٖ الخ
(۱۲: ۵۴-۵۵) اور (سُنکر) بادشاہ نے کہا کہ اُن کو میرے پاس لاؤ
میں اُن کو خاص اپنے (کام کے) لئے رکھوں گا پس جب بادشاہ نے
اُن سے باتیں کیں تو بادشاہ نے (اُن سے) کہا کہ تم ہمارے نزدیک
آج (سے) بڑے معزز اور معتبر ہو۔ یوسفؑ نے فرمایا کہ ملکی خزانوں
پر مجھ کو مامور کر دو میں (اُن کی) حفاظت (بھی) رکھوں گا اور خوب
واقف ہوں۔

فقیر گوید عفی عنہ کہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام طلب کرد از ملکِ مصر امارتِ بیت المال را و بیان نمود استحقاقِ خود را بآن امارت کہ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ؁ پس ازینجا معلوم شد کہ شرطِ تصرّف در بیت المال حفظ است از ضیاع و از خیانت خائنین و علم است بآنکہ از کجا باید گرفت و بکجا باید صرف نمود چون تصرّف در بیت المال کارِ خلیفہ است لازم آمد کہ خلافتِ خاصہ مرضیہ وقتی متحقق گردد کہ خلیفہ حافظ و علیم باشد و آن در لوازم خلافتِ خاصہ داخل است چنانکہ سابق تحریر نمودیم عن خالد بن عرفطۃ قال کنتُ جالِسًا عند عمر اذ اُتِیَ برجلٍ من عبد القیس فقال لہٗ عمر انتَ فلانٌ العبدیُّ قال نعم فضربہٗ بقناۃٍ معہ فقال رجلٌ مالی یا امیرَ المؤمنین قال اجلس فجلس فقرأ علیہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الٓرٰ تلک اٰیاتُ الکتابِ المبین الیٰ قولہٖ لَمِنَ الغافلین ؁ فقرأہا علیہ ثلاثًا وضربہٗ ثلاثًا فقال لہ الرجل مالی یا امیر المؤمنین فقال انت الذی نسخت کتابَ دانیال قال مُرنی بامرک اتّبعہ قال انطلق فامحہ بالحمیم والصوف ثم لا تقرأہ ولا تُقرِئہ احدًا من الناس فلئن بلغنی عنک انک قرأتہ او اقرأتہ احدًا من الناس لأنہکنک عقوبۃً ثم قال لہ اجلس فجلس بین یدیہ فقال انطلقتُ انا فانتسختُ کتابًا من اہل الکتاب

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہِ مصر سے بیت المال کی امارت طلب کی اور اس امارت پر اپنا استحقاق بیان کیا کہ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ؁ تو یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی کہ بیت المال پر متصرّف ہونے کی شرط حفظ ہے ضائع ہونے اور خائن لوگوں کی خیانت سے، اور علم ہے اس بات کا کہ کہاں سے لینا چاہیے اور کہاں خرچ کرنا چاہیے۔ چونکہ بیت المال میں تصرّف خلیفہ کا کام ہے اس سے لازم آیا کہ خلافت خاصّہ مقبولہ اس وقت متحقق ہوگی جبکہ خلیفہ صاحبِ حفظ ہو اور صاحبِ علم ہو اور وہ خلافتِ خاصہ کے لوازم میں داخل ہے جیسا کہ ہم پہلے تحریر کرچکے ہیں۔ مروی ہے خالد ابن عرفطہ سے انھوں نے بیان کیا کہ میں عمر رضؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ کے پاس ایک شخص قبیلہ عبد القیس کا لایا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو فلاں عبدی ہے؟ اس نے کہا ہاں! تو آپ نے اس کے چھڑی ماری جو آپ کے پاس تھی۔ تو اس شخص نے کہا اے امیر المؤمنین میرا قصور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹھ! وہ بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اس کے سامنے پڑھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ؁ سے لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ؁ تک (۱۲: ۱ تا ۳) الآیہ "یہ آیتیں ہیں ایک کتابِ واضح کی۔ ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔ ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعے سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس کے قبل آپ (اس سے) محض بے خبر تھے" پھر آپ نے یہ اس کے سامنے تین مرتبہ پڑھا اور تین چھڑیاں ماریں۔ پھر اس شخص نے کہا اے امیر المؤمنین میرا قصور کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تو وہ شخص ہے جس نے کتاب دانیال لکھی۔ اس نے کہا کہ آپ مجھے اپنا حکم بتلایئے جس کی میں تعمیل کروں۔ فرمایا کہ جا اور گرم پانی اور ایک چیتھڑے سے اس کو مٹا۔ پھر نہ خود پڑھ اور نہ لوگوں میں سے کسی کو پڑھا پھر بخدا اگر مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ تو نے اس کو پڑھا، یا لوگوں میں سے کسی کو پڑھایا ہے تو میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ پھر اس سے فرمایا کہ بیٹھ! وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا اس کے بعد فرمایا کہ میں خود (اہلِ کتاب کے پاس) پہنچا تو میں نے اہلِ کتاب سے ایک کتاب کی نقل حاصل کی

ثم جئتُ بہ فی اَدیم فقال لِی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ہٰذا فی یدک یا عُمر قلتُ یارسولَ اللہ کتاباً نسختُہ لِنزدادَ بہ عِلماً الیٰ علمنا فغضبَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتے احمرّت وجنتاہ ثم نُودِیَ بالصّلوٰۃِ جامعۃ فقالت الانصارُ اَغضبَ نبیُّکم السِّلاح السِّلاح فجاءوا حتے اَحدقوا بمنبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا اَیُّہا النّاسُ انّی اُعطیتُ جوامعَ الکَلِم وخواتیمہ واُختُصِرلی اختصارًا ولقد اتیتُکم بہا بیضاءَ نقیّۃً فلا تتہوّکوا ولا یَغرّنّکم المتہوِّکون قال عُمر فقمتُ وقلتُ رضیتُ باللہ ربّاً وبالاسلام دِیناً وبک رسولاً ثم نزلَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعن ابراہیم النخعی قال کان بالکوفۃ رجلٌ یطلبُ کُتبَ دانیال وذلک الضرب فجاءَ فیہ کتابٌ من عمر بن الخطاب ان یُرفعَ الیہ فلما قدمَ علےٰ عمر علاہ بالدرّۃ ثم جعلَ یقرأ علیہ الٓرٰ تلک آیاتُ الکتٰبِ المبین حتےٰ بلغ الغافِلین ۝ قال فعرفتُ ما یریدُ فقلتُ

پھر میں اُس کو ایک جلد میں رکھ کر لایا تو مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عمرؓ تمہارے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یارسول اللہؐ یہ ایک کتاب ہے جس کو میں نے نقل کیا ہے تاکہ ہمارے علم میں اضافہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوگئے یہاں تک کہ آپؐ کے رخسار سُرخ ہوگئے۔ پھر ندا دی گئی کہ الصّلوٰۃ جامعۃ (نماز تیار ہے) تو انصار نے (آپؐ کو دیکھ کر) کہا کہ کیا تمہارے نبی غضبناک ہوگئے ہیں۔ ہتھیار لے آو، ہتھیار لے آو۔[1] لوگ آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر کے گرد جمع ہوگئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! مجھ کو جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں اور ان کے خاتمے بھی (یعنی اتنے مکمل کہ اب اُن پر کسی اضافہ کی گنجائش نہیں ہے) اور میرے لئے (اُن ضروری علوم دین کا) خلاصہ مکمل کردیا گیا (کہ کوئی بات چھوٹی نہیں) اور میں اُس کو تمہارے پاس روشن اور صاف طور پر لے آیا ہوں تو خبردار تم لوگ گمراہی کی باتوں میں نہ پڑجانا اور گمراہی کی باتوں میں پڑنے والے تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دیں[2] عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کھڑے ہوکر کہا کہ میں اس پر راضی ہوں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور آپؐ ہمارے رسول ہیں۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر سے اُتر آئے۔ اور مروی ہے ابراہیم نخعی سے کہ کوفہ میں ایک شخص تھا جو کتبِ دانیال اور اس قسم کی کتابوں کا شوقین تھا۔ تو اس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب کی طرف سے حکم آیا کہ اس شخص کو اُن کے پاس بھیجا جائے تو جب وہ شخص عمرؓ کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے اُس کو دُرّے سے مارا۔ پھر اس کو الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ سے سُناتے ہوئے الْغٰفِلِیْنَ ۝ تک پہنچے (اس شخص نے کہا) بس میں نے پہچان لیا کہ اس تلاوت سے امیرالمؤمنینؓ کیا ارادہ کررہے ہیں۔ میں نے کہا

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو دیکھ کر انصار نے یہ انتزاع کرلیا کہ آپؐ اس وقت سخت غصہ کی حالت میں ہیں۔ شاید کسی کو قتل کا حکم دینے والے ہیں اس لئے السلاح السلاح پکارا کہ اگر کوئی ایسا حکم ہو تو فوراً ہی تعمیل کی جاسکے۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲ مترجم [2] اب پچھلی شریعتوں کی حاجت نہیں رہی ان میں بہت جھوٹی باتیں اپنی طرف سے لوگوں نے خلط ملط کردی ہیں اگر ان کتابوں کو تم نے لے لیا تو اس دین کا بھی ستیاناس ہوجائیگا اسی لئے آپؐ کو سخت غصہ آیا کہ ان لوگوں کی کتابوں کو لینا اور یہ سمجھ کر کہ ہمارے علم میں اضافہ ہوگا درانحالیکہ وہ محض مخربات کا مجموعہ ہیں اس دین کو خراب کرنے پر پیشقدمی کرنا ہے ۱۲

یا امیرَ المؤمنین دَعْنی فو اللّٰہِ لا اَدَعُ
عندی شیئاً من تلک الکتب الاّ
حرّقتہ قال فترکہ عن عبدالرحمٰن
ابن کعب بن مالکٍ عن ابیہ قال
سمع عمر رجلاً یقرء ہٰذا الحرف لیسجننہ
عتّے حین فقال لہ عمر من اقرأک
ہٰذا قال ابنُ مسعودٍ فقال عمر لیسجننہ
حتّٰی حین ثم کتب الی ابن مسعودٍ
سلام علیک اما بعد فانّ اللّٰہ انزل القراٰن
فجعلہ قراٰناً عربیًّا مُبیناً و انزلہ بلغۃ
ہٰذا الحیّ من قریشٍ فاذا اتاک کتابی
ہٰذا فاَقرئ النّاس بلغۃِ قریش ولا
تُقرئہم بلغۃِ ہذیلٍ عن عمر انہ
استاذن علیہ رجلٌ فقال استاذنوا
لابن الاخیارِ فقال عمر ائذنوا لہ
فلمّا دخل قال من انتَ قال فلانُ بن
فلان بن فلانٍ فعدّ رجالا من اشرافِ
الجاہلیۃ فقال لہ عمر انتَ یوسف بن
یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم قال
لا قال ذاک ابنُ الاخیار و انتَ ابن
الاشرار انّما تعدُّ علیّ خبالَ اہلِ
النّار عن ابی ہریرۃ قال استعملنی عمر علی البحرین
ثمّ نزعنی وغرّمنی اثنی عشر الفاً ثم دعانی
بعدُ الی العملِ فابیتُ فقال لِمَ وقد سألَ
یوسفُ العملَ وکان خیراً منک فقلتُ انّ
یوسف نبیٌّ بن نبیٍّ بن نبیٍّ بن نبیٍّ وانا ابن
اُمیمۃَ وانا اخافُ ان اقولَ بغیر علم وان
افتی بغیر علم وان یُضرب ظہری ویُشتم عرضی
ویؤخذ مالی عن عبد اللّٰہ بن شدّاد قال

کہ امیرالمومنینؓ آپ مجھے چھوڑ دیجئے واللہ میں اپنے پاس کوئی اس قسم کی کتاب نہیں رہنے دوں گا۔ سب کو جلا دوں گا۔ اُس نے کہا کہ اس کے بعد اس کو چھوڑ دیا۔ مروی ہے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اُنھوں نے بیان کیا کہ عمرؓ نے ایک شخص کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا لَیَسْجُنُنَّہٗ عَتّٰی حِیْنٍ ٥ تو اُس سے عمرؓ نے کہا کہ تجھ کو یہ کس نے پڑھایا؟ اُس نے کہا ابنِ مسعودؓ نے تو عمرؓ نے کہا لَیَسْجُنُنَّہٗ حَتّٰی حِیْنٍ ٥ پڑھ۔ پھر ابنِ مسعودؓ کو یہ خط لکھا سلامٌ علیک اما بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا اور اُس کو بزبانِ عربی واضح طور پر بیان کرنے والے اسلوب پر نازل کیا اور اس کا نزول اس قبیلۂ قریش کے لغت پر فرمایا تو جب میرا یہ خط تم کو مل جائے تو اُسی وقت سے لوگوں کو پڑھانا شروع کرو لغتِ قریش پر اور لغتِ ہُذیل پر نہ پڑھاؤ۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ اُن سے ایک شخص نے ملنے کی اجازت چاہی اور اجازت لانے والے لوگوں سے یہ کہا کہ اخیار کے بیٹے کو آنے کی اجازت دیدیجئے تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو آنے کی اجازت دیدو۔ جب وہ آیا تو اُس سے فرمایا کہ تو کون ہے؟ اُس نے کہا فلاں بن فلاں بن فلاں۔ اُس نے دورِ جاہلیت کے سربرآوردہ لوگوں کے نام گن دیئے تو اُس سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تو یوسف ابن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم ہے؟ اُس نے کہا نہیں! فرمایا کہ ابن الاخیار تو وہ تھے اور تو ابن الاشرار ہے۔ تو میرے سامنے اُن لوگوں کے نام گن رہا ہے جو دوزخ والوں کے نچوڑ ہیں۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھے عمرؓ نے بحرین پر عامل بنایا۔ پھر مجھے برخاست کر دیا اور مجھ پر بارہ ہزار درم کا تاوان ڈالا۔ پھر اس کے بعد مجھے عامل بنانے کے لئے بلایا تو میں نے انکار کر دیا۔ تو کہنے لگے کیوں؟ اور یوسفؑ نے تو خود عامل بننے کا سوال کیا تھا اور وہ تم سے بہتر تھے، تو میں نے کہا یوسفؑ تو نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی تھے اور میں ابن اُمیمہ ہوں اور مجھے یہ خوف ہے کہ میں کوئی بات علم (یعنے بُردباری) کے بغیر کہدوں اور کوئی فتویٰ علم کے بغیر دیدوں اور پھر میری کمر پیٹی جائے اور میری آبرو برباد ہو اور میرا مال مجھ سے لیا جائے۔ مروی ہے عبداللہ بن شدّاد سے اُنھوں نے کہا کہ

عہ تفسیر خبال بعصارہ کردہ شدہ است و در اصل فسادی را گویند کہ در افعال و ابدان و عقول واقع شد ۱۲

سمعتُ نشیجَ عمر بن الخطابِ وانّی لفی آخرِ الصفوفِ فی صلوٰۃ الصبح وھو یقرأ اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ وعن علقمۃ ابن وقاص قال صلّیتُ خلفَ عمر بن الخطابِ العشاءَ فقرأ سورۃَ یوسفَ فلمّا اتٰی علیٰ ذکرِ یوسف نشجَ حتّی سمعتُ نشیجَہ وانا فی مؤخرِ الصّفوفِ۔

قال اللہ تعالیٰ وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ ۝ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا ؕ وَاللّٰہُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ ؕ وَھُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝

فقیر گوید ترجمہ آیت آنست کہ اگر بنمائیم بتو بعض آنچہ وعدہ میدہیم ترا از فتوح وغلبۂ اسلام یا قبض روح تو کنیم یعنے پیش از وقوع بعض آنچہ وعدہ میدہیم ازباب فتوح وغلبۂ اسلام در ہر دو شق ہیچ باک نیست جزین نیست کہ لازم بر تو پیغام رسانیدن است ولازم بر ما حساب است بعد ازان تسجیل میفرماید کہ مراد وعدۂ فتوحاتِ اسلامیہ است آیا ندیدند کہ ما می آئیم بسوئی زمینِ مشرکان ناقص می کردانیم آن را از اطرافِ آن یعنے در مدینہ و در قبائل اَسْلَم وغفار وجُہَینہ ومُزَینہ وغیر ایشان اسلام درآمد وجمعی مسلمان شدند و در شوکتِ کفر رخنۂ عظیمہ پدید آمد واین از مقدمات وارہاصاتِ اوست فقیر گوید درین آیت اشارۂ جلیہ است بسوئی آنکہ بعض فتوح اسلام کہ وعدہ آن رفتہ است

میں نے صبح کی نماز میں عمرؓ کے رونے کی آواز سُنی ہے حالانکہ میں بالکل آخر کی صفوں میں تھا اور وہ پڑھ رہے تھے اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ۔ اور علقمہ بن وقاص سے روایت ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی تو اُنھوں نے سورۃ یوسف پڑھی۔ جب یوسفؑ کے ذکر پر پہنچے تو بھرائی ہوئی آواز سے پڑھا یہاں تک کہ آپ کی اس آواز گریہ آمیز کو میں نے بھی سُنا حالانکہ میں پچھلی صفوں میں تھا۔

آیات سُورۃ الرعد

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّکَ (۱۳: ۴۰-۴۱) اور جس بات کا ہم اُن سے وعدہ کر رہے ہیں اُس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھا دیں خواہ ہم آپ کو وفات دیدیں پس آپ کے ذمہ تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے اور دار و گیر کرنا تو ہمارا کام ہے۔ کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (جو چاہتا ہے) حکم کرتا ہے اُس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے۔

فقیر کہتا ہے آیت کا ترجمہ (مع تفسیر) یہ ہے کہ اگر دکھائیں ہم تجھ کو کچھ حصہ اُس کا کہ وعدہ دے رہے ہیں ہم تجھ کو فتوح اور غلبۂ اسلام کا یا ہم تیری روح قبض کرلیں یعنی جو کچھ وعدہ ہم دے رہے ہیں اس کے ایک حصہ کے واقع ہونے سے پہلے دربارۂ فتوحات وغلبۂ اسلام، دونوں صورتوں میں کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے سوائے اس کے نہیں ہے کہ لازم تجھ پر پیغام پہنچانا ہے اور لازم ہم پر حساب اُس کا ہے۔ اس کے بعد وضاحت فرماتے ہیں کہ وعدہ سے مراد فتوحاتِ اسلامیہ کا وعدہ ہے آیا نہیں دیکھا اُنھوں نے کہ ہم آرہے ہیں مشرکوں کی زمین کی طرف کم کر رہے ہیں ہم اس کو اُس کے اطراف سے یعنی مدینہ میں اور قبائلِ اَسلم وغِفار اور جُہینہ اور مُزینہ وغیرہ میں اسلام داخل ہوگیا اور ایک جماعت مسلمان ہوگئی اور کفر کی شوکت میں بہت بڑا رخنہ واقع ہوگیا اور یہ اسی کے مقدمات اور علامات میں سے ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ اس آیت میں واضح اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ بعض فتوحاتِ اسلامی جن کا وعدہ کیا گیا ہے

در زمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بظہور خواہد آمد و بعض ازاں بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ولا بد آں مواعید بردست شخصے از نواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور نمود وآں یکی از لوازم خلافتِ خاصہ است واللہ اعلم۔

قال اللہ تعالیٰ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۝ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَن صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ ۝ سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ ۚ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر ہوں گی اور اُن میں سے بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد۔ اور لازمی ہے کہ اُن مواعید کا ظہور ایسے شخص کے ہاتھ پر ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں میں سے ہو اور وہ ایک لوازم میں سے ہے خلافتِ خاصّہ کے، واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا (۱۳: ۱۸-۲۵) جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا اُن کے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جن لوگوں نے اُس کا کہنا نہ مانا اُن کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں (موجود) ہوں اور (بلکہ) اُس کے ساتھ اُسی کی برابر اور بھی ہو تو وہ سب اپنی رہائی کے لئے دے ڈالیں اُن لوگوں کا سخت حساب ہوگا اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُرا قرارگاہ ہے۔ جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہے۔ پس نصیحت تو سمجھدار ہی لوگ قبول کرتے ہیں۔ (اور) یہ سمجھدار لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ اُنھوں نے عہد کیا ہے اُس کو پورا کرتے ہیں اور (اس) عہد کو توڑتے نہیں۔ اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے اُن کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو روزی دی ہے اُس میں سے چپکے بھی اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسنِ سلوک سے ٹال دیتے ہیں۔ اس جہان میں نیک انجام اُن لوگوں کے واسطے ہے۔ یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور اُن کے ماں باپ اور بی بیوں اور اولاد میں جو (جنت کی) لائق ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے اور فرشتے اُن کے پاس ہر (سمت کے) دروازے سے آتے ہوں گے (اور یہ کہتے ہوں گے) کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم (دینِ حق پر) مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔ اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو اُن کی پختگی کے بعد

وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝

فقیر گوید عفی عنہ حق سبحانہ تعالیٰ تباین مراتب سُعداء و اشقیاء بیان میفرماید چنانکہ سنت مستمرہ اوست تعالیٰ در جمیع قرآن برائے جمعے کہ قبول کردند دعوتِ حق را حُسنیٰ کہ کلمہ جامعہ جمیع خیرات است اثبات مینماید و برائے فرقہ کہ قبول نہ نمودند دعوت او را عقوبتِ عظیم ایعاد میکند کہ لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا الخ باز فرق دیگر بین الفریقین تقریر میفرماید کہ آن یک گروہ اہلِ علم است بحقیقتِ کتاب منزل و آن دیگر اَعمیٰ باز اشارہ میکند کہ اینجا مراد از علم علمے است کہ مقرون باصلاح قوتِ عاملہ باشد از انجہت کہ تذکر بمعنے پند پذیرفتن و بعلم حق متادب شدن است و آن بدون صحتِ عمل میسر نیست از جملہ تصحیح عمل چند خصلت را بذکر تخصیص میفرماید وفا بعہد خدا تعالیٰ و رسولِ او و صلۂ ارحام و وصل جیران و غیر آن و اعظم آن ہمہ وصل پیغامبر است صلی اللہ علیہ وسلم و ترسیدن از خدائے عزّ و جلّ و باور داشتن حسابِ آخرت و صبر بر مشاقِ طاعات و تحمل بر شدتِ مصائب محض بطلب مرضاۃ پروردگار تعالیٰ و اقامتِ صلوات و انفاقِ مال فی سبیل اللہ و حلم نمودن و بمقابلہ سیئہ مُسمّٰی حسنہ بجا آوردن باز مآلِ حال این سُعداء بیان میفرماید اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ جَنّٰتُ عَدْنٍ الآیۃ بعد ازان ذمائم افعالِ اشقیاء ارشاد مینماید از انجملہ است نقضِ عہدے کہ با خدائے تعالیٰ بستہ اند و قطعِ ارحام و عقوقِ آباء و اُمہات و اشد ازان ہمہ

توڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جن ملاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے اُن کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور اُن کے لئے اُس جہان میں خرابی ہوگی۔"

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نیک بندوں اور بدبختوں کے مراتب کے فرق کو بیان فرماتے ہیں جیسا کہ اُس تعالیٰ شانہٗ کی تمام قرآن میں عادت جاریہ ہے۔ اُس جماعت کے لئے جس نے دعوتِ حق کو قبول کیا "حسنیٰ" کو ثابت فرماتے ہیں۔ یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو تمام خیرات یعنی نعمتوں پر حاوی ہے۔ اور اُس فرقہ کے لئے جس نے اُس کی دعوت کو قبول نہ کیا سخت عذاب کا وعدے دے رہے ہیں کہ لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا الخ۔ پھر دونوں فریقوں میں ایک دوسرے فرق کی تقریر فرما رہے ہیں کہ وہ ایک گروہ ہے جو اس کتاب کی جو نازل کی گئی حقیقت کا علم رکھتا ہے اور دوسرا گروہ اندھا ہے۔ پھر اشارہ کرتے ہیں کہ یہاں علم سے وہ علم مراد ہے جو قوتِ عاملہ کی اصلاح کے ساتھ مِلا ہوا ہو، اس بنا پر کہ تذکر کے معنے ہیں نصیحت قبول کرنا اور علمِ حق سے مہذب ہونا اور وہ بغیر عمل کی صحت کے میسر نہیں ہوتا۔ تصحیح عمل کے خصائل میں سے چند خصلتوں کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں۔ اللہ اور رسول کے ساتھ عہد کو پورا کرنا اور اقرباء کے ساتھ نیک برتاؤ۔ پڑوسیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اسی سلسلہ میں ان سب سے زیادہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کی پوری مراعات بھی داخل ہے۔ اور اللہ عزّ و جلّ سے ڈرنا اور حسابِ آخرت پر پورا یقین رکھنا۔ طاعات میں جو مشقتیں پیش آئیں اُن پر صبر کرنا۔ مصائب کی شدت کا متحمل رہنا محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے۔ نمازوں کا قائم رکھنا۔ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا۔ اور بردباری کرنا۔ اور بُرائی کے مقابلہ پر جو ناگوار گزرنے والی ہو بھلائی کرنا۔ اس کے بعد ان اہلِ سعادت حضرات کا انجام بیان فرماتے ہیں اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ جَنّٰتُ عَدْنٍ الخ۔ اس کے بعد اہلِ شقاوت لوگوں کے بدخصائل کا اظہار فرماتے ہیں جن میں سے ایک اس عہد کا توڑنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور تعلقِ قرابت کو قطع کرنا۔ اور ماں باپ کی نافرمانی۔ اور ان سب سے

عقوقِ پیغامبر ست صلے اللہ علیہ وسلم
کہ مبعوث من عند اللہ است و منصوب
برائے ہدایتِ خلق و خدا یتعالےٰ طاعتِ خود را
بطاعتِ او بازبستہ و از انجملہ اِفساد فی الارض
است باز مآلِ حالِ آن اشقیاء تقریر میفرماید اُولٰٓئِکَ
لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ باز فقیر میگوید
کہ در عدِّ این صفات بخصوصہا از میان صفاتِ
سُعداء تعریض است بحالِ جماعہ از سُباقِ مہاجرین
کہ اتصافِ ایشان باین صفات مشہور گشتہ
مثل صدیقِ اکبرؓ و عمر فاروقؓ و اضرابِ
ایشان کہ چون ایمان آوردند بآنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم و میثاقِ نصرت و
قیام باعلاءِ کلمۃ اللہ بستند برہمان بودند
و ذرّہ ازاں کوتاہی ننمودند وصلۂ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم و اصحابِ او بجا آوردند
بوجہے کہ لسانِ نبوّت باین کلمہ نطق فرمود
کہ اَمَنُّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَ مَالِہٖ
ابوبکرٍ و خشیتِ خدا یتعالےٰ و صبر بر ایذائے
قوم و اِکثارِ صلوٰۃ و انفاق بر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم و بر فقرائے صحابہؓ و
حلم در برابر جہل جاہلان علے اکمل الوجوہ از ایشان
ظہور نمود چنانکہ دفتر دفتر از احوالِ آن بزرگواران
شاہدِ عدل است بر آن و ہو المقصود عن
کنانۃ العدوی قال دخل عثمانُ بن عفانَ
علےٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فقال یا رسولَ اللہ اَخبِرنی عن العبد
کم معہ من ملکٍ فقال ملکٌ علی یمینک
علےٰ حسناتک و ہو امیرٌ علی الذی علی
الشمال اذا عملتَ حسنۃً کُتبت عشراً فاذا

زیادہ بدتر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے جو کہ اللہ کی طرف
سے بھیجے گئے ہیں اور ہدایتِ خلق کے منصب پر مامور ہیں اور
خدا تعالےٰ نے اپنی فرمانبرداری کو اُن کی فرمانبرداری کے ساتھ وابستہ
کیا ہے۔ اور اُن میں سے ایک ہے زمین میں فساد پھیلانا۔ پھر ان
اشقیاء کے انجام کار کی تقریر فرماتے ہیں اُولٰٓئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ
وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ۔ اس کے بعد یہ فقیر کہتا ہے کہ ان صفات
کے شمار کرنے میں خصوصاً اہلِ سعادت کی شمار کے درمیان مہاجرین
سابقین کی اس جماعت کے احوال کی طرف تعریض ہے جن کا ان
صفات کے ساتھ موصوف ہونا مشہور ہو گیا ہے جیسے صدیقِ
اکبرؓ، عمر فاروقؓ اور ان کی طرح کے دیگر اصحابؓ کہ جب یہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور انھوں نے آپ کی مدد اور
اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کا عہد کیا تو ہمیشہ اُس پر جمے رہے اور
انھوں نے اس میں کوتاہی نہیں کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپ کے اصحابؓ کے حقوق کی اس درجہ نگہداشت کی کہ لسانِ
نبوّت نے ان بلند و مبارک کلمات کے ساتھ اعتراف فرمایا سب سے
زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے اپنی رفاقت سے (کہ اپنی جان کی بھی میرا
ساتھ دینے میں پرواہ نہ کی) اور اپنے مال سے ابوبکرؓ ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ
کا خوف اور قوم کے ایذاء دینے پر صبر اور بکثرت نماز پڑھنا اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر اور فقراءِ صحابہؓ پر مال خرچ کرنا اور جاہلوں
کے جہل پر حلم (غرض یہ تمام صفات) کامل طور پر آپؓ سے ظاہر ہوتی
رہیں اس قدر کہ ان بزرگوں کے احوال پر بڑی بڑی کتابیں جو لکھی
گئی ہیں وہ اُن پر شاہد عدل ہیں۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ تری
ہے کنانۃ العدوی سے اُنھوں نے بیان کیا کہ عثمانؓ بن عفان رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور کہا یا رسول اللہ!
آپ مجھے بتلایئے کہ ایک بندے پر کتنے فرشتے متعین ہوتے ہیں۔ تو
آپ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ تمہارے دائیں ہاتھ پر ہوتا ہے جو تمہاری
نیکیوں (کے لکھنے) پر مامور ہے اور وہ اُس فرشتے پر امیر ہوتا ہے
جو تمہارے بائیں ہاتھ کی طرف ہوتا ہے (جو گناہ لکھنے پر مامور ہے)
جب تم کوئی نیک عمل کروگے تو وہ دس گنا لکھا جائیگا اور جب تم کوئی

عملت سیئۃ قال الذی علی الشمال للذی علی الیمین اکتب قال لعلہ یستغفر اللہ و یتوب فاذا قال ثلثا قال نعم اکتبہ اراحنا اللہ منہ فبئس القرین ما اقلہ مراقبتہ للہ واقل استحیاءہ منہ یقول اللہ مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید و ملکان من بین یدیک و من خلفک یقول اللہ لہ معقبات من بین یدیہ و من خلفہ یحفظونہ من امر اللہ و ملک قابض علی ناصیتک فاذا تواضعت للہ رفعک واذا تجبرت علی اللہ قصمک و ملکان علی شفتیک لیس یحفظان علیک الا الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ملک قائم علی فیک لایدع ان تدخل الحیۃ فی فیک و ملکان علی عینیک فہؤلاء عشرۃ املاک علی کل بنی آدم ینزلون ملائکۃ اللیل علی ملائکۃ النہار لان ملائکۃ اللیل سوی ملائکۃ النہار فہؤلاء عشرون ملکا علی کل آدمی و ابلیس بالنہار و ولدہ باللیل عن ابن جریج فی قولہ ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ قال اخبرنی لیث بن ابی سلیمان عن ابی محمد عن حذیفۃ ابن الیمان عن ابی بکر اما حضر ذلک حذیفۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی بکر واما حدثہ ایاہ ابوبکر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

بُرا کام کروگے تو بائیں جانب والا فرشتہ دائیں جانب والے سے پوچھتا ہے کہ اسے لکھوں؟ وہ کہتا ہے شاید اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرلے۔ پھر جب وہ تین بار پوچھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہاں اس کو لکھ لو۔ خدا ہم کو اس سے راحت دے، یہ ہمارا بُرا ساتھی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر کم دھیان کرنے والا اور اللہ تعالیٰ سے کس قدر کم حیا کرنے والا ہے۔ اور اسی سے متعلق ہے جو حق تعالیٰ فرماتے ہیں مَا يَلْفِظُ الخ (۵۰ : ۱۸) وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے"۔ اور دو فرشتے ہیں تیرے آگے اور تیرے پیچھے حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَهُ مُعَقِّبَاتٌ الخ (۱۳ : ۱۱) ہر شخص (کی حفاظت) کے لئے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں"۔ اور ایک فرشتہ ہے جو قابض ہے تیری پیشانی پر جب تم اللہ کے لئے سر جھکاؤگے تو وہ تم کو سربلند کرے گا اور جب اللہ تعالیٰ کے مقابلہ پر سرکشی کروگے تو وہ تم کو ذلیل کرے گا اور دو فرشتے مامور ہیں تمہارے دونوں لبوں پر وہ تمہاری حفاظتِ ذات کے لئے نہیں ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر (تمہارا) درود (پہنچانے) کے لئے ہیں۔ اور ایک فرشتہ تمہارے منہ پر قائم ہے وہ شیطان کو تمہارے منہ میں نہیں داخل ہونے دیتا اور دو فرشتے مامور ہیں تمہاری دونوں آنکھوں پر۔ تو یہ سب دس فرشتے ہیں ہر ایک بنی آدم پر۔ رات کے فرشتے نازل ہوتے ہیں دن کے فرشتوں پر کیونکہ رات کے فرشتے الگ ہوتے ہیں دن کے فرشتوں سے تو یہ کل بیس فرشتے ہیں ہر آدمی پر اور ابلیس دن میں آتا ہے اور اس کی اولاد رات میں۔ اور ابن جریج سے مروی ہے حق تعالیٰ کے ارشاد اَمْ جَعَلُوا الخ (۱۳ : ۱۶) یا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انھوں نے بھی (کسی چیز کو) پیدا کیا ہو جیسا خدا پیدا کرتا ہے"۔ کے بارے میں کہا کہ مجھے خبر دی لیث بن ابی سلیمان نے ان کو ابو محمد نے ان کو حذیفہ بن الیمان نے وہ روایت کرتے ہیں ابو بکرؓ سے یا تو خود حذیفہؓ نے سُنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کہ وہ ابو بکرؓ کے ساتھ تھے اور یا ابو بکرؓ نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت سُنائی کہ آپؐ نے فرمایا کہ

الشرك فيكم اخفى من دبيب النمل قال ابو بكر يا رسول الله وهل الشرك الا ما عبد من دون الله او ما دعي مع الله قال ثكلتك امك الشرك فيكم اخفى من دبيب النمل الا اخبرك بقول يذهب صغاره وكباره او قال صغيره وكبيره قال بلى قال تقول كل يوم ثلث مرات اللهم اني اعوذ بك ان اشرك بك وانا اعلم واستغفرك لما لا اعلم، والشرك ان تقول اعطاني الله وفلان والند ان تقول لولا فلان قتلني فلان وعن معقل بن يسار قال انطلقت مع ابي بكر الصديق الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا ابا بكر للشرك فيكم اخفى من دبيب النمل فقال ابو بكر وهل الشرك الا من جعل مع الله الها آخر فقال النبي صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده للشرك

تم میں شرک چیونٹی کے زمین پر چلنے کی آواز سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے۔ ابو بکر رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ شرک یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت کی جائے یا اللہ کے ساتھ کسی اور کو پکارا جائے۔ آپؐ نے فرمایا ثکلتک امک[1] شرک تم میں چیونٹی کی زمین پر چلنے کی آواز سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے۔ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتادوں جو شرک کی صغار یعنی چھوٹی (مراد شرک خفی) اور کبار یعنی بڑی (شرک جلی مراد ہے) یا آپؐ نے شرک صغیر اور کبیر فرمایا (مطلب ایک ہی ہے "مترجم) دونوں کو ختم کردے؟ ابو بکر رضؓ نے عرض کیا ضرور بتلایئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ روزانہ تین مرتبہ یہ کہا کرو اللھم انی الخ اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں آپ کے ساتھ شرک کروں اور میں اُس کو سمجھتا ہوا بھی ہوں (کہ یہ کفر ہے کہ جان بوجھ کر شرک کیا جائے اس لئے ایسے شرک سے بچالے) اور آپ سے مغفرت چاہتا ہوں ایسے شرک سے جس کو میں سمجھا ہی نہ ہوں (کہ یہ شرک ہے) اور وہ شرک (خفی) یہ ہے کہ تم یوں کہو کہ مجھے اللہ نے دیا اور فلاں نے دیا اور ند (خدا کے فعل کو دوسرے کی طرف منسوب کرنا) یہ ہے کہ تم یوں کہو کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو مجھے فلاں شخص قتل کر دیتا[2]۔ اور معقل بن یسار سے مروی ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ میں ابو بکر صدیق رضؓ کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابو بکر رضؓ البتہ شرک تم میں چیونٹی کے پاؤں کی آواز سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے تو ابو بکر رضؓ نے کہا کہ شرک اس کے سوا کیا اور بھی کچھ ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کو بھی معبود بنائے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ البتہ شرک چیونٹی کے

[1] یہ جملہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے جو ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جب کہ مخاطب کو زور دار تنبیہ مقصود ہوتی ہے۔ اس کا ترجمہ ہے "تجھ پر تیری ماں روئے" اس سے غرض بددعا کرنا نہیں ہوتی نہ مخاطب کی تحقیر اور تذلیل "مترجم

[2] جب بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو ایک بزرگ نے اُن کو خواب میں دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ فرمایئے کیا معاملہ ہوا۔ اُنھوں نے کہا کہ جب میں اپنے رب کے حضور میں پہنچا تو مجھ سے فرمایا کہ بایزید ہمارے لئے کیا تحفہ لائے۔ میں نے عرض کیا کہ ہر جگہ سب کچھ آپ ہی کا ہے بایزید تہی دست آپ کے حضور میں کیا چیز لا سکتا تھا۔ ہاں یہ عرض کرتا ہوں کہ میں نے آپ کے ساتھ شرک نہیں کیا۔ فرمایا ولا لیلۃ اللبن یعنی مگر دودھ والی رات میں تو کیا تھا۔ اُنھوں نے بایزید سے اس کا مطلب پوچھا تو فرمایا کہ ایک رات میں نے دودھ پیا تھا، میرے پیٹ میں درد ہو گیا۔ تو ایک شخص نے پوچھا کہ درد کیوں ہوا تو میں نے کہا تھا کہ دودھ نے (تولید ریاح کرکے) درد پیدا کر دیا (حالانکہ درد کا خالق اللہ ہی تھا) اس کو شرک فرمایا گیا۔ یہی شرک خفی کی ایک مثال ہے "مترجم عفا اللہ الغفار عنہ

اخفٰی من دبیب النمل الا ادلک علٰی
شیء اذا قلتہ ذہب عنک قلیلہ و کثیرہ
قال قل اللہم انی اعوذ بک ان اشرک
بک وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم
عن مجاہد قال قرأ عمر علی المنبر جنات
عدن فقال ایہا الناس ہل تدرون ما
جنات عدن قصر فی الجنۃ لہ عشرۃ آلاف
باب علٰی کل باب خمسۃ و عشرون الفا
من الحور العین لا یدخلہ الا نبی او صدیق
او شہید وروی نحو ذلک عن عبد اللہ
ابن عمر و رفعہ و عن ابی مسعود والحسن
والضحاک وکعب الاحبار موقوفا علیہم
واین شاہد عدل است برانچہ تقریر
کردیم از تعریض، واللہ اعلم۔ عن ابن عمر
قال ذکر عند النبی صلی اللہ علیہ
وسلم طوبٰی فقال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر ہل بلغک ما
طوبٰی قال اللہ و رسولہ اعلم قال
طوبٰی شجرۃ فی الجنۃ لا یعلم طولہا
الا اللہ فیسیر الراکب تحت غصن من
اغصانہا سبعین خریفا ورقہا الحلل یقع علیہا
الطیر کامثال البخت قال ابو بکر ان ذلک
الطیر ناعم فقال انعم منہ من اکلہ وانت
منہم یا ابا بکر ان شاء اللہ عن عمر بن الخطاب
انہ قال وہو یطوف بالبیت اللہم ان کنت کتبت علیّ
شقوۃ او ذنبا فامحہ فانک تمحو ما تشاء وتثبت و
عندک ام الکتاب فاجعلہ سعادۃ ومغفرۃ وعن
السائب بن طلحان من اہل الشام وکان قد
ادرک الصحابۃ قال لما دخل عمر رضی

پاؤں کی آواز سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے۔ کیا میں تمھاری رہنمائی
اُس چیز کی طرف نہ کروں کہ اگر تم وہ کہہ لیا کرو تو اُس کا قلیل اور
کثیر سب تم میں سے جاتا رہے۔ فرمایا کہ یہ کہو اللّٰھمّ انی اعوذ بک
ان اشرک بک وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم۔ اور
مجاہدؒ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ نے منبر پر جنّٰتُ عَدْنٍ
پڑھا۔ پھر فرمایا کہ اے لوگو! تم جانتے ہو کہ جنّاتِ عدن کیا چیز ہے۔
یہ جنّت میں ایک محل ہے جس کے دس ہزار دروازے ہیں۔ ہر درواز
پر پچیس ہزار حُورعین ہیں۔ اس میں نبی اور صدّیق اور شہید کے
سوا کوئی داخل نہ ہو گا۔ اور اسی طرح کی روایت ہے عبد اللہ بن
عمرؓ سے اور یہ حدیث مرفوع ہے اور ابی مسعود سے اور حسن سے
اور ضحاک سے اور کعب الاحبار سے احادیث موقوفہ ہیں۔ اور یہ
شاہد عدل ہیں اس پر جو ہم نے تقریر کی ہے کہ یہ تعریض ہے (ابو بکرؓ
و عمرؓ کی طرف) واللہ اعلم۔ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلے
اللہ علیہ وسلم کے سامنے طوبیٰ کا ذکر آگیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ کیا تم کو اس کی اطلاع ہے کہ طوبیٰ کیا ہے؟
ابو بکرؓ نے کہا کہ اللہ اور رسولؐ ہی سب سے زیادہ باخبر ہیں۔ آپ نے
فرمایا کہ طوبیٰ ایک درخت ہے جنّت میں کہ جس کے طول کو اللہ تعالیٰ کے
سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایک سوار اُس کی ایک شاخ کے نیچے ستر سال
تک چل سکتا ہے۔ اُس کے پتے چادروں جیسے ہیں اُن شاخوں پر اتنے
بڑے بڑے پرندے آکر بیٹھتے ہیں جو دراز گردن اونٹ کے برابر
ہوتے ہیں۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ یہ پرند خوش ہیں (یا موٹے تازے ہیں)
آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ خوش وہ ہو گا جو اُس کو کھائے گا۔
اور تو اُن ہی میں سے ہے اے ابو بکرؓ انشاء اللہ۔ مروی ہے عمرؓ
ابن الخطاب سے کہ اُنھوں نے کہا جب کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے
تھے کہ اے اللہ اگر آپ نے مجھ پر کوئی شقاوت یا گناہ لکھ رکھا ہے تو
اُس کو مٹا دیجئے کیونکہ آپ جو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جو چاہتے
ہیں باقی رکھتے ہیں اور آپ کے پاس اُم الکتاب ہے۔ تو اُس کو بدل کر
سعادت اور مغفرت بنا دیجئے۔ اور سائب بن طلحان سے مروی ہے
جو اہل شام میں سے تھے اور اُنھوں نے صحابہؓ کو پایا تھا جب عمر رضی

الله عنه الشام حمد الله و اثنى عليه
و وعظ و ذكر و أمر بالمعروف و نهى
عن المنكر ثم قال ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم قام فينا خطيبا كقيامي فيكم
فأمر بتقوى الله و صلة الرحم و صلاح
ذات البين و قال عليكم بالجماعة فان
يد الله على الجماعة و ان الشيطان مع
الواحد و هو من الاثنين ابعد لا يخلون
رجل بامرأة فان الشيطان ثالثهما
و من ساءته سيئته و سرته حسنته
فهو امارة المسلم المؤمن و امارة
المنافق الذى لا تسوءه سيئته
و لا تسره حسنته ان عمل خيرا لم
يرج من الله فى ذلك ثوابا و ان
عمل شرا لم يخف من الله فى
ذلك الشر عقوبة و اجملوا فى
طلب الدنيا فان الله قد تكفل
بارزاقكم و كل سيتم له عمله الذى
كان عاملا استعينوا الله على اعمالكم
فانه يمحو ما يشاء و يثبت و عنده
ام الكتاب صلى الله على
نبينا محمد و آله و عليه السلام
و رحمة الله السلام عليكم
عن الزهرى قال كان عمر بن الخطاب
شديدا على رسول الله صلى الله
عليه وسلم فانطلق يوما حتى دنا من
رسول الله صلى الله عليه وسلم و هو يصلى فسمعه
و هو يقرأ و ما كنت تتلوا من قبله
من كتاب حتى بلغ الظالمون ٥

اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور
وعظ کہا اور نصیحت کی اور نیک کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور بُرے
کاموں سے روکا پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے
درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے جیساکہ میں تمھارے درمیان کھڑا
ہوں تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا اور رشتہ داروں کے ساتھ
نیک سلوک کا اور باہمی روابط اچھے رکھنے کا اور فرمایا کہ تمھیں جماعت
کے ساتھ رہنا چاہیئے کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور شیطان
تنہا شخص کے ساتھ ہوجاتا ہے اور دو سے دُور رہتا ہے۔ جب کوئی
شخص کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو شیطان اُن دونو
میں تیسرا بن جاتا ہے۔ اور جس شخص کو بُرا کام بُرا لگے اور نیک کام
اچھا لگے تو یہ مسلمان مؤمن کی نشانی ہے۔ اور منافق کی نشانی یہ
ہے کہ اُس کو بُرا کام بُرا نہیں لگتا اور اچھا کام اچھا نہیں لگتا۔
اگر وہ کوئی نیک کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے اُس پر ثواب کی امید
نہیں کرے گا اور اگر کوئی بُرا کام کرے گا تو اُس کو اللہ کا خوف
نہ ہوگا کہ وہ اس بُرے کام پر اُس کو سزا دے گا۔ اور طلب دنیا
میں اعتدال رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود تمھارے ارزاق کی کفالت کی
ہے اور ہر ایک سے جس کام پر وہ کاربند رہا ہے عنقریب (موت کا
حکم سمجھو) اُس کو ختم کرا دیا جائے گا۔ تم اللہ سے اپنے اعمال پر مدد
مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے
باقی رہنے دیتا ہے اور اُس کے پاس ام الکتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے
نبی محمدؐ پر درود بھیجے اور آپ کی پیروی کرنے والوں پر سلام
اور اللہ کی رحمت ہو۔ السلام علیکم۔ اور زہری سے مروی ہے کہ
عمر بن الخطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالفوں میں
سے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچے یہاں
تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگئے اور آپ اس وقت
نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ آپ کی قراءت سُن رہے تھے۔ اور آپ یہ پڑھ رہے
تھے وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا سے الظّٰلِمُوْنَ ٥ تک پہنچے (۲۹: ۴۸-۴۹)
اور آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوتے تھے اور نہ کوئی
کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی حالت میں ناحق شناس لوگ

وسمعه وهو يقرأ ويقول الذين كفروا لست مرسلا الى قوله علم الكتاب فانتظره حتى سلم فاسرع فى اثره فاسلم۔

قال الله تعالى أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۝ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝

فقیر گوید عفی عنہ خدا تعالیٰ تباین ظلمتِ کفر و نور ایمان باسالیب متنوعہ بیان مے فرماید از انجملہ میگوید صفتِ کلمۂ حق و دینِ اسلام کہ بحکم الٰہی از فوق سبع سمٰوات

کچھ شبہہ نکلتے۔ بلکہ یہ کتاب خود بہت سی واضح دلیلیں ہیں اُن لوگوں کے ذہن میں جن کو علم عطا ہوا ہے۔ اور ہماری آیتوں سے بس ضدی لوگ انکار کئے جاتے ہیں" اور یہ سُنتے رہے۔ اور پھر آپ نے پڑھا وَیَقُولُ الَّذِیْنَ ... سے عِلْمُ الْکِتٰبِ تک (۱۳: ۴۳) اور یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوّت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جسکے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔" تو یہ آپ کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ سلام پھیرا۔ پھر آپ کے (تشریف لے جانے کے بعد) آپ کے پیچھے تیزی سے پہنچے اور اسلام لے آئے۔

آیات سورۃ ابراہیم

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ الخ (۱۴: ۲۴-۲۹) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیّبہ (توحید و ایمان) کی کہ وہ مشابہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اُس کی شاخیں اونچائی میں جا رہی ہوں۔ وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (ایسی) مثالیں لوگوں کے واسطے اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ خوب سمجھ لیں اور گندے کلمہ کی (یعنی کلمہ کفر و شرک کی) مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اُکھاڑ لیا جائے اُس کو کچھ ثبات نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے اور ظالموں (یعنے کافروں) کو (دین میں اور امتحان میں) بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے بجائے نعمتِ الٰہی کے کفر کیا اور جنھوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں پہنچایا۔ وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے۔"

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کفر کی ظلمت اور ایمان کے نور کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا چند اسلوبوں کے ساتھ بیان فرماتے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ حق اور دین اسلام کے کلمہ کی صفت یہ ہے کہ وہ بحکمِ الٰہی سات آسمانوں کے اوپر سے

مستصحب الہامات و تقریباتِ ملکوت در ارض نازل شد و آنجا شیوع تمام پیدا نمود و اکثر اقالیم صالحہ معتدلہ را در گرفت مانند صفتِ درختِ پاک نافع میوہ دار است کہ بیخش در زمین محکم است و شاخہاش بجانب آسمان سر بالا کشیدہ و صفت کلمۂ ناپاک کہ عبارت از شرک و یہودیت و نصرانیت و مجوسیت محرّفہ مغیّرہ است بحکمِ الٰہی و وحی ربانی محکم الاساس نگشتہ و ملکوت در تائیدِ آن کوشش نہ نمودند بلکہ بسبب شبہاتِ واہیہ ناشیہ از صدور بنی آدم و مساعی ایشان بحسبِ آن شبہات صورت گرفت و در اندک زمانے بعنایتِ الٰہی بہ بعثِ رُسل و اشاعتِ دینِ ایشان برہم خورد مانند درخت ناپاک غیر نافع کہ برکندہ شد از بالای زمین بغیرِ آنکہ محتاج بکافتنِ زمین شوند و از زیرِ زمین آن بیخ را برآرند بعد از ان او سبحانہ بیان میفرماید حال جماعہ از رؤسائی مسلمین و ائمہ ایشان کہ بکلمۂ حق آخذ اند و بنصرتِ آن کمر بستہ اند و بر دستِ ایشان اشاعتِ آن واقع شود و حال گروہی از رؤساءِ کفّار کہ در ترویج کلمۂ باطل سعی مینمایند و فرقۂ اولٰے را تثبیت بسببِ آن قولِ ثابت و آن کلمۂ حق اثبات میفرماید در حیاتِ دنیا بنصر و تائید و غلبہ بر سائر اُمم و در آخرت بہ نجات و رفع درجات و سابقیت در دخولِ جنّت و رؤساء کفّار را بمقابلۂ نعمتِ ایزدی بکفران و سَوقِ قومِ خویش بدارِ بَوار مے نکوہد

مقارنِ الہامات ہوتا ہوا اور عالمِ ملکوت کی برکات کو لئے ہوئے (بواسطہ ملائکۂ ملأ اعلےٰ) زمین پر نازل ہوا اور یہاں پورے طور پر اس میں پھیلاؤ پیدا ہو گیا اور اکثر اقالیم کو جن (کے رہنے والوں) میں صلاحیت و اعتدال تھا اپنی گرفت میں لے لیا۔ یہ ایک پاک میوے دار درخت کی مانند ہے کہ جس کی جڑ زمین میں گڑی ہوئی اور اُس کی شاخیں آسمان کی طرف سر بلند کئے ہوئے ہوں۔ اور کلمۂ ناپاک کا درخت کہ مراد ہے شرک سے اور یہودیت اور نصرانیت و مجوسیت سے جن میں تحریف و تغیر واقع ہوئیں (اور یہ اُس صورت پر نہ رہے جس پر اُن کو انبیاءؑ لے کر آئے تھے) جو بحکم الٰہی و وحی ربانی مضبوط جڑ کا نہ رہا اور ملائکۂ عالمِ ملکوت نے اُس کو مضبوط کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ بسبب اُن واہیات شبہات کے جو بنی آدم کے سینوں اور اُن کی مساعی سے اُبھرے تھے (جیسا عیسیٰ علیہ السلام کی ابنیت کا عقیدہ) ان ہی شبہات کے مطابق اُن مذاہب کی تشکیل ہو گئی اور یہ تھوڑے ہی زمانہ میں بعنایتِ الٰہی انبیاءؑ کی بعثت کے ذریعہ سے اُن کے لائے ہوئے دین کی اشاعت سے درہم برہم ہوئے۔ یہ اُس درخت ناپاک کی مانند ہے جو غیر نافع ہو (اور جس کی جڑ بھی مضبوط نہ ہو) جو کہ زمین کے اُوپر سے ہی گر پڑے بغیر اس کے کہ زمین کھود کر نیچے سے اُس کی جڑ کاٹنے کی ضرورت پڑے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ مسلمانوں کے محترم حضرات اور اُن کے پیشواؤں کا حال بیان فرماتے ہیں جو کہ کلمۂ حق کو پکڑنے والے اور اُس کی نصرت پر کمر بستہ ہیں اور اُن کے ہاتھوں پر اس کی اشاعت بھی واقع ہوئی اور (اُن کے مقابلہ پر) رؤساء کفار کے ایک گروہ کا حال بیان فرماتے ہیں جو کہ کلمۂ باطل کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔ پہلی جماعت کا ثابت قدم رہنا اُس قولِ مضبوط اور کلمۂ حق کے سبب سے ہے اس کو ثابت فرماتے ہیں دُنیاوی حیات میں نصرت اور تائیدِ الٰہی اور تمام اُمتوں پر اُن کو غلبہ حاصل ہو جانے سے اور (یہ ظاہر فرما رہے ہیں کہ) آخرت میں اُن کی نجات ہو گی اور درجات بلند ہوں گے اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور رؤساء کفار کو بوجہ کفرانِ نعمتہائے خداوندی کے اور اس وجہ سے کہ اُنھوں نے قوم کو بربادی کے مقام یعنی جہنم میں ہنکا دیا بُرا کہہ رہے ہیں۔

فقیر میگوید این کلمہ ایست مجملہ چون مہاجرین اوّلین بسبب اخذ بقولِ ثابت در دنیا و آخرت سرآمد اہلِ نجات گشتند و ملّتِ حقہ بسبب ایشان رواج کلّی یافت و ماتبانِ قریش در مقابلِ ایشان گرفتار نکال و وبال گشتند آن مجمل مفصّل گشت و آن معنے صورت گرفت و فضیلت آن جمع کالشمس فی رابعۃ النہار ہویدا گردید و ہو المقصود و باقی ماند آنکہ در حدیثِ صحیح تفسیر این آیت واقع شدہ کہ مراد از ان تثبیت توفیق الٰہی است کہ مؤمن را عطا میفرماید تا منکر و نکیر را جواب درست گوید و آن با مبحث ما تضاد نمے آورد بلکہ بیانِ بعض انواعِ تثبیت است کہ اہم انواع تواند بود مانند تفسیر وَاَعِدُّوْا لَہُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ برمی حالانکہ دوانیدنِ اسپ و گردانیدنِ نیزہ ہمہ در قوّت داخل است ولیکن اینجا فردِ اکمل را بمزید اہتمام تخصیص فرمودند و عن عدی بن حاتم قال قال رسولُ اللّٰہِ صلے اللّٰہُ علیہ وسلم انّ اللّٰہ تَقَلَّبَ العبادَ ظہرًا وبطنًا فکان خیرَ عبادِہ العربُ وتقلّبَ العربَ ظہرًا وبطنًا فکانَ خیر العرب قریشًا وہی الشجرۃُ المبارکۃ التی قال اللّٰہُ فی کتابہٖ مَثَلُ کَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ یعنی القرآن کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ یعنے بہا قریشًا اَصْلُہَا ثَابِتٌ یقول اصلہا کبیر وَفَرْعُہَا فِی السَّمَآءِ یقول الشرف الذی شرفہم اللّٰہ بالاسلام الذی ہداہم اللّٰہ لہ وجعلہم من اہلہ عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کیف انت یا عمر

فقیر کہتا ہے کہ یہ ایک کلمۂ مجملہ ہے (یعنے اصولی بات ہے) جب مہاجرین اوّلین "قولِ ثابت" کو پکڑ لینے کی بناء پر سردفتر اہلِ نجات بن گئے اور ملّتِ حقّہ اُن کی مساعی کی وجہ سے خوب مروّج ہوگیا اور دشمنانِ قریش اُن کے مقابلہ پر عذاب اور وبال میں گرفتار ہوگئے تو یہ مجمل مفصّل بن گیا اور وہ حقیقت صورت میں نمایاں ہوگئی اور اُس جماعت کی فضیلت دوپہر کے سُورج کی طرح ہویدا ہوگئی اور وہی ہمارا مقصود ہے باقی رہا یہ کہ صحیح حدیث میں جو اس آیت کی تفسیر واقع ہوتی ہے کہ اُس تثبیت سے مراد وہ توفیق الٰہی ہے جو مؤمن کو (قبر میں) عطا فرماتے ہیں تاکہ منکر و نکیر کو صحیح جواب دیدے اور یہ ہمارے مبحث کے ساتھ متضاد نہیں بنتی۔ بلکہ یہ تثبیت کی بعض انواع کا بیان ہے جو کہ انواع میں اہم نوع ہوسکتی ہے۔ جیسے وَاَعِدُّوْا لَہُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ (۸ : ۶۰) "اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہوسکے تیاری کرو (قوتِ حربیہ کی)" میں قُوَّۃٍ کی تفسیر کی گئی بِرَمِي (یعنے تیر اندازی) سے حالانکہ گھوڑا دوڑانا اور نیزہ گھمانا سب قوت میں داخل ہیں۔ لیکن اس جگہ (نوعِ قوت کے) ایک فردِ اکمل کی اہتمام زیادہ کرنے کے لئے تخصیص کردی۔ عدی ابن حاتم سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے بندوں کے ظاہر اور باطن کو پرکھا تو اس کے بندوں میں سب سے بہتر عرب ثابت ہوئے۔ اور عرب کے ظاہر اور باطن کو پرکھا تو عرب میں سب سے بہتر قریش ثابت ہوئے اور یہ وہی شجرہ مبارکہ (یعنی بابرکت درخت) ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا مَثَلُ کَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ (یعنے مثال کلمۂ پاکیزہ کی یعنے قرآن کی) کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ (مثل پاکیزہ درخت کے ہے) اس سے مراد لیا ہے قریش کو اَصْلُہَا ثَابِتٌ (جس کی جڑ مضبوط ہے) کہتے ہیں کہ اس کی جڑ بڑی ہے وَفَرْعُہَا فِی السَّمَآءِ (اور اُس کی شاخیں آسمان میں ہیں) کہتے ہیں کہ (فرع سے مراد) وہ شرف ہے جس سے ان کو اللہ تعالےٰ نے اسلام سے مشرّف کیا جس سے ان کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت کی اور اُن کو اسلام کا اہل بنا دیا۔ مروی ہے ابنِ عباسؓ سے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا حال ہوگا تیرا اے عمرؓ

اذا انتہی بک الی الارض فحفر لک ثلثۃ اذرع وشبر فی ذراع وشبر ثم اتاک منکر ونکیر اسودان یجران اشعارہما کان اصواتہما الرعد القاصف وکان اعینہما البرق الخاطف یحفران الارض بانیابہما فاجلساک فزعا فتلتلاک وتوہلاک قال یارسول اللہ وانا یومئذ علی ما انا علیہ قال نعم قال اکفیکہما باذن اللہ یارسول اللہ وروی نحو ذلک من حدیث عبد اللہ بن عمرو و ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعمر الحدیث وعن عثمان ابن عفان قال مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجنازۃ عند قبرہ وصاحبہ یدفن فقال استغفروا لاخیکم واسألوا لہ التثبیت فانہ الآن یسأل عن عمر ابن الخطاب فی قولہ تعالی الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا قال ہما الافجران من قریش بنو المغیرۃ وبنو امیۃ فاما بنو المغیرۃ فکفیتموہم یوم بدر واما بنو امیۃ فمتعوا الی حین وعن ابن عباس انہ قال لعمر یا امیر المومنین ہذہ الآیۃ الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا قال ہما الافجران من قریش اخوالی واعمامک فاما اخوالی فاستأصلہم اللہ یوم بدر واما

جب کہ تجھے زمین میں اُتارا جائے گا اور تیرے لئے تین ہاتھ گہرا گڑھا کھودا جائے گا اور ایک ہاتھ میں سے بالشت بھر گہرا اور بالشت بھر چوڑا[ل] (یعنے لحد) پھر تیرے پاس منکر اور نکیر آئیں گے دونوں سیاہ رنگ ہوں گے (اتنے لمبے بال ہوں گے) کہ وہ اپنے بالوں کو کھینچتے ہوئے آئیں گے۔ اُن کی آواز گرجتے ہوتے رعد جیسی ہوگی، اُن کی آنکھیں چمکتی ہوتی بجلی کی طرح ہوں گی۔ وہ اپنے دانتوں سے زمین کھود ڈالیں گے، پھر تجھے گھبرا کر بٹھا دیں گے اور تجھے جھنجھوڑیں گے اور خوفزدہ بنا دیں گے۔ عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ اور میں اُس دن اسی حال پر ہوں گا جس پر اَب ہوں (یعنے عقل و شعور موجود ہوگا) آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ پھر تو میں اللہ نے چاہا تو اُن سے نمٹ لوں گا۔ اور اسی طرح کا مضمون روایت کیا گیا ہے عبد اللہ بن عمروؓ اور ابی ہریرہؓ کی حدیث میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے فرمایا الخ۔ اور عثمانؓ بن عفان سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنازے سے گزرے اُس کی قبر کے نزدیک اور صاحبِ قبر دفن کیا جا رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دُعا کرو کیونکہ اس سے ابھی پوچھا جائے گا۔ مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے ارشادِ خداوندی اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ (۱۴: ۲۸) "کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے بجائے نعمتِ الٰہی کے کفر کیا" کے متعلق فرمایا کہ قریش میں کے دو بدکردار خاندان تھے بنو المغیرہ اور بنو اُمیّہ۔ بنو مغیرہ تو یوم بدر میں تمھارے ہی ہاتھوں کے ذریعہ سے ختم کر دیئے گئے۔ رہے بنو اُمیّہ تو وہ خاص وقت تک متمتع رہیں گے۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المومنینؓ اس آیت اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ کُفْرًا میں کس طرف اشارہ ہے؟ فرمایا قریش کے دو بدکردار قبیلوں کی طرف۔ میری ننھیال اور تمھارے چچاؤں کا خاندان۔ تو میری ننھیال کی تو اللہ تعالےٰ نے بیخ کنی بدر کے دن کر دی۔ رہے

[ل] یہ کلام محاورے کے طور پر ہے۔ قبر کی گہرائی اور لحد کی پیمائش بتانا مقصود نہیں ہے غرض صرف یہ ہے کہ انسان کا زمین میں اتنا قلیل حصہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ہندی کے محاورے میں "ابی دو گز جاتے اور دس گز کپڑا۔ بس یہی اپنا باقی سب جھگڑا" ۱۲ مترجم

اَعْمَالَكَ فَأُمْلِيَ اللّٰهُ لَهُم الی حین

عن عمر بن الخطاب انہ قال اللّٰھم اغفرلی ظلمی و کفری قال قائل یا امیر المؤمنین ہٰذا الظلم فما بال الکفر قال اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ۔

قال اللّٰہ تعالٰی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ فقیر گوید خدایتعالٰی وعدہ فرمودہ است کہ قرآن را از تغیر و تبدیل و نسیان محفوظ دارد و معنے حفظِ الٰہی آنست کہ سببے پیدا فرماید کہ در خارج حفظ قرآن منوط بآن سبب گردد در خارج اوّل سبب برائے حفظ آن سعی مشائخ ثلثہ بود کہ دران باب مساعی جمیلہ بکار بردند و تمام ایام خلافتِ خویش درہمان اہتمام صرف نمودند تا این مجموع بین الدفتین مضبوط شد و ہمہ عالم برآن متفق گشت چنانکہ نقل متواتر شاہد است بران از ینجا معلوم گردید کہ وعدۂ حفظ بردست ایشان بانجاز رسید و آن یکے از خصال خلافتِ راشدہ است عن الحسن البصری قال قال علی بن ابی طالب فینا واللّٰہ اہل بدرٍ نزلت وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ○ وعن کثیر النوا قال قلت لابی جعفر ان فلانا حدثنی عن علی بن الحسین ان ہٰذہ الآیۃ نزلت فی ابی بکر و عمر و علی وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِم

تمہارے اعمال تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو خاص وقت تک کے لئے ڈھیل دیدی ہے۔ عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ اُنھوں نے دعا کی کہ اے اللہ میرا ظلم اور کفر بخش دے۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ یہ ظلم تو سمجھ میں آتا ہے مگر کفر کا کیا موقع ہے۔ آپ نے جواب دیا اِنَّ الْاِنْسَانَ الخ (۱۴: ۳۴) سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف بڑا ہی ناشکرا ہے۔

آیات سورۃ الحجر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الخ (۱۵: ۹) ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ (اور نگہبان) ہیں۔ فقیر کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ قرآن کو تغیر اور تبدل اور نسیان[1] سے محفوظ رکھے گا۔ اور حفاظتِ الٰہی کے یہ معنے ہیں کہ وہ کوئی سبب پیدا فرمائے کہ خارج میں حفاظتِ قرآن اس سبب پر موقوف ہو جائے۔ اور خارج میں حفاظتِ قرآن کا پہلا سبب ہر سہ مشائخ (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ) کی کوشش تھی۔ کہ اس بارے میں اُنھوں نے قابلِ قدر کوششیں کیں اور اپنی خلافت کے تمام ایام اسی کے اہتمام میں بسر کر دیئے یہاں تک کہ یہ مجموعہ دو[2] گتوں کے درمیان منضبط ہو گیا اور تمام عالم اس پر متفق ہو گیا۔ جیسا کہ متواتر طور پر منقول ہونا اس کا شاہد ہے۔ یہاں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حفاظت کا وعدہ خداوندی اُن کے ہاتھوں پر پورا ہوا اور یہ خلافتِ راشدہ کی خصلتوں میں سے ایک خصلت ہے۔ حسن بصریؒ سے مروی ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا کہ واللہ ہم اہلِ بدر کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَنَزَعْنَا الخ (۱۵: ۴۷) اور اُن کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم نے وہ سب دُور کر دیا کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔" اور کثیر النوا سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ علی بن الحسین سے یہ روایت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی ابوبکرؓ اور عمرؓ اور علیؓ کے متعلق وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِم

[1] نسیان سے حفاظت کا مطلب ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کلام رسول پر نازل ہوگا اس کا کوئی حصّہ وہ نہ بھولیں گے اس کا وعدہ کیا گیا ہے اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (۷۵: ۱۷) یعنی ہمارے ذمہ ہے آپ کے سینہ میں اس کا جمع کرنا اور پڑھوا دینا ۱۲ مترجم

مِّنْ غِلٍّ قال واللہ انہا لفیہم اُنزلت وفیمن تنزل الا فیہم قلت وای غل ہو قال غل الجاہلیۃ ان بنی تیم وبنی عدی وبنی ہاشم کان بینہم فی الجاہلیۃ فلما اسلم ہؤلاء القوم تحابوا فاخذت ابا بکر الخاصرۃ فجعل علی یسخن یدہ فیکمد بہا خاصرۃ ابی بکر فنزلت ہذہ الآیۃ وروی من طرق کثیرۃ عن علی انہ قال لابن طلحۃ انی ارجو ان اکون انا وابوک من الذین قال اللہ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ فقال رجل من ہمدان اللہ اعدل من ذلک فصاح علی علیہ صیحۃ تداعی لہا القصر وقال فمن اذا ان لم نکن نحن اولئک ومن علی قال انی لارجو ان اکون انا وعثمن والزبیر وطلحۃ ممن قال اللہ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ وعن عمر بن الخطاب فی قولہ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي قال السبع الطوال وروی ذلک ایضا عن ابن عمر وابن عباس ومجاہد وسفیان وغیرہم وتوجیہ فی قول الضحاک المثانی القرآن یذکر اللہ القصۃ الواحدۃ مرارًا.

قال اللہ تعالٰی إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ وَهُم

مِّنْ غِلٍّ تو انھوں نے (یعنے ابو جعفر امام محمد باقرؒ) نے کہا خدا کی قسم یہ یقیناً ان ہی کے بارے میں ہے اور بجز ان کے اور کس کے بارے میں نازل ہوتی۔ میں نے کہا اور وہ کینہ کونسا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ زمانہ جاہلیت کا کینہ بنی تیم اور بنی عدی اور بنی ہاشم[1] کے درمیان زمانہ جاہلیت میں موجود تھا۔ جب یہ قوم اسلام لے آئی تو سب ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔ ایک مرتبہ ابو بکرؓ کے پہلو میں درد ہوا تو علیؓ نے اپنے ہاتھ کو گرم کر کے اُن کی کوکھ کو سینکنا شروع کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور کئی طریقوں سے مروی ہے حضرت علیؓ سے کہ انھوں نے طلحہؓ کے بیٹے سے کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں اور تیرا باپ (طلحہؓ) ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالٰی نے فرمایا وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم الخ تو ہمدان کے ایک شخص نے کہا اللہ اس سے زیادہ عادل ہے (اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ اُن میں سے نہیں ہیں) تو حضرت علیؓ نے اس کو اتنے زور سے ڈانٹا کہ پورا قصر گونج گیا اور فرمایا پھر وہ لوگ کون ہیں اگر وہ ہم نہیں ہیں۔ اور علیؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں اللہ سے پوری امید رکھتا ہوں کہ میں اور عثمانؓ اور زبیرؓ اور طلحہؓ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں حق تعالٰی نے فرمایا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ الخ۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے ارشاد وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ الخ کے متعلق (۱۵: ۸۷) اور ہم نے آپ کو دیں سات مکرر (مضمون) والی، کہ یہ سات (شروع کی) طوال (سورتیں) ہیں۔ اور نیز یہی مروی ہے ابن عمرؓ سے اور ابن عباسؓ اور مجاہدؒ و سفیانؒ وغیرہم سے۔ اور قولِ ضحاک میں مثانی قرآن کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ حق تعالٰی ایک ہی قصہ کو (مختلف اسالیب کے ساتھ) بار بار ذکر فرماتے ہیں۔

آیات سورۃ النحل

حق تعالٰی نے فرمایا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ الخ (۱۶: ۲۲-۳۲)

تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے دل (معقول بات سے) منکر ہو رہے ہیں اور وہ

[1] حضرت ابو بکرؓ بنی تیم میں سے تھے اور حضرت علیؓ بنی ہاشم میں سے ۱۲ مترجم

مُسْتَكْبِرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

(قبول حق سے) تکبّر کرتے ہیں (اور) ضروری بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن سب کے احوال پوشیدہ وظاہر جانتے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ تکبّر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تمھارے ربّ نے کیا چیز نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو محض بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں۔ نتیجہ اس (کہنے کا) یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پُورا بوجھ اور جن کو یہ لوگ بے علمی سے گمراہ کر رہے تھے اُن کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اُوپر اُٹھانا پڑے گا۔ خوب یاد رکھو کہ جس گناہ کو یہ اپنے اُوپر لاد رہے ہیں وہ بُرا بوجھ ہے۔ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اُنھوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں سو اللہ تعالےٰ نے اُن کا بنا بنایا گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا پھر اُوپر سے اُن پر چھت آپڑی (ہو) اور (علاوہ ناکامی کے) اُن پر (خدا کا) عذاب ایسی طرح آیا کہ اُن کو خیال بھی نہ تھا۔ پھر قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اُن کو رسوا کرے گا اور کہے گا کہ میرے شریک جن کے بارے میں تم لڑا جھگڑا کرتے تھے (وہ اب) کہاں ہیں۔ جاننے والے کہیں گے کہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے جن کی جان فرشتوں نے حالتِ کفر پر قبض کی تھی (یعنی آخر وقت تک کافر رہے) پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی بُرا کام نہ کرتے تھے۔ کیوں نہیں بیشک اللہ تعالےٰ کو تمھارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ سو جہنم کے دروازوں میں (سے جہنم میں) داخل ہو جاؤ (اور) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو۔ غرض تکبّر کرنے والوں کا وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں اُن سے کہا جاتا ہے کہ تمھارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر نازل فرمائی ہے۔ جن لوگوں نے نیک کام کئے ہیں اُن کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور عالمِ آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی وہ شرک سے بچنے والوں کا اچھا گھر ہے۔ وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے ان باغوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس چیز کو اُن کا جی چاہے گا وہاں اُن کو ملے گی (بلکہ) اسی طرح کا عوض اللہ تعالےٰ سب شرک سے بچنے والوں کو دے گا جن کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ

طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

فقیر گوید عفی عنہ خدا تعالیٰ تباین مراتب کفر و ایمان بیان میکند در قال و حال و مآل آن یک فریق را وصف میفرماید کہ قرآن را اساطیر الاوّلین گفتند و تشبیہ میدہد با قوام انبیاء ماضین علیہم السلام کہ بسبب کفر بانواع عقوبات مبتلا شدند و خزی آخرت اثبات مینماید و آن مخاطبات عنیفہ کہ در وقت قبض ارواح از ملائکہ شنوند ذکر میفرماید و آن فریق دیگر را می ستاید کہ درحق قرآن اَنْزَلَ اللّٰہُ خَیْرًا گفتند و ایشان را حسنہ دنیا کہ عبارت از نصر و غلبہ برامم عالم است و خلافت و تسلط بر ہمہ و حسنہ آخرت کہ عبارت از ثواب عظیم و جنّاتِ عدن است اثبات می کند و مخاطباتِ لطف کہ در وقت قبض ارواح از ملائکہ شنوند ذکر میفرماید۔

باز فقیر گوید عفی عنہ این سورہ مکیہ است درحالِ کشاکش مہاجرین اوّلین باکفار قریش و مخاصمہ بایشان و مجادلہ و متاولہ ہمراہ ایشان نازل شد پس حکایت این اقوال و احوال تعریض ظاہر است بجماعتے کہ دران وقت بمجاولہ کفار و مخاصمہ ایشان مشہور بودند وہو المقصود۔

قال اللہ تعالےٰ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

وہ (شرک سے) پاک ہوتے ہیں وہ فرشتے کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کفر و ایمان کے مراتب کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا بیان فرمارہے ہیں قال میں اور حال میں اور مآل (انجام) میں۔ اُس ایک فریق کا وصف بیان فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے قرآن کو اساطیر الاوّلین (گزرے ہوئے لوگوں کی کہانیاں) کہدیا اور اُن کو تشبیہ دیتے ہیں اُن انبیاء سابقین کی قوموں کے ساتھ جو کہ کفر کی وجہ سے طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہوتے تھے۔ اور آخرت کی رسوائی اُن کے لئے ثابت فرماتے ہیں اور وہ سخت و درشت کلام جو قبضِ ارواح کے وقت وہ فرشتوں سے سُنتے ہیں اُس کا ذکر فرماتے ہیں۔ اور اُس دوسرے فریق کی مدح کررہے ہیں جنھوں نے قرآن کے حق میں انزل اللہ خیرًا کہا یعنی اللہ تعالیٰ نے بڑی خیر نازل فرمائی ہے۔ اور اُن کے لئے دنیا کی حسنہ جس سے مراد ہے (اللہ تعالیٰ کی) مدد اور دنیا کی قوموں پر غلبہ اور سب پر تسلّط اور خلافت؛ اور آخرت کی حسنہ جس سے مراد ہے ثوابِ عظیم اور جنّاتِ عدن؛ ثابت فرمارہے ہیں۔ اور جو لطف و عنایت کے کلمات قبض ارواح کے وقت یہ حضرات ملائکہ سے سُنتے ہیں اُن کا بیان فرماتے ہیں۔

پھر فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ یہ سورت جب کہ مہاجرینِ اوّلین کی کشاکش کفار قریش کے ساتھ جاری تھی اور اُن کے ساتھ دشمنی اور جھگڑوں اور کھینچا تانی کا حال چل رہا تھا مکہ میں نازل ہوئی تو صاف سمجھا جاسکتا ہے کہ ان اقوال و احوال کی حکایت کا روئے سخن کس طرف ہے۔ ظاہر ہے کہ اُسی جماعت کی طرف ہے جو اُس وقت کفار کے ساتھ مجادلہ اور مخاصمہ کے وقت موجود تھی۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا الخ (۱۶: ۴۱-۴۲)

اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے (اپنا وطن (مکہ) چھوڑا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہم اُن کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا ثواب بدرجہا بڑا ہے کاش ان (کافروں) کو (بھی) خبر ہوتی۔ وہ ایسے ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

فقیر گوید عفی عنہ خدا یتعالے میفرماید آنانکہ ہجرت کردند در راہِ خدا بطلب مرضاتِ او بعد ازانکہ مظلوم شدند البتہ جائی خواہیم داد ایشان را بدنیا درحالتِ حسنہ کہ عبارت از غلبہ برسائرِ اُمم است و بدست آوردن غنائم کثیرہ و بودن بفراغ خاطر ہرجاکہ خواہند ہرآئینہ اجرآخرت بزرگتر است اگر میدانستند بکشادگی پیشانی میکردند آنرا فقیر گوید این آیت نص است در وعدِ مہاجرین بحسنۂ دنیا و اجر آخرت بعد ازان گویا بچشم دیدیم کہ جماعہ را از مہاجرین حسنۂ دنیا بہم آمد و یقین کردیم کہ این جماعہ در آخرت اجر عظیم خواہند یافت و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حدیث مستفیض تعین اسماء آنجماعہ نمودند و ہو الصادق المصدوقُ فیما قال وہو المُبیّنُ بکلام الملکِ المتعال عن عمر بن الخطاب رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یقولُ اللہ من تواضعَ لی ہکذا و آشار بباطن کفِّہٖ الی الارض و اَدناہا من الارض رفعتُہٗ ہکذا و اَشار بباطن کفِّہٖ الی السّماء و رفعہا نحوَ السماءِ وَ عن عمر انہ قال علی المنبر یا ایہا الناس تواضعوا فانی سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تواضعَ لِلّٰہِ رفعہُ اللہُ وقال انتعِش رَفعکَ اللہ فہو فی نفسہٖ صغیرٌ وفی اَعیُنِ النّاس عظیمٌ ومن تکبّرَ وقصعہُ اللہُ وقال اخسأ خفضکَ اللہُ فہو فی اعین النّاس صغیرٌ وفی نفسہٖ کبیرٌ حتے لہُو اَہوَن علیہم مِن کلبٍ او خنزیرٍ عن عمر بن الخطاب انہ کان اِذا اُعطی الرّجلَ من المہاجرین عطاءَہ یقولُ خذ بارک اللہ لک ہذا

فقیر عفے عنہ کہتا ہے کہ حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ کی رضا کی طلب میں بعد مظلوم ہونے کے ہجرت کی ہم اُن کو دنیا میں جگہ دیں گے جہاں بھی وہ چاہیں گے حالتِ حسنہ میں رہیں گے کہ جس کا مطلب ہے تمام اقوام پر غلبہ اور بکثرت غنیمتوں کا حاصل ہونا اور اطمینانِ قلب کے ساتھ رہنا۔ اور یہ یقینی ہے کہ آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے۔ اگر یہ کفار باخبر ہوتے تو کشادہ پیشانی سے اُس کے گرویدہ بن جاتے۔ پھر یہ فقیر کہتا ہے کہ یہ آیت نص ہے مہاجرین کے ساتھ دنیا میں وعدۂ حسنہ کے بارے میں اور اجر آخرت کے بارے میں۔ اس کے بعد گویا ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ مہاجرین کی اس جماعت کو حسنۂ دنیا مل گیا اور ہم نے یقین کر لیا کہ یہ جماعت آخرت میں بھی اجرِ عظیم پائے گی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مستفیض میں اس جماعت کے ناموں کی تعیین بھی فرما دی اور آپ نے جو کچھ فرمایا وہ سچ ہے اور آپ کا صدق واجب التسلیم ہے اور آپ خدائے ملک متعال کے کلام کی وضاحت فرمانے والے ہیں آور مروی ہے عمر بن الخطاب رضؓ سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے بیان کیا کہ اللہ تعؔ فرماتے ہیں کہ جس نے اس طرح میرے سامنے عاجزی کی اور آپ نے اپنی ہتھیلی سے زمین کی طرف اشارہ کیا یہاں تک کہ اُس کو زمین سے قریب کر دیا میں اس کو اس طرح بلند کر دوں گا اور آپ نے اپنی ہتھیلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور اس کو آسمان کی طرف اونچا کیا۔ اور عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے منبر پر فرمایا کہ اے لوگو عاجزی اختیار کرو۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جس نے اللہ تعؔ کے سامنے عاجزی سے سر جھکایا اللہ اس کو سربلند کریگا اور کہے گا کہ اُٹھ اللہ تعؔ نے تجھے بلند مرتبہ کر دیا تو وہ اپنے خیال میں چھوٹا اور حقیر اور لوگوں کی نگاہوں میں صاحب عظمت ہو جائے گا۔ اور جس نے تکبر کیا اللہ اُس کو ذلیل کرے گا اور فرمائے گا دُور ہو تجھے اللہ نے پست کر دیا تو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو جائیگا اور اپنے خیال میں بڑے مرتبہ والا یہاں تک کہ لوگ اُس کو کتے یا سُور سے بھی کم مرتبہ سمجھیں گے۔ عمر رضؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ جب وہ مہاجرین میں سے کسی کو وظیفہ دیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے "لو! اللہ تم کو برکت دے۔ یہ وہ ہے جس کا تم سے دنیا میں دینے کا

ما وعدک اللہ فی الدنیا و ما ذخر لک فی الآخرۃ افضل ثم قرأ ہذہ الآیۃ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ عن عمر انہ سالہم عن ہذہ الآیۃ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ فقالوا ما نریٰ الا عند تنقص ما یردہ من الآیات فقال عمر ما اریٰ الا انہ علیٰ ما تنتقصون من معاصی اللہ فخرج رجل ممن کان عند عمر فلقی اعرابیاً فقال یا فلان ما فعل ربک قال قد تخیفتہ یعنی انتقصتہ فرجع الیٰ عمر فاخبرہ فقال قدر ایتہ ذالک فقیر گوید این تفسیر ملازم کلمہ است معنی تخوف آنست کہ معاقب پیش از وقوع عقوبت قرائن عقوبت بیند و ازان اندیشہ تمام بر دال او مستولی گردد چون عبد عاصی بعد رسیدن وعید خدا تعالیٰ عصیان میکند اندیشہ عقوبت بخاطرش میگزرد پیش از رسیدن عقوبت عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع قبل الظہر بعد الزوال یحسب بمثلہن من صلوٰۃ السحر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس من شیٔ الا و ہو یسبح اللہ تلک الساعۃ ثم قرأ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ

يتحول ۱۲

اللہ تم نے وعدہ کیا تھا اور جو تمھارے لئے اللہ نے آخرت میں ذخیرہ کر رکھا ہے وہ تو بہت افضل ہے پھر یہ آیت پڑھتے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا الخ (۱۶: ۴۱) ہم اُن کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا ثواب بدرجہا بڑھا ہوا ہے کاش ان (کافروں) کو (بھی) خبر ہوتی۔ اور عمرؓ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے لوگوں سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ (۱۶: ۴۷) یا اُن کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے۔ (کہ آپ لوگ تخوف کا کیا مطلب سمجھتے ہیں) اُنھوں نے کہا کہ ہماری سمجھ میں تو صرف یہ آتا ہے کہ (تخوف سے مراد وہ حالت ہے) جو (عذاب کی) نشانیوں کے وارد ہونے کے وقت کمی (اضمحلال) کی پیدا ہوتی ہے۔ پھر عمرؓ نے فرمایا کہ میں تو صرف یہ سمجھتا ہوں کہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب اللہ کی نافرمانی کے ارتکاب کے بعد تم (عذاب کے خوف سے) جھُرتے ہو۔ پھر جو لوگ عمرؓ کی مجلس میں تھے اُن میں سے ایک شخص نکل کر باہر آیا اور ایک اعرابی سے ملا اور اُس سے کہا تیرے رب نے کیا معاملہ کیا تو اُس نے جواب دیا قَدْ تَخَيَّفْتُهُ یعنے اِنْتَقَصْتُهُ (اس خوف سے جھُر رہا ہوں کیا ہوگا) وہ شخص پھر عمرؓ کے پاس واپس آیا اور آپ کو یہ قصہ سُنایا۔ فرمایا کہ میں نے یہی سمجھا تھا۔ فقیر کہتا ہے کہ اس تفسیر کے ساتھ ایک بات لگی ہوئی ہے (اس کو سمجھ لیا جائے) تخوف کے معنے یہ ہیں کہ جس کو سزا دی جانے والی ہے وہ سزا کے واقع ہونے سے پہلے سزا کے قرائن دیکھ لیتا ہے اور اُن کے پیش نظر ایک اندیشہ اس کے دل پر غالب آجاتا ہے۔ جب بندۂ نافرمان حق تعالیٰ کی وعید پہنچ جانے کے بعد گناہ کرتا ہے تو اُس عذاب کے پہنچنے سے عذاب کا اندیشہ اس کے دل پر گزرتا ہے۔ عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار (رکعت) ہیں ظہر سے پہلے زوال کے بعد۔ ان ہی کے مقابل سحر (یعنی آخر شب) میں (چار رکعت پڑھ لینا فضیلت رکھتی ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شے ایسی نہیں جو اس ساعت میں اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو، پھر آپ نے اس پوری آیت کو پڑھا يَتَفَيَّؤُا ظِلَالُهُ الخ (۱۶: ۴۸) کیا ان لوگوں نے اللہ کی اُن پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا

ع‍ تخوف یعنی نقصان در اموال و ایران و میوہ ہا ۱۲

عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰہِ الآیۃ
کلہا عن ابن عباس قال نزلت
ہذہ الآیۃ وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً
رَّجُلَیْنِ اَحَدُہُمَآ اَبْکَمُ فی رجلین
عثمان بن عفان و مولی لہ کافر
و ہو اُسید بن ابی العیص
کان یکرہ الاسلام و کان عثمٰن
ینفق علیہ و یکفلہ و یکفیہ المؤنۃ
و کان الآخر ینہاہ عن الصدقۃ
والمعروف فنزلت فیہما عن
سلیم بن عمر قال صحبت حفصۃ
زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
و ہی خارجۃ من مکۃ الی المدینۃ
فاُخبرت ان عثمٰن قد قتل فرجعت
و قالت ارجعونی فوالذی
نفسی بیدہ انہا للقریۃ التی
قال اللہ قَرْیَۃً کَانَتْ آمِنَۃً
مُّطْمَئِنَّۃً الی آخر الآیۃ عن
ابی بصیرۃ قال قرأت ہذہ الآیۃ
فی سورۃ النحل وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا
تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ہٰذَا حَلَالٌ
وَّ ہٰذَا حَرَامٌ الی آخر الآیۃ فلم
ازل اخاف الفتیا الی یومی ہذا
عن ابن مسعود قال عسی رجل
ان یقول ان اللہ امر بکذا و
نہی عن کذا فیقول اللہ عز و
جل کذبت او یقول ان اللہ
حرم کذا و احل کذا فیقول
اللہ لہ کذبت۔ قال اللہ تعالٰی

جن کے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور پر جھکتے
جاتے ہیں کہ (بالکل) خدا کے (حکم کے) تابع ہیں اور وہ چیزیں بھی
عاجز ہیں۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ یہ آیت وَضَرَبَ
اللّٰہُ مَثَلاً رَّجُلَیْنِ الخ (۱۶: ۷۶) اللہ تعالٰی ایک اور مثال بیان
فرماتے ہیں کہ دو شخص ہیں جن میں کا ایک تو گونگا (بھی) ہے الخ دو
شخصوں کے بارے میں نازل ہوئی، عثمانؓ بن عفان اور دوسرا
ان کا غلام جو کافر تھا اور وہ اُسید بن ابی العیص تھا۔ یہ اسلام
سے کراہت کرتا تھا اور عثمانؓ اس پر خرچ کیا کرتے تھے اور اس کی
کفالت کرتے اور اس کا بار برداشت کرتے تھے اور ایک دوسرا
شخص تھا جو اُن کو صدقہ اور نیک کام سے روکتا تھا ان دونوں کے
بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سلیم بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے
بیان کیا کہ میں حفصہؓ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا
اور وہ مکہ سے مدینہ جانے کے لئے نکل چکی تھیں کہ ان کو خبر دی گئی
کہ عثمانؓ قتل کردیئے گئے وہ یہ سُنکر واپس ہوگئیں اور فرمایا
کہ مجھے واپس لے چلو۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری
جان ہے یہی وہ قریہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے
قَرْیَۃً کَانَتْ آخر آیت تک (۱۶: ۱۱۲) اللہ تعالٰی ایک بستی والوں
کی حالتِ عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ (بڑے) امن و اطمینان میں
(رہتے) تھے الخ؛ مروی ہے ابی بصیرہ سے انھوں نے کہا کہ میں نے
یہ آیت سورہ نحل میں پڑھی وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ الخ (۱۶: ۱۱۶)
اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے
ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز
حرام ہے۔ آخر آیت تک، میں اُس وقت سے آج کے دن تک فتویٰ
دینے سے ڈرتا ہوں۔ مروی ہے ابن مسعودؓ سے کہ ایسا ہوگا کہ کوئی
شخص کہے گا کہ اللہ تعالٰی نے اس کام کا حکم دیا اور اس کام سے منع کیا
اس پر اللہ عزوجل فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ کہا یا یہ کہے گا کہ
اللہ نے ایسا کرنا حرام کیا ہے اور ایسا کرنا حلال کیا ہے اِس پر
حق تعالٰی اُس سے فرمائیں گے کہ تو نے جھوٹ بولا۔

آیات سورۃ بنی اسرائیل

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا

وَقُلْ لِعِبَادِی یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ۝

فقیر گوید عفی عنہ مؤمنین اوّلین کفار را ہدف لعن و طعن می ساختند و ازین جہت فتنہ دوبالا می شد و عدا وتہا مستحکم میگشت و در اسلام توقف بسیارے بظہور می آمد خدا یتعالےٰ این آیت نازل فرمود وَقُلْ لِعِبَادِی یقولوا التی ہی احسن الخ بگو بندگانِ مرا کہ بگویند آن کلمہ کہ نیک تر است و بحلم نزدیک تر و بمصلحت دعوت آیندہ تر ہر آئینہ شیطان تحریک مینماید درمیانِ ایشان یعنی تہیج غضب میکند ہر آئینہ شیطان دشمن ظاہر است آدمی را آن کلمہ کہ نیکتر است اینست رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِکُمْ پروردگار شما داناتر است باحوالِ شما اگر خواہد ببخشاید بر شما واگر خواہد عقوبت کند شمارا و نفرستادیم ترا بر ایشان گماشتہ باز فقیر میگوید کہ سورۂ بنی اسرائیل از قدیم آنچہ در مکہ نازل شدہ است پس مراد بکلمۂ عِبَادِیْ نیستند مگر جماعتی از سابق مؤمنین مہاجرین کہ بمذاکرۂ کفار مشہور بودند و با عُصاۃِ قریش جدال میکردند و در کلمۂ عِبَادِیْ اضافت تشریف محلی دارد عظیم از لطف و رحمت و اختصاص پس این بزرگواران متصف اند باین اختصاص و لطف و ہو المقصود

آخرج ابو یعلےٰ و ابنُ عساکر عن اُمّ ہانیٍ قالت دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بِغَلَسٍ وَاَنَا عَلٰی فِرَاشِی فَقَالَ شَعُرْتِ اِنِّیْ نِمْتُ اللَّیْلَۃَ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ

وَقُلْ لِعِبَادِیْ الخ (۱۷: ۵۳-۵۴) ”اور آپ میرے (مسلمان) بندوں سے کہہ دیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو۔ شیطان لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔ واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔ تم سب کا حال تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحمت فرمادے یا وہ اگر چاہے تم کو عذاب دینے لگے اور ہم نے آپ کو اُن کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا“۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ کفار کو مؤمنین اوّلین (یعنی جو لوگ شروع میں اسلام لائے تھے) لعن و طعن کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے فتنہ برابر بڑھتا جا رہا تھا اور عداوتیں مستحکم ہوتی جا رہی تھیں اور اسلام میں بہت توقف واقع ہو رہا تھا۔ حق تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسنُ الخ یعنی کہہ دو میرے بندوں سے کہ ایسی گفتگو کریں جو زیادہ اچھی اور بُردباری سے نزدیک تر ہو، دعوت کی مصلحت میں کام آنے والی ہو حقیقۃً شیطان اُن کے درمیان تحریک کر رہا ہے یعنی غصہ بھڑکا رہا ہے۔ یقیناً شیطان آدمی کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور وہ گفتگو جو زیادہ اچھی ہے یہ ہے رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِکُمْ تمہارا پروردگار تمہارے حالات کو سب سے زیادہ جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر بخشش کردے، اگر چاہے عذاب کرے اور ہم نے آپ کو اُن پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل اُن ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکّہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس لئے کلمہ عِبادی سے سوائے مؤمنین سابقین مہاجرین کے اور کوئی مراد نہیں ہو سکتا جو کفار کے ساتھ مذاکرات میں مشہور تھے اور قریش کے بدکردار لوگوں سے جھگڑتے رہتے تھے اور کلمۂ عِبَادِی (یعنی میرے بندے) میں اضافتِ تشریف لطف و رحمت اور اختصاص کا عظیم مقام رکھتی ہے۔ تو یہ بزرگ حضرات اس خصوصیتِ لطف کے ساتھ متصف ہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ آخذ کیا ابو یعلےٰ اور ابنِ عساکر نے، روایت ہے اُمّ ہانی سے اُنھوں نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میرے یہاں اندھیرے سے تشریف لائے اور میں اپنے فرش پر تھی اور فرمایا کہ تمھیں پتہ ہے کہ میں آج رات مسجد الحرام میں سو گیا تو میرے پاس جبرائیل آئے

فذہبَ بی الیٰ باب المسجدِ فاذا
دابّۃٌ ابیضُ فوقَ الحمارِ و دُونَ
البغل مضطربَ الاُذنین فرکبتُہ
فکانَ یضع حافرہ مدَّ بصرہ اذا اَخذ
بی فی ہُبوطٍ طالت یداہُ و
قصرتْ رِجلاہ و اذا اَخذ بیْ
فی صعود طالَتْ رِجلاہ وقصرتْ
یَداہ و جبریلُ لایَفُوتنی حتی
انْتہینا الیٰ بیتِ المقدّس فاَوْثقتُہ
بالحلقۃِ التی کانَتِ الاَنبیاءُ تُوثِق
بہا فنُشرَ لیْ رہطٌ من الاَنبیاء
منہم ابراہیمُ و موسیٰ و عیسیٰ
فصلّیتُ بہم و کلّمتُہم و اُتیتُ
باَنائین اَحمرَ و ابیضَ فشربتُ
الاَبیضَ و قال لی جبریلُ شربتَ
اللبنَ و ترکتَ الخمرَ لو شربتَ
الخمرَ لارتدّتْ اُمتُک ثم رکبتُہ
فاَتیتُ المسجدَ الحرام فصلّیتُ
بہ الغداۃَ فتعلقتُ بردائہ وقلتُ
اَنْشُدک اللہَ یا ابنَ عمّ (قولہ ام ہانی رض) ان
تحدِّثَ ہٰذا قریشًا فیکذِّبک من
صدَّقکَ فضربَ بیدہ علیٰ ردائہٖ
فانتزعہ من یدی فارتفعَ عن بطنِہ
فنظرتُ الیٰ عُکَنِہ فوقَ ازارہ کاَنّہا
طیُّ القراطیس و اذا نورٌ ساطع
عندَ فؤادہ کاد یختطف بصری
فخررتُ ساجدۃً فلما رفعتُ راَسیْ
اذا ہو قد خرج فقلتُ لجاریتی

اور وہ مجھے مسجد کے دروازے کی طرف لے گئے۔ دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک سفید رنگ کا جانور موجود ہے جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا اُس کے دونوں کان لمبے چھریرے تھے تو میں اُس پر سوار ہوگیا (اس نے اس قدر تیز چلنا شروع کیا کہ) جہاں اُس کی نظر ٹھہرتی تھی وہیں اپنا پاؤں رکھتا تھا اور جب مجھے لیکر ایسی جگہ پہنچتا تھا جہاں اُتار ہوتا تھا تو اُس کے دونوں ہاتھ (یعنے اگلے پاؤں) لمبے ہوجاتے تھے اور پچھلی ٹانگیں چھوٹی ہوجاتی تھیں اور جب وہ مجھے لے جاتا تھا جہاں چڑھائی ہوتی تھی تو اُس کے دونوں پاؤں (یعنی پچھلی ٹانگیں) لمبی ہوجاتی تھیں اور دونوں ہاتھ چھوٹے ہوجاتے تھے اور جبریل نے مجھے تنہا نہیں چھوڑا (ساتھ ساتھ رہے) یہاں تک کہ ہم بیت المقدس پہنچے۔ تو میں نے اُس کو اُس حلقے سے باندھ دیا جس سے انبیاء باندھتے رہے ہیں[۵]۔ اس کے بعد مجھ سے انبیاء کی جماعت نے ملاقات کی جو میرے لئے بھیجے گئے تھے۔ اُن میں ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ تھے۔ میں نے اُن کو نماز پڑھائی اور اُن سے گفتگو کی اور میرے پاس دو برتن لائے گئے سُرخ اور سفید۔ میں نے سفید کو لے کر پیا اور مجھ سے جبریلؑ نے کہا کہ آپؐ نے دودھ پیا اور شراب کو چھوڑ دیا اگر تم شراب پی لیتے تو تمھاری تمام اُمت دین سے پھر جاتی۔ پھر میں اُس پر سوار ہوا اور مسجد الحرام میں آگیا۔ میں نے آکر صبح کی نماز پڑھی۔ (اُم ہانی رض کہتی ہیں کہ) میں نے آپؐ کی چادر پکڑلی اور کہا کہ میں تمھیں قسم دیتی ہوں اللہ تعالیٰ کی اے چچا کے بیٹے جو تم قریش سے یہ سرگزشت بیان کرو تو جو لوگ آپؐ کی تصدیق کرچکے ہیں اب وہ آپ کو جھٹلائیں گے تو آپؐ نے اپنا ہاتھ چادر پر مار کر میرے ہاتھ میں سے اُس کو چھوڑا لیا اس میں وہ آپؐ کے پیٹ کے اُوپر سے ہٹ گئی میری نظر آپؐ کے پیٹ کے شکنوں پر پڑی جو کہ آپؐ کی لنگی سے اُوپر تھیں گویا کاغذ طے کئے ہوئے تھے (یعنی بہت حسین تھیں) اور دیکھتی ہوں کہ آپؐ کے قلب کے اُوپر اس قدر نور کی شعاعیں چمک رہی تھیں کہ قریب تھا کہ میری بینائی جاتی رہے تو میں سجدے میں گر پڑی جب میں نے سر اُٹھایا تو آپؐ جاچکے تھے تو میں نے اپنی لونڈی سے کہا

[۵] دوسرے انبیاءؑ کو بھی معراج ہوئی اور اسی طرح ان کے پاس بھی براق آیا اور وہ بھی اس مقدس جگہ میں اپنے براق پر سوار ہوکر پہنچے اور اسی حلقہ سے اس کو باندھا ۱۲ مترجم

ویحک اتبعیہ فانظری ماذا یقول وماذا
یقال لہ فلما رجعت اخبرتنی انہ انتہیٰ
الیٰ نفر من قریش فیہم المطعم بن
عدی وعمرو بن ہشام والولید بن
المغیرۃ فقال انی صلیت اللیلۃ العشاء
فی ہذا المسجد وصلیت بہ الغداۃ و
اتیت فیما بین ذلک بیت المقدس فنشر
لی رہط من الانبیاء فیہم ابراہیم
و موسیٰ و عیسیٰ فصلیت بہم و کلمتہم
فقال عمرو بن ہشام کالمستہزئ صفہم لی
فقال اما عیسیٰ ففوق الربعۃ ودون
الطویل عریض الصدر ظاہر الدم
جعد الشعر تعلوہ صہبۃ کانہ عروۃ
ابن مسعود الثقفی واما موسیٰ فضخم آدم
طوال کانہ من رجال شنوءۃ کثیر الشعر
غائر العینین متراکب الاسنان مقلص
الشفۃ خارج اللثۃ عابس واما
ابراہیم فواللہ لاشبہ الناس بی خلقا وخلقا
فضجوا و عظموا ذلک فقال المطعم کل
امرک قبل الیوم کان اَمَمًا غیر قولک
الیوم انا اشہد انک کاذب نحن نضرب
اکباد الابل الی بیت المقدس مصعدا
شہرا و منحدرا شہرا تزعم انک اتیتہ
فی لیلۃ واللات والعزیٰ لا اصدقک
فقال ابوبکر یا مطعم بئس ما قلت
لابن اخیک جبہتہ وکذبتہ انا
اشہد انہ صادق فقالوا یا محمد صف
لنا بیت المقدس قال دخلتہ لیلا
وخرجت منہ لیلا فاتاہ جبرئیل فصورہ

اری اُن کے پیچھے جا۔ اور دیکھ کر آ کہ وہ لوگوں سے کیا کہہ رہے ہیں
اور اُن سے کیا کہا جا رہا ہے۔ جب وہ میرے پاس واپس آئی تو اُس نے
مجھے خبر دی کہ آپؐ قریش کی ایک پارٹی کے پاس پہنچے جن میں مُطعم
ابن عدی اور عمرو بن ہشام (ابوجہل) اور ولید بن مغیرہ تھے اور آپؐ نے فرمایا کہ
میں نے رات عشاء کی نماز اس مسجد میں پڑھی اور وہیں صبح کی
نماز پڑھی اور ان کے درمیانی وقت میں میں بیت المقدس پہنچا۔
مجھ سے ملنے کے لئے انبیاءؑ کی ایک جماعت بھیجی گئی جن میں ابراہیمؑ
اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ تھے۔ میں نے اُن کو نماز پڑھائی اور اُن سے
گفتگو کی۔ یہ سُن کر عمرو بن ہشام نے مسخراپن کے انداز میں کہا کہ اُن کا
حُلیہ مجھے بتاؤ۔ آپؐ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد سے کچھ نکلتے
ہوئے تھے اور لمبے قد سے کم، چوڑا سینہ، خون کی سُرخی جلد پر ظاہر
تھی، بل کھائے بال، چہرے پر سُرخی و سفیدی عیاں، گویا کہ وہ
عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ رہے موسیٰ علیہ السلام تو وہ بھاری بدن گندمی
رنگ لمبے قد کے تھے گویا کہ وہ (قبیلہ) شنوءہ کے مَردوں میں سے ہیں۔
بہت بالوں والے، آنکھیں اندر کو، دانت ایک دوسرے سے ملے
ہوئے، ہونٹ سمٹے ہوئے، جبڑا اُبھرا ہوا، غصہ والے۔ رہے ابراہیم
علیہ السلام تو وہ واللہ باعتبار صورت اور باعتبار سیرت سب سے زیادہ
مجھ سے مشابہ تھے۔ تو یہ لوگ سُن کر بہت تنگدل ہوئے اور انھوں نے
اس کو بہت بڑی بات قرار دیا۔ اس کے بعد مُطعم نے کہا کہ آج سے
پہلے تیری باتیں ہلکی تھیں بجز آج کے قول کے میں گواہی دیتا ہوں
کہ تو جھوٹا ہے۔ ہم لوگ اونٹوں پر سفر کرکے بیت المقدس پہنچتے
ہیں تو جاتے ہوئے ایک مہینہ لگتا ہے اور آتے ہوئے ایک مہینہ لگتا
ہے تو دعویٰ کر رہا ہے کہ ایک رات کے اندر ہی ہو آیا۔ قسم ہے لات
اور عزیٰ کی میں تیری تصدیق نہیں کروں گا۔ اس پر ابوبکرؓ نے
کہا اے مُطعم! تو نے اپنے چچا کے بیٹے سے بڑی بدتمیزی کی گفتگو
کی اور اُن کی تکذیب کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ سچے ہیں۔
پھر ان لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم سے بیت المقدس کا نقشہ بیان
کرو۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں رات میں گیا اور رات میں ہی واپس آگیا۔
اب آپؐ کے پاس جبرئیلؑ پہنچ گئے اور اپنے بازو پر انھوں نے بیت المقدس

فی جناحہٖ فجعل یقول بابٌ منہ کذا فی موضع کذا و بابٌ منہ کذا فی موضع کذا و ابو بکر یقولُ صدقتَ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذٍ یا ابا بکرٍ انّ اللہ قد سمّاک الصدیقَ قالوا یا محمد اخبرنا عن عیرنا فقال اتیتُ علی عیرِ بنی فلان بالرّوحاء قد اضلّوا ناقۃً لہم فانطلقوا فی طلبہا فانتہیتُ الی رحالہم لیس بہا منہم احدٌ و اذا قدح ماءٍ فشربتُ منہ ثم انتہیتُ الی عیرِ بنی فلان فنفرتْ منی الابل و برک منہا جملٌ احمر علیہ جوالق مخطط ببیاضٍ لا ادری اکسر البعیر ام لا ثم انتہیتُ الی عیر بنی فلان فی التنعیم یقدمہا جمل اورق وہاہی ھذہ تطلع علیکم من الثنیۃ فقال الولید بن المغیرۃ ساحرٌ فانطلقوا فنظروا فوجدوا کما قال فرموہ بالسحر و قالوا صدق الولیدُ فانزل اللہ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْ أَرَيْنٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ و فی روایۃ اخریٰ قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لجبریل انّ قومی لا یصدقونی قال یصدّقک ابوبکر و ہو الصدیق و عن عمر قال لما اُسری برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راٰی مالکًا خازنَ النار فاذا رجلٌ عابسٌ یُعرف الغضب فی وجہہ و عن عبید بن آدم ان عمر بن الخطاب کان بالجابیۃ فذکر

کی صورت آپ کے سامنے کر دی تو آپ نے فرمانا شروع کر دیا کہ اُس کا ایک دروازہ ایسا ہے جو فلاں مقام پر ہے اور ایک دروازہ ایسا ہے جو فلاں جگہ ہے اور ابو بکرؓ کہتے جاتے تھے کہ آپ نے سچ کہا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس دن فرمایا کہ اے ابو بکرؓ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام صِدّیق رکھا۔ پھر اُنھوں نے کہا کہ اے محمدؐ اچھا اور کوئی بات بتاؤ۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں بنی فلاں کے قافلہ پر روحاء میں گزرا اُن کی ایک اونٹنی گم ہوگئی تھی وہ اُس کی تلاش میں گئے ہوئے تھے۔ پھر میں اُن کے کجاووں تک پہنچا اُن میں بھی اُن لوگوں میں سے کوئی نہ تھا۔ وہاں ایک پیالہ مجھے پانی سے بھرا ہوا ملا تو میں نے اُس میں سے پیا۔ پھر میں بنی فلاں کے قافلہ پر پہنچا تو مجھ سے اُونٹ ڈر کر بھاگے اور ایک اونٹ سُرخ رنگ کا گر پڑا اس پر ایسا شلیتہ تھا جس پر سفید دھاریاں تھیں میں نہیں جانتا کہ اُونٹ کی ہڈیاں ٹوٹیں یا نہیں۔ پھر میں بنی فلاں کے قافلہ کے پاس تنعیم میں پہنچا اُس کے آگے گندمی رنگ کا اُونٹ چل رہا تھا اور وہ قافلہ یہی ہے جو ابھی ثنیہ کی جانب سے تم پر ظاہر ہونے والا ہے اس پر ولید بن المغیرہ نے کہا کہ یہ جادوگر ہے تو یہ (تلاش کے لئے) چل دیئے۔ تو جیسا آپ نے فرمایا انھوں نے ویسا ہی پایا تو پھر ان لوگوں نے آپ پر سحر کی تہمت لگائی اور کہنے لگے کہ ولید نے سچ کہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الخ (۱۷: ۶۰) اور ہم نے جو منظر آپ کو (شبِ معراج میں) دکھلایا تھا اس کو ان لوگوں کے لئے موجب گمراہی کر دیا۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے کہا کہ میری قوم کے لوگ میری تصدیق نہ کریں گے تو جبرئیلؑ نے کہا کہ آپ کی تصدیق ابوبکرؓ کرے گا اور وہ صِدّیق ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لے جایا گیا تو آپ نے مالک کو دیکھا جو جہنم کا خازن ہے تو آپ نے دیکھا کہ وہ ترش رو شخص ہے جس کے چہرے سے غصہ پہچانا جاتا ہے۔ اور عبید بن آدم سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب جابیہ میں تھے تو آپ نے بیت المقدس کی

فتح بیت المقدس فقال لکعب این
ترٰی ان اُصلی قال خلف الصخرۃ قال
لا ولکن اُصلی حیث صلیٰ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فتقدم الے
القبلۃ فصلے ۔ وعن علی قال قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لیلۃ اُسری
بی رأیت علی العرش مکتوبًا لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق عمر الفاروق
عثمان ذو النورین ۔ وعن ابی الدرداء
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت
لیلۃ اُسری بی فی العرش فرندۃ
خضراء فیہا مکتوب بنورٍ ابیض لا الٰہ
الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر
الصدیق عمر الفاروق ۔ وعن انس
قال قال رسول اللہ صلعم لما عُرج بی
رأیت علے ساق العرش مکتوبًا لا الٰہ
الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی
۔ وعن ابی ہریرۃ قال لما رجع رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لیلۃ اُسری
بہ فکان بذی طوٰی قال یا جبریلُ
انّ قومی لا یصدقونی قال یصدقک
ابو بکر و ہو الصدیق ۔ واخرج الحاکم
عن عائشۃ قالت لما اُسری بالنبی
صلے اللہ علیہ وسلم الے المسجد
الاقصٰی اصبح یحدث الناس بذلک
فارتد ناسٌ ممن کانوا آمنوا بہ
وصدقوہ و سعوا بذلک الی ابی بکر
قالوا ہل لک فی صاحبک یزعم انہ اُسری
بہ اللیلۃ الی بیت المقدس قال اوقال ذلک قالوا نعم

فتح کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کعب سے کہا کہ تمھاری کیا رائے ہے (وہاں پہنچ کر)
مجھے کہاں نماز پڑھنی چاہیئے۔ کعب نے کہا کہ صخرہ کے پیچھے۔ تو عمر رضؓ
نے کہا نہیں، لیکن میں وہاں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی تو قبلہ کی طرف آگے بڑھے پھر نماز
پڑھی۔ اور مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے بیان کیا کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات میں مجھ کو (آسمانوں
پر) لیجایا گیا میں نے عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمدٌ
رسول اللہ الخ (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کا رسول
ہے ابو بکر رضؓ صدیق ہے، عمر رضؓ فاروق ہے، عثمان رضؓ ذوالنورین ہے)
ابو درداء روایت کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے
فرمایا کہ جس رات میں مجھے عرش پہلے جایا گیا میں نے ایک سبز جوہر
دیکھا جس پر سفید نور سے لکھا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر
الصدیق عمر الفاروق۔ اور انس رضؓ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو
میں نے عرش کے پایہ پر لکھا ہوا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ایدتہ بعلیّ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کا رسول ہے،
میں نے اُس کو مدد پہنچائی علی رضؓ سے) اور ابو ہریرہ رضؓ سے روایت
ہے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُس رات میں
جس میں آپ کو سیر کرائی گئی تھی جب واپسی میں مقام ذی طوٰی
پر پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل ؑ میری قوم کے لوگ میری تصدیق
نہیں کریں گے تو جبرئیل ؑ نے کہا کہ آپ کی تصدیق ابو بکر رضؓ کرے گا
اور وہ صدیق ہے۔ اور اخذ کیا حاکم نے، عائشہ رضؓ سے روایت ہے
کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ کی طرف لیجایا گیا تو
صبح کو لوگوں نے اس کا چرچا شروع کیا تو بہت سے ایسے لوگ بھی
(دین سے) پھرنے لگے تھے جو آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی
تصدیق کر چکے تھے اور یہ لوگ اس خبر کو لے کر ابو بکر رضؓ کے پاس
دوڑے گئے اور کہنے لگے کہ کیا تمھیں اپنے صاحب کی بھی خبر ہے
وہ یہ دعوٰی کر رہے ہیں کہ اُن کو آج رات بیت المقدس لیجایا
گیا تو ابو بکر رضؓ نے کہا کیا اُنھوں نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں

قال لئن قال ذلک لقد صدق قالوا فتصدقہ انہ ذہب اللیلۃ الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال نعم انی لاصدقہ بما ہو ابعد من ذلک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ او روحۃ فلذلک سمی ابو بکر الصدیق۔ و عن زید بن اسلم قال کان للعباس بن عبد المطلب دار الی جنب مسجد المدینۃ فقال لہ عمر بعنیہا واراد عمر ان یزیدہا فی المسجد فابی العباس ان یبیعہا ایاہ۔ فقال عمر فہبہا لی فابی فقال عمر فوسعہا انت فی المسجد فابی فقال عمر لا بد من احدہن فابی علیہ قال فخذ بینی و بینک رجلا فاخذ ابی بن کعب فاختصما الیہ فقال ابی لعمر ما اری ان تخرجہ من دارہ حتی ترضیہ فقال لہ عمر ارأیت قضائک ھذا فی کتاب اللہ وجدتہ ام سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابی بل سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر و ما ذاک فقال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سلیمان بن داؤد لما بنی بیت المقدس جعل کلما بنی حائطا اصبح منہدما فاوحی اللہ الیہ ان لا تبن فی حق رجل حتی ترضیہ فترکہ عمر فوسعہا العباس

تو ابو بکرؓ نے کہا کہ اگر اُنھوں نے ایسا کہا تو سچ کہا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تم اُن کی اس (خلافِ قیاس) بات کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات میں بیت المقدس پہنچ گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آگئے۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ میں تو اُن کی اُس بات کی بھی پوری تصدیق کرتا ہوں جو اس سے بھی زیادہ بعید ہے، میں اُن کی اُن آسمان کی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں جو وہ صبح اور شام میں دیتے ہیں۔ اسی بنا پر اُن کا نام ابو بکر صدیق ہوگیا۔ اور زید بن اسلم سے مروی ہے کہ عباسؓ بن عبد المطلب کا مکان مسجدِ نبوی کے پہلو میں تھا۔ عمرؓ نے اُن سے کہا کہ یہ مکان میرے ہاتھ فروخت کردو اور عمرؓ نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اس سے مسجد میں اضافہ کردیں گے تو عباسؓ نے اُن کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر عمرؓ نے کہا تو مجھے ہبہ کر دو۔ اس سے بھی اُنھوں نے انکار کر دیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تو پھر تم خود ہی اس کو شامل کر کے مسجد کو وسیع کر دو۔ اُنھوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ ان میں سے کوئی ایک بات تو ماننی ہی پڑے گی تو پھر بھی انکار ہی کیا۔ عمرؓ نے کہا تو میرے اور اپنے درمیان کسی کو حکم بنالو؛ تو اُبیّ بن کعب طے ہوگئے۔ اب دونوں یہ جھگڑا لے کر اُن کے پاس پہنچے۔ تو اُبیّ نے عمرؓ سے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ آپ ان کو ان کے گھر سے نکالنے کا اختیار رکھتے ہیں جب تک ان کو راضی نہ کرلیں۔ تو عمرؓ نے اُبیّؓ سے کہا کہ کیا تم نے اپنا یہ فیصلہ کتاب اللہ میں پایا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت (یعنی قول یا فعل) میں پایا؟ تو اُبیّ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں۔ عمرؓ نے کہا وہ کیا ہے تو اُنھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب سلیمانؑ بن داؤدؑ نے بیت المقدس بنانا شروع کیا تو یہ ہونے لگا کہ جب کوئی دیوار بناتے تو صبح کو منہدم ملتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ ان اینٹوں میں فلاں آدمی کا حق ہے پہلے اس کو راضی کرو۔ یہ سُنکر عمرؓ نے عباسؓ کو چھوڑ دیا۔ پھر[1] عباسؓ نے اس کے بعد

[1] حضرت عباسؓ اور حضرت عمرؓ میں یہ جھگڑا اصولی تھا حضرت عمرؓ کا یہ خیال تھا کہ بضرورت شرعی یا لوگوں کے سرکاری ضرورت کے لئے خلیفہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کو اس کی قیمت دے کر دستبردار ہونے پر مجبور کر سکتا ہے اور حضرت عباسؓ اس حق کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ پھر جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوگیا کہ یہ حق نہیں ہے اور اس خیال کو ترک کر دیا تو اس کے بعد حضرت عباسؓ نے خود وہ مکان مسجد میں کوئی معاوضہ لئے بغیر شامل کر دیا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

بعدَ ذلک فی المسجدِ وَرُوِیَ نحو
من ذٰلک عن سعیدِ بن المسیّب
و ابن عباسٍ و سالم ابی النضر
وَ عن کعبٍ قال اوحی اللّٰہُ
الٰی داؤد ابْنِ لِی بیتَ المقدس
فعارضہ بیتًا لہٗ فاوحیَ اللّٰہُ
الیہ یا داؤدُ امرتُک ان تبنیَ
بیتًا لِی فعارضتہ بیتًا لک
لیس لک ان تبنیہ قال یاربِّ ففی
عَقِبی قال عقبک فلما وُلّی سلیمانُ
اوحی اللّٰہُ الیہ ان ابنِ بیتَ
المقدس فبناہ فلمّا دَخلہ خرّ ساجدًا
شکرًا لِلّٰہِ قال یاربِّ مَنْ دَخلہ
مِن خائفٍ فأمِنْہُ اومن داعٍ فاستجب لہ
او مستغفرٍ فاغفرلہٗ فاوحی اللّٰہُ الیہ انی
قد خصصتُ لآلِ داؤدَ الدعاءَ فذبحَ اربعۃَ
آلافِ بقرۃ وسبعۃَ آلافِ شاۃ و
صَنَعَ طعامًا ودعا بنی اسرائیل الیہ
وَ فی روایۃِ رافع بن عُمیر ثم اخذ
فی بناء المسجد فلمّا تمّ السورُ
سقط ثلثًا فشکی ذٰلک الی اللّٰہ
فاوحی اللّٰہُ الیہ انک لاتصلح ان
تبنیَ لی بیتًا قال و لِمَ یاربِّ قال
لما جرٰی علٰی یدیک من الدِّماء
قال یاربِّ اولم یکن ذٰلک فی ہواک
و محبتک قال بلٰی و لکنہم عبادی و
انا ارحمہم فشق ذٰلک علیہ فاوحی
اللّٰہُ الیہ لاتحزن فانی ساقضی
بناءہ علٰی یدی ابنک سلیمان فلما مات داؤد

اس مکان کو اس مسجد میں شامل کر کے اس کو وسیع کیا۔ اور اسی طرح
روایت کیا گیا ہے سعید بن المسیّب اور ابن عباسؓ اور سالمؒ ابی النضر
سے۔ اور کعبؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ اللہ تعالٰے نے داؤدؑ کے
پاس وحی بھیجی کہ میرے لئے ایک مقدس گھر بناؤ۔ تو انھوں نے
اُس کے مقابلہ پر (یعنی اُس کے ساتھ) اپنا گھر (بھی) بنانا شروع
کردیا۔ پھر اللہ تعالٰے نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ میں نے تجھے حکم دیا
کہ میرے لئے گھر بنا تو تو نے اُس کے مقابلہ پر اپنا گھر بنانا شروع کردیا۔
اب تجھے اجازت نہیں کہ اس کو بنائے۔ اُنھوں نے دُعا کی کہ اے
پروردگار پھر میری اولاد میں سے کسی سے بنوا لیجئے۔ فرمایا کہ ہاں
تیری اولاد میں (یہ کام مقدر کردیا گیا)۔ پھر جب سلیمانؑ والی ملک
ہوئے تو اللہ تعالٰے نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ بیت المقدس بناؤ تو
اُنھوں نے اُس کو بنوایا۔ پھر جب اُس میں داخل ہوئے تو اللہ کے
شکر کے لئے سجدے میں گر گئے اور دُعا کی کہ یا اللہ جو خوف زدہ
شخص اس میں داخل ہو تو اُس کو امن دیدیجئے یا کوئی یہاں دعا
کرے تو اُس کو قبول کرلیجئے یا کوئی مغفرت چاہے تو اُس کی مغفرت
کردیجئے۔ تو اللہ تعالٰے نے وحی بھیجی کہ میں نے آلِ داؤدؑ کے لئے
دُعا کی تخصیص کردی ہے۔ کعبؓ نے کہا کہ پھر اُنھوں نے چار ہزار گائے
اور سات ہزار بکریاں ذبح کرائیں اور کھانا بنوایا اور بنی اسرائیل
کو دعوت دی۔ اور رافع بن عمیر کی روایت میں یہ ہے کہ پھر (داؤدؑ
نے) مسجد کی تعمیر شروع کردی۔ جب دیوار پوری ہوگئی تو گر پڑی۔
ایسا تین مرتبہ ہوا تو داؤدؑ نے اللہ تعالٰے سے اس کی شکایت کی تو اللہ
تعالٰے نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ تم میں یہ صلاحیت نہیں کہ میرے
لئے گھر بناؤ۔ داؤدؑ نے سوال کیا کہ یارب ایسا کیوں ہے۔ فرمایا اس لئے
کہ تیرے ہاتھوں سے خون بہے ہیں۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ یارب کیا
وہ سب آپ کی اطاعت و محبت میں نہیں ہوا۔ فرمایا کہ ہاں لیکن
وہ بھی میرے ہی بندے تھے اور میں اُن پر بھی رحم کرتا ہوں۔
یہ بات داؤدؑ پر شاق گزری تو اُن پر اللہ تعالٰے نے وحی کی کہ تو غم
نہ کر میں اس کے بنانے کا کام تیرے بیٹے سلیمانؑ کے ہاتھوں سے
لینے والا ہوں۔ تو جب داؤد علیہ السلام کا انتقال ہوگیا تو حضرت

اخذ سلیمانُ فی بنائہٖ فلما تمّ قرّب
القرابینَ و ذبحَ الذبائحَ و جمع بنی اسرائیلَ
فاوحی اللّٰہُ الیہ قد اریٰ سرورکَ
ببنیان بیتی فسلنی اعطِک قال اسالکَ
ثلٰث خصالٍ حکماً یصادف حکمکَ و
ملکاً لاینبغی لاحدٍ من بعدی و من
اتیٰ ہٰذا البیتَ لا یُرید الا الصلوٰۃَ
فیہ خرج من ذنوبہٖ کیوم ولدتہ
امّہ قال رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
وسلم امّا الاثنتین فقد اُعطیھما و
انا ارجو ان یکون قد اعطی الثالثۃَ
اخرج الترمذی عن عمر بن الخطاب
انہ لبس ثوباً جدیداً فقال الحمدُ
للّٰہ الذی کسانی ما اُواری بہٖ عورتی
و اتجمّل بہٖ فی حیوٰتی ثم قال
سمعتُ رسولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ
وسلم یقولُ من لبس ثوباً جدیداً
فقال الحمدُ للّٰہ الذی کسانی
ما اُواری بہٖ عورتی واتجمّل بہٖ
فی حیوٰتی ثم عمد الی الثوبِ الذی
اَخلَقَ فتصدّقَ بہٖ کان فی کنفِ اللّٰہ
و فی حفظ اللّٰہ و فی ستر اللّٰہ
حیّاً و میّتاً قالہا ثلٰثاً عن عطاء بن
السائب قال اخبرنی غیر واحدٍ انّ
قاضیاً من قضاۃِ الشام اتی
عمرَ فقال یا امیرَ المؤمنین رأیتُ رؤیا افزعتنی
قال وما رأیتَ قال رایتُ الشمسَ و القمرَ
یقتتلان والنجومَ معھما نصفین قال فمع
ایّھما کنتَ قال مع القمر علی الشمس فقال عمر وجعلنا

سلیمانؑ نے اس کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ جب پورا ہو گیا تو بہت
قربانیاں کیں اور بہت جانور ذبح کئے اور بنی اسرائیل کو جمع کیا۔
پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ میرا گھر بنانے سے جو تو خوشی
منا رہا ہے میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ تو مجھ سے سوال کر میں تجھے
دوں گا۔ سلیمانؑ نے عرض کیا کہ میں آپ سے تین باتیں مانگتا ہوں۔
ایسا حکم جو آپ کے حکم سے موافقت رکھے (یعنی میرا کوئی حکم آپ کی
رضا کے خلاف نہ ہو) اور ایسی بادشاہی جو میرے بعد کسی کو میسّر
نہ ہو اور جو شخص اس گھر میں آئے اور سوائے اس میں نماز پڑھنے
کے اُس کا اور کوئی ارادہ نہ ہو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے
جس طرح اُس دن تھا جب اس کی ماں نے اُس کو جنا تھا۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو باتیں تو اُن کو عطا کر دی
گئیں اور میں امید کرتا ہوں کہ تیسری بھی منظور ہو چکی ہے۔ اخرج
کیا ترمذی نے، مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے نیا
کپڑا پہنا پھر یہ کہا الحمد للہ الذی الخ اللہ کا شکر ہے جس نے
مجھے لباس پہنایا جس سے میں اپنی ستر پوشی کرتا ہوں اور اس سے
اپنی زندگی میں با جمال بنتا ہوں" پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے نیا کپڑا پہنا
پھر کہا الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل
بہ فی حیوتی پھر اپنے پرانے کپڑے اٹھا کر صدقہ میں دیدے وہ اللہ تعالیٰ
کی امان اور اللہ کی حفاظت میں رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی چادر میں
رہے گا زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔ اور عطاء بن السائب
سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھے کئی آدمیوں سے یہ خبر پہنچی کہ
شام کے قاضیوں میں سے ایک قاضی عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے
کہا کہ اے امیر المومنینؓ! میں نے ایک خواب دیکھا جس نے مجھے پریشان
کر دیا ہے۔ آپ نے کہا کیا دیکھا۔ کہا کہ میں نے سورج اور چاند
کو آپس میں قتال کرتے دیکھا اور اُن دونوں کے ساتھ ستارے
بھی ہیں آدھے ایک کے ساتھ اور آدھے دوسرے کے ساتھ۔ عمرؓ نے
کہا کہ تو اُن دونوں میں سے کس کے ساتھ تھا؟ اُس نے کہا کہ میں
چاند کے ساتھ تھا سورج کے مقابلہ پر۔ تو عمرؓ نے کہا وَجَعَلْنَا

اللیل و النہار آیتین فمحونا آیۃ اللیل و جعلنا آیۃ النہار مبصرۃ فانطلق فواللہ لا تعمل لی عملاً ابدا قال عطاء فبلغنی انہ قتل مع معاویۃ یوم صفین عن ابن عباس قال انہ لما کان من امر ہذا الرجل ماکان یعنی عثمان قلت لعلی اعتزل فلو کنت فی جحر طلبت حتی تستخرج فعصانی وایم اللہ لیتامرن علیکم معاویۃ و ذلک ان اللہ یقول وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا ۝ و عن عمر قال لا تلطموا وجوہ الدواب فان کل شئی یسبح بحمدہ و عن میمون بن مہران قال اتی ابوبکر الصدیق بغراب وافر الجناحین فجعل ینشر جناحیہ ویقول ما صید من صید ولا عضدت من شجرۃ الا بما ضیعت من التسبیح وروی نحوہ عن الزہری قال اتی ابوبکر الصدیق بغراب الحدیث عن ابن عباس قال لما نزلت تبت یدا ابی لہب جاءت امرأۃ ابی لہب فقال ابوبکر یا رسول اللہ لو تنحیت عنہا فانہا امرأۃ بذیۃ قال یحال بینی و بینہا فلم ترہ فقالت یا ابابکر ہجانا صاحبک قال واللہ ما ینطق الشعر و لا یقولہ فقالت انک لمصدق فاندفعت راجعۃ فقال ابوبکر یا رسول اللہ ما راتک قال

اللیل الخ (۱۷: ۱۲) اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا سو رات کی نشانی کو تو ہم نے دُھندلا بنایا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا" بس جاؤ واللہ اب تم کبھی ہماری طرف سے کسی عہدہ پر مامور نہ ہوگے۔ عطاء نے کہاکہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ وہ معاویہ کا ساتھ دیتا ہوا یوم صفین میں قتل ہوگیا۔ مروی ہے ابن عباس رض سے اُنھوں نے کہاکہ جب اس شخص کے معاملہ میں جو ہونا تھا ہوا یعنی عثمان رض کے تو میں نے علی رض سے کہاکہ تم الگ رہنا۔ اگر تم کسی سوراخ میں بھی (چھپے ہوئے) ہوگے تو ڈھونڈلتے جاؤگے اور تم کو نکالیا جائے گا، مگر اُنھوں نے میری بات نہ مانی۔ اور خدا کی قسم تم پر معاویہ ضرور امیر بنے گا۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَ مَنْ قُتِلَ الخ (۱۷: ۳۳) اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اُس کے وارث کو اختیار دیا ہے سو اُس کے قتل کے بارے میں حد (شرع) سے تجاوز نہ کرنا چاہیے وہ شخص طرفداری کے قابل ہے"۔ اور مروی ہے عمر رض سے فرمایاکہ چوپاؤں کے مُنہ پر تھپڑ نہ مارو کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔ اور میمون ابن مہران سے مروی ہے اُنھوں نے کہاکہ ابوبکر صدیق رض کے پاس ایک کوّا لایا گیا جس کے دونوں بازو بندھے ہوئے تھے تو آپ اُس کے باز و کھولنے لگے اور کہتے تھے کہ جو شکار پکڑ لیا جاتا ہے اور درخت کاٹا جاتا ہے اُس کی تسبیح ضائع ہوجاتی ہے۔ اور روایت کی گئی اسی طرح زہری رح سے کہاکہ ابوبکر صدیق رض کے پاس ایک کوّا لایا گیا، آخر حدیث تک۔ مروی ہے ابن عباس رض سے کہ جب تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَہَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب کی عورت آئی۔ ابوبکر رض نے (اُس کو آتے ہوئے دیکھ کر) کہاکہ یارسول اللہ اگر آپ اس سے چھپ جائیں تو اچھا ہو کیونکہ یہ بڑی بدزبان عورت ہے۔ آپ نے فرمایاکہ میرے اور اس کے درمیان حجاب ہوجائے گا، وہ نہیں دیکھے گی۔ اب اُس نے آکر کہا اے ابوبکر رض تیرے ساتھی نے ہماری ہجو کہی ہے۔ ابوبکر رض نے کہاکہ واللہ وہ کبھی شعر نہیں پڑھتے اور نہ کبھی کہتے ہیں۔ یہ سُنکر اُس نے کہاکہ تو بیشک سچا مانا گیا ہے یہ کہہ کر وہاں سے لوٹ گئی۔ تو ابوبکر رض نے کہاکہ یارسول اللہ! اس نے آپ کو نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا

کان بینی و بینہا ملک یسترنی بجناحہ حتے ذہبت وروی نحو ذلک عن اسماء بنت ابی بکر الصدیق عن ابی بکر الصدیق وعن ابن عمر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال رأیت ولد الحکم بن ابی العاص علے المنابر کانہم القردۃ و انزل اللہ فی ذلک وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس و الشجرۃ الملعونۃ الآیۃ یعنے الحکم وولدہ وروی قریب من ذلک من سہل بن سعد و یعلے بن مرۃ والحسین بن علی و سعید بن المسیب وعائشۃ عن عمر بن الخطاب عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی قولہ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس قال لزوال الشمس عن قتادۃ فی قولہ رب ادخلنی مدخل صدق الآیۃ اخرجہ اللہ من مکۃ مخرج صدق و ادخلہ المدینۃ مدخل صدق قال وعلم نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ لا طاقۃ لہ بہذا الامر الا بسلطان فسأل سلطانا نصیرا لکتاب اللہ و حدودہ و فرائضہ ولاقامۃ کتاب اللہ فان السلطان عزۃ من اللہ جعلہا بین اظہر عبادہ لولا ذلک لاغار بعضہم علے بعض واکل شدیدہم ضعیفہم وعن عمر بن الخطاب قال واللہ لما یزع اللہ بالسلطان اعظم مما یزع بالقرآن عن محمد بن سیرین قال نبئت ان ابا بکر کان اذا قرأ خفض کان عمر اذا قرأ

میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ تھا جس نے مجھے اپنی بازو سے چھپائے رکھا یہاں تک کہ وہ چلی گئی۔ اور اسی طرح روایت ہے اسماء بنت ابی بکرؓ سے اور وہ روایت کرتی ہیں ابوبکر صدیقؓ سے۔ اور روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا حکم بن ابی العاص کی اولاد کو منبروں پر (اچھلتے ہوئے) گویا وہ بندر ہیں اور اللہ تعالے نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل کی وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الخ (۱۷: ۶۰) اور ہم نے جو تماشا آپ کو دکھایا تھا اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے ہم نے تو ان دونوں چیزوں کو ان لوگوں کے لئے موجب گمراہی کر دیا۔ الشجرۃ الملعونۃ سے مراد حکم اور اس کی اولاد ہے۔ اور اسی کے قریب روایت ہے سہل بن سعد اور یعلی بن مرہ اور حسین بن علی اور سعید بن المسیب اور عائشہؓ سے۔ اور عمر بن الخطاب سے روایت ہے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے دربارہ قول حق تعالیٰ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ (۱۷: ۷۸) آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک نمازیں ادا کیا کیجئے) کہ لدلوک الشمس کی تفسیر ہے لزوال الشمس۔ قتادہؓ سے مروی ہے رَبِّ أَدْخِلْنِي الخ (۱۷: ۸۰) اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو] اخرجہ اللہ الخ یعنے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے نکالا۔ یہ مخرج صدق ہے اور مدینہ میں داخل کیا، یہ مدخل صدق ہے۔ عمرؓ نے کہا اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ان میں اس امر کی طاقت نہیں ہوگی بغیر "سلطان" کے تو آپ نے (بحکم الٰہی) سوال کیا "سلطانا نصیرا" کا (یعنی قوت و غلبہ مدد پہنچانے والا) کتاب اللہ (کے حفظ) اور حدود اللہ اور اس کے فرائض اور کتاب اللہ کے قائم کرنے میں مدد پہنچنے کا کیونکہ "سلطان" ایک غلبہ (یعنی رعب) ہے اللہ کی طرف سے جو وہ اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے اور اگر یہ نہ ہو تو بعض بعض کو لوٹ لے اور طاقتور کمزور کو کھا جائے۔ اور عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ قرآن میں اللہ تعالےٰ جو باعظمت کلمات لائے ہیں ان میں "سلطان" سے زیادہ باعظمت کوئی کلمہ نہیں۔ محمد بن سیرین سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ ابوبکرؓ جب قراءت کرتے تھے تو پست آواز سے کرتے تھے اور عمرؓ جب قراءت کرتے تھے

جهر فقيل لابي بكر لم تصنع هذا قال أناجي ربي قد عرف حاجتي وقيل لعمر لم تصنع هذا قال أطرد الشيطان وأوقظ الوسنان فلما نزلت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قيل لابي بكر ارفع شيئا وقيل لعمر اخفض شيئا وروي مثله عن الربيع بن انس۔

قال الله تعالى وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝ وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝

تو بلند آواز سے کرتے تھے۔ تو ابو بکرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہوں اور وہ میری حاجت کو جانتا ہے۔ اور عمرؓ سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ میں شیطان کو دھکیلتا ہوں اور اونگھنے والوں کو جگاتا ہوں۔ پھر جب نازل ہوئی: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ الخ (۱۷: ۱۱۰) اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل چپکے ہی پڑھیے" تو ابو بکرؓ سے کہا گیا کہ ذرا اونچی آواز کیجیے اور عمرؓ سے کہا گیا کہ ذرا نیچی آواز کیجیے۔ اور اسی کی مثل مروی ہے ربیع بن انس سے۔

آیات سورۃ الکہف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الخ (۱۸: ۲۸ تا ۳۱) اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا (یہ) حال حد سے گزر گیا ہے۔ اور آپ کہہ دیجیے کہ (یہ دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے بیشک ہم نے ایسے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں اس کو گھیرے ہوں گی اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا مونہوں کو بھون ڈالیگا۔ کیا ہی برا پانی ہوگا اور دوزخ (بھی) کیا ہی بری جگہ ہوگی۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے (بس) ایسے لوگوں کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے (مساکن کے) نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے پہنیں گے۔ اور

فقیر گوید عفی عنہ خدا تعالیٰ پیغامبر خود را صلے اللہ علیہ وسلم آداب زہد تعلیم میفرماید ہرچند وی صلے اللہ علیہ وسلم بخلقِ عظیم متصف بود لیکن تا دستور باشد اُمت را اوّلاً ارشاد میکند تلاوۃ کتاب اللہ ثانیاً میفرماید حبس کن نفس خود را باآن جماعہ کہ میخوانند پروردگارِ خود را طلب کنان مرضاۃِ اورا و باید کہ تجاوز نکنند چشمانِ تو از ایشان طلب کنان زینتِ زندگانی دنیارا و فرمان مبر کسے راکہ غافل ساختیم دلِ اورا از ذکرِ خود و پس روی کرد خواہشِ نفسِ خود را پس شد کارِ او از حد گزشتہ حاصل کلام آن است کہ با جماعہ از فقرائے مؤمنین کہ بطاعتِ الٰہی صبح وشام مشغول اند صحبت دار و با اہلِ تنعم مجالست مکن اِلّا بقدرِ ضرورتِ دعوت و تنعمات دنیویۂ ایشان را نیک مپندار و آن تنعمات را بنظرِ استحسان مبین و ثالثاً خدا تعالےٰ عذاب متنعمین کفار و ثواب فقرائے مؤمنین بیان می فرماید اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا و اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا الخ رابعًا مثلے ضرب میکند کہ قصۂ کافرِ متنعم ومؤمن فقیر است وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ وخامسًا تشبیہ میدہد تنعماتِ حیاتِ دنیا را بسبزۂ زمین کہ عنقریب خشک شود و ازہم ریزد و ہمچنین مال وبنون عنقریب زوال پذیرد و باقیاتِ صالحات راکہ عبارت از ذکر خدا تعالےٰ است بقائے سرمد اثبات می فرماید

اور وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا صلہ ہے اور (بہشت) کیا ہی اچھی جگہ ہے۔" فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو زہد کے آداب تعلیم فرما رہے ہیں۔ ہرچند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خُلقِ عظیم سے متصف تھے (اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝) لیکن (اس تعلیم کا مخاطب آپؐ کو اس لئے کیا گیا) تاکہ امت کے لئے دستور العمل مقرر ہو جائے۔ اوّلاً ارشاد فرماتے ہیں تلاوتِ قرآن مجید کے بارے میں۔ دوم فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کو اس جماعت کے ساتھ محبوس رکھو جو اپنے رب کو اس کی رضا کے حصول کی وجہ سے پکارتے رہتے ہیں۔ اور چاہیئے کہ تمھاری نگاہ اُن سے دنیوی زندگی زیب و زینت کے ماتحت کبھی نہ بدلے، اور ایسے شخص کا کہنا کبھی نہ مانیئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اس نے خواہشِ نفس کی جانب اپنا رُخ پھیر لیا اور اس کا کام حد سے گزر چکا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایسے مومنین فقراء کے ساتھ ہمنشینی رکھیئے جو صبح وشام اللہ کی عبادت (و فرمانبرداری) میں مشغول ہیں اور مالدار لوگوں کے ساتھ مجالست اتنی رکھو جتنی دعوت (یعنی دعوتِ تبلیغ) کے لئے ضروری ہوتی ہے اور اُن کی دنیاوی عیش و دولت کو بنظرِ استحسان نہ دیکھو۔ سوم خدا تعالےٰ مالدار کفار کے عذاب اور فقراء مومنین کے ثواب کو بیان فرماتا ہے: اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا۔ (یعنے ہم نے کافروں کے لئے عذاب تیار کر رکھا ہے) اور اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الخ (۱۸: ۳۰) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے۔" چہارم ضرب المثل کے طور پر ایک مالدار کافر اور فقیر مومن کا قصہ بیان فرماتے ہیں وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ الخ (۱۸: ۳۲) اور آپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے الخ۔ پنجم دنیاوی حیات کی نعمتوں کو زمین پر پیدا ہونے والی سبزی سے تشبیہ دیتے ہیں جو عنقریب خشک ہو جاتے اور (خشک ہو کر) ریزہ ریزہ ہو جائے اور اسی طرح مال واولاد سب زائل ہونے والی چیزیں ہیں اور باقیاتِ صالحات جس سے مراد ہے ذکر اللہ تعالیٰ اس کے لئے بقائے دوام ثابت فرماتے ہیں۔

بازؔ فقیر میگوید این سورہ مکیہ است پس جمعے کہ خدای تعالیٰ پیغامبرِ خود را صلے اللہ علیہ وسلم بمجالستِ ایشان امر مینماید و بذکر صبح و شام میستاید و وعدہ نعیم مقیم میدہد نیستند الّا مہاجرین اوّلین کہ بکثرتِ ذکر موصوف بودند واز اوّل فقیر بودند یا بر فقرار اللہ فی اللہ صرف اموال نمودہ فقیر گشتند پس این اعظم انواعِ تشریف است آنجماعہ را و ہو المقصود عن زید بن وہب انّ عمر قرأ فی الفجر بالکہف و عن صفیۃ بنتِ ابی عُبید نحو ذلک و من عثمان ابن عفان انہ سئل ما الباقیات الصالحات قال ہنّ لا الٰہ الّا اللہ وسُبحان اللہ والحمدُ للہ واللہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ و عن عمر بن الخطاب انہ سمع رجلاً ینادی یا ذا القرنین فقال لہٗ عُمر ا انتم قد سمّیتم باسماءِ الانبیاء فما بالکم و اسماءُ الملٰئکۃِ و روی عن خالد بن معدانَ مرسلاً عن النّبیّ صلے اللہ علیہ وسلم انہ سُئل عن ذی القرنین فقال مَلِکٌ یُمسح الارض من تحتہا بالاسباب عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ فی لیلۃ فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ الآیہ کان لہ نورٌ من عدن ابین الی مکۃ حشوہٗ الملٰئکۃ۔

پھر فقیر کہتا ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے لہٰذا وہ جماعت جن کی ہمنشینی کے لئے خدا تعالےٰ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دے اور اُن کی مدح وستائش کر رہے ہیں کہ یہ لوگ صبح شام اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور اُن کو قائم رہنے والی نعمتوں کا وعدہ دے رہے ہیں کوئی نہیں ہو سکتی بجز مہاجرین اوّلین کے جو کثرتِ ذکر سے موصوف تھے اور پہلے ہی سے فقیر تھے یا اپنے اموال اللہ کے نام پر اللہ کی رضا کے لئے فقراء پر خرچ کر کے فقیر بن گئے۔ تو یہ اعزاز واکرام کی بہت بڑی نوع ہے اس جماعت کے حق میں۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ اور زید بن وہب سے مروی ہے کہ عمرؓ نے نماز فجر میں سورۃ کہف پڑھی۔ اور صفیہ بنتِ ابی عُبید سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور عثمانؓ بن عفان سے مروی ہے کہ اُن سے باقیات صالحات کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ہیں لا الٰہ الا اللہ اور سُبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ انہوں نے ایک شخص کو یا ذا القرنین پکارتے ہوئے سُن کر اس سے کہا کہ اب تم نے انبیاء کے نام رکھ لئے ہیں۔ فرشتوں کے ناموں کے بارے میں کیا ارادہ ہے اور مروی ہے خالد بن معدان سے جو بطور مُرسل روایت کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک بادشاہ تھا جو زمین کو فتح کرتا پھرا ہے سامان کے ساتھ۔ مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رات میں پڑھا فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ آخر تک اس کو اتنا نور دیا جائے گا جو عدنِ ابین سے مکہ تک ہو اس میں ملائکہ بھرے ہوئے ہوں گے۔

آیات سورۃ مریم

قال اللہ تعالیٰ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ وَ مِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ۫ وَّ مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡرَآءِیۡلَ ۫ وَ

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ الخ (۱۹: ۵۸ تا ۶۳) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے منجملہ (دیگر) انبیاءؑ کے آدم کی نسل سے اور اُن لوگوں کی نسل سے جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی نسل سے اور (یہ سب

لمہ عدن محرکۃ ومضافۃ الی ابین علی وزن ابیض مدینۃ بالیمن وابین اسم رجل من حمیر عدن بہا ای اقام ۱۲

مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ۝ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝ فقیر گوید خدای تعالے آثر انبیا صلوات اللہ علیہم بیان میفرماید بعد ازان میگوید أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ایشان اند آن گروہ کہ انعام کرد خدا بر ایشان از جملہ پیغامبران چون خواندہ می شد بر ایشان آیاتِ خدائے تعالیٰ بر رُوی می اُفتادند سجدہ کنان و گریان فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ پس از پے درآمدند ایشان را جانشینانِ بد کہ ضائع ساختند نماز را یعنے حقوقِ صلوٰۃ را ادا نکردند و پیروی نمودند خواہشِ نفس را پس نزدیک است کہ برخورند بجزائی گمراہی إِلَّا مَنْ تَابَ لیکن کسے کہ توبہ کرد از اعمالِ زشتِ خود و بعمل آورد کارِ شائستہ پس ایشان درآیند بہ بہشت کم کردہ نشود از اجور عمل ایشان چیزی آن بہشت چیست باغہائی ہمیشہ ماندن آن باغہائی کہ وعدہ دادہ است خدائی تعالیٰ بندگانِ خود را نادیدہ ہرآئینہ ہست وعدہ او البتہ آیندہ نشنوند آنجا سخن بیہودہ لیکن بشنوند سلام بریک دیگر و ایشان راست روزی ایشان گاہ و بیگاہ

حضرات) ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور اُن کو مقبول بنایا۔ جب اُن کے سامنے (حضرت) رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر) گر جاتے تھے۔ پھر ان کے بعد (بعض) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے۔ ہاں مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا سو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور اُن کا ذرا نقصان نہ کیا جاگا۔ اور ہمیشہ رہنے کے باغ جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے (اور) اُس کے وعدے کی ہوئی (چیز) کو (یہ لوگ) ضرور پہنچیں گے۔ اس (جنّت) میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سُننے پائیں گے بجز سلام کے۔ اور اُن کو اُن کا کھانا صبح و شام ملا کرے گا۔ یہ جنت (جس کا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اُس کا مالک ایسے لوگوں کو بنا دیں گے جو خدا سے ڈرنیوالا ہو۔ فقیر کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ انبیاء علیہم الصلوات والسّلام کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ کہ یہ ہیں وہ گروہ پیغمبروں میں سے کہ انعام کیا خدا نے اُن پر جب پڑھی جاتی تھیں اُن کے سامنے خدا تعالےٰ کی آیتیں تو وہ اوندھے مُنہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ یعنے پھر اُن کے بعد ایسے بُرے جانشین آئے کہ اُنھوں نے ضائع کر دیا نماز کو یعنی نماز کے حقوق کو ادا نہ کیا اور اُنھوں نے پیروی کی خواہشِ نفس کی تو قریب ہے کہ وہ گمراہی کی سزا بھگتیں إِلَّا مَنْ تَابَ لیکن جس نے کہ اپنے بداعمال سے توبہ کر لی اور شائستہ کام عمل میں لایا۔ تو ایسے ہی لوگ ہوں گے جو بہشت میں داخل ہوں گے، اُن کے اعمال کی جزاؤں میں کمی نہ کی جائے گی۔ وہ بہشت کیا ہے؟ ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جو ایسے باغ ہیں جن کا وعدہ خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں سے کیا ہے جو اُنھوں نے نہیں دیکھے۔ یقیناً ضرور اُس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔ وہاں کوئی بیہودہ بات نہیں سُنیں گے، لیکن ایک دوسرے پر سلام سُنیں گے اور صبح شام اُن کو روزی ملا کرے گی۔

اینست آن بہشت کہ وارثِ آن می سازیم
از بندگانِ خود کسے را کہ باشد پرہیزگار
حاصل کلام آن است کہ بعد انقراضِ عصر
انبیاء جماعتی پیدا شدند کہ برخلاف سیرت
ایشان رفتند و این اشارت است بہ یہود و
نصاریٰ کہ در دینِ خود تحریف و تبدیل کردند و
معانی تدین را از دست دادند و تنہا باسم
یہودیت و نصرانیت اکتفا کردہ طمع لحوق بانبیاء
صلوات اللہ علیہم نمودند و جزائے ایشان این
است کہ برخورند روز قیامت بجزائے گمراہی
خود بعد ازاں می ستاید مؤمنانِ امتِ مرحومۂ محمدیہ را و
ایشان را جناتِ عدن وعدہ میدہد و در ضمن
کلام اشارہ میفرماید کہ دعویٰ یہود و نصاریٰ
کہ ما تابع انبیاء ماضیین ہستیم باطل است
تابعانِ انبیاء ماضیین مؤمنینِ این امتِ مرحومہ
اند باز فقیر میگوید کہ ظاہر حال دال برآن است
کہ جمعے در وقتِ نزولِ سورۂ مریم باین صفات
متصف بودند تا مدارِ سخن برآنان باشد نہ فرض
محض و شک نیست کہ در وقتِ نزولِ سورۂ غیر سُباق
مؤمنین از مہاجرین اوّلین موجود نبودند پس ایشان اند
مشرف باین تشریف متوقع باین مواعید جمیلہ و ہو المقصود

قال اللہ تعالیٰ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ
الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ
خَيْرٌ مَّقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا
قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا
وَرِئْيًا ۝ قُلْ مَن كَانَ فِي الضَّلَالَةِ
فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا ۚ حَتَّىٰ
إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا
الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ

یہ وہ بہشت ہے کہ جس کا وارث اپنے بندوں میں سے ہم اُس کو بناتے
ہیں جو پرہیزگار ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انبیاء کا زمانہ گزرنے کے
بعد ایسی جماعتیں پیدا ہوگئیں جو اُن کی سیرت کے برخلاف چلیں
اور یہ اشارہ ہے یہود و نصاریٰ کی طرف جنھوں نے اپنے دین میں
تحریف و تبدیل کردی اور دینداری کے حقائق کو ہاتھ سے کھودیا
اور صرف یہودیت اور نصرانیت کے نام پر اکتفاء کرلیا اور یہ طمع
قائم کرلی کہ ہم انبیاء صلوات اللہ علیہم سے جاملیں گے ان کی
گمراہی کی سزا ان کو قیامت کے دن ملے گی۔ اس کے بعد امتِ مرحومہ
محمدیہ کی تعریف کرتے ہیں اور اُن کو جنّاتِ عدن کا وعدہ دے
رہے ہیں اور ضمنِ کلام میں اشارہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کا
یہ دعویٰ کہ ہم گزشتہ انبیاءؑ کی پیروی کررہے ہیں باطل ہے۔
وہ اس امتِ مرحومہ کے مؤمنین ہیں جو گزشتہ انبیاءؑ کی پیروی
کرنے والے ہیں۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ ظاہر حال اس پر دلالت کرتا
ہے کہ سورۂ مریم کے نازل ہونے کے وقت جو جماعت کہ اس صفت
سے متّصف تھی بات کا مدار بھی اُن ہی پر ہونا چاہیئے نہ محض فرض
کرلینے پر۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس سورت کے
نزول کے زمانہ میں بجز مؤمنین سابقین کے جو مہاجرین اوّلین
ہیں دوسرے مسلمان موجود ہی نہ تھے اس لئے اس شرافت سے
مشرّف ہونے والے اور ان اعلیٰ وعدوں کے امید وار وہی ہونے
چاہئیں اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا الخ (۱۹:
۷۳ تا ۷۷) اور جب اُن کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی
جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریقوں
میں مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے۔ اور ہم نے
ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہلاک کئے ہیں جو سامان
اور نمود میں ان سے بھی (کہیں) اچھے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ جو
لوگ گمراہی میں ہیں (یعنی تم) رحمٰن اُن کو ڈھیل دیتا چلا جا رہا
ہے۔ یہاں تک کہ جس چیز کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے اُس کو دیکھ
لیں گے خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں)

فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ۝ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۝ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ۝ فقیر گوید عفی عنہ خدائے تعالیٰ شبہہ از شبہاتِ کافران را ذکر میفرماید و آنرا ازالہ مینماید و بحقیقت این شبہہ ہمہ اصحابِ جہل است در ہر طبقہ و در ہر زمان یعنے چون تلاوت کردہ میشود بر کافران آیاتِ واضح آمدہ میگویند کافران و خطاب میکنند مسلمانان را کدام یک ازین دو فریق بہتر است باعتبار منزلت و نیکوتر است باعتبار مجلس حاصل کلام این است کہ براعۃِ حَسَب و زیادۃِ جاہ و کثرتِ اعوان و اَنصار را مدارِ فضل و خیرۃ میگیرند و خود را احسن و اَخیر میشمارند و مستحق بشاراتِ عظیمہ و فوز بدرجاتِ اُخرویہ می انگارند خدائی عزّ و جلّ ردّ این شبہہ مینماید اوّل بذکرِ قصۂ قرونِ پیشین کہ احسن بودند باعتبارِ متاعِ خانہ و باعتبارِ دیدار خدائی تعالیٰ ایشان را بجزائی کردارِ زشتِ ایشان ہلاک نمود ثانیاً می فرماید قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ یعنی سنّتِ الٰہی چنین جاری شدہ کہ اہلِ ضلالت را در ضلالت می گزارند زمانِ دراز و ایشان در جہل و گمراہی خود می افزایند تا آنکہ میدیدند آنچہ بیم کردہ می شدند عقوبتِ دنیا یا عذابِ آخرۃ آنگاہ با فہم می آیند بدانند کسی را کہ وی بدتر است در منزلت و ناتوانتر است باعتبار لشکر و زیادہ دہد خدائے تعالیٰ آنان را کہ راہ یافتند راہ یابی و اذکارِ شائستہ کہ باقی است در نامۂ اعمال ایشان بہتر است نزدیک خدائے تعالیٰ باعتبار ثواب و بہتر است باعتبار مرجع کار حاصل کلام آنکہ نزدیک خدائی تعالیٰ تفاضل بنی آدم باعتبار حَسَب و

سو (اس وقت) اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ بُرا امکان کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو ہدایت بڑھاتا ہے اور جو نیک کام ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں" فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ کافروں کے شبہات میں سے ایک شبہہ کو ذکر فرماتے ہیں اور اُس کو رد کر رہے ہیں اور درحقیقت ہر طبقہ میں اور ہر زمانہ میں جو اصحاب جہل ہوتے ہیں یہ اُن سب کا شبہہ ہے۔ یعنی جب کافروں پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو وضاحت کے ساتھ آئی ہوئی ہیں تو کافر کہتے ہیں اور مسلمانوں سے خطاب کرتے ہیں کہ ان دو فریقوں میں سے باعتبار مرتبہ کے اور باعتبار مجلس کے کونسا فریق بہتر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ لوگ حَسَب (ثقافت) کی بہتری اور جاہ کی زیادتی اور یاروں اور مددگاروں کی کثرت کو فضیلت اور اچھائی کا مدار قرار دے رہے ہیں اور اپنے آپ کو نہایت اچھا اور افضل شمار کر رہے ہیں اور بڑے درجہ کی بشارتوں کے مستحق اور درجاتِ اُخرویۃ پر کامیاب خیال کر رہے ہیں۔ خدا تعالےٰ اس شبہ کا ردّ فرما رہے ہیں اوّل پچھلے زمانہ کے لوگوں کا قِصّہ ذکر کرتے ہیں جو باعتبار اسباب و باعتبار نمود ان سے بہتر تھے خدا تعالےٰ نے اُن کو اُن کے بداعمال کی پاداش میں ہلاک کر دیا۔ دوم فرماتے ہیں مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ یعنی قانونِ الٰہی اس طرح جاری ہوا ہے کہ گمراہ لوگوں کو زمانۂ دراز تک گمراہی میں چھوڑے رکھتے ہیں اور وہ لوگ جہل اور گمراہی میں بڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جس چیز سے اُن کو ڈرایا جاتا تھا اس کو دیکھ لیتے تھے (یعنی) دنیاوی سزا یا عذابِ آخرت۔ اب ہوش میں آتے ہیں اور سمجھتے ہیں اُس کو جو مرتبہ میں بدتر اور باعتبار لشکر (یعنی اعوان و انصار) کمزور تر ہے۔ اور خدا تعالےٰ اُن لوگوں کو جنھوں نے (سیدھی) راہ کو پالیا ہے ہدایت میں زیادتی عطا فرماتے ہیں اور اذکار شائستہ جو اُن کے نامۂ اعمال میں باقی ہیں بہتر ہیں اللہ تعالےٰ کے نزدیک باعتبار ثواب کے اور باعتبار انجام کا کے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بنی آدم کی ایک دوسرے پر فضیلت حَسَب اور

زیادۂ جاہ و باعتبار کثرتِ اعوان و انصار نیست بلکہ باعتبار اعمالِ خیراست باز فقیر گوید اسقاطِ تفاضل بحیثیتِ حسَب و نسب و اعتبار آن از حیثیتِ سوابقِ اسلامیہ اصل عظیم است در بابِ تفاضل صحابہ فیما بینہم فتدبّر عن الشعبی قال کتب قیصر الیٰ عمرؓ بن الخطاب انّ رُسلی اتتنی من قِبلک فزعمت ان قبلکم شجرۃً لیست بخلیقۃٍ لشیئ من الخیر تخرج مثل اٰذان الحمیر ثم تشقق عن مثل اللؤلؤ الابیض ثم تصیر مثل الزمرد الاخضر ثم تصیر مثل الیاقوت الاحمر ثم تینع و تنضج فتکون کاطیب فالوذج اُکِلَ ثم تیبس فتکون عصمۃً للمقیم و زاداً للمسافر فان تکن رُسلی صدقتنی فلا اریٰ ہذہ الشجرۃ الّا من شجر الجنّۃ فکتب الیہ عمر انّ رسلک قد صدقتک ہٰذہ الشجرۃُ عندنا ہی الشجرۃُ التی انبتہا اللّٰہ علیٰ مریم حین نفست بعیسیٰ و عن عمر بن الخطاب انہ قرء مریم فسجد ثم قال ہذا السجود فاین البکاءُ و عن عبداللّٰہ بن عامر بن ربیعۃ قال اغتسلتُ انا و آخر فرآنا عمرؓ بن الخطاب و احدُنا ینظرالیٰ صاحبہ فقال انی اخشیٰ ان تکونا من الخلَف الذین قال اللّٰہ فخلف من بعدہم خلف

جاہ و مرتبۂ دنیاوی کی زیادتی کے اعتبار سے اور یاروں اور مددگاروں کی کثرت کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ اعمالِ خیر کے اعتبار سے ہے۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ حسب نسب کی حیثیت سے ایک دوسرے پر فضیلت کو ساقط کرنا اور سوابقِ اسلامیہ کی حیثیت سے تفاضل کا اعتبار کرنا یہ اصلِ عظیم (یعنی معیاری قاعدہ) ہے صحابہؓ کے باہمی تفاضل میں۔ اب تم غور و فکر کرلو۔ روایت ہے شعبی سے اُنھوں نے بیان کیا کہ قیصرِ روم نے عمرؓ بن الخطاب کو لکھا کہ میرے ایلچی آپ کے پاس سے میرے یہاں پہنچے وہ یہ خیال رکھتے ہیں کہ آپ کے یہاں ایسا درخت ہوتا ہے جس کو پیدا کرنے کے لئے کچھ مال نہیں خرچ کرنا پڑتا وہ (پتے) نکالتا ہے گدھے کے کانوں کی مانند۔ پھر پھوٹ کر (پھل) نکالتا ہے سفید موتی جیسا، پھر وہ سبز زمرد جیسا ہو جاتا ہے پھر سُرخ یاقوت کی مانند ہو جاتا ہے پھر گدرا ہوتا ہے اور پکتا ہے تو خوشگوار فالودے کی مانند ہو جاتا ہے۔ اُسے کھایا جاتا ہے پھر خشک ہو جاتا ہے تو مقیم کے لئے (بھوک سے) بچنے کا ذریعہ اور مسافر کے لئے زادِ راہ ہوتا ہے۔ تو اگر میرے ایلچیوں نے مجھ سے سچ بولا ہے تو میں نہیں سمجھتا مگر یہ کہ یہ درخت جنّت کے درختوں میں سے ہے۔ تو عمرؓ نے اُس کو (جواب) لکھا کہ تمھارے ایلچیوں نے تم سے سچ کہا ہے۔ یہ درخت جو ہمارے یہاں ہے یہ وہی درخت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم پر اُگایا تھا جب وہ حاملہ ہوئی تھیں عیسیٰ علیہ السلام سے (یعنی کھجور کا درخت ہے وَهُزِّيْ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ الخ) اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ اُنھوں نے سورۂ مریم پڑھی پھر سجدہ کیا اور فرمایا کہ یہ سجدہ تو ہو گیا مگر رونا کہاں ہے۔[1] اور عبداللہ ابن عامر بن ربیعہ سے مروی ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ میں نے اور ایک دوسرے شخص نے غسل کیا۔ ہم کو عمرؓ بن الخطاب نے دیکھ لیا اور ہم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو دیکھتا بھی تھا تو فرمایا کہ مجھے اس امر کا اندیشہ ہے کہ تم دونوں وہ خلف (بعد میں آنے والے لوگ) نہ بن جاؤ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ الخ (۱۹: ۵۹) پھر اُن کے بعد (بعض) ایسے ناخلف پیدا ہوئے

[1] یعنے سورۂ مریم میں سجدہ کے موقع پر خَرُّوا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ہے اس لئے سجدے کے ساتھ رونا بھی تو چاہئے تھا۔

اضاعوا الصلوٰة و اتبعوا الشهوات
فسوف يلقون غيا عن ابی بكر
الصديق قال قال رسول الله صلے
الله عليه وسلم من قال فی دبر
الصلوٰة بعد ما يسلم هؤلاء الكلمات
كتبه ملك فی رق ثم ختم بخاتم
ثم رفعه الی يوم القيٰمة فاذا
بعث الله العبد من قبره
جاءه الملك و معه الكتاب
ينادی اين اهل العهود حتی
يدفع اليهم و الكلمات ان يقول
اللهم فاطر السموات والارض
عالم الغيب والشهادة الرحمٰن
الرحيم انی اعهد اليك فی
هذه الحيوٰة الدنيا بانك انت
الله الذی لا اله الا انت
وحدك لا شريك لك وان محمدا
عبدك و رسولك فلا تكلنی الی
نفسی فانك ان تكلنی الی نفسی
تقربنی من الشر وتباعدنی
من الخير وانی لا اثق الا برحمتك فاجعل
رحمتك عهدا لی عندك تؤديه الی
يوم القيٰمة انك لا تخلف الميعاد۔

قال الله تعالیٰ قال رب اشرح لی
صدری ۵ ويسر لی امری ۵ واحلل
عقدة من لسانی ۵ يفقهوا قولی ۵
واجعل لی وزيرا من اهلی ۵ هٰرون
اخی ۵ اشدد به ازری ۵ و
اشركه فی امری ۵ كی نسبحك كثيرا ۵

جنھوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی
کی سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے" اور ابوبکر
صدیقؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر نماز کے پیچھے سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات
کہے گا اس کو فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے گا پھر ایک انگوٹھی سے اس پر
مہر لگائے گا۔ پھر اس کو (محفوظ) رکھے گا یوم قیامت تک پھر جب
اللہ تعالےٰ اس بندے کو قبر سے اٹھائے گا تو اس کے پاس فرشتہ آئیگا
اور اس کے ساتھ وہ تحریر ہوگی اور وہ پکارے گا کہ عہدوں
والے کہاں ہیں کہ یہ عہد ان کو دیتے جائیں۔ اور وہ یہ ہیں جو وہ
کہے اللھم فاطر السموات الخ (ترجمہ۔ اے اللہ آسمانوں اور
زمین کے پیدا کرنے والے، چھپے ہوئے اور ظاہر کو جاننے والے،
رحمٰن اور رحیم میں آپ سے عہد کرتا ہوں اس دنیاوی زندگی میں کہ آپ
اللہ ہیں ایسے کہ کوئی معبود نہیں آپ کے سوا میں آپ کی یکتائی کا
اقرار کرتا ہوں۔ آپ کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ آپ کے بندے
اور آپ کے رسولؐ ہیں پس آپ مجھے میرے نفس کے حوالے کرکے
نہ چھوڑ دیجئے۔ اگر آپ نے مجھے نفس کے حوالے کر دیا تو یہ مجھے شر
سے قریب اور خیر سے دور کر دے گا اور میں وثوق نہیں رکھتا مگر
صرف آپ کی رحمت پر تو اپنی رحمت کو میرے لئے اپنی طرف سے عہد
(کا سبب) قرار دیجئے جس کو آپ ادا کریں مجھے قیامت کے دن بیشک آپ
وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔

آیات سورۃ طٰہٰ

اللہ تعالےٰ نے فرمایا قال رب اشرح لی الخ (۲۰: ۲۵ تا ۳۵)
عرض کیا اے رب میرے میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے۔ اور میرا (یہ) کام
(تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے۔ اور میری زبان پر سے بستگی (لکنت
کی) ہٹا دیجئے۔ تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ اور میرے واسطے
میرے کنبہ میں سے ایک معاون مقرر کر دیجئے۔ یعنی ہارونؑ کو کہ میرے
بھائی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے میری قوت کو مستحکم کر دیجئے۔ اور
ان کو میرے (اس تبلیغ کے) کام میں شریک کر دیجئے۔ تاکہ ہم دونوں
آپ کی خوب کثرت سے پاکی (شرک و نقائص سے) بیان کریں۔ اور

وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ فقیر گوید رب العزۃ تبارک و تعالے حضرت موسیٰؑ را بجانب فرعون فرستاد و آنحضرت بعض سوالاتِ ضروریہ کہ بغیر آن تحمل اعباء رسالت متعذر باشد طلب نمودند الحال تفصیل آن باید شنید از جملۂ سوالات سوالی ہست کہ بنفسِ حضرتِ موسیٰؑ تعلق دارد رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِيْ و این از جملہ ضروریاتِ تحمل اعباء رسالت است تا شرح صدر نباشد ہر سوال را جواب باصواب میسر نباید و تا تیسیر امور از جہت غیب نباشد مکافحۂ اعداء کہ بادشاہانِ زمین باشند بوجود نیاید و تا فصاحت لسان نباشد تبلیغ رسالتِ ربِّ العزۃ بابلغ وجوہ صورت نگیرد و از جملہ آنہا سوالی ہست کہ باعانتِ دیگری در امرِ رسالت تعلق دارد و این را بوزارت تعبیر رفتہ و در جای دیگر بہ رِدْءًا يُّصَدِّقُنِيْٓ تقریر کردہ شد باز اینجا سہ صفت در بابِ وزارت طلب کردند یکی مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي و این وصف از جہتِ خصوص حال بود کہ حضرتِ موسیٰؑ را غیرِ حضرتِ ہارونؑ نیست دران وقت کسی باین نصرت قیام نمی توانست نمود نہ شرط وزارت مطلقاً بقرینہ آنکہ حضرتِ موسےٰؑ حضرت یوشع را کہ نہ از سبطِ موسیٰؑ بود خلیفۂ خود ساخت و خلافت ابلغ است از وزارت آنچہ در وزارت مطلوب میشود مرد صاحبِ قوت و مروت است کہ قوم از حل و عقد وی حساب میگرفتہ باشند و در خلافت زیادہ ازان اشتراک باپیغمبر در جدِّ اعلیٰ کہ

آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں۔ بیشک آپ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔"
فقیر کہتا ہے کہ ربّ العزّت تبارکؐ تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے پاس بھیجا اور آنحضرت نے (حق تعالےٰ سے) بعض ایسے ضروری سوالات طلب کئے جن کے بغیر بارِ رسالت کا تحمل دشوار ہوتا ہے۔ اب اُن کی تفصیل سُنیئے۔ ان سوالات میں سے ایک سوال ہے جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ذات سے تعلق رکھتا ہے یعنی ربِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ اور یہ رسالت کے بار کے تحمل کرنے کے لئے منجملۂ ضروریات ہے کیونکہ جب تک فراخ حوصلگی نہ ہوگی ہر سوال کا جواب باصواب دینا میسّر نہیں آسکتا۔ اور جب تک عالمِ غیب کی طرف سے امور کو آسان نہیں کر دیا جائے گا ایسے دشمنوں کے مقابلہ پر ڈٹ جانا جو روئے زمین کے بادشاہ ہوں وجود میں نہیں آسکتا اور جب تک زبان میں فصاحت نہیں ہوگی ربّ العزّت کے پیغاموں کو عمدہ طور پر پہنچا دینے کی کوئی صورت نہ بنے گی۔ اور اُن سوالات میں سے ایک سوال ہے جو امرِ رسالت کی تکمیل کے لئے کسی دوسرے شخص کی اعانت سے تعلق رکھتا ہے اور اس کو وزارت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسری جگہ پر رِدْءًا يُّصَدِّقُنِيْٓ (۲۸: ۳۴) (تو اُن کو بھی میرا مددگار بناکر میری ساتھ رسالت دیدیجئے کہ وہ میری تقریر کی تائید اور تصدیق کریں گے) کے عنوان سے بیان فرمایا گیا ہے۔ پھر وزارت کے بارے میں آپ نے تین صفات طلب کی ہیں۔ ایک مِنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اور یہ وصف (یعنی بھائی ہونا) خصوصیتِ حال کی بناء پر ہے کہ بجز حضرت ہارونؑ کے اُس وقت میں اور کوئی ایسا شخص موجود نہیں تھا جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی مدد کے لئے کھڑا ہوسکے۔ یہ صفت مطلقاً شرطِ وزارت نہیں تھی اس قرینہ سے کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوشعؑ کو جو کہ موسیٰؑ کی اولاد میں سے نہیں تھے اپنا خلیفہ بنایا تھا اور خلافت وزارت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ وزارت میں صرف یہ بات مطلوب ہوتی ہے کہ ایسا شخص ہو جو صاحبِ قوت و وجاہت ہو کہ قوم امور کے سلجھاؤ، اُلجھاؤ کے موقع پر اس کی بات سے اثر پذیر ہوسکے اور خلافت میں اُس سے یہ بات زیادہ ہوگی کہ پیغمبرؐ کے ساتھ کسی ایسے جدِّ اعلےٰ میں

قبیلہ بوے منسوب باشد مطلوب است
تا مردمان در خلیفہ بچشم حقارت نہ نگرند لہٰذا
خدای تعالیٰ در بنی اسرائیل پیغامبری نفرستاد
مگر از بنی اسرائیل از سبطِ حضرت موسیٰ یا
یا غیر آن وہمین معنے را آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم در خلفاے خود جاری ساختند کہ الائمۃ
من قریش تا موافقت سنۃ اللہ فی انبیاء
بنی اسرائیل واقع شود دیگر اُشْدُدْ بِہٖ اَزْرِیْ
وَ اَشْرِکْہُ فِیْ اَمْرِیْ و این حقیقت وزارت
است کہ در کارہای مطلوب از بعثتِ پیغامبر
مثل مخاصمہ وجہاد با عداء و فتح بلدان و
جمع قرآن اعانتی نمایان داشتہ باشد و
این مضمون را جائی دیگر باین عبارت ادا کردہ
شد کہ یرادُ اَیُّصَلِیْ فَنِیْ سوم کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیْرًا
یعنے فائدہ مترتب بر وزارتِ وزیر
آن است کہ چون تحمل اعباءِ دعوت بر
دو شخص افتاد ہذا مرۃً و ذاک مرۃً ہر دو
متضرع باشند در تسبیح و ذکر باز
فقیر میگوید چون حقیقتِ وزارت شناختہ
شد باید دانست کہ حضرتِ شیخینؓ بالیقین
شرفِ وزارت حضرت خیر الرسل
صلے اللہ علیہ وسلم دریافتہ
اند بموجبِ حدیث انا وزیرای
من اہل الارض فابوبکرٍ و عمر
واز جہت حدیث الحمد للہ الذی ایدنی
بہما واز جہتِ نقل متواتر کہ معانی مطلوبہ وزارت
از ایشان متحقق گشت و ناہیک بہٖ من
فضیلۃ عن انس قال خرج عمر متقلداً
بالسیف فلقیہٗ رجلٌ من بنی زہرۃ

اس کا نسب مل جائے جس کی طرف اُس کا قبیلہ منسوب ہو، تاکہ لوگ
خلیفہ کو چشم حقارت سے نہ دیکھیں۔ اسی بنا پر حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل
میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر بنی اسرائیل میں سے۔ حضرت موسیٰؑ
کی اولاد میں سے ہو یا اُن کے علاوہ ہو۔ یہی حقیقت ہے جس کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاءؓ میں جاری فرمایا کہ
الائمۃ من قریش (ائمہ قریش میں سے ہوں گے) تاکہ انبیاء
بنی اسرائیل کے بارے میں جو اصولِ خداوندی واقع رہا ہے اُس کی
موافقت رہے۔ دوسری صفت ہے اُشْدُدْ بِہٖ اَزْرِیْ وَ
اَشْرِکْہُ فِیْ اَمْرِیْ اور یہ حقیقت ہے وزارت کی کہ رسول
کی بعثت سے جو کام کہ مطلوب ہیں جیسے کفار کا مقابلہ دلائل کے
ساتھ اور دشمنوں پر جہاد اور شہروں کا فتح کرنا اور قرآن کا جمع
کرنا ایسے کاموں میں نمایاں اعانت (کرنے کی استعداد اور جذبہ)
رکھتا ہو اور اس مضمون کو دوسری جگہ اس عبارت سے ادا کیا
ہے یراداً یصلّ فنی۔ تیسری صفت ہے کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیْرًا
یعنے وزیر کی وزارت سے جو فائدہ مترتب ہوگا وہ یہ ہوگا کہ جب
دعوت کے بوجھ کا تحمل دو شخصوں کو کرنا پڑے گا کبھی ایک کو اور
کبھی دوسرے کو تو دونوں کو (اللہ کے حضور میں) تسبیح اور
ذکر میں عاجزی کے ساتھ مشغول ہونے کا موقع ملتا رہے گا۔
پھر فقیر کہتا ہے کہ جب وزارت کی حقیقت پہچان لی گئی تو جاننا
چاہیئے کہ حضرات شیخینؓ بالیقین حضرت خیر الرسل صلے اللہ علیہ
وسلم کے شرفِ وزارت سے مشرف تھے بموجب حدیث اَمّا
وَزِیْرَایَ الخ اہلِ ارض یعنے زمین والوں میں سے میرے دو
وزیر ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ اور بموجب حدیث الحمد للہ الذی
ایدنی بہما (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ان دونوں سے
مدد پہنچائی) اور بموجب نقل متواتر کہ وزارت سے جو مقاصد
مطلوبہ ہیں وہ اُن کی وزارت سے متحقق ہو گئے۔ اب بھی تمہارے
لئے ان کے شرف سے انکار کی کوئی گنجائش ہے؟
اور مروی ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ عمرؓ گردن میں تلوار
لٹکائے ہوئے نکلے۔ راستہ میں اُن سے بنی زہرہ کا ایک شخص ملا۔

فقال لہ این تعمد یا عمر قال ارید ان
اقتل محمدا قال و کیف تامن من
بنی ہاشم و بنی زہرۃ فقال لہ
عمر ما اراک الا قد صبوت و ترکت
دینک قال افلا ادلک علی العجب
ان اختک و ختنک[۵۱] قد صبوا و ترکا
دینک فمشی عمر ذامرا[۵۲] حتی اتاہما و
عندہما خباب فلما سمع خباب بحس عمر
توارٰی فی البیت فدخل علیہما فقال
ما ہذہ الہینمۃ[۵۳] التی سمعتہا عندکم و
کانوا یقرءون طٰہٰ فقالوا ما عدا حدیثا
تحدثنا بہ قال فلعلکما قد صبوتما فقال
لہ ختنہ یا عمر ان کان الحق فی غیر
دینک فوثب عمر علی ختنہ فوطئہ وطأ
شدیدا فجاءت اختہ لتدفعہ عن زوجہا
فنفحہا نفحۃ بیدہ فدمی وجہہا فقال عمر
اعطونی الکتاب الذی ہو عندکم فاقرأہ
فقالت اختہ انک رجس وانہ لا
یمسہ الا المطہرون فقم فتوضأ
فقام فتوضأ ثم اخذ الکتاب
فقرأ طٰہٰ حتی انتہی الی انّنی
انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی
واقم الصلوٰۃ لذکری فقال عمر
دلونی علی محمد فلما سمع خباب
قول عمر خرج من البیت فقال
ابشر یا عمر فانی ارجو ان
تکون دعوۃ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لک لیلۃ الخمیس اللہم
اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بعمرو بن

اُس نے کہا اے عمرؓ کہاں کا ارادہ کیا ہے؟ تو اُنھوں نے کہا کہ میں نے
ارادہ کرلیا ہے کہ محمدؐ کو قتل کردوں۔ اُس نے کہا کہ پھر تم بنی ہاشم
اور بنی زہرہ کے انتقام سے کیسے بچ سکوگے تو عمرؓ نے اس سے کہا
کہ میرا خیال یہ ہے کہ تو بے دین ہوگیا ہے اور تو نے اپنے دین کو چھوڑ
دیا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں تجھے یہ عجیب بات نہ بتاؤں کہ تیری بہن
اور تیرا بہنوئی دونوں بے دین ہوگئے اور تیرے دین کو انھوں
نے چھوڑ دیا۔ اب عمرؓ مشتعل ہوکر اُن کے پاس پہنچ گئے۔ اور
اُس وقت اُن دونوں کے پاس خبّاب بھی موجود تھے۔ جب خبابؓ نے
عمرؓ کی آہٹ سُنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے۔ اُنھوں نے بہن اور
بہنوئی کے پاس پہنچکر کہا کہ یہ کیا گنگنا رہے تھے جو میں تم سے
سُن رہا تھا اور یہ لوگ سورہ طٰہٰ کی قرارت کررہے تھے۔ اُنھوں نے
کہا اِس کے سوا اور کوئی بات کیجیے۔ عمرؓ نے کہا کہ شاید تم دونوں بے
دین ہوچکے ہو۔ اس پر اُن کے بہنوئی نے اُن سے کہا کہ اے عمرؓ اگر
سچائی تیرے دین کے سوا دوسرے دین میں ہو۔ یہ سُنکر عمرؓ اپنے بہنوئی
پر ٹوٹ پڑے اور ان کو گراکر سختی سے مسل ڈالا۔ پھر اُن کی بہن شوہر
کو چھڑانے آئی تو اُس کے منہ پر طمانچہ اتنے زور سے مارا کہ اُس کے
چہرے سے خون بہنے لگا (اس کے بعد بہنوئی کو چھوڑ دیا، بہن کا
چہرہ خون میں بھرا ہوا دیکھ کر رحم کا جذبہ اُبھرا۔ غصہ فرو ہوا) اب
عمرؓ نے کہا وہ کتاب لاؤ جو تمھارے پاس ہے میں اُس کو پڑھوں گا۔
تو اُن کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اس کو صرف پاک لوگ ہی
چھو سکتے ہیں اس لئے پہلے اُٹھ کر وضو کرو۔ تو وہ اُٹھے اور وضو
کی۔ پھر پڑھا طٰہٰ یہاں تک کہ پہنچے اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ الخ تک (۲۰:
۱۴) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت
کیا کرو اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو۔" اب عمرؓ نے کہا کہ مجھے محمدؐ
کے پاس لے چلو۔ جب خبّاب نے عمرؓ کی یہ بات سُنی تو وہ گھر سے
باہر آگئے اور اُنھوں نے کہا اے عمرؓ بشارت سُن لو۔ میں امید کرتا ہوں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا جو آپؐ نے جمعرات کی
شب میں کی تھی تمھارے حق میں قبول ہوئی ہے کہ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ
الْاِسْلَامَ الخ یا اللہ اسلام کو غلبہ عطا کیجیے عمرؓ بن الخطاب یا عمرو بن

---

[۵۱] ختن داماد را گویند و اینجا مراد از زوج ہمشیرہ است ۱۲ [۵۲] از زمرہ بمعنی انگیختن جنگ المعنی جاء متہددا ۱۲ [۵۳] آواز نرم را گویند ۱۲

ہشام فخرج حتی اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم و عن ابن عباس انہ قال لعمر بن الخطاب یا امیر المؤمنین مم یذکر الرجل و مم ینسیٰ فقال ان علی القلب طخارۃ[۵] کطخارۃ القمر فاذا تغشت القلب نسی ابن آدم ما کان یذکر فاذا انجلت ذکر ما نسی۔

قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝

فقیر گوید در معنی این آیت جمعے زمین جنت را مراد داشتہ اند و ہیچ جا شاہد آن نخواہی یافت کہ در قرآن یا سنت لفظ ارض گفتہ باشند و جنت عدن ارادہ کردہ بلکہ معنے صحیح آن است کہ از ارض اراضی معتدلہ صالحہ برائے نشأ اشخاص معتدلۃ الاخلاق ارادہ کردہ اند یا ارض شام تنہا بسبب آنکہ انبیاء بنی اسرائیل در شام بودند و ذکر وقائع ارض شام پیش ایشان مہم بود و این سخن بدان میماند کہ تاجر از لفظ مال سرمایہ خود را میخواہد و راعی مواشی و زارع زراعت خود مراد میگیرد و چندین آثار برین معنے دلالت میکند عن ابن عباس فی قصۃ بخت نصر قال انہ رای رؤیا قد فزع منہ فاصبح قد نسیہا قال علیّ السحرۃ والکہنۃ قال اخبرونی عن رؤیا رأیتہا اللیلۃ واللہ لتخبرنی بہا او لاقتلنکم قالوا ماہی قال قد نسیتہا قالوا

ہشام کے ذریعہ سے۔" پھر عمرؓ گھر سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور اسلام لے آئے۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا عمرؓ بن الخطاب سے کہ اے امیر المومنینؓ کوئی شخص کس سبب سے یاد کرتا ہے اور کس سبب سے بھولتا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ قلب پر ایک ظلمت چھا جاتی ہے جیسی چاند پر چھا جاتی ہے (یعنے بدلی) جب وہ قلب پر چھا جاتی ہے تو آدمی کو جو یاد ہوتا ہے اس کو بھول جاتا ہے اور جب وہ تاریکی چھٹ جاتی ہے تو وہ چیز یاد آجاتی ہے۔

آیت سورۃ الانبیاء

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ الخ (۲۱: ۱۰۵) اور ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہونگے۔

فقیر کہتا ہے کہ اس آیت کے معنے میں ایک جماعت نے جنت کی زمین مراد لی ہے اور آپ کہیں بھی اس کی کوئی نظیر نہ پائیں گے کہ قرآن یا حدیث میں لفظ ارض کہہ کر جنت عدن مراد لیا ہو۔ بلکہ صحیح معنے یہ ہیں کہ ارض سے مراد وہ معتدل زمینیں ہیں جن میں صلاحیت ہے معتدل اخلاق کے اشخاص کو پیدا کرنے کی۔ یا صرف شام کی زمین مراد ہو اس سبب سے کہ انبیائے بنی اسرائیل شام میں تھے اور سرزمین شام کے واقعات کا ذکر ان کی نظر میں اہمیت رکھتا تھا۔ اور یہ بات ایسی ہے کہ تاجر لفظ مال بول کر اپنا سرمایہ مراد لیتا ہے اور ایک چرواہا (مال بول کر) چرنے والے جانور اور زراعت کرنے والا (مال بول کر) اپنی کھیتی کو مراد لے لیتا ہے۔ اور کتنی ہی آثار ہیں جو اس معنی پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے بخت نصر کے قصہ میں، کہا کہ اس نے ایک خواب دیکھا جس نے اس کو خوف زدہ کر دیا پھر صبح کو اسے بھول گیا۔ حکم دیا کہ جادوگر اور کاہن حاضر کئے جائیں۔ (جب وہ حاضر ہو گئے تو ان سے) کہا کہ مجھے اس خواب کی خبر دو جو میں نے آج رات دیکھا تھا۔ واللہ یا تو مجھے اس کا حال بتاؤ ورنہ میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔ انھوں نے کہا کیا خواب ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس کو بھول گیا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ

[۵] الطخارۃ الظلمۃ والمراد ہنا ما یغشی القمر من غیم یغطی نورہ ۱۲

ماعندنا من ہذا علمٌ الا ان ترسل
الی ابناء الانبیاء فارسل الی ابناء
الانبیاء قال اخبرونی عن رؤیا
رأیتہا قالوا و ماہی قال نسیتہا
قالوا غیبٌ و لایعلم الغیب الا
اللہ قال و اللہ لتخبرنّی بہا او
لاضربنّ اعناقکم قالوا فدعنا
حتی نتوضأ و نصلی و ندعوا
الی اللہ قال فافعلوا فانطلقوا
فاحسنوا الوضوء و اتوا صعیدًا
طیبًا فدعوا اللہ فاخبروا بہا
ثم رجعوا فقالوا رأیت کانّ
رأسک من ذہب و صدرک
من فخارٍ و وسطک من نحاسٍ
و رجلیک من حدیدٍ قال نعم اخبرونی
بعبارتہا او لاقتلنکم قالوا فدعنا
ندعوا ربنا قال اذہبوا فدعوا
ربہم فاستجاب لہم فرجعوا الیہ
قالوا رأیت کانّ رأسک من ذہب ملکک
ہذا یذہب عند رأس الحول من ہذہ اللیلۃ
قال ثم مہ قالوا ثم یکون بعدک ملک
یفخر علی الناس ثم یکون ملک یخشی
علی الناس بشدۃ ثم یکون ملک
لایقلہ شیٔ انما ہو مثل الحدید یعنی
الاسلام درین صورت این بشارت
بر شیخین رضی اللہ عنہما صادق آید کہ فتح شام
بتدبیر ایشان واقع شد ودر حوزۂ تصرف
ایشان در آمد پس صلاح صفت ایشان باشد
و انجاز وعدِ انبیاء بر دست خلیفہ

ہمارے پاس تو اس قسم کا علم نہیں ہے ہاں آپ انبیاءؑ کے بیٹوں کو طلب کریں (وہ بتا سکیں گے) تو اُس نے انبیاءؑ کے بیٹوں کو بلایا (جب وہ حاضر ہوئے تو اُن سے) کہاکہ مجھے میرے خواب کا حال بتاؤ جو میں نے دیکھا ہے۔ اُنھوں نے کہا وہ کیا ہے تو کہا میں اُس کو بھول گیا ہوں۔ اُنھوں نے کہا یہ تو غیب ہے اور غیب تو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ تو کہا واللہ تم مجھے اُس کی خبر دو ورنہ میں تم سب کی گردنیں ماردوں گا۔ اُنھوں نے کہاکہ تو ہم کو چھوڑ دو کہ ہم وضو کریں اور نماز پڑھیں پھر اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں۔ کہا اچھا جاؤ اور کرو (جو کرنا چاہتے ہو) وہ چلے گئے اور خوبی کے ساتھ وضو کرکے پاکیزہ مٹی پر کھڑے ہوگئے پھر اُنھوں نے اللہ سے دُعاء کی تو اُن کو وہ خواب بتا دیا گیا۔ پھر وہ (بادشاہ کے پاس) واپس آئے اور کہاکہ آپ نے یہ دیکھا ہے کہ گویا آپ کا سر سونے کا ہوگیا ہے اور سینہ پختہ مٹی کا اور کمر تانبے کی اور آپ کے دونوں پاؤں لوہے کے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ اب اس کی تعبیر بھی بتاؤ ورنہ میں تم سب کو قتل کردوں گا۔ اُنھوں نے کہاکہ پھر ہمیں چھوڑیئے تاکہ ہم اپنے پروردگار سے دعاء کریں۔ اُس نے کہاکہ جاؤ۔ پھر ان لوگوں نے اپنے رب سے دُعاء کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعاء قبول کی (اور ان پر تعبیر منکشف کردی) تو بادشاہ کے پاس واپس آئے۔ اور کہاکہ آپ نے جو یہ دیکھا ہے کہ آپ کا سر سونے کا ہے یہ آپ کی بادشاہی ہے یہ شروع سال کی اسی رات میں جاتی رہیگی۔ اُس نے کہاکہ پھر کون ہوگا تو انھوں نے کہاکہ پھر آپ کے بعد ایک بادشاہ ہوگا جو لوگوں پر فخر کرے گا (یعنی بکثرت اپنی بڑائیاں جتانے والا ہوگا) پھر ایک بادشاہ ہوگا جس کی سخت گیری کا خوف لوگوں کے دلوں میں غالب ہوگا۔ پھر ایسا بادشاہ ہوگا جس کو کوئی شے نہ ہٹا سکے گی۔ وہی ہے جو مثل لوہے کے ہوگا یعنی اِسلام۔ اس صورت میں یہ بشارت (جو آیت میں ہے) شیخینؓ پر صادق آتی ہے (جس کی مؤید یہ تعبیر بھی ہے) کہ ملک شام کی فتح اُن ہی کی تدبیر سے واقع ہوئی اور یہ اُن کے احاطۂ تصرف میں آیا۔ تو صلاح (جو عبادی الصّٰلحون میں مذکور ہے) ان کی صفت ہوگی۔ اور جو وعدہ انبیاءؑ سے کیا گیا اُس کا خلیفہ کے ہاتھ پر پورا ہونا

یکے از خصائل خلیفہ خاص است عن ابن عمرؓ قال لما قبض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان ابو بکر فی ناحیۃ المدینۃ فجاء فدخل علے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ہو مسجّی فوضع فاہ علے جبین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فجعل یقبلہ و یبکی و یقول بابی و امی طبت حیا و طبت میتا فلما خرج مرّ بعمر بن الخطاب و ہو یقول ما مات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و لا یموت حتے یقتل اللہ المنافقین و حتے یخزی اللہ المنافقین قال و کانوا قد استبشروا بموت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فرفعوا رؤسہم فقال ایہا الرجل اربع علے نفسک فان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد مات الم تسمع اللہ یقول انک میت و انہم میتون و قال و ما جعلنا لبشر من قبلک الخلد ؕ افائن مت فہم الخلدون ۝ قال ثم اتے المنبر فصعدہ فحمد اللہ و اثنے علیہ ثم قال یا ایہا الناس ان کان محمد صلے اللہ علیہ وسلم الٰہکم الذی تعبدون فان محمدا قد مات و ان کان الٰہکم الذی فی السماء فان الٰہکم لم یمت ثم تلا و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم حتے ختم الآیۃ ثم

یہ خلیفۂ خاص کے خصائل میں سے ہے (یعنی اُس کے خلیفۂ خاص ہونے کی دلیل ہے) ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی تو ابو بکرؓ مدینہ کی دوسری جانب میں تھے اس کے بعد آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ چادر سے ڈھکے ہوئے تھے تو اُنھوں نے اپنا مُنہ آپ کی پیشانی پر رکھدیا اور بوسے دیتے رہے اور روتے رہے اور کہتے رہے میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ زندگی میں بھی پاکیزہ رہے اور موت کے بعد بھی پاکیزہ ہیں۔ جب نکلے تو عمرؓ بن الخطاب کے پاس سے گزرے اور وہ یہ کہہ رہے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں مرے، اور نہ مریں گے جب تک اللہ منافقین کو نہ قتل کرے گا اور جب تک اللہ منافقین کو رسوا نہ کردیگا ابن عمرؓ نے کہا کہ صورت حال یہ تھی کہ منافقین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کو خوشخبری قرار دیا تھا اور انھوں نے اپنے سر اُبھارنے شروع کئے تھے، تو ابو بکرؓ نے (عمرؓ سے) کہا اے شخص اپنے نفس کو سکون دو۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ کیا تم نے نہیں سُنا جو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ الخ (۳۹: ۳۰) آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے" اور اللہ نے فرمایا وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ الخ (۲۱: ۳۴) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ کو رہیں گے" ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ پھر ابو بکرؓ منبر پر پہنچے اور اللہ کی حمد اور اُس کی ثنا کی۔ پھر کہا اے لوگو! اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمھارے معبود تھے جس کی تم عبادت کیا کرتے ہو تو یقیناً محمدؐ تو انتقال کر چکے ہیں اور اگر تمھارا معبود وہ ہے جو آسمان میں ہے تو تمھارا معبود نہیں مرا پھر تلاوت کی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ آیت کے ختم تک (۳: ۱۴۴) اور محمدؐ بڑے رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص اُلٹا پھر بھی جاتے گا تو خدا تعالےٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا اور خدا تعالےٰ جلدی ہی عوض دے گا حق شناس لوگوں کو، پھر ابو بکرؓ

نزل وقد استبشر المسلمون بذلک و اشتد فرحهم و اخذت المنافقین الکابۃ قال عبد اللہ بن عمر فوالذی نفسی بیدہ لکاننا کانت علی وجوههم اغطیۃ فکشفت عن محمد بن حاطب قال سئل علیؓ عن هذه الآیۃ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی قال هو عثمان واصحابه۔

منبر سے اُتر گئے اور اس بیان سے مسلمانوں میں سکون پیدا ہو گیا اور بہت فرحت ہوئی اور منافقین افسردہ دلی میں مبتلا ہوئے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یوں معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں کے چہروں پر پردے پڑے ہوئے تھے اب وہ ہٹ گئے۔ محمد بن حاطب سے مروی ہے کہ علیؓ سے سوال کیا گیا اس آیت کے متعلق اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ الخ (۲۱: ۱۰۱) جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے الخ تو انھوں نے کہا کہ وہ عثمانؓ اور اُن کے اصحاب ہیں۔

آیات سورۃ الحج

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۟ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۟ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ؕ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۟ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ الخ (۲۲: ۳۸ تا ۴۱) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مشرکین کے غلبہ وغیرہ کو) ایمان والوں سے (عنقریب) ہٹا دے گا بیشک اللہ تعالیٰ کسی دغاباز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا۔ (اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک کا دوسرے (کے ہاتھ) سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو (اپنے اپنے زمانہ میں) نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کرے گا جو اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبہ والا ہے۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم اُن کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

فقیر گوید عفی عنہ این آیات اول دلیل است بر خلافتِ خلفاءؓ زیرا کہ

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ یہ آیات مضبوط دلیل ہیں خلافتِ خلفاء پر کہ

ممکن شدند در ارض باتفاق موافق و مخالف واز مہاجرین بودند بلاشک پس اقامتِ صلوٰۃ وایتاءِ زکوٰۃ و امر معروف ونہی منکر ازیشان متحقق گشت و ہمین است معنی خلافتِ خاصہ ودر فصل سیوم درتفسیرِ این آیت بسط نمودیم فراجع۔

قال اللہ تعالے قُلْ يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَآ أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ فقیر گوید یعنی ای مردمان جزاین نیست کہ من برای شما ترسانندہ آشکارا ام پس آنانکہ ایمان آوردند وعملہائے شائستہ کردند ایشان را است آمرزش و رزق گرامی وآنانکہ سعی کردند در آیاتِ ما غلبہ طلب کنان ایشان اند اہلِ دوزخ مقابلہ کردہ شد درمیان دو فریق کہ بعد انذار مختلف شدند وآیہ مکیہ است پس مراد از فریقِ مؤمنین ہمان سُبّاق مؤمنین اند از مہاجرین اوّلین فتدبر۔

قال اللہ تعالے اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ

ان حضرات کو زمین (یعنی ملک) پر غلبہ دیا گیا اور اس پر ہر ایک موافق اور مخالف کا اتفاق ہے۔ اور یہ بلاشک مہاجرین میں سے تھے۔ پھر نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور نیک کاموں کا حکم کرنا اور بُرے کاموں سے منع کرنا اُن سے متحقق ہے اور خلافتِ خاصّہ کے یہی معنے ہیں۔ اور فصل سوم میں اس آیت کی تفسیر شرح وبسط کے ساتھ ہم کرچکے ہیں۔ اس کو پھر دیکھ لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ يَآ أَيُّهَا النَّاسُ الخ (۲۲: ۴۹ تا ۵۱)

اور آپ (یہ بھی) کہدیجئے کہ اے لوگو میں تو صرف تمہارے لئے ایک آشکارا ڈرانے والا ہوں۔ سو جو لوگ (اس ڈر کو سن کر) ایمان لے آئے اور اچھے کام کرنے لگے اُن کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کرتے رہتے ہیں (نبی اور اہلِ ایمان کو) ہرانے کے لئے ایسے لوگ دوزخ (میں رہنے) والے ہیں۔ فقیر کہتا ہے یعنی اے لوگو! اس کے سوا نہیں کہ میں تمہارے واسطے ڈرانے والا ہوں آشکارا۔ پس جو لوگ کہ ایمان لائے اور اُنھوں نے شائستہ عمل کئے اُن کے لئے ہے بخشش اور عزت کا رزق اور جن لوگوں نے دوڑ دھوپ کی ہماری آیات کے مقابلہ پر غلبہ طلب کرتے ہوئے یہ لوگ ہیں اہلِ دوزخ۔ دو فریق کے درمیان مقابلہ کیا گیا ہے جو انذار (یعنی ڈرانے) کے بعد مختلف ہوتے۔ اور آیت مکیہ ہے اس لئے فریقِ مؤمنین سے وہی مؤمنین مراد ہیں جو پہلے ایمان لاتے مہاجرین اوّلین میں سے۔ اس پر غور کرلو۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الخ (۲۲: ۵۶ تا ۶۰)

بادشاہی اُس روز اللہ ہی کی ہوگی وہ ان سب (مذکورین) کے درمیان (عملی) فیصلہ فرمائے گا۔ سو جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور اچھے کام کئے ہوں گے وہ چین کے باغوں میں ہوں گے اور جنھوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو اُن کے لئے ذلّت کا عذاب ہوگا اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ (کفر کے مقابلہ میں) قتل کئے گئے یا مر گئے اللہ تعالےٰ ضرور اُن کو ایک عمدہ رزق دے گا۔ اور یقیناً اللہ تعالےٰ

لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ فقیر گوید یعنی بادشاہی آن روز خاص برای خدا است حکم خواہد کرد درمیانِ ایشان پس آنانکہ ایمان آوردند وکارہای شائستہ کردند در بہشتہای نعیم باشند وآنانکہ کافر شدند ودروغ شمردند آیاتِ ما را ایشان راست عذاب خوار کنندہ وآنانکہ ہجرت کردند درراہِ خدا بعدازان کشتہ شدند یا بموتِ طبیعی مُردند البتہ روزی خواہد داد خدا تعالیٰ ایشان را رزقِ نیک ہرآئینہ خدا ہمون است بہترین روزی دہندگان البتہ درآرد ایشان را بجائی کہ پسند کنند آن را و ہرآئینہ خدا دانای بُردبار است این است حال وہرکہ پاداش دہد بمثل آنچہ معاملہ کردہ شد با او باز تعدی کردہ شود بروے البتہ یاری خواہد داد او را خدای تعالیٰ ہرآئینہ خدا تعالیٰ درگزرندہ آمرزندہ است یعنی مہاجرینِ اوّلین از دستِ کفّار ایذای بسیار چشیدند اگر بمقابلۂ آن ایذائی بکفار رسانند عینِ عدل است واگر کفّار باز مجتمع شوند وانتقام این کشند نصرتِ الٰہی شاملِ حال مہاجرینِ اوّلین خواہد بود واین آیت ہم معنے ہمان آیت است کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بعدازان خدای تعالیٰ تقویت میکند وعدِ نصر را بہ بیان قدرتِ خویش در آفاق وانفس وبذکر تصرّفِ خود در عالم حسبِ ارادۂ خود باز فقیر گوید این آیت نص است در بشارتِ مہاجرین بہ بہشت در آخرت

سب دینے والوں سے اچھا (دینے والا) ہے (اور رزق حسن کے ساتھ) اللہ تعالیٰ اُن کو ایسی جگہ لیجاکر داخل کرے گا جس کو وہ بہت ہی پسند کریں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بہت حلم والا ہے۔ یہ (مضمون تو) ہوچکا اور جو شخص (دشمن کو) اُسی قدر تکلیف پہنچائے جس قدر (اُس دشمن کی طرف سے) اُس کو تکلیف پہنچائی گئی تھی (اور) پھر اُس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ تعالیٰ اُس شخص کی ضرور امداد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کثیر العفو کثیر المغفرت ہے۔" فقیر کہتا ہے یعنی بادشاہی اُس دن کی خاص خدا کے واسطے ہے وہ حکم کرے گا ان کے درمیان۔ پس جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے شائستہ کام کئے وہ نعمت والی بہشتوں میں ہوں گے اور جو کافر ہوئے اور اُنھوں نے ہماری آیات کو جھوٹا سمجھا اُن کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے اور جن لوگوں نے کہ ہجرت کی راہِ خدا میں اس کے بعد مارے گئے یا طبعی موت سے مرے البتہ روزی دے گا اللہ تعالیٰ اُن کو عمدہ رزق اور البتہ خدا ہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ وہ البتہ اُن کو ایسی جگہ لائے گا جس کو وہ پسند کریں گے اور بیشک خدا دانا اور بُردبار ہے۔ حال یہ ہے۔ اور جو کہ بدلہ دے ویسا ہی جیسا اُس سے معاملہ کیا گیا پھر اُس پر زیادتی کی جائے تو البتہ اُس کو اللہ تعالیٰ مدد دے گا بیشک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔ یعنی مہاجرین اوّلین نے کفّار کے ہاتھوں سے بہت تکلیفیں اُٹھائیں اگر اُن کے مقابلہ پر وہ بھی کفّار کو کوئی ایذا پہنچائیں تو یہ عین عدل ہے اور اگر کفّار پھر مجتمع ہوجائیں اور پھر اس ایذا کا انتقام لیں گے تو اللہ تعالیٰ کی امداد اِن مہاجرین اوّلین کے شاملِ حال ہوگی۔ اور یہ آیت اُسی آیت کے ہم معنے ہے (جو پہلے ذکر ہوچکی) کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ (۲۲:۳۹) (اب) لڑنے کے لئے ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے۔" اس کے بعد خدا تعالیٰ مدد کے وعدے کو تقویت دیتے ہیں دنیا کی تمام اطراف و جوانب اور نفوس میں اپنی قدرت کے بیان سے کہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ آخرت میں مہاجرین کو جنّت کی بشارت کے لئے یہ آیت نص ہے

و بنصر در دنیا و ہو المقصود عن عمر انہ کان یسجد سجدتین فی الحج و قال ان ہذہ السورۃ فضلت علی سائر القرآن بسجدتین عن ابی بکر الصدیق قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا صلی الصبح مرحبا بالنہار الجدید و الکاتب و الشہید اکتبا بسم اللہ الرحمن الرحیم اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ و اشہد ان الدین کما وصف والکتاب کما انزل و اشہد ان الساعۃ آتیۃ لا ریب فیہا و ان اللہ یبعث من فی القبور و عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسہ فی الآخرۃ عن ابن عمر ان عمر نہی ان تغلق ابواب دور مکۃ فان الناس کانوا ینزلون منہا حیث وجدوا حتی کانوا یضربون فساطیطہم فی الدور و عن عمر بن الخطاب ان رجلا قال لہ عند المروۃ یا امیر المؤمنین اقطعنی مکانا لی و لعقبی فاعرض عنہ عمر و قال ہو حرم اللہ سواء العاکف فیہ[1] والباد و عن عمر بن الخطاب قال احتکار الطعام بمکۃ الحاد بظلم عن عبید بن عمیر قال لقی عمر بن الخطاب رکبا یریدون البیت فقال من انتم فاجابہ احدثہم سنا فقال عباد اللہ المسلمون قال من این جئتم قال من الفج العمیق

اور دنیا میں مدد دینے پر۔ اور یہی مقصود ہے۔ اور عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ سورۂ حج میں دو سجدے کیا کرتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ اس سورت کو تمام قرآن (کی سورتوں) پر دو سجدوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکے نئے دن کو مرحبا اور لکھنے والے کو اور گواہی دینے والے کو (اس طرح) لکھا کرو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ دین ایسا ہی ہے جیسی اس کی تعریف کی گئی اور کتاب اللہ جیسی وہ نازل کی گئی (یعنے وہ منجانب اللہ ہے)۔ اور گواہی دیتا ہوں میں کہ قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں اور اس بات کی کہ اللہ تعالےٰ اہل قبور کو زندہ کر کے اُٹھائے گا۔ اور روایت ہے عمر رضی اللہ عنہ سے انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں حریر (ریشمی کپڑا) پہنا وہ آخرت میں اس کو نہیں پہنے گا۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ نے لوگوں کو اس سے منع کیا کہ مکہ کے گھروں کے دروازوں کو بند کر لیں کیونکہ (اس زمانہ میں عام طور پر یہ معمول تھا کہ) لوگ (عازمین حج) جس مکان کو پاتے تھے اسی میں اُتر جاتے تھے یہاں تک کہ گھروں میں ہی اپنے خیمے گاڑ دیا کرتے تھے۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اُن سے مروہ کے قریب کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ یہاں کی کوئی زمین مجھے دیدیجئے (جو میری ملک ہو) اور میرے وارثوں کی تو عمرؓ نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حرم ہے اس میں مسافر اور مقیم سب برابر ہیں۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مکہ میں طعام (غلہ وغیرہ) کو فروخت سے روک رکھنا خلاف دین ہے ظلم کے ساتھ۔ عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب سے ملاقات ہوئی شتر سواروں کے ایک قافلہ کی آپ نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو ایک نوجوان نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے مسلمان بندے۔ آپ نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ تو اس نے کہا کہ بہت دور دراز مقام

[1] ای المقیم والباد والمسافر من الاعراب او غیرہم ۱۲

قَالَ اینَ تریدون قَال البیتَ العتیقَ فقال عُمرُ تاَوَّہَا لِعُمر و اللّٰہ فقال عُمر مَن امیرکم فاشار الی الشیخ منہم فقال عُمر بل انت امیرہم لاحدہم سنا الذی اجابہ ؁ وعن ابن عباس قال رأیت عمر ابن الخطاب قَبَّلَ الحجر و سجد علیہ ثم قال رأیتُ رسولَ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم فعلَ ہٰذا ؁ عن محمد بن سیرین قالَ اشرَفَ علیہم عثمان مِن القصر فقال ائتونی برجلٍ تالیٍ کتاب اللّٰہ فاَتَوہ بصعصعۃِ ابن صَوحانَ فتکلم بکلامٍ فقال اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّہُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِہِمْ لَقَدِیْرٌ ۝ فقال لہ عثمان کذبتَ لیست لک و لا لِاَصحابک ولٰکنہا لِی ولاصحابی عن ابن عباس اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ الی مِن مکّۃ الی المدینۃ بِغَیْرِ حَقٍّ یعنے محمدًا صلے اللّٰہ علیہ وسلّم واصحابہ ؁ عن عثمان ابن عفان قال فینا نزلت ہٰذہ الآیۃ الَّذِین اُخرِجُوا من دیارہم بغیر حق الآیہ بعد ما اخرجنا من دیارِنا بغیر حق ثم مَکَّنّا فی الارض فاَقَمنا الصلوٰۃَ و آتینا الزکوٰۃ و اَمَرنا بالمعروف و نَہَینا عن المنکر فہی لِی ولِاَصحابی ؁ عن ثابت بن عرفجۃ الحضرمی قال حدّثنی سبعۃٌ و عشرونَ مِن اَصحاب علیٍّ و عبدِ اللّٰہ منہم لاحقُ بن الاقمر والعیزار بن جَرْوَل وعطیۃ القرظی انّ علیًّا قال انّما اُنزلت ہٰذہ الآیۃُ فی اَصحاب محمدٍ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ الآیۃ قال لَوْلَا دفع اللّٰہ باصحابِ

پھر آپ نے پوچھا کہ کہاں جاؤ گے تو اُس نے کہا کہ پُرانے گھر (یعنی خانہ کعبہ) میں۔ تو آپ نے فرمایا واللہ یہ عمرؓ سے ہیر پھیر کی باتیں کر رہا ہے۔ پھر عمرؓ نے اُن لوگوں سے کہا کہ تمھارا امیر کون ہے؟ تو اشارہ کیا اُن میں سے ایک بوڑھے کی طرف۔ تو عمرؓ نے کہا ہاں تو ان کا امیر ہے نہ یہ تو عمر جو جواب دے رہا تھا۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے اُنھوں نے کہا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا کہ اُنھوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور اس پر سجدہ کیا (یعنی پیشانی بھی اس سے ملادی) پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ مروی ہے محمد بن سیرین سے اُنھوں نے کہا کہ قصر کے اُوپر سے جھانک کر عثمانؓ نے (ان باغیوں سے جنھوں نے قصر کو گھیر رکھا تھا) کہا کہ میرے سامنے ایسے شخص کو لاؤ جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہو تو لوگ صعصعہ بن صوحان کو لائے۔ اُس نے آپ سے گفتگو کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّہُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِہِمْ لَقَدِیْرٌ ۝ (۲۲: ۳۹) (ترجمہ لکھا جاچکا ہے) تو اس سے عثمانؓ نے کہا تو جھوٹا ہے یہ آیت نہ تیرے لئے ہے نہ تیرے اصحاب کے لئے۔ لیکن وہ میرے لئے ہے اور میرے اصحاب کے لئے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ (جو لوگ نکالے گئے) یعنی مکّہ سے مدینہ کی طرف بِغَیْرِ حَقٍّ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحابؓ۔ اور مروی ہے عثمانؓ بن عفان سے اُنھوں نے کہا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اَلَّذِین اُخرِجوا من دیارہم بغیر حق الآیہ بعد اس کے کہ ہم اپنے گھروں سے بغیر حق کے نکالے گئے پھر ہم کو اس سرزمین کی حکومت دی گئی تو ہم نے نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ دی اور ہم نے نیک کام کا حکم کیا اور بُرے کام سے روکا۔ تو یہ آیت میرے اور میرے اصحاب کے حق میں ہے۔ اور مروی ہے ثابت بن عرفجہ حضرمی سے اُنھوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا علیؓ کے اور عبداللہؓ کے اصحاب میں سے ستائیس۲۷ لوگوں نے، اُن میں سے لاحق بن الاقمر اور عیزار بن جَرْوَل اور عطیۃ القرظی ہیں کہ علیؓ نے فرمایا کہ یہ آیت اصحاب محمدؐ کے بارے میں نازل ہوئی وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ الخ (اس تفسیر میں) فرمایا کہ لولا دفع اللّٰہ باصحاب

محمد من التابعین لهُدِّمت صَوامِعُ عن ابن ابی اوفٰی قال دخلتُ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد المدینۃ فجعل یقول اینَ فلانٌ اینَ فلان فلم یزل یتفقّدہم ویبعثُ الیہم حتے اجتمعوا عندَہ فقال انّی محدِّثکم بحدیثٍ فاحفظوہ وعُوہ وحدّثوا بہٖ من بعدکم اِنّ اللہ اصطفٰی من خلقہ خلقًا ثم تلا ھٰذہ الآیۃ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ۔ خلقًا یُدخلہم الجنّۃَ و انّی مُصطفٍ منکم من اُحِبُّ اَن اَصطفِیَہٗ و مُؤاخٍ بینکم کما اٰخَی اللہُ بینَ الملٰٓئکۃ قم یا ابا بکر فقامَ فجثٰی بین یدیہ فقال ان لک عندی یدًا انّ اللہ یجزیک بہا فلو کنتُ متخذًا خلیلًا لاتخذتُک خلیلًا و انت منّی بمنزلۃ قمیصی من جسدی و حرّک قمیصَہ بیدہ ثم قال اُدْنُ یا عمر فدنا فقال قد کنتَ شدید الشَّغَبِ علینا ابا حفص فدعوتُ اللہ ان یُعزّ الدّینَ بک او بابی جہل ففعل اللہ ذٰلکَ بکَ و کنتَ احبَّہما الیّ فانتَ معی فی الجنّۃ ثالثُ ثلٰثۃٍ من ھٰذہ الامّۃ

(بقول راوی ۱۲)

محدثین التابعین لہدمت صوامعُ (اب ترجمہ یہ ہوگا کہ اگر اللہ تعالیٰ تابعین پر سے بذریعہ اصحابِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم زور نہ گھٹوا دیتا تو ڈھا دیے جاتے خلوت خانے الخ) اور ابن ابی اوفیٰ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجدِ مدینہ میں پہنچا تو آپؐ نے فرمانا شروع کیا کہ کہاں ہیں فلاں بن فلاں اور آپ اُن کو ڈھونڈتے رہے اور اُن کے انتظار میں خاموش رہے یہاں تک کہ وہ سب آپؐ کے پاس جمع ہو گئے تو فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں اس کو یاد رکھو اور اچھی طرح محفوظ کر لو اور اپنے بعد والوں سے یہ بات کہدو کہ اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا اپنی مخلوق میں سے ایک مخلوق کو پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ الخ (۲۲: ۷۵) اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے احکام پہنچانے والے (مقرر فرما دیتا ہے) اور آدمیوں میں سے؟ (یعنی)، ایک مخلوق کو جن کو جنّت میں داخل کرے گا۔ اور میں تم میں سے جس کو میں منتخب کرنا چاہتا ہوں منتخب کرنے والا ہوں اور میں تم میں مواخاۃ کرنا چاہتا ہوں (یعنی ایک دوسرے کا بھائی بنانا چاہتا ہوں) جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں مواخاۃ کرائی ہے۔ اُٹھو اے ابو بکرؓ! تو ابو بکرؓ اُٹھے اور آپؐ کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا تمھارا مجھ پر حق ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس کی جزا دے گا۔ تو میں اگر کسی کو خلیل بناتا تو تم کو اپنا خلیل (یعنی دوست جانی) بناتا اور تم مجھ سے (قربت میں) بمنزلہ میری قمیص کے ہو میرے جسم کے ساتھ (راوی کا قول ہے کہ یہ فرماتے ہوئے) آپؐ نے اپنی قمیص کو ہاتھ سے حرکت دی۔ پھر فرمایا قریب آجاؤ اے عمرؓ! تو وہ قریب آگئے تو فرمایا کہ اے ابو حفصؓ تم کو ہم سے شدید خصومت تھی پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی کہ وہ دین کو غلبہ دے تمھاری ذات سے یا ابو جہل سے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو تمھارے حق میں قبول کیا اور دونوں میں سے تم میرے محبت بن گئے۔ تو تم میرے ساتھ جنت میں ہوگے اس اُمّت میں سے تم ثالث ثلاثہ[1]

[1] اس ارشاد کی ایک صداقت تو عیاں ہے کہ آنحضرتؐ کی قبر مبارک کے برابر ہی حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں یہ مقام روضہ من ریاض الجنۃ ہے۔ حضرت فاروقؓ جس طرح حیات میں ساتھ رہنے کی بنا پر ثالث ثلاثہ رہے بعد وفات بھی ثالث ثلاثہ رہے۔ کیا عجب ہے کہ اس ارشاد سے آپؐ نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہو ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

[2] امراست از دعی یعنی بمعنی نگاہ داشت و منہ یقال وعیت الحدیث ۱۲

ثم تنحّیٰ و آخا بینہ و بین ابی بکر ثم دعا عثمان بن عفان فقال ادن یا عثمان ادن یا عثمان فلم یزل یدنو منہ حتے انصق رکبتہ برکبۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم نظر الیہ ثم نظر الی السماء فقال سبحان اللہ العظیم ثلث مرار ثم نظر الی عثمان فاذا ازرارہ محلولۃ فزرّہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدہ ثم قال اجمع عطفے ردائک علے نحرک فان لک شانًا فی اہل السماء انت ممن یرد علی الحوض و اوداجہ تشخب دمًا فاقول لک من فعل ہذا بک فتقول فلان و فلان و ذلک کلام جبریل و ذلک اذ ہتف من السماء الا ان عثمان امیر علے کل خاذل ثم دعا عبد الرحمن بن عوف ثم قال ادن یا امین اللہ و الامین فی السماء یسلط اللہ علے مالک بالحق اما ان لک عندے دعوۃ و قد اخرتہا قال خر لی یا رسول اللہ قال حملتنی یا عبد الرحمن امانۃ اکثر اللہ مالک و جعل یحرک یدہ ثم تنحے و آخے بینہ و بین عثمان ثم دخل طلحۃ والزبیر فقال ادنوا منے فدنوا منہ فقال انتما حواری کحواری عیسے بن مریم ثم آخے بینہما ثم دعا سعد بن ابی وقاص و عمار بن یاسر

ہوگے (یعنی تین میں کا تیسرا۔ ایک خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوسرے ابوبکرؓ تیسرے عمرؓ) پھر آپؐ نے ان دونوں کی طرف متوجہ ہوکر مواخاۃ کرائی ان کے اور ابوبکرؓ کے درمیان۔ پھر آپؐ نے عثمانؓ بن عفان کو بلایا۔ فرمایا قریب ہوجاؤ اے عثمانؓ۔ وہ آپؐ کے قریب ہوتے رہے یہاں تک کہ ان کے گھٹنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے مل گئے۔ پھر آپؐ نے ان کی طرف دیکھا پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْم تین مرتبہ پھر آپؐ نے عثمانؓ کی طرف دیکھا کہ آپ کی قمیص کی گھنڈیاں کھلی ہوتی ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہاتھ سے لگایا۔ پھر فرمایا اپنی چادر کے دونوں پلّے اپنے سینہ پر اکٹھے کرو کیونکہ آسمان والوں میں تمہاری خاص شان ہے۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو میرے پاس حوض پر آئیں گے اور ان کی گردن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ پھر میں تم سے کہوں گا کہ تمہارے ساتھ ایسا کس نے کیا؟ تو تم کہوگے کہ فلاں اور فلاں نے۔ اور یہ کلام جبریلؑ کا ہے۔ اور یہ اس وقت کا ہے جب آسمان سے یہ آواز لگائی گئی تھی آگاہ رہو عثمانؓ امیر ہے ہر رسوا کرنے والے پر۔ پھر آپؐ نے عبد الرحمٰنؓ بن عوف کو بلایا اور فرمایا کہ قریب آجاؤ اے اللہ کے امین اور امین آسمان میں (یعنی آسمان میں تمکو امین کہا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ غالب کرے گا تم کو تمہارے مال پر جن کے ساتھ آگاہ ہو تمہارے لئے میرے پاس ایک دعا رہے اور میں نے اس کو مؤخر کردیا ہے۔ عبد الرحمٰنؓ نے کہا یا رسول اللہ جو میرے حق میں بہتر ہو وہ کیجئے۔ فرمایا کہ اے عبد الرحمٰن تم نے ہمارے پاس ایک امانت رکھی (یعنی وہ دعا بمنزلہ تمہاری امانت ہے۔ وقت مناسب پر ضرور کی جائے گی) اللہ تعالیٰ تمہارے مال کو بڑھائے اور آپؐ نے اپنے ہاتھ کو (بڑھنے کا اشارہ کرتے ہوئے) حرکت دینا شروع کی پھر آپؐ نے رُخ پھیرا اور ان کے اور عثمانؓ کے درمیان مواخاۃ کی۔ پھر داخل ہوئے طلحہؓ اور زبیرؓ۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ سے قریب ہوجاؤ تو یہ قریب آگئے پھر فرمایا کہ تم دونوں میرے حواری ہو جیسے عیسیٰ بن مریمؑ کے حواری تھے۔ پھر ان دونوں میں مواخات کرائی۔ پھر پکارا سعدؓ بن ابی وقاص اور عمارؓ بن یاسر کو

عــــه جمع ودج بالحرکۃ وہی ما احاط العنق من العروق یقطعہا الذابح و تشخب بمعنی تسیل ۱۲

فقال یا عمارُ تقتلک الفئۃُ الباغیۃُ ثم آخے بینھما ثم دعا ابا الدرداءِ و سلمانَ الفارسیَّ فقال یا سلمانُ انت منّا اہلَ البیت و قد آتاک اللہ العلمَ الاوّلَ و العلمَ الآخرَ و الکتاب الاوّل و الکتاب الآخر ثم قال الا اُرشدک یا ابا الدرداء قال بلیٰ یا رسولَ اللہ قال اِن تنقدھم ینقدوک و اِن ترکتھم لا یترکوک و اِن تھرب منھم یدرکوک فاقرضھم عرضک لیوم فقرک فآخیٰ بینھما ثم نظر فی وجوہ اصحابہ فقال اَبشروا و قرّوا اعیناً فانتم اوّلُ من یرد علیّ الحوضَ و انتم فی اعلی الغرفِ ثم نظر الیٰ عبد اللہ بن عمر فقال الحمد للہ الذی یھدی من الضلالۃ فقال علیٌّ یا رسولَ اللہ ذھبَ رُوحی و انقطع ظھری حینَ رأیتکَ فعلتَ ما فعلتَ باصحابک غیری فانْ کانَ من سخطٍ علیَّ فلکَ العُتبیٰ و الکرامۃ فقال و الذی بعثنی بالحقّ ما اَخّرتک اِلّا لنفسی فانتَ عندی بمنزلۃِ ھارونَ من موسیٰ و وارِثی فقال یا رسولَ اللہ ما اَرِثُ منک قال ما اَورثتِ الانبیاءُ قال و ما اورثت الانبیاءُ قبلکَ

اور فرمایا اے عمارؓ تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ پھر دونوں میں مواخاۃ کرائی۔ پھر آپؐ نے ابوالدرداءؓ اور سلمان فارسیؓ کو بلایا اور فرمایا کہ اے سلمانؓ تم ہمارے اہل بیت میں سے ہو اور تم کو اللہ تعالیٰ نے پہلا علم بھی دیا اور دوسرا بھی اور پہلی کتاب بھی دی اور دوسری کتاب بھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوالدرداءؓ کیا میں تم کو بھلائی کی بات نہ بتاؤں۔ اُنھوں نے کہا ضرور بتائیے یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم نے لوگوں پر (ملامت کا) نفاذ شروع کردیا تو وہ تم پر نفاذ شروع کردیں گے اور اگر تم ان کو چھوڑ دوگے تو وہ تمھیں نہ چھوڑیں گے اور اگر تم اُن سے بھاگوگے تو وہ تمھیں ڈھونڈ لیں گے۔ بس تم اُن کو اپنی آبرو قرض پر دیدینا اپنے محتاجگی کے دن کے لئے۔ پھر آپؐ نے ان دونوں کے درمیان مواخاۃ کرائی پھر آپؐ نے اپنے اصحابؓ کے چہروں کی طرف دیکھا پھر فرمایا تم خوشخبری سُن لو اور اپنی آنکھ ٹھنڈی کرو کہ تم سب سے پہلے میرے پاس حوض (کوثر) پر آجاؤگے اور تم بلند (بالاخانوں کی) کھڑکیوں میں بیٹھنے والے ہو۔ پھر آپؐ نے عبد اللہ بن عمرؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو گمراہی سے ہدایت کرتا ہے۔ اس کے بعد علیؓ نے کہا یا رسول اللہؐ میری جان نکل گئی اور کمر ٹوٹ گئی جب میں نے آپؐ کو اپنے اصحابؓ کے ساتھ وہ (لطف و کرم) کرتے ہوئے دیکھا جو آپؐ نے کیا ہے میرے سوا۔ (یعنے آپؐ نے مجھے نظر انداز کردیا) تو اگر آپؐ نے ایسا مجھ پر کسی ناراضگی کی وجہ سے کیا تو آپؐ کو ناراضگی اور کرم کا حق ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے تم کو پیچھے نہیں رکھا مگر اپنی ذات کے لئے تو تم میرے لئے اس مرتبہ میں ہو جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ تھے اور میرے وارث ہو۔ تو علیؓ نے عرض کیا کہ میں آپؐ سے وراثت میں کیا لوں گا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جو وراثت انبیاءؑ چھوڑا کرتے ہیں۔ علیؓ نے کہا انبیاءؑ نے آپؐ سے پہلے

ل یہ پیشگوئی ہے ابو درداءؓ کے متعلق کہ لوگ تم پر آوازے کسیں گے اور اعتراضات کریں گے اگر تم جواب دوگے تو لوگ اور آگے بڑھیں گے۔ اس لئے تم اعراض کرنا کسی کو جواب نہ دینا چنانچہ یہ چیزیں پیش آئیں۔ اقرضھم من عرضک کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ پیٹھ پیچھے تمھاری بُرائیاں کریں یا منہ پر، تو صبر کرنا گویا یہ اُن کے ذمہ تمھارا قرض رہے گا یہ اُن کے ذمہ رہنے دینا۔ یوم حشر میں جو انسان کے فقر کا دن ہے کہ اب وہ کوئی عملِ خیر نہیں کرسکے گا، تمھاری آبروریزی کا بدلہ تم کو اُن کی نیکیوں سے ملیگا جو حق تعالےٰ تمھیں دیدیں گے اور تمھیں وہ قرض وصول ہوجائیگا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

قال کتاب اللہ وسنۃ نبیھم و
انت معی فی قصری فی الجنۃ مع
فاطمۃ بنتی وانت اخی ورفیقی
ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم ہذہ الآیۃ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ
مُّتَقَابِلِیْنَ الاخلاء فی اللہ ینظر بعضھم
الی بعض عن عبد الرحمن بن عوف
قال قال لی عمر الستنا کنا نقرأ فیما نقرأ
وَجَاہِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِہَادِہٖ
فی آخر الزمان کما جاہدتم فی اولہ
قلتُ بلٰی فمتٰی ہذا یا امیر المؤمنین
قال اذا کانت بنو امیۃ الامراء
و بنو المغیرۃ الوزراء وعن محمد
ابن زید بن عبد اللہ بن عمر قال
قرأ عمر بن الخطاب ہذہ الآیۃ مَا
جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ
حَرَجٍ ثم قال ادعوا لی رجلاً من
بنی مدلج قال ما الحرج فیکم
قال الضیق۔

کیا وراثت چھوڑی تو آپؐ نے فرمایا کہ کتاب اللہ اور نبی کا خاص طریقہ۔
اور تم جنت میں میری ساتھ میرے قصر میں ہوگے میری بیٹی فاطمہؓ
سمیت۔ اور تم میرے بھائی اور میرے رفیق ہو۔ پھر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ
مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ (۱۵: ۴۷) کہ سب بھائی بھائی کی طرح تختوں پر آمنے
سامنے بیٹھا کریں گے۔" جو اللہ کے لئے باہم دوست ہیں وہ ایک
دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ مروی ہے عبدالرحمٰن بن عوف سے
انھوں نے بیان کیا کہ مجھ سے عمرؓ نے کہا کیا ہم اپنی تلاوت کے دوران
میں یہ نہیں پڑھتے رہے ہیں وَجَاہِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِہَادِہٖ
(۲۲: ۷۸) اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کہ
کوشش کرنے کا حق ہے۔" یعنے آخر زمانہ میں جس طرح تم نے جہاد
کیا اوّل زمانہ میں۔ میں نے کہا بیشک پھر یہ وقت کونسا ہوگا اے
امیرالمومنینؓ تو فرمایا کہ جب بنوامیہ اُمراء ہوں گے اور بنو مغیرہ
وزراء۔ اور محمد بن زید بن عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے انھوں نے
بیان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے یہ آیت پڑھی مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ الخ
(۲۲: ۷۸) (اُس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی
تنگی نہیں کی۔" پھر فرمایا کہ میرے پاس بنی مدلج کے کسی شخص کو لے کر
آؤ (جب ایک شخص آگیا تو) اُس سے عمرؓ نے کہا کہ تم میں "حرج"
کیا ہے؟ (یعنی حرج کا استعمال کس معنے میں کرتے ہو) اُس نے کہا ضیق
(یعنے تنگی)۔

آیات سُورۃ المؤمنون

قال اللہ تعالٰی قَدْ اَفْلَحَ
الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ
خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ
مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ
فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ
لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا
عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ
اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ
مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی
وَرَآءَ ذٰلِکَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الخ (۲۳: ۱ تا ۱۱)
بالتحقیق اُن مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی جو اپنی نماز میں
خشوع کرنے والے ہیں۔ اور جو لغو باتوں سے (خواہ قولی ہوں یا فعلی)
برکنار رہنے والے ہیں اور جو (اعمال و اخلاق میں) اپنا تزکیہ کرنے
والے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی (حرام شہوت رانی سے)
حفاظت رکھنے والے ہیں۔ لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی (شرعی)
لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی
الزام نہیں۔ ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا) طلبگار ہو

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۝ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

وقال تعالى اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝

فقیر گوید عفی عنہ سورۂ مؤمنون مکیہ است چون وصف مومنین بصفات کذا و کذا نمودہ آمد کہ در سابق مومنین از مہاجرین اولین بود بلکہ ایشان بآن صفات مشہور بودند آن جماعہ را وصف صلاح و وعدۂ جنت و مسارعت در خیر اثبات کردہ شد تعریض ظاہر آمد بر فضائل جماعۂ خاص کہ خلفاء در ان جماعہ داخل اند و ہو المقصود اخرج الترمذی عن عمر بن الخطاب قال کان اذا نزل علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الوحی یسمع عند وجہہ کدوی النحل فانزل علیہ یوما فمکثنا ساعۃ فسری عنہ فاستقبل القبلۃ

ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں۔ اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ (پس) ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

اور فرمایا ہے حق تعالیٰ نے اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا الخ (۲۳: ۵۵ تا ۶۱) کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم اُن کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم اُن کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی وجہ) نہیں جانتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ (اس ایمان میں) اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ہیں۔ اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (باوجود دینے کے) ان کے دل اس سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔ یہ لوگ (البتہ) اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور وہ اُن کی طرف دوڑ رہے ہیں۔"

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ سورۂ مؤمنون مکہ میں نازل ہوئی۔ جب مومنین کا وصف اُن صفات کے ساتھ مفصّل فرما دیا گیا کہ وہ ایسے اور ایسے ہیں اور یہ سب کی سب صفات سابق مومنین مہاجرین اولین میں موجود تھیں بلکہ وہ ان صفات کے ساتھ مشہور تھے اور اس جماعت کے لئے صالح ہونے کا وصف اور جنّت کا وعدہ اور خیر میں سبقت کرنا (آیاتِ مذکورہ میں) فرما دیا گیا تو تعریض یعنی روئے سخن واضح ہو گیا کہ اُس کا اشارہ ایک جماعتِ خاص کے فضائل کی جانب ہے کہ خلفاء اُس جماعت میں داخل ہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ اور اخذ کیا ترمذی نے، روایت ہے عمر بن الخطاب سے اُنھوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کو اپنے چہرے کے قریب ایسی آواز سنائی دیتی تھی جیسی شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے تو ایک مرتبہ آپ پر وحی نازل ہوئی تو ہم ایک ساعت ٹھہرے۔ جب وہ حالت نہ رہی تو آپ نے رُو بقبلہ ہو کر اپنے دونوں

فرفع یدیه فقال اللهم زدنا و لا تنقصنا
و اکرمنا و لا تهنا و اعطنا و
لا تحرمنا و آثرنا و لا تؤثر علینا
و ارض عنا و ارضنا ثم قال
لقد انزلت علی عشر آیات من
اقامهن دخل الجنة ثم قرء قد افلح
المؤمنون حتی ختم العشر عن ابی بکر
الصدیق قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم تعوذوا بالله من
خشوع النفاق قالوا یا رسول الله و ما
خشوع النفاق قال خشوع البدن
و نفاق القلب و عن مجاهد عن
عبد الله بن الزبیر انه کان یقوم
فی الصلوٰۃ کانه عود و کان
ابوبکر یفعل ذلک و قال مجاهد هو
الخشوع فی الصلوٰۃ و عن
اسماء بنت ابی بکر عن ام رومان والدۃ
عائشۃ قالت رآنی ابوبکر الصدیق
اتمیل فی صلوتی فزجرنی
زجرۃ کدت انصرف من صلوتی
ثم قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم
یقول اذا قام احدکم فی الصلوٰۃ فلیسکن
اطرافه لا یتمیل تمیل الیهود فان
سکون الاطراف فی الصلوٰۃ من تمام الصلوٰۃ
عن قتادۃ قال تسرت امرأۃ غلاما لها
فذکرت لعمر فسالها ما حملک علی هذا فقالت
کنت اری انه یحل لی ما یحل للرجل من ملک الیمین
فاستشار عمر فیها اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فقالوا
تاولت کتاب الله علی غیر تاویله فقال عمر لا جرم والله

ہاتھ اُٹھاتے اور دُعا کی یا اللہ ہم کو بڑھائیے اور کم نہ کیجئے۔ اور
ہم کو شرف عطا کیجئے اور ذلیل نہ کیجئے۔ ہم کو عطا فرمائیے اور
محروم نہ کیجئے۔ اور ہم کو مقدم رکھئے اور دوسروں کو ہم پر مقدم نہ
کیجئے اور ہم سے راضی ہوجائیے اور ہم کو راضی بنا دیجئے۔ پھر فرمایا مجھ پر
دس آیتیں نازل ہوئی ہیں جس نے اُن کو قائم کیا (یعنی اُن اوصاف
پر قائم ہوگیا جو اُن میں مذکور ہیں) وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر آپ نے
پڑھا قد افلح المؤمنون سے دس آیات کے ختم تک۔ ابوبکر صدیقؓ
سے مروی ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
نفاق کے خشوع (عاجزی) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ لوگوں نے کہا کہ
یا رسول اللہ نفاق کا خشوع کیا ہے؟ فرمایا بدن کا خشوع (یعنے
عاجزی کا اظہار کرنا) اور قلب کا نفاق۔ اور مروی ہے مجاہدؒ سے وہ
روایت کرتے ہیں عبداللہ بن زبیرؓ سے کہ وہ نماز میں اس طرح کھڑے
ہوتے تھے گویا کہ وہ ایک (گڑی ہوئی) لکڑی ہیں۔ اور اسی طرح
ابوبکرؓ کیا کرتے تھے۔ اور مجاہدؒ نے کہا کہ یہ ہے خشوع (کا طریقہ) نماز
میں۔ اور اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے وہ عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ
سے روایت کرتی ہیں کہ اُنھوں نے بیان کیا کہ مجھے ابوبکر صدیقؓ نے
دیکھا کہ میں اپنی نماز میں اِدھر اُدھر جھکتی تھی تو ابوبکرؓ نے مجھے اتنے
زور سے جھڑکا کہ قریب تھا کہ میں اپنی نماز سے ہٹ جاؤں۔ پھر کہا
کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے
تھے کہ جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو چاہیئے کہ اس کے اطراف
(یعنی ہاتھ اور ٹانگیں گردن) اِدھر اُدھر نہ جھکیں یہود کے جھکنے کی
طرح۔ نماز میں اطراف کا ساکن ہونا نماز کو پورا کرنے والا ہے۔
اور قتادہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنے غلام سے مباشرت
کی اُس کا حال بیان کیا گیا عمرؓ سے تو آپ نے اُس سے سوال کیا کہ اس فعل
پر تجھ کو کیسے جرأت ہوئی اُس نے کہا کہ میں یہ خیال رکھتی تھی کہ میرے
لئے وہ چیز حلال ہے جو مرد کے لئے اپنی ملک (یعنی لونڈی) سے حلال ہے۔
اس کے بعد عمرؓ نے مشورہ کیا اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے تو اُنھوں
نے کہا کہ اس نے کتاب اللہ سے اصل مفہوم کے خلاف معنے مراد لئے تو عمرؓ
نے کہا واللہ اب ایسا ضرور ہوگا کہ اس کے بعد میں تجھے کبھی کسی آزاد مرد

لا أحلك لحر بعده ابدًا كانه
عاقبها بذلك و درأ الحد عنها و
امر العبد ان لا يقربها عن
صالح ابی الخليل قال لما
نزلت هذه الآية على النبي صلى
الله عليه وسلم وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ
مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ الى قوله
ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ قال
عمر فتبارك الله أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ قال
والذي نفسي بيده انها ختمت بالذي
تكلمت به يا عمر عن الحسن ان عمر
ابن الخطاب أتي بفروة كسرى بن هرمز
فوضعت بين يديه و في القوم سراقة
ابن مالك فاخذ عمر سوارَيه فرمى بهما
الى سراقة فاخذهما فجعلهما في يديه
فبلغنا منكبيه فقال الحمد لله سواري كسرى
ابن هرمز في يدي سراقة بن مالك بن
جعشم اعرابي من بني مدلج ثم قال
اللهم اني قد علمت ان رسولك قد
كان حريصا على ان يصيب مالا ينفقه
في سبيلك وعلى عبادك فزويت عنه
ذلك اللهم اني اعوذ بك ان يكون
هذا مكرا منك بعمر ثم تلا أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا
نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ نُسَارِعُ لَهُمْ
فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ۝
وعن عمر بن الخطاب سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول كل سبب
ونسب منقطع يوم القيمة الا سببي ونسبي
عن ابي بكر الصديق انه قال يا رسول الله

کے لئے حلال نہ کروں گا گویا عمرؓ نے اُس عورت کو یہ سزا دی اور حقیقتاً
کو اُس سے روک دیا اور غلام کو حکم دیا کہ وہ کبھی اُس کے پاس نہ جائے۔
اور صالح ابی الخلیل سے مروی ہے کہ اُنھوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلے
اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ
آخر تک (۲۳: ۱۲ تا ۱۴) اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (یعنی
غذا) سے پیدا کیا.... پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اُس کو ایک
دوسری ہی (طرح کی) مخلوق بنا دیا۔ (یہاں تک رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے سُن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ
الْخَالِقِينَ ۝ (تو کیسی بڑی شان ہے اللہ تعالیٰ کی جو تمام صناعوں سے
بڑھ کر ہے) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُس
ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ آیت اسی پر ختم ہوئی ہے جو
تم بولے ہو اے عمرؓ۔ اور مروی ہے حسنؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس
بھیجی گئی دولت کسریٰ بن ہرمز کی اور وہ آپ کے سامنے رکھی گئی اور
قوم میں سراقہ بن مالک بھی تھے۔ عمرؓ نے کسریٰ کے دونوں کنگن اُٹھا کر
سراقہ کی طرف پھینک دیئے۔ سراقہ نے اُن کو لے کر اپنے دونوں ہاتھوں
میں پہنے تو اُن کی کہنیوں تک پہنچے۔ تو عمرؓ نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ
کسریٰ بن ہرمز کے کنگن سراقہ بن مالک بن جعشم کے ہاتھوں میں ہیں
جو ایک اعرابی تھا بنی مدلج میں کا۔ پھر کہا اے اللہ میں جانتا ہوں کہ
آپ کے نبیؐ کو اس کی بہت خواہش تھی کہ اُن کو بہت سا مال ملے تو
اُس کو آپ کی راہ میں خرچ کریں اور آپ کے بندوں پر اور آپ نے اُن کو
اُس سے بچائے رکھا۔ اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے
کہ یہ آپ کی طرف سے ایک گرفت بنے عمرؓ کے لئے۔ پھر آپ نے تلاوت کی
أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا الخ (۲۳: ۵۵-۵۶) کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے
ہیں کہ ہم اُن کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم اُن کو جلدی
جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی
وجہ) نہیں جانتے۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ ہر سبب اور
نسب ٹوٹنے والا ہے قیامت کے دن بجز میرے سبب اور نسب کے۔ مروی
ہے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ مجھے

علمنی دعاءً ادعوا بہ فی صلوٰتی قال
قل اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً و
انہ لا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی
مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت
الغفور الرحیم۔

قال اللہ تعالیٰ فی قصۃ براءۃ عائشۃ
رضی اللہ عنہا وَلَا یَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ
مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی
الْقُرْبٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَالْمُھٰجِرِیْنَ فِیْ
سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا
اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ
وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ
یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ
لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ
عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ یَّوْمَ تَشْھَدُ
عَلَیْھِمْ اَلْسِنَتُھُمْ وَاَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ
بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْھِمُ
اللّٰہُ دِیْنَھُمُ الْحَقَّ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ
اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ۝ اَلْخَبِیْثٰتُ
لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ
وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ
لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا
یَقُوْلُوْنَ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ
کَرِیْمٌ ۝

فقیر گوید عفی عنہ کہ در
کلمہ اولوا الفضل والسعۃ
تعریض ظاہر است بصدیق اکبر
رضی اللہ عنہ بشہادۃ
سیاق و سباق

کوئی دعا تعلیم فرما دیجئے جو میں اپنی نماز میں پڑھ لیا کروں۔ فرمایا یہ
کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی الخ اے اللہ میں نے اپنے نفس پر
بہت ظلم کیا اور گناہوں کو آپ کے سوا کوئی نہیں بخشتا تو اپنی طرف
سے میرے سب گناہ آپ معاف فرما دیجئے اور مجھ پر رحم فرما دیجئے بیشک آپ ہی ہیں بہت مغفرت
کرنے والے بہت رحم کرنے والے۔

آیات سورۃ النور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کے قصہ میں حق تعالیٰ
نے فرمایا وَلَا یَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ الخ (۲۴: ۲۲ تا ۲۶) اور جو لوگ
تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت
کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے
سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیے کہ یہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔
کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردے
بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں
کو جو پاکدامن ہیں (اور ایسی باتوں کے کرنے سے بالکل) بے خبر
ہیں (اور) ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی
جاتی ہے اور ان کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا۔ جس روز ان کے
خلاف میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی گواہی
دیں گے) ان کاموں کی جو یہ لوگ کرتے تھے۔ اس روز اللہ تعالیٰ
ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا اور (اس روز ٹھیک ٹھیک)
ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے (اور)
بات (کی حقیقت) کو کھول دینے والا ہے۔ (اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ)
گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی
عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں
کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے
ہیں۔ یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ منافق بکتے پھرتے ہیں۔ ان
(حضرات) کے لئے (آخرت میں) مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی
جنت) ہے۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ کلمہ اولوا الفضل والسعۃ میں تعریض ظاہر
ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف ہے سیاق و سباق (انداز کلام

وسبب نزول و ظاہر آں است کہ
از فضل فضل فے الدین مراد باشد
تا تکرار لازم نیاید بلکہ فی الحقیقت
نہی خاص برائے محسنین است اگر
شخصے شخصے را رنجانیدہ باشد
بغیر حق و او بر رنجانندہ خود بذل
مال خود نکند آثم نباشد بالاتفاق
پس مراد اینجا نہی باعتبار منزلت محسنین
است و در کلمہ اولٰئک مبرءون آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبرؓ
و حضرت عائشہؓ و صفوانؓ بن معطل
ہمہ داخل اند و دخول عائشہؓ و صفوانؓ
خود ظاہر است اما آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر ازاں سبب کہ
اگر خدا نکردہ تحققے دراں افک می
بود لوثے ازاں بدامن پاک آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم می رسید
بجہت نسبت فراش ولوثے بصدیق اکبرؓ عائد
می شد بجہت نسبت ولادت۔

قال اللہ تعالےٰ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ
آمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ
فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ
قَبْلِھِمْ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی
ارْتَضٰی لَھُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ
اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ
فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

فقیر گوید ایں آیت نص است در اثبات خلافت خلفاء
و تاویلات بعیدہ کہ اہل اہوا میکنند ایشاں را از وادی عصیاں
بر نمی آرد چنانکہ در فصل سیوم بسط نمودیم عن حارثۃ بن مضرب قال

اور واقعاتِ پیش آمدہ) اور سبب نزول کی شہادت ہے۔ اور ظاہر
یہ ہے کہ فضل سے دینی فضیلت مراد ہوگی تاکہ تکرار لازم نہ آئے (کیونکہ
دنیاوی فضیلت لفظ السعۃ سے مفہوم ہو رہی ہے) بلکہ درحقیقت
(تمام محسنین کے لئے یہ نہی عام نہیں ہے) یہ نہی خاص محسنین کے لئے ہے۔
اگر کوئی شخص کسی شخص کو بغیر حق کے رنج پہنچائے اور وہ اُس رنج پہنچانے
والے پر اپنا مال خرچ نہ کرے تو وہ بالاتفاق گنہگار نہ ہوگا۔ تو یہاں
پر جو نہی مراد ہے وہ مرتبۂ محسنین کے اعتبار سے ہے (مطلب یہ ہوگا کہ
اتنے بڑے مرتبہ کے محسنین کے لئے یہ زیبا نہیں ہے) اور کلمۂ اُولٰئِکَ
مُبَرَّءُوْنَ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ اور
حضرت عائشہؓ اور صفوانؓ بن معطل سب داخل ہیں۔ حضرت عائشہؓ
اور صفوانؓ کا (جن سے منافقین نے اُن کو متہم کیا تھا) داخل ہونا تو
کھلی ہوئی بات ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ
اس سبب سے داخل ہیں کہ اگر خدانخواستہ اس بہتان میں کچھ بھی حقیقت
نکل آتی تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن پاک پر بھی
دھبہ لگتا زوجیت کی نسبت کی وجہ سے اور صدیق اکبرؓ پر عائد ہوتا نسبت
ولادت کی وجہ سے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا الخ (۲۴:۵۵)
"جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالےٰ وعدہ
فرماتا ہے کہ اُن کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا
فرمائیگا جیسا اُن سے پہلے (اہلِ ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی۔
اور جس دین کو (اللہ تعالےٰ نے) اُن کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام)
اس کو اُن کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دیگا اور اُن کے اس خوف
کے بعد اس کو مبدل بہ امن کردے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں
(اور) میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص بعد (ظہور)
اس وعدے کے ناشکری کریگا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔"

فقیر کہتا ہے کہ یہ آیت نص ہے خلافت خلفاءؓ کے اثبات میں
اور اہلِ ہوا (یعنی شیعہ) جو تاویلات بعیدہ کرتے ہیں وہ اُن کو
گناہ کی وادی سے باہر نہیں نکال سکتیں جیسا ہم نے تیسری فصل
میں مفصل لکھدیا ہے۔ اور مروی ہے حارثہ بن مضرب سے انھوں نے کہا کہ

كتب الينا عمر بن الخطاب ان تعلموا سورة
النساء و الاحزاب و النور عن عمر
عن النبي صلى الله عليه وسلم الا
الذين تابوا من بعد ذلك واصلحوا
قال توبتهم اكذابهم انفسهم فان
كذبوا انفسهم قبلت شهادتهم عن
سعيد بن المسيب قال شهدت عمر
ابن الخطاب حين جلد قذفة المغيرة
ابن شعبة منهم ابوبكرة و نافع
و شبل ثم دعا ابابكرة فقال ان
تكذب نفسك تجز شهادتك فابى
ان يكذب نفسه ولم يكن عمر يجيز
شهادتهما حتى هلكا فذلك قوله الا الذين
تابوا و توبتهم اكذابهم انفسهم و
عن عمر بن الخطاب قال لا يجتمع المتلاعنان
ابدا عن عائشة قالت انزل الله
عذري و كادت الامة تهلك في سببي
فلما سري عن رسول الله صلى الله
عليه وسلم و عرج الملك قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لابي اذهب
الى ابنتك فاخبرها ان الله قد انزل لي
عذرها من السماء قالت فاتاني ابي
وهو يعدو ويكاد ان يعثر فقال البشرى يا بنية
بابي و امي فان الله قد انزل عذرك
قلت بحمد الله لا بحمدك و لا بحمد
صاحبك الذي ارسلك ثم دخل
رسول الله صلى الله عليه وسلم فتناول ذراعي
فقلت بيده هكذا فاخذ ابوبكر النعل ليعلوني به
فمنعته فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم

عمر بن الخطابؓ نے ہم کو لکھا کہ سورۃ نساء اور احزاب اور سورۃ نور
سیکھو۔ مروی ہے عمرؓ سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلے اللہ
علیہ وسلم سے اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا الخ (۲۴: ۵) لیکن جو لوگ اس
(تہمت لگانے) کے بعد (خدا کے سامنے) توبہ کرلیں اور (اپنی حالت
کی) اصلاح کرلیں" فرمایا کہ ان کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفسوں
کو خود کاذب قرار دیں تو اگر انھوں نے اپنے نفسوں کی تکذیب کی
ہے تو اُن کی شہادت قبول کرلی جاتی ہے۔ سعید بن المسیب سے مروی
ہے انھوں نے کہا کہ میں موجود تھا جب عمرؓ نے کوڑے لگوائے مغیرہ
ابن شعبہ پر تہمت لگانے والوں کے ان میں ابوبکرۃ بھی تھے اور
نافع اور شبل۔ پھر عمرؓ نے ابوبکرۃ کو بلایا اور فرمایا کہ اگر تو اپنے نفس
کی تکذیب کرے تو ہم تیری شہادت قبول کرلیں گے اس پر ابوبکرۃ نے
اپنے نفس کی تکذیب سے انکار کردیا اور عمرؓ اُن دونوں کی شہادت
کو کبھی قبول نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ وہ دونوں ہلاک ہوگئے
تو یہ مفہوم ہے ارشادِ باری تعالیٰ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا کا کہ وہ اپنے
نفسوں کو کاذب قرار دیں۔ اور مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ
آپ نے فرمایا کہ ایک دوسرے پر لعنت کرنے والے دو شخص کبھی جمع نہ
ہوں۔ مروی ہے عائشہؓ سے انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری
بے گناہی کو نازل کیا اور مجھ پر بہتان کے سبب سے امت ہلاکت کے قریب
ہو چکی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حالتِ وحی مرتفع ہوگئی
اور فرشتہ عروج کرگیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے باپ سے
فرمایا کہ اپنی بیٹی کے پاس جاؤ اور اُس کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے
اُس کی بے گناہی کو آسمان سے نازل فرمایا ہے۔ فرماتی ہیں کہ پھر
میرے پاس میرے باپ تیز دوڑتے ہوئے آئے کہ قریب تھا کہ گر پڑیں
اور کہا کہ میری بٹیا خوشخبری سُن میرے ماں باپ تیرے قربان اللہ تعالیٰ
نے تیری بے گناہی نازل کردی ہے۔ میں نے کہا شکریہ اللہ کا، نہ تمھارا
اور نہ تمھارے صاحب کا جنھوں نے تم کو بھیجا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے میرا بازو پکڑا تو میں نے آپ کے
ہاتھ سے (اشارہ کرکے بتایا کہ) اس طرح چھوڑا دیا۔ پھر ابوبکرؓ نے جوتا
اُٹھا کر میرے مارنا چاہا۔ میں نے اُس کو روکا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے

فقال اقسمت لا تفعل و عن عائشۃ
لما نزل عذرها قبل ابوبکر رأسها
فقالت الا عذرتنی فقال ای
سماء تظلنی و ای ارض تقلنی
ان قلت مالا اعلم عن قتادۃ
فی قولہ ولا یأتل اولوا الفضل
منکم الآیۃ قال نزلت ہذہ
الآیۃ فی رجل من قریش یقال
لہ مسطح کان بینہ وبین ابی بکر
قرابۃ و کان یتیماً فی حجرہ و
کان فیمن اذاع علی عائشۃ
ما اذاع فلما انزل اللہ
براءتہا و عذرہا حلف ابوبکر
لا یرزؤہ خیرا فانزل اللہ
ہذہ الآیۃ فذکر لنا ان نبی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم دعا ابابکر
فتلاہا علیہ فقال اما تحب ان
یغفر اللہ لک قال بلی قال
فاعف عنہ و تجاوز فقال
ابوبکر لا جرم واللہ لا امنعہ
معروفا کنت اولیہ قبل
الیوم و قد روی ذلک من
جماعۃ منہم عائشۃ و ابن عمر
و ابن عباس والحسن و محمد
ابن سیرین وغیرہم عن ابی بکر
الصدیق قال اطیعوا اللہ فیما
امرکم بہ من النکاح ینجز لکم
ما وعدکم من الغنی قال تعالی
ان یکونوا فقراء

اور (ابوبکرؓ سے) کہا میں قسم دیتا ہوں ایسا نہ کرو۔ اور مروی ہے عائشہؓ
سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن کی بے گناہی کو نازل کر دیا تو ابوبکرؓ نے
اُن کے سر کو بوسہ دیا تو عائشہؓ نے شکوہ کیا کہ آپ نے میری مدافعت نہ
کی تو ابوبکرؓ نے کہا کہ کونسا آسمان مجھے اپنے سایہ میں لیتا اور کونسی زمین
مجھے اُٹھاتی (یعنی میرا کہاں ٹھکانا ہوتا) جب میں وہ بات کہتا جس کے بارے
میں مجھے کچھ علم نہ تھا۔ (کہ یہ بات اللہ کو ناپسند ہے کہ وہ بات کہی
جائے جس کا اپنے کو علم نہ ہو)۔ مروی ہے قتادہؓ سے ارشادِ حق تم وَلَا
یَاْتَلِ اولوا الفضل منکم الخ کے بارے میں اُنھوں نے کہا کہ یہ آیت
قریش میں کے ایک شخص مسطح کے بارے میں نازل ہوئی۔ اُس کے اور
ابوبکرؓ کے درمیان قرابت تھی اور یہ یتیم تھا جو اُن کی گود میں پلا
تھا اور یہ بھی اُن لوگوں میں تھا جنھوں نے حضرت عائشہؓ پر لگائے
گئے بہتان کے پھیلانے میں حصہ لیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے عائشہؓ
کی برات اور بے گناہی کو نازل فرمایا تو ابوبکرؓ نے حلف کیا کہ اب وہ
اس کی مالی امداد نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
اس کے متعلق ہم سے ذکر کیا گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو
بلایا اور اُن کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا کیا تم یہ
پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہارے گناہ معاف کردے۔ ابوبکرؓ نے کہا
بیشک پسند کرتا ہوں۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا پھر تم اُس کو معاف کرو
اور درگزر کرو۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ آج سے پہلے جو میں اس کو دیا کرتا
تھا اب یہ ضروری ہے واللہ میں اُس نیک سلوک کو اُس سے نہ
روکوں گا۔ اور اُن سے یہ بات ایک جماعت سے مروی ہے جن میں سے
عائشہؓ ہیں اور ابن عباسؓ اور حسنؒ اور محمدؒ بن سیرین اور دوسرے
حضرات ہیں۔ ابوبکرؓ صدیق سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نکاح کے بارے
میں جو حکم اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے تم اس کی اطاعت کرو تو جو وعدہ
غنا کا اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا ہے وہ اس کو پورا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے اِن یکونوا فقراء الخ (۲۴: ۳۲) (اور تم میں (یعنی احرار
میں) جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور (اسی طرح)
تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو اس (نکاح) کے لائق ہوں
اُن کا بھی) اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ (اگر چاہے گا)

يغنهم الله من فضله وعن قتادة قال
ذكر لنا ان عمر بن الخطاب قال ما رايت كرجل
لم يلتمس الغناء في الباءة وقد وعد الله
فيها ما وعد فقال ان يكونوا فقراء يغنهم
الله من فضله عن عمر بن الخطاب
قال ابتغوا الغناء في الباءة وفي لفظ
اطلبوا الفضل في الباءة وتلا
ان يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله
عن انس بن مالك قال سألني سيرين
المكاتبة فابيت عليه فاتى عمر بن الخطاب
فاقبل علي بالدرة وقال كاتبه و
تلا فكاتبوهم ان علمتم فيهم خيرا
فكاتبته عن عمر انه كاتب عبدا له يكنى
ابا امية فجاء بنجمه حين حل قال يا ابا امية
اذهب فاستعن به في مكاتبتك قال
يا امير المؤمنين لو تركته حتى يكون
من آخر نجم قال اخاف ان لا
ادرك ذلك ثم قرأ وآتوهم
من مال الله الذي آتاكم عن السدي
قال كان لعبد الله بن ابي جارية
تدعى معاذة فكان اذا نزل ضيف
ارسلها اليه ليواقعها ارادة الثواب
منه والكرامة له فاقبلت الجارية
الى ابي بكر فشكت ذلك اليه
فذكره ابو بكر للنبي صلى الله
عليه وسلم فامره بقبضها فصاح
عبد الله بن ابي من يعذرنا
من محمد يغلبنا على مماليكنا
فنزلت الآية يعني ولا تكرهوا فتياتكم

ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔" اور مروی ہے قتادہ رض سے انھوں نے کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ عمر رض بن الخطاب نے فرمایا کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے غنا کو نکاح کے ذریعہ حاصل کرنا نہ چاہا ہو اور اللہ تعالےٰ نے اس کے بارے میں جو کچھ وعدہ کیا ہے وہ عیاں ہے۔ فرمایا ہے اِنْ یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ۔ مروی ہے انس رض بن مالک سے انھوں نے کہا کہ مجھ سے (میرے غلام) سیرین نے مکاتبت کا سوال کیا تو میں نے اُس کا انکار کر دیا۔ اُس نے عمر رض بن الخطاب سے کہدیا تو وہ میرے پاس دُرّہ لے کر آئے اور فرمایا کہ اُس سے مکاتبت کر اور یہ آیت پڑھی فَكَاتِبُوهُمْ (۳۳:۲۴) (اور تمھارے مملوکوں میں سے جو مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں) ان کو مکاتب بنا دیا کرو اگر اُن میں بہتری (کے آثار) پاؤ۔" تو میں نے اُس سے مکاتبت کر لی۔ عمر رض سے مروی ہے کہ اُنھوں نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنایا جس کی کُنیت ابو اُمیہ تھی۔ تو وہ اپنی قسط لے کر آیا جب وقت معین آگیا۔ آپ نے کہا کہ اے ابا اُمیہ جا اس سے اپنی مکاتبت (یعنی آئندہ اقساط کے لئے تجارت وغیرہ کے ذریعہ روپیہ کمانے) میں مدد حاصل کر۔ ابو اُمیہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رض اگر آپ قسط چھوڑیں تو وہ آخری قسط ہو (یعنی یہ لے لیجئے اور آخری چھوڑ دیجئے) تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میں اس کو (یعنی آخری قسط کے وقت کو) نہ پا سکوں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَآتُوهُمْ الخ (۳۳:۲۴) اور اللہ تم کے (دیئے ہوئے) اس مال میں سے اُن کو بھی دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے۔" سدی سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن اُبَی (منافق) کی ایک باندی تھی جس کو معاذہ کہا جاتا تھا۔ جب اُس کے یہاں کوئی مہمان آتا تو اُس کے پاس معاذہ کو بھیجتا تاکہ وہ اس سے مباشرت کرے اُس مہمان کا شکریہ لینے اور اپنی بڑائی جتانے کے لئے۔ وہ باندی ابو بکر رض کے پاس آئی اور اُن سے اس امر کی شکایت کی۔ اُنھوں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے اُس کو حکم دیا کہ وہ اس باندی سے یہ فعل کرانے سے باز رہے۔ یہ سُنکر عبد اللہ بن اُبَی چیخنے لگا کہ کون ہے جو محمد سے ہمیں بچائے کہ وہ اب ہم پر ہمارے مملوکوں کے بارے میں بھی زیادتی کر رہے ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا تُكْرِهُوا الخ (۳۳:۲۴) اور اپنی (مملوکہ) لونڈیوں کو زنا کرانے پر

ے ای من یقوم بعذری ومن ینصرنی علیہ ان کافیتہ علی صنیعہ ۱۲

علی البقاء۔ اخرج الترمذی عن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ائتدموا بالزیت وادھنوا بہ فانہ یخرج من شجرۃ مبارکۃ عن شریک ابن نملۃ قال ضفت عمر بن الخطاب لیلۃ فاطعمنی کسورا من رأس بعیر بارد واطعمنا زیتا وقال ھذا الزیت المبارک الذی قال اللہ لنبیہ عن ابی العالیۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ بمکۃ نحوا من عشرین سنۃ یدعون الی اللہ وحدہ وعبادتہ وحدہ لاشریک لہ سرا وھم خائفون لا یؤمرون بالقتال حتی امروا بالھجرۃ الی المدینۃ فقدموا المدینۃ فامرھم اللہ بالقتال وکانوا بھا خائفین یمسون فی السلاح ویصبحون فی السلاح فغبروا بذالک ماشاء اللہ ثم ان رجلا من اصحابہ قال یارسول اللہ ابد الدھر نحن خائفون ہکذا امایأتی علینا یوم نأمن فیہ ونضع السلاح فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن تغبروا الا یسیرا حتی یجلس الرجل فی الملأ العظیم محتبیا لیست فیھم حدیدۃ فانزل اللہ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما الی آخر الاٰیۃ فاظھر اللہ نبیہ علی جزیرۃ العرب فآمنوا ووضعوا السلاح ثم ان اللہ قبض نبیہ فکانوا کذالک آمنین فی زمان ابی بکر وعمر وعثمان حتی وقعوا فیما وقعوا وکفروا النعمۃ فادخل اللہ علیھم الخوف

مجبور مت کرو" اخذ کیا ترمذی نے، عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روغن زیت کو اپنا سالن بناؤ اور اس کی بدن پر مالش بھی کرو کہ یہ ایک مبارک درخت سے نکلتا ہے۔ شریک ابن نملہ سے مروی ہے بیان کیا کہ میں ایک رات عمرؓ کے پاس مہمان ہوا تو انھوں نے مجھے اونٹ کی سری کی بہت اچھی بوٹیاں کھلائیں اور ہم کو روغن زیت کھلایا اور کہا کہ یہ زیتِ مبارک وہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے کیا ہے۔ اور ابو العالیہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ مکہ میں تقریباً بیسؓ سال تک خفیہ طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتے رہے کہ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس حال میں کہ وہ خائف رہے، اُن کو قتال کا حکم نہیں دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر مامور ہوئے اور مدینہ آگئے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُن کو قتال کا حکم دیا، اور مدینہ میں وہ خائف ہی رہے۔ ہتھیار بندی کے ساتھ اُن کی شام ہوتی اور ہتھیار بندی کے ساتھ اُن کی صبح ہوتی۔ اسی حال پر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا انھوں نے زمانہ گزارا۔ پھر ایک شخص نے آپ کے اصحابؓ میں سے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہم ہمیشہ کے لئے اسی طرح خائف ہی رہیں گے یا ہم پر کوئی ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں ہم مطمئن ہوں گے اور ہتھیار رکھدیں گے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر ہرگز زیادہ زمانہ نہیں گزرے گا مگر تھوڑا سا کہ آدمی بیٹھے ہوں گے بہت بڑی جماعت میں گھٹنوں پر ہاتھ لپیٹے ہوئے، اُن میں لوہے کی کسی چیز کا نشان بھی نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ آخر آیت تک (۲۴: ۵۵) (ترجمہ لکھا جاچکا ہے) پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو جزیرۂ عرب پر غالب کردیا تو لوگ امن وچین سے رہنے لگے اور انھوں نے ہتھیار رکھدیے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو وفات دی پھر لوگ ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کے زمانہ میں بھی اسی طرح امن سے رہتے رہے یہاں تک کہ پھر لوگ جن ہلکات میں گرنا چاہا گر گئے اور انھوں نے کفرانِ نعمت کیا تو پھر اللہ تعالےٰ نے (امن کے بجائے) اُن پر خوف کو مسلط کردیا

الذی کان یرفع عنہم و اتخذوا الحجر و الشرط و غیروا فغیر ما بہم۔

قال اللہ تعالیٰ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَاۗءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰۗىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَـيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝

جو اُن سے اُٹھا لیا گیا تھا۔ اور انھوں نے حجاب اور سپاہی رکھ لئے (جس سے اُن تک عوام کی رسائی بند ہو گئی) اور وہ بدلے تو اُن کے ساتھ جو معاملہ تھا وہ بھی بدل دیا گیا۔

آیات سورۃ الفرقان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ الخ (۲۵: ۶۳ تا ۷۶) اور (حضرت) رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب اُن سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات (چیت) کرتے ہیں تو وہ دفع شر کی بات کہتے ہیں اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام (یعنی نماز) میں لگے رہتے ہیں۔ اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دُور رکھیے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔ بیشک وہ جہنم بُرا ٹھکانا اور بُرا مقام ہے۔ (یہ تو اُن کی حالت طاعاتِ بدنیہ میں ہے) اور (طاعاتِ مالیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ) وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور اُن کا خرچ کرنا اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔ اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر، اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اُس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اُس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (و خوار) ہو کر رہے گا۔ مگر جو (شرک و معاصی سے) توبہ کر لے اور ایمان (بھی) لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اور جو شخص (جس معصیت سے) توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے تو وہ (بھی عذاب سے بچا رہے گا کیونکہ وہ) اللہ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے۔ اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر (اتفاقاً) بیہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت اُن کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے تو اُن (احکام) پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝

فقیر گوید عفی عنہ سنۃ اللہ در قرآنِ عظیم چنان جاری شدہ کہ اہلِ نجات را با اہلِ ضلال ہر جا در میزان اعتبار می سنجند و اوصاف ہر فریق را بیان می کنند آن یکے را بعذابِ الیم ایعاد می نمایند و آن دیگر را بنعیم مقیم وعدہ میدہند و در عد اوصاف فریقین بفرض و احتمال اکتفا نمی نمایند بلکہ اوصاف موجودہ در فریقین بلکہ اوصافیکہ بآن ہر دو فریق مشہور شدہ باشند ذکر می فرمایند مانند آنکہ از شبہات کفار غیر آنچہ برزبانِ ایشان گذشت و در مجالس و محافل بآن نطق می نمودند مذکور نمیشود و بسوالاتِ مقدرہ و احتمالاتِ بعیدہ متوجہ نمیشوند و مانند آنکہ در بابِ احکام نکاح و طلاق و غیر آن بصورِ محتملہ غیر واقعہ نمی پردازند چون این اصل را فہمیدی بدانکہ خدای تعالےٰ در سورۃ فرقان شبہاتِ کفار و جبلیاتِ ایشان نیز مے شمارد و پاداش ہر یکے و قطع مادۂ ہر اشکالے بیان می نماید بعد ازان صفاتِ عباد اللہ المقربین ذکر مے فرماید و انجا بر صفاتِ ثابتہ مشہورہ در اشخاص موجودین یومئذ اکتفا میکند تا بادلالتِ عامہ خود تعریض باشد بحاضرین و عباد الرحمٰن الذین الآیہ و آن صفاتِ وقارا ست

اور ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا کرنا اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے۔ ایسے لوگوں کو (بہشت میں رہنے کو) بالاخانے ملیں گے بوجہ ان کے (دین و طاعت پر) ثابت قدم رہنے کے اور ان کو اس (بہشت) میں (فرشتوں کی جانب سے) بقا کی دعا اور سلام ملے گا (اور) اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے۔"

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ اس طرح جاری ہے کہ اہلِ نجات کا ہر موقع پر اہل ضلالت کے ساتھ عبرت دلانے کے لئے موازنہ کراتے رہتے ہیں اور ہر فریق کا انجام بیان کر دیتے ہیں اس ایک (اہلِ ضلالت فریق) کو عذابِ الیم کی وعید بتاتے ہیں اور اس دوسرے (اہلِ نجات فریق) کو جنتِ جاودانی کا وعدہ دیتے ہیں اور فریقین کے اوصاف کو شمار کرنے میں فرض کر لینے پر اور احتمال پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان اوصاف کا ذکر کرتے ہیں جو فریقین میں موجود ہیں بلکہ ایسے اوصاف جن سے فریقین مشہور ہوں جیسا کہ کفار کے شبہات میں سے بجز ان شبہات کے جو ان کی زبانوں پر آئے اور وہ اپنی محفلوں اور مجلسوں میں ان کو کہتے رہے ہیں اور فرضی شبہات پر کلام نہیں ہوتا اور سوالات مقدرہ (کہ اگر کوئی اعتراض کرے تو یہ جواب ہے) اور احتمالات بعیدہ پر متوجہ نہیں ہوتے اور مانند نکاح و طلاق وغیرہ کے احکام کی احتمالی غیر واقعی صورتوں میں مشغول نہیں ہوتے۔ جب اس اصل کو تم نے سمجھ لیا تو جان لو کہ سورۃ فرقان میں کفار کے شبہات اور ان کے طبعی خصائل کو بھی شمار کر رہے ہیں اور ہر ایک کی پاداش و انجام کو بھی۔ اور ہر ایک اشکال کی جڑ اکھاڑ دینے والا بیان بھی فرما رہے ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کی صفات ذکر فرماتے ہیں اور (معمول کے مطابق) اس موقع میں بھی ان ایام میں جو اشخاص موجود تھے ان کی ان صفات کے بیان پر اکتفا کر رہے ہیں جو ان میں موجود تھیں اور مشہور تھیں تاکہ دلالتِ عامہ کے ساتھ ان حاضرین پر تعریض ہو جائے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ الآیہ۔ اور وہ سب بہ نسبت جاہلین علم اور

وحلم بہ نسبتِ جاہلان مواظبت بر نماز تہجد و خشیت از عذاب آخرت و پناہیدن ازان بربّ العزّت تبارک و تعالےٰ و اقتصاد در صرف اموال و توحید عبادت و ترکِ قتل نفس و اجتناب از زنا و احتراز از حضورِ مجالس زور و بصیرت[1] نبالیش در وقتِ استماع آیات اللہ و دعاء بجناب الٰہی بقرۃ عین در اولاد و ازواج و ایشان را غرفہ کہ اعلےٰ موضع است در بہشت وعدہ میدہد وحاضرین آن وقت نبودند الا سابق مؤمنین از مہاجرین اوّلین و ناہیک بہ من فضیلۃ اخرج مالک والشیخان عن عمر بن الخطاب قال سمعتُ ہشام ابن حکیم یقرأ سورۃ الفرقان فی حیاۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاستمعتُ لقراءتہ فاذا ہو یقرأ علےٰ حروفٍ کثیرۃ لم یُقرِئنیہا رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فکدتُ اُساوِرُہ[2] فی الصلٰوۃ فتصبرتُ حتی سلّم فلبّبتُہ[3] بردائہٖ فقلتُ من اَقرأک ہذہ السورۃ التی سمعتُک تقرأ قال اَقرأنیہا رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقلتُ کذبتَ فانّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد اقرأنیہا علےٰ غیر ما قرأتَ فانطلقتُ بہٖ اَقودہ الےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ انی سمعتُ ہٰذا یقرأ سورۃَ الفرقان علیٰ حروفٍ لم تُقرئنیہا فقال رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اِقرأ یا ہشامُ فقرأ علیہ القراءۃَ التی سمعتُہٗ یقرأ

وقار کی صفات ہیں۔ نماز تہجد پابندی سے ادا کرنا اور عذاب آخرت سے ڈرتے رہنا اور ربّ العزّت تبارک و تعالےٰ سے اُس عذاب سے پناہ مانگتے رہنا۔ اور صرفِ اموال میں میانہ روی اختیار کرنا اور صرف خدائے واحد کی عبادت کرنا اور قتلِ نفس کا ترک کر دینا اور زنا سے بچتے رہنا اور جھوٹی غپ شپ کی مجالس کی شرکت سے پرہیز کرنا اور اللہ کی آیات کے سُننے کے وقت عقیدتمندی کے ساتھ علےٰ وجہ البصیرت اُن کو سمجھنا اور بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کرنا کہ اُن کو اولاد اور بیویوں (کے اعمالِ خیر) سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما۔ ان حضرات سے غرفہ کا وعدہ فرمایا ہے ہیں جو بہشت کا بلند مقام ہے۔ اور اُس وقت کے حاضرین میں بجز سابق ایمان لانے والوں اور مہاجرین اوّلین کے اور کوئی بھی نہ تھا۔ کیا اب بھی اُن کی فضیلت کے اعتراف سے تمھارے لئے کوئی مانع باقی رہ گیا ہے؟ اور مالکؒ اور بخاریؒ اور مسلمؒ نے اخذ کیا، روایت ہے عمرؓ بن الخطاب سے اُنھوں نے کہا کہ مَیں نے سُنا ہشام بن حکیم سے کہ وہ (نماز میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں سورۃ فرقان پڑھ رہے تھے۔ تو میں نے اُن کی قرارت کو کان لگا کر سُنا تو معلوم ہوا کہ وہ ایسے حروفِ کثیرہ کے ساتھ پڑھ رہے ہیں جو مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھائے تھے تو میں نے اُن کے ساتھ نماز میں آویزش شروع کر دی (یعنی لُقمے دینا اور وہ لیتے نہیں تھے) پھر میں رُک گیا۔ یہاں تک کہ جب اُنھوں نے سلام پھیر لیا تو مَیں نے اُن کی چادر جا پکڑی اور کہا کہ یہ سورۃ جو میں نے تم سے سُنی ہے جس کی تم قرارت کر رہے تھے تم کو کس نے پڑھائی ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہے میں نے کہا تو نے جھوٹ بولا کیونکہ یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھائی ہے وہ تیری قرارت سے مختلف ہے۔ پھر میں اُن کو لے کر چلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے اس کو سورۃ فرقان پڑھتے ہوئے سُنا ایسے حروف پر جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ہشامؓ مجھے پڑھ کر سُناؤ تو ہشام نے آپ کے سامنے اُسی طرح پڑھا جس طرح میں نے اُن سے سُنا تھا۔

[1] بصیرت ۱۲ [2] از مساورہ بمعنی بر یکدیگر بر جستن ۱۲ [3] از تلبیب یعنے گریبان گرفتن و کشیدن در خصومت ۱۲

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذلک اُنزلت ثم قال اقرأ یا عمر فقرأت القراءۃ التی اقرأنی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذلک اُنزلت اِنّ ھٰذا القرآن اُنزل علی سبعۃ احرف فاقرؤا ما تیسر منہ عن عبداللہ بن المغیرۃ قال سُئل عمر بن الخطاب عن نسب و صہر فقال ما اُراکم الّا و قد عرفتم النسب فاما الصہر فالاختان و الصحابۃ عن الحسن ان عمر اطال صلوٰۃ الضحٰی فقیل لہ صنعت الیوم شیئا لم تکن تصنعہ فقال انہ بقی علیّ من وردی شیئٌ فاحببت ان اُتمّہ او قال اقضیہ، وتلا ہٰذہ الآیۃ و ھو الذی جعل الیل و النھار خلفۃ الآیۃ و عن عمر انہ رای غلاما یتبختر فی مشیتہ فقال لہ ان البختریۃ مشیۃ تکرہ الّا فی سبیل اللہ وقد مدح اللہ اقواما فقال وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا فاقصد فی مشیتک۔

تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ اے عمرؓ تم پڑھو۔ تو میں نے اس قرارت سے پڑھا جو آپ نے مجھے پڑھائی تھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سُن کر فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے تو قرارت کرو جس طرح آسان ہو۔ عبداللہ بن المغیرہ سے مروی ہے کہ عمرؓ ابن الخطاب سے سوال کیا گیا نسبا، رصہر کے متعلق۔ تو فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ نسب کو تو تم لوگ سمجھے ہو۔ رہا صہر تو اُس سے مُراد اختان[۱] ہیں یعنے داماد۔ اور حسنؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ نے ظہر کی نماز لمبی کردی تو آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ایسا کیا جو پہلے آپ نہیں کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بات یہ تھی کہ میرے ورد میں سے کچھ باقی رہ گیا تھا تو میں نے چاہا کہ اُس کو پورا کرلوں یا یہ فرمایا کہ اُس کو ادا کردوں اور آپ نے یہ آیت پڑھی وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ الخ (۲۵: ۶۲) اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے بنائے الخ اور عمرؓ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے ایک لڑکے کو اکڑ کر چلتے ہوئے دیکھا تو اُس سے فرمایا کہ اکڑ کر چلنا مکروہ ہے مگر اللہ کے راستے میں اور حق تعالےٰ نے کچھ اقوام کی مدح میں فرمایا ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الخ (۲۵: ۶۳)

اور (حضرت) رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں؛ تو اپنی رفتار میں سنجیدگی اختیار کرو۔

آیات سورۃ الشعراء

قال اللہ تعالےٰ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ عَصَوْکَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝ الَّذِیْ یَرٰىکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الخ (۲۶: ۲۱۴ تا ۲۲۰)

اور آپ (سب سے پہلے) اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرائیے اور ان لوگوں کے ساتھ (تو مشفقانہ) فروتنی سے پیش آئیے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں۔ اگر یہ لوگ (جن کو آپ نے ڈرایا ہے) آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کہدیجئے کہ میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں۔ اور آپ خدائے قادر ورحیم پر توکل رکھئے جو آپ کو جس وقت کہ آپ (نماز کے لئے) کھڑے ہوتے ہیں اور (نیز نماز شروع کرنے کے بعد) نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو دیکھتا ہے وہ خوب سُننے والا خوب جاننے والا ہے۔

---

[۱] ختن کی جمع ہے یعنے داماد اور علماء لُغت کے نزدیک اس کا اطلاق ہر ایسے شخص پر ہوگا جو عورت کی طرف سے تعلّق رکھتا ہو جیسے اُس کے باپ یا بھائی تو (ان کو اَختان کہتے ہیں۔ لیکن عام اہل زبان بیٹی کے شوہر کو کہتے ہیں ۱۲)

فقیر گوید عفی عنہ خدائی تعالی در سورۂ شعراء
قصہ ہفت پیغامبر علیہم الصلوٰۃ والسلام بیان مے
فرماید بعد ازاں اثبات نزول قرآن بر دل مبارک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از جانب حق بواسطۂ
جبرئیل ؑ می نماید و دلیل حقیت آن می آرد کہ علمائے
اہل کتاب بسبب مذکور بودن آن در زبر اولین
حقیت آن را می شناسند باز فائدہ نزول قرآن
بر مرد عربی بلسان عرب نہ بر شخص عجمی بزبان
عجم ارشاد میکند وَلَوْ نَزَّلْنٰہُ باز مستحکم بودن
انکار در قلوب اہل شقاق افادہ میفرماید
کَذٰلِکَ سَلَکْنٰہُ بعد ازاں تقویت مید ہد حقیت
قرآن را بآنکہ قرآن از باب القای شیاطین نیست
بدو وجہ یکے آنکہ شیاطین از وصول بملأ اعلی
کہ محل انعقاد احکام الٰہیہ است برائی مصالح
جمہور بنی آدم محروم اند دوم آنکہ سنت اللہ چنان
جاری شدہ کہ القای شیاطین نمی باشد مگر بر
نفوس دنیّہ خبیثہ زیرا کہ مناسبت درمیان
مفید و مستفید شرط است ونفس مبارک آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم از نفوس عالیہ قدسیہ
است در غایت طہارت اعمال و اخلاق ونیز
ازباب شعر نیست کہ کار شعراء غالباً افراط
است در مدح و ہجو و تشبیب وامثال آن و باصلاح اخلاق
و اعمال و ہدایت خلق اللہ مناسبتے ندارند وایجا در ہر مسئلہ مراد
اصلاح اخلاق و اعمال ہست کما لا یخفی در ضمن این
تقریر شریف مے فرماید فَلَا تَدْعُ یعنی بر توحید عبادت
مستمر باش و نزدیک ترین قبیلہ خود را بتخصیص انذار
کن و با جمعے کہ پیروی تو کردہ اند بتواضع پیش آئی و اگر آن امت دعوت
فرمان تو بجا نیارند توکل کن بر خدای عز وجل وغبار تشویش
از انکار ایشان باید کہ بر خاطر تو نہ نشیند باز فقیر میگوید کہ

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے سورۂ شعراء میں سات پیغمبروں کا
علیہم الصلوٰۃ والسلام قصہ بیان فرماتے ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطۂ
جبریل ؑ قرآن کے نزول کا اثبات فرماتے ہیں۔ اور اس کے حق ہونے
کی دلیل یہ لاتے ہیں کہ علماء اہل کتاب اس وجہ سے کہ اس کا ذکر انبیاء
سابقین کی کتابوں میں موجود ہے (جن کو وہ پڑھتے ہیں) اس کے
حق ہونے کو پہچانتے ہیں۔ پھر ایک عربی مرد پر عربی زبان میں نزول
قرآن کے ہونے اور عجمی شخص پر عجمی زبان میں نزول نہ ہونے کا فائدہ
ارشاد فرماتے ہیں وَلَوْ نَزَّلْنٰہُ سے۔ پھر اہل عناد کے قلوب میں انکار
کے مستحکم ہونے کا ذکر فرماتے ہیں کَذٰلِکَ سَلَکْنٰہُ سے۔ اس کے بعد
قرآن کی حقیقت کے ثبوت کو قوت پہنچاتے ہیں اس بیان سے کہ قرآن
شیطانی القاء میں سے نہیں ہے دو وجہ سے۔ ایک یہ کہ شیاطین
ملأ اعلیٰ میں پہنچنے سے جہاں احکام الٰہیہ منعقد ہوتے ہیں محروم
ہیں۔ دوسری یہ کہ قانون الٰہی اس طرح جاری ہو چکا ہے کہ القاء
شیاطین بجز کمینہ اور ناپاک نفوس کے اور کسی پر نہیں ہوتا کیونکہ
مفید (فائدہ پہنچانے والے) اور مستفید (فائدہ حاصل کرنے والے)
کے درمیان مناسبت شرط ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
نفس مبارک نفوس عالیہ قدسیہ میں سے ہے اور اعمال و اخلاق کی
پاکیزگی کی انتہا پر پہنچا ہوا۔ نیز یہ قرآن شعر کی قسم میں سے بھی نہیں
ہے کہ شعراء کا کام اکثر و بیشتر مبالغہ ہوتا ہے مدح میں اور ہجو میں
اور غزلیں کہنا اور اسی طرح کی چیزیں اور وہ اخلاق و اعمال کی
اصلاح اور خلق اللہ کی ہدایت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور
یہاں ہر مسئلہ میں جو چیز مدّ نظر ہے وہ اخلاق و اعمال کی اصلاح ہے۔
یہ کوئی مخفی بات نہیں۔ اس تقریر مبارک کے ضمن میں فرماتے ہیں فَلَا
تَدْعُ یعنی توحید عبادت پر دوامًا قائم رہو اور اپنے نزدیک ترین قبیلہ
کو بالتخصیص اللہ تعالیٰ سے ڈراؤ اور اس جماعت کے ساتھ جنہوں نے
آپ کی پیروی کی ہے تواضع سے پیش آئیے اور اگر وہ امت دعوت
آپ کا فرمان نہ بجا لائیں تو آپ اللہ عزوجل پر توکل کیجئے اور ان کے
انکار سے تشویش کا غبار آپ کے قلب پر نہ بیٹھنا چاہئیے پھر فقیر کہتا ہے کہ

خدای تعالیٰ پیغامبر خود را صلی اللہ علیہ وسلم بخفض جناح بنسبت طائفہ کہ بایمان مشرف شدہ اند ارشاد مے فرماید وایں سورہ بے شبہ مکیہ است و آنانکہ دراں وقت مؤمن بودند و اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کردہ اند نیستند مگر سُبّاق مؤمنین از مہاجرین اولین و ناہیک بہ من فضیلۃ عن ابن عباس اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا قال ابوبکر و عمر و علیؓ وعبداللہ بن رواحۃ وروی من طرق متعددۃ ان حسان بن ثابت لما استاذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ہجاء قریش قال اذہب الی ابی بکر فلیحدثک حدیث القوم و ایامہم و احسابہم عن عائشۃ قالت کتب ابی فی وصیتہ سطرین بسم اللہ الرحمن الرحیم ہذا ما اوصے ابوبکر بن ابی قحافۃ عند خروجہ من الدنیا حین یؤمن الکافر ویتقے الفاجر ویصدق الکاذب انی استخلفت علیکم عمر بن الخطاب فان یعدل فذلک ظنی بہ ورجائی فیہ وان یجر ویبدل فلا اعلم الغیب وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

قال اللہ تعالیٰ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی آللّٰہُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ فقیر گوید عفی عنہ خدای تعالیٰ در سورہ نمل اہلاک ثمود و قوم لوط بسبب طغیان و کفر ایشان ذکر میفرماید بعد ازاں

خدا تعالیٰ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو اس جماعت کے ساتھ جو ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں فروتنی و تواضع کے لئے ارشاد فرما رہے ہیں اور یہ سورت بے شبہ مکیہ ہے اور جو لوگ کہ اس زمانہ میں مؤمن تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر رہے تھے وہ بجز ان ہی مؤمنین سابقین اور مہاجرین اولین کے اور کوئی نہ تھا۔ اب ان کی فضیلت کے تسلیم کرنے میں تم کو کوئی تأمل نہ رہنا چاہیئے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا الخ (۲۶ : ۲۲۷) ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انھوں نے بکثرت اللہ کا ذکر کیا" کہا کہ وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور علیؓ اور عبداللہؓ بن رواحہ ہیں۔ اور متعدد طریقوں سے مروی ہے کہ حسانؓ بن ثابت نے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قریش کی ہجو کے لئے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ تم ابوبکرؓ کے پاس جاؤ وہ تمھیں قوم کی بہت سی باتیں اور ان کی لڑائیوں کے قصے اور ان کے حسب بتا دیں گے۔ مروی ہے عائشہؓ سے کہ میرے باپ نے اپنی وصیت میں یہ دو سطریں لکھی تھیں "بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ وصیت ہے جو ابوبکرؓ بن ابی قحافہ نے کی دنیا سے اپنے رخصت ہونے کے وقت جب کہ ہر کافر ایمان لے آتا ہے اور ہر فاجر خدا سے ڈرنے لگتا ہے اور ہر جھوٹا سچا ہو جاتا ہے کہ میں تم پر خلیفہ بناتا ہوں عمرؓ بن الخطاب کو۔ اگر اس نے عدل کیا تو میرا گمان اس کے بارے میں یہی ہے اور اگر اس نے ظلم کیا اور بدل دیا (اپنے حال کو) تو میں غیب نہیں جانتا وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا الخ (۲۶ : ۲۲۷) اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنھوں نے ظلم کیا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے"۔

آیات سورۃ النمل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الخ (۲۷ : ۵۹) آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام (نازل) ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے۔ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں"۔ فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سورۃ نمل میں ثمود اور قوم لوط کو بسبب ان کی گمراہی اور کفر کے ہلاک کر دینے کے واقعات بیان فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد

ارشاد میکند قُلِ الحمد لِلّٰہ بگو ہمہ ستائش مر خدائے را است بر نصرتِ انبیاء و اہلاک اشقیاء و سلامت است از آفاتِ دنیا و آخرت برائی بندگانِ او کہ برگزیدایشان را و برگزیدنِ او سُبحانہ بندگانِ خود را درجات دارد مرتبۂ لنے آن علے الاطلاق اصطفاءِ انبیاء است علیہم السّلام برسائر خلق بعد ازان جماعۂ از میان مسلمین برائے اعلائی کلمۃ اللہ و نصر رُسل اللہ ایشان را برگزید سباق مؤمنین اند و بیک معنے اصطفا تمام اُمّتِ مرحومہ را شامل است قال تعالیٰ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا الآیہ ظاہر آیت آن است کہ در مقابلۂ اشقیاء کہ ساعی در اعلاء کلمۂ کفر بودند سباق مؤمنین را کہ مساعی جمیلہ در اعلائی کلمۂ حق صرف نمودہ اند مراد داشتہ اند ولہٰذا اکثر مفسّرین باصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر کردہ اند برین تقدیر منقبتِ عظیمہ است سباق مؤمنین را از مہاجرینِ اوّلین عن ابن عباس فی قولہ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى قال ہم اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم اصطفاہم اللہ لنبیہٖ عن سفیان الثوری فی قولہ وسلامٌ علے عبادہ الذین اصطفٰی قال نزلت فی اصحابِ محمدٍ خاصۃً۔

ارشاد فرماتے ہیں قُلِ الحمد لِلّٰہ یعنی کہو کہ تمام تعریف صرف اللہ کے لئے ہے انبیاءؑ کو مدد دینے پر اور اشقیاء کو ہلاک کر دینے پر اور دُنیا اور آخرت کی آفات سے سلامتی ہے اُس کے اُن بندوں کے لئے جن کو اُس نے مقبول کیا۔ اور حق سُبحانہ کا بندوں کو مقبول کرنا درجات رکھتا ہے جو اُن کا علے الاطلاق سب سے اُونچا مرتبہ ہے وہ تمام خلق پر انبیاء علیہم السّلام کا اصطفاء یعنی مقبولیت ہے، اس کے بعد مسلمانوں میں کی اُن جماعتوں کا مرتبہ ہے جن کو اُس نے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو مدد دینے کے لئے منتخب فرمایا وہ سابقین مؤمنین ہیں اور ایک معنے سے اصطفاء (برگزیدگی) تمام اُمّتِ مرحومہ کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الخ (۳۲:۳۵) پھر یہ کتاب ہم نے اُن لوگوں کے ہاتھ میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے (تمام دُنیا کے) بندوں میں سے پسند فرمایا الخ۔" ظاہر معنے آیت کے یہ ہیں کہ اشقیاء کے مقابلہ پر جو کلمۂ کفر کے بلند کرنے میں ساعی تھے مؤمنین سابقین کو جنھوں نے کلمۂ حق کے بلند کرنے میں مساعیٔ جمیلہ صرف کی ہیں مراد لیا گیا ہے اور اسی بناء پر اکثر مفسّرین نے اس کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے کی ہے۔ اس معنی سے بہت بڑی منقبت ثابت ہوتی ہے مؤمنین سابقین کی جو مہاجرین اوّلین میں سے تھے۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے آیت وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى کے متعلق، کہ وہ اصحابِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے برگزیدہ کیا تھا۔ سفیان ثوری سے مروی ہے آیت وَسلامٌ علے عبادہ الّذین اصطفٰی کے بارے میں کہ یہ خاص طور پر اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

آیات سورۃ القصص

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ قال انّ موسٰے وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ فلمّا فرغوا اعادوا الصخرۃ علی البئر

عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے اُنھوں نے فرمایا کہ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ الخ (۲۳:۲۸) (اور موسیٰؑ) جب مدین کے پانی (یعنی کنویں) پر پہنچے تو اس پر (مختلف) آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا جو پانی پلا رہے تھے۔" جب وہ فارغ ہو گئے تو اُنھوں نے پتھر کو پھر کنویں کے مُنہ پر ڈھک دیا اور (وہ اتنا

و لا یطیق رفعھا الا عشرۃ رجال
فاذا ھو بامرأتین قال ما خطبکما
فحدثتاہ فأتی الحجر فرفعہ وحدہ
ثم استقی فلم یستق الا ذنوبا
واحدا حتی رویت الغنم فرجعت
المرأتان الی ابیھما فحدثتاہ
و تولی موسیٰ الی الظل
فقال رب انی لما انزلت الی
من خیر فقیر قال فجاءتہ
احدٰھما تمشی علی استحیاء
واضعۃ ثوبھا علی وجھھا لیست
بسلفع من النساء خراجۃ ولاجۃ
قالت ان ابی یدعوک لیجزیک
اجر ما سقیت لنا فقام معھا
موسیٰ فقال لھا امشی خلفی
و انعتی لی الطریق فانی
اکرہ ان تصیب الریح ثیابک
فتصف لی جسدک فلما انتھی
الی ابیھا قص علیہ فقالت احداھما
یا ابت استأجرہ ان خیر من
استأجرت القوی الامین قال
یا بنیۃ ما علمک بامانتہ و قوتہ قالت
اما قوتہ فرفعہ الحجر و لا یطیقہ الا
عشرۃ رجال واما امانتہ فقال امشی
خلفی وانعتی لی الطریق فانی اکرہ ان
تصیب الریح ثیابک فتصف لی جسدک
فزادہ ذلک رغبۃ فیہ فقال انی
ارید ان انکحک احدی ابنتی الی قولہ ستجدنی
ان شاء اللہ من الصالحین

بھاری پتھر تھا کہ دس مردوں سے کم اس کو نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اچانک اُن کی نظر دو عورتوں پر پڑی قَالَ مَا خَطْبُكُمَا تو موسیٰؑ نے پوچھا تمہارا کیا مطلب ہے تو اُنھوں نے اُن کو بتایا تو وہ پتھر کے پاس پہنچے اور تنہا انے اُس کو اُٹھا دیا پھر پانی کھینچنا شروع کیا تو ایک ہی ڈول کھینچا تھا کہ بکریاں سیراب ہو گئیں۔ اس کے بعد دونوں عورتیں اپنے باپ کے پاس پہنچیں اور ان سے بیان کیا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ اور موسیٰؑ سایہ میں جا بیٹھے فَقَالَ رَبِّ الخ (۲۸:۲۴) پھر دعا کی کہ اے میرے پروردگار (اس وقت) جو نعمت آپ مجھ کو بھیجدیں میں اس کا (سخت) حاجتمند ہوں۔ کہا فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ (۲۸:۲۵) سو موسیٰؑ کے پاس ایک لڑکی آئی شرماتی ہوئی چلتی تھی" اپنے مُنہ پر کپڑا رکھے ہوئے تھی نہ وہ عورتوں میں تیز زبان تھی اور نہ جلدی جلدی گھر کے اندر باہر دوڑنے والی قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ الخ کہنے لگی کہ میرے والد تم کو بُلاتے ہیں تاکہ تم کو اس کا صلہ دیں جو تم نے ہماری خاطر (ہمارے جانوروں کو) پانی پلایا تھا۔ تو موسیٰؑ اُس کے ساتھ چل کھڑے ہوئے اور اس سے کہا کہ تو میرے پیچھے چل اور مجھے راستہ بتاتی رہ کیونکہ مجھے یہ بُرا معلوم ہوتا ہے کہ ہوا تیرے کپڑوں کو اُڑائے اور تیرا جسم میرے سامنے آئے۔ پھر جب یہ اس عورت کے باپ کے پاس پہنچے تو ان کو اپنی سرگزشت سُنائی فَقَالَتْ اِحْدٰىهُمَا الخ (۲۸:۲۶) (پھر) ایک لڑکی نے کہا کہ ابا جان آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط (ہو اور) امانت دار (بھی) ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ بیٹی تجھے اس کی قوت اور امانت کا علم کیسے ہوا؟ اس نے کہا کہ قوت کا علم تو اس کے پتھر اُٹھانے سے ہوا اور اس کو دس آدمیوں سے کم نہیں اُٹھا سکتے۔ اور اس کی امانت اس سے معلوم ہوئی کہ اس نے کہا کہ میرے پیچھے چل اور مجھے راستہ بتاتی رہ کیونکہ مجھے یہ ناگوار ہے کہ تیرے کپڑے ہوا سے اُڑیں اور تیرا جسم مجھ پر ظاہر ہو تو اس سے ان کی رغبت موسیٰ کی طرف بڑھ گئی فَقَالَ اِنِّيْ اُرِيْدُ تا مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۲۸:۲۷) (وہ بزرگ موسیٰ علیہ السلام سے) کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو پھر اگر تم دس سال پوری کرو تو یہ

الے فی حسن الصحبۃ والوفاء بما قلتُ قال موسےٰ ذٰلک بینی و بینک ایّما الاجلین قضیتُ فلا عدوان علیّ قال نعم قال اللہ علےٰ ما نقولُ وکیلٌ فزوجہ و اقام معہٗ یکفیہ ویعمل لہٗ فی رعایۃ غنمہ و مایحتاج الیہ و زوّجہ صفورۃ و اُختھا شرفا وھما اللتان کانتا تذودان وعن عمر بن الخطاب فی قولہ تمشی علی استحیاء قال جاءت مُستترۃ بکُمّ درعھا علے وجھھا۔

قال اللہ تعالےٰ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّھُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَھَا اللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

یعنے اے بندگانِ من کہ ایمان آوردہ اید ہر آیینہ زمینِ من فراخ است پس خاص مرا عبادت کنید یعنی اگر قوم شما از اخلاص در عبادت مانع می شوند

تمھاری طرف سے (احسان) ہے اور میں (اس معاملہ میں) تم پر کوئی (حقیقت) ڈالنا نہیں چاہتا (اور) تم مجھ کو انشاء اللہ تعالےٰ خوش معاملہ پاؤگے؛ یعنے حُسنِ صحبت (عمدگی کے ساتھ میل جول) اور جو کچھ کہدیا اُس کو پورا کرنے میں۔ قَالَ موسےؑ نے کہا ذٰلِکَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ تا عَلَیَّ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان (پکی) ہوچکی اور دو مدتوں میں سے جس (مدت) کو بھی پورا کردوں مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا۔ اُنھوں نے کہا ہاں۔ موسیٰؑ نے کہا وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ (۲۸: ۲۸) اور ہم جو (معاملہ کی) بات چیت کررہے ہیں اللہ تعالےٰ اُس کا گواہ (کافی) ہے؛ تو اُنھوں نے موسیٰؑ کی شادی کردی اور وہ اُن کے ساتھ مقیم ہوگئے اُن کے سب کام کرتے تھے اور اُن کی بکریاں چرانے میں لگے رہتے تھے اور جس کام کی ان کو حاجت ہوتی۔ اور اُن کی شادی صفورہ سے کی اور اس کی بہن شرفا تھی اور یہ دونوں وہی تھیں جو اپنی بکریوں کو (قوم کی بکریوں کے ساتھ پانی پلانے سے) روک رہی تھیں۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ کی تفسیر میں، آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے کُرتے کی آستین سے مُنہ چھپائے ہوئے آئی تھی۔

آیات سورۂ عنکبوت

اللہ تعالےٰ نے فرمایا یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا (۲۹: ۵۶تا۶۰)

اے میرے ایماندار بندو میری زمین فراخ ہے سو خالص میری ہی عبادت کرو۔ ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ہم اُن کو جنت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ کام کرنے والوں کا کیا اچھا اجر ہے۔ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر توکل کیا کرتے تھے اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اُٹھا کر نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ ہی اُن کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی، اور وہ سب کچھ سُنتا ہے سب کچھ جانتا ہے۔

(حضرت شاہ صاحبؒ کا ترجمہ و تفسیر) یعنے اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو البتہ میری زمین کشادہ ہے پس خاص میری ہی عبادت کرو یعنی اگر تمھاری قوم والے عبادت خالص کرنے سے مانع ہوتے ہیں تو

ہجرت کنید تا اخلاص عبادت میسر آید ہر نفس چشندۂ مرگ است باز بسوی ما گردانیده شوید و آنانکه ایمان آورده اند وکردند کارہای شائستہ البتہ جای دہیم ایشان را از بہشت بمحلہای مرتفع که میرود زیر آن جویہا جاودان آنجا نیکو مزد کار نیک کنندگان است آن محلہا آن کار نیک کنندگان که صبر کردند یعنی بر مشاق ہجرت و توکل میکنند بر پروردگار خویش وبسا جانور که بر نمی دارد روزی خود را خدا روزی میدہد اورا و نیز شمارا و اوست شنوا دانا۔ فقیر گوید این آیت امر است بہ ہجرت از دارِ کفر و وعد است بہ بہشت آنان را که شکیبائی ورزیدند بر مشاقِ ہجرت و جہاد وغیرہما و بر خدا توکل کردند و تشجیع است مؤمنان را بر ہجرت و ترک اسباب معاش که ہر یکی در وطنِ خود مہیا داشت بتذکر حال دواب که ذخیرہ نہادن و زراعت کردن و تجارت نمودن شانِ ایشان نیست معہذا خدای تعالیٰ ہر یکی را روزی می رساند باز فقیر گوید نقلِ متواتر ثابت شد بوجہیکه شک را دران مدخل نیست که جماعہ از سباق مؤمنین ہجرت کردند و بر مشاقِ ہجرت وجہاد صبر نمودند و اسباب معاش که در مکہ میسر داشتند بطلب رضای الٰہی ترک نمودند و انواع اعمال خیر از ایشان بظہور انجامید پس وعد غُرَف که اعلیٰ درجات است در بہشت برای ایشان مقرر باشد و ہو المقصود۔

وعن الشعبی فی قولہ الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا الآیۃ قال اُنزلت فی اُناسٍ کانوا بمکۃ قد اقرّوا بالاسلام فکتب الیہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من المدینۃ لما نزلت آیۃ الہجرۃ انہ لا یقبل

ہجرت کروتاکہ اخلاص عبادت میسر آجاتے۔ ہر نفس موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے پھر ہماری طرف تم لوٹائے جاؤگے۔ اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور اُنھوں نے شائستہ کام کئے البتہ جگہ دیں گے ہم اُن کو بہشت کے اُونچے محلوں میں کہ جاری ہیں اُن کے نیچے ہمیشہ رہنے والی نہریں وہاں بہت اچھی مزدوری ہے اچھے کام کرنے والوں کی وہ محلات ایسے نیک کام کرنے والے جنھوں نے صبر کیا یعنی ہجرت کی مشقتوں پر اور توکل کرتے ہیں اپنے پروردگار پر اور بہت سے ایسے جانور ہیں کہ اپنی روزی اُٹھا کر نہیں رکھتے خدا اُن کو روزی دیتا ہے اور تم کو بھی، اور وہ سُننے والا جاننے والا ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ آیت حکم ہے دارِ کفر سے ہجرت کرنے کا اور ان لوگوں کے لئے جنھوں نے ہجرت کی اور جہاد وغیرہ کی مشقتوں پر صبر کیا اور خدا پر توکل کیا بہشت کا وعدہ ہے۔ اور مؤمنوں کو ڈھارس ہے ہجرت پر اور ترک اسباب معاش پر جو ہر ایک اپنے وطن میں رکھتا تھا چوپاؤں کے حال کے ذکر کے ساتھ کہ ذخیرہ کرنا اور کھیتی کرنا اور تجارت کرنا اُن کی شان میں سے نہیں ہے، اس کے باوجود خدا ہر ایک کو روزی پہنچاتا ہے پھر فقیر کہتا ہے کہ نقل متواتر سے اس وثوق کے ثابت ہے کہ جس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ مؤمنین سابقین کی جماعت نے ہجرت کی اور ہجرت اور جہاد کی مشقتوں پر صبر کیا اور جو اسبابِ معاش اُن کو مکہ میں میسر تھے رضائے الٰہی کی طلب میں اُنھوں نے اُن سب کو چھوڑا اور طرح طرح کے اعمالِ خیر کا اُن سے ظہور ہوتا رہا تو غُرَف کا وعدہ جو بہشت کے اعلیٰ درجات ہیں اُن سے متعلق ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود ہے۔

اور شعبیؒ سے قول باری تعالیٰ الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ الخ (۲۹:

۱-۲) الٓمّٓ۔ کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا" کے بارے میں مروی ہے کہ یہ اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ میں تھے اور اسلام کا اقرار کر چکے تھے اُن کو مدینہ سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا جب آیت ہجرت نازل ہوئی کہ تمھاری طرف سے صرف اقرار کر لینا قبول نہ کیا جائیگا اور اسلام

ولا اسلام حتی تہاجروا قال فخرجوا عامدین الی المدینۃ فاتبعہم المشرکون فردوہم فنزلت فیہم ہذہ الآیۃ فکتبوا الیہم انہ قد انزل فیکم آیۃ کذا وکذا فقالوا نخرج فان اتبعنا احد قاتلناہ فخرجوا فاتبعہم المشرکون فقاتلوہم فمنہم من قتل ومنہم من نجا فانزل اللہ فیہم ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ عن ابن مسعود قال اول من اظہر اسلامہ سبعۃ رسول اللہ وابوبکر وسمیۃ ام عمار وعمار وصہیب وبلال والمقداد فاما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنعہ اللہ بعمہ ابی طالب واما ابوبکر فمنعہ اللہ بقومہ واما سائرہم فاخذہم المشرکون فالبسوہم ادراع الحدید وصہروہم فی الشمس فما منہم احد الا قد واتاہم علی ما ارادوا الا بلال فانہ ہانت علیہ نفسہ فی اللہ وہان علی قومہ فاخذوہ فاعطوہ الولدان فجعلوا یطوفون بہ فی شعاب مکۃ وہو یقول احد احد۔ عن انس قال اول من ہاجر من المسلمین الی الحبشۃ باہلہ عثمان بن عفان فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحبہما اللہ ان عثمان لاول من ہاجر الی اللہ باہلہ بعد لوط۔

(فمنعہ: من ایذاء المشرکین ۱۲) (واتاہم: یعنی دادند کفار را آنچہ خواستند دریں باب ۱۲)

نہیں مانا جائے گا یہاں تک کہ تم ہجرت کرو شعبیؒ نے کہا کہ پھر وہ مدینہ جانے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے تو مشرکوں نے اُن کا پیچھا کیا اور اُن کو واپس لے گئے۔ تو اُن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ تو پھر مہاجر مسلمانوں نے اُن کو لکھا کہ تمہارے بارے میں یہ اور یہ آیات نازل ہوئی ہیں تو اُنھوں نے کہا کہ ہم نکلیں گے اب اگر کسی نے ہمارا تعاقب کیا تو ہم اُس سے قتال کریں گے۔ چنانچہ وہ نکلے اور مشرکوں نے اُن کا پیچھا کیا تو اُنھوں نے قتال کیا۔ تو ان میں سے بعض قتل ہوئے اور بعض بچ نکلے تو اللہ تعالےٰ نے اُن کے بارے میں نازل کیا ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ الخ (۱۱۰:۱۶) پھر بیشک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے کہ جنھوں نے مبتلائے کفر ہونے کے بعد (ایمان لاکر) ہجرت کی پھر جہاد کیا اور (ایمان پر) قائم رہے تو آپ کا رب ان (اعمال) کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔" اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اوّل جن لوگوں نے اسلام ظاہر کیا سات تھے رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکرؓ اور سُمیّہؓ اُمّ عمار اور عمارؓ اور صُہیبؓ اور بلالؓ اور مقدادؓ۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بچاؤ تو اللہ تعالےٰ نے کیا آپؐ کے چچا ابوطالب کے ذریعے سے۔ رہے ابوبکرؓ تو اُن کا بچاؤ اللہ تعالےٰ نے اُن کی قوم کے ذریعے سے کیا۔ باقی دوسرے لوگوں کا حال یہ ہوا کہ اُن کو مشرکوں نے پکڑ لیا اور اُن کو لوہے کی زرہیں پہنائیں اور دھوپ میں جلا دیا تو ان میں جتنے بھی تھے سب ڈھیلے ہوگئے اُس امر میں جس کا اُنھوں نے ارادہ کیا تھا (یعنی اسلام کے کُھلم کُھلا اقرار و اظہار سے رُک گئے) بجز بلالؓ کے کہ اُنھوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں اپنی جان کو حقیر چیز قرار دے لیا اور قوم کے پاس پہنچے تو لوگوں نے ان کو پکڑ لیا اور لڑکوں کے حوالے کر دیا اُنھوں نے (مارتے پیٹتے ہوئے) مکّہ کی گلی کوچوں میں اُن کو لے کر پھرنا شروع کر دیا اور وہ اَحد اَحد کہتے جاتے تھے۔ اور مروی ہے انسؓ سے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے مع اپنی بی بی کے حبشہ کی طرف عثمانؓ نے ہجرت کی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ان دونوں کے ساتھ رہے۔ بیشک عثمانؓ وہ پہلا شخص ہے جس نے بعد لوطؑ کے اپنی بی بی کیساتھ ہجرت کی

عن اسماء بنت ابی بکر قالت ھاجر عثمان الی الحبشۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لاول من ھاجر بعد ابراہیم ولوط و عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان بین عثمان و بین رقیۃ و بین لوط من مھاجر عن ابن عباس قال اول من ھاجر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن عفان کما ھاجر لوط الی ابراہیم عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت انا وابوبکر الغار فاجتمعت العنکبوت فنسجت بالباب فلا تقتلوھن۔ عن ابی قلابۃ ان عمر بن الخطاب مر برجل یقرأ کتابا فاستمعہ ساعۃ فاستحسنہ فقال للرجل اکتتب لی من ھذا الکتاب قال نعم فاشتری ادیما فھیأہ ثم جاء بہ الیہ فنسخ لہ فی ظھرہ وبطنہ ثم اتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یقرأہ علیہ وجعل وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتلون فضرب رجل من الانصار بیدہ الکتاب وقال ثکلتک امک یا ابن الخطاب الا تری وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ الیوم وانت تقرأ علیہ ھذا الکتاب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند ذلک انما بعثت فاتحا و خاتما واعطیت جوامع الکلم وفواتحہ واختصر لی الحدیث اختصارا فلا یھلکنکم المتھوکون۔

مروی ہے اسماء بنت ابی بکرؓ سے اُنھوں نے کہا کہ عثمانؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک وہ یقیناً پہلا شخص ہے جس نے ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد ہجرت کی اور زید بن ثابتؓ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ اور رُقیہؓ کے اور لُوطؑ کے درمیان کوئی مہاجر نہیں ہوا۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی وہ عثمانؓ بن عفان تھے جس طرح ہجرت کی تھی لوطؑ نے ابراہیمؑ کی طرف مروی ہے علیؓ سے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور ابوبکرؓ غار میں داخل ہوتے تو مکڑیاں جمع ہوئیں اور انھوں نے غار کے دہانے پر جالا تن دیا تو تم اُن کو قتل نہ کرنا۔ مروی ہے ابی قلابہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب ایک شخص پر گزرے جو ایک کتاب پڑھ رہا تھا تو آپ نے ایک ساعت اُس کو کان لگا کر سُنا تو اُن کو اچھا معلوم ہوا۔ پھر اُس شخص سے کہا کہ کیا اس کتاب میں سے تو مجھے کچھ لکھ دے گا؟ اُس نے کہا کہ ہاں! تو ایک چمڑا خرید کر لائے پھر اس کو (لکھنے کے قابل) تیار کیا اور اُس کے پاس لے کر پہنچے۔ اُس نے اُس کے باہر اور اندر کی طرف لکھ دیا۔ پھر اُس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور اُس کو آپ کے سامنے پڑھنا شروع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہونا شروع ہوا تو انصار میں کے ایک شخص نے اُس تحریر پر ہاتھ مارا اور کہا اے ابن الخطاب تیری ماں تجھے روئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو آج دیکھے گا ہی نہیں اور تو یہ تحریر پڑھتا چلا جا رہا ہے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ میں فاتح اور خاتم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھ کو جامع کلمات عطا کئے گئے اور ان کے فواتح اور میرے لئے کلام کو پورے طور پر مختصر کر دیا گیا تو تمھیں یہ بے پرواہی سے ہلاک ہونے والے کہیں ہلاک کر دیں۔

ف۱ یعنی قرآن عطا کیا گیا جو آسان الفاظ اور معانی کثیرہ کا مجموعہ ہے۔ فواتح سے ایسے کلمات مراد ہیں جو مغلق امور کی گرہ کشائی کر دیتے ہیں اور ان سے حقائق کی گہرائیوں کا ادراک ہوتا ہے۔ عالم غیب کی جو چیزیں موجود ہیں اور بہت سی آخرت میں پیش آنیوالی باتیں جو عقل کی دسترس سے دُور تھیں قرآن نے ان کو عقل سے قریب تر کر دیا۔ اہل کتاب نے اپنی طرف سے جھوٹ اور غلط باتیں کتب سماویہ میں ملا کر حقیقت سے بعید بنا دیا جو مطالعہ کرنیوالوں کی پریشانی کا باعث ہوتی ہیں یہ مطلب ہے تہوک کا۔ ۱۲

قال اللہ تعالیٰ الٓمّٓ ۞ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۞ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۞ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۞ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۞ اینجا قُراء مختلف اند جمعے غَلَبَتْ بصیغۂ معلوم و سَیُغْلَبُوْنَ بصیغۂ مجہول خوانند و جمعے غُلِبَتْ بصیغۂ مجہول و سَیَغْلِبُوْنَ بصیغۂ معلوم تلاوت کنند در وجہ اول بشارت است بفتح مسلمین روم را و آن در زمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقع نشد بلکہ در زمانِ شیخین صورت گرفت و انجازِ مواعید الٰہی بردست خلیفہ یکے از خواصِ خلافت خاصہ است آخرج الترمذی والحاکم و صححہ عن ابن عباس رض فی قولہ الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ قال غُلبت و غَلبت قال کان المشرکون یحبون ان تظہر فارس علی الروم لانہم اصحاب اوثان و کان المسلمون یحبون ان تظہر الروم علی فارس لانہم اصحابُ کتاب فذکروہ لابی بکر فذکرہ ابوبکر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انہم سیغلبون فذکرہ ابوبکر لہم فقالوا اجعل بیننا و بینک اجلاً فان ظہرنا کان لنا کذا وکذا وان ظہرتم کان لکم کذا و کذا فجعل بینہم اجلاً خمس سنین

آیات سورۃ الروم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا الٓمّٓ ۞ غُلِبَتِ الرُّوْمُ الخ (۳۰: ۱تا۵)

الٓمّٓ اہلِ روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال (یعنی تین سے نو سال کے اندر اندر) غالب آجاویں گے پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی اور اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی امداد پر خوش ہوں گے وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست ہے رحیم ہے۔" یہاں قرّاء میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت غَلَبَتْ بصیغۂ معروف پڑھتی ہے اور سَیُغْلَبُوْنَ بصیغۂ مجہول اور ایک جماعت غُلِبَتْ بصیغۂ مجہول اور سَیَغْلِبُوْنَ بصیغۂ معروف تلاوت کرتی ہے۔ پہلی صورت میں اس امر کی بشارت ہے کہ مسلمان روم کو فتح کریں گے اور یہ بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع نہیں ہوئی بلکہ شیخین رض کے زمانہ میں پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پورا ہونا خلیفہ کے ہاتھ پر خلافت خاصہ کے خواص میں سے ہے۔ آخذ کیا ترمذی نے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے، مروی ہے ابن عباس رض سے آیت الٓمّٓ غلبت الروم میں غَلَبَتْ و غُلِبَتْ (یعنی غالب ہوئے اور مغلوب ہوئے) فرمایا کہ مشرکین پسند کرتے تھے کہ فارس فتحیاب ہو روم پر کیونکہ فارس کے لوگ بھی بتوں والے تھے اور مسلمان پسند کرتے تھے کہ روم کی فتح ہو فارس پر کیونکہ روم والے اصحابِ کتاب تھے۔ اس کا ذکر لوگوں نے ابوبکر رض سے کیا اور ابوبکر رض نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ اہلِ روم عنقریب غالب ہوجائیں گے۔ اس کا ذکر ابوبکر رض نے مشرکین سے کردیا۔ انھوں نے کہا ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدت معین کرلو۔ اگر ہم غالب رہے (یعنی بدستور کسریٰ کی فتح رہی) تو ہمارا حق ہوگا اتنا اور اتنا (یہ آپ کو دینا ہوگا) اور اگر تم غالب آگئے (یعنے روم کی فتح ہوئی) تو تمہارا حق ہوگا اتنا اور اتنا (یہ ہم آپ کو دیں گے) اس کے بعد ابوبکر رض نے ان سے پانچ سال کی مدت مقرر کردی (اس

فلم يظهروا فذكر ذلك ابو بكر لرسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال
الّا جعلته اراه قال دون العشرة
فظهرت الروم بعد ذلك فذلك
قوله الٓمٓ غلبت الروم فغلبت
ثم غلبت بعد لقول الله لله
الامر من قبل و من بعد ويومئذ
يفرح المؤمنون بنصر الله قال
سفيان سمعت انهم ظهروا عليهم
يوم بدر و هذا الحديث طرق
متعددة مستفيضة عن ابن مسعود
و البراء بن عازب و نيار بن
مكرم الاسلمی و رواه ايضًا
مرسلًا الزهری وقتادة و
عكرمة من ابن عباس قال قال
عمر اما الحمد فقد عرفناه
فقد يحمد الخلائق بعضهم بعضًا
و اما لا اله الا الله فقد عرفناها
فقد عبدت الآلهة من دون الله
و اما الله اكبر فقد يكبر المصلى واما
سبحان الله فما هو فقال رجل من
القوم الله اعلم فقال عمر قد شقى عمر
ان لم يكن يعلم ان الله
اعلم فقال على يا امير المؤمنين
اسم ممنوع ان ينتحله احد من الخلائق
واليه مفزع الخلق واحب ان يقال له فقال
هو كذاك اخرج مسلم عن انس بن مالك
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك
قتلى بدر ثلثة ايام حتى جيفوا ثم اتاهم

مدّت میں) روم والے غالب نہیں آئے۔ پھر ابوبکرؓ نے اس کا ذکر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے مجھے یہ خیال ہے کہ
یہ فرمایا تھا کہ تم نے "دس برس سے کم" کیوں نہ مقرر کی (کیونکہ لفظ
بضع کا اطلاق تین سے نو تک ہوتا ہے) پھر اس کے بعد روم والے
غالب آگئے۔ تو یہ ہے مطلب حق تعالیٰ کے ارشاد الٓمٓ ۝ غلبت الروم
کا کہ وہ مغلوب ہوئے پھر بعد میں غالب ہوئے جس کی وجہ یہ ارشاد
ہے للہ الامر من قبل الخ (ترجمہ شروع میں لکھا جا چکا) سفیانؒ نے
کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ وہ (رومی) اُن (فارسیوں) پر بدر (کی
فتح) کے دن غالب ہوئے تھے۔ اور اس حدیث کے متعدد مستفیضہ طرق
ہیں۔ مروی ہیں ابن مسعودؓ سے اور براءؓ بن عازب اور نیارؓ
ابن مکرم اسلمی سے اور اس کو زہریؒ نے مرسلاً روایت کیا ہے اور
قتادہؓ اور عکرمہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اُنھوں نے بیان
کیا کہ عمرؓ نے (جماعت صحابہؓ سے) کہا کہ الحمد للہ کو تو ہم پہچانتے
ہیں (یعنے حمد کے معنے) کہ خلائق میں سے بعض بعض کی حمد (تعریف)
کرتے ہیں۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو بھی ہم پہچانتے ہیں (یعنی اس
کے معنے) کہ اللہ کے سوا بہت سے آلہہ (یعنی معبودوں کی) پرستش ہوتی
تھی۔ اور رہا اللہ اکبر (وہ تو ظاہر ہی ہے) ہر نماز پڑھنے والا
تکبیر کہتا ہے (آپ صاحبان یہ بتائیں کہ) سُبحان اللہ کیا ہے؟
قوم میں سے ایک شخص نے کہا اللہ اعلم۔ تو عمرؓ نے کہا کہ بڑا بدبخت
ہوگا عمرؓ اگر اس کو اتنی بھی خبر نہ ہو کہ اللہ اعلم (اللہ سب سے بڑا
عالم ہے) پھر علیؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ یہ اسم ہے (جس کا مفہوم
یہ ہے کہ) ممنوع ہے کہ خلائق میں سے کوئی اُس کی کسی صفت کو
اپنی طرف منسوب کرے (یا اپنی صفات مختصّہ میں اس کو شریک
کرے مثلاً یہ کہے کہ خدا باپ ہے فلاں کا) اور اسی کی طرف گھبراہٹ
کے وقت تمام خلق رجوع ہوتی ہے اور وہ یہ بات پسند کرے کہ
اس کو ایسا کہا جائے تو فرمایا کہ ہاں یہی مطلب ہے جو تم نے بیان کیا
اخذ کیا مسلم نے، مروی ہے انسؓ بن مالک سے کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے چھوڑے رکھا بدر کے مقتولوں کو تین دن یہاں
تک کہ مُردار ہوگئے (یعنی جسم سڑنے لگا) پھر اُن کے پاس آتے

فقام يناديهم فقال يا اُمية بن خلف يا اباجهل بن هشام يا عتبة بن ربيعة هل وجدتم ما وعد ربكم حقا فسمع صوته عمر فجاء فقال يا رسول الله تناديهم بعد ثلث وهل يسمعون يقول الله انك لا تسمع الموتٰى فقال والذي نفسي بيده ما انتم باسمع منهم ولكنهم لا يطيقون ان يجيبوا وروي مثله عن ابن عمرؓ

قال الله تعالى الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ الى اربع آياتٍ بعدها۔

فقیر گوید خدای تعالیٰ در سورۂ لقمان تباینِ مراتبِ سعداء و اشقیاء بیان مے فرماید و لابد ہر دو فریق در وقت نزول سورۂ لقمان موجود بودند و این سورہ مکیہ است جمعے را احسان کہ صفتِ کاشفۂ آن اقامتِ صلوٰۃ است و ایتاء زکوٰۃ و یقین کردن است بآخرت اثبات مے فرماید

اور کھڑے ہوئے پھر اُن کو پکار کر فرمایا کہ اے اُمیۃ بن خلف! اے ابوجہل بن ہشام! اے عتبہ بن ربیعہ! جو کچھ تم سے تمہارے ربّ نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اُس کو سچّا پایا؟ آپ کی یہ آواز عمرؓ نے سُن لی تو آئے اور کہا یارسول اللہ آپ اُن کو تین دن کے بعد آواز دے رہے ہیں اور کیا یہ سُن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (۲۷: ۸۰) آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے۔ تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم ان سے زیادہ سُننے والے نہیں ہو۔ لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور اسی کی مانند روایت کیا گیا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔

آیات سورۂ لقمان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ ان کے بعد کی چار آیات تک۔

(۳۱: ۱تا۷) الٓمّٓ - یہ آیتیں ایک پُر حکمت کتاب کی ہیں جو کہ ہدایت اور رحمت ہے نیک کاروں کے لئے جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ربّ کے سیدھے راستہ پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور بعض آدمی ایسا (بھی) ہے جو اُن باتوں کا خریدار بنتا ہے جو (اللہ تعالیٰ سے) غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے اور اُس کی ہنسی اُڑاوے ایسے لوگوں کے لئے ذلّت کا عذاب ہے۔ اور جب اُس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ شخص تکبّر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے جیسے اُس نے سنا ہی نہیں جیسے اُس کے کانوں میں ثقل ہے سو اس کو ایک دردناک عذاب کی خبر سُنا دیجئے۔ فقیر کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ سورۂ لقمان میں اہلِ سعادت اور اہلِ شقاوت لوگوں کے مراتب کا متضاد ہونا بیان فرماتے ہیں اور یہ ضروری ہے کہ دونوں فریق سورۂ لقمان کے نزول کے وقت موجود ہوں۔ اور یہ سورت مکیّہ ہے۔ ایک جماعت کے لئے احسان جس کو عیاں کرنے والی صفت نماز کا قائم کرنا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا اور آخرت پر یقین کرنا ثابت فرماتے ہیں۔

و قرآن را ہدایت و رحمت برائے ایشان می سازد و فلاح و وعدۂ جنت ایشان را می دہد و جمعے دیگر را اشتراءِ لہو الحدیث و اضلال و استہزاء بآیاتِ اللہ و استکبار از قبول قرآن بر دامن می بندد باز فقیر میگوید کہ این آیات تشریفِ عظیم است برائے سُبّاق مومنین از مہاجرینِ اوّلین کہ در وقت نزول سورۂ لقمان بشرفِ اسلام و معارضہ با کفار موصوف و مشہور بودند و ناہیک بہ من فضیلۃ۔

قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۣ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝

فقیر گوید عفی عنہ خدای تعالیٰ میفرماید و ہر آئینہ دادیم موسیٰ را کتاب پس مباش در شبہ از برخوردنِ کتاب مراد از کتابِ اوّل توریت است و از کتابِ ثانی قرآنِ عظیم و اینجا استخدام کہ فنی است از بدیع بکار بردہ شد وَجَعَلْنٰهُ هُدًى و ساختیم توریت را ہدایت برای بنی اسرائیل و ساختیم از بنی اسرائیل پیشوایان کہ راہ مینمودند بتوفیقِ ما چون صبر کردند و بآیاتِ ما

اور اُن کے لئے قرآن کو ہدایت اور رحمت قرار دیتے ہیں اور اُن کو کامیابی کا اور جنت کا وعدہ دیتے ہیں۔ اور دوسری جماعت کے دامن سے بیہودہ باتوں کی خریداری اور اضلال (یعنی دوسروں کو گمراہ کرنا) اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ مسخراپن اور قرآن کو قبول کرنے سے استکبار (یعنی تکبّر کے ساتھ نہ ماننا) وابستہ فرماتے ہیں۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ ان آیات میں مؤمنین سابقین کے لئے جو مہاجرین اوّلین تھے بہت بڑے شرف کا اظہار ہے جو کہ سورۂ لقمان کے نزول کے وقت اسلام کے شرف اور کفّار کے ساتھ معارضہ (یعنی گفت و شنید و مباحثات) کرنے کے ساتھ موصوف اور مشہور تھے (کہ سب ہی جانتے ہیں) اب اُن کی فضیلت تسلیم کرنے میں کیا رکاوٹ ہے۔

آیات سورۃ الٓمٓ السجدہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ الخ (۳۲: ۲۳-۲۴) اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے اور ہم نے اُس کو بنی اسرائیل کے لئے موجب ہدایت بنایا تھا۔ اور ہم نے اُن میں جب کہ اُنھوں نے صبر کیا بہت سے پیشوا بنا دیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔ فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اور البتہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی پس نہ رہیئے شبہ میں کتاب کے حاصل ہونے سے، کتابِ اوّل سے مراد توریت ہے اور کتابِ ثانی سے قرآنِ عظیم ہے اور یہاں صنعتِ استخدامؔ[1] کا استعمال کیا ہے جو ایک فن ہے بدیع میں سے وَجَعَلْنٰهُ هُدًى اور ہم نے توریت کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا اور بنی اسرائیل میں سے پیشوا بنائے کہ راہ نمائی کرتے تھے ہماری توفیق سے جب اُنھوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پہ

[1] صنعتِ استخدام یہ ہے کہ کسی لفظ کے دو معنے ہوں ایک معنی تو اس لفظ سے مراد لیں اور دوسرے معنے اس ضمیر سے جو اس لفظ کی طرف راجع ہو یا اس لفظ کی طرف دو ضمیریں عائد ہوتی ہوں ایک ضمیر سے ایک معنے مراد لیں اور دوسری ضمیر کے دوسرے معنے۔ اول کی مثال یہ ہے ؎ سایہ فگن ہو ہم پہ کہاں تُو اور پری۔ بولا کہ اس کے سایہ سے پرہیز چاہیئے۔ لفظ پری سے معشوق مراد ہے۔ اور دوسرے مصرع کی ضمیر "اُس" سے حقیقی پری مراد ہے جس کے سایہ سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ دوسری صورت کی مثال یہ ہے ؎ گُل خوش ہے اور اُس کا گلشن + گو اس نے ہیش مُنہ لگایا۔ گُل کے دو معنے ہیں ایک حقیقی یعنے پھول دوسرا مجازی یعنی معشوق۔ یہاں مصرع اول کی ضمیر اُس راجع ہے حقیقی پھول کی طرف اور دوسرے مصرع کی ضمیر اُس عائد ہوتی ہے معشوق کی طرف۔ اس صنعت میں ایسا کلام بھی داخل ہے جس کا تعلق بظاہر کسی خاص واقعہ سے ہو جو کسی فرد یا قوم سے متعلق ہو مگر اس سے کوئی ایسا کلیہ مستنبط ہوتا ہو جس کا انطباق دوسرے افراد پر ہو رہا ہو اور اس کلام کا پس منظر درحقیقت یہی انطباق ہو۔ یہ صورت قرآن مجید میں بکثرت مستعمل ہے اور یہاں بھی یہی ہے ۲ مترجم از تذکرۃ البلاغہ

یقین می آوردند باز فقیر میگوید خدای تعالیٰ
در اول کلام ذکر مومنین کاملین فرمود
اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا
بعد ازان فرق در معادِ این جماعہ و معادِ
جماعہ کہ طرف مقابل ایشان واقع شده اند
ارشاد نمود اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ
کَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ بعد ازان تشبیہ
داد حالتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بحالتِ حضرتِ موسیٰ کہ پیش ازین بحضرت
موسیٰؑ توریت دادیم و آن را سبب ہدایت
بنی اسرائیل گردانیدیم پس اگر ترا قرآن
دادیم و آن را ہدایت اُمتِ مرحومہ گردانیدیم
محل استبعاد نیست و از بنی اسرائیل جمعے را
ائمہ ساختیم چون استحقاق امامت پیدا کردند
و بصبر بر مشاقِ جہاد و مخاصمۂ کفار و بقوۃ
یقین پس اگر از مومنین کاملین جمعے را از
اُمتِ تو امام سازیم و بدستِ ایشان عالَمے
را مہتدی گردانیم جائی تعجب نیست و درین
آیت بحسب سباق و سیاق اشارتیست خفی
بآنکہ جماعہ از امتِ مرحومہ ائمہ خواہند بود۔

تدرو حسن دارد آشیانے ہر بُن خاری
ولے ہر دیدہ کے بیند شکارِ چشم باز است این

قال اللہ تعالیٰ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ
الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَ
رَسُوْلُهٗ ؗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّ
تَسْلِيْمًا ؕ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا
مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ
قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ الخ

یقین لاتے تھے۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اولِ کلام میں مومنین
کاملین کا ذکر فرمایا اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا اس کے
بعد اس جماعت کی اور اُس جماعت کی آخرت کا انجام ارشاد فرماتے
ہیں جو اُس کی سمتِ مقابل میں واقع ہوتی ہے اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا
کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ ۝ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حالت کو حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی حالت سے تشبیہ
دی کہ اس سے پہلے ہم نے حضرت موسیٰؑ کو توریت دی اور اس کو بنی اسرائیل
کی ہدایت کا سبب بنایا تو اگر ہم نے تم کو قرآن دیا اور اُس کو اُمت
کے لئے ہدایت کا سبب بنایا تو اس میں کوئی استبعاد کا موقع نہیں
ہے۔ اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت کو ائمہ بنایا جب
اُنھوں نے جہاد کی مشقتوں پر اور کفار کے جھگڑوں پر صبر کرتے
اور قوتِ یقین حاصل کرنے سے امامت کا استحقاق حاصل کر لیا تھا۔
پس اگر آپ کی اُمت میں سے مومنین کاملین کی ایک جماعت کو ہم
امام بنا دیں اور اُن کے ہاتھ سے ہم ایک عالم کو راہِ ہدایت پر لے
آئیں تو محلِ تعجب نہیں ہے۔ اور اس آیت میں سیاق اور سباق
کے اعتبار سے ایک اشارۂ خفی اس امر کا موجود ہے کہ اس امت
مرحومہ کی ایک جماعت ائمہ بنیں گی مگر اس اشارۂ خفی کو پکڑنے
کے لئے خاص نظر چاہیے۔ یہ کام ہر عام نگاہ نہیں کر سکتی بقول شاعر:
حُسن کی چکور ہر کانٹے کی جڑ میں (چھپنے کے لئے) ایک آشیانہ
رکھتی ہے لیکن ہر آنکھ اس کو کب دیکھ پاتی ہے یہ تو باز کی آنکھ کا شکار ہے
(وہی اس کو ڈھونڈ نکالنے کی قوت رکھتی ہے)۔

آیات سورۃ احزاب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ (۳۳: ۲۲ تا ۲۴)

اور جب ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی
ہے جس کی ہم کو اللہ تعالیٰ و رسول ؐ نے خبر دی تھی اور اللہ و رسول ؐ نے
سچ فرمایا تھا اور اُس سے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اور ترقی ہوگئی
ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اُنھوں نے جس بات
کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اُترے پھر بعض تو اُن میں وہ
ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض اُن میں مشتاق ہیں اور اُنھوں نے

وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ
الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ
اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ فقیر گوید عفی عنہ این
آیت در قصہ احزاب نازل شدہ وَلَمَّا رَاَ
الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ و چون دیدند مسلمانان
افواجِ مشرکین را گفتند این است انچہ وعدہ
داد ما را خدا و رسولِ او وراست فرمود خدا و
رسولِ او و زیادہ نکرد آمدن افواج مشرکین در
حق ایشان مگر باور داشتن و گردن نہادن یعنے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خبر دادند کہ چند روز
از دستِ کافران شدتے پیش خواہد آمد بعد
ازان فتح و نصرت نصیب شما خواہد شد وَتِلْكَ
الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ چون مومنان
اجتماع کفار دیدند دانستند کہ نصفے از موعود بانجام
رسید توقع نصف ثانی در دلہائے ایشان مستحکم شد مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ از مسلمانان جمعے ہستند کہ راست
کردند با خدا آنچہ بران عہد بستہ بودند با خدائے عز
و جل یعنی ثباتِ قدم در مواطن حرب اختیار نمودند
پس از ایشان کسے ہست کہ بتمام رسانید نذر خود را
و از ایشان کسی ہست کہ انتظار میکشد تمامی نذر خود را
یعنی محققین مومنین با خدا عہد بستند کہ در اعلاء کلمۃ اللہ
سعی جمیل بکار برند و در مواقع حرب ثابت قدم باشند پس
گروہی از ایشان انچہ کردنی بود کردند و بانجام رسانیدند
یعنے شہید شدند یا غیر از اعلاء کلمۃ اللہ کہ بوقوع آمد نصیب ایشان
چیزی دیگر نبود اگرچہ باقی ماندند و گروہی ہنوز بار دیگر در انتظار
اعلائے کلمۃ اللہ ہستند یعنی باقی ماندند بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
و بعد از وفات وی صلے اللہ علیہ وسلم در اعلائے کلمۃ اللہ داد اسلام دادند
باز فقیر گوید درین آیات تشریف عظیم است

ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا۔ یہ واقعہ اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالٰے مسلمانوں
کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقین کو چاہے سزا دے یا چاہے ان کو
توبہ کی توفیق دے، بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔" فقیر عفی عنہ کہتا ہے
کہ یہ آیت قصہ احزاب میں نازل ہوئی وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ
الْاَحْزَابَ اور جب دیکھا مسلمانوں نے افواجِ مشرکین کو تو بولے
کہ یہ ہے وہ جس کا وعدہ کیا تھا ہم سے خدا نے اور اس کے رسول نے
اور سچ فرمایا خدا نے اور اس کے رسول نے اور زیادہ نہ کیا' افواجِ
مشرکین کی آمد نے ان کے حق میں مگر یقین اور گردن جھکا دینا یعنی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ چند دن کافروں کے ہاتھ
سے (مسلمانوں کو) سختی پیش آئے گی۔ اس کے بعد فتح و نصرت تمھارے
حصہ میں آئے گی وَتِلْكَ الْاَيَّامُ الخ (۳ : ۱۴۰) اور یہم ان ایام
کو ان لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں" جب مومنین
نے کفار کا اجتماع دیکھا تو جان لیا کہ جو وعدہ کیا گیا تھا اس کا آدھا
حصہ پورا ہو گیا تو دوسرے آدھے کی توقع ان کے دلوں میں مستحکم
ہو گئی۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ "مسلمانوں میں سے ایک جماعت ہے
کہ انھوں نے سچا کر دیا خدا کے ساتھ وہ عہد جو انھوں نے کیا تھا
خدائے عز و جل سے"۔ یعنی انھوں نے جنگ کے مواقع میں ثابت قدمی
اختیار کی۔ پس ان میں ایسا بھی کوئی شخص ہے جس نے پورا کر دیا اپنی
نذر کو اور ان میں ایسا شخص بھی ہے کہ انتظار کر رہا ہے اپنی نذر کے
پورا ہونے کا۔ یعنی مومنین اہلِ حق نے خدا کے ساتھ یہ عہد کیا کہ
اعلاء کلمۃ اللہ میں وہ بہترین کوشش کریں گے اور جنگ کے مواقع میں
ثابت قدم رہیں گے تو ان میں سے ایک گروہ نے جو کرنا مناسب تھا
وہ کیا اور اتمام کو پہنچا دیا یعنی شہید ہو گئے۔ (دوسری توجیہ یہ ہے)
یا اعلاءِ کلمۃ اللہ کے سوا جو وقوع میں آگیا ان کے نصیب میں اور
کوئی چیز نہیں تھی اگرچہ باقی رہے اور ایک گروہ اب تک دوبارہ
اعلاءِ کلمۃ اللہ کے انتظار میں ہیں یعنی باقی رہنے والے ہیں بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے بعد (خدمتِ) اسلام کی داد دی۔ پھر فقیر کہتا ہے
کہ ان آیات میں اس جماعت کے لئے بڑی بزرگی کا اظہار ہے

برائے جمعے کہ در غزوۂ احزاب ظاہراً و باطناً
استقامت نمودند و بذل جہد در جہاد
کردند و بیشک خلفاء ازان جماعہ بودند و اشارۂ
خفیہ است بآنکہ ہنوز کارہا در پیش است و
از جمعے سعی بلیغ دران کارہا بظہور خواہد
رسید اخرج البخاری ومسلم عن ابن
عباس انّ عمر قام فحمد اللہ واثنیٰ علیہ
ثم قال یا ایہا الناس لا تخدعنّ عن
آیت الرجم فانہا انزلت فی کتاب
وقرأناہا وانہا ذہبت فی قرآن کثیر
ذہبت مع محمد صلے اللہ علیہ وسلم وآیۃ
ذلک ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم
قد رجم وان ابابکر قد رجم ورجمت
بعدہما وانہ سیجیٔ قوم من ہذہ الامۃ
یکذبون بالرجم وروی ذلک عن عبدالرحمٰن
ابن عوف وسعید بن المسیّب وزید بن
اسلم عن کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف
المزنی عن ابیہ عن جدہ قال خطّ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم الخندق عام الاحزاب فخرجت
لنا من الخندق صخرۃ بیضاء مدوّرۃ
فکسرت حدیدنا وشقّت علینا فشکونا لاے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاخذ المعول
من سلمان فضرب الصخرۃ ضربۃ صدعہا
وبرقت منہا برقۃ اضاء ما بین لابتی المدینۃ
حتے لکان مصباحا فی جوف لیل مظلم
فکبّر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

جس نے غزوۂ احزاب میں ظاہراً اور باطناً استقامت دکھائی اور
جہاد میں پوری کوشش صرف کی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے
کہ خلفاء اس جماعت میں شامل تھے اور اس میں اس طرف ایک اشارۂ
خفیہ موجود ہے کہ ابھی بہت سے کام درپیش ہیں اور ایک جماعت سے
اُن کی انجام دہی میں سعی بلیغ کا ظہور ہوگا۔ اخذ کیا بخاری اور مسلم
نے، مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ عمرؓ کھڑے ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کی
حمد و ثنا کی اور فرمایا اے لوگو! آیت رجم (الشَّیْخُ وَالشَّیْخَةُ اِذَا
زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ) کی طرف
سے تم دھوکے میں نہ پڑنا کیونکہ وہ کتاب اللہ میں نازل ہوئی ہے
اور ہم نے اس کی قراءت کی ہے اور وہ جاتی رہی ہے بہت سے قرآن[1]
سے یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلی گئی[2] اور اس کی نشانی یہ
ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور ابوبکرؓ نے رجم کیا اور
ان دونوں کے بعد میں نے رجم کیا اور ایک ایسی قوم اس اُمت میں آئیگی
جو رجم کی تکذیب[3] کرے گی۔ اور روایت کی گئی ہے یہ عبدالرحمٰن بن
عوف اور سعید بن المسیب اور زید بن اسلم سے۔ مروی ہے کثیر بن
عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے
باپ عبداللہ سے اور وہ اُن کے دادا عمرو بن عوف سے کہ کھودی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق غزوۂ احزاب کے سال
میں تو ہمارے سامنے ایک ایسی چٹان نکل آئی جو کہ سفید اور گول تھی
تو ہمارے لوہے ٹیڑھے ہوگئے اور ہم پر (اُس کا توڑنا) دشوار ہوگیا
تو ہم شکایت لے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آپ نے
سلمانؓ سے کدال لی اور چٹان پر ایسی ضرب لگائی جس سے اُس میں
شگاف پڑگیا اور اُس سے ایک ایسی بجلی چمکی جس سے مدینہ کی دونوں
کالی پتھریلی زمینوں کا درمیانی حصہ روشن ہوگیا۔ یہاں تک کہ
گویا ایک چراغ روشن ہوگیا اندھیری رات کے درمیانی حصہ میں،
تو تکبیر کہی (یعنے اللہ اکبر کہا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] یہاں قرآن سے مراد قرآن کے اجزاء ہیں جو لوگوں کے پاس مختلف چیزوں پر لکھے ہوئے موجود تھے ۱۲ مترجم
[2] مطلب یہ ہے کہ منسوخ التلاوۃ ہے قرآن میں اس کا اگرچہ اندراج نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا جانا ثابت نہیں ہوا مگر حکم منسوخ نہیں ہوا ۱۲ مترجم
[3] یہ آپ کی پیشگوئی سچی ثابت ہوئی۔ خوارج نے انکار کیا کہ زانی کے لئے رجم کا حکم قرآن میں نہیں ہے اور بقول مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مسنوخ فرقہ اس زمانہ میں بھی انکار کرتا ہے

تکبیر المسلمون ثم ضربها الثانیۃ فصدعها
وبرق منها برقۃ اضاء ما بین لابتیها فکبّر
وکبّر المسلمون ثم ضربها الثالثۃ فکسرها
وبرق منها برقۃ اضاء ما بین لابتیها
فکبّر وکبّر المسلمون فسألناہ فقال اضاء
لی فی الاولیٰ قصور الحیرۃ ومدائن
کسریٰ کانہا انیاب الکلاب فاخبرنی
جبرئیل ان امتی ظاہرۃ علیہا
واضاء لی فی الثانیۃ القصور
الحمر من ارض الروم کانہا
انیاب الکلاب واخبرنی جبرئیل
ان امتی ظاہرۃ علیہا و
اضاء لی فی الثالثۃ قصور
صنعاء کانہا انیاب الکلاب
واخبرنی جبرئیل ان امتی ظاہرۃ
علیہا فابشروا بالنصر فاستبشر
المسلمون وقالوا الحمد للہ موعد
صادق بان وعدنا النصر
بعد الحصر فطلعت الاعراب فقال
المسلمون ہذا ما وعدنا اللہ و
رسولہ وصدق اللہ ورسولہ
وما زادہم الا ایمانا وتسلیما
وقال المنافقون الا تعجبون یحدثکم
ویعدکم ویمنیکم الباطل انہ
یبصر من یثرب قصور الحیرۃ
ومدائن کسریٰ وانہا تفتح
لکم وانتم تحفرون الخندق ولا
تستطیعون ان تبرزوا وانزل
القرآن واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبہم مرض

اور سب مسلمانوں نے پھر آپ نے اُس پر دوسری ضرب لگائی اور
اُس کو توڑ دیا پھر اُس میں سے ایسی بجلی چمکی جس نے مدینہ کے اُس
میدان کو جو لابتین کے درمیان ہے روشن کر دیا تو آپ نے اور سب
مسلمانوں نے تکبیر کہی۔ پھر آپ نے اُس پر تیسری مرتبہ ضرب لگائی
اور اُس کے ٹکڑے کر دیئے پھر اس میں سے ویسی ہی بجلی چمکی جس نے
لابتین مدینہ کے درمیان کے میدان کو روشن کر دیا۔ پھر آپ نے اور
مسلمانوں نے تکبیر کہی۔ اس کے بعد ہم نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے
فرمایا کہ پہلی مرتبہ میں تو میرے لئے حیرہ کے قصر (یعنے محل) اور مدائن
کے اور کسریٰ کے روشن ہوئے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کتوں کے
دانت ہیں اور مجھ کو جبرئیل نے خبر دی کہ میری اُمت اُن کو فتح کرنے
والی ہے اور دوسری مرتبہ میں میرے لئے سُرخ محل روشن ہوئے روم
کی زمین کے گویا کہ وہ کتوں کے دانت ہیں اور مجھ کو جبرئیل نے خبر
دی کہ میری اُمت ان کو فتح کرنے والی ہے۔ اور تیسری مرتبہ میں محل
صنعاء کے گویا کہ وہ کتوں کے دانت ہیں اور جبرئیل نے خبر دی کہ
میری اُمت اُن کو فتح کرنے والی ہے۔ تو بشارت ہے تم کو (اللہ
کی) مدد کی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ایک دوسرے کو خوش خبری
سُنائی اور اُنھوں نے کہا الحمد للہ سچا وعدہ ہے جو ہم سے محصور
ہونے کے بعد مدد دینے کا فرمایا ہے۔ پھر اعراب نظر آئے (جو حملہ
کرنے کے لئے آ رہے تھے) تو مسلمانوں نے کہا ھٰذَا مَا وَعَدَنَا
اللہ الخ یعنے یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ اور اُس کے رسول نے
خبر دی تھی اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس سے
اُن کے ایمان اور اطاعت میں اور ترقی ہو گئی۔ اور منافقوں نے
کہا تم کو یہ بات عجیب نہیں معلوم ہوتی کہ وہ تم سے باتیں بنا رہا
ہے اور وعدے کر رہا ہے اور بے بنیاد تمناؤں میں ڈال رہا ہے۔
وہ دیکھ رہا ہے یثرب (مدینہ) سے حیرہ کے محلوں کو اور مدائن کسریٰ
کو اور وہ تمہارے لئے فتح ہو جائیں گے اور حال یہ ہے کہ تم خندق
کھود رہے ہو اور اتنی طاقت نہیں کہ ان سے مقابلہ کر لو۔ اس پر
قرآن میں نازل ہوا وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ الخ (۳۳: ۱۲)
اور جب کہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے

تا وعدنا الله و رسوله الا غرورا
و عن البراء بن عازب نحوه و عن
قتادة قال همّ عمر بن الخطاب ان
ينهى عن الحبرة من صابغ البول فقال
له رجل أليس قد رأيت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يلبسها قال عمر
بلى قال الرجل ألم يقل الله لقد
كان لكم في رسول الله أسوة حسنة
و عن ابن عباس ان عمر أكبّ على
الركن فقال اني لأعلم انك حجر
و لو لم أر حبّي صلى الله عليه وسلم
قبّلك و استلمك ما استلمتك و لا
قبّلتك لقد كان لكم في رسول الله
أسوة حسنة و عن يعلى بن امية قال
طفت مع عمر فلما كنت عند الركن
الذي يلي الباب مما يلي الحجر اخذت بيده
ليستلم فقال ما طفت مع رسول الله صلى الله
عليه وسلم قلت بلى قال فهل رأيته
يستلمه قلت لا قال فابعد عنك فان لك
في رسول الله صلى الله عليه وسلم أسوة حسنة
عن عيسى بن طلحة قال دخلت على ام
المؤمنين عائشة و عائشة بنت طلحة و
هي تقول لامها أسماء انا خير منك و
أبي خير من ابيك فجعلت أسماء
تشتمها و تقول انت خير مني فقالت
عائشة ألا أقضي بينكما قالت بلى قالت
فان ابا بكر دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقال له انت عتيق الله من النار قالت فمن
يومئذ سمي عتيقا ثم دخل طلحة فقال

یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکے
ہی کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور مروی ہے براء بن عازبؓ سے اسی طرح۔
اور مروی ہے قتادہؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے قصد کیا کہ نقشین یمنی
چادر کے استعمال سے منع کریں جو بول ان کی بنی ہوئی ہوتی تھیں۔
تو ان سے ایک شخص نے کہا کہ آپ نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اس کو اوڑھا ہے؟ عمرؓ نے کہا بیشک۔ تو اس
شخص نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ الخ
(۲۱:۳۳) تم لوگوں کے لئے رسول اللہؐ میں ایک عمدہ نمونہ موجود
ہے۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ عمرؓ اوندھے ہوئے رکن پر
پھر فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور اگر میں اپنے حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا کہ انھوں نے تجھ کو بوسہ دیا ہے اور
چھوا ہے تو میں تجھے نہ چھوتا اور نہ بوسہ دیتا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي
رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ اور یعلی بن امیہ سے مروی ہے
کہا کہ میں نے طواف کیا عمرؓ کے ساتھ۔ جب میں اس رکن پر پہنچا جو
دروازے سے قریب ہے اور جو حجر سے ملتا ہے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا
تاکہ وہ استلام کریں تو انھوں نے کہا کیا تو نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔
فرمایا کہ پھر تو نے آپ کو استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ میں نے کہا
نہیں۔ فرمایا کہ بس تو پیچھے ہٹ۔ تیرے لئے رسول اللہؐ میں اسوۂ حسنہ
(قابل اتباع) ہے۔ اور مروی ہے عیسیٰ بن طلحہ سے انھوں نے بیان
کیا کہ میں ام المؤمنین عائشہؓ اور عائشہ بنت طلحہؓ کے پاس گیا
اور یہ اپنی ماں اسماء سے یہ کہہ رہی تھیں کہ میں تم سے اچھی ہوں
اور میرا باپ تمھارے باپ سے اچھا تھا تو اسماء نے اس کو برا کہنا شروع
کر دیا اور کہہ رہی تھی کہ تو مجھ سے بہتر ہے؟ تو عائشہؓ نے کہا کہ
کیا میں تم میں فیصلہ نہ کر دوں؟ انھوں نے کہا کہ کیوں نہیں۔
انھوں نے کہا کہ ابو بکرؓ پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم اللہ کی طرف سے آگ سے آزاد
کئے ہوئے ہو (انت عتیق اللہ من النار) عائشہؓ نے کہا کہ اسی
دن سے ابو بکرؓ کا نام عتیق ہوگیا۔ پھر پہنچے طلحہؓ تو آپ نے فرمایا کہ

انت یا طلحة ممن قضی نحبہ۔ عن جابر قال اقبل ابوبکر یستاذن علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس ببابہ جلوس والنبی صلی اللہ علیہ وسلم جالس فلم یؤذن لہ ثم اقبل عمر فاستاذن فلم یؤذن لہ ثم اذن لابی بکر وعمر فدخلا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم جالس وحولہ نساؤہ وھو ساکت فقال عمر لاکلمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلہ یضحک فقال عمر یا رسول اللہ لو رأیت ابنة زید امرأة عمر سألتنی النفقة آنفا فوجأت عنقھا فضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدا ناجذہ وقال ھن حولی یسألننی النفقة فقام ابوبکر الی عائشة لیضربھا وقام عمر الی حفصة کلاھما یقولان تسألان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالیس عندہ فنھاھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلن نساؤہ واللہ لا نسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ھذا المجلس مالیس عندہ وانزل اللہ الخیار فبدأ بعائشة فقال انی ذاکر لک امرا ما احب ان تعجلی فیہ حتی تستامری ابویک قالت ما ھو فتلا علیھا یا ایھا النبی قل لازواجک الآیة

تم اے طلحہ رضؓ! اُن لوگوں میں سے ہو جو اپنی نذر پوری کر چکے (یعنی اللہ تعالیٰ پر جان قربان کر دینے کا عہد تم پُورا کر چکے ہو)۔ مروی ہے جابر رضؓ سے اُنھوں نے کہا کہ ابوبکر رضؓ نے آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے گھر میں آنے کی اجازت چاہی اور لوگ آپؐ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم (اندر) بیٹھے تھے تو اُن کو اجازت نہ ملی۔ پھر عمر رضؓ آئے اور اُنھوں نے اجازت طلب کی تو اُن کو بھی اجازت نہ ملی۔ پھر (کچھ دیر کے بعد) ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ دونوں کو اجازت مل گئی اور یہ دونوں گھر میں داخل ہو گئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور اُن کے گرد آپؐ کی سب بیبیاں بیٹھی تھیں اور آپؐ خاموش تھے تو عمر رضؓ نے سوچا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات کہنی چاہیئے جس سے آپؐ کو ہنسی آجائے۔ اب اُنھوں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ دیکھتے زید رضؓ کی بیٹی یعنی عمر رضؓ کی عورت کو اُس نے مجھ سے ابھی نفقہ کا سوال کیا تھا تو میں نے (اس کو نفقہ اس طرح دیا کہ) اُس کی گُدّی پر ایک گھونسہ رسید کر دیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپؐ کے دانت کھل گئے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ یہ میرے گرد بیٹھی مجھ سے نفقہ طلب کر رہی ہیں تو ابوبکر رضؓ اُٹھے اور عائشہ رضؓ کی طرف اُن کو مارنے کے لئے بڑھے اور عمر رضؓ حفصہ رضؓ کی طرف اور دونوں یہ کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتی ہو ایسی چیز کا جو اُن کے پاس نہیں ہے۔ تو ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ دونوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ پھر آپؐ کی سب ازواج نے کہا واللہ ہم اس مجلس کے بعد کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس چیز کا سوال نہ کریں گے جو آپؐ کے پاس نہ ہو۔ اور اللہ تعالےٰ نے اختیار والی آیت نازل کی، تو آپؐ نے ابتدا کی عائشہ رضؓ سے اور فرمایا کہ میں تجھ سے ایک امر کا ذکر کرنے والا ہوں میں اس کو اچھا نہیں سمجھتا کہ تو جواب دینے میں جلدی کرے جب تک اپنے ماں باپ سے مشورہ نہ کر لے۔ عائشہ رضؓ نے کہا وہ کیا ہے تو آپؐ نے اُن کو یہ آیت سُنائی یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ الخ (۳۳: ۲۸) اے نبی آپ اپنی بی بیوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی (کا عیش) اور اُس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال متاع (دنیوی) دے دوں

قالت عائشة أفيك أستأمر أبوي
بل أختار الله و رسوله و أسألك
ألا تذكر لامرأة من نسائك
ما اخترت فقال إن الله لم يبعثني
معنتاً و لكن بعثني معلماً مبشراً
لا تسألني امرأة منهن عما
اخترت إلا أخبرتها عن عمر
قال استعينوا على النساء بالعري
ان احداهن اذا كثرت ثيابها
و حسنت زينتها أعجبها الخروج
عن معاذ عن رسول الله صلى
الله عليه و سلم ان رجلا
سأله فقال أي المجاهدين أعظم
أجرا قال أكثرهم لله ذكرا قال
فأي الصائمين أعظم أجرا قال
أكثرهم لله ذكرا ثم ذكر الصلوة
و الزكوة و الحج و الصدقة كل
ذلك و رسول الله صلى الله
عليه و سلم يقول أكثرهم لله ذكرا
فقال أبوبكر لعمر يا أبا حفص ذهب
الذاكرون بكل خير فقال رسول الله
صلى الله عليه و سلم أجل
عن مجاهد قال لما نزلت إن
الله و ملائكته يصلون على
النبي قال أبوبكر يا رسول الله
ما أنزل الله عليك خيرا إلا أشركنا
فيه فنزلت هو الذي يصلي عليكم
و ملائكته أخرج الترمذي و حسنه و
الحاكم و صححه عن أم هانئ بنت أبي طالب

اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کردوں۔" عائشہ رضؓ نے کہا کیا آپؐ کے
بارے میں میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں۔ بلکہ میں اختیار کرتی ہوں
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو۔ اور آپؐ سے سوال کرتی ہوں کہ اپنی بی بیوں
میں سے کسی سے ذکر نہ کریں میں نے جو اختیار کیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ
مجھے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی لغزشوں کا طالب بناکر نہیں بھیجا۔ مجھے تو
تعلیم دینے والا اور بشارت دینے والا بناکر بھیجا ہے۔ اُن میں سے جو عورت
بھی مجھ سے پوچھے گی کہ تو نے کیا اختیار کیا ہے میں اس کو بتادونگا۔
مروی ہے عمر رضؓ سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ عورتوں کی یہ رعایت رکھو کہ
وہ ننگی نہ ہونے پائیں اُن میں عام طور پر ایسی ہیں کہ جب ان کے پاس
بہت سے کپڑے ہوجاتے ہیں اور ان کی زینت کا سامان ہوجاتا
ہے تو گھر سے نکلنا چاہتی ہیں۔ مروی ہے معاذ رضؓ سے وہ روایت
کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ ایک شخص نے آپؐ سے
سوال کئے پوچھا کہ مجاہدین میں کون بڑے اجر والا ہے۔ فرمایا کہ
جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ پھر پوچھا کہ روزے داروں
میں سب سے بڑا اجر کس کا ہے؟ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ ذکر
کرنے والا ہے۔ پھر سائل نے ذکر کیا نماز کا اور زکوٰۃ کا اور حج کا
اور صدقہ کا ہر ایک کا وہ ذکر کرتا رہا اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا۔ تو
ابوبکر رضؓ نے عمر رضؓ سے کہا اے ابوحفص رضؓ پوری خیر ذاکرین ہی لے گئے
یہ سنکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ مروی
ہے مجاہد رحؒ سے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ
(۵۶:۳۳) بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے
ہیں ان پیغمبر پر" تو ابوبکر رضؓ نے کہا یا رسول اللہ جو خیر بھی اللہ تعالیٰ
نے آپؐ پر نازل کی ہم اس میں آپؐ کے شریک ہوگئے تو یہ آیت نازل
ہوئی ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ الخ (۴۳:۳۳) وہ ایسا (رحیم)
ہے کہ وہ (خود بھی) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے
رہتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آتے اور
اللہ تعالیٰ مومنین پر مہربان ہے" اخذ کیا ترمذی نے اور اس کو
حسن کہا اور حاکم نے اور صحیح کہا۔ مروی ہے ام ہانی بنت ابی طالب سے

قالت خطبنی رسولُ اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم فاعتذرتُ الیہ فعذرنی
فانزل اللہُ یا ایہا النبیُّ اِنّا
احللنا لکَ الیٰ قولہ ہاجرنَ معکَ
قالت فلم اکن اُحلّ لہٗ لانی لم
اُہاجر معہ کنتُ من الطلقاءِ
وَ عن ابی صالح مولے اُمّ ہانی
قال خطب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم امّ ہانی بنت ابی طالب
فقالت یارسولَ اللہ انّی مؤتمۃ
و بَنِیَّ صِغارٌ فلما ادرکَ بَنُوہا
عرضت نفسہا علیہ فقال اما الآن
فلا انّ اللہ اَنزل علیَّ یا ایہا
النبیُّ اِنّآ احللنا لکَ ازواجکَ
الیٰ قولہ ہاجرنَ معکَ ولم
تکنْ مِن المہاجرات عن انس
قال قال عمرُ بن الخطاب یارسولَ اللہ
یدخلُ علیکَ البَرُّ و الفاجرُ فلو
امرتَ اُمّہاتِ المؤمنین بالحجاب
فانزل اللہ آیۃَ الحجاب عن ابن
عباسٍ قال دخل رجلٌ علی النبی صلے
اللہ علیہ وسلم فاطالَ الجلوسَ فقام
النبیُّ صلے اللہُ علیہ وسلمَ مِرارًا
کَیْ یَتْبعہٗ و یقومُ فلم یفعلْ
فدخل عمرُ فرأی الرجل وعرفَ
الکراہیۃَ فی وجہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم لمقعدہ فقال
لعلکَ آذیتَ النبیَّ صلے اللہ علیہ وسلم
ففطنَ الرجلُ فقامَ فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم

کہاکہ مجھ سے پیغام دیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو میں نے
آپ سے عذر کر دیا اور آپ نے میرا عذر قبول کیا پھر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت
نازل کی یَآ اَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ سے ہَاجَرْنَ مَعَکَ تک
(۵۰:۳۳) اے نبیؐ! ہم نے آپؐ کے لئے آپؐ کی یہ بیبیاں جن کو
آپؐ اُن کے مَہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری
مملوکہ ہیں جو اللہ تعالےٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوادی ہیں اور
آپؐ کے چچا کی بیٹیاں اور آپؐ کی پھوپیوں کی بیٹیاں اور آپؐ کے
ماموں کی بیٹیاں اور آپؐ کی خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنھوں نے
آپؐ کے ساتھ ہجرت کی ہو" تو میں آپؐ کے لئے حلال نہ ہوسکی کیونکہ
میں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت نہیں کی تھی۔ میں آزاد کی ہوئی عورتوں
میں سے تھی (بعد اسیری کے)۔ اور ابو صالح آزاد کردہ اُمِّ ہانی
سے مروی ہے کہ اُنھوں نے کہاکہ پیغامِ نکاح دیا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اُمِّ ہانی بنتِ ابی طالب کو تو اُنھوں نے کہا یا
رسول اللہ میں یتیم بچوں والی ہوں اور میرے بچے چھوٹے ہیں۔
(آپؐ نے یہ عذر قبول کیا) پھر جب اُن کے بچے بڑے ہوگئے تو اُنھوں نے
اپنی ذات کو آپؐ کے سامنے پیش کر دیا۔ تو آپؐ نے فرمایاکہ اب تو
نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالےٰ نے نازل کر دیا ہے یَآ اَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّآ
اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ سے الّٰتِیْ ہَاجَرْنَ مَعَکَ تک اور اُمِّ ہانی
مہاجرات میں سے نہیں تھیں۔ مروی ہے انس رضؓ سے اُنھوں نے کہاکہ
عمر رضؓ بن الخطاب نے عرض کیاکہ یا رسول اللہ آپؐ کے پاس نیک اور
بد سب ہی آتے ہیں اچھا ہو کہ آپؐ اُمّہات المؤمنین رضؓ کو پردے کا حکم
دیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے آیتِ حجاب نازل فرمائی۔ مروی ہے ابن عباس رضؓ
سے اُنھوں نے بیان کیاکہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں آیا اور اُس نے بیٹھک لمبی کر دی تو نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کئی مرتبہ اُٹھے تاکہ وہ بھی آپؐ کے ساتھ ساتھ اُٹھ کھڑا ہو گیا
وہ نہ اُٹھا۔ پھر عمر رضؓ آگئے اور اُنھوں نے اُس شخص کو دیکھا اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے ناگواری کو پہچانا اُس کی طویل
نشست کی وجہ سے تو کہاکہ شاید تو نے تکلیف پہنچائی ہے نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کو پھر وہ شخص سمجھا اور اُٹھ گیا۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ

فقد تمت مرارًا کے یتبعنی فلم یفعل فقال عمر لو اتخذت حجابا فان نساءک لسن کسائر النساء و هو اطہر لقلوبہن فانزل اللہ یاایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الآیۃ فارسل الی عمر فاخبرہ بذلک و عن عائشۃ قالت کنت آکل مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قعب فمر عمر فدعاہ فاکل فاصاب اصبعہ اصبعی فقال عمر اوہ لو اطاع فیکن ما راتکن عین فنزلت آیۃ الحجاب و عن عائشۃ ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن یخرجن باللیل اذا تبرزن الی المناصع و ہو صعید افیح وکان عمر ابن الخطاب یقول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احجب نساءک فلم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فخرجت سودۃ بنت زمعۃ لیلۃ العشاء و کانت امرأۃ طویلۃ فناداہا عمر بصوتہ الاعلی

میں کئی مرتبہ اُٹھا کہ میرے ساتھ یہ بھی اُٹھے مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اگر آپ پردہ شروع فرمادیں تو بہتر ہو کیونکہ آپ کی عورتیں عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں اور پردہ اُن کے قلوب کو بھی پاک رکھنے والا ہے تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوا الخ (۳۳: ۵۳) اے ایمان والو! نبیؐ کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جائے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو پھر جب کھانا کھاچکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگاکر نہ بیٹھے رہا کرو۔ اس بات سے نبیؐ کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا اور جب تم اُن سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور اُن کے دِلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسولؐ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپؐ کے بعد آپ کی بی بیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری معصیت کی بات ہے۔" تو آپؐ نے عمرؓ کو بلایا اور اس کی خبر دی۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے اُنھوں نے فرمایا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بڑی پلیٹ میں کھا رہی تھی کہ عمرؓ کا گزر ہوا تو آپؐ نے اُن کو بلا لیا۔ اُنھوں نے بھی کھانا شروع کیا۔ اسی میں اُن کی اُنگلی میری اُنگلی کو لگی تو عمرؓ نے کہا "اوہ" اگر میری بات مانی جائے تو اُن کو ایسی ہونا چاہیے کہ ان کو کوئی آنکھ نہ دیکھ سکے۔ اس کے بعد آیتِ حجاب نازل ہوئی۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج قضائے حاجت کے لئے رات میں مناصع کی طرف جایا کرتی تھیں اور وہ ایک کشادہ زمین تھی اور عمرؓ ابن الخطاب کہا کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ اپنی بی بیوں کا پردہ کرایئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں کراتے تھے۔ ایک رات میں سودہؓ بنت زمعہ اوّل شب میں نکلیں اور وہ لمبے قد کی عورت تھیں تو اُن کو عمرؓ نے پکارا اور بلند آواز سے کہا

قد عرفناكِ يا سودةُ حرصًا على ان
ينزل الحجابُ فانزل الله الحجاب قال
الله تعالے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لاتدخلوا
بيوت النبيّ الآية و عن ابن مسعودٌ
قال فُضّل النّاسَ عمر بن الخطاب
باربعٍ بذكرهِ الاسارٰى يوم بدرٍ
أمرَ بقتلهم فانزل الله لَوْ لَا
كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ الآية وبذكرهِ
الحجابَ أمر نساء النبي صلے
الله عليه وسلم ان يحتجبن فقالت
له زينبُ وانك لتغارُ علينا
يا ابنَ الخطاب والوحيُ ينزل
في بيوتنا فانزل الله وَ اِذَا
سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ
مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ وبدعوة
النبيّ صلے الله عليه وسلم
اللّٰهم ايِّد الاسلامَ بعمرَ وبرأيهِ
في ابي بكر كانَ اوّلَ الناسِ بايعه
عن ابي بكر الصّديق قال
كنتُ عند النبي صلے الله
عليه وسلم فجاءَ رجل فسلم فردَّ النبيّ صلے
الله عليه وسلم واطلقَ وجهه واجلسه الى
جنبه فلمّا قضى الرجلُ حاجته نهض
فقال النبيّ صلے الله عليه وسلم
يا ابا بكر هذا الرّجل يُرفع له كلّ يوم كعمل
اهل الارض قلتُ ولمَ ذاك قال انّه
كلّما اصبح صلّى عليَّ عشر مرّاتٍ
كصلوٰةِ الخلق اجمع قلتُ وما ذاك
قال يقول اللهم صلِّ على محمدٍ النبي عددَ من صلے عليه

اے سودہؓ ہم نے تجھے پہچان لیا۔ اس شدید خواہش کے اظہار کے لئے
کہ پردے کا حکم نازل ہوجائے تو اللہ تعالےٰ نے پردے کا حکم نازل
فرمادیا۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا
بُیُوْتَ النَّبِیِّ آخر تک۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے
کہاکہ سب لوگوں پر عمرؓ بن الخطاب کو فضیلت دی گئی ہے چار باتوں
سے۔ یوم بدر میں قیدیوں کے بارے میں اُس تجویز سے جو اُنھوں نے
ذکر کی تھی کہ اُن کو قتل کیا جائے تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل
کی لَوْ لَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰہِ سَبَقَ الخ (۸: ۶۸) اگر خدا تعالےٰ کا
ایک نوشتہ مقدر نہ ہوچکا ہوتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اُس کے
بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔" اور اُن کی تجویز حجاب
سے کہ اُنھوں نے امر کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کو کہ پردہ
کیا کریں تو اُن سے زینبؓ نے کہا تھا کہ اے ابن الخطابؓ تم تو ہم پر
بھی غیرت کرنا شروع کردی حالانکہ وحی ہمارے گھروں میں نازل ہوتی
ہے تو اللہ تعالےٰ نے یہ حکم نازل فرمایا وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا الخ
(ترجمہ تحریر ہوچکا ہے)۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس دُعا سے کہ
یا اللہ اسلام کو عمرؓ سے مدد پہنچا دیجئے۔ اور ابوبکرؓ کی خلافت کے بارے
میں رائے قائم کرنے سے کہ وہ پہلے شخص تھے جس نے ابوبکرؓ سے بیعت
کی تھی۔ مروی ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے کہا کہ
میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص آیا اور
اُس نے آپؐ کو سلام کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب
دیا اور آپؐ کا چہرہ کِھل گیا اور آپؐ نے اُس کو اپنے پہلو میں بٹھایا۔
جب وہ شخص اپنی حاجت پوری کرچکا تو اُٹھ گیا تو نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ یہ ایسا شخص ہے کہ روزانہ اس کی
نیکی (آسمان پر) اُٹھائی جاتی ہے جو مثل ہوتی ہے تمام اہلِ ارض
(کی نیکیوں) کے۔ میں نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے؟ فرمایا کہ ہر صبح
کو یہ شخص مجھ پر دس مرتبہ ایک درود پڑھتا ہے جو تمام خلق کے
درود کے برابر ہوجاتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کونسا درود ہے
تو فرمایا وہ یہ کہتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الخ (اے اللہ تو
محمدؐ نبی پر اس قدر درود بھیج جو برابر ہو اُس تمام درود کے جو آپؐ کی

من خلقك وصلِّ على محمد النبي كما
ينبغي لنا ان نصلّي عليه وصلِّ
على محمد النبي كما امرتنا ان نصلّي
عليه وعن ابي بكر الصديق قال
الصلوة على النبي صلى الله
عليه وسلم امحق للخطايا من
الماء للنار والسلام على النبي
صلى الله عليه وسلم افضل من
عتق الرقاب وحب رسول الله
صلى الله عليه وسلم افضل
من مهج الانفس او قال من ضرب
السيف في سبيل الله وعن
قتادة في الآية قال اياكم و
اذى المؤمنين فان الله يحوطه
و يغضب له وقد زعموا ان
عمر بن الخطاب قرأها ذات
يوم فافزعه ذلك حتى ذهب الى
ابي بن كعب فدخل عليه فقال
يا ابا المنذر اني قرأت آية من
كتاب الله فوقعت مني كل موقع
والذين يؤذون المؤمنين و
المؤمنات والله اني لاعاقبهم و
اضربهم فقال له انك لست منهم انما انت
مؤدب انما انت معلم وعن الشعبي
ان عمر بن الخطاب قال اني
لابغض فلانا فقيل للرجل ما شان عمر يبغضك
فلما كثر القوم في الدار جاء فقال
يا عمر افتقت في الاسلام فتقا قال
لا قال فجنيت جناية قال لا قال احدثت حدثا

تمام مخلوق نے اُن پر بھیجا اور درود بھیج محمد نبیؐ پر ایسا (اچھا) درود
جو ہمارے لئے آپ پر بھیجنا مناسب ہو اور درود بھیج محمدؐ نبی پر جیساکہ
آپ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم آپؐ پر درود بھیجیں"۔ اور مروی ہے ابوبکر
صدیقؓ سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود
بھیجنا گناہوں کو اس سے زیادہ مٹا دینے والا ہے جس قدر پانی آگ
کو مٹاتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا زیادہ افضل
ہے غلاموں کے آزاد کرنے سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت زیادہ فضیلت رکھتی ہے نفسوں کے خونِ دل سے (یعنی جان
سے زیادہ عزیز اور پیاری چیز ہے) یا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار
مارنے سے۔ اور مروی ہے قتادہؒ سے آیت (والذین یؤذون
المؤمنین) کے بارے میں کہ اُنھوں نے کہا ایذائے مؤمنین سے
بچتے رہو کیونکہ اللہ تعالےٰ اس کو نگاہ میں رکھتے ہیں اور اُس سے
ناراض ہوتے ہیں اور لوگوں نے خیال کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک دن
اس آیت کی قرارت کی تو وہ اس سے گھبرا گئے یہاں تک کہ اُبیؓ بن
کعب کی طرف گئے اور جا کر کہنے لگے کہ اے ابوالمنذر میں نے کتاب اللہ
کی ایک آیت پڑھی تو (جس چیز سے اُس میں منع کیا گیا ہے) وہ مجھ سے
ہر موقع میں واقع ہوئی وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ
الْمُؤْمِنٰتِ الخ (۳۳: ۵۸) بیشک جو لوگ ایمان والے مردوں کو
اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ اُنھوں نے کچھ کیا ہو
ایذا پہنچاتے ہیں وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں"
واللہ میں تو لوگوں کے پیچھے لگا رہتا ہوں اور اُن کو مارتا ہوں
تو اُنھوں نے کہا کہ آپ اُن میں سے نہیں ہیں آپ تو اُن کے صرف
مؤدِّب ہوتے ہیں، آپ تو صرف مُعلّم ہوتے ہیں۔ اور مروی ہے
شعبی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے کسی سے کہا کہ میں فلاں شخص سے بغض
رکھتا ہوں۔ تو اُس شخص سے کہدیا گیا کہ کیا بات ہے عمرؓ تم سے بغض
رکھتے ہیں۔ پھر جب مکان میں بہت لوگ جمع ہوگئے تو وہ آیا اور
اُس نے کہا اے عمرؓ کیا میں نے اسلام میں کوئی رخنہ ڈالا ہے؟
عمرؓ نے کہا نہیں۔ کہا کیا میں نے (اللہ کی) کوئی خاص نافرمانی کی
ہے؟ عمرؓ نے کہا۔ نہیں۔ پھر کہا کیا میں نے (اسلام میں) کوئی احداث کیا ہے

قال لا قال فعلام تبغضنی و قال اللہ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا و اثما مبینا فقد اذیتنی فلا غفر لا اللہ لک فقال عمر صدق واللہ ما فتق فتقا ولا ولا فاغفرہا لی فلم یزل بہ حتے غفر لہ عن ابی قلابۃ قال کان عمر بن الخطاب لا یدع فی خلافتہ امۃ تتقنع و یقول انما القناع للحرائر کیلا یؤذین و عن انس رای عمر جاریۃ متقنعۃ فضربہا بدرتہ وقال القی القناع لا تشبہین بالحرائر۔

قال اللہ تعالے وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا بما ارسلتم بہ کفرون ۵ وقالوا نحن اکثر اموالا واولادا وما نحن بمعذبین ۵ قل ان ربی یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۵ وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی الا من امن و عمل صالحا فاولئک لھم جزاء الضعف بما عملوا وھم فی الغرفت امنون ۵ والذین یسعون فی ایتنا معجزین اولئک فی العذاب محضرون ۵ فقیر گوید عفی عنہ خدای تعالی درین آیات بیان مے فرماید شبہۂ از شبہات کفار کہ اکثر اہل دنیا در ہر طبقہ

(یعنی بدعت)، انھوں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد کہا پھر کس بات پر آپ مجھ سے بغض رکھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالے نے یہ فرمایا ہے والذین یؤذون الخ تو آپ نے مجھے ایذا پہنچائی، اللہ تعالیٰ تم کو یہ معاف نہ کرے۔ تو عمرؓ نے کہا اس نے سچ کہا واللہ نہ اس نے کوئی رخنہ ڈالا اور نہ یہ کیا، نہ یہ کیا (پھر اُس شخص سے کہا کہ) تم مجھے معاف کردو۔ پھر معافی مانگتے ہی رہے یہاں تک کہ اُس نے اُن کو معاف کردیا۔ مروی ہے ابو قلابہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب کسی باندی کو گھونگھٹ نہیں کرنے دیتے تھے اور کہتے کہ گھونگھٹ صرف آزاد عورتوں کے لئے ہے تاکہ وہ ستائی نہ جائیں۔ اور مروی ہے انسؓ سے کہ عمرؓ نے ایک لونڈی کو گھونگھٹ لٹکائے دیکھا تو اُس کو اپنے دِرّے سے مارا اور کہا اُلٹ اس گھونگھٹ کو، آزاد عورتوں کے مشابہ نہ بن۔

آیات سورہ سبا

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وما ارسلنا فی قریۃ الخ (۳۴: ۳۴ تا ۳۸) اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم کو دے کر بھیجا گیا ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا۔ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے ولیکن اکثر لوگ (اس سے) واقف نہیں۔ اور تمھارے اموال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو درجہ میں تم کو ہمارا مقرب بنادے (یعنی مؤثر علت قرب کی بھی نہیں) مگر ہاں جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے (یہ دونوں چیزیں البتہ سبب قرب ہیں) سو ایسے لوگوں کے لئے اُن کے (نیک) عمل کا دونا صلہ ہے اور وہ (بہشت کے) بالاخانوں میں چین سے (بیٹھے) ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (اُن کے ابطال کی) کوشش کررہے ہیں ایسے لوگ عذاب میں لائے جائیں گے۔"

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان آیات میں کفار کے شبہات میں سے ایک شبہ کو بیان فرماتے ہیں کہ اکثر اہل دنیا ہر طبقے کے اس میں

گرفتار آن شبہ اند یعنی نظر باموال و اولادِ خود کردن و فضیلت را بوجود آن دانستن و نجاتِ آخرت بافضیلتِ نفسانی بران وا ساختن و جواب این شبہ ارشاد مینماید قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ بگو ہر آئینہ پروردگارِ من فراخ میسازد روزی را برائے ہر کہ خواہد و تنگ میکند بر ہر کہ خواہد لیکن اکثر مردمان نمیدانند حقیقتِ حال را و نیست مالہائے شما و نہ اولادِ شما باین مثابہ کہ نزدیک گرداند شمارا پیشِ ما بمنزلتِ قرب لیکن ہر کہ ایمان آورد و کار شائستہ کرد این جماعہ را باشد جزائے دوچند بعوض انچہ عمل کردند و ایشان در کوشکہائے بلند از جمیع مخوفات ایمن باشند و آنانکہ سعی میکنند در آیاتِ ما غلبہ کنان این جماعہ در عذاب حاضر کردہ شدگانند باز فقیر میگوید اسقاط اعتبار مال و اولاد و جاہ و حسب نسب در فضائلِ مسلمین فیما بینہم و اعتبار وصف ایمان قلب و اعمال جوارح در فضیلتِ مسلمانان اصلی عظیم است از اصولِ اسلام عن ابراہیم التیمی قال قال رجلٌ عند عمر اللّٰہم اجعلنی من القلیل فقال عمر ما ہذا الدّعاء الّذی تدعوہ قال انی سمعت اللّٰہ یقول وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ فانا ادعوا اللّٰہ ان یجعلنی من ذٰلک القلیل فقال عمر کلّ الناس اعلم من عمر و عن مسعر قال سمع عمر رجلاً یقول اللّٰہم اجعلنی من القلیل فقال یا عبد اللّٰہ ما ہذا قال سمعت اللّٰہ یقول وَمَا اٰمَنَ مَعَہٗ اِلَّا قَلِیْلٌ و قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ وذکر آیۃ اُخری فقال عمر کل احد افقہ من عمر

گرفتار ہیں۔ یعنی اپنے اموال و اولاد پر نظر کرنا اور اُن کے وجود سے اپنے اندر فضیلت سمجھ لینا اور اپنے نفس کی بنائی ہوئی اس فضیلت کو نجاتِ آخرت کا مدار قرار دے لینا۔ اور جواب اس شبہ کا ارشاد فرماتے ہیں قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ الخ کہدو کہ بیشک میرا پروردگار روزی کو فراخ کردیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگ کردیتا ہے لیکن اکثر لوگ حقیقتِ حال کو نہیں جانتے اور تمھارا مال اور تمھاری اولاد ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ وہ ہمارے نزدیک تم کو مرتبۂ قُرب میں لے آئیں لیکن جو ایمان لایا اور اُس نے شائستہ کام کئے اُن کے اعمال کے بدلہ میں اس جماعت کو دوچند جزا دی جائے گی اور وہ لوگ بلند محلوں میں جملہ خطرات سے محفوظ ہوکر رہیں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیات پر غالب آنے (یعنی جھٹلانے) کی کوشش کریں گے یہ وہ جماعت ہے جو عذاب میں لائی جائیگی۔ اس کے بعد فقیر کہتا ہے کہ مال و اولاد اور جاہ و حسب نسب کا مسلمانوں کی باہمی فضیلتوں میں ساقط الاعتبار کردینا، اور ایمان قلب اور اعمالِ بدنیہ کے وصف کا مسلمانوں کی فضیلت میں اعتبار کرنا اصولِ اسلام میں سے ایک بہت بڑی اصل ہے۔ مروی ہے ابراہیم تیمی سے اُنھوں نے کہا کہ ایک شخص نے جو عمرؓ کے نزدیک تھا یہ دُعا کی کہ یا اللہ مجھے قلیل میں سے کردے، یہ سُنکر عمرؓ نے کہا کہ یہ کیا دُعا ہے جو تو مانگ رہا ہے۔ اُس نے کہا میں نے اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ۝ (۳۴ : ۱۳) اور میرے بندوں میں شکرگزار کم ہی ہوتے ہیں" تو میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کررہا ہوں کہ مجھے بھی ان قلیل بندوں میں سے کردے۔ یہ سُنکر عمرؓ نے کہا کہ ہر شخص عمرؓ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اور مسعر سے مروی ہے کہ عمرؓ نے ایک شخص کو یہ دُعا کرتے ہوئے سُنا اللّٰہم اجعلنی من القلیل (یا اللہ مجھے قلیل میں سے کردے)، تو آپؓ نے کہا اے اللہ کے بندے یہ کیا دُعا ہے تو اُس نے کہا کہ میں نے سُنا اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے وَمَا اٰمَنَ مَعَہٗ اِلَّا قَلِیْلٌ (۱۱ : ۴۰) اور بجز قلیل آدمیوں کے اُن (ہودؑ) کے ساتھ کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔" وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ اور ایک اور آیت کا ذکر کیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ ہر ایک عمرؓ سے زیادہ سمجھدار ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ فقیر گوید عفی عنہ خدائے تعالیٰ دراوّلِ کلام فضیلتِ جمعے کہ تلاوتِ کتاب اللہ میکنند و اقامتِ صلوٰۃ وانفاق در سِرّ و علانیہ بعمل می آرند بیان میفرماید و اجر جزیل برائے ایشان مقرر مینماید بعد ازان ارشاد میکند کہ قرآنِ عظیم حق است بسوئے تو وحی فرستادیم آن را موافق کتابہائے پیشین بعد ازان میفرماید ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ یعنے بعد ازانکہ قرآن را بتو وحی نمودیم وارثِ قرآن ساختیم اُمتِ برگزیدہ را از بندگانِ خود پس از یشان کسی ہست کہ ظلم کردہ است بر نفس خود بارتکابِ بعضِ معاصی و باز ازان ندامت میکشند و بعض از یشان میانہ رو است و بعض از ایشان پیشی گیرندہ است بجانب بہترین حالتے یا خصلتے بتوفیقِ خدائے تعالیٰ این است فضل بزرگ بعد ازان ثوابِ اُمتِ مرحومہ بیان مے فرماید جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا و عقوبتِ اَضدادِ ایشان کہ بر طرفِ مقابل اُفتادہ اند ارشاد مینماید وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ باز فقیر می گوید این آیت با آیاتِ دیگر نص است در تقسیمِ اُمتِ مرحومہ بسہ قسم اعلیٰ ہمہ سابقین اند یعنی صدیقین و صالحین وایشان را مقربین نیز گویند

آیات سورۂ فاطر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ الخ (۳۵: ۳۲) پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھ میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے (تمام دنیا کے) بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعض تو اُن میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں متوسط درجہ کے ہیں اور بعض ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑا فضل ہے۔" فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اوّل کلام میں ایسی جماعت کی فضیلت بیان فرماتے ہیں جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور اخفاء کے ساتھ بھی اور علانیہ بھی نماز قائم کرتے اور (اللہ کی راہ میں) مال خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے گرانقدر اجر مقرر کرتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآنِ عظیم حق ہے جو ہم نے آپ پر بذریعہ وحی بھیجا ہے پچھلی کتابوں کی طرح، اس کے بعد فرماتے ہیں ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ یعنی قرآن کو آپ پر وحی کرنے کے بعد ہم نے اُمتِ برگزیدہ میں سے ایسے بندوں کو اُس کا وارث بنایا کہ جن میں بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے بعض گناہوں کے مرتکب ہو کر اپنے نفس پر ظلم کیا اور پھر اس سے شرمندہ ہوئے اور بعض اُن میں سے میانہ رَو (یعنے درمیانی رفتار والے) ہیں۔ اور بعض اُن میں سے سبقت کرنے والے ہیں خدا تعالیٰ کی توفیق سے بہترین حالت یا خصلت کی طرف۔ یہ بہت بڑا فضل ہے۔ اس کے بعد اُمتِ مرحومہ کا ثواب بیان فرماتے ہیں جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا (یعنے ہمیشہ رہنے والے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے)۔ پھر جن کا حال ان کے برخلاف ہے اُن پر جو عذاب ہوگا اس کو ارشاد فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ (۳۵: ۳۶) اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو اُن کی قضا آوے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔" پھر فقیر کہتا ہے کہ یہ آیت دوسری آیات کے ساتھ اُمتِ مرحومہ کی تین قسموں پر منقسم ہونے کے بارے میں نص ہے۔ سب سے بلند مرتبہ سابقین ہیں یعنے صدیقین اور شہداء و صالحین اور ان کو مقربین بھی کہتے ہیں۔

و قسم اوسط مقتصد یعنی اصحاب الیمین و ابرار و فروترین ہمہ ظالم است یعنی کسیکہ اعتقادِ ایمان درست کردہ است و در اعمال تقصیرے از وی واقع شد و بندامت و بازگشت بجنابِ الٰہی تدارکِ آن بینماید و سابقاً بیان کردیم کہ خلافتِ خاصہ وقتے متحقق شود کہ خلیفہ از سابقین مقربین باشد فیما یتعلق بنفسہم و از سابقین اولین باشد در طبقاتِ مؤمنین باعتبارِ سوابقِ اسلامیہ فتدبر عن الضحاک عن ابن عباس قال نزلت ہذہ الآیۃ أفمن زین لہ سوء عملہ فرآہ حسناً حیث قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اللھم اعز دینک بعمر بن الخطاب او بابی جہل بن ہشام فہدے اللہ عمر و اضل ابا جہل ففیہما انزلت عن سعید ابن المسیب قال وضع عمر بن الخطاب للناس ثمانی عشر کلمۃ حکم کلہا ما عاقبت من عصے اللہ فیک بمثل ان تطیع اللہ فیہ وضع امر اخیک علے احسنہ حتے یجیئک منہ ما یغلبک ولا تظنن بکلمۃ خرجت من مسلم شراً وانت تجد لہا فی الخیر محملاً ومن عرض نفسہ للتہمۃ فلا یلومن من اساء بہ الظن ومن کتم سرہ کانت الخیرۃ فی یدہ و علیک باخوانِ الصدق تعش فی اکنافہم فانہم

اور درمیانی قسم مقتصد یعنی اصحاب الیمین اور ابرار اور سب سے نیچے کی قسم (اپنی ذات پر) ظلم کرنے والے ہیں۔ یعنی جس شخص نے اعتقادِ ایمان درست کرلیا اور اعمال میں اُس سے تقصیر واقع ہوگئی اور شرمندگی کے ساتھ بارگاہِ الٰہی کی طرف رجوع ہوکر اس کا (توبہ و استغفار سے) تدارک کر رہا ہے۔ اور ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ خلافتِ خاصہ اسی وقت متحقق ہوتی ہے کہ خلیفہ ان جملہ امور میں جو اس کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں سابقین مقربین میں سے ہو اور طبقاتِ مؤمنین میں سوابقِ اسلامیہ کے اعتبار سے وہ سابقین اولین میں سے ہو۔ اب تم سمجھ لو۔ اور مروی ہے ضحاک سے کہ یہ آیت نازل ہوئی أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ الخ (۳۵ : ۸) تو کیا ایسا شخص جس کو اُس کا عمل اچھا کرکے دکھایا گیا ہو پھر وہ اُس کو اچھا سمجھنے لگا اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہے کہیں برابر ہوسکتے ہیں؟ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دُعاء کی تھی کہ اے اللہ اپنے دین کو غلبہ عطا فرما عمرؓ بن الخطاب سے یا ابی جہل بن ہشام سے تو اللہ نے عمرؓ کو ہدایت دی اور ابوجہل کو گمراہ رکھا۔ یہ آیت ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں کو اٹھارہ باتیں فرمائیں سب دانائی کی ہیں۔ جس[1] شخص نے تیرے ساتھ اللہ کا نافرمان بن کر کوئی معاملہ کیا، تو اُس کے لئے اس سے بہتر کوئی سزا نہیں ہے کہ تم اس کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق کرو (غالباً وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ کی طرف اشارہ ہے)۔ اپنے[2] بھائی کے معاملہ کو اچھے پہلو پر ہی محمول رکھو جب تک تمہارے پاس اُس کی طرف سے کوئی ایسی بات آئے جو تمہیں (بُرے پہلو کے تسلیم کرنے پر) مجبور کرے۔ کسی[3] کلمہ کو جو تمہارے بھائی کے مُنہ سے نکلے اُس میں شر کا گمان نہ کرو جب تم (کسی تاویل سے) اُس کے لئے خیر کا کوئی محمل پاسکو۔ جس[4] شخص نے اپنے نفس کو تہمت کے لئے پیش کردیا تو اُس کو چاہیئے کہ اُس شخص کو ہرگز ملامت نہ کرے جو اُس سے بدگمانی کرے۔ جس[5] شخص نے اپنے راز کو مخفی رکھا اختیار اُس کے ہاتھ میں رہے گا۔ لازم[6] ہے کہ سچے دوست رکھو تو تم اُن کی گود (یعنے مصاحبت) میں راحت سے رہوگے کیونکہ

عہ یعنی ہر کہ در بارہ تو خلاف حکم خدا کند سزای آن بہتر ازیں نیست کہ در بارہ اش بموجب حکم خدا کنی ۱۲

زینۃ فی الرخاء وعدۃ فی البلاء وعلیک بالصدق وان قتلک ولا تعرض فیما لا یعنیک ولا تسأل عما لم یکن فان فیما کان شغلاً عما لم یکن ولا تطلبن حاجتک الی من لا یحب نجاحھا لک ولا تھاونن بالحلف الکاذب فیھلکک اللہ ولا تصحب الفجار لتعلم من فجورھم واعتزل عدوک واحذر صدیقک الا الامین ولا امین الا من خشی اللہ وتخشع عند القبور وذل عند الطاعۃ واستعصم عند المعصیۃ واستشر فی امرک الذین یخشون اللہ فان اللہ تعالیٰ یقول انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وعن عمر بن الخطاب سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سابقنا سابق ومقتصدنا ناج وظالمنا مغفور لہ وقرأ عمر فمنھم ظالم لنفسہ الآیۃ وعن عثمان بن عفان انہ افزع بھذہ الآیۃ ثم قال الا ان سابقنا اھل جھادنا الا وان مقتصدنا اھل حضرنا وظالمنا اھل بدونا وعن صھیب سمعت رسول اللہ

وہ تمھاری زینت ہوں گے فراخی کے حال میں اور سہارا بنیں گے ابتلاء کے وقت۔ تم پر سچائی لازم ہے چاہے وہ تمھیں مار ہی ڈالے۔ اور ایسے کام میں نہ پڑو جو بے فائدہ ہو۔ جو بات پیش نہیں آئی اُس کے بارے میں سوال نہ کرو کیونکہ جو پیش آگئی ہیں وہ ضروری مصروفیت ہیں بہ نسبت اُس کے جو پیش نہیں آئی (مطلب یہ ہے کہ غیر ضروری باتوں میں اُلجھنے سے ضروری باتیں رہ جاتی ہیں)۔ اور ہرگز اپنی حاجت کو ایسے شخص کے پاس نہ لے جاؤ جو اُس کا پورا کرنا تمھارے لئے پسند نہ کرتا ہو۔ جھوٹی قسم کو ہلکی بات نہ سمجھو جس کا انجام یہ ہوگا کہ خدا تم کو ہلاک کردے گا۔ اور بدکردار لوگوں کی صحبت نہ اختیار کرو کہ تم بدکرداری کی باتیں جان لو۔ اور اپنے دشمن سے الگ رہو۔ اور دوست سے بھی بچو بجز امین دوست کے اور کوئی امین نہیں بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ قبروں کے نزدیک اللہ سے ڈرو۔ اور عبادت کے وقت عاجزی کرو۔ اور معصیت کے موقع پر پاکدامن رہو۔ اور اپنے کام میں ان لوگوں سے مشورہ کرو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں (اور وہ علماء ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ الخ (۳۵:۲۸) خدا سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔" عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرماتے تھے کہ ہمارے سابق (یعنی اسلام پر سبقت کرنے والے) سابق رہیں گے (داخلہ جنت کے وقت) اور ہمارے مقتصد (یعنی اوسط درجہ والے) نجات پانے والے ہیں اور ہمارے ظالم بھی بخش دیئے جائیں گے اور عمرؓ نے یہ آیت پڑھی فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ الخ۔ اور مروی ہے عثمانؓ بن عفان سے کہ وہ مضطرب ہوگئے اس آیت پر پھر فرمایا یاد رکھو جو ہم میں سابق ہیں وہ اہلِ جہاد ہیں۔ یاد رکھو جو ہمارے مقتصد ہیں وہ شہر والے ہیں اور جو ہم میں ظالم ہیں وہ اہلِ بدو ہیں (یعنی اعراب) اور صہیب سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

[1] واضح رہے کہ تخشّع کے معنے ہیں جھکنا جیسے خاشعۃ ابصارھم مراد ہوتا ہے اللہ کے خوف سے جھکنا اور تخشّی کے معنے ہیں ڈرنا۔ یہ خالص قلب سے متعلق ہے جب خوف کے آثار جسم پر ظاہر ہوں گے تو اس کے اعتبار سے دوسرے الفاظ استعمال ہوتے ہیں تخشّع التضرّع وغیرہ۔ یہاں یہ مقصد نہیں ہے کہ قبر کے نزدیک جھک جانا چاہیئے اس لئے غالباً صحیح لفظ تخشّیٰ ہے بغیر عین کے ۱۲ مترجم

صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی المہاجرین
ہم السابقون الشافعون المدلون (نازکنندگان) علیٰ
ربہم والذی نفس محمد بیدہ انہم لیأتو
یوم القیمۃ وعلیٰ عواتقہم السلاح
فیقرعون باب الجنۃ فیقول لہم
الخزنۃ من انتم فیقولون نحن
المہاجرون فیقول لہم الخزنۃ ہل
حوسبتم فیجثون علیٰ رکبہم ویرفعون
ایدیہم الی السماء فیقولون ای
رب ابہذہ نحاسب قد خرجنا
وترکنا الاہل والمال والولد
فیمثل اللہ لہم اجنحۃ من
ذہب مخوصۃ بالزبرجد و
الیاقوت فیطیرون حتے
یدخلون الجنۃ فذٰلک قولہ
وقالوا الحمد للہ الذی
اذہب عنا الحزن الی قولہ
ولا یمسنا فیہا لغوب قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم فہم بمنازلہم فی
الجنۃ اعرف بمنازلہم فی
الدنیا۔

قال اللہ تعالیٰ وجاء من اقصا
المدینۃ رجل یسعی قال یقوم اتبعوا
المرسلین ۵ اتبعوا من لا یسئلکم
اجرا وہم مہتدون ۵ فقیر گوید خدا
تعالیٰ دریں آیات ارشاد میکند کہ جمعی
از غیر انبیاء کلمہ حق را بشہادت قلب خود
میشناسند بمتابعت انبیاء جمہور بنی آدم را بآن کلمۃ الحق

صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے مہاجرین کے بارے میں کہ یہی لوگ
ہیں سابقون، شفاعت کرنے والے ناز کرنے والے اپنے رب پر۔ قسم
ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ وہ ضرور قیامت
کے دن اس شان سے آئیں گے کہ اُن کے کندھوں پر ہتھیار ہوں گے پھر
وہ جنت کے دروازے کھٹکائیں گے تو جو جنت کے خازن ہیں وہ
اُن سے کہیں گے تم کون ہو؟ وہ کہیں گے ہم مہاجرین ہیں۔ خازن
پوچھیں گے کہ کیا تمھارا حساب ہو چکا ہے؟ تو وہ وہیں گھٹنے ٹیک
دیں گے اور اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھائیں گے اور کہیں گے
اے رب کیا ہم سے اس پر محاسبہ کیا جائے گا کہ ہم (اپنے گھر چھوڑ کر)
نکلے اور ہم نے اپنے اہل و اموال کو اور اولاد کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ
اُن کے سونے کے پر لگا دے گا جن میں زبرجد اور یاقوت جڑا ہوا
ہوگا تو وہ اُڑنے لگیں گے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائیں گے
تو اسی جانب (مشیر ہے) قول اللہ تعالیٰ کا وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ
الَّذِی تا لُغُوبٌ ۵ (۳۵: ۳۴-۳۵) اور کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ
لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے (رنج و) غم دور کر دیا بیشک ہمارا پروردگار
بڑا بخشنے والا قدر دان ہے۔ جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ
رہنے کے مقام میں لا اتارا جہاں ہم کو نہ کوئی کلفت پہنچے گی اور
نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی۔" فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
تو یہ اُن کی منزلیں ہیں جنت میں جن کو ہر ایک جنتی اپنے دنیا کے گھر
سے زیادہ پہچانتا ہوگا۔

آیات سورہ یٰسٓ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَجَاءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَۃِ الخ
(۳۶: ۲۰-۲۱) ایک شخص (مسلمان) اس شہر کے کسی دور مقام
سے دوڑتا ہوا آیا (اور) کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں
کی راہ پر چلو (ضرور) ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی
معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں۔" فقیر کہتا ہے
کہ خدا تعالیٰ اس آیت میں یہ ارشاد فرماتا ہے کہ غیر انبیاء میں سے
بھی ایک جماعت ایسی ہوتی ہے جو کلمہ حق کو قلب کی شہادت سے
پہچان لیتے ہیں اور تمام بنی آدم کو اُس کلمہ حق کے ساتھ انبیاء کے

۵۴ از جثو یعنی بزانو نشستن ۱۲ ۵۵ از خوص یعنی دوختن و تعبیہ کردن ۱۲

دعوت مینمایند و در آخرت اجر جزیل کہ تِلْوِ مراتبِ انبیاء میتوان گفت می یابند و این یکے از صفاتِ خلافت خاصہ است فتدبر عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سورۃ یٰسٓ تُدعیٰ فی التوراۃ المُعِمَّۃ[1] تعم صاحبہا بخیر الدنیا و الآخرۃ وتکابد عنہ بلوے الدنیا و الآخرۃ وتدفع عنہ اَھاوِیلَ الآخرۃ وتُدعیٰ الدَّافعۃُ و القاضیۃُ تدفع عن صاحبہا کلَّ سوءٍ و تقضی لہ کلَّ حاجۃٍ مَن قرأہا عدلت عشرین حجۃً و مَن سمعہا عدلت لہ الفَ دینارٍ فی سبیل اللہ و من کتبہا ثم شربہا اُدْخِلت جوفہ الف دواءٍ و الف نورٍ والف یقینٍ والف برکۃ والف رحمۃٍ و نُزِعت عنہ کلُّ غِلٍّ وداءٍ وعن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من زار قبر والدیہ او احدہما فی کل جمعۃٍ فقرأ عندہما یٰسٓ غفر اللہ تعالیٰ لہ بعدد کل حرف منہا عن عروۃ قال قدم عروۃُ بن مسعودٍ الثقفی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم ثم استاذن لیرجع الیٰ قومہ فقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہم قاتلوک قال لو وجدونی نائما ما ایقظونی فرجع الیہم فدعاہم الی الاسلام فعصوہ واسمعوہ من الاذیٰ فلما طلع الفجر قام علی غرفۃ فاذن بالصلوٰۃ

اتباع کی دعوت دیتے ہیں اور آخرت میں وہ بہت بڑا اجر پاتے ہیں جس کو انبیاءؑ کے مراتب کے تابع کہہ سکتے ہیں اور یہ خلافتِ خاصّہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اس پر غور کرو۔ مروی ہے ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ یٰسٓ کو توراۃ میں مُعِمَّہ[1] کے نام سے ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کو دنیا اور آخرت کی نیکی سے باخبر کرتی ہے۔ اور اُس پر سے ہٹاتی ہے دنیا اور آخرت کی بلاؤں کو اور آخرت کی ہولناکیاں اُس سے دفع کرتی ہے اور اس کے (دوسرے نام) دافعہ اور قاضیہ بھی مذکور ہوتے کہ وہ اپنے ساتھی سے ہر بُرائی کو دفع کرتی ہے اور اُس کی ہر ایک حاجت کو پورا کرتی ہے۔ جس نے اُس کو پڑھا اُس کو بیس حج کے برابر ثواب ملیگا اور جس نے اُس کو سُنا اُس کو ہزار دینار اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے اُس کو لکھا پھر اُس کو (پانی سے حل کرکے) پی لیا تو اُس کے پیٹ میں ہزار دوائیں داخل ہوگئیں اور ہزار نُور اور ہزار یقین اور ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں پہنچ گئیں اور اُس میں سے ہر کھوٹ اور ہر مرض نکل گیا۔ اور مروی ہے ابوبکر صدیقؓ سے کہ جس نے اپنے والدین یا اُن میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ میں زیارت کی اور اس کے پاس سورہ یٰسٓ کی قراءت کی تو اس کے ہر حرف کی شمار کے مطابق اللہ تعالےٰ اُس کی مغفرت کردے گا۔ عروہ سے روایت ہے بیان کیا کہ عروہ بن مسعود ثقفی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اسلام قبول کیا۔ پھر اپنی قوم کے پاس واپس ہونے کی اجازت مانگی تو اُس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ تجھ کو قتل کرنے والے ہیں۔ اُس نے کہا کہ اگر ان لوگوں نے مجھے سوتا ہوا پایا تو جگایا نہیں (یعنے وہ تو میری اتنی عزت کرتے ہیں) پھر اُن کی طرف واپس ہوگیا اور قوم کو اسلام کی طرف بُلایا تو قوم نے نہ مانا اور اس کو سخت سُست باتیں سُنائیں۔ پھر جب صبح صادق طلوع ہوئی تو اُس نے اپنے بالاخانے کے اُوپر کھڑے ہوکر نماز کے لئے اذان دی

[1] یہ لفظ عموم سے بنا ہے جس کے معنے ہیں سب کو شامل کرنا یعنے سورہ یٰسٓ ایک ایسی جامع چیز ہے جو اپنے قاری کے پاس دارین کی خیر کو جمع کردیتی ہے ؛

وتشہد فرماہ رجل من ثقیف بسہم فقتلہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین بلغہ قتلہ مثل عروۃ مثل صاحب یٰس دعا قومہ الی اللہ فقتلوہ عن الحسن ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یتمثل بھذا البیت ع کفے بالاسلام والشیب للمرء ناھیاء فقال ابوبکر یارسول اللہ انما قال الشاعر ع کفے الشیب والاسلام للمرء ناھیاء فاعادہ کالاول فقال ابوبکر اشھد انک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ماعلمک الشعر وما ینبغی لک وعن عبدالرحمن ابن ابی الزناد ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال للعباس بن مرداس ارأیت قولک ع اصبح نھبی ونھب العبید ٭ بین الاقرع وعیینۃ ٭ فقال ابوبکر بابی انت وامی یارسول اللہ ما انت بشاعر ولا راویۃ وما ینبغی لک انما قال بین عیینۃ والاقرع۔

جب تشہد (یعنی اشہد ان لاالٰہ الا اللہ) کہا تو ثقیف کے ایک شخص نے اُن کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُن کے قتل کی اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ عروہ کی مثال صاحبِ لیٰس جیسی ہے کہ اُس نے بھی اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تھا اور قوم نے اُس کو قتل کر دیا تھا۔ اور حسنؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمثیل کے طور پر ایک بیت اس طرح پڑھا ع کفے بالاسلام والشیب للمرء ناھیاء تو ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ شاعر نے یہ بیت اس طرح کہا ہے۔ ع کفے الشیب والاسلام للمرء ناھیاء تو آپ نے اُس کا اعادہ کیا تو پھر پہلے کی طرح پڑھ دیا۔ (اس کا ترجمہ یہ ہے کہ انسان کو بُرائی سے روکنے والے (یہ دو) کافی ہیں بڑھاپا اور اسلام) تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اُس نے آپ کو شعر نہیں سکھایا اور یہ آپ کی شایانِ شان بھی نہیں تھا۔ عبدالرحمن ابن ابی الزناد سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے فرمایا کہ کیا تجھے اپنا قول یاد ہے[۱] اصبح نھبی و نھب العبید ٭ بین الاقرع وعیینۃ ٭ (ترجمہ: میری لوٹ اور میرے گھوڑے عُبید کی لوٹ اقرع اور عُیینہ کے درمیان منقسم ہوگئی) یہ سُنکر ابوبکرؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ آپ شاعر نہیں ہیں اور نہ شعر کو روایت کرنے والے اور نہ یہ آپ کے شایاں تھا۔ شاعر کا قول ہے بین عیینۃ والاقرع ٭۔

آیات سورۃ والصّٰفّٰت

قال اللہ تعالےٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ۝ انھم لھم المنصورون ۝ وان جندنا لھم الغٰلبون ۝ ہر آئینہ در ازل ثابت شدہ وعدہ ما برائی بندگان فرستادہ خویش کہ ہر آئینہ ایشاں امداد یاری دادہ شدہ وہر آئینہ لشکر ما ہمان است غالب فقیر گوید صحیح در تفسیر این آیۃ آنست کہ مراد از مرسلین

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ولقد سبقت کلمتنا الخ (۳۷: ۱۷۱ تا ۱۷۳) اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی غالب کئے جائیں گے اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔ (شاہ ولی اللہؒ کے ترجمہ فارسی کا ترجمہ البتہ ازل میں ثابت ہوا ہمارا وعدہ ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے کہ بیشک وہ ہیں مدد دیئے ہوتے اور بیشک ہمارا لشکر وہی ہے غالب۔ فقیر کہتا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں صحیح یہ ہے کہ "مرسلین" سے اس

[۱] اس کا تذکرہ سورۃ یٰسٓ میں ذیل آیت وجاء رجل من اقصا المدینۃ یسعیٰ مطالعہ کر لیا جائے ۱۲ مترجم

درین آیت آن پیغامبران اند کہ بجہاد
یا مخاصمہ کفار مامور اند نہ آن
جماعہ کہ محض برائے الزام حجت
ایشان را خدای تعالیٰ فرستادہ پس
ایشان ہمہ منصورند در دنیا و آخرت
مراد از لشکر تابعان رسل اند کہ داعیہ
نصرت پیغامبران و اعلاء کلمۃ اللہ
در جذر قلوب ایشان منفوخ شدہ و
این جماعہ چہ در حضور پیغامبرؑ و چہ
بعد انتقال وے صلی اللہ علیہ وسلم
برفیق اعلیٰ پیوستہ غالب چیرہ دست
اند بر مبعوث الیہم باز فقیر گوید
کہ بعد وجود این وعدہ چون دیدیم
کہ در قلوب طائفہ از اصحاب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم داعیہ اعلاء کلمۃ اللہ
منفوخ شد و ایشان بر دوست و
دشمن غالب آمدند بالبداہت
دانستہ شد کہ بشرف تخصیص جُندَنا
مشرف اند وہو المقصود عن النعمان بن بشیر
عن عمر بن الخطاب فی قولہ اُحشُرُوا الَّذِینَ ظَلَمُوا
وَاَزوَاجَھُم قال امثالہم الذین ہم مثلہم
یجیٔ اصحاب الربا مع اصحاب الربا واصحاب
الزنا مع اصحاب الزنا واصحاب الخمر مع اصحاب
الخمر ازواج فی الجنۃ و ازواج فی النار۔
قال اللہ تعالیٰ اَم نَجعَلُ الَّذِینَ اٰمَنُوا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالمُفسِدِینَ فِی
الاَرضِ اَم نَجعَلُ المُتَّقِینَ کَالفُجَّارِ
کِتٰبٌ اَنزَلنٰہُ اِلَیکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوا
اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الاَلبَابِ ۝

آیت میں وہ پیغمبر مراد ہیں جو کہ جہاد یا کفار سے (دلائل کے ساتھ)
جھگڑنے پر مامور ہیں، وہ جماعت (انبیاءؑ) مراد نہیں ہیں جن کو
حق تعالیٰ نے صرف حجت قائم کرنے کے لئے بھیجا۔ تو وہ سب دنیا
اور آخرت میں منصور ہوتے ہیں (یعنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان
کی مدد ہوتی رہتی ہے) لشکر سے مراد رسولوں کا اتباع کرنے والے ہیں
جن کے دلوں کی گہرائیوں میں پیغمبروں کی امداد اور کلمۃ اللہ کو بلند
کرنے کا داعیہ پھونک دیا گیا اور یہ جماعت پیغمبرؑ کی موجودگی میں
بھی اور آپ کے صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت کر جانے
کے بعد بھی جن لوگوں کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے اُن پر
غالب اور قابو یافتہ رہی۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ اس وعدے کے وجود
میں آنے کے بعد جب ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اصحاب میں سے ایک جماعت کے قلوب میں کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کا
داعیہ پھونک دیا گیا اور وہ دوست اور دشمن سب پر غالب بھی آگئے
تو بدیہی طور پر یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ جُندَنا کے شرف تخصیص
سے یہی حضرات مشرف ہوتے ہیں۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ اور مروی
ہے نعمان بن بشیر سے وہ روایت کرتے ہیں عمرؓ بن الخطاب سے کہ
قول باری تعالیٰ اُحشُرُوا الَّذِینَ ظَلَمُوا وَاَزوَاجَھُم (۳۷:
۲۲) جمع کرلو ظالموں کو اور اُن کے ہم مشربوں کو"۔ میں ازواجہم
بمعنے امثالہم ہے یعنی جو اُن جیسے ہیں۔ ریاکار ریاکاروں کے ساتھ
اور زناکار زناکاروں کے ساتھ اور شراب خوار شراب خواروں کے
ساتھ (اس طرح) بعض جوڑے جنت میں جائیں گے اور بعض جوڑے
دوزخ میں۔

آیات سورۂ ص

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَم نَجعَلُ الَّذِینَ اٰمَنُوا (۳۸: ۲۸-۲۹)
ہاں تو کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اُن
کی برابر کر دیں گے جو (کفر وغیرہ کرکے) دنیا میں فساد کرتے پھرتے
ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے۔ یہ بابرکت
کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ
اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں"۔

آیا میگردانیم آنان راکہ ایمان آوردند وکارہای شائستہ کردند مانند تباہی کنندگان در زمین یا می سازیم پرہیزگاران را مانند بدکاران۔ قرآن کتابی است بابرکت کہ فرود آوردیم آن را بسوئی تو تا تأمل کنند مردمان آیاتِ او را و تا پند پذیرند خداوندانِ خرد فقیر گوید ظاہر آن است کہ مراد جمعی ہستند کہ در زمان نزول سورہ ایمان آوردند یا گوئیم این جماعہ البتہ داخل اند درین عموم چنانکہ گفتند سببِ نزول مراد بالقطع است از عموماتِ قرآن وحینئذٍ تشریف عظیم است برائی مہاجرینِ اولین عن ابن یزید قال صلیتُ خلفَ عمر الفجر فقرأ بنا سورۃَ صٓ فسجد فیہا فلما قضی الصلوٰۃَ قال لہٗ رجلٌ یا امیر المؤمنین ومن عزائم السجود ہذہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسجد فیہا عن ابی مریم قال لما قدم عمرُ الشامَ اتی محرابَ داوٗد فصلی فیہ فقرأ سورۃ صٓ فلما انتہیٰ الی السجدۃ سجد عن عمر ابن الخطاب انہ سأل طلحۃ والزبیر وکعبًا و سلمانَ ما الخلیفۃُ من الملک فقال طلحۃُ والزبیرَ ماندری فقال سلمانُ الخلیفۃُ الذی یعدلُ فی الرعیۃ ویقسم بینہم بالسویۃ ویُشفق علیہم شفقۃَ الرجل علی اھلہٖ ویقضی بکتابِ اللہ فقال کعبٌ ماکنتُ اَحسِبُ انّ فی المجلس احدًا یعرف الخلیفۃَ من الملک غیری وعن سلمان ان عمر قال لہ اَملِکٌ اَنَا اَم خلیفۃٌ فقال لہ سلمانُ اِنْ انتَ جَبَیتَ من ارض المسلمین درہمًا او اقل او اکثر ثم وضعتہٗ فی غیر حقہٖ فانتَ مَلِکٌ غیر خلیفۃٍ

(شاہ صاحبؒ کا ترجمہ) کیا ہم کر دیتے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے مانند زمین میں تباہی پھیلانے والوں کے یا ہم بنا دیتے پرہیزگاروں کو مانند بدکاروں کے۔ قرآن ایک کتاب ہے بابرکت کہ اُتارا ہم نے اُس کو تیری طرف تاکہ لوگ اُس کی آیات میں غور کریں اور تاکہ قبول کریں صاحبانِ عقل۔ فقیر کہتا ہے کہ ان سے مراد وہ اصحاب ہیں جو اس سورت کے نزول کے وقت ایمان لے آئے۔ یا ہم یہ کہیں کہ اس جماعت کے لوگ اس عموم میں داخل ہیں جیسا کہ سبب نزول میں (مفسرین نے) کہا ہے عموماتِ قرآن میں (عموم کے خطابات سے) مراد خاص (افراد سے) ہوتی ہے اور اس صورت میں بہت بڑی تکریم ہے مہاجرین اوّلین کے لئے۔ مروی ہے ابن یزید سے اُنھوں نے کہا کہ میں نے عمرؓ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی جس میں اُنھوں نے سورۃ صٓ پڑھی اور اس میں سجدۃ (تلاوت) کیا۔ پھر جب نماز سے فراغت ہو گئی تو ایک شخص نے اُن سے کہا کہ اس خاص سجدے کی کیا وجہ ہے تو عمرؓ نے کہا کہ اس موقع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کیا کرتے تھے۔ مروی ہے ابو مریم سے اُنھوں نے کہا جب عمرؓ شام میں تشریف لائے تو محراب داوٗد میں آئے اور اُس میں نماز پڑھی اور سورہ صٓ کی قرات کی۔ جب آیتِ سجدہ پر پہنچے تو سجدہ کیا۔ مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ اُنھوں نے سوال کیا طلحہؓ اور زبیرؓ اور کعبؓ اور سلمانؓ سے کہ خلیفہ اور مَلِک (یعنی بادشاہ) میں کیا فرق ہے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ نے کہا ہم نہیں جانتے۔ پھر سلمانؓ نے کہا خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں عدل کرے اور ان کے درمیان برابر کی تقسیم کرے اور لوگوں پر ایسی شفقت کرے جیسی کوئی اپنے گھر والوں پر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرے۔ اس کے بعد کعبؓ نے کہا کہ میں نہیں گمان کرتا تھا کہ اس مجلس میں کوئی میرے سوا خلیفہ اور مَلِک کے فرق کو پہچانتا ہے۔ اور سلمانؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ نے اُن سے پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ تو اُن سے سلمانؓ نے کہا کہ اگر آپ نے مسلمانوں کی زمین میں سے ایک درہم یا کم و بیش حاصل کیا اور اُس کو بیجا صرف کر دیا تو آپ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں۔ اس پر

ف ۱ ازجبایت یعنی گرد کردن خراج ۱۲

فاستعبر عمرؓ و عن سلیمان بن ابی العوجاء قال قال عمر بن الخطاب واللہ ما ادری آ خلیفۃ انا ام ملک قال قائل یا امیر المؤمنین ان بینہما فرقا قال ما ہو قال الخلیفۃ لا یاخذ الا حقا و لا یضعہ الا فی حق و انت بحمد اللہ کذلک و الملک یعسف الناس فیاخذ من ہذا و یعطی ہذا فسکت عمر و عن معاویۃ انہ کان یقول اذا جلس علی المنبر یا ایہا الناس ان الخلافۃ لیست بجمع المال و لا بتفریقہ و لکن الخلافۃ العمل بالحق و الحکم بالعدل و اخذ الناس بامر اللہ و اخرج البخاری عن عمر قال نہینا عن التکلف۔

عمرؓ آبدیدہ ہو گئے۔ اور سلیمان بن ابی العوجار سے مروی ہے بیان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔ ایک کہنے والے نے کہا اے امیر المومنین ان دونوں میں فرق ہے۔ فرمایا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ خلیفہ نہیں لیتا بجز حق کے اور خرچ بھی صرف حق کے موقع میں کرتا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ آپ ایسے ہی ہیں اور بادشاہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے اِس سے لیتا ہے اُس کو دیتا ہے۔ تو عمرؓ چپ ہو گئے۔ اور معاویہؓ سے مروی ہے کہ وہ منبر پر بیٹھ کر کہا کرتے تھے اے لوگو خلافت مال کے جمع کرنے اور خرچ کرنے کا نام نہیں۔ لیکن خلافت ہے حق پر عمل کرنا اور انصاف کے ساتھ حکم کرنا اور اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں سے لینا۔ اور اخذ کیا بخاری نے، مروی ہے عمرؓ سے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم کو تکلف سے روکا گیا ہے۔

آیاتِ سورۂ زمر

قال اللہ تعالیٰ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ فقیر گوید اگر کسے در نسق این آیات تامل وافی بکار برد البتہ بفہمد کہ کلمہ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَارْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اشارہ بہجرت است و حث است بران و وعدہ است جمعے را کہ ہجرت کردند و بر مشاقِ آں صبر نمودند باجر جزیل و تشریف باضافۃ عبادی و ناہیک بہ من فضیلۃ للمہاجرین الاولین عن ابن عمر انہ تلا ہذہ الآیۃ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ الآیۃ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الخ (۳۹: ۱۰) آپ (مومنین کو میری طرف سے) کہیے کہ اے میرے ایمان والے بندو! تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں اُن کے لیے نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے مستقل مزاج والوں کو اُن کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔" فقیر کہتا ہے کہ اگر کوئی ان آیات کے انداز بیان میں بخوبی غور و فکر کو کام میں لائے گا تو ضرور سمجھ لے گا کہ کلمہ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَارْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اشارہ ہے ہجرت کی طرف اور اُس پر ترغیب ہے اور اُس جماعت کے لئے جنھوں نے ہجرت کی اور اس کی مشقتوں پر صبر کیا بہت بڑے اجر کا وعدہ ہے اور عباد کی اضافت کو اپنی طرف فرما کر ان کو بڑا اشرف عطا فرمایا ہے۔ کیا اِن مہاجرینِ اولین کی فضیلت کے ماننے میں اب بھی کوئی مانع ہے۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ انھوں نے اس آیت کی تلاوت کی اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ الخ (۳۹: ۹) بھلا جو شخص اوقاتِ شب میں سجدہ و قیام (یعنی نماز کی) حالت میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید کر رہا ہو آپ کہیے کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں

قال ذاک عثمان بن عفان وفی لفظ نزلت
فی عثمان بن عفان وعن ابن عباس فی
قولہ امن ہو قانت آناء اللیل ساجدا
وقائما قال نزلت فی عمار بن یاسر و
فی روایۃ فی ابن مسعود و عمار بن یاسر
و سالم مولی ابی حذیفۃ عن مجاہد
فی قولہ وَاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ قال
ارضی واسعۃ فہاجروا و اعتزلوا
الاوثان عن ابن عمر قال عشنا برہۃ
من دہرنا وما نری ہذہ الآیۃ نزلت فینا
اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّہُمْ مَّیِّتُوْنَ ثُمَّ
اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ
فقلت لِمَ نختصم اما نحن فلا نعبد
الا اللہ واما دیننا فالاسلام و
اما کتابنا فالقرآن لا نغیرہ ابدا و
لا نحرف الکتاب واما قبلتنا فالکعبۃ
واما حرامنا او حرمنا فواحد
واما نبینا فمحمد فکیف نختصم حتے
کفح بعضنا وجہ بعض بالسیف فعرفت
انہا نزلت فینا عن ابراہیم النخعی
قال انزلت ہذہ الآیۃ انک میت و
انہم میتون ثم انکم یوم القیمۃ عند
ربکم تختصمون قالوا وما خصومتنا و
نحن اخوان فلما قتل عثمان بن
عفان قالوا ہذہ خصومۃ ما بیننا و
عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت ثم انکم یوم
القیمۃ عند ربکم تختصمون کنا نقول ربنا واحد
ودیننا واحد ونبینا واحد فما ہذہ الخصومۃ
فلما کان یوم صفین وشد بعضنا علی بعض بالسیوف قلنا نعم

وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہلِ عقل (سلیم) ہیں" کہا کہ یہ عثمانؓ
ابن عفان ہیں۔ اور ایک روایت اس طرح ہے کہ عثمانؓ بن عفان
کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت
اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ الخ نازل ہوئی عمارؓ بن یاسر کے بارے میں۔ اور
ایک روایت میں ابن مسعودؓ اور عمارؓ بن یاسر اور سالم مولی ابی
حذیفہ کے بارے میں۔ مروی ہے مجاہدؒ سے آیت وَاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ
کی تفسیر میں کہا کہ میری زمین کشادہ ہے تو ہجرت کرو اور بتوں سے
کنارہ کش ہو جاؤ۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا کہ ہم طویل زمانہ
تک رہتے رہے اور نہیں سمجھے کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل
ہوئی تھی اِنَّکَ مَیِّتٌ الخ (۳۹: ۳۰-۳۱) آپ کو بھی مرنا ہے
اور ان کو بھی مرنا ہے۔ پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب
کے سامنے پیش کرو گے۔" میں خیال کرتا تھا کہ ہم کیوں جھگڑیں گے
ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے
اور دین ہمارا اسلام ہے اور کتاب ہماری قرآن ہے جس میں ہم
کبھی تغیر نہ کریں گے کبھی اس کتاب میں ہم تحریف نہ کریں گے اور
قبلہ ہمارا کعبہ ہے اور ہمارا احرام یا ہمارا حرم (یہ شک راوی ہے)
ایک ہے اور جو ہمارے نبی ہیں وہ محمدؐ ہیں (غرض ہم میں کامل
یک جہتی موجود ہے) پھر ہم کیوں جھگڑیں گے۔ یہاں تک کہ
(وہ زمانہ آگیا کہ) ہم میں ہی سے بعض نے بعض کے روبرو ہو کر
تلوار مارنا شروع کر دی تب میں سمجھا کہ بیشک یہ آیت ہمارے
ہی متعلق نازل ہوئی تھی۔ ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ یہ آیت
نازل ہوئی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ الخ تو اصحابؓ نے
کہا کہ ہماری خصومت کیا ہے ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ پھر جب
عثمانؓ بن عفان قتل کر دیئے گئے تو لوگوں نے کہا یہ ہے وہ
ہمارے آپس کی خصومت اور مروی ہے ابو سعید خدریؓ سے
کہا کہ جب نازل ہوئی ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الخ تو ہم یہ کہہ
رہے تھے کہ ہمارا رب ایک ہے، ہمارا دین ایک ہے ہمارا نبی ایک
ہے پھر یہ خصومت کیا ہے۔ پھر جب صفین کی جنگ ہوئی اور
ہم میں سے ہی ایک نے دوسرے پر تلواروں سے حملے کئے تو ہم نے کہا ہاں

ہو ہذا عن علی بن ابی طالب قال
اَلَّذِیْ جَآءَ بِالْحَقِّ محمد وَصَدَّقَ بِہٖ
ابوبکر قال ابن عساکر ہکذا الروایۃ
بالحق بجائے بالصدق عن ابی ہریرۃ وَالَّذِیْ
جَآءَ بِالصِّدْقِ قال محمد صلی
اللہ علیہ وسلم وَصَدَّقَ بِہٖ قال
ابوبکر عن سلیم بن عامر ان
عمر بن الخطاب قال للعجب من
رؤیا الرجل انہ یبیت فیری
الشیٔ لم یخطر لہ علی بال
فتکون رؤیاہ کالاخذ بالید و
یری الرجل الرؤیا فلا یکون
رؤیاہ شیئاً فقال علی بن ابی طالب
أ فلا اخبرک بذلک یا امیر
المؤمنین ان اللہ یقول اَللّٰہُ
یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا
وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا ج
فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہَا
الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی
اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ط فاللہ یتوفی الانفس
کلہا فما رأت وہی عندہ فی السماء فہی الرؤیا
الصادقۃ وما اُریت اذا اُرسلت الی اجسادہا
تلقتہا الشیاطین فی الہوی فکذبتہا واخبرتہا
بالاباطیل فکذبت فیہا فعجب عمر من قولہ
عن عمر بن الخطاب قال اتعدت انا وعیاش بن
ابی ربیعۃ وہشام بن العاص بن وائل ان
نہاجر الی المدینۃ فخرجت انا و
عیاش وفتن ہشام فافتتن فقدم
علی عیاش اخواہ ابوجہل والحارث

وہ خصومت یہ ہے۔ اور روایت ہے علی بن ابی طالب سے فرمایا کہ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالْحَقِّ (۳۹: ۳۳) (یعنے جو حق لے کر آتے) محمد ہیں وَصَدَّقَ بِہٖ (اور اُس کی تصدیق کی) مراد ابوبکرؓ ہیں۔ ابن عساکر نے کہا اسی طرح (بجائے بِالصِّدْقِ کے) بالحق روایت کیا گیا ہے۔ اور مروی ہے ابوہریرہؓ سے کہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (یعنے جو سچائی لے کر آتے) کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وَصَدَّقَ بِہٖ (اور اُس کی تصدیق کی) کہا کہ ابوبکر مراد ہیں۔ مروی ہے سلیم ابن عامر سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے (حاضرین مجلس سے) کہا کہ تعجب ہوتا ہے ایسے شخص کے خواب سے جو سوتے ہوئے خواب میں ایسی چیز دیکھتا ہے جس کا خطرہ بھی اُس کے دل پر نہیں گزرا ہوتا۔ پھر وہ خواب ایسا ہوتا ہے جیسے ہاتھ میں کوئی چیز پکڑ لیں اور آدمی ایسا خواب بھی دیکھتا ہے جس کا ظہور کچھ بھی نہیں ہوتا تو علیؓ بن ابی طالب نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ کیا میں اس کی وجہ آپ کو نہ بتا دوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ الخ (۳۹: ۴۲)

اللہ ہی قبض (یعنے معطل) کرتا ہے (ان) جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی اُن کے سونے کے وقت پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک کے لئے رہا کر دیتا ہے۔" تو اللہ تعالیٰ تمام ہی جانوں کو قبض کرتا ہے تو جو کچھ اُس نے اس حال میں دیکھا جب وہ اللہ کے پاس آسمان میں ہوتی تو یہ رؤیائے صادقہ ہے اور جب اُن کو ایسی حالت میں کچھ دکھایا گیا جب وہ اپنے جسموں کی طرف بھیجی جا رہی ہیں تو اُن سے ہوا میں شیاطین ملتے ہیں وہ اُن سے جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹی خبریں دیتے ہیں تو وہ خواب جھوٹا ہو جاتا ہے۔ تو عمرؓ نے اس کو بہت پسند کیا۔ عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے اور عیاش بن ابی ربیعہ نے اور ہشام بن العاص بن وائل نے مل کر یہ طے کیا کہ ہم مدینہ کو ہجرت کر جائیں تو میں اور عیاش تو نکل گئے اور ہشام کو فتنہ میں پھانسا گیا اور وہ پھنس گئے۔ ہُوا یہ کہ عیاش کے پاس اُس کے دونوں بھائی ابوجہل اور حارث

ابن ہشام فقالا ان اُمک قد نذرت ان لا یظلہا ظل ولا یمس رأسہا غسل حتے تراک فقلت واللہ ان یریداک الا ان یفتناک عن دینک و اخرجاک بہ وفتنوہ فافتتن قال فنزلت یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ قال فکتب بہا الیٰ ہشام فقدم و اخرج ابن مردویہ عن ابن عمر قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ فقال انی رأیت فی غداتی ہذہ کانی اُتیت بالمقالید و الموازین فاما المقالید ہی المفاتیح و اما الموازین فموازینکم ہذہ التی تزنون بہا و جیٔ بالموازین فوضعت فیما بین السماء والارض ثم وضعت فی کفۃ وجیٔ بالامۃ فوضعت فی الکفۃ الاخریٰ فرجحت بہم ثم جیٔ بابی بکر فوضع فی کفۃ والامۃ فی کفۃ فوزنہم ثم جیٔ بعمر فوضع فی کفۃ والامۃ فی کفۃ فوزنہم ثم جیٔ بعثمان فوضع فی کفۃ والامۃ فی کفۃ فوزنہم ثم رفعت المیزان عن ابن عباس ان عثمان بن عفان جاء الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال اخبرنی عن مقالید السمٰوٰت و الارض

ابن ہشام آئے اور دونوں نے کہا کہ تیری ماں نے یہ نذر مان لی ہے کہ وہ کسی سایہ میں نہ بیٹھے گی اور نہ اُس کے سر کو پانی لگے گا جب تک کہ وہ تجھے دیکھ لے۔ میں نے کہا واللہ یہ دونوں تیرے پاس صرف اس لئے آئے ہیں کہ تجھے تیرے دین سے ہٹا دیں اور تجھے اُس سے نکال لیجائیں اُنھوں نے اُس کو فتنہ میں پھنسایا اور وہ پھنس گئے۔ فرمایا کہ پھر یہ آیت نازل ہوئی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الخ (۳۹: ۵۳) آپ کہدیجئے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے (کفر و شرک کرکے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو" فرمایا پھر اس کو ہشام کے پاس لکھ کر بھیجدیا اور وہ آگئے۔ اور اخذ کیا ابن مردویہ نے مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے اسی صبح کے وقت دیکھا کہ گویا مجھے چابیاں دی گئیں اور ترازوئیں دی گئیں۔ چابیاں ان ہی چابیوں جیسی تھیں اور ترازوئیں وہ بھی ایسی ہی ترازوئیں تھیں جن سے تم تولتے ہو اور ایک ترازو لائی گئی وہ نصب کی گئی زمین و آسمان کے درمیان پھر اس کے ایک پلّے میں مجھے رکھا گیا اور اُمت کو لایا گیا اُس کو دوسرے پلّے میں رکھا گیا تو میں اُن سے جھکا رہا۔ پھر ابوبکرؓ کو لایا اور اُن کو ایک پلّے میں رکھا گیا اور اُمت کو دوسرے پلّے میں تو ابوبکرؓ اُن سے بھاری رہے۔ پھر عمرؓ کو لایا گیا اور ایک پلّے میں رکھا گیا اور اُمت کو دوسرے پلّے میں تو وہ بھاری رہے۔ پھر عثمانؓ کو لایا گیا اور ایک پلّے میں رکھا گیا اور اُمت کو دوسرے پلّے میں تو وہ بھی بھاری رہے۔ پھر ترازو کو اُٹھا لیا گیا۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ عثمانؓ بن عفان نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے کہا کہ مجھے مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] کی (۳۹: ۶۳)

[1] جملہ سماوات وارض اوران کی تمام مخلوقات کا وجود موقوف ہے صفاتِ الٰہی پر اوران کی بقاء اور تمام اوصاف صفاتِ حق کے فیضان سے متحقق ہوتے ہیں تو صفاتِ حق تالیوں کی مانند ہیں اور وجود و صفاتِ ممکنات قفل کی مانند۔ جس طرح قفل کا کھلنا موقوف ہے مفتاح یعنے تالی پر اسی طرح ممکنات کا عدم سے وجود میں آنا موقوف ہے صفاتِ حق پر۔ اور حق تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی اور ازلی و ابدی ہیں جن کا اُس سے جدا ہونا محال ہے۔ تو ارشادِ حق بیدہٖ مقالید السمٰوٰت والارض کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی ان صفات کا مالک نہیں ہے جن پر جملہ ممکنات کا وجود موقوف ہے۔ اور یہ جملہ کلماتِ مقدسہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمائے ان کا مدلول وہی صفات الٰہیہ کاملہ ابدیہ ہیں جو مفاتیح ہیں سماوات و ارض کے لئے اس لئے آپ نے مقالید کی شرح میں یہ کلمات ارشاد فرمادیئے اور اسماء الاول، الآخر ان صفات کے ازلی و ابدی ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور الظاہر والباطن اس معرفتِ عظیمہ پر کہ وہ ظاہر ہے اپنی

فقال سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الٰہ الا
اللہ و اللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا
باللہ العلی العظیم الاول والآخر والظاہر
والباطن بیدہ الخیر یحیی ویمیت وہو
علی کل شیء قدیر من قالہا اذا
اصبح عشر مرات و اذا امسی اعطاہ
اللہ ست خصال اما اولہن فیحرس
من ابلیس و جنودہ واما الثانیۃ فیعطی
قنطارا فی الجنۃ واما الثالثۃ فیزوج
من الحور العین واما الرابعۃ فیغفر لہ
ذنوبہ واما الخامسۃ فیکون مع ابراہیم
فی قبتہ واما السادسۃ فیحضرہ
اثنا عشر ملکا عند موتہ یبشرونہ
بالحق ویزفونہ من قبرہ الی الموقف
فان اصابہ شیء من اہاویل یوم القیامۃ
قالوا لا تخف انک من الآمنین ثم
یحاسبہ اللہ حسابا یسیرا ثم یؤمر بہ الی
الجنۃ یزفونہ الی الجنۃ من موقفہ کما یزف
العروس حتی یدخلونہ الجنۃ باذن اللہ و
الناس فی شدۃ الحساب عن ابی ہریرۃ قال سئل
عثمان بن عفان عن مقالید السموات والارض
فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان
اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر مقالید
السموات والارض ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
من کنوز العرش وعن ابن عمر ان عثمان سال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم عن تفسیر مقالید السموات و
الارض فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ما سالنی عنہا احد تفسیرہا لا الٰہ
الا اللہ و اللہ اکبر سبحان اللہ و بحمدہ

(یعنے زمین وآسمان کی کنجیوں کی) خبر دیجئے تو آپ نے فرمایا سبحٰن
اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم الاول والآخر والظاہر والباطن بیدہ
الخیر یحیی ویمیت وہو علی کل شیء قدیرہ جس نے اس کو صبح
کے وقت دس مرتبہ کہا اور اسی طرح شام کو اللہ تعالیٰ اس کو چھ
بڑی نعمتیں عطا فرمائے گا۔ پہلی یہ ہے کہ ابلیس اور اس کے لشکر سے
اس کی حفاظت کی جائے گی۔ دوسری یہ کہ جنت میں اس کو (نعمتوں
کا) ڈھیر عطا کیا جائے گا۔ تیسری یہ کہ حور عین سے اس کا نکاح کیا
جائے گا۔ چوتھی یہ کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پانچویں یہ
کہ ابراہیمؑ کی معیت عطا ہوگی ان کے قبے میں۔ چھٹی یہ کہ اس کی
موت کے وقت اس کے پاس بارہ فرشتے آئیں گے جو اس کو مغفرت
کی بشارت دیں گے اور اس کو اپنے ساتھ لے کر چلیں گے قبر سے میدان
حساب میں تو اگر اس کو کوئی شے یوم قیامت کی خوفناک چیزوں
میں سے پیش آئیگی تو وہ اس سے کہیں گے کہ تو مت ڈر تو امن پانے
والوں میں سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے بہت آسان حساب
لیں گے۔ پھر اس کو جنت میں داخل کرنے کا حکم ہوگا یہ فرشتے حساب
کے موقف سے اس کو اس طرح لے کر چلیں گے جس طرح دولہن کو لیکر
چلتے ہیں یہاں تک کہ اس کو اللہ کے حکم سے جنت میں داخل کردیں گے
اور ابھی عام لوگ حساب کی سختی میں ہوں گے۔ اور مروی ہے ابوہریرہؓ
سے انہوں نے کہا کہ عثمانؓ بن عفان سے مقالید السموٰت والارض
کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ
واللہ اکبر مقالید (یعنے کنجیاں) ہیں آسمان وزمین کی اور لا حول
ولا قوۃ الا باللہ عرش کے خزانوں میں سے ہے۔ اور ابن عمرؓ سے
مروی ہے کہ عثمانؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مقالید السموٰت
والارض کی تفسیر کا سوال کیا تو ان سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اس کے بارے میں مجھ سے کسی نے سوال نہیں کیا۔ اس کی
تفسیر ہے لا الٰہ الا اللہ الخ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ
سب سے بڑا ہے اور اللہ عیب سے پاک ہے اور ہر تعریف اسی کی ہے میں اللہ

استغفر اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ الاول والآخر والظاہر والباطن بیدہ الخیر یحیی ویمیت وہو علیٰ کل شئی قدیر۔ اخرج البخاری ومسلم عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من انفق زوجین من مالہ فی سبیل اللہ دُعی من ابواب الجنۃ و للجنۃ ابواب فمن کان من اہل الصلوٰۃ دُعی من باب الصلوٰۃ ومن کان من اہل الصیام دُعی من باب الریّان ومن کان من اہل الصدقۃ دُعی من باب الصدقۃ ومن کان من اہل الجہاد دُعی من باب الجہاد فقال ابوبکر یا رسول اللہ ہل یُدعے احدٌ منہا کلہا قال نعم وارجو ان تکون منہم۔

فقیر گوید خدای تعالےٰ در سورۃ مومن ذکر میفرماید قصہ مومن آل فرعون کہ داعیہ جدال برائے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام در قلب او ریختند و عزیمۃ اعلاء کلمۃ اللہ والزام حجۃ اللہ بر عقلِ او فرود آوردند تا دستور باشد صدیقین و محدثین امتِ مرحومہ را و از اینجا دانندہ خبیر بشناسد کہ خدای تعالیٰ در وقتِ ہر پیغامبرے کسے را مانند مومن آلِ فرعون داعیہ جدال برائے رُسل اللہ و اعلاء کلمۃ اللہ در دل مے ریزند وآن جماعہ بہترین اُمت می باشند وانچہ در آیاتِ سابقہ گفتہ شد الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ

مغفرت طلب کرتا ہوں نہیں ہے کوئی بازگشت (یعنی کسی مصیبت میں جس کی طرف رجوع کیا جائے) اور نہ کوئی قوت بجز اللہ تعالیٰ کے جو اوّل ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے ہر بھلائی اُسی کے ہاتھ میں ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ ہر شئی پر قدرتِ کامل رکھتا ہے)۔ آخذ کیا بخاریؒ نے، روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک جوڑا اپنے مال میں سے خرچ کریگا اُس کو جنّت کے دروازوں میں سے (ایک دروازے پر) پکارا جائیگا اور جنّت کے بہت سے دروازے ہیں جو شخص بہت نماز پڑھنے والوں میں سے ہوگا اُس کو باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا اور جو بکثرت روزے رکھنے والوں میں سے ہوگا اُس کو بابُ الرّیان سے پکارا جائے گا اور جو شخص اہلِ صدقہ میں سے ہوگا اُس کو باب الصدقہ سے پکارا جائے گا اور جو شخص اہلِ جہاد میں سے ہوگا اُس کو باب الجہاد سے پکارا جائیگا تو ابوبکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ کیا ایسا بھی ہوگا کہ کسی کو جنّت کے تمام دروازوں سے پکارا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تو اُن ہی میں سے ہے۔

افادات سورۃ مومن

فقیر کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ سورۃ مومن میں آلِ فرعون میں سے ایک مومن کا قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ جس کے قلب میں موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لئے لڑنے کا داعیہ پیدا کر دیا اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے اور اللہ کی حجت کو قائم کرنے کی قوت اُس کی عقل پر نازل فرمائی تاکہ یہ بات اُمتِ مرحومہ کے صدیقین اور محدثین[1] کے لئے دستور بن جائے اور یہاں سے ایک خبیر کا جاننے والا پہچان لیگا کہ خدا تعالےٰ ہر پیغمبر کے زمانہ میں اُس مومن آلِ فرعون کی مانند کسی کے دل میں اللہ کے رسولوں کے لئے لڑنے اور اُس کے کلمہ کو بلند کرنے کا داعیہ ڈال دیتے ہیں اور وہ اُمّت کے بہترین لوگ ہوتے ہیں اور جو کچھ آیاتِ سابقہ میں کہا گیا ہے وہی یہاں بھی تصور کر لیا جائے۔ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ الخ (۴۰: ۷) جو فرشتے کہ عرشِ الٰہی کو اُٹھائے ہوتے ہیں اور جو فرشتے کہ اُس کے گرداگرد ہیں وہ

[1] محدث وہ ہے جس کو اللہ کی طرف سے الہام ہوتا ہو حدیث میں ہے کہ پچھلی امتوں میں محدث ہوئے ہیں اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو عمرؓ ہے ۱۲ مترجم

يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ
وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا
وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا
و آنچه بعد این قصه گفته میشود اِنَّا
لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا همه
برین جماعۀ شریفه منطبق است باز فقیر
گوید جمعے از سباق مومنین از مهاجرین
اولین بالقطع معلوم شد که بهمین
اسلوب جدال کفار میکردند و نصرت
دین بر دست ایشان واقع شد
پس مطمح این اشارات ایشان اند و
مصداق این بشارات ایشان و هو
المقصود عن یزید بن الاصم ان رجلا
کان ذا باس وکان یفد الی عمر
لباسه وکان من اهل الشام و
ان عمر فقده فسأل عنه فقیل له
تتابع فی هذا الشراب فدعا عمر کاتبه
فقال اکتب من عمر بن الخطاب الی فلان بن
فلان سلام علیکم فانی احمد الیک الله
الذی لا اله الا هو غافر الذنب و قابل
التوب شدید العقاب ذی الطول لا اله
الا هو الیه المصیر ثم دعا وامر
من عنده فدعوا له ان یقبل الله علیه بقلبه
و ان یتوب علیه فلما اتت الصحیفة الرجل
جعل یقرأها و یقول غافر الذنب
قد وعدنی الله ان یغفر لی وقابل التوب
شدید العقاب قد حذرنی الله عقابه ذی الطول
و الطول الخیر الکثیر الیه المصیر فلم یزل
یرددها علی نفسه حتی بکی ثم نزع

اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں
اور ایمان والوں کے لئے اس طرح استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے
پروردگار آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے۔" اور جو
کچھ اس قصہ کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ الخ (۴۰: ۵۱)
ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد
کرتے ہیں" سب اس بزرگ جماعت پر منطبق ہے۔ پھر فقیر کہتا
ہے کہ مہاجرین اولین میں سے جو جماعت مومنین سابقین کی ہے
ان کے بارے میں یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ ان کا جدال کفار کے ساتھ
اسی طرز کا ہوتا تھا اور دین کی نصرت ان کے ہاتھوں سے ہوئی تو
ان ارشادات سے مد نظر یہی حضرات ہیں اور ان بشارات کے مصداق
بھی اکابر ہیں۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ اور یزید بن الاصم سے
مروی ہے کہ ایک شخص صاحب شوکت تھا جو حضرت عمرؓ کے پاس
اپنے اثر سے کام لے کر سامان جہاد بھیجا کرتا تھا اور وہ اہل شام میں
سے تھا اور عمرؓ کو چند روز تک اس کا کچھ حال نہ معلوم ہوا تو لوگوں
سے اس کا حال پوچھا۔ تو آپ سے کہا گیا کہ وہ برابر شراب پیتا ہے
تو آپ نے اپنے کاتب کو بلا کر فرمایا کہ لکھو کہ اللہ کے بندے عمر
ابن الخطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام۔ سلام علیکم میں تمہارے
سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ گناہ کا
بخشنے والا اور توبہ کو قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا اور
بڑی قوت والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف سب
کو لوٹ کر جانا ہے۔ پھر آپ نے دعا کی اور جو لوگ آپ کے پاس
موجود تھے انھوں نے بھی دل سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ قبول
کرے اور اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ جب یہ خط اس شخص
کے پاس پہنچا تو اس نے اس کو پڑھنا شروع کیا اور کہنے لگا غَافِرِ
الذَّنْبِ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے بخش دے گا۔ و
قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے عذاب سے
ڈرایا ہے ذِی الطَّوْلِ اور طول کے معنے ہیں خیر کثیر کے اِلَیْهِ
الْمَصِیْرُ ہ برابر وہ شخص بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور اپنے
نفس کو سناتا رہا یہاں تک کہ رونے لگا۔ پھر توبہ کی اور بہت

فاحسن النزع فبلغ عمر امرہ قال ہکذا
فاصنعوا اذا رأیتم اخاکم زل زلۃ فسددوہ
ووفقوہ وادعوا اللہ لہ ان یتوب علیہ و
لاتکونوا اعوانا للشیطان علیہ وعن قتادۃ
قال کان شاب بالمدینۃ صاحب عبادۃ
وکان عمر محبا لہ فانطلق الی مصر فسد
فجعل لایمتنع من شر فقدم علی عمر
بعض اہلہ فسألہ عن الشاب فقال
لاتسألنی عنہ قال لم قال انہ فسد
وخلع فکتب الیہ عمر من عمر الی فلان
حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ
الْعَلِيْمِ ۙ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ
التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي
الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ
الْمَصِيْرُ ۝ فجعل یقرءہا علی نفسہ
فاقبل بخیر عن ابی اسحٰق السبیعی قال
جاء رجل الی عمر بن الخطاب
فقال یا امیر المؤمنین انی قتلت
فہل لی من توبۃ فقرأ علیہ
حٰم تنزیل الکتاب من اللہ
العزیز العلیم غافر الذنب وقابل
التوب وقال اعمل ولاتیأس
عن قتادۃ فی قولہ وَاَدْخِلْهُمْ
جَنّٰتِ عَدْنِ قال ان عمر بن الخطاب
قال یا کعب ما عدن قال قصور من
ذہب فی الجنۃ یسکنہا النبیون
والصدیقون وائمۃ العدل واخرج البخاری
عن عروۃ قال قلت لعبد اللہ بن عمرو
ابن العاص اخبرنی باشد شیء

اچھی توبہ کی۔ اس کے بعد یہ خبر عمرؓ کو پہنچی فرمایا کہ ایسا ہی کیا کرو
جب تم اپنے کسی بھائی کو دیکھو کہ وہ کسی لغزش میں پھنس گیا تو اس کے
ساتھ نرمی کرو اور اس سے موافقت کرو اور اس کیلئے اللہ سے دعا کرو کہ
وہ اس پر رحمت کے ساتھ متوجہ ہو اور اس کے حق میں شیطان کے
مددگار نہ بنو۔ اور مروی ہے قتادہؒ سے، کہا کہ مدینہ میں ایک جوان
تھا جو عبادت گزار تھا اور عمرؓ اس سے محبت کرتے تھے وہ مصر
چلا گیا پھر خراب ہو گیا اور اس کا حال ہو گیا کہ وہ کسی بُرے کام
سے نہیں رُکتا تھا۔ اس کے بعد اس کا ایک رشتہ دار عمرؓ کے پاس
آیا تو انھوں نے اس جوان کا حال پوچھا اس نے کہا اس کا حال مجھ سے
نہ پوچھئے۔ فرمایا کیوں۔ اس نے کہا وہ بگڑ گیا اور (اللہ تعالیٰ کی
اطاعت سے) نکل گیا تو آپ نے اس کو یہ خط لکھا۔ عمرؓ کی طرف سے
فلاں شخص کے نام حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ تا اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ
(۴۰: ۱ تا ۳) حٰم۔ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو
زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ
کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا ہے اس کے
سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کے پاس (سب کو) جانا ہے۔ (جب
یہ خط پہنچا) تو اس نے اس کو بار بار اپنے نفس پر پڑھنا شروع کر دیا۔
اب وہ نیکی کی طرف رجوع ہو گیا۔ مروی ہے ابو اسحٰق سبیعی سے
انھوں نے کہا کہ ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے
کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ میں قتل کئے ہوئے ہوں کیا میرے لئے توبہ
مفید ہو گی تو آپ نے اس کو پڑھ کر سنایا حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ
تا قَابِلِ التَّوْبِ اور اس سے فرمایا کہ عمل کر اور مایوس نہ ہو۔
مروی ہے قتادہؒ سے اس آیت کے متعلق وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ
عَدْنِ (۴۰: ۸) اور ان کو ہمیشہ رہنے والی بہشتوں میں داخل
کر دیجئے۔ انھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا اے کعب عدن
کیا ہے۔ کعب نے کہا سونے کے محل ہیں جنت میں جن میں انبیاءؑ اور
صدیقین اور عدل کرنے والے امام رہیں گے۔ اور اخذ کیا بخاری
نے، روایت ہے عروہ سے انھوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن
عمرو بن العاصؓ سے کہا مجھے بتائیے کہ مشرکین نے سخت ترین گستاخی

صنعہ المشرکون برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال بینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلے بفناء الکعبۃ اذا قبل عقبۃ بن ابی معیط فاخذ بمنکب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولوی ثوبہ فی عنقہ فخنقہ خنقا شدیدا فاقبل ابوبکر فاخذ بمنکبیہ ودفعہ من النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم و عن عمرو بن العاص قال ما تنولوا من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بشیء کان اشد من ان طاف بالبیت ضحی فلقوہ حین فرغ فاخذوا بمجامع ردائہ و قالوا انت الذی تنہانا عما کان یعبد اباؤنا قال انا ذاک فقام ابوبکر فالتزمہ من ورائہ ثم قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینت من ربکم وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یہدی من ہو مسرف کذاب ۝ رافعا صوتہ بذلک و عیناہ تسیحان حتے ارسلوہ و عن انس ابن مالک قال قد ضربوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حتے غشی علیہ فقام ابوبکر فجعل ینادی ویلکم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کی تھی تو انھوں نے بیان کیا کہ اس دوران میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کی چہار دیواری کے اندر نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آگیا تو اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مونڈھا پکڑا اور آپ کی گردن میں اپنا کپڑا ڈال کر اینٹھا اور آپ کے گلے کو سخت گھونٹنے لگا کہ ابوبکر رضؓ آگئے تو انھوں نے اُس کے کندھے پکڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اُس کو دفع کیا۔ پھر کہا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ (۴۰: ۲۸) کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ وہ تمھارے رب کی طرف سے دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے۔" اور عمرو بن العاص رضؓ سے مروی ہے کہا کہ کبھی اس سے زیادہ سخت اذیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچائی گئی کہ آپ دوپہر کو بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے جب آپ فارغ ہوگئے تو مشرکین قریش آپ کو لپٹ گئے اور آپ کی پوری چادر پکڑ لی اور کہنے لگے تو ہی ہے وہ جو ہم کو اُن معبودوں سے روکتا ہے جن کی ہمارے باپ دادا پوجا کرتے چلے آرہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں۔ تو ابوبکر رضؓ کھڑے ہوگئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیچھے سے لپٹ گئے (گرنے نہ دیا) پھر کہا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا الخ (۴۰: ۲۸) کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشگوئی کررہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر (ضرور ہی) پڑے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو (اپنی) حد سے گزر جانے والا، بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔" یہ بلند آواز سے کہہ رہے تھے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے یہاں تک کہ اُنھوں نے آپ کو چھوڑ دیا اور مروی ہے انس رضؓ بن مالک سے اُنھوں نے کہا کہ لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی تو ابوبکر رضؓ کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے بلند آواز سے کہنا شروع کیا افسوس ہے

أتقتلون رجلاً ان يقول ربي الله
قالوا من هذا قالوا هذا ابن ابي
قحافة و اخرج الحكيم الترمذي وابن
مردويه عن اسماء بنت ابي بكر
نحوه و عن علي انه قال ايها الناس
اخبروني باشجع الناس قالوا لا
نعلم قمن قال ابو بكر لقد رأيت
رسول الله صلى الله عليه وسلم
و اخذه قريش فهذا يجبئه و هذا
يتلتله وهم يقولون انت الذي
جعلت الآلهة الها واحدا قال
فوالله ما دنا منا احد الا
ابو بكر يضرب هذا و يجبئ هذا
و يتلتل هذا و هو يقول ويلكم
أتقتلون رجلاً ان يقول ربي
الله ثم رفع علي بردة كانت
عليه فبكى حتى ابتلت لحيته
ثم قال انشدكم بالله أمؤمن
آل فرعون خير ام ابو بكر
فسكت القوم فقال الا تجيبوني
فوالله لساعة من ابي بكر خير من
مثل مؤمن آل فرعون ذاك رجل
يكتم ايمانه وهذا رجل اعلن ايمانه وعن ابي
بكر الصديق قال حدثنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان الدجال
يخرج في ارض بالمشرق يقال لها
خراسان يتبعه اقوام كان وجوههم
المجان المطرقة۔

تم لوگوں پر تم ایک شخص کو اس بات پر مارتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ
میرا رب اللہ ہے۔ بعض لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو انھوں
نے بتایا کہ یہ ابن ابی قحافہ ہے۔ اور اسماء بنت ابی بکرؓ سے اسی طرح
کی روایت اخذ کی حکیم ترمذی اور ابن مردویہ نے۔ اور مروی ہے
علیؓ سے انھوں نے (مجلس کو خطاب کرتے ہوئے) کہا اے لوگو!
مجھے بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ تو انھوں نے کہا
ہم نہیں جانتے۔ آپ بتائیے۔ آپ نے کہا کہ ابو بکرؓ۔ واللہ میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ قریش نے
آپ کو پکڑ رکھا تھا کوئی آپ کو اوندھے منہ کئے ہوئے ہے
کوئی آپ کو جھنجھوڑ رہا ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ رہے تھے کہ تو وہ
ہے کہ تو نے بہت سے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا۔ علیؓ نے کہا
خدا کی قسم ہم میں سے کوئی آپ کے قریب بھی نہ پہنچ سکا بجز ابو بکرؓ
کے کہ کبھی اس کو مارتے تھے کبھی اس کو جھنجھوڑتے تھے (یعنی اس
طرح مجمع کو چیرتے ہوئے آپ تک جا پہنچے اور آپ کو چھڑا یا) اور
وہ یہ کہتے جاتے تھے افسوس ہے تم لوگوں پر تم ایک شخص کو
اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر
علیؓ نے اپنی چادر کا پلا منہ پر ڈال لیا اور اتنے روئے کہ ان کی
ڈاڑھی بھیگ گئی۔ پھر اس کے بعد انھوں نے کہا میں تمھیں خدا
کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ آل فرعون والا مومن بہتر تھا یا
ابو بکرؓ۔ قوم خاموش تھی۔ آپ نے کہا کہ تم مجھے جواب نہیں دیتے
تو (مجھ سے سنو) خدا کی قسم ابو بکرؓ کی ایک ساعت مومن آل
فرعون کی تمام عمر سے بہتر ہے۔ وہ ایسا شخص تھا جو اپنے ایمان کو
چھپائے ہوئے تھا اور یہ (ابو بکرؓ) اپنے ایمان کا اعلان کر چکے
تھے۔ مروی ہے ابو بکر صدیقؓ سے بیان کیا کہ ہم سے فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال مشرق کی ایک زمین میں نکلے گا جس کو
خراسان کہا جاتا ہے اس کی پیروی ایسی قومیں کریں گی جن کے
چہرے ایسے ہوں گے گویا تہ بر تہ چڑھائی ہوئی ڈھالیں ہیں۔

آیات سورۂ فصلت یعنی حم السجدہ

قال الله تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا الله

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الذین قالوا ربنا اللہ الخ

ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ فقیر گوید عفے عنہ خدای تعالیٰ ثواب جمعی را کہ اقرار بتوحید کردند بعدازان استقامت نمودند بران بیان میفرماید بعد ازان اثبات مینماید احسنیت جماعہ کہ از جملہ موحدین بدعوت الی الحق وعمل صالح متصف اند وظاہر وباطن ایشان انقیاد رب العزت است این کلیہ از کتاب اللہ معلوم شد باز اگر شخصے را عقل ممیز باشد از احوال واوصاف اشخاص معینہ کہ بتواتر ثابت شدہ دخول آن اشخاص درین کلیہ بلکہ سردفتر این جماعہ بودن میتواند فہمید بعد ازان احادیث مستفیضہ ومشہورہ در مناقب ہمان اشخاص شاہد آن فہم میگردد ودر زمرہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ داخل میتواند شد عن عمر بن الخطاب فی قولہ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ الآیۃ قال اقبلت قریش الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال ما یمنعکم

جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) مستقیم رہے اُن پر فرشتے اُتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔ یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔" فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ اُن لوگوں کے ثواب کا بیان فرمارہے ہیں جنھوں نے توحید کا اقرار کیا اس کے بعد اس پر جمے رہے۔ اس کے بعد ان موحدین میں سے اُس جماعت کا سب سے بہتر ہونا ثابت فرماتے ہیں جو اللہ کی طرف دعوت دینے اور عمل صالح کے ساتھ متصف ہیں اور اُن کا ظاہر و باطن رب العزت کی اطاعت بن گیا ہے۔ یہ کُلیہ کتاب اللہ سے معلوم ہوگیا۔ پھر اگر کسی شخص کے پاس بھلے بُرے میں امتیاز کرنے والی عقل موجود ہو تو وہ اشخاص معینہ کے اُن احوال و اوصاف کو جو تواتر سے ثابت ہیں پیش نظر رکھ کر اُن اشخاص کا اس کلیہ میں داخل ہونا بلکہ ان کا اس جماعت کا سر دفتر ہونا معلوم کرسکتا ہے۔ اس کے بعد وہ احادیث مستفیضہ و مشہورہ جو اُن ہی اشخاص کی تعریفوں میں وارد ہیں وہ اس فہم کی شاہد بن جائیں گی اور پھر یہ شخص اس جماعت میں داخل ہوسکتا ہے جس کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ الخ (۱۱: ۱۷) کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کرسکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو کہ اس کے رب کی طرف سے آیا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ بھی آیا خدا کی طرف سے) مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے آیت وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ الخ (۴۱: ۵) کے بارے میں (اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف آپ ہم کو بلاتے ہیں ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں) عمرؓ نے بیان کیا کہ قریش نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا تمھیں اسلام سے

من الاسلام فتسوروا العرب فقالوا یا محمد ما نفقہ ما تقول و لا نسمعہ و ان علی قلوبنا لغلفا و اخذ ابوجہل ثوبا فیما بینہ و بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ و فی آذاننا وقر و من بیننا و بینک حجاب فقال لہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادعوکم الی خصلتین ان تشہدوا ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و انی رسول اللہ فلما سمعوا شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وَلَّوْا عَلٰی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا و قالوا اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ وقال بعضہم لبعض امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا و ہبط جبریل فقال یا محمد ان اللہ یقرئک السلام الیس یزعم ہولاء ان علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ و فی آذانہم وقر الیس یسمعون قولک کیف وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا لو کان کما زعموا لم ینفروا ولکنہم کاذبون یسمعون و لا ینتفعون بذلک کراہیۃ لہ فلما کان من الغد اقبل منہم سبعون رجلا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کیا چیز روک رہی ہے (اگر تم اسلام قبول کرلو) تو عرب کی حدود سے آگے پہنچ جاؤ۔ تو انھوں نے کہا اے محمدؐ ہم نہیں سمجھتے کہ تو کیا کہتا ہے اور نہ ہم اس کو سنتے ہیں اور ہمارے دلوں پر تو پردے پڑے ہوئے ہیں اور ابوجہل نے تو اپنے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک کپڑے کو آڑ بنالیا پھر کہا اے محمدؐ جس بات کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگ رہی ہے اور ہمارے اور تمھارے درمیان ایک حجاب ہے۔" پھر ان سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں دو اچھی باتوں کی طرف دعوت دے رہا ہوں یعنی یہ کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ تو جب انھوں نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کا بیان سنا تو پیٹھ پھیر کر نفرت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے چل دیئے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ الخ (۳۸: ۵) کیا (یہ شخص سچا ہوسکتا ہے کہ) اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔" اور ان میں سے بعض نے بعض سے کہا امْشُوْا وَاصْبِرُوْا الخ (۳۸: ۶ تا ۸) کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت) پر قائم رہو یہ کوئی مطلب کی بات ہے۔ ہم نے یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں نہیں سنی ہو نہ ہو یہ (اس شخص کی) گھڑت ہے۔ کیا ہم سب میں سے اسی پر کلام الٰہی نازل کیا گیا۔ پھر جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں کیا اس جماعت نے یہ گمان ظاہر نہیں کیا کہ اس بات کو سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ہیں اس لئے وہ نہیں سنتے آپؐ کی بات کو۔ یہ کیسے وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ الخ (۱۷: ۴۶) اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو یہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے ہیں۔" اگر بات یہ ہوتی جس کا وہ دعویٰ کر رہے ہیں تو وہ نفرت نہ کرتے۔ لیکن وہ جھوٹے ہیں، سنتے ہیں اور اس سے نفع نہیں اٹھاتے اس سے کراہیت کی وجہ سے پھر جب اگلا دن آیا تو ان میں سے ستر آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم

فقالوا یا محمد اعرض علینا الاسلام فلما عرض علیہم الاسلام اسلموا من آخرہم فتبسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال الحمد للہ بالامس تزعمون ان علی قلوبکم غلفا و قلوبکم فی اکنۃ مما تدعوکم الیہ وفی اذانکم وقرا اصبحتم الیوم مسلمین فقالوا یا رسول اللہ کذبنا بالامس لو کان کذلک ما اہتدینا ابدا ولکن اللہ الصادق والعباد الکاذبون علیہ وہو الغنی ونحن الفقراء الیہ عن ابی بکر الصدیق فی قولہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا قال الاستقامۃ الا یشرکوا باللہ شیئا وعن ابی بکر الصدیق انہ قال ما تقولون فی ہاتین الآیتین اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا و اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ فقالوا اَلَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثم عملوا بہا واسْتَقَامُوْا علی امرہ فلم یذنبوا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ لم یذنبوا قال لقد حملتموہا علی امر شدید اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ یقول بشرک وَالَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فلم یرجعوا الی عبادۃ الاوثان وعن عمر بن الخطاب ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا قال استقاموا بطاعتہ ولم یروغوا روغان الثعلب عن عمر بن الخطاب قال لو اطقت الاذان مع الخلافۃ لاذنت عن عمر بن الخطاب قال ان ہذا القرآن کلام اللہ فضعوہ علی مواضعہ

کے پاس آئے اور انھوں نے کہا اے محمدؐ ہم پر اسلام پیش کرو۔ جب آپ نے ان پر اسلام پیش کیا تو سب نے اسلام قبول کر لیا آخر تک۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور فرمایا کہ الحمد للہ کل تم یہ دعوی کر رہے تھے کہ تمھارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوتے ہیں اور تمھارے قلوب جس امر کی طرف ہم تم کو دعوت دے رہے ہیں اس سے پردوں میں چھپے ہوئے ہیں اور تمھارے کانوں میں ڈاٹیں لگی ہوئی ہیں، آج تم نے اسلام قبول کر لیا تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ کل ہم نے جھوٹ بولا تھا۔ اگر یہ بات ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ لیکن اللہ سچا ہے اور بندے اس پر جھوٹ لگاتے ہیں۔ وہ بے احتیاج ہے اور ہم اس کے محتاج ہیں۔ اور مروی ہے ابوبکر صدیقؓ سے دربارۂ آیہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا (۴۱: ۳۰) جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر ان کو اس پر استقامت بھی ہو گئی، فرمایا کہ استقامت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور مروی ہے ابوبکر صدیقؓ سے کہ انھوں نے (حاضرین سے) پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو ان دونوں آیتوں کے بارے میں اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ تو لوگوں نے کہا "جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے" پھر اس پر عمل بھی کیا" اور قائم بھی رہے" اس کے حکم پر کہ گناہ نہ کئے۔ اور "انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہ کیا" یعنے گناہ نہ کئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے ان آیات کو سخت بات پر محمول کر لیا (ان آیات کی تفسیر یہ ہے) کہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ یعنی شرک کے ساتھ مخلوط نہ کیا۔ اور جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے یعنے بتوں کی عبادت کی طرف نہ لوٹے۔ اور مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے یعنی اس کی طاعت پر قائم رہے اور لومڑی کی طرح راستہ نہ بدل لیا۔ اور مروی ہے عمرؓ ابن الخطاب سے فرمایا کہ اگر خلافت کے ساتھ میں اپنے میں اذان دینے کی طاقت پاتا تو اذان دیا کرتا۔ مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کو اس کے صحیح مواقع پر رکھو اور اس میں

ولا تبتغوا فیہ ہواکم عن ابن عباس فی قولہ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ قال ابوجہل بن ہشام اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ ابوبکر الصدیق عن بشیر بن تمیم قال نزلت ہذہ الآیۃ فی ابی جہل و عمار بن یاسر اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ ابوجہل اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ عمار و عن عکرمۃ مثلہ عن ابن عباس فی قولہ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ قال ہذا لاہل بدر خاصۃ و عن ابراہیم النخعی قال ذکر ان السماء فرجت یوم بدر فقیل اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ۔

اپنی خواہشِ نفس کا اتباع نہ کرو (کہ تاویلات کرکے اپنے خیال کے ساتھ اس کو مطابق کرنے کی کوشش کرو)۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے اس آیت (کی تفسیر) میں اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ (۴۱: ۴۰) سو بھلا جو شخص نار میں ڈالا جاوے وہ بہتر ہے" فرمایا یعنے ابوجہل ابن ہشام اَمْ مَّنْ الخ (۴۱: ۴۰) یا وہ شخص جو قیامت کے روز امن وامان کے ساتھ (جنت میں) گئے" یعنے ابوبکر صدیقؓ۔ مروی ہے بشیر بن تمیم سے انھوں نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ابوجہل اور عمار بن یاسر کے بارے میں اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ ابوجہل ام من یاتی آمنا یوم القیٰمۃ عمارؓ مراد ہے۔ اور ایسی ہی تفسیر عکرمہ سے مروی ہے۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے قولِ حق تعالیٰ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (۴۱: ۴۰) کہ جو تم چاہو کرو۔ کے متعلق کہ یہ اہلِ بدر کے لئے خاص ہے۔ اور مروی ہے ابراہیم نخعی سے بیان کیا کہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ یوم بدر میں آسمان (کا دروازہ) کھولا گیا اور کہا گیا کہ جو تم چاہو کرو۔

آیات سورۃ شوریٰ

قال اللہ تعالیٰ فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا ہُمْ یَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّہِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَمْرُہُمْ شُوْرٰی بَیْنَہُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَہُمُ الْبَغْیُ ہُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُہَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ الخ (۴۲: ۳۶ تا ۴۳) سو جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور (اجر و ثواب آخرت میں) جو اللہ کے یہاں ہے وہ (بدرجہا) اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائدار وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں سے) بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا ہر کام (جس میں بالتعیین نص نہ ہو) آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو ایسے ہیں کہ جب اُن پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔ اور بُرائی کا بدلہ بُرائی ہے ویسی ہی پھر (بعد اجازتِ انتقام کے) جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرے تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو اپنے اوپر ظلم

بعد ظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل ۝ انما السبيل على الذين يظلمون الناس ويبغون في الارض بغير الحق اولئك لهم عذاب اليم ۝ ولمن صبر وغفر ان ذلك لمن عزم الامور ۝ فقیر گوید عفی عنه درین آیات تعریض است بحال صحابهٔ کرام خصوصاً خلفائے ذوی الاحترام واین مسئله از دقائق فهم قرآن است نخست این مقدمه لابد مستحضر باید ساخت که تعریض بافراد معینه حاصل میشود بآنکه لفظ نص عام باشد متضمن اوصاف عامه وشخصے از میان افراد آن مفهوم عام مشهور باشد بوصفے چندانکه اول نظر سامع بآن افراد افتد بعد ازان باید دانست که وصف آمنوا وعلی ربهم یتوکلون از اوصاف مشهوره مهاجرین اولین است زیراکه در وقت غربت اسلام ایشان از مالوفات قوم خود گذشتند و ازعشائر خود بریدند محض برائے ایمان بعد ازان هجرت کردند و ترک مکاسبی که هریک برائے خود آماده داشت نمودند و در مهالک ومشاق تن در دادند بمجرد اعتماد بر وعدهٔ الٰهی وبصرف توکل بر خبر رب العزت تبارک وتعالیٰ ووصف والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش واذا ما غضبوا هم یغفرون از اوصاف صالحین مهتدین است از انصار و الذین اتبعوهم باحسان زیراکه معنے تهذیب آن است که قوۃ بهیمیه زیر حکم عقل مطمئن شود و بغی نکند یجتنبون کبائر الاثم والفواحش اشارهٔ بآن است وقوۃ سبعیه

ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے ہیں ایسوں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے۔ اور جو شخص صبر کرے اور معاف کرے یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔" فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ ان آیات میں تعریض ہے صحابۂ کرام خصوصاً خلفاء ذوی الاحترام کے حال کی طرف اور یہ مسئلہ فہم قرآن کی باریک بینی سے تعلق رکھتا ہے۔ اول اس مقدمہ کو اپنے خیال میں مستحضر کر لینا چاہیے کہ اس سے افرادِ معینہ کی تعریض حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ یہ کہ نص کے لفظ عام ہوں جو اوصافِ عامہ پر مشتمل ہوں اور کوئی شخص اُس مفہوم عام کے افراد میں سے کسی وصف کے ساتھ اتنا مشہور ہو کہ اُس وصف کو سن کر سامع کی پہلی نظر اُس فرد پر پڑے۔ اس کے بعد جاننا چاہیے کہ آمنوا وعلی ربهم یتوکلون ۝ (یعنے ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) مہاجرینِ اولین کے اوصافِ مشہورہ میں سے ہے کیونکہ غربتِ اسلام کے زمانہ میں اپنی قوم کی جن چیزوں سے اُن کو اُلفت تھی ان حضرات نے ان سب کو چھوڑا اپنے گھر کنبہ سے منہ موڑا محض ایمان کے واسطے اس کے بعد انھوں نے ہجرت کی اور اپنے ذرائع کسب معاش کو جو ہر ایک رکھتا تھا سب پر خاک ڈالی اور مقامات ہلاکت اور مشقتوں میں اپنے کو ڈال دیا یہ سب محض وعدۂ الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے انھوں نے کیا اور رب العزت تبارک وتعالیٰ کی خبر پر خالص توکل کی بنا پر۔ اور وصف والذین یجتنبون الخ (یعنے اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب اُن کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں) انصار صالحین ہدایت یافتہ کے اور اُن حضرات کے اوصاف میں سے ہے جنھوں نے خوبی کے ساتھ اُن کا اتباع کیا (اور نفس کو مہذب بنا لیا) کیونکہ تہذیب کی حقیقت یہ ہے کہ قوتِ بہیمیہ (لذاتِ نفسانی کا اسی قوت سے تعلق ہے) حکم عقل کے ماتحت ہو کر سکون حاصل کر لے اور (عقل سے) بغاوت نہ کرے۔ "یجتنبون کبائر الاثم والفواحش" سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور قوتِ سبعیہ (جو غضب و جوش کا منبع ہے)

تحتِ فرمانِ عقل رام گردد واذا ما غضبوا ہم یغفرون
رمز است بدان وکلمہ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّہِمْ
تعریض است بصدیقِ اکبرؓ زیراکہ اشہر اوصاف
او آن بود کہ دعوۃ الحق را اوّل مرتبہ شنیدہ و
بقوۃِ تصدیق وکمالِ یقین تلقی نمودہ ودر اقامتِ
صلوٰۃ پایہ بلند پیدا کرد تا آنکہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم اورا از میان صحابہ بامامت صلوٰۃ برگزید
وکلمہ اَمْرُہُمْ شُوْرٰی بَیْنَہُمْ اشارہ است بفاروق
اعظم زیراکہ اشہر اوصاف او آن بود کہ در زمانِ
خلافتِ او جمیع امور بمشورۂ علمای صحابہ نافذ می
شد ومعظم اجماعیات در ملتِ اسلامیہ ہمان
است کہ اجماع و اتفاق بران بتدبیر فاروق
اعظم و برائے او واقع شد وکلمہ مِمَّا رَزَقْنٰہُمْ
یُنْفِقُوْنَ کنایہ است بحالِ ذی النورین زیراکہ
اشہر اوصافِ او در اسلام کثرتِ انفاق است
فی سبیل اللہ وبہمین انفاقات بہ بشاراتِ عظیمہ
فائز گشت وبدرجاتِ عالیات ترقی یافت و
کلمہ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَہُمُ الْبَغْیُ ہُمْ یَنْتَصِرُوْنَ
منطبق است بر علی مرتضےٰ زیراکہ در ایام خلافت
او امرے کہ واقع شد ووی بآن متفرد بود قتالِ
بغاۃ است وقولہ تعالےٰ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ الےٰ
فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْہِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ حاصل معنے آن تجویز
انتقام است وتفضیل عفو واصلاح وصفتے کہ حسن
مجتبےٰ مخصوص است بآن ولسانِ نبوت در
استحسانِ آن وصف ازو باین کلمہ نطق فرمودہ
وَلَدِیْ ہٰذَا سَیِّدٌ وَسَیُصْلِحُ اللّٰہُ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ
الْمُسْلِمِیْنَ امر صلح است ورفع نزاع ولفظ اَصْلَحَ دلالت
میکند بر وجود اتفاق مسلمین وارتفاع تفرقہ از میان
ایشان واین اشارہ است بخلافتِ معاویہ

بھی عقل کے زیر حکم آکر مطیع ہوجاتے ہیں" واذا ما غضبوا ہم یغفرون"
سے اسی جانب ایماء فرمایا گیا ہے اور کلمہ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّہِمْ
تعریض ہے صدیق اکبرؓ کی طرف۔ کیونکہ آپ کے سب سے زیادہ مشہور
اوصاف میں سے یہ وصف تھا کہ دعوتِ حق کو پہلی مرتبہ سنتے
ہی قوتِ تصدیق اور کمال یقین کی بناء پر قبول کرلیا اور آپ نے
اقامتِ صلوٰۃ میں بلند مرتبہ حاصل کرلیا یہاں تک کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ میں سے اُن کو نماز کی امامت کے لئے
منتخب فرمایا اور کلمہ اَمْرُہُمْ شُوْرٰی بَیْنَہُمْ سے اشارہ ہے
فاروق اعظم کی جانب۔ کیونکہ یہ وصف اُن کے سب سے زیادہ مشہور
اوصاف میں سے تھا کہ اُن کے زمانۂ خلافت میں تمام اُمور علماء صحابہؓ
کے مشورے سے نافذ ہوتے تھے۔ اور ملتِ اسلامیہ کے اجماعی مسائل
میں سب سے زیادہ باعظمت وہی مسائل ہیں جن پر فاروق اعظم کی تدبیر
اور رائے سے اجماع واتفاق واقع ہوا ہے۔ اور مِمَّا رَزَقْنٰہُمْ
یُنْفِقُوْنَ ہ سے اشارہ ہے حضرت ذی النورینؓ کے حال کی جانب۔
کیونکہ اسلام میں جو اُن کا سب سے زیادہ مشہور وصف ہے وہ اللہ
کے راستہ میں بکثرت خرچ کرنا ہے اور اسی بکثرت خرچ کرتے رہنے کی
راہ سے آپ بشاراتِ عظیمہ پر فائز ہوتے اور بلند مراتب پر آپ نے
ترقی پائی۔ اور کلمہ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَہُمُ الْبَغْیُ ہُمْ یَنْتَصِرُوْنَ
منطبق ہے علی مرتضیٰؓ پر۔ کیونکہ اُن کے ایام خلافت میں جو امر کہ واقع
ہوا اور وہ اس میں متفرد تھے وہ باغیوں کے ساتھ قتال ہے۔ اور
(مذکورہ بالا) آیت وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سے مَا عَلَیْہِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ
تک اس کے حاصل معنے ہیں انتقام کے جواز کا بیان اور معاف کردینے
اور صلح کرنے کی فضیلت کا اظہار اور وہ صفت کہ حضرت حسن مجتبیٰ سے
مخصوص ہیں، اور لسان نبوت نے اس وصف خاص کی ستائش میں
اس کلمہ سے نطق فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالےٰ
مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اس کے ذریعہ سے صلح کرائیگا'
وہ امر صلح ہے اور رفع نزاع (یعنی جھگڑے کا ختم کردینا) اور لفظ
اَصْلَحَ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مسلمانوں میں اتفاق ہوگا
اور تفرقہ باہمی ختم ہوگا اور یہ اشارہ ہے خلافتِ معاویہ بن ابی سفیان

ابن ابی سفیان اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ
یَظْلِمُوْنَ اشارہ است بجماعۃ بنی امیہ
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم درباب ایشان
فرمودہ اند ہلاک امتی علی ایدی اُغَیْلمۃ من
قریش وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اشارۃ است
بجمعے از علمائے احبار کہ رئیس ایشان امام علی
ابن الحسین الملقب بزین العباد است
رضی اللہ عنہ و عن آبائہ الکرام کہ ادراک
آن زمان کردند و بروایت حدیث آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کہ از سلِّ سیف
برخلیفۂ وقت نہی فرمودہ ساکت شدہ
و تن زدند باوجود کراہیت آن افعال و
اطوار و اللہ اعلم بدقائق کتابہ۔ عن
ابی ہریرۃ انّ رجلاً شتم ابابکر
والنبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم
جالسٌ فجعل النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم
یتعجب ویتبسّم فلما اکثر ردّ علیہ بعض
قولہ فغضب النبی صلے اللہ علیہ وسلم
وقام فلحقہ ابوبکر فقال یارسول اللہ
کان یشتمنی و انت جالسٌ فلما
رددتُ علیہ بعض قولہ غضبتَ
و قمتَ قال انہ کان معک مَلَکٌ
یُرَدُّ عنک فلما رددتَ علیہ بعض
قولہ وقع الشیطانُ فلم اکن لِاَقْعد
مع الشیطان ثم قال یا ابابکر ثلاثٌ
کلّہنّ حقٌّ ما من عبدٍ ظُلِم بمظلمۃ
فیغضی عنہا للّٰہ الا اعزّہ اللہ
بہا نصرہ وما فتح رجلٌ باب عطیۃ یرید بہا صلۃ الا
زادہ اللہ بہا کثرۃ وما فتح رجلٌ باب مسئلۃ یرید بہا کثرۃ

کی طرف۔ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ اشارہ ہے
جوانان بنی اُمیّہ کی طرف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے
بارے میں فرمایا کہ ہلاکُ اُمّتی الخ میری اُمّت کی ہلاکت ہوگی
خاندان قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں سے۔ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ
اشارہ ہے علماء ربانی کی اُس جماعت کی طرف جن کے رئیس امام
علی بن الحسین ملقب بزین العباد ہیں اللہ اُن سے اور اُن کے
آباء کرام سے راضی رہے کہ انھوں نے اُس زمانہ کو پایا اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی روایت سے جس میں آپ نے خلیفہ
وقت کے مقابلہ پر تلوار کھینچنے سے منع فرمایا ہے ساکت ہوگئے اور
باوجود اُن افعال و اطوار کی ناگواری کے آپ خاموش رہے۔ اور اللہ
ہی بہتر جاننے والا ہے اپنی کتاب کی باریکیوں کو۔ مروی ہے ابوہریرہؓ
سے کہ ایک شخص نے ابوبکرؓ کو بُرا کہا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم
بیٹھے ہوئے تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تعجب کرنا اور مسکرانا
شروع کر دیا۔ پھر جب وہ شخص بہت بڑھ گیا تو ابوبکرؓ نے اُس کے
بعض اقوال کو اُس پر لوٹا دیا اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو غصہ آگیا اور آپ کھڑے ہوگئے۔ اس کے بعد ابوبکرؓ آپ کے
پاس پہنچے اور آپ سے (بطور شکوہ) کہا کہ یا رسول اللہؐ وہ مجھے
سخت سست کہہ رہا تھا اور آپ بیٹھے رہے پھر جب میں نے اُس
کی بعض گفتگو کو اُس پر لوٹایا تو آپ خفا ہو کر اُٹھ گئے۔ تو آپ نے
فرمایا بات یہ تھی کہ تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف
سے اُس پر کلام لوٹا رہا تھا جب تم نے خود اُس کی بات اُس پر
لوٹانا شروع کر دی تو شیطان آپڑا اور میں شیطان کے پاس
نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ پھر فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تین باتیں ہیں جو
حق ہیں۔ کوئی بندہ ایسا نہیں جس پر کسی قسم کا ظلم کیا جائے
اور وہ اُس سے اللہ تعالیٰ کے واسطے چشم پوشی کرے تو اُس کو
اللہ تعالیٰ مدد دے کر غالب کردے گا۔ اور کسی شخص نے عطیہ
کا دروازہ نہیں کھولا جس سے اُس کی نیت حُسن سلوک ہو (یعنی
ریاکاری نہ ہو) مگر اللہ تعالیٰ بہت کچھ بڑھا دے گا۔ اور کسی
شخص نے مانگنے کا دروازہ نہیں کھولا جس سے اُس کی غرض کثرت

الا زاده الله بها قلۃ عن قیلان بن انس قال ابتاع ابوبکر جاریۃ عجمیۃ من رجل قد کان اصابها فحملت له فاراد ابوبکر ان یطأها فابت علیه و اخبرت انها حامل فرفع ذلک الی النبی صلے الله علیه وسلم فقال النبی صلے الله علیه وسلم انها حفظت فحفظ الله لها ان احدکم اذا تشجع ذلک المتشجع فلیس بالخیار علی الله فردّها الی صاحبها الذی باعها۔

قال الله تعالیٰ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝ اَوْ نُرِیَنَّکَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝ فَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْکَ ۚ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ یعنے اگر نقل کنیم ترا از دنیا برفیق اعلےٰ قبل از انجاز وعدہ فتح چہ باک پس ہرآئینہ ما انتقام کشندہ ایم از اصناف کفار واگر بنمائیم ترا آنچہ وعدہ میدہیم دور نیست پس ہرآئینہ ما برایشان توانائیم پس چنگ محکم کن بانچہ وحی فرستادیم بسوئے تو ہرآئینہ تو برراہ راستی وہرآئینہ آن وحی فرستادن شرف است ترا و قوم ترا و نزدیک است کہ ازان سوال کردہ خواہید شد یاگوئیم معنے چنین است ہرآئینہ قرآن پنداست ترا و قوم ترا الی آخرہ باز فقیر

(دال) ہو گر حق تعالیٰ قلت میں اضافہ کردے گا۔ قیلان بن انس سے مروی ہے بیان کیا کہ ابوبکرؓ نے ایک عجمی لونڈی خریدی ایک شخص سے جو اُس کے پاس جاچکا تھا اور وہ اُس سے حاملہ ہو گئی تھی۔ پھر ابوبکرؓ نے اُس سے مباشرت کا ارادہ کیا تو اُس نے انکار کردیا اور خبر دی کہ وہ حاملہ ہے۔ تو ابوبکرؓ نے یہ معاملہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے (حق کی) حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی حفاظت کی تم میں سے جو کوئی جرأت کرے گا ایسے موقع پر تو اللہ پر اس کا اختیار نہیں چلتا (قدرت نے اپنا فعل تخلیق جاری کردیا اور بات کھل گئی) اس کو اس کے آقا کے پاس جس نے اس کو فروخت کیا ہے واپس کردو۔

آیات سورۂ زخرف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِکَ الخ (۴۳: ۴۱ تا ۴۴)

پھر اگر ہم (دنیا سے) آپ کو اٹھالیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا اگر اُن سے ہم نے جو عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو (بھی) دکھلادیں (تب بھی کچھ بعید نہیں کیونکہ) ہم کو اُن پر ہر طرح کی قدرت ہے تو آپ اس قرآن پر قائم رہیئے جو آپ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے آپ بیشک سیدھے راستہ پر ہیں اور قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بیشک بڑے شرف کی چیز ہے۔ اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے" (ترجمۂ ثانی از حضرت مصنفؒ) یعنی اگر منتقل کریں ہم تم کو دنیا سے رفیق اعلیٰ کی طرف وعدہ پورا کرنے سے پہلے تو کیا اندیشہ ہے پس یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں کفار کی قوموں سے اور اگر دکھادیں ہم تم کو وہ جس کا وعدہ ہم تم سے کر رہے ہیں تو بعید نہیں پس البتہ ہم ان پر پوری توانائی رکھتے ہیں پس تم مضبوطی سے پکڑ لو اُس کو جو وحی بھیجتے رہتے ہیں ہم تمھاری طرف تم یقیناً سیدھے راستہ پر ہو اور یقیناً یہ وحی بھیجنا شرف ہے تمھارے لئے اور تمھاری قوم کے لئے کہ اس کے بارے میں تم سوال کئے جاؤ گے۔ یا یوں کہیئے کہ مطلب یہ ہے کہ بیشک یہ قرآن ایک نصیحت نامہ ہے تمھارے اور تمھاری قوم کے لئے، آخر تک۔ پھر فقیر

گویند بظاہر تردید کردہ شد در آنکہ خدای تعالے پیغامبر خود را پیش از انجازِ موعود از عالمِ دُنیا بردارد و خود متصدی انتقام شود کہ مضمون وعدہ است یا بحضور او بنماید آنچہ وعدہ میدہد و در ہر دو صورت تشویش را بخاطر راہ نباید داد زیراکہ تو بر راہِ راستی آنچہ میفرمائی راست است وآنچہ وعدہ میدہی بودنی است و در علم خدای تعالیٰ تردید نیست پس مراد توزیع است کہ بعض موعود بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بانجاز رسد و بعض آن بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بظہور آید و از احادیث متواترہ کہ شک را دران راہ نیست ثابت شد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ابتدای بعثت تا آخر حیات وعدہ فتح عجم و رُوم میداد وجہرۃً می فرمود کہ خدای تعالیٰ دینِ خود را بر اہلِ مَدَر و وَبَر غالب خواہد ساخت بذلّ ذلیل او عزّ عزیز چون این صورت در عہدِ مبارکِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظہور نیافت لازم شد کہ بعد انتقالِ وی صلے اللہ علیہ وسلم برفیقِ اعلےٰ بر دستِ بعضِ نوّاب آن جناب واقع شود و وقوعِ آن متمم مرادِ حق باشد از بعثتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و این یکے از لوازم خلافتِ خاصّہ است حالاً درفکر آن باید افتاد کہ آن معانی بر دست کدام یکے ظاہر شد او ست خلیفۂ خاص و معنے لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ بریک تاویل آنست کہ جماعۂ از قریش این شرفِ ظاہر و باطن دریابند و بہ نیابتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رؤسای عالم شوند و احرازِ فضیلتِ اعلاءِ کلمۃ اللہ نمایند عن محمد بن عثمان المخزومی

کہتا ہے کہ بظاہر تردید کی گئی ہے اس امر کی (یعنے تشویش آمیز خطرات کی) کہ خدا تعالےٰ اپنے پیغمبر کو جن امور کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے پورا کرنے سے پہلے ہی عالمِ دنیا سے اُٹھالے اور مجرمین سے انتقام کے کام کو خود ہی انجام پذیر کرد ے جو کہ وعدے کا مضمون ہے یا اُس امر کو پیغمبر کی موجودگی میں ہی دکھا دے جس کا وہ وعدہ کر رہا ہے دونوں صورتوں میں تشویش کو دل میں نہ لانا چاہیئے کیونکہ تم سیدھی راہ پر ہو، جو کچھ کہہ رہے ہو سچ کہہ رہے ہو اور جو کچھ تم وعدہ دے رہے ہو وہ پُورا ہونے والا ہے اور علمِ الٰہی میں تردید نہیں ہے۔ پس مراد تقسیم کرنا ہے کہ کئے گئے وعدوں میں سے بعض تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی پُورے ہو جائیں گے اور بعض وعدے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظہور میں آئیں گے۔ اور احادیثِ متواترہ سے کہ جن میں شک شبہہ کی گنجائش نہیں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے بعثت سے آخرِ حیات تک ملک فارس و رُوم کی فتح کا وعدہ کرتے رہے اور کھلم کھلا فرماتے رہے کہ حق تعالےٰ اپنے دین کو اہلِ مدر (یعنے دیہات والوں) اور اہلِ وبر (یعنے صحرا والوں) پر غالب کرے گا ذلیل کو ذلت دے کر اور قابلِ عزت کو عزت دے کر جب یہ صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ظہور میں نہیں آئی تو لازم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ اعلےٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد آنجناب کے بعض قائم مقاموں کے ہاتھ پر واقع ہو اور اُس کا وقوع مرادِ حق کو پُورا کرنے والا بنے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تھی اور یہ خلافتِ خاصہ کے لوازم میں سے ایک لازمہ ہے۔ اب اس پر غور و فکر کرلینا چاہیئے کہ وہ مفہوم کس کے ہاتھ پر ظاہر ہوا (جس کے ہاتھ پر اُس کا ظہور ثابت ہو) وہی خلیفۂ خاص ہے اور وَاِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ کے معنے ایک تاویل پر یہ ہیں کہ قریش کی ایک جماعت یہ شرفِ ظاہر و باطن پائیگی اور اُس جماعت کے افراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے رؤسائے عالم بنیں گے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی فضیلت کا تحفظ کریں گے۔ اور محمد بن عثمان مخزومی سے

ف ۵ مدر بمعنی کلوخ و اہل مدر کنایہ از ساکنانِ دیہ و وبر بمعنی پشم شتر را گویند و اہل وبر کنایہ از باشندگان صحرا است ۱۲

ان قریشا قالت قیضوا لکل رجل من اصحاب محمد رجلا یاخذه فقیضوا لابی بکر طلحة بن عبید الله فاتاه وهو فی القوم فقال ابوبکر الی ما تدعونی قال ادعوک الی عبادة اللات والعزی قال ابوبکر وما اللات قال ربنا قال والعزی قال بنات الله فقال ابوبکر فمن امهن فسکت طلحة فلم یجبه فقال طلحة لاصحابه اجیبوا الرجل فسکت القوم فقال طلحة قم یا ابابکر اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فانزل الله ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض له شیطانا الآیة عن عبدالرحمٰن بن مسعود العبدی قال قرأ علی بن ابی طالب هذه الآیة فاما نذهبن بک فانا منهم منتقمون ٥ قال قد ذهب نبیه علیه السلام وبقیت نقمته فی عدوه ٥ عن مجاهد فی قوله وانه لذکر لک ولقومک قال یقال ممن هذا الرجل فیقال من العرب فیقال من ای العرب فیقال من قریش فیقال من ای قریش فیقال من بنی هاشم ع عن علی وابن عباس قالا کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعرض نفسه علی القبائل بمکة ویعدهم الظهور فاذا قالوا

روایت ہے کہ قریش نے یہ تجویز کیا کہ اصحاب محمدؐ میں سے ہر شخص کے پیچھے اپنا ایسا آدمی لگا دیں جو اُس کو گرفت میں لے لے۔ تو انھوں نے ابوبکرؓ کے پیچھے طلحہ بن عُبَید اللہ کو لگایا۔ تو وہ قوم کے لوگوں کو ساتھ لے کر ابوبکرؓ کے پاس پہنچے[1]۔ ان سے ابوبکرؓ نے کہا آپ مجھے کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ طلحہ نے کہا لات وعُزّیٰ کی عبادت کی طرف۔ تو ابوبکرؓ نے کہا اور لات کیا ہے؟ طلحہ نے کہا ہمارا رب ہے۔ پھر ابوبکرؓ نے کہا اور عزّیٰ کیا ہے؟ طلحہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اس پر ابوبکرؓ نے کہا کہ تو اُن کی ماں کون ہے؟ اس پر طلحہ چپ رہ گئے اور اُن کو جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد طلحہ نے ساتھیوں سے کہا کہ اس شخص کو جواب دو وہ سب بھی خاموش رہے۔ اس کے بعد طلحہ نے کہا اُٹھو اے ابوبکرؓ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ الخ (۴۳:۳۶) اور جو شخص اللہ کی نصیحت (یعنے قرآن) سے اندھا بن جاوے ہم اُس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے۔ الخ اور عبدالرحمٰن بن مسعود العبدی سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ علیؓ بن ابی طالب نے یہ آیت پڑھی فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ الخ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام چلے گئے اور اُن کی جانب سے کینہ اُن کے دشمنوں میں باقی رہ گیا۔ اور مجاہدؒ سے مروی ہے آیت وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ کے بارے میں اُنھوں نے کہا کہ کہا جائے گا کہ یہ شخص (حضرت نبی علیہ السلام) کس (قوم) میں سے تھے؟ تو جواب دیا جائیگا کہ عرب میں سے۔ پھر پوچھا جائیگا کہ کس عرب میں سے؟ تو جواب دیا جائیگا کہ قریش میں سے۔ پھر کہا جائیگا کہ کونسے قریش میں سے؟ تو کہا جائیگا بنی ہاشم میں سے۔ اور علیؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں قبائل کے سامنے بنفس نفیس اُن سے اسلام کے غلبہ کا وعدہ فرما رہے تھے کہ ان لوگوں نے

[1] حضرت ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرش راہ۔ پر ذرا یہ بھی تو بتلائیں کہ سمجھائیں گے کیا۔ ۱۲

لمن الملك بعدك أمسك فلم يجبهم بشيء لانه لم يؤمر في ذلك بشيء حتى نزلت وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ فكان بعد اذا سئل قال لقريش فلا يجيبوه حتى قبلته الانصار على ذلك وعن عدي بن حاتم قال كنت قاعدا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الا ان الله علم ما في قلبي من حبي لقومي فشرفني فيهم فقال وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ فجعل الذكر والشرف لقومي في كتابه ثم قال وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يعني قومي فالحمد لله الذي جعل الصديق من قومي والشهيد من قومي والائمة من قومي ان الله قلب العباد ظهرا وبطنا فكان خير العرب قريشا وهي الشجرة المباركة التي قال الله في كتابه وَمَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ يعني قريشا اَصْلُهَا ثَابِتٌ يقول اصلها بحرم وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ يقول الشرف الذي شرفهم الله بالاسلام الذي هداهم له وجعلهم اهله ثم انزل فيهم سورة من كتاب الله بمكة لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ الى آخرها قال عدي بن حاتم ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم

سوال کیا کہ آپ کے بعد کس کی حکومت ہوگی تو آپ رُک گئے اور اُن کو کچھ جواب نہ دیا کیونکہ آپ کو اس بارے میں کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ اس کے بعد جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا قریش کی، اور لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ انصار اس کو قبول کر لیں گے (پھر سب متفق ہو جائیں گے) اور عدی بن حاتم سے مروی ہے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ اپنی قوم کی محبت جو میرے دل میں تھی اُس کا اللہ کو علم تھا اس لئے اُس نے مجھے اُن کے بارے میں مشرف کیا اور فرمایا وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ تو اللہ تعالٰے نے ذکر کو اور میری قوم کے لئے شرف کو اپنی کتاب میں ذکر (فرما دیا۔ پھر فرمایا وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الخ (۲۶: ۲۱۴-۲۱۵) اور آپ (سب سے پہلے) اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرا دیجئے اور اُن لوگوں کے ساتھ (تو مشفقانہ) فروتنی سے پیش آئیے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں" یعنی میری قوم سو اللہ کا شکر ہے جس نے صدیق کو میری قوم میں سے بنایا اور شہید کو میری قوم میں سے بنایا اور ائمہ بنائے میری قوم میں سے۔ بیشک اللہ تعالٰے نے اپنے بندوں کے ظاہر و باطن کو پرکھا تو عرب میں سب سے بہتر قریش نکلے اور وہ شجرۂ مبارکہ ہی ہیں جس کا اللہ تعالٰے نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے وَمَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ (۱۴: ۲۴) (کلمۂ طیبہ (توحید و ایمان) کی مثل پاکیزہ درخت کے ہے" (شجرۂ طیبہ سے) اللہ تعالٰے مراد لیتے ہیں قریش کو اَصْلُهَا ثَابِتٌ (جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو) فرماتا ہے کہ اس کی اصل (یعنے جڑ) حرم میں ہے وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (اور اسکی شاخیں اونچائی میں جارہی ہوں) کہتے ہیں کہ شرف وہ ہے جس سے اللہ تعالٰے نے ان کو مشرف باسلام کیا جس کی طرف اُن کو ہدایت کی اور اُن کو اس کا اہل بنایا پھر اُن کے بارے میں کتاب اللہ میں ایک سورۃ مکہ میں نازل کی لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ، آخر تک۔ عدیؓ بن حاتم نے کہا کہ میں نے ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ذُکِرَ عندہ۔ قریشٌ بخیرٍ قطُّ الاّ سرَّہٗ حتے یستبینَ ذلک السرورُ للناس کلہم فی وَجہہ وکان کثیرًا ما یتلو ہٰذہ الآیۃ وَ اِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَ لِقَوْمِکَ وَ سَوْفَ تُسْئَلُوْنَ عن القاسم بن محمد عن ابی بکر او عن عمہ عن جدہٖ ابے بکر الصدیق عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یَنزِلُ اللہُ الے السماءِ الدنیا لیلۃَ النِّصفِ من شعبانَ فیغفر لکلِّ شیٍٔ الاّ رجلٌ مشرکٌ او فی قلبہٖ شحناء۔ عن قتادۃ عن ابے حرب بن ابے الاسود الدّؤلی قال رُفع الے عمر امرأۃٌ وَلَدتْ لستۃ اشہر فسأل عنہا اصحاب النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم فقالَ علیٌّ لا رَجْمَ علیہا الا ترے انہ یقولُ وَ حَمْلُہٗ وَ فِصَالُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَہْرًا و قال وَ فِصَالُہٗ فِیْ عَامَیْنِ وکان الحمل ہٰہنا ستۃَ اشہر فترکہا عمر قال ثم بلغنا انہا ولدت آخر لستۃ اشہر وعن نافع بن جبیر ان ابن عباس اخبرہٗ قال انّے لَصاحبُ المرأۃِ التی اُتے بہا عمر وضعتْ لستۃ اشہر فانکر الناسُ ذٰلک فقلتُ لعمرَ کیف تظلِمُ قال کیف قلتُ اِقرأ وَ حَمْلُہٗ وَ فِصَالُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَہْرًا وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَہُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ قلتُ

کے سامنے کبھی قریش کا ذکر خیر کے ساتھ کیا گیا تو آپؐ اس سے یہاں تک خوش ہوتے کہ اس سرور کو سب لوگ آپ کے چہرے سے پہچان لیتے تھے اور آپؐ اکثر اس آیت کی تلاوت کیا کرتے تھے وَ اِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ الخ۔ مروی ہے قاسمؒ بن محمد سے وہ یعنی قاسم روایت کرتے ہیں ابوبکرؓ سے یا اپنے عم (عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ) سے اور وہ اُن کے دادا ابوبکر صدیقؓ سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتے ہیں تو ہر شے کی مغفرت کر دیتے ہیں سوائے اُس شخص کے جو شرک کرنے والا ہو یا اُس کے قلب میں عداوت ہو۔ مروی ہے قتادہؒ سے وہ روایت کرتے ہیں ابو حرب بن ابی الاسود الدؤلی سے اُنھوں نے بیان کیا کہ عمرؓ کے سامنے ایک عورت پیش کی گئی جس نے چھ ماہ کا بچہ جنا تھا۔ آپ نے اُس کے بارے میں اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مشورہ پُوچھا تو علیؓ نے کہا کہ اس پر رجم نہیں ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَحَمْلُہٗ وَفِصَالُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَہْرًا (۴۶:۱۵) (اور اُس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھوڑانا تیس مہینے (میں پورا ہوتا ہے) اور یہ بھی فرمایا وَفِصَالُہٗ فِیْ عَامَیْنِ (۳۱:۱۴) (اور دو برس میں اُس کا دُودھ چھوٹتا ہے۔" اب یہاں مدتِ حمل (تیس ماہ میں سے چوبیس ماہ نکالنے کے بعد) چھ مہینے رہ گئی۔ تو عمرؓ نے اُس کو چھوڑ دیا۔ بیان کیا کہ پھر ہمیں یہ خبر پہنچی کہ چھ مہینے کا اُس کے اور بچہ پیدا ہوا۔ اور نافع بن جبیر سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے اُن سے ذکر کیا کہ میں اُس وقت حاضر تھا جب ایک عورت لائی گئی عمرؓ کے پاس جس نے چھ مہینے میں بچہ جنا تھا تو عام لوگوں نے اس کو منکر قرار دیا (یعنے اُس بچے کے حلالی ہونے کا انکار کیا) تو میں نے عمرؓ سے کہا کہ آپ کیسے ظلم کریں گے۔ کہا کیونکر۔ میں نے کہا پڑھیے وَحَمْلُہٗ وَفِصَالُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَہْرًا اور وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَہُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ (اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلاتی ہیں) میں نے کہا کہ حول کتنا ہوتا ہے کہا کہ ایک سال۔ میں نے کہا کہ سال کتنا

کم الحول قال سنۃ قلت کم السنۃ
قال اثنا عشر شہرا قلت فاربعۃ
و عشرون شہرا حولان کاملان ویؤخر
اللہ من الحمل ماشاء ویقدم قال فاستراح
عمر الی قولی و عن ابی عبیدۃ مولی
عبدالرحمن بن عوف قال رفعت امرأۃ
الی عثمان ولدت لستۃ اشہر فقال عثمان
قد رفعت الیّ امرأۃ ما اراہا الا جاءت بشر
فقال ابن عباس اذا اکملت الرضاعۃ
کان الحمل ستۃ اشہر وقرء وحملہ و
فصالہ ثلثون شہرا فدرء عثمان عنہا
و عن ابن عباس انہ کان یقول اذا
ولدت المرأۃ لتسعۃ اشہر کفاہا من
الرضاع احد و عشرون شہرا واذا
ولدت لسبعۃ اشہر کفاہا من الرضاع
ثلثۃ و عشرون شہرا و اذا وضعت
لستۃ اشہر فحولین کاملین لان اللہ
یقول و حملہ و فصالہ ثلثون شہرا
عن ابن عباس قال انزلت ہذہ الآیۃ فی
ابی بکر الصدیق حتی اذا بلغ اشدہ
و بلغ اربعین سنۃ قال رب
اوزعنی الآیۃ فاستجاب اللہ لہ فاسلم
والداہ جمیعا و اخوانہ و ولدہ
کلہم و نزلت فیہ فاما من اعطی و
اتقی الی آخر السورۃ عن مجاہد
قال دعا ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما فقال لہ
انی موصیک بوصیۃ ان
تحفظہا ان للہ فی اللیل حقا لا
یقبلہ بالنہار وحقا بالنہار لا یقبلہ باللیل

ہوتا ہے کہا کہ بارہ مہینے۔ میں نے کہا کہ پھر حولین کاملین چوبیس مہینے
ہوئے اور اللہ تعالیٰ حمل کو جتنا چاہے مؤخر کرے اور مقدم کرے
ابن عباسؓ نے کہا کہ میری گفتگو کے بعد عمرؓ مطمئن ہوگئے۔ اور
ابو عبیدہ مولی عبدالرحمن بن عوف سے مروی ہے بیان کیا کہ
ایک عورت عثمانؓ کے پاس لائی گئی جس نے چھ مہینے میں بچہ جنا تھا
تو عثمانؓ نے کہا کہ میرے سامنے ایسی عورت لائی گئی جس کے بارے
میں میرا خیال یہ ہے کہ اس سے بدی ہی کا صدور ہوا ہے۔ تو ابن
عباسؓ نے کہا کہ جب رضاعت (یعنی دودھ پلانے کی مدت)
پوری ہو جائیگی تو مدت حمل چھ مہینے ہوگی اور یہ آیت پڑھی
وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا تو عثمانؓ نے اس پر سے حد
اٹھا دی۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ
جب عورت کے نو مہینے میں بچہ پیدا ہو تو اس کو اکیس مہینے دودھ
پلانا کافی ہے اور جب سات مہینے میں پیدا ہو تو اس کو تیئس
مہینے دودھ پلانا کافی ہے اور جب وضع حمل چھ مہینے میں ہو تو
پورے دو برس ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وحملہ وفصالہ
ثلثون شہرا۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے انھوں نے کہا کہ یہ
آیت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حتی اذا بلغ
اشدہ الخ (۴۶: ۱۵) یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتا
ہے اور چالیس برس کو پہنچتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار
مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر
کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں الخ
تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کے والدین اور
بھائی اور اولاد سب اسلام لے آئے۔ اور ان ہی کے بارے میں
فاما من اعطی واتقی آخر سورت تک نازل ہوئی۔ اور
مروی ہے مجاہدؒ سے کہا کہ بلایا ابوبکر نے عمر کو رضی اللہ عنہما اور
کہا کہ میں تم کو کچھ نصیحتیں کرتا ہوں تم ان کو محفوظ کر لو بیشک
اللہ تعالیٰ کا رات میں جو حق ہے اس کو دن میں قبول نہیں کرتا اور
دن میں جو اس کا حق ہے وہ رات میں قبول نہیں کرتا (اس لئے
ہر ایک حق کو اس کے اصلی وقت پر ادا کرنے کا اہتمام رکھا جائے) اور

انہ لیس لاحد نافلۃ حتی یؤدی الفریضۃ انہ انما ثقلت موازین من ثقلت موازینہ یوم القیمۃ باتباعہم الحق فی الدنیا و ثقل ذلک وحق لمیزان لا یوضع فیہ الا الحق ان یثقل و خفت موازین من خفت موازینہ یوم القیمۃ لاتباعہم الباطل فی الدنیا و خفتہ علیہم وحق لمیزان لا یوضع فیہ الا الباطل ان یخف الم تر ان اللہ ذکر اہل الجنۃ باحسن اعمالہم فیقول القائل این یبلغ عملک من عمل ہولاء و ذلک ان اللہ تعالٰی تجاوز عن اسوء اعمالہم وان اللہ تعالٰی ذکر اہل النار باسوء اعمالہم حتی یقول القائل انا خیر عملاً من ہولاء و ذلک بان اللہ رد علیہم احسن اعمالہم الم تر ان اللہ انزل آیۃ الشدۃ عند آیۃ الرجاء و آیۃ الرجاء عند آیۃ الشدۃ لیکون المؤمن راغباً راہباً لئلا یلقی بیدہ الی التہلکۃ و لا یتمنی علی اللہ امنیۃ یتمنی فیہا غیر الحق عن ابن عمران عمر راٰی فی ید جابر بن عبد اللہ درہماً فقال ما ہذا الدرہم قال ارید اشتری لاہلی بہ لحماً قرموا الیہ فقال اکلما اشتہیتم شیئاً اشتریتموہ

یہ کہ کسی کی زائد عبادت (نوافل یا صدقات وخیرات) قبول نہیں ہوتیں جب تک وہ فریضہ کو ادا نہیں کرلیتا۔ اور یہ کہ قیامت کے دن اُسی کے اعمال کا وزن بھاری رہے گا جس کے اعمال کے ساتھ دنیا میں اتباعِ حق شامل ہوگا اور میزان کو یہ قابلیت دی گئی ہے کہ جب اُس میں حق رکھا جائے گا جبھی وہ بھاری ہوگی اور قیامت کے دن اُس شخص کے موازین ہلکے رہیں گے جنھوں نے دنیا میں عمل، باطل کے اتباع سے کئے اور اس خِفت کا ان لوگوں پر اثر پڑے گا اور میزان کو یہ قابلیت دی گئی ہے کہ جب بھی اس میں باطل رکھا جائے گا وہ ہلکی ہوجائے گی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اہلِ جنت کا ذکر کیا اُن کے بہترین اعمال کے ساتھ کیا ہے کہ ایک کہنے والا (یعنے خیال کرنے والا) کہے گا (یعنے خیال کریگا) کہ تیرا عمل ان لوگوں کے عمل کے برابر کیسے پہنچیگا اور حقیقت یہ ہوگی کہ اُن کے بُرے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا ہوگا (یہ نہ سمجھو کہ اُن سے بُرے اعمال کا صدور رہی نہیں ہوا) اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ نار کا ذکر کیا اُن کے بدترین اعمال کے ساتھ یہاں تک کہ کوئی کہنے والا یہ کہے گا (یعنی خیال کرے گا) کہ میرے اعمال تو ان لوگوں سے بہت اچھے ہیں۔ اور حقیقت یہ نہیں ہے کہ انھوں نے اچھے اعمال کئے ہی نہ ہوں گے بلکہ یہ) ہے کہ ان کے احسن اعمال کو (باطل کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے رد کردیا ہوگا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ شدت کو (جس میں عذاب کا ذکر ہے) نازل کیا ہے آیتِ رجاء (جس میں مغفرت اور جنت کا بیان ہے) کے پاس اور آیتِ رجا کو آیتِ شدت کے پاس تاکہ مؤمن راغب بھی رہے اور خائف بھی کہ وہ اپنی ذات کو ہلاکت میں نہ ڈال لے اور اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی خام خیالیاں اپنے دل میں نہ جمالے جو خلافِ حق تمناؤں پر مشتمل ہوں۔ مروی ہے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جابر بن عبد اللہ کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھا تو پوچھا کہ یہ درہم کیسا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ گھر والوں کے لئے گوشت خریدنے کا ارادہ ہے جس کے وہ خواہشمند ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب کسی شے کی اشتہار تم کو ہوگی تم اس کو خریدنے لگو گے

یعنی قرم بفتحتین سخت آرزومند شدن برائے گوشت والمصدر من سمع ۱۲

ان تذہب عنکم ہذہ الآیۃ اَذۡہَبۡتُمۡ طَیِّبٰتِکُمۡ فِیۡ حَیٰوتِکُمُ الدُّنۡیَا وَاسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِہَا ۔ وَ عن سالم بن عبداللّٰہ بن عُمَر اَنَّ عمر کَانَ یَقُوۡلُ مَا نَعۡنِیۡ بِلَذَّاتِ العیش ان نَّاۡمُرَ بصغارِ المِعزیٰ فتسمط و نَاۡمُرَ بلُبَابِ الحِنطۃ فیُخۡبَز لنا و نَاۡمُر بالزّبیب فیُنۡبَذُ لنا فی الاَسۡعَانِ حتٰی اذا صار مثلَ عین الیعقوب اکلنا ھذا و شربنا ھذا و لٰکنّا نُرِیۡدُ ان نستبقی طیّباتِنا لانّا سمِعنا اللّٰہ یقول اَذۡہَبۡتُمۡ طَیِّبٰتِکُمۡ فِیۡ حَیٰوتِکُمُ الدُّنۡیَا الآیۃ ۔ وَ عن قتادۃ اَذۡہَبۡتُمۡ طَیِّبٰتِکُمۡ فِیۡ حَیَاتِکُمُ الدُّنۡیَا وَ اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِہَا قال تعلمون انَّ اقوامًا یشترون حسناتِھم فی الدُّنیا استیغار رجل طیّباتہ ان استطاعَ و لاحولَ و لا قوّۃ الّا باللّٰہ قالَ و ذُکِرَ لنا انَّ عُمَرَ بن الخطاب کانَ یقولُ لو شِئۡتُ کُنۡتُ اطیبکم طعامًا وَّ الیَنَکُمۡ لباسًا و لٰکنّی اَسۡتَبۡقِیۡ طیّباتی ۔ وَ ذُکِرَ لَنَا انَّ عمرَ بنَ الخطاب لمّا قدِمَ الشّام صُنِعَ لہٗ طعامٌ لم یَرَ قبلہٗ مثلہٗ قال ہٰذا لنا فما لفقراءِ المسلمینَ الّذین ماتوا و ہم لا یشبعونَ من خُبۡزِ الشّعیر فقالَ خالد بن الولید لہم الجنّۃ فاغرورقت عینا عمر فقالَ لئن کانَ حظّنا من ھٰذا الحطام

کیا یہ آیت تم بھول چکے ہو اَذۡہَبۡتُمۡ طَیِّبٰتِکُمۡ الخ (۴۶: ۲۰) تم اپنی لذت کی چیزیں دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے"۔ اور سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ "لذاتِ عیش" سے ہم یہ مراد نہیں لیتے کہ ہم حکم دیں کہ فربہ بکریوں کو ذبح کرکے ان کا گوشت بھونا جائے اور گیہوں کی گری (یعنی روا) لے کر ہمارے لئے اُس کی روٹی پکائی جائے اور حکم دیں کہ انگور (کشمش) لے کر اس کو ہمارے لئے نبیذ بنایا جائے (یعنی شربت) جو (گاد تہ نشین ہوکر) چکور کی آنکھ کی مانند مصفا ہو جائے (یہ چینی اور عمدہ نبات سفید کا زمانہ نہیں تھا شربت ایسی ہی چیزوں سے بنتا تھا ۱۲ مترجم) وہ ہم کھائیں اور یہ پئیں۔ لیکن ہمارا مقصد اُس سے یہ ہوتا ہے کہ ہم کو اپنی پاکیزہ چیزوں (یعنے لذیذ مرغوبات) کو باقی رکھنے کا خیال رہنا چاہیے کیونکہ ہم نے سنا ہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اَذۡہَبۡتُمۡ طَیِّبٰتِکُمۡ فِیۡ حَیٰوتِکُمُ الدُّنۡیَا الخ۔ اور مروی ہے قتادہؓ سے (اس آیت کی تفسیر میں) اَذۡہَبۡتُمۡ طَیِّبٰتِکُمۡ فِیۡ حَیٰوتِکُمُ الدُّنۡیَا الخ کہا تم جانتے ہو کہ بہت سے لوگ اپنی حسنات کو دنیا میں خرید رہے ہیں اس شخص کے حال کی طرح جو اپنی مرغوبات طیباتِ دنیوی کو پورا کرنا چاہتا ہو اگر استطاعت رکھتا ہو (یعنی جب اپنی تمام مرغوبات دنیا میں حاصل کر لی تو وہاں کا حصہ اب کیا باقی رہا) لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ (قتادہؓ نے) کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ عمرؓ بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں چاہتا تو میرا کھانا تم سب سے زیادہ اچھا نفیس ہوتا اور میرا لباس تم سب کے لباسوں سے زیادہ نرم ہوتا مگر میں اپنی طیبات (یعنے خوشگوار چیزوں) کو باقی رکھنا چاہتا ہوں۔ اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ عمرؓ بن الخطاب جب شام تشریف لے گئے تو اُن کے لئے ایسا کھانا بنایا گیا جو اس سے پہلے اُنھوں نے دیکھا بھی نہ تھا۔ تو اس کو دیکھ کر فرمایا کہ ہمارے لئے یہ ہے تو اُن فقراءِ مسلمین کے لئے کیا ہوگا جو مر گئے اور وہ جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھا سکے۔ تو خالدؓ بن الولید نے کہا کہ اُن کے لئے جنت ہے۔ تو عمرؓ کی دونو آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ پھر فرمایا کہ اگر ہمارے حصہ میں مالِ دنیا آیا

وذہبوا بالجنۃ لقد باتوا بوناً بعیداً

عن جابر بن عبد اللہ قال رآنی عمر و انا متعلق لحماً فقال یا جابر ما ہذا قلت لحم اشتریتہ بدرہم لنسوۃ عندی قرمن الیہ فقال اما یشتہی احدکم شیئاً الا صنعہ اما یجد احدکم ان یطوی بطنہ لجارہ و ابن عمہ این تذہب ہذہ الآیۃ اذہبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا قال فما انفلتّ منہ حتے کدت ان لا انفلت و عن حمید بن ہلال قال کان حفص یکثر غشیان امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ و کان اذا قرب طعامہ اتقاہ فقال لہ عمر مالک و طعامنا فقال یا امیر المومنین ان اہلی یصنعون لی طعاماً ہو الین من طعامک فاختار طعامہم علی طعامک فقال ثکلتک امک اما تری انی لو شئت امرت بشاۃ فتیۃ سمینۃ فالقی عنہا شعرہا ثم امرت بدقیق فینخل فی خرقۃ فجعل خبزاً مرققاً و امرت بصاع من زبیب فجعل فی سعن حتے یکون کدم الغزال فقال حفص انی اراک تعرف لین الطعام فقال عمر ثکلتک امک و الذی نفسی بیدہ لولا کراہیتہ ان ینتقص من حسناتی یوم القیٰمۃ لاشرکتکم فی لین طعامکم و عن الحسن قال قدم وفد اہل البصرۃ علی عمر مع ابی موسیٰ فکان لہ کل یوم خبز ثلث

اور وہ جنت میں پہنچ گئے تو ہم میں اور ان میں بہت بڑا بُعد ہوگا۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور میں گوشت لٹکائے ہوئے تھا تو فرمایا کہ اے جابر رضی اللہ عنہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ایک درہم کا گوشت خرید کر لایا ہوں اپنی عورتوں کے لئے ان کا اس کے لئے بہت دل چاہ رہا ہے۔ فرمایا کہ کیا جس شے کی خواہش تم میں سے کسی کو ہوتی ہے وہ تیار ہونے لگتی ہے۔ کیا تم میں کوئی یہ جذبہ نہیں رکھتا کہ اپنے پیٹ کو تہ کرلے اپنے ہمسایہ کے لئے یا اپنے ابن عم (بھائی) کے لئے کیا یہ آیت بھول گئے ہو اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا۔ کہا کہ پھر میں ان سے رہائی نہ پاسکا یہاں تک کہ یہ خیال کرنے لگا کہ ان سے نجات نہ ملے گی۔ حمید بن ہلال سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ حفص، امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے بہت لپٹے رہتے تھے اور جب کھانے کا وقت ہوتا تو کترا جاتے تھے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم کو کیا ہوگیا ہمارے ساتھ کھانے سے کیوں بچتے ہو انھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین میرے گھر والے میرے لئے ایسا کھانا بناتے ہیں جو آپ کے کھانے سے نرم ہوتا ہے تو میں اُس کھانے کو آپ کے کھانے پر ترجیح دیتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ تجھے روئے تیری ماں تو یہ نہیں دیکھتا کہ میں چاہتا تو حکم دیتا کہ جوان موٹی تازی بکری ذبح کی جاتے اور کھال سے گوشت الگ (کرکے عمدہ تیار) کیا جائے پھر آٹے کے بارے میں حکم دیتا کہ کپڑے میں سے چھانا جائے پھر (اُس میدے کی) چپاتیاں بنائی جائیں اور میں حکم دیتا کہ ایک صاع (تقریباً ڈھائی سیر) انگور لے کر اس کا شیرہ تہ نشین کیا جائے یہاں تک کہ ہرن کے خُون کی طرح سُرخ ہوجائے۔ اس پر حفص نے کہا کہ میں سمجھ گیا کہ آپ لینِ طعام (کھانے کی نرمی و خوشگواری) کو پہچانتے ہیں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تجھے روئے تیری ماں قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر اس بات کی کراہیت نہ ہوتی کہ قیامت کے دن میری حسنات میں کمی آجائیگی تو تمھارے خوشگوار کھانے میں تمھارے ساتھ میں ضرور شریک ہوتا۔ اور مروی ہے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے کہ اہل بصرہ کا ایک وفد ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو روزانہ اُن کے پاس چپڑی ہوئی روٹی آتی تھی

فربما وا تفنا لہا ناودمۃ بلبن وربما
وافقنا القدائد الیابسۃ قد دقت ثم
اغلی بہا و ربما وافقنا اللحم الغریض
وہو قلیل قال وقال لنا عمر انی واللہ
لقد اری تقذیرکم وکراہیتکم طعامی اما
واللہ لوشئت لکنت اطیبکم طعاما
وارفکم عیشا اما واللہ ما اجہل عن کراکر
واسنمۃ وعن صلائی وصناب و
سلائق ولکن وجدت اللہ عیّر قوما
بامر فعلوہ فقال اذہبتم طیباتکم فی
حیوتکم الدنیا واستمتعتم بہا۔

فقیر گوید عفی عنہ خدای تعالیٰ سورۃ
قتال نازل فرمود برای تمیز مومنین حقا از
کفار و منافقین اینجا باسالیب متنوعہ در
میان فریق سعدا و آن دو فریق اشقیا تباین
منازل و تباعد مراتب ذکر میفرماید در اقوال
و افعال و مآل و در ضمن این مبحث اشارات
بلوازم خلافت خاصہ و اضداد آن
مذکور میشود و تلویح نمودہ می آید
بآنکہ این ہر دو فریق در زمان مبارک
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم موجود
بودند و ہر چند عموم آیات شامل
ہر مومن و منافق است تعریض
کردہ شد بحال حاضرین از
فریقین قولہ الذین کفروا
وصدوا و قولہ والذین
امنوا وعملوا الصالحات دلالت
میکند بر وجود ہر دو طائفہ
قولہ یا ایہا الذین آمنوا

اور کبھی روٹی کے ساتھ سالن دودھ ہوتا تھا۔ اور بعض دفعہ سوکھے ٹکڑے کوٹ کر پکائے ہوتے اور کبھی روٹی کے ساتھ تازہ گوشت کی چند بوٹیاں۔ حسنؓ نے بیان کیا اور ہم سے عمرؓ نے کہا واللہ میں اپنے کھانے سے تمہارا گھن کرنا اور تمہاری کراہیت دیکھتا ہوں۔ سمجھ لو بخدا اگر میں چاہتا تو تم سے اچھے کھانے کھاتا اور تم سے بہتر عیش کرتا۔ میں چھوڑنے والا نہ ہوتا کراکر (اونٹ کی گردن کا وہ حصہ جو بیٹھتے وقت زمین سے مل جاتا ہے) اور کوہانوں کے گوشت کو (ان مقامات کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے) اور بھنے ہوئے گوشت کو اور انگور کی چٹنی کو اور نرگری کی روٹی کو۔ لیکن میں نے اللہ کو عیب لگاتے ہوئے پایا ایسی قوموں پر جنھوں نے ایسا کیا۔ فرمایا ہے اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا۔

آیات سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے سورۃ قتال (یعنی سورۃ محمدؐ) نازل فرمائی مومنوں کو کفار اور منافقین سے صاف صاف متمیز کرنے کے لئے یہاں کئی طرح کے اسلوبوں کے ساتھ فریق اہل سعادت اور دونوں فریق اہل شقاوت کے درمیان اُن کے مقامات کا ایک دوسرے سے متضاد ہونا اور اُن کے مراتب کا ایک دوسرے سے بعید ہونا ذکر فرماتے ہیں اقوال میں اور افعال میں اور انجام میں۔ اور اس مبحث کے ضمن میں خلافتِ خاصہ کے لوازم اور اس کے خلاف امور کی جانب اشارات مذکور ہوتے اور نشان دہی کی جاتی ہے اس بناء پر کہ یہ دونوں فریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں موجود تھے۔ اگرچہ آیات کا عموم ہر مومن و منافق کو شامل ہے، مگر ہر دو فریق کے حال کی طرف جو اس زمانہ میں حاضر تھے تعریض کردی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا (۴۷: ۱) (جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے رستہ سے روکا) اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (۴۷: ۲) (اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے) دلالت کررہے ہیں ہر دو گروہ (مومنین اور کفار و منافقین کے) وجود پر اس قول يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا الخ (۴۷: ۷) اے ایمان والو!

إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ چون وجود نصر وثباتِ قدم درحق قومی دیدیم ظنِّ قوی بہم رسید کہ تَنصُرُوا اللَّهَ درایشان متحقق بود وثواب إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا الآیۃ برائے ایشان مترتب چون درمقابلۂ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ و زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ گفتہ شد أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ معلوم گشت کہ مہاجرین و انصار حاضرین مراداند وَمَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ثواب ایشان است ونیز درین آیات اشارہ واقع است بآنکہ ضد خلافتِ راشدہ کہ منافقین وفاسقین را می باشد آن است کہ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ وبطریق مفہوم مخالف بے توان برد بآنکہ خلافتِ راشدہ آن است کہ مفضی باشد باصلاح فے الارض و وصل ارحام وہر چیزے را در محل خود نگاہداشتن وہو المقصود عن ابی بکر الصدیق عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال علیکم بلا الٰہ الا اللہ والاستغفار فاکثروا منہما فان ابلیس قال اہلکت الناس بالذنوب واہلکونی بلا الٰہ الا اللہ والاستغفار فلما رأیت ذٰلک اہلکتہم بالاہواء وہم یحسبون انہم مہتدون وعن یحییٰ ابن طلحۃ بن عبید اللہ قال رأی عمر طلحۃ حزیناً

اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کروگے تو وہ تمھاری مدد کرے گا" میں (جس مدد کا وعدہ فرمایا گیا ہے) جب ہم نے اُس کے وجود اور ثابت قدمی کو ایک قوم کے حق میں مشاہدہ کرلیا تو اس بات پر ہمارا ظن قوی ہوگیا کہ تَنصُرُوا اللَّهَ اُن کے حق میں متحقق تھا (کیونکہ یہ شرط کے عنوان سے ارشاد ہوا ہے۔ "اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کروگے) اور ثواب إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الخ (۴۷ : ۱۲) بیشک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو کہ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی" اُن کے حق میں مترتب ہے۔ جب قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ[1] اور زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ کے مقابلہ پر أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ فرمایا گیا تو معلوم ہوگیا کہ مہاجرین و انصار حاضرین مراد ہیں اور مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ میں ان ہی کے ثواب کا بیان ہے۔ اور نیز ان آیات میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ خلافتِ راشدہ کی ضد جو کہ منافقین اور فاسقین کی خلافت ہوتی ہے یہ ہے کہ فَهَلْ عَسَيْتُمْ الخ (۴۷ : ۲۲) پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں"۔ اور بطریق مفہوم مخالف یہ کھوج نکال سکتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ وہ ہے جس سے ملک میں اصلاح کا کام ہو اور رشتہ قرابت میں استحکام ہو اور ہر چیز کو اُس کے صحیح محل و مواقع میں رکھے۔ اور یہی مقصود ہے۔ اور مروی ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر لازم ہے کہ لا الٰہ الا اللہ اور استغفار دونوں بکثرت پڑھو کیونکہ ابلیس نے یہ کہا کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے مارا اور لوگوں نے مجھے لا الٰہ الا اللہ اور استغفار سے مارا۔ پھر جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے اُن کو نفس کی خواہشوں کے ذریعے ہلاک کیا اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ اور مروی ہے یحییٰ بن طلحہ بن عبید اللہ سے کہا کہ (ایک دن) عمر رضی اللہ عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو غمگین دیکھا

[1] وکاین من قریۃ الخ (۴۷ : ۱۳ تا ۱۵) اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا کہ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا سو اُن کا کوئی مددگار نہ ہوا۔ تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستے پر ہوں کیا وہ اُن شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بداعمالی ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہے اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں۔ جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ ... الخ ۱۲ ترجمہ شیخ الہند۔

فقال لہٗ مالک قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لاعلم کلمۃً لا یقولہا عبدٌ عند موتہ الا نفّس اللہ عنہ کربتہ واشرق لونہ وانی ما یسرّہٗ و ما منعنی ان اسألہ عنہا الا القدرۃ علیہ حتی مات فقال عمر انی اعلمہا قال لا تعلم کلمۃً ہی اعظم من کلمۃٍ امر بہا عمّہٗ لا الٰہ الا اللہ قال ہی واللہ و عن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَن مات وہو یعلم ان لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ و عن بُریدۃ قال کنتُ جالسًا عند عمر اذ سمع صائحًا فقال یا یرفا انظر ما ہذا الصوتُ فنظر ثم جاء فقال جاریۃٌ من قریشٍ تُباع امّہا فقال عمر ادع المہاجرینَ والانصارَ فلم یمکث الا ساعۃً حتی امتلأت الدارُ والحجرۃ فحمد اللہ واثنیٰ علیہ قال اما بعدُ فہل تعلمونہٗ کان فیما جاء بہ محمدٌ صلی اللہ علیہ وسلم القطیعۃ قالوا لا قال فانہا قد اصبحت فیکم فاشیۃً ثم قرأ فَہَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْآ اَرْحَامَکُمْ ثم قال وای قطیعۃ اقطع من ابتیاعِ

تو اُن سے کہا کیا ہوگیا۔ طلحہ رضہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو بندہ اُس کو اپنی موت کے وقت کہے گا اللہ تعالیٰ اُس پر موت کی تکلیف کو آسان کردے گا اور اُس کا رنگ چمک جائے گا اور وہ چیز اُس کو مل جائے گی جو اُس کو خوش کردے۔ اور مجھے آپ میں اس پر قدرت (یعنے بولنے کی طاقت) پیدا ہونے کے انتظار نے اُس کے بارے میں آپ سے پوچھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ تو عمر رضہ نے کہا کہ میں یقیناً اُس کو جانتا ہوں۔ طلحہ رضہ نے کہا تم اُس کلمہ سے زیادہ باعظمت کوئی کلمہ نہیں جانتے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو امر فرمایا تھا یعنے لا الٰہ الا اللہ۔ تو عمر رضہ نے کہا واللہ وہ کلمہ یہی ہے۔ اور عثمان رضہ بن عفان سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مرگیا اور وہ جانتا تھا[1] (یعنی اُس کا یہ عقیدہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور بُریدہ رضہ سے مروی ہے بیان کیا کہ میں عمر رضہ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ نے کسی چلّانے والے کی آواز سُنی تو آپ نے کہا اے یرفا! (یہ آپ کا غلام تھا) دیکھ کر آ کہ یہ کیسی آواز ہے۔ اُس نے دیکھا پھر آکر بیان کیا کہ (چیخنے والی) قریش میں کی ایک لڑکی ہے جس کی ماں فروخت کی جارہی ہے۔ عمر رضہ نے فرمایا مہاجرین اور انصار کو بُلا کر لاؤ۔ بس ایک ساعت دیر ہوئی کہ مکان اور حجرہ لوگوں سے بھر گیا۔ اب آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ اما بعد کیا تم لوگ جانتے ہو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطع تعلقِ قرابت کے بارے میں تمھارے پاس لائے ہیں؟ اُنھوں نے کہا نہیں! فرمایا کہ تم کو یہ بات توخوب کھول کر بکثرت بتائی گئی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی فَہَلْ عَسَیْتُمْ الخ (۴۷: ۲۲) (ترجمہ لکھا جاچکا ہے) پھر فرمایا اور وہ کونسا تطیعہ (یعنے قطعِ رحم کرنے والا فعل) ہے جو سب سے زیادہ قطع رحم کرنے والا ہو اس سے کہ

[1] حضرت عثمان رضہ کا یا ارشاد بمقابلہ منافقین ہے جنھوں نے بظاہر لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا تھا مگر دل میں کفر پیوست تھا۔ آپ نے فرمایا کہ نجاتِ اُخروی کے لئے صرف زبانی اقرار کافی نہیں ہے دل سے اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت کا جاننا ماننا ضروری ہے ۱۲ مترجم

أُمَّ امرئٍ منکم وقد أوسع
اللهُ لکم قالوا فاصنع ما بدا
لک فکتب فی الآفاق ان
لا یُبتاع أُمُّ حُرٍّ فانها
قطیعةُ رحمٍ وانه لا یحلّ
عن عروة قال تلا رسول الله صلی
الله علیه وسلم یوماً أفلا یتدبّرون
القرآن أم علیٰ قلوبٍ أقفالها
فقال شابٌّ من اهل الیمن
بل علیها اقفالها حتی یکون الله
یفتحها او یفرجها فقال النبی صلی
الله علیه وسلم صدقت فمازال
الشابُّ فی نفس عمر حتی ولی بالخلافة
فاستعمله، و عن سهل بن سعد
قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم افلا یتدبرون
القرآن ام علیٰ قلوب اقفالها
فقال شاب عند النبی صلی الله
علیه وسلم بلیٰ والله علیها
اقفالها حتی یکون الله هو
الذی یفکّها فلما ولی عمر
سأل عن ذلک الشاب
لیستعمله فقیل قد مات۔
خدای تعالیٰ در
سورۂ فتح دلائل باہرہ بر
فضل اہل حدیبیہ کہ خلفاء
ازان جماعہ اند ذکر مے
فرماید ازان جملہ هُوَ الَّذِیْ
أَنْزَلَ السَّكِينَةَ الآیتین

ایک شخص کو جو تم میں موجود ہو اُس کی ماں کو فروخت کردیا جائے حالانکہ
اللہ تعالیٰ نے تم میں وسعت بھی پیدا کردی ہے۔ حاضرین نے کہا
کہ جو کچھ (داعیہ آپ کے قلب میں) ظاہر ہوا ہے اس پر عمل کیجئے تو آپ نے
چہار جانب یہ حکم لکھ کر بھیجدیا کہ کسی آزاد شخص کی ماں کو نہ فروخت
کیا جائے کیونکہ یہ فعل قطعِ رحم کرنے والا ہے اور جو ایسا فعل ہے
کہ وہ حلال نہیں۔ مروی ہے عروہ سے کہ ایک دن رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ الخ
(۴۷: ۲۴) تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دِلوں پر
قفل لگ رہے ہیں؟ تو اہلِ یمن میں کے ایک جوان نے کہا بلکہ
دِلوں پر تالے ہی لگ رہے ہیں یہاں تک کہ خدا ہی ہے جو اُن کو
کھولے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے
سچ کہا۔ تو اُس جوان کی یاد عمر رضؓ کے دل سے زائل نہ ہوتی یہاں
تک کہ جب خلیفہ ہوگئے تو اس کو عامل بنانا چاہا۔ اور مروی ہے
سہل بن سعد سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالها تو ایک
جوان نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سے بیشک واللہ
ان پر تالے ہی لگے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اللہ ہی ہے جو اُن کو
کھولے گا۔ تو جب عمر رضؓ خلیفہ ہوئے تو اُس جوان کا حال آپ نے
لوگوں سے دریافت کیا تاکہ اُس کو عامل بنائیں تو آپ سے کہا گیا
کہ اُس کا انتقال ہوگیا۔

آیات سورۂ فتح

حق تعالیٰ سورۂ فتح میں روشن دلائل اہلِ حدیبیہؓ کی فضیلت
پر بیان فرماتے ہیں اور حضرات خلفاءؓ بھی اُنہی جماعت میں سے
ہیں۔ اُن میں سے یہ آیات ہیں هُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ السَّكِينَةَ آخر
دو آیات تک (۴۸: ۴-۵) وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں
کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ اُن کا
ایمان اور زیادہ ہو اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے
اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کا) بڑا جاننے والا حکمت والا ہے تاکہ
اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشت میں

و ازان جمله إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ الآية و ازان جمله قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ الآية که دلالت میکند بر وجود داعے بسوے جهاد در زمانِ مستقبل و ترتب اجر جمیل بر اطاعت آن داعی و عذاب الیم برعصیان و آن معنے از لوازم خلافتِ خاصه است و این علامت متحقق نشد اِلّا در حق خلفاے ثلثه اعظم الله لهم الاجور و این مبحث مفصلاً در فصل سیوم محرر گشت و ازان جمله مے فرماید مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ و این صفاتِ مرضیه از لوازم خلافتِ خاصه است

داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تاکہ اُن کے گناہ دُور کردے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔" اور اُن میں سے یہ آیت ہے إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ الخ (۴۸:۱۰) جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے پھر (بعد بیعت کے) جو شخص عہد توڑے گا سو اُس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر (بیعت میں) خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب خدا اُس کو بڑا اجر دے گا۔" اور ان میں سے یہ آیت ہے قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ الخ (۴۸:۱۶) آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے (یہ بھی) کہہ دیجیے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو اُن سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہو جائیں سو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض (یعنی جنت) دے گا اور اگر تم (اس وقت بھی) روگردانی کرو گے جیسا اس کے قبل روگردانی کر چکے ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا۔" یہ آیت دلالت کر رہی ہے آئندہ زمانہ میں جہاد کی طرف دعوت دینے والے کے وجود پر، اور اُس دعوت دینے والے کی اطاعت پر اجر جمیل کا اور اُس کی نافرمانی پر عذابِ الیم کا مرتب ہونا بتا رہی ہے اور یہ معنے خلافتِ خاصہ کے لوازم میں سے ہیں۔ اور یہ علامت صرف تینوں خلفاء رض ہی کے حق میں متحقق ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اُن کو بہت بڑے اجر عطا فرمائے۔ اور اس مبحث پر تیسری فصل میں مفصل لکھا جا چکا ہے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ فرماتے ہیں مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ الخ (۴۸:۲۹) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو اُن کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں اُن کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں۔" اور یہ صفاتِ پسندیدہ خلافتِ خاصہ کے لوازم میں سے ہیں۔

وازان جملہ مے فرماید کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ الآیۃ چون حالاتِ مثل برحالاتِ ممثل لہٗ منطبق سازیم احوالے بر لوحِ خاطر منتقش میشود کہ در خلفاءؓ آن معانی ظاہر و ہویدا است عن عمر بن الخطاب قال کُنَّا مَعَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفرٍ فسألتہٗ عن شیءٍ ثلاث مرات فلم یردّ علیّ فقلت لنفسی ثکلتک امک یا ابن الخطاب نزرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث مرات فلم یردّ علیک فحرکتُ بعیری ثم تقدمتُ امامَ الناسِ خشیتُ ان ینزل فیّ القرآنُ فما نشبتُ ان سمعتُ صارخًا یصرخ بی فرجعتُ وانا اظن انہ نزل فیّ شیءٌ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد اُنزلت علیّ اللیلۃ سورۃٌ ہی احبّ الیّ من الدنیا وما فیہا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ عن ابراہیم بن محمد بن المنتشر عن ابیہ عن جدہ قال کانت بیعۃُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین انزل علیہ اِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ الآیۃ فکانت بیعۃُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی بایع علیہا الناس البیعۃُ للہ والطاعۃُ للحق وکانت بیعۃُ ابی بکر بایعونی ما اطعتُ اللہ

اور اُن میں سے ایک یہ ہے فرماتے ہیں کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ الخ (۲۹:۴۸) (اور انجیل میں اُن کا یہ وصف ہے) کہ جیسے کھیتی اُس نے اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے اُس کو قوی کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی، جب مثل کے حالات کو ہم ممثل لہٗ پر (یعنی جس کے اُوپر یہ مثل صادق آتی ہے) منطبق کریں تو لوحِ خاطر پر وہ احوال منتقش ہوں گے کہ وہ معانی حضرات خلفاءؓ میں صاف طور پر ظاہر ہیں۔ مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ میں نے آپ سے ایک بات تین مرتبہ پوچھی مگر آپ نے مجھے جواب نہیں دیا تو میں نے اپنے نفس سے کہا کہ اے ابن الخطابؓ تجھے روئے تیری ماں تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے ساتھ بے ادبی کی کہ آپ) سے تین مرتبہ کرکے اصرار کی حد تک سوال کو پہنچا دیا اور آپ نے جواب نہ دیا۔ پھر میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی اور لوگوں سے آگے بڑھ گیا اور میں اس سے ڈرا کہ میرے بارے میں قرآن میں کچھ نازل ہو جائے۔ بس تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے سنا کہ کوئی پکارنے والا مجھے پکار رہا ہے۔ اور میں پھر وہی گمان کرنے لگا کہ میرے بارے میں وحی آئی ہوگی (جب میں حاضر ہوگیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی شب میں مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی جو مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ عزیز ہے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا الخ روایت ہے ابراہیم بن محمد بن المنتشر سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ (محمد) سے اور وہ اُن کے دادا (منتشر) سے اُنھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اس زمانہ میں ہوئی جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ الخ (۱۰:۴۸) جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں الخ تو بیعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس پر آپ لوگوں سے بیعت لیتے تھے ان کلمات سے ہوتی تھی کہ بیعت اللہ کے لئے اور طاعت حق کے لئے۔ اور ابوبکرؓ کی بیعت یہ ہوتی تھی (یعنی وہ یہ کہتے تھے) مجھ سے بیعت کرو جب تک میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں

فاذا عصيته فلا طاعة لي و كانت
بيعة عمر بن الخطاب البيعة لله و
الطاعة للحق وكانت بيعة عثمان
البيعة لله و الطاعة للحق قوله
اولي باس شديد قال الحسن
هم فارس و الروم و عن مجاهد
في الآية قال اعراب فارس
و اكراد العجم عن ابن جريج في
قوله قل للمخلفين من الاعراب
ستدعون الى قوم قال الى
عمر بن الخطاب دعا اعراب
المدينة جهينة و مزينة
الذين كان النبي صلى الله
عليه وسلم دعاهم الى خروجه
الى مكة دعاهم عمر بن الخطاب
الى قتال فارس قال فان
تطيعوا اذا دعاكم عمر تكن توبة
لتخلفكم من النبي صلى الله عليه
وسلم و يؤتكم الله اجرا
حسنا و ان تتولوا اذا دعاكم
عمر كما توليتم من قبل اذا
دعاكم النبي صلى الله عليه
وسلم يعذبكم عذابا اليما عن
ابن عباس ستدعون الى قوم
اولي باس شديد قال فارس
والروم عن سلمة بن الاكوع قال بينا نحن
قائلون اذ نادى منادي رسول الله صلى الله عليه
وسلم ايها الناس البيعة نزل روح القدس فثرنا
الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو تحت شجرة

پھر جب میں اس کی نافرمانی کروں تو میری کوئی طاعت تمہارے
ذمہ) نہیں۔ اور عمرؓ بن الخطاب کی بیعت یہ تھی کہ بیعت اللہ کے
لئے اور طاعت حق کے لئے۔ اور عثمانؓ کی بیعت تھی کہ بیعت اللہ
کے لئے اور طاعت حق کے لئے۔ در بارہ قول اُولِی بَاْسٍ شَدِیْدٍ
(۴۸-۱۶-جو سخت لڑنے والے ہوں گے) حسنؒ نے کہاکہ وہ فارس
اور روم والے ہیں۔ اور مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت
ہے کہ انھوں نے کہاکہ فارس کے اعراب اور عجم کے اکراد (یعنی قوم کرد)
اور ابن جریجؒ سے مروی ہے اس آیت کے بارے میں قُلْ
لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (۴۸:۱۶) آپ ان پیچھے رہنے
والے دیہاتیوں سے کہدیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے
لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے۔"
انھوں نے کہاکہ عمرؓ بن الخطاب نے مدینہ کے قبیلوں جہینہ اور
مزینہ کے اعراب کو بلایا جن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ
چلنے کے وقت بلایا تھا۔ عمرؓ بن الخطاب نے اُن کو فارس سے جنگ
کے لئے بلایا۔ فرمایا فَاِنْ تُطِیْعُوْا (سو اگر تم اطاعت کرو گے یعنے
جب تم کو عمرؓ بلائے تو یہ اطاعت تمہارے اُس پیچھے رہنے کی
جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے کے وقت تم سے خطا ہوئی تھی
توبہ بن جائیگی یُؤْتِکُمُ اللّٰہُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا (تو تم کو
اللہ تعالےٰ نیک عوض (یعنی جنت) دے گا اور اگر تم روگردانی کرو گے
یعنے جب تم کو عمرؓ بلائے گا کَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ (جیسا اس کے
قبل روگردانی کرچکے ہو) جب تم کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا
تھا یُعَذِّبْکُمْ الخ (۴۸-۱۶) تو وہ تم کو دردناک عذاب کی سزا
دے گا۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ سَتُدْعَوْنَ الخ میں (اُولی
بَاْسٍ شَدِیْدٍ سے) فارس اور روم مراد ہیں۔ سلمہؓ بن الاکوع سے
مروی ہے انھوں نے کہاکہ اس دوران میں کہ ہم دوپہر کے وقت
لیٹے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی نے
ندا کی کہ اے لوگو! بیعت (یعنی بیعت کے لئے سب آجاؤ) روح
القدس نازل ہوا۔ پھر ہم سب دوڑ گئے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف اور آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔

فبایعناہ فذٰلک قول اللہ تعالیٰ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فبایع لعثمان اِحدٰی یدیہ علی الأُخرٰی فقال الناسُ ھنیئاً لابن عفان یطوفُ بالبیتِ ونحنُ ھٰھنا فقال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو مکث کذا وکذا سَنَۃً ماطاف حتی اطوفَ عن نافع قال بلغ عمر بن الخطاب ان ناسًا یأتون الشجرۃَ التی بُوْیِعَ تحتہا فأمر بہا فقُطعتْ وعن جابر بن عبد اللہ قال کُنّا یومَ الحدیبیۃِ الفًا واربع مأتۃٍ فقال لنا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتم خیرُ اہل الارض عن عروۃ قال لما نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیبیۃ فزعت قریش لنزولہ علیہم فاحبّ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یبعثَ الیہم رجلاً من اصحابہ فدعا عمر بن الخطاب لیبعثَہ الیہم فقال یارسولَ اللہ انّی لا اٰمَنُ ولیس بمکۃ احدٌ من بنی کعبٍ یغضبُ لِیْ ان اُوذیتُ فارسِلْ عثمانَ بن عفان فانّ عشیرتَہ بہا وانہ یبلغ لک ما اردتَ فدعا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمانَ فارسلہ الی قریش وقال اَخْبِرْہم انا لم نأتِ لقتال وانما جئنا عُمّارًا وادعُہم الی الاسلام وأمرہ ان یأتیَ رجالاً بمکۃ مؤمنین ونساءً مؤمناتٍ فیدخل علیہم ویُبشّرہم بالفتح ویخبرہم انّ اللہ وشیکًا اَنْ یُظہر دینہ بمکۃ حتی لا یُستخفیٰ فیہا بالایمان

پھر ہم نے آپ سے بیعت کی۔ یہ ہے وہ واقعہ جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ الخ (۴۸:۱۸) بالتحقیق اللہ تعالیٰ اُن مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپؐ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔" پھر آپ نے عثمانؓ کی طرف سے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر بیعت کی یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ ابن عفان اچھے رہے۔ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں اور ہم یہاں ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ اتنے اور اتنے برس بھی وہاں ٹھہرا تو وہ طواف نہیں کرے گا جب تک میں طواف نہ کر لوں گا۔ مروی ہے نافعؒ سے بیان کیا کہ لوگوں نے (زیارت کے لئے) اُس درخت کے پاس جانا شروع کر دیا تھا جس کے نیچے بیعت لی گئی تھی تو عمرؓ کے حکم سے وہ کاٹ دیا گیا۔ اور مروی ہے جابرؓ بن عبداللہ سے بیان کیا کہ ہم یوم حدیبیہ میں ایک ہزار چار سو تھے اور ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تمام اہلِ زمین میں سب سے اچھے لوگ ہو۔ عروہ سے مروی ہے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں اُترے تو آپؐ کی آمد سے قریش میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اپنے اصحابؓ میں سے کسی کو اُن کے پاس بھیجیں تو عمرؓ کو بھیجنے کے لئے آپ نے بلایا۔ عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ میں اُن پر بالکل مطمئن نہیں ہوں اور مکہ میں اب بنی کعب میں سے بھی کوئی نہیں جس کو جوش آجائے اگر مجھے تکلیف دی گئی۔ اس لئے آپ عثمانؓ بن عفان کو بھیجئے کہ ان کا کنبہ وہاں موجود ہے اور جو پیغام آپ بھیجنا چاہتے ہیں وہ پہنچا دیں گے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کو بلا کر قریش کے پاس بھیجا اور اُن سے کہا کہ اُن کو یہ اطلاع کر دو کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں اور اُن کو اسلام کی طرف دعوت بھی دو۔ اور ان کو یہ بھی حکم دیا کہ مکہ میں جو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ہیں اُن کے پاس جا کر اُن سے ملیں اور اُن کو فتح کی خوش خبری سنا دیں اور ان کو یہ خبر دیدیں کہ وہ وقت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکہ میں غلبہ دیں یہاں تک کہ ایمان کو پھر نہیں چھپایا جائے گا۔

فانطلق عثمان الی قریش فاخبرهم فارتهنه المشرکون ودعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی البیعۃ ونادی منادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان روح القدس قد نزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامرہ بالبیعۃ فاخرجوا علی اسم اللہ فبایعوہ فثار المسلمون الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو تحت الشجرۃ فبایعوہ علی ان لا یفروا ابدا فرعبهم اللہ فارسلوا من کانوا ارتهنوا من المسلمین ودعوا الی الموادعۃ والصلح وعن جابر قال کنا یوم الحدیبیۃ الفا واربع مائۃ فبایعناہ وعمر آخذ بیدہ تحت الشجرۃ وھی سمرۃ وقال بایعنا علی ان لا نفر ولم نبایعہ علی الموت وعن انس قال لما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببیعۃ الرضوان کان عثمان بن عفان رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی اہل مکۃ فبایع الناس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ فضرب باحدی یدیہ علی الاخری فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیرا من ایدیهم لانفسهم عن جابر ومسلم عن ام بشر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ عن ابی امامۃ الباہلی قال

چنانچہ عثمانؓ قریش کے پاس پہنچ گئے اور اُن کو خبر کر دی۔ پھر اُن کو مشرکین نے روک لیا۔ اور (جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا) آپ نے لوگوں کو بیعت کے لئے طلب کیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنادی نے یہ ندا کی کہ اے لوگو روح القدس (یعنی جبرئیلؑ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو کر آپ کو بیعت کا حکم دے گئے۔ اس لئے تم سب اللہ تعالیٰ کے نام پر نکل آؤ اور آپ سے بیعت کرو۔ تو سب مسلمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ گئے اور آپؐ درخت کے نیچے تھے۔ تو سب نے اس بات پر بیعت کی کہ وہ کبھی نہیں بھاگیں گے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مرعوب کر دیا تو جتنے مسلمانوں کو اُنھوں نے روک رکھا تھا سب کو بھیج دیا اور ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے اور صلح کی دعوت بھی دی۔ اور جابرؓ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ ہم یوم حدیبیہ میں ایک ہزار چار سو تھے تو ہم نے آپ سے بیعت کی اور (جب ہم بیعت کے لئے پہنچے تو دیکھا کہ) عمرؓ آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے درخت کے نیچے اور وہ کیکر کا درخت تھا اور کہا کہ ہم بیعت کرتے ہیں کہ نہیں بھاگیں گے اور ہم نے موت پر بیعت نہیں کی تھی۔ اور مروی ہے انسؓ سے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان[1] کا حکم دیا تو عثمانؓ بن عفان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامبر ہو کر اہلِ مکہ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ تو لوگوں نے بیعت کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا یا اللہ عثمانؓ اللہ تعالیٰ کے اور اللہ کے رسولؐ کے کام میں ہے تو آپ نے (عثمانؓ کی طرف سے) اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ جو عثمانؓ کے لئے تھا وہ ان سب لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا جو اُنھوں نے اپنی ذوات کے لئے پیش کئے تھے۔ اور مروی ہے جابرؓ اور مسلمؒ سے یہ روایت کرتے ہیں اُمّ مبشر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص جس نے درخت کے نیچے بیعت کی نار میں داخل نہیں ہوگا۔ اور ابی امامہ باہلی سے مروی ہے کہا کہ

[1] بیعت رضوان اسی یوم حدیبیہ والی بیعت کا نام ہے جو کیکر کے درخت کے نیچے واقع ہوئی تھی۔ اس کو اس لئے اس نام سے موسوم کیا کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں اس پر اپنی رضا کا اظہار فرمایا لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ۱۲

لما نزلت لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ قلت یا رسول اللہ انا ممن بایعک تحت الشجرۃ قال یا ابا امامۃ انت منی و انا منک عن عکرمۃ و اثابہم فتحا قریبا قال خیبر حیث رجعوا من صلح الحدیبیۃ عن مجاہد و عدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا قال المغانم الکثیرۃ التی وعدوا ما یاخذون حتی الیوم فعجل لکم ہذہ قال عجلت لہم خیبر عن ابن عباس وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ہذہ یعنی الفتح وعن ابن عباس وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ہذہ یعنی خیبر وکف ایدی الناس عنکم یعنی اہل مکۃ ان یستحلوا حرم اللہ او یستحل بکم و انتم حرم ولتکون آیۃ للمؤمنین قال سنۃ لمن بعدکم عن مروان و المسور بن مخرمۃ قالا انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الحدیبیۃ فنزلت علیہ سورۃ الفتح فیما بین مکۃ و المدینۃ فاعطاہ اللہ فیہا خیبر وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ہذہ خیبر فقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذی الحجۃ فاقام بہا حتی سار الی خیبر فی المحرم فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالرجیع واد بین غطفان وخیبر فتخوف ان یمدہم غطفان فبات بہ حتی اصبح

جب یہ آیت نازل ہوئی لقد رضی اللہ عن المؤمنین الخ تو میں نے کہا یا رسول اللہ میں بھی ان میں سے ہوں جنھوں نے آپ سے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوامامہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے (یعنی تو میرا اور میں تیرا) مروی ہے عکرمہ سے وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (۴۸: ۱۸) (اور ان کو لگے ہاتھ ایک فتح دیدی) کہا کہ یہ (فتح) خیبر ہے جب صلح حدیبیہ سے لوٹے تھے۔ مروی ہے مجاہد سے وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا (۴۸: ۲۰) اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے" انھوں نے کہا مغانم کثیرہ جن کا مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا وہ سب ہیں جو آج تک مسلمان لے رہے ہیں فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ (سو سردست تم کو یہ دیدی ہے) کہا اور ان کو جلدی کی غنیمت خیبر دی گئی۔ مروی ہے ابن عباس سے وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ یعنی یہ فتح۔ اور (دوسری) روایت ہے ابن عباس سے اسی آیت میں فعجل لکم ہذہ کی تفسیر میں یعنی خیبر کہا۔ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ (۴۸: ۲۰) اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے" یعنی اہل مکہ (کے ہاتھ) کہ وہ حلال بنائیں اللہ کے حرم کو یا تم کو حلال ہونے پر مجبور ہونا پڑے اور تم محرم تھے وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ (۴۸: ۲۰) اور تاکہ (یہ واقعہ) اہل ایمان کے لئے ایک نمونہ ہوجائے" کہا۔ یعنی جو تمھارے بعد آنے والے ہیں اُن کے لئے نمونہ ہوجائے۔ مروی ہے مروان اور مسور بن مخرمہ سے دونوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام حدیبیہ میں واپس ہوئے تو آپ پر مکہ اور مدینہ کے درمیان سورۂ فتح نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کو خیبر عطا کیا وَعَدَكُمُ اللَّهُ تا فعجل لکم ہذہ سے خیبر مراد ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ میں تشریف لائے اور وہاں قیام کیا یہاں تک کہ خیبر کی طرف محرم میں روانہ ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجیع میں اُترے۔ یہ ایک وادی ہے غطفان اور خیبر کے درمیان پھر اندیشہ ہوا کہ غطفان اُن کو مدد دیں گے تو رات وہیں گزاری یہاں تک کہ صبح ہوگئی

فقدروا علیہم ۔ و عن قتادۃ
فعجل لکم ہٰذہٖ قال ہی خیبر
و کف ایدی الناس عنکم
قال عن بیضتہم و عن عیالہم
بالمدینۃ حین ساروا من المدینۃ
الٰی خیبر ۔ و عن عطیۃ فعجل لکم ہٰذہٖ
قال فتح خیبر ۔ و عن ابن جریج فی
قولہ و کف ایدی الناس عنکم
قال اجتمع الحلیفان اسد و
غطفان علیہم عیینۃ بن حصن
معہ مالک بن عوف بن
النضر ابو النضر و اہل خیبر
علٰی بیر معونۃ فالقی اللہ
فی قلوبہم الرعب فانہزموا و
لم یلقوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
و فی قولہ و لو قاتلکم الذین
کفروا اسد و غطفان لولوا الادبار
حتی و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا
یقول سنۃ اللہ فی الذین خلوا
من قبل ان لا یقاتل احد
نبیہ الا اخذہ اللہ فقتلہ او رعبہ
فانہزم و لم یسمع بہ عدو الا انہزموا
و استسلموا ۔ و عن ابن عباس رضی اللہ عنہ
و اخرٰی لم تقدروا علیہا
قال ہٰذہ الفتوح التی تفتح الٰی
الیوم عن ابی الاسود الدیلی ان
الزبیر بن العوام لما قدم البصرۃ دخل
بیت المال فاذا ہو بصفراء و
بیضاء فقال یقول اللہ وعدکم اللہ

پھر خیبر والوں پر صبح ہی پہنچ گئے۔ اور قتادہ رح سے مروی ہے فعجل لکم ہٰذہٖ کہا کہ اس سے خیبر مراد ہے۔ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ (یعنے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے) یعنی ان کے صدمہ مقام سے اور اُن کے بال بچوں سے جو مدینہ میں تھے جب کہ مسلمان مدینہ سے خیبر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اور عطیہ سے فعجل لکم ہٰذہٖ کی تفسیر فتح خیبر روایت کی گئی ہے۔ اور ابن جُریج سے مروی ہے کہ انھوں نے وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ کی تفسیر میں کہا کہ دونوں حلیف اسد اور غطفان جمع ہوئے اُن پر عُیینہ بن حصن سردار بنایا گیا اس کے ساتھ مالک بن عوف بن النضر ابو النضر تھا اور اہلِ خیبر بیر معونہ پر جمع ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا تو یہ سب بھاگ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ سے ہٹ گئے۔ اور اُنھوں نے (آیات کی تفسیر میں) کہا وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۴۸: ۲۲) (اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے) یعنی اسد اور غطفان لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ سے لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا تک (۴۸: ۲۲-۲۳) (تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا اور نہ مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے (کفار کے لئے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور آپ خدا کے دستور میں ہرگز ردوبدل نہ پائیں گے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کا دستور (جاری ہے) ان لوگوں میں جو گزر چکے ہیں کہ کوئی قوم بھی ایسی نہیں جس نے اپنے نبی ؑ کے ساتھ قتال کیا (وہ کامیاب ہوئی ہو) اللہ تعالیٰ نے اُس کو پکڑ لیا پھر قتل کر دیا یا مرعوب کر دیا کہ وہ بھاگ گئی اور جن دشمنوں نے بھی (نبی کی جماعت کے نزول کو) سُنا وہ بھاگے اور صلح کی درخواست کرنے لگے۔" اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا (۴۸: ۲۱) اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمھارے قابو میں نہیں آئی۔" کہا یہ سب فتوح ہیں جو آج تک ہوتی رہی ہیں۔ ابو الاسود دیلی سے مروی ہے کہ زبیر بن العوام جب بصرہ آئے اور بیت المال میں پہنچے تو اچانک زردی اور سفیدی پر نظر پہنچی (یعنے سونا چاندی دیکھا) تو کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَدَكُمُ اللّٰهُ الخ (۴۸: ۲۰-۲۱) اللہ تعالیٰ نے تم سے

مغانم كثيرة تأخذونها فعجل لكم هذه
و اُخرى لم تقدروا عليها قد احاط
الله بها فقال هذا لنا عن علي و ابن
عباس قالا في قوله تعالى وعدكم الله
مغانم كثيرة فتوح من لدن خيبر
تلونها وتغنمون ما فيها فعجل لكم هذه
من ذلك خيبر وكفّ ايدي الناس قريش
عنكم بالصلح يوم الحديبية و لتكون آية
للمؤمنين شاهدا على ما بعدها دليلاً على
انجازها واُخرى لم تقدروا عليها لم وقتها
افتتحها عليكم فارس والروم قد احاط
الله بها قضى الله بها انها لكم و
عن عبد الرحمن بن ابي ليلى واُخرى
لم تقدروا عليها قال فارس
و الروم و عن عطية واُخرى
لم تقدروا عليها قال فتح
فارس عن سهل بن حنيف انه
قال يوم صفين اتهموا انفسكم
فلقد رأيتنا يوم الحديبية يعني
الصلح الذي كان بين
النبي صلى الله عليه وسلم
و بين المشركين ولو نرى
قتالا لقاتلنا فجاء عمر الى
رسول الله صلى الله عليه
وسلم فقال يا رسول الله
ألسنا على الحق و هم
على الباطل قال بلى قال
أليس قتلانا في الجنة و
قتلاهم في النار

(اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو
سر دست تم کو یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے
اور تاکہ یہ (واقعہ) اہلِ ایمان کے لئے ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ
تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے۔ اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے
قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اُس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔"
(یہاں تک آیت پڑھ کر) فرمایا کہ یہ ہمارے لئے ہے۔ مروی
ہے علی اور ابنِ عباس رضی سے کہ دونوں نے کہا اس ارشاد کے
متعلق وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ الخ کہ (مراد) وہ فتوح ہیں جو خیبر
کے نزدیک مختلف الزمانہ کی ہوں گی اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب
تم کو غنیمت میں ملے گا۔ سو سر دست تم کو یہ دیدی ہے یعنے ان فتوح
میں سے ایک خیبر ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے یعنی قریش
کے یوم حدیبیہ میں صلح کے ساتھ اور تاکہ یہ اہلِ ایمان کے لئے
ایک نمونہ بن جائے۔ بعد میں آنے والے لوگوں پر گواہ ہو اور دلیل ہو
وعدے کے پورا ہونے پر اور ایک فتح اور بھی ہے جس پر تم قادر
نہیں ہوئے ہو یعنے اُس کے وقت کے علم پر کہ وہ اللہ تعالیٰ نے تم کو
دیدی ہے وہ فارس اور رُوم ہے۔ خدا تعالیٰ اُس کو احاطہ میں
لئے ہوئے ہے اُس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کر دیا۔
اور روایت ہے عبد الرحمٰن بن ابی لیلےٰ سے اور ایک فتح اور بھی
ہے جس پر تم قادر نہیں ہوئے ہو کہا کہ وہ فارس اور روم ہے۔
اور عطیہ سے مروی ہے کہ ایک فتح اور بھی ہے جس پر تم قادر
نہیں ہوئے ہو اُنھوں نے کہا کہ فارس کی فتح۔ سہل رضی بن حنیف
سے مروی ہے کہ اُنھوں نے یوم صفین میں کہا لوگو اپنے حال کو
بنظر تنقید دیکھو میں نے واللہ اپنی جماعت کو دیکھا یوم حدیبیہ
میں یعنے اس صلح کو جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان
ہوئی تھی اور اگر ہم قتال کو دیکھتے (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم دیدیا) تو ضرور قتال کرتے۔ عمر رضی نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر کہا یا رسول اللہ کیا ہم حق پر اور وہ
باطل پر نہیں ہیں۔ فرمایا بیشک (تم حق پر ہو) پھر کہا کہ کیا یہ با
نہیں ہے کہ ہمارے مقتول جنت میں اور اُن کے مقتول دوزخ میں

قال بلی قال ففیم نعطی الدنیۃ فی دیننا ونرجع و لما یحکم اللہ بیننا وبینہم فقال یا ابن الخطاب انی رسول اللہ ولن یضیعنی اللہ ابدًا فرجع متغیظاً فلم یصبر حتی جاء ابابکر فقال یا ابا بکر السنا علی الحق وہم اہل الباطل قال بلی قال الیس قتلانا فی الجنۃ وقتلاہم فی النار قال بلی قال ففیم نعطی الدنیۃ فی دیننا قال یا ابن الخطاب انہ رسول اللہ ولن یضیعہ اللہ ابدا فنزلت سورۃ الفتح فارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی عمر فاقرأہ ایاہا قال یا رسول اللہ افتح ہو قال نعم

عن ابی ادریس عن اُبیّ بن کعب انہ کان یقرأ اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْحَمِیَّۃَ حَمِیَّۃَ الْجَاہِلِیَّۃِ وَلَوْ حَمِیْتُمْ کَمَا حَمَوْا لَفَسَدَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ فبلغ ذلک عمر فاشتد علیہ فبعث الیہ فدخل فدعا ناسًا من اصحابہ فیہم زید بن ثابت فقال من یقرأ منکم سورۃ الفتح فقرأ زید علی قراءتنا الیوم فغلظ لہ عمر فقال اُبیّ اتکلم قال تکلم فقال لقد علمت انی کنت ادخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویقرئنی وانت بالباب فان احببت ان اُقرئ الناس علی ما اقرأنی اقرأت والا لم اُقرئ حرفًا ما حییت قال بل اَقرئ الناس عن حمران ان عثمان قال سمعت

جائیں گے۔ کہا پھر کس بنا۔ پر اپنے دین (کے کام) میں اس کمینگی کی اجازت دیدیں اور لوٹ جائیں اور جب کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اے ابن الخطابؓ میں اللہ کا رسول ہوں اور وہ مجھے کبھی ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ تو عمرؓ غصہ میں بھرے ہوئے واپس ہوئے۔ پھر صبر نہ آیا تو ابو بکرؓ کے پاس پہنچے اور اُن سے کہا کہ اے ابو بکرؓ کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ اُنھوں نے کہا بیشک۔ پھر کہا کہ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور اُن کے مقتول دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ اُنھوں نے کہا بیشک۔ کہا پھر ہم اس کمینگی کی اپنے دین میں کیوں اجازت دیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اے ابن الخطاب وہ اللہ کے رسول ہیں اور اُن کو اللہ کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر جب سورۃ الفتح نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو بُلا کر اُن کے سامنے یہ سورت پڑھی تو اُنھوں نے کہا یا رسول اللہؐ کیا فتح وہی ہے؟ فرمایا کہ ہاں۔

مروی ہے ابی ادریس سے وہ روایت کرتے ہیں اُبیّ بن کعب سے کہ وہ پڑھا کرتے تھے اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْحَمِیَّۃَ حَمِیَّۃَ الْجَاہِلِیَّۃِ وَلَوْ حَمِیْتُمْ کَمَا حَمَوْا لَفَسَدَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ اس کی اطلاع عمرؓ کو ہوئی تو اُن کو یہ ناگوار ہوا تو اُبیّ بن کعب کو بُلوایا۔ وہ آگئے پھر اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو بلایا اُن میں زیدؓ بن ثابت بھی تھے۔ فرمایا کہ تم میں کون سورہ فتح پڑھے گا تو زیدؓ نے قراءت کی ہماری آج کی قراءت کے مطابق (یعنے بغیر جملہ "ولو حمیتم الخ" کے) تو عمرؓ نے اُبیّ پر سخت گرفت کی۔ تو اُبی نے کہا کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ عمرؓ نے کہا کہ کہئے تو اُنھوں نے کہا کہ آپ یقیناً جانتے ہیں کہ میں آیا کرتا تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور آپؐ مجھے پڑھایا کرتے تھے اور آپ دروازے پر ہوتے تھے تو اگر آپ کو پسند ہو کہ میں لوگوں کو پڑھاؤں آپؐ کے پڑھائے ہوئے کے مطابق تو میں پڑھاؤں گا ورنہ میں کسی کو ایک حرف بھی نہ پڑھاؤں گا جب تک زندہ رہوں گا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ پڑھاتے رہو لوگوں کو۔ اور حمران سے مروی ہے کہ عثمانؓ نے کہا کہ میں نے

النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم یقول انی لاعلم کلمۃً لا یقولہا عبدٌ حقّاً من قلبہ الا حُرِّمَ علیہ النارُ فقال عمر بن الخطاب انا احدثکم ماہی کلمۃ الاخلاص التی الزمہا اللہ محمداً واصحابہ وہی کلمۃ التقوی التی الاص علیہا نبیُ اللہ عمّہٗ اباطالب عند الموت شہادۃُ ان لا الہ الا اللہ

عن عائشۃ قال لمّا مات سعدُ بن معاذٍ حضرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر فوالذی نفسُ محمدٍ بیدہٖ انی لاعرف بکاء ابی بکر من بکاء عمر و انا فی حجرتی و کانوا کما قال رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ قیل فکیف کانَ رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یَصنعُ فقالت کانت عینہ لا تدمع علی احدٍ ولکنہ کانَ اذا وَجَدَ فانما ہو اخذ بلحیتہ

عن ابن عباس ذٰلِکَ مَثَلُہُمْ فِی التَّوْرٰۃِ یعنی نعتہم مکتوب فی التوراۃ و الانجیل قبلَ ان یخلق اللہ السمٰوات والارضَ

عن عمارٍ مولےٰ بنی ہاشم قال سالتُ ابا ہریرۃ عن القدر قال اِکتفِ منہ باٰخر سورۃ الفتح مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ الےٰ آخرہا یعنی انَّ اللہ نعتہم قبل ان یخلقہم

عن ابن عباسٍ فی قولہ کَزَرْعٍ قال اصلُ الزرع عبد المطلب اَخرج

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر کوئی بندہ اُس کو سچے دل سے کہہ لیگا اللہ تعالیٰ اُس پر نار (جہنم) کو حرام کردے گا۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں تم کو بتادوں وہ کیا ہے۔ وہ کلمۃ الاخلاص ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے لازم کیا محمدؐ پر اور اُن کے اصحابؓ پر (اس آیت میں فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا (۴۸: ۲۶)) اور یہی وہ کلمۃ التقوٰی ہے جس کو بار بار پڑھ رہے تھے اللہ کے نبی اپنے چچا ابو طالب کے سامنے اُن کی موت کے وقت اور وہ ہے شہادت لاالٰہ الا اللہ کی (یعنے اشہدان لاالٰہ الا اللہ واشہدان محمداً رسول اللہ) اور مروی ہے عائشہؓ سے کہ جب انتقال ہوا سعدؓ بن معاذ کا تو اُن کے پاس پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ تو قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں نفس محمدؐ ہے میں بخوبی امتیاز کرتی ہوں ابوبکرؓ کے رونے کی آوازیں اور عمرؓ کے رونے کی آواز میں اور میں اپنے حجرہ میں تھی۔ اور وہ ایسے ہی تھے جیسا (اللہ تعالےٰ نے) فرمایا رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (۴۸: ۲۹) آپس میں مہربان ہیں۔ پوچھا گیا کہ (ایسے مواقع میں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے تو اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سے کسی پر آنسو نہیں بہتے تھے۔ لیکن آپؐ کی عادت یہ تھی کہ جب آپ غمگین ہوتے تھے تو آپ اپنی ڈاڑھی پکڑ لیا کرتے تھے۔

مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ یہ اُن کے اوصاف توریت میں ہیں یعنی اُن کے وصف لکھے ہوئے تھے توریت میں اور انجیل میں پہلے اس سے کہ اللہ تعالےٰ پیدا کرے آسمانوں کو اور زمین کو۔ مروی ہے عمار مولی بنی ہاشم سے کہا کہ میں نے سوال کیا ابوہریرہؓ سے مرتبہ (اصحابؓ) کے متعلق تو کہا اس کے بارے میں کافی سمجھو آخر سورۃ الفتح کو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ آخر تک یعنے یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کی مدح کی اُن کو پیدا کرنے سے پہلے۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے اس ارشاد کے بارے میں کہ جیسے کھیتی کہا کہ اُس کی جڑ عبدالمطلب ہیں۔ اُس نے

شطأه محمد صلی اللہ علیہ وسلم فآزره
بابی بکر فاستغلظ بعمر فاستوی
بعثمان علی سوقہ لیغیظ بہم الکفار بعلی
و عن ابن عباس محمد رسول اللہ و
الذین معہ ابوبکر اشداء علی الکفار
عمر رحماء بینہم عثمان تراہم رکعا
سجدا علی یبتغون فضلا من
اللہ و رضوانا طلحۃ والزبیر سیماہم
فی وجوہہم من اثر السجود عبدالرحمن
ابن عوف و سعد بن ابی وقاص و
ابوعبیدۃ بن الجراح و مثلہم فی
الانجیل کزرع اخرج شطأه فآزره
بابی بکر فاستغلظ بعمر فاستوی
علی سوقہ بعثمان یعجب الزراع
لیغیظ بہم الکفار بعلی وعد اللہ
الذین آمنوا و عملوا الصالحات جمیع
اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

خدای تعالی در سورۂ حجرات
دلائل باہرہ بر فضل خلفاءؓ ذکر میفرماید
ازانجملہ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ
عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ
لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ
و شیخین سبب ورود آیت
و مصداق آن بودہ اند
بنقل مستفیض ازانجملہ إِنَّمَا
الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ
الآیۃ در مقابلہ اعراب و قول
ایشان آمنا عن عبداللہ بن الزبیر

اپنی سوئی نکالی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر اُس کو قوی کیا۔ ابوبکرؓ
کے ساتھ پھر وہ اور موٹی ہوئی عمرؓ سے پھر سیدھی کھڑی ہوئی
عثمانؓ سے اپنے تنہ پر کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ اُن سے
کافروں کو جلائے علیؓ سے۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے محمد اللہ
کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں ابوبکرؓ وہ کافروں
کے مقابلہ پر سخت ہیں عمرؓ۔ آپس میں مہربان عثمانؓ تو دیکھتا ہے
اُن کو رکوع سجدے کرنے والے علیؓ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کی جستجو
کرتے ہیں طلحہؓ اور زبیرؓ اُن کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے اُن کے
چہروں پر نمایاں ہیں عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور سعدؓ بن ابی وقاص
اور ابوعبیدہؓ بن الجراح اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ جیسے
کھیتی اُس نے اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے اُس کو قوی کیا ابوبکرؓ
سے۔ پھر وہ اور موٹی ہوئی عمرؓ سے پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی
ہوئی عثمانؓ سے کہ کسان کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ اُن سے کافروں
کو جلائے علیؓ سے وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو
ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک عمل کئے تمام اصحاب محمد صلی اللہ
علیہ وسلم مراد ہیں۔

آیاتِ سورۂ حجرات

اللہ تعالیٰ سورۂ حجرات میں خلفاءؓ کی فضیلت پر روشن
اور واضح دلائل ذکر فرماتے ہیں۔ اُن میں سے یہ ہے إِنَّ الَّذِينَ
يَغُضُّونَ الخ (۴۹: ۳) بیشک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ
کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ
تعالیٰ نے تقوای کے لئے خالص کر دیا ہے ان لوگوں کے لئے مغفرت
اور اجرِ عظیم ہے۔" اور شیخینؓ (صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ)
نقل متواتر سے ثابت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے سبب اور
اُس کے مصداق تھے۔ اُن میں سے یہ ہے إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ
الَّذِينَ الخ (۴۹: ۱۵) پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اُس کے
رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا اور اپنے مال اور جان سے
خدا کے رستے میں محنت اُٹھائی یہ لوگ ہیں سچے" اعراب کے اور
اُن کے قول آمنا کے مقابلہ میں۔ مروی ہے عبداللہ بن زبیرؓ سے

قال قدم ركب من بني تميم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال ابو بكر أمّر القعقاع بن معبد و قال عمر بل أمّر الاقرع بن حابس فقال ابو بكر ما اردت الا خلافي فقال عمر ما اردت خلافك فتماريا حتى ارتفعت اصواتهما فانزل الله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ حتى انقضت الآية عن ابن ابي مليكة قال كاد الخيران ان يهلكا ابو بكر و عمر رفعا اصواتهما عند النبي صلى الله عليه وسلم حين قدم عليه ركب بني تميم فاشار احدهما بالاقرع بن حابس و اشار الآخر برجل فقال ابو بكر لعمر ما اردت الا خلافي قال ما اردت خلافك فارتفعت اصواتهما في ذلك فانزل الله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الآية قال ابن الزبير فما كان عمر يسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد هذه الآية حتى يستفهمه عن ابي بكر الصديق قال لما نزلت هذه الآية يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ قلت يا رسول الله والله لا أكلمك الا كأخي السرار عن

صاحب راز ۱۲

فرمایا کہ بنی تمیم میں کے شتر سواروں کی ایک بڑی جماعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی (وہ چاہتے تھے کہ ہم پر کسی کو امیر بنادیا جائے) تو ابوبکرؓ نے کہا کہ قعقاع بن معبد کو امیر بنادیجئے عمرؓ نے کہا بلکہ امیر بنائیے اقرع بن حابس کو۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا کہ تمھیں صرف میرا خلاف کرنا مقصود تھا۔ عمرؓ نے کہا کہ میں نے تمھارے خلاف کا ارادہ نہیں کیا اس پر دونوں میں کہا سنی شروع ہوگئی تھی کہ دونوں کی آوازیں اونچی ہوگئیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا الخ (۴۹:۱) اے ایمان والو اللہ و رسول (کی اجازت) سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالےٰ (تمھارے سب اقوال کو) سننے والا اور (تمھارے سب افعال کو) جاننے والا ہے؛ مروی ہے ابن ابی ملیکہ سے اُنھوں نے کہا کہ دونوں خیر (یعنی بہترین اصحاب) ابوبکرؓ و عمرؓ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تھے دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنی آوازیں بلند کرلی تھیں جب آپؐ کی خدمت میں بنی تمیم کے شتر سواروں کا قافلہ آیا تھا تو اُن دونوں میں سے ایک نے (امیر بنانے کے لئے) اشارہ کیا اقرع بن حابس کی طرف اور دوسرے نے اشارہ کیا ایک اور شخص کی طرف۔ تو ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ تمھیں صرف میرا خلاف مقصود ہے۔ اُنھوں نے کہا میں نے تمھارے خلاف کا ارادہ نہیں کیا۔ پھر اس بارے میں دونوں کی آوازیں اونچی ہوگئیں تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ الخ۔ ابن الزبیرؓ نے بیان کیا کہ اس کے بعد عمرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے صرف اتنی آواز اُٹھاتے تھے جس سے آپؐ اُن کی بات سمجھ لیں۔ ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ الخ (۴۹:۲) اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبرؐ کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ بخدا میں اب آپ سے صرف اس طرح گفتگو کروں گا جیسے راز کی بات کرنے والا کرتا ہے مروی ہے

ابی ہریرۃ قال لما نزلت اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ
اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ قال ابوبکر
والذی انزل علیک الکتاب یا رسول اللہ
لا اُکلمک الا کاخی السرار حتی القی اللہ
عن عطاء الخراسانی قال قدمتُ المدینۃ
فلقیتُ رجلاً من الانصار قلتُ حدثنی
حدیث ثابت بن قیس بن شماس قال قم
معی فانطلقتُ معہ حتی دخلنا علی امرأۃ فقال
الرجل ہذہ ابنۃ ثابت بن قیس بن شماس
فسلہا عما بدالک فقلتُ حدثینی قالت سمعتُ
ابی یقول لما انزل اللہ علی رسولہ صلی اللہ
علیہ وسلم یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا
اصواتکم فوق صوت النبی الآیۃ دخل بیتہ
و اغلق علیہ بابہ و طفق یبکی فافتقدہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما شان
ثابت فقالوا یا رسول اللہ ما ندری ما
شانہ غیر انہ اغلق باب بیتہ فہو
یبکی فیہ فارسل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم الیہ فسألہ ما شانک قال یا رسول اللہ
انزل اللہ علیک ہذہ الآیۃ وانا شدید
الصوت فاخاف ان اکون قد حبط
عملی فقال لستَ منہم بل
تعیش بخیر و تموتُ بخیر
قالت ثم انزل اللہ علی نبیہ
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ
فاغلق علیہ بابہ و طفق یبکی فیہ
فافتقدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وقال ما شان ثابت قالوا یا رسول اللہ
و اللہ ما ندری ما شانہ غیر انہ

ابوہریرہؓ سے کہا کہ جب نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ الخ تو ابوبکرؓ
نے کہا قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل کی یا رسول اللہ
اب میں آپ سے صرف اس طرح گفتگو کروں گا جیسے راز کی بات کرنے
والا کرتا ہے یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔ عطاء خراسانی سے
مروی ہے بیان کیا کہ میں مدینہ میں پہنچا پھر انصار میں کے ایک شخص
سے ملا۔ میں نے کہا کہ مجھ سے ثابت بن قیس بن شماس کا حال بیان
کرو۔ اُس نے کہا کہ اُٹھو میرے ساتھ چلو۔ ہم دونوں چلے یہاں تک
کہ ایک عورت کے پاس پہنچے۔ اُس شخص نے کہا کہ یہ بیٹی ہیں ثابت
ابن قیس بن شماس کی جو آپ پوچھنا چاہتے ہیں ان سے پوچھ لیجئے۔
میں نے (اس عورت سے) کہا آپ مجھ سے (ثابت کا حال) بیان کیجئے۔
اُس نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے یہ حال سُنا جو وہ بیان کرتے تھے کہ
جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل
کی یَآ اَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ الخ تو وہ اپنے گھر میں
داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا اور برابر روتے رہے اس کے بعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ پایا تو (لوگوں سے) فرمایا کہ
ثابت کا کیا حال ہے انھوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نہیں جانتے
کہ ان کا کیا حال ہے بجز اس کے کہ اُنھوں نے اپنے گھر کا دروازہ
بند کر لیا اور اس میں رو رہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان کو بلوایا اور سوال کیا کہ تمھارا کیا حال ہے۔ ثابتؓ نے کہا یا رسول اللہ
اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی اور میں سخت آواز
والا ہوں میں اس سے ڈر رہا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ میرے عمل سلب
ہو جائیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں بلکہ تو خیر کے ساتھ
زندہ رہے گا اور خیر ہی کے ساتھ مریگا۔ ثابتؓ کی بیٹی نے کہا
کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ اللّٰہَ
لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ (۳۱: ۱۸) "بیشک اللہ تعالیٰ کسی
خود میں فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے" تو پھر دروازہ بند کر کے
بیٹھ گئے اور اندر رونا شروع کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ان کو نہ پایا اور پوچھا ثابتؓ کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے
کہا یا رسول اللہ ان کا حال تو ہم نہیں جانتے بجز اس کے کہ

اغلق عليه بابه بيته وطفق يبكي
فيه فارسل اليه رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقال ما شانك فقال يا رسول الله
انزل الله عليك ان الله لا يحب
كل مختال فخور والله لاني
لاحب الجمال واحب ان اسود
قومي قال لست منهم بل تعيش
حميدا وتقتل شهيدا ويدخلك
الله الجنة بسلام قالت فلما
كان يوم اليمامة خرج مع
خالد بن الوليد الى مسيلمة الكذاب
فلما التقى اصحاب رسول الله
صلى الله عليه وسلم فانكشفوا
فقال ثابت لسالم مولى ابي حذيفة
ما هكذا كنا نقاتل مع رسول الله
صلى الله عليه وسلم ثم حفر
كل واحد منهم لنفسه حفرة وحمل عليهم
القوم فثبتا حتى قتلا وكانت على ثابت
يومئذ درع له نفيسة فمر به رجل
من المسلمين فاخذها فبينا رجل من المسلمين
نائم اذ اتاه ثابت بن قيس في منامه
فقال اني اوصيك بوصية اياك ان تقول هذا
حلم فتضيعه اني لما قتلت امس مر بي رجل من
المسلمين فاخذ درعي ومنزله في اقصى العسكر
وعند خبائه فرس يستن في طوله وقد كفأ
على الدرع برمة وجعل فوق البرمة
رحلا فأت خالد بن الوليد فمره
ان يبعث الى درعي فياخذها
واذا قدمت الى خليفة رسول الله صلى الله عليه

وہ دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہتے ہیں تو اُن
کو بُلوایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا کیا حال
ہے تمہارا۔ انھوں نے کہا یارسول اللہؐ آپ پر اللہ تعالیٰ نے
یہ نازل کیا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ اور واللہ میں جمال
کو پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کا سردار بنا رہنا چاہتا ہوں۔
آپ نے فرمایا کہ تو اُن میں سے نہیں ہے تو حمید ہوتے ہوئے (یعنی
قابلِ تعریف) زندہ رہے گا اور شہید ہو کر مرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ
سلامتی کے ساتھ تجھے جنت میں داخل کرے گا۔ کہتی تھیں کہ پھر
جب یمامہ کے جنگ کا زمانہ آیا تو وہ خالد بن الولید کے ساتھ مُسیلمہ
کذّاب کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر جب اصحاب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہوا تو اُنھوں نے شکست کھائی۔ اس پہ
ثابتؓ نے کہا سالم مولیٰ ابی حذیفہ سے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی معیت میں اس طرح تو قتال نہیں کیا کرتے تھے۔
پھر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے لئے قبر کھودی اور (جب پھر
جنگ شروع ہوئی) ان پر قوم نے حملہ کیا تو دونوں (لڑائی
میں) جمے رہے (پیچھے نہیں ہٹے) یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اور
اُس دن ثابتؓ کے بدن پر اُن کی ایک نفیس زرہ تھی۔ اُن پر
گزر ہوا مسلمانوں میں کے کسی شخص کا تو اُس نے اُس کو لے لیا۔
تو جب کہ مسلمانوں میں کا ایک شخص سو رہا تھا اُس کے پاس خواب
میں ثابت بن قیس آئے اور اُس سے کہا کہ میں تجھے ایک خاص وصیت
کرتا ہوں خبردار یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ پریشان خیال ہے اور تو اُس کو
ضائع کردے۔ جب میں آج شام کو قتل ہوا تو میرے پاس سے
مسلمانوں میں کا ایک شخص گزر رہا تھا اُس نے میری زرہ لے لی
اور اُس کی جائے قیام لشکر کے آخری کنارے پر ہے اور (اس کے
مقام کی خاص علامت یہ ہے کہ) اُس کے خیمہ کے نزدیک ایک گھوڑا
لمبی رسّی سے بندھا ہوا کودتا ہوگا اور اُس نے اُس زرہ پر ایک
ہانڈی کو اُلٹ دیا ہے اور ہانڈی پر کجاوہ رکھ دیا ہے۔ تو خالدؓ
ابن الولید کے پاس جا اور اُن سے کہہ کہ وہ کسی کو بھیج کر میری
زرہ منگائیں اور اس کو لے لیں اور جب تو خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فاخبره ان علیّ من الدین
کذا و کذا و لی من الدین کذا
و کذا و فلان من رقیقی عتیق
و فلان فایاک ان تقول ہذا
حُلم فتضیعه فاتی الرجل خالد
ابن الولید فاخبره فبعث الی
الدرع فنظر الی خباء فی اقصی
العسکر فاذا عنده فرس یستن فی
طِوَلہ فنظر فی الخباء فاذا لیس
فیه احد قد خلوا فرفعوا الرحل
فاذا تحته برمة ثم رفعوا البرمة
فاذا الدرع تحتها فاتوا به خالد بن
الولید فلما قدموا المدینة حدّث
الرجل ابابکر برؤیاه فاجاز وصیته
بعد موته فلم نعلم احدا من
المسلمین جوّز وصیته بعد
موته غیر ثابت بن قیس بن شماس
عن مجاهد قال کُتب الی عمر یا امیر
المؤمنین رجل لایشتہی المعصیة
ولا یعمل بہا افضل ام رجل یشتہی
المعصیة و لا یعمل بہا فکتب عمر
ان الذین یشتہون و لا یعملون
بہا اولئک الذین امتحن
اللّٰہ قلوبہم للتقوی لہم
مغفرة و اجر عظیم و
عن عمر بن الخطاب قال من
تعرض للتہمة فلا یلومن من اساء
به الظن و من کتم سرّہ کان
الخیار الیه و من افشاہ کان الخیار علیه

وسلم کے پاس جائے تو اُن کو (میری طرف سے) یہ خبر دیدینا کہ میرے
ذمہ اتنا اور اتنا قرض (فلاں فلاں کا) ہے اور میرا قرض (فلاں
فلاں کے ذمہ) اتنا اور اتنا ہے اور میرا فلاں غلام آزاد ہے اور
فلاں (کے ساتھ یہ کیا جائے) پھر کہتا ہوں کہ خبردار اس کو معمولی
خواب سمجھ کر ضائع نہ کردینا۔ وہ شخص خالد بن الولید کے پاس
پہنچا اور اُن کو اس قصہ کی خبر دی۔ اور انھوں نے زرہ کے لئے
کسی کو بھیجا تو اُس نے آخری کنارہ لشکر کے خیمہ کو دیکھا تو وہاں
ایک گھوڑا لمبی رسّی سے بندھا ہوا کود رہا تھا۔ پھر خیمہ کے اندر
نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی شخص نہیں ہے۔ پھر یہ
لوگ خیمہ کے اندر گئے (وہاں کجاوہ دیکھا) تو لوگوں نے کجاوے
کو اُٹھایا تو دیکھتے ہیں کہ اس کے نیچے ہنڈیا موجود ہے۔ پھر ہنڈیا
کو اُٹھایا تو اُس کے نیچے سے زرہ نکلی تو اس کو لے کر خالد بن الولید
کے پاس آئے۔ پھر جب لوگ مدینہ میں آتے تو اُس شخص نے ابوبکرؓ
کو اپنا خواب سُنایا تو اُنھوں نے اُس کی وصیت کو جو موت کے
بعد کی تھی پورا کیا۔ تو ہم تمام مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں
جانتے کہ اُس کی موت کے بعد کی وصیت پر عمل کیا گیا بجز ثابت
ابن قیس بن شماس کے۔ اور مروی ہے مجاہدؒ سے کہ عمرؓ کے نام
ایک خط لکھا گیا کہ اے امیر المؤمنینؓ ایک شخص ایسا ہے کہ جس کو
گناہ کی خواہش نہیں ہوتی اور وہ اس پر عمل نہیں کرتا وہ افضل
ہے یا ایسا شخص جس کو گناہ کی خواہش ہوتی ہے اور وہ اُس پر
عمل نہیں کرتا۔ تو عمرؓ نے جواب لکھا کہ (وہ لوگ افضل ہیں)
جو خواہش رکھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ
امْتَحَنَ اللّٰہُ الخ (۴۹: ۳) یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کی
اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے آزمائش کی ان لوگوں کے لئے
مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے فرمایا
کہ جس شخص نے تہمت کا سامنا کیا (یعنی محلّ تہمت میں پہنچ گیا)
تو وہ ہرگز اُس شخص کو ملامت نہ کرے جو اُس کے ساتھ بدگمانی
کرے۔ اور جس نے اپنے راز کو چھپایا اُس راز پر اس کو اختیار رہےگا
اور جس نے اُس کو افشاء کردیا تو اب اختیار اُس کے اوپر ہوگا (یعنے

وضع امر اخیک علی احسنہ حتی
یاتیک منہ ما یغلبک و لا تظنن
بکلمۃ خرجت من اخیک سوءً وانت
تجد لہا فی الخیر محملاً واکثر فی
اکتساب الاخوان فانہم جنۃ عند الرخاء
و عدۃ عند البلاء و آخ الاخوان
علی قدر التقوی و شاور فی امرک
الذین یخافون اللہ عن عبدالرحمن
ابن عوف انہ حرس مع عمر بن الخطاب
لیلۃ بالمدینۃ فبینما یمشون بدا لہم
سراج فی بیت فانطلقوا یؤمونہ
فلما دنوا منہ اذا باب مجاف علی
قوم لہم فیہ اصوات مرتفعۃ و
لغط فقال عمر و اخذ بید عبدالرحمن
ابن عوف اتدری بیت من ہذا
قال ہذا بیت ربیعۃ بن امیۃ بن
خلف و ہم الآن شرب قال
عمر فما تری قال اری ان قد
اتینا ما نہی اللہ عنہ قال
اللہ ولا تجسسوا فقد تجسسنا فانصرف
عمر عنہم و ترکہم وعن الشعبی ان
عمر بن الخطاب فقد رجلاً من اصحابہ
فقال لابن عوف انطلق الی منزل
فلان فننظر فاتیا منزلہ
فوجدا بابہ مفتوحاً و ہو جالس و
امرأتہ تصب لہ فی اناء
فتناولہ ایاہ فقال عمر
لابن عوف ہذا الذی شغلہ
عنا فقال ابن عوف لعمر

اب یہ دوسرے کے اختیار کے ماتحت آجائیگا) اور اپنے بھائی کے معاملہ
کو اچھے محل پر رکھو یہاں تک کہ تمھارے پاس اس کی طرف سے کوئی
ایسی (صریح) بات آجائے جو تمھیں مجبور کردے۔ اور تمھارے
بھائی کے منہ سے کوئی بات نکلے تو اس میں برا گمان نہ کرو جب کہ
تم اس کے لئے خیر کا بھی کوئی محمل پاتے ہو۔ اور اچھے دوست
جمع کرنے کی زیادہ کوشش کرو کہ وہ آسائش کی حالت میں تمھاری
ڈھال ہوں گے اور بلاء کے وقت ہتھیار۔ اور بھائیوں کے ساتھ
ہمدردی کا برتاؤ کرو تقوی کی حد تک۔ اور اپنے اہم کاموں
میں ان لوگوں سے مشورہ کرو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ اور
عبدالرحمن بن عوف سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک رات مدینہ میں
عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ پاسبانی کی تو گشت کے دوران میں ان کو
ایک گھر میں چراغ جلتا ہوا نظر آیا تو اس کا قصد کرتے ہوئے
چلے۔ جب اس مکان کے قریب پہنچے تو دروازہ بند کئے ہوئے
اندر ایک جماعت موجود تھی جن کی بول چال کی آوازیں اونچی
ہورہی تھیں۔ تو عمرؓ نے عبدالرحمن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ
کیا تم سمجھتے ہو کہ کس کا گھر ہے یہ؟ انھوں نے کہا کہ یہ گھر ربیعہ
ابن امیۃ بن خلف کا ہے اور یہ لوگ اس وقت شراب پیتے ہوئے
ہیں۔ عمرؓ نے کہا پھر تمھاری کیا رائے ہے؟ عبدالرحمنؓ بن عوف
نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس حد تک پہنچ گئے جس سے ہم کو
اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تجسسوا
(۴۹: ۱۲) اور سراغ مت لگایا کرو! اور ہم تجسس کرنے لگے
ہیں تو عمرؓ ان لوگوں سے لوٹ گئے اور ان کو چھوڑا۔ اور شعبی
سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص
کو نہ پایا تو ابن عوف سے کہا کہ آؤ فلاں شخص کے گھر کی طرف چلیں
ذرا اس کو دیکھیں۔ پھر یہ دونوں اس کے مکان پر پہنچ گئے تو
انھوں نے اس کا دروازہ کھلا ہوا پایا اور وہ بیٹھا ہوا تھا
اور اس کی بیوی اس کے لئے ایک برتن میں انڈیل کر اس کو پینے
کے لئے دے رہی تھی۔ تو عمرؓ نے ابن عوف سے کہا کہ یہی ہے وہ کام
جس نے اس کو ہمارے پاس آنے سے روکا ہے۔ پھر ابن عوف نے عمرؓ سے کہا کہ

وما یُدریک ما فی الاناء فقال عمرُ
اَتخافُ ان یکونَ ہذا التجسسُ
قال بل ہو التجسسُ قال و ما
التوبۃُ من ہذا قال لاتُعلِمْہُ بما
اطّلعتَ علیہ من امرہٖ و لا
تظُنَّنَّ فی نفسِک اِلاّ خیرًا ثم
انصرفا وَ عن الحسن قال اَتیٰ عمرَ
ابن الخطاب رجلٌ فقال انّ
فُلانا لا یصحو فدخل علیہ عمرُ
فقال انّی لَاَجِدُ ریحَ شرابٍ یا
فلانُ انت بہذا فقالَ الرجلُ یا
ابن الخطاب و انت بہذا لم
ینہک اللّٰہ ان تجسس فعرفہا
عمرُ فانطلق و ترکہ وَ عن ثور
الکندی ان عمر بن الخطاب کان یعسّ
بالمدینۃِ من اللّیل فسمع صوتَ
رجلٍ فی بیتٍ یتغنّیٰ فتسوّرَ علیہ
فوجد عندہٗ امرأۃً وعندہٗ خمرٌ
فقال یا عدوَّ اللّٰہ اَظننتَ انّ
اللّٰہ یسترُکَ وانتَ علیٰ معصیۃٍ فقال
و انتَ یا امیرَ المؤمنین لاتعجل عَلَیَّ
اِنْ اَکُنْ عصیتُ اللّٰہ واحدۃً فقد
عصیتَ اللّٰہ فی ثلاثٍ قال وَلَا
تَجَسَّسُوْا و قد تجسَّستَ و قال وَ
اْتُوا البُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِہَا و قد
تسوَّرْتَ عَلَیَّ و دخلتَ عَلَیَّ بغیر اذنٍ وقال
اللّٰہُ تعالیٰ لَاتَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ
بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَہْلِہَا
قال عمرُ فہل عندکم من خیرٍ اِنْ عفوتُ عنکَ

آپ کیا سمجھے برتن میں کیا چیز ہے تو عمرؓ نے کہا کہ کیا تم کو یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ ہمارا یہ فعل تجسس ہے۔ ابن عوفؓ نے کہا کہ یہ تو تجسس ہی ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ اب اس سے رجوع کی کیا صورت ہے۔ ابنؓ عوف نے کہا کہ (یہ صورت ہے کہ) اُس کے جس فعل پر آپ مطلع ہوئے ہیں اُس کو کبھی نہ جتلائیں اور اپنے دل میں اس کی نسبت خیر ہی کا گمان رکھیں۔ پھر دونوں واپس ہو گئے۔ اور مروی ہے حسنؒ سے کہ عمرؓ ابن الخطاب کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ فلاں شخص ہوش میں نہیں آتا تو اس کے پاس عمرؓ پہنچے اور فرمایا کہ بیشک میں شراب کی بُو محسوس کر رہا ہوں اے فلاں تو اس میں مبتلا ہے (یعنی حرام فعل میں) تو اس شخص نے کہا اور آپ اے ابن الخطاب اس (ناجائز فعل) میں مبتلا ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجسس سے نہیں روکا۔ تو عمرؓ نے اس بات کو سمجھ لیا اور چلے آئے اور اس کو چھوڑ دیا۔ اور ثور کندی سے مروی ہے کہ عمرؓ مدینہ میں رات کو گشت کیا کرتے تھے تو آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا۔ آپ نے اس کو دیوار کے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو اُس کے پاس ایک عورت کو پایا اور شراب بھی موجود تھی۔ تو آپ نے کہا اے خدا کے دشمن! کیا تو نے یہ گمان کیا تھا کہ خدا تیرے عیب کو چھپائیگا حالانکہ تو اُس کی نافرمانی میں مُبتلا ہے۔ اُس نے کہا اور آپ اے امیر المؤمنینؓ مجھ پر جلدی نہ کیجئے اگر میں نے اللہ کی ایک بات میں نافرمانی کی تو آپ نے اللہ کی نافرمانی کی ہے تین باتوں میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَجَسَّسُوْا (۴۹:۱۲) اور سُراغ نہ لگایا کرو" اور آپ نے تجسس کیا۔ اور فرمایا وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِہَا (۲:۱۸۹) اور گھروں میں اُن کے دروازوں سے آؤ" اور آپ نے دیوار کے اُوپر سے جھانکا۔ اور آپ مجھ پر داخل ہوئے بغیر اذن کے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا الخ (۲۴:۲۷) اے ایمان والو اپنے رہنے کے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جبتک اُن سے اجازت حاصل نہ کر لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو" عمرؓ نے کہا کیا تم سے خیر کی اُمید ہے اگر میں درگزر کروں (یعنی تم توبہ کر لوگے؟)

قال نعم فعفا عنہ و خرج و ترکہ عن انس قال کانت العرب تخدم بعضها بعضًا فی الاسفار وکان مع ابی بکر و عمر رجل یخدمهما فناما فاستیقظا ولم یہیئ لهما طعامًا فقالا ان هذا النؤوم فایقظاه فقالا ایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقل لہ ان ابابکر و عمر یقرآنک السلام ویستأذنانک فقال انهما ائتدما فجاءا فقالا یارسول اللہ بای شیء ائتدمنا قال بلحم اخیکما والذی نفسی بیدہ انی لأری لحمہ بین ثنایاکما فقالا استغفر لنا یا رسول اللہ قال مراه فلیستغفر لکما (و) عن یحیی بن ابی کثیر ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفر ومعہ ابوبکر و عمر فارسلوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسألونہ لحمًا قال اولیس قد ظللتم من اللحم شباعًا قالوا من این فواللہ مالنا باللحم عهد منذ ایام فقال من لحم صاحبکم الذی ذکرتم قالوا یا نبی اللہ انما قلنا واللہ انہ لضعیف ما یعیننا علی شیء قال و ذالک فلا تقولوا فرجع الیهم الرجل

اُس نے کہا ہاں تو اُس سے درگزر کیا اور آگے بڑھے اور اُس کو چھوڑ دیا۔ اور انس رضؓ سے مروی ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ سفروں میں بعض ہمسفر بعض کی خدمت کرتے تھے (ایک سفر میں) ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کے ساتھ ایک شخص تھا جو ان دونوں کی خدمت کرتا تھا۔ یہ دونوں سو گئے۔ جب جاگے اور اس نے اب تک ان کے لئے کھانا تیار نہ کیا تھا، تو دونوں نے کہا کہ یہ بڑا سُنتا نیوالا ہے پھر اُس کو انھوں نے جگایا اور اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر عرض کرو کہ ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ نے سلام عرض کیا ہے اور (گوشت پکوانے کی) اجازت مانگتے ہیں۔ تو فرمایا کہ دونوں گوشت کا شوربہ (تو) کھا چکے ہیں۔ جب یہ دونوں حاضر ہوئے تو اُنھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم نے کس چیز کا شوربہ کھایا ہے۔ فرمایا کہ اپنے بھائی کے گوشت کا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تمہارے سامنے کے دانتوں میں اُس کا گوشت دیکھ رہا ہوں۔ تو دونوں نے عرض کیا کہ ہمارے لئے مغفرت کی دُعا کر دیجئے۔ فرمایا کہ اُسی سے کہو کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دُعا کرے۔ اور یحیٰی ابن ابی کثیر سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے اور اُن کے ساتھ ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ بھی تھے تو اُنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی بھیجا (کہ وہ عرض کرے کہ) لوگ گوشت (پکانے کی اجازت) مانگ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ایسا نہیں ہوا کہ تم لوگ گوشت کھاتے رہے ہو پیٹ بھر کر لوگوں نے (اُس شخص کی معرفت آپ کا جواب سُنکر) کہا کہ کہاں سے واللہ ہمیں تو گوشت کھانے کا اتفاق کئی دن سے نہیں ہوا (اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات عرض کی) تو فرمایا کہ اپنے ساتھی کے گوشت سے جس کا ذکر (برائی کے ساتھ) آپ لوگ کر رہے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا (اُسی شخص کے توسط سے) اے نبی اللہ ہم نے تو صرف اتنا ہی کہا تھا کہ درحقیقت وہ بہت ضعیف ہے ہمیں کسی کام میں مدد نہیں دیتا۔ فرمایا اور یہی (غیبت) ہے تو بات نہ بناؤ۔ پھر یہ شخص ان کے پاس واپس گیا

فاخبرہم بالذی قال فجاء ابوبکر فقال یا نبی اللہ کانما وطئ صماخی واستغفرلی ففعل وجاء عمر فقال یا نبی اللہ کانما وطئ صماخی واستغفرلی ففعل۔

عن عائشۃ قالت لما حضرت ابابکر الوفاۃ تلت شعر وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ٭ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل ٭ قال ابوبکر جاءت سکرۃ الحق بالموت ذلک ما کنت منہ تحید ٥ قدم الحق واخر الموت عن عبد اللہ بن البہی مولی الزبیر بن العوام قال لما حضر ابوبکر رضی اللہ عنہ تمثلت عائشۃ بہذا البیت ٥ اماوی ما یغنی الحذار عن الفتی ٭ اذا حشرجت یوما وضاق بہ الصدر ٭ فقال ابوبکر لیس کذلک یا بنیۃ ولکن قولی وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذلک ما کنت منہ تحید ٥ عن عثمان بن عفان انہ قرأ وجاءت کل نفس معہا سائق وشہید قال سائق یسوقہا الی امر اللہ وشہید یشہد علیہا بما عملت عن عمر بن الخطاب فی قولہ وادبار السجود قال رکعتان بعد المغرب وادبار النجوم قال رکعتان

اور جو کچھ آپ نے فرمایا اُس کی اطلاع دی۔ (یعنی نے) کہا پھر ابوبکرؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ آپ میرے سوراخ گوش کو روند ڈالئے (یعنے سرنگوں کر دیجئے) اور بخشش کی دعا کر دیجئے۔ اور عمرؓ حاضر ہوئے اور (وہی) عرض کیا کہ اے نبی اللہ آپ پاؤں سے میرا سر رگڑ دیجئے اور بخشش کی دعا کر دیجئے۔ تو آپ نے کی۔

از سورۂ ق

اور مروی ہے عائشہ رضؓ سے اُنھوں نے کہا کہ جب ابوبکرؓ کی وفات کا وقت آیا تو میں نے (ابوطالب کا یہ شعر) کہا شعر وابیض یستسقی الغمام الخ ایسا منور چہرہ کہ اُس کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ یتیموں کا جائے پناہ ہے اور بیواؤں کی عصمت، ابوبکرؓ نے کہا (کہ یہ کہنے کا موقع ہے) جاءت سکرۃ الحق بالموت ذلک ما کنت منہ تحید ٥ "الحق" کو مقدم کر دیا اور "الموت" کو مؤخر (۵۰: ۱۹) اور موت کی سختی (قریب) آ پہنچی۔ یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا۔ عبداللہ بن البہی سے مروی ہے جو زبیرؓ بن العوام کے آزاد کردہ تھے، کہا کہ جب ابوبکرؓ کی وفات کا وقت آیا تو عائشہ رضؓ نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا ٥ اماوی ما یغنی الحذار الخ اے ملامت کرنے والے دور اندیشی کسی جوانمرد کے کام نہیں آتی جب وہ دن آجاتا ہے کہ سانس اُکھڑ جائے اور سینہ اُس سے تنگ ہو جائے۔ تو ابوبکرؓ نے کہا میری بیٹی ایسے نہیں بلکہ یہ کہہ وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذلک ما کنت منہ تحید ٥ اور مروی ہے عثمانؓ بن عفان سے کہ اُنھوں نے یہ آیت پڑھی وجاءت کل نفس الخ (۵۰: ۲۱) اور ہر شخص اس طرح (میدان قیامت میں) آوے گا کہ اُس کو ایک اپنے ہمراہ لانے والا ہوگا اور ایک گواہ ہوگا۔ فرمایا سائق (یعنے ہنکانے والا) اُس نفس (یعنے شخص) کو اللہ کے حکم کی طرف ہنکائے گا اور گواہ اُس پر گواہی دے گا ان اعمال پر جو اُس نے کئے۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ آپ نے وادبار السجود (۵۰: ۴۰) (اور (فرض) نمازوں کے بعد بھی) کے بارے میں فرمایا کہ یہ دو رکعتیں ہیں مغرب کے بعد اور وادبار النجوم (۵۲: ۴۹) (اور ستاروں سے پیچھے بھی) کے بارے میں فرمایا کہ یہ دو رکعتیں ہیں

قبل الفجر عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انا اول من تنشق عنہ الارض ثم ابوبکر ثم عمر ثم اتی اہل البقیع فیحشرون معی ثم انتظر اہل مکۃ و تلا ابن عمر یوم تشقق الارض عنہم سراعا الآیۃ۔

عن سعید بن المسیب قال جاء صبیغ التمیمی الی عمر بن الخطاب فقال اخبرنی عن الذاریات ذروا قال ہی الریاح ولولا انی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقولہ ما قلتہ قال فاخبرنی عن الحاملات وقرا قال ہی السحاب ولولا انی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقولہ ما قلتہ قال فاخبرنی عن الجاریات یسرا قال ہی السفن ولولا انی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقولہ ما قلتہ قال فاخبرنی عن المقسمات امرا قال ہن الملائکۃ و لولا انی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقولہ ما قلتہ ثم امر بہ فضرب مائۃ و جعل فی بیت فلما برأ دعاہ فضربہ مائۃ اخرٰی و حملہ علی قتب و کتب الی ابی موسی الاشعری امنع الناس من مجالستہ فلم یزالوا کذلک حتی اتی ابا موسی فحلف لہ بالایمان المغلظۃ ما یجد فی نفسہ مما کان یجد شیئا فکتب فی ذلک الی عمر فکتب عمر ما اخالہ الا قد صدق فخل بینہ و بین مجالسۃ الناس و عن الحسن قال سال صبیغ التمیمی عمر بن الخطاب عن الذاریات فقال

فجر سے پہلے۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں پہلا شخص ہوں گا جس پر سے زمین کھلے گی پھر ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر میں اہل بقیع کے پاس پہنچوں گا وہ میرے پاس جمع کئے جائیں گے پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔ اور ابن عمرؓ نے یہ آیت پڑھی یوم تشقق الخ (۵۰: ۴۴) جس روز زمین ان (مُردوں) پر سے کھل جائے گی جب کہ وہ دوڑتے ہوں گے۔ یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کرلینا ہے۔

آیات سورۃ ذاریات

سعید بن المسیب سے مروی ہے بیان کیا کہ صبیغ تمیمی نے عمرؓ ابن الخطاب کے پاس آکر کہا کہ مجھے الذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا کا مطلب بتایئے فرمایا کہ یہ ہوائیں ہیں اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنتا تو یہ نہ کہتا۔ صبیغ نے کہا الحٰمِلٰتِ وِقْرًا کا کیا مطلب ہے فرمایا کہ یہ بادل ہیں۔ اور اگر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنتا تو یہ نہ کہتا۔ کہا کہ اب الجٰرِیٰتِ یُسْرًا کا مطلب بتایئے۔ فرمایا کہ یہ کشتیاں ہیں۔ اور اگر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنتا تو یہ نہ کہتا۔ کہا کہ اب المُقَسِّمٰتِ اَمْرًا کا مطلب بتایئے۔ فرمایا کہ یہ ملائکہ ہیں۔ اور اگر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنتا تو یہ نہ کہتا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو اس کے ایک سو (کوڑے) مارے گئے اور ایک مکان میں بند کردیا گیا۔ پھر جب چھوڑا تو اس کے سو اور مارے گئے اور اس کو اونٹ کے پالان پر بٹھا دیا اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ لوگوں کو اس کے پاس بیٹھنے سے روک دو۔ تو لوگ اس پر عمل کرتے رہے یہاں تک کہ یہ ابو موسیٰؓ کے پاس آیا اور اُن کے سامنے مغلظ قسمیں کھا کر اس نے کہا کہ جو وسوسہ میں اپنے نفس میں پاتا تھا وہ اب نہیں پاتا۔ تو ابو موسیٰؓ نے اس کے بارے میں عمرؓ کو لکھا تو عمرؓ نے جواب لکھا کہ میرا خیال یہ ہے کہ اُس نے سچ کہا ہے تو اُس کے ساتھ لوگوں کی ہم نشینی پر جو پابندی تھی اُس کو ہٹا دیا۔ اور حسنؒ سے مروی ہے کہ صبیغ تمیمی نے سوال کیا عمرؓ بن الخطاب سے الذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا کے متعلق

وعن المرسلات عرفا وعن النازعات غرقا فقال عمر اكشف رأسك فاذا له ضفيرتان فقال والله لو وجدتك محلوقا لضربت عنقك فكتب الى ابي موسى الاشعري حتى ان لا يكلمه مسلم ولا يجالسه۔

اور المرسلات عرفا کے متعلق اور نازعات غرقا کے متعلق تو عمرؓ نے کہا کہ اپنا سر کھول (جب سر کھولا) تو آپ نے دیکھا کہ اس کے سر پر دو گندھے ہوئے جوڑے تھے، تو فرمایا کہ واللہ اگر میں تجھے منڈا ہوا پاتا تو تیری گردن مار دیتا۔ پھر عمرؓ نے لکھا ابو موسیٰ اشعری کو یہاں تک کہ کوئی مسلمان اس سے کلام نہ کرے اور نہ اس سے ہمنشینی کرے۔

بابت آیات سورۂ طور

عن الحسن ان عمر بن الخطاب قرأ ان عذاب ربك لواقع فربا لها ربوة عيد منها عشرين يوما وعن مالك بن مغول قال قرأ عمر والطور وكتاب مسطور في رق منشور قال قسم الى قوله ان عذاب ربك لواقع فبكى ثم بكى حتى عيد من وجعه ذلك۔

مروی ہے حسنؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے پڑھا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ (۵۲: ۷) بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا۔ تو اندوہناک آہ کی[1] اور بیس دن بیمار رہے۔ اور مالک ابن مغول سے مروی ہے کہ عمرؓ نے قرات کی وَالطُّورِ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ فِي رَقٍّ مَّنشُورٍ کہا کہ قسم ہے۔ جب اس آیت پر پہنچے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ تو رو پڑے اور روتے رہے یہاں تک کہ اس سوز و گداز سے بیمار پڑ گئے۔

از سورۂ نجم

عن عمر بن الخطاب قال اعذروا هذا الرأي على الدين فانما كان الرأي من رسول الله صلى الله عليه وسلم مصيبا لان الله كان يريه وانما هو منا تكلف وظن وان الظن لا يغني من الحق شيئا۔ عن سبرة قال صلى بنا عمر بن الخطاب الفجر فقرأ في الركعة الاولى بسورة يوسف ثم قرأ في الثانية النجم فسجد ثم قام فقرأ اذا زلزلت ثم ركع۔

مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے فرمایا کہ اس اپنی رائے کا دخل دین میں دینے سے بچو بس رائے تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیب تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو دکھاتا تھا اور ہماری جانب سے جو ہوگا وہ تکلف اور ظن ہوگا وَاِنَّ الظَّنَّ (۵۳: ۲۸) اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔ اور سبرہ سے مروی ہے بیان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی تو پہلی رکعت میں سورۂ یوسف پڑھی اور دوسری میں سورۂ نجم پڑھی پھر سجدہ (یعنی سجدۂ تلاوت) کیا۔ پھر قیام کر کے سورۂ اذا زلزلت الارض پڑھی اور رکوع کیا۔

از سورۂ قمر

عن ابی هریرة قال انزل الله على نبيه بمكة قبل يوم البدر سيهزم الجمع ويولون الدبر

مروی ہے ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ میں بدر سے پہلے نازل کیا تھا: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (۵۴: ۴۵) عنقریب (ان کی) جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر

۱۸

[1] ازلوہ یعنی صدا نفس مردم فربہ و ملال و اندوہ یعنی بعد قرات آہ سرد از دل بر آورد و قولہ عید ماضی مجہول است از عیادت یعنی بیمار پرسی کردہ شد

قال عمر بن الخطاب قلت یا رسول اللہ
ای جمع یھزم فلما کان یوم
بدر و انھزمت قریش نظرت الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی آثارہم مصلتا بالسیف وھو
یقول سیھزم الجمع و یولون الدبر
فکان لیوم بدر فانزل اللہ
فیہم حتی اذا اخذنا مترفیہم
بالعذاب الآیۃ و انزل اللہ الم تر
الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا
الآیۃ و رماہم رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فوسعتہم الرمیۃ
و ملأت اعینہم و افواہہم حتی
ان الرجل لیقتل و ھو یقذی
عینیہ و فاہ فانزل اللہ
و ما رمیت اذ رمیت و لکن
اللہ رمی و عن عکرمۃ قال
لما نزلت سیھزم الجمع و
یولون الدبر قال عمر جعلت اقول
ای جمع یھزم فلما کان
یوم بدر رأیت النبی صلی
اللہ علیہ وسلم یثب فی الدرع
و ھو یقول سیھزم الجمع و
یولون الدبر فعرفت تاویلہا یومئذ
عن ابن شوذب فی قولہ و لمن
خاف مقام ربہ جنتان قال
نزلت فی ابی بکر الصدیق
و عن عطاء ان ابابکر الصدیق
ذکر ذات یوم و فکر فی القیامۃ

بھاگیں گے، عمر بن الخطاب نے ذکر کیا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کونسی
جماعت شکست کھائیگی۔ پھر جب یوم بدر آیا اور قریش (شکست کھاکر)
بھاگے تو میں نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کہ آپ
اُن لوگوں کے (بھاگنے کے) نشانات پر تلوار کھینچے ہوئے یہ کہہ رہے
ہیں سیھزم الجمع و یولون الدبر تو (معلوم ہوا کہ) یہ آیت یوم
بدر کے لئے تھی۔ پھر اللہ تعالے نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل
فرمائی حتی اذا اخذنا مترفیھم الخ (۲۳: ۶۴) یہاں تک کہ جب
ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب میں دھر پکڑیں گے تو فوراً
چلا اٹھیں گے؛ اور یہ آیت نازل کی الم تر الی الذین بدلوا الخ
(۱۴: ۲۸) کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے بمقابلہ
نعمت الٰہی کے کفر کیا اور جنھوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر
(یعنی) جہنم میں پہنچایا؛ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر
ایک مٹھی ریت پھینکا تو اس کے ریزے اُن سب مشرکین پر پھیل گئے
اور اُن کی آنکھوں اور مونہوں میں بھر گئے یہاں تک کہ ایک شخص
قتل کیا جارہا ہے اور وہ اپنی آنکھوں اور مُنہ کے صاف کرنے
میں لگا ہوا ہے تو اللہ تعالے نے نازل کیا وما رمیت اذ
رمیت الخ (۸: ۱۷) اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ
تعالے نے پھینکی؛ اور عکرمہ سے مروی ہے کہا کہ جب کہ یہ سیھزم
الجمع و یولون الدبر نازل ہوئی، عمرؓ نے بیان کیا کہ میں کہنے لگا
تھا کہ کونسی جماعت بھگائی جائے گی لیکن جب یوم بدر آیا میں نے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ زرہ پہنے ہوئے قدم مار
رہے تھے اور فرما رہے تھے سیھزم الجمع و یولون الدبر
تو میں اُس دن اس آیت کی تاویل سمجھا۔

از سورۃ الرحمٰن

مروی ہے ابن شوذب سے اس آیت کے متعلق ولمن خاف
مقام ربہ جنتان (۵۵: ۴۶) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے
کھڑا ہونے سے ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں؛ کہا کہ یہ
نازل ہوئی ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں۔ اور مروی ہے عطاء سے
کہ ایک دن ابو بکر صدیقؓ نے قیامت کو یاد کیا اور سوچا اور

والموازین والجنة والنار و
صفوف الملٰئکة وطی السموات
و نسف الجبال وتکویر الشمس
و انتثار الکواکب فقال وددت
انی کنت خضرا من ہذہ الخضر
تاتی علی بہیمة فتاکلنی و
انی لم اخلق فنزلت ہذہ الآیة
ولمن خاف مقام ربہ جنتان
عن الحسن قال کان شاب
علی عہد عمر بن الخطاب ملازم
المسجد والعبادة فعشقتہ جاریة
فاتتہ فی خلوة فکلمتہ
فحدثت نفسہ بذلک فشہق
شہقة فغشی علیہ فجاء عم لہ فحملہ
الی بیتہ فلما افاق قال یا عم
انطلق الی عمر فاقرئہ منی السلام وقل
لہ ماجزاء من خاف مقام ربہ فانطلق
عمہ فاخبر عمر و قد شہق الفتی
شہقة اخری فمات منہا فوقف
علیہ عمر فقال لک جنتان لک
جنتان عن عمر بن الخطاب قال
جاء ناس من الیہود الی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا محمد
أفی الجنة فاکہة قال نعم فیہا فاکہة ونخل
ورمان قالوا فیاکلون کما یاکلون
فی الدنیا قال نعم واضعافہ قالوا
فیقضون الحوائج قال لا ولکنہم یعرقون و
یرشحون ویذہب اللہ ما فی بطونہم من اذی خدا
تعالی در سورۂ واقعہ مکلفین را سہ قسم میسازد و

اعمال کے تلنے کا اور جنت کا اور دوزخ کا اور فرشتوں کی صفوں کا
اور آسمانوں کے لپیٹے جانے کا اور پہاڑوں کے ریزے ریزے
ہوجانے اور سورج کے بے نور ہوجانے اور ستاروں کے بکھر جانے کا
دھیان کیا تو کہا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں ان سبزیوں میں سے
کوئی سبزی ہوتا اور مجھے کوئی چوپایہ آکر چرلیتا اور میں پیدا نہ
ہوا ہوتا تو یہ آیت نازل ہوئی وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ
مروی ہے حسنؓ سے کہ ایک جوان تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں
جس نے مسجد اور عبادت کو اپنے اوپر لازم کرلیا تھا۔ اس پر ایک
لڑکی عاشق ہوگئی وہ اس کے پاس تنہائی میں آئی اور اس سے
بات کی تو اس نے اپنے نفس سے اس پر مواخذہ کیا اس کے بعد اس نے
ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگیا۔ یہ سنکر اس کا چچا آیا اور اس کو
اٹھاکر اپنے گھر لے گیا۔ جب افاقہ ہوا تو بولا کہ اے چچا عمرؓ
کے پاس جاؤ اور ان کو میرا سلام کہدو اور ان سے یہ پوچھو کہ
اس شخص کی کیا جزا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے
ڈرتا ہے۔ اس کا چچا آیا اور اس نے عمرؓ سے اس کا حال بیان کیا
اور اس جوان نے پھر ایک چیخ ماری اور اس چیخ سے مرگیا یہ
سن کر حضرت عمرؓ تشریف لائے پھر اس کے سامنے کھڑے ہوکر
فرمایا تیرے لئے دو جنتیں ہیں، تیرے لئے دو جنتیں ہیں۔ مروی
ہے عمرؓ بن الخطاب سے بیان کیا یہود میں کے کچھ لوگ آئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور انھوں نے کہا اے
محمد کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نَعَمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ
وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (۶۸۰۵۵) (یعنی ہاں اس میں) میوے اور
کھجوریں اور انار ہیں" انھوں نے کہا تو اسی طرح کھائیں گے جیسا کہ
دنیا میں کھاتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں اور اس سے کئی گنا زیادہ۔ انھوں
نے کہا کہ پھر قضائے حاجت (پاخانہ پیشاب) بھی کریں گے فرمایا
کہ نہیں لیکن وہ عرق و پسینہ نکالیں گے اور (اس صورت سے)
جو ان کے پیٹ میں ثقل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ زائل کردے گا۔

بابت سورۂ واقعہ

خدا تعالیٰ سورۂ واقعہ میں مکلفین کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں۔

سابقین مقربین و اصحاب الیمین و اصحاب الشمال یا از اصحاب الشمال شامل دو فریق است کفار و فاسقین اینجا ذکر کفار می نماید و ذکر فاسقین موقوف میگزارد بالجملہ سابقین مقربین را اعلیٰ مرتبہ در مثوبۃ می نہد ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ مے گوید و ثواب اصحاب الیمین را کمتر از ایشان بیان می کند و ثلۃ من الاولین و ثلۃ من الآخرین میگوید خلیفۂ خاص پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میباید کہ از طبقۂ علیاء امت باشد ہرچند ایشان را درمیان خود مراتب شتی باشد عن ابن عباس قال قال ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالواقعۃ والحاقۃ وعم یتساءلون والنازعات واذا الشمس کورت و اذا السماء انفطرت فاستطار فیہ القتیر فقال لہ ابوبکر قد اسرع فیک القتیر قال شیبتنی ہود و صواحبہا ہذہ و عن جابر بن عبد اللہ قال لما نزلت اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ذکر فیہا ثلۃ من الاولین و قلیل من الآخرین قال عمر یارسول اللہ ثلۃ من الاولین و قلیل منا فامسک آخر السورۃ سنۃ ثم نزل ثلۃ من الاولین و ثلۃ من الآخرین فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا عمر تعال فاسمع ما قد انزل اللہ ثلۃ من الاولین و ثلۃ

سابقین مقربین اور اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال۔ پھر قسم اصحاب الشمال دو فریق پر شامل ہے کفار و فاسقین۔ یہاں کفار کا ذکر کرتے ہیں اور فاسقین کا ذکر نہیں فرماتے اور بالاجمال سابقین مقربین کو ثواب کے بارے میں اعلیٰ مرتبہ میں رکھتے ہیں اور ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ o وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ o فرماتے ہیں (۵۶: ۱۳-۱۴) ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے۔ اور اصحاب الیمین کے ثواب کو سابقین مقربین سے کمتر درجہ میں بیان فرماتے ہیں اور ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ o وَ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ o کہتے ہیں (۵۶: ۳۹-۴۰) ان (اصحٰب الیمین) کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں ہوگا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ خاص کو اُمت کے سب سے اعلیٰ طبقہ میں ہونا چاہیئے اگرچہ اُن کے درمیان (یعنی اعلیٰ طبقۂ اُمت کے درمیان بلحاظ فرقِ مراتب) بہت سے درجات ہوں۔ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکثرت وِرد رکھتے تھے سورۃ واقعہ کا حاقہ کا اور عم یتساءلون اور والنازعات کا اور اذا الشمس کورت واذا السماء انفطرت کا۔ پھر جب آپ کے اوپر آثارِ پیری نمایاں ہونے لگے تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ آپؐ کے اوپر آثارِ پیری جلد آ گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے سورۃ ہود اور اس کی ان ساتھ والیوں نے (جن میں آخرت کے دہشتناک امور کا بیان ہے) بوڑھا کر دیا۔ اور مروی ہے جابر رضؓ بن عبد اللہ سے انھوں نے کہا کہ جب اذا وقعت الواقعۃ نازل ہوئی جس میں ذکر کیا گیا ہے ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین (یعنی بڑی جماعت اگلے لوگوں میں سے اور تھوڑے آخر والوں سے) تو عمر رضؓ نے کہا یارسول اللہ بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور قلیل ہم میں سے۔ اس کے بعد سورت کے آخر حصہ کا نزول ایک سال تک رُکا رہا پھر نازل ہوا ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے عمر رضؓ آؤ اور سنو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کہ ایک بڑا گروہ اوّلین میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ

من الآخرين الا وان من آدم الى ثلة ومنى ثلة ولن نستكمل ثلتنا حتى نستعين بالسودان من رعاة الابل ممن يشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له عن ابى سعيد الخدرى قال ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم طير الجنة فقال ابوبكر انها لناعمة قال ومن ياكل انعم منها وانى لارجو ان تاكل منها وعن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان طير الجنة كامثال البخت ترعى فى شجر الجنة فقال ابوبكر يا رسول الله ان هذه الطير لناعمة فقال آكلها انعم منها وانى لارجو ان تكون ممن ياكل وعن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فى الجنة طيرا امثال البخاتى قال ابوبكر انها لناعمة يا رسول الله قال انعم منها من ياكلها وانت ممن ياكلها عن عمر بن الخطاب من طرق متعددة قال احضروا موتاكم وذكروهم فانهم يرون مالا ترون۔

آخرین میں سے۔ یاد رکھو آدمؑ سے مجھ تک ایک ثلہ (یعنے بڑا گروہ) ہے اور مجھ سے (آخرین والا دوسرا) ثلہ شروع ہوتا ہے اور ہم اپنے ثلہ کا کامل ہونا ہرگز قبول نہ کریں گے جب تک ہم اپنی شمار کو پورا کرنے میں اُن سیاہ رنگ والوں سے بھی مدد نہ لے لیں گے جو اونٹوں کے چرواہے ہیں ان لوگوں میں سے جو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ مروی ہے ابوسعید خدریؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کے پرندوں کا ذکر کیا تو ابوبکرؓ نے کہا کہ وہ بہت عمدہ ہوں گے تو آپؐ نے فرمایا اور جو اُن کو کھانے گا وہ اُن سے بھی عمدہ ہوگا اور میں قوی امید کرتا ہوں کہ تم اُن میں سے کھاؤ گے اور انسؓ سے مروی ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کے پرندے مانند بختی اونٹ کے (جسیم) ہوں گے جو جنت کے درختوں سے کھاتے ہوں گے۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ پرندے بہت عمدہ ہوں گے آپؐ نے فرمایا کہ ان کا کھانے والا ان سے بھی عمدہ ہوگا اور میں پوری اُمید کرتا ہوں کہ تم ان میں سے ہو جو اُن کو کھائیں گے۔ اور مروی ہے حذیفہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کے پرندے مثل بختی اونٹوں کے ہوں گے تو ابوبکرؓ نے کہا وہ تو پھر نہایت عمدہ ہوں گے یا رسول اللہ فرمایا کہ اُن سے بہت عمدہ وہ ہوگا جو اُن کو کھائے گا اور تم اُن ہی میں سے ہو جو اُن کو کھائیں گے۔ اور مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کئی طریقوں سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ موجود رہو اپنے مرنے والوں کے پاس اور (اللہ کا نام) ان کو یاد دلاتے رہو کیونکہ وہ ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے۔

بابت سورۂ حدید

خدای تعالےٰ در سورۂ حدید میفرماید وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ

خدا تعالےٰ سورۂ حدید میں فرماتے ہیں وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا الخ (۵۷ : ۱۰) اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جاوے گا۔ جو لوگ تم میں سے فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں (دوسروں کے) وہ لوگ درجہ میں

أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ وچیست شمارا دران کہ اِنفاق نکنید در راہِ خدا و خدای راست پسماندۂ اہل آسمانہا و زمین برابر نیست از جملۂ شما آنکہ انفاق کرد و قتال نمود پیش از فتح ایشان بزرگتر اند در درجہ از آنانکہ اِنفاق کردند و قتال نمودند بعد ازان ہر یکے را وعدہ دادہ است خدا حالتِ نیک و خدا بآنچہ میکنید آگاہ است ظاہر از فتح فتح مکہ است پس آیت نص است در تفضیل جمعے کہ پیش از فتح اِنفاق کردند و قتال نمودند بر جمعے کہ بعد فتح مکہ این اعمال بجا آوردہ باشند و چون خلافتِ خاصہ یا خلافتِ کاملہ ہرچہ گوئی بافضلیتِ خلیفہ از دیگران باعتبارِ اصناف و اوصافِ عامہ خواہد بود پس خلیفہ خاص نمی باشد مگر از جماعہ کہ پیش از فتح ایمان آوردہ اند و انفاق کردہ و جہاد نمودہ

عن عمر قال كنتُ اشدَّ الناسِ على رسول الله صلى الله عليه وسلم فبينا انا في يومٍ حارٍ بالهاجرة في بعضِ طريق مكة اذ لقيني رجلٌ فقال عجبًا لك يا ابنَ الخطاب انك تزعم وانك قد دخلَ عليك الامرُ في بيتِك قلتُ وما ذاك قال اُختك قد اسلمَتْ فرجعتُ مُغضبًا حتى قرعتُ البابَ فقيل من هذا قلتُ عمر فتبادروا فاختفوا مني وقد كانوا يقرءُون صحيفةً في ايديهم تركوها او نسوها فدخلتُ حتى جلستُ على السرير

اُن لوگوں سے بڑے ہوتے ہیں جنھوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالےٰ نے بھلائی (یعنے ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالےٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ (ترجمہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ) اور کیا ہے تم کو اس میں کہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرو اور آسمان والوں اور زمین والوں کا پیچھے رہا ہوا سب خدا ہی کا ہے۔ برابر نہیں ہے تم سب میں سے وہ جس نے خرچ کیا اور قتال کیا فتح سے پہلے وہ لوگ بزرگتر ہیں درجہ میں اُن لوگوں سے جنھوں نے خرچ کیا اور قتال کیا اُن کے بعد۔ ہر ایک کو خدا نے وعدہ دیا ہے عمدہ حال کا اور خدا جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے آگاہ ہے۔ ظاہر ہے کہ فتح سے فتح مکہ مراد ہے۔ تو یہ آیت نص ہے اُس جماعت کے افضل ہونے پر جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا اُن لوگوں سے جو کہ بعد فتح مکہ کے یہ اعمال بجا لاتے ہوں۔ اور چونکہ خلافتِ خاصہ یا خلافتِ کاملہ جو چاہیے کہہ لیجئے واقع ہوگی دوسروں سے خلیفہ کی افضلیت کی بناء پر باعتبار اصناف کے بھی (کہ سابقین میں سے ہو بمقابلہ بعد والوں کے) اور باعتبار اوصاف عامہ کے بھی۔ تو خلیفہ خاص صرف اُسی جماعت میں سے ہوگا جو فتح سے پہلے ایمان لاتے اور اُنھوں نے مال خرچ کیا اور جہاد کیا ہو۔ مروی ہے عمرؓ سے بیان کیا کہ (اسلام لانے سے پہلے) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ دشمن تھا تو ایک دن ایسے وقت میں کہ گرمی کے دن میں دوپہر کے وقت مکہ کے ایک کوچہ سے گزر رہا تھا کہ مجھ سے ایک شخص ملا اور کہنے لگا کہ اے ابن الخطاب تیرا عجیب معاملہ ہے تو کس گمان میں ہے اور وہ امر (یعنے اسلام) تیرے گھر میں تیرے اُوپر پہنچ چکا ہے۔ میں نے کہا یہ کیسے؟ اُس نے کہا تیری بہن اسلام قبول کر چکی ہے۔ تو میں غصہ میں بھرا ہوا واپس ہوا اور گھر پر پہنچ کر دروازہ کوٹا تو پوچھا گیا کہ کون ہے؟ میں نے کہا عمرؓ تو بھاگ دوڑ ہونے لگی اور مجھ سے چھپنے لگے اور وہ (گھر والے) ایک صحیفہ کو پڑھ رہے تھے جو اُن کے ہاتھوں میں تھا اُنھوں نے اُس کو چھوڑ دیا یا بھول گئے۔ پھر میں گھر میں داخل ہوا اور تخت پر بیٹھ گیا

فنظرت الی الصحیفۃ فقلت ما ہذہ ناولینیہا
قالت انک لست من اہلہا انک لا تغتسل
من الجنابۃ ولا تطہر وہذا کتاب لا یمسّہ
الا المطہرون فما زلت بہا حتی ناولتنیہا
ففتحتہا فاذا فیہا بسم اللہ الرحمن الرحیم
فلما قرأت الرحمن ذعرت فالقیت
الصحیفۃ من یدی ثم رجعت الی نفسی
فاخذتہا فاذا فیہا بسم اللہ الرحمن الرحیم
سبح للہ ما فی السموات والارض وہو
العزیز الحکیم کلما مررت باسم من اسماء
اللہ ذعرت ثم رجعت الی نفسی حتی
بلغت آمنوا باللہ ورسولہ وانفقوا
مما جعلکم مستخلفین فیہ فقلت اشہد
ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ
فخرج القوم مستبشرین فکبروا وعن
مجاہد فی قولہ لا یستوی منکم من انفق
من قبل الفتح یقول من اسلم وقاتل
اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا
من بعد یعنی اسلموا یقول لیس من
ہاجر کمن لم یہاجر وکلا وعد اللہ
الحسنی وعن قتادۃ فی قولہ لا یستوی
منکم من انفق من قبل الفتح الآیۃ
قال کان قتالان احدہما افضل
من الآخر وکانت نفقتان احدہما
افضل من الاخری کانت النفقۃ
والقتال قبل الفتح فتح مکۃ
افضل من النفقۃ والقتال بعد ذالک وکلا وعد
اللہ الحسنی قال الجنۃ وعن زید بن اسلم
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأتیکم قوم من ہہنا

اب میری نظر اُس صحیفہ پر پڑی۔ میں نے کہا یہ کیا ہے مجھے دو۔ بہن نے
کہا تم اس کے اہل نہیں ہو۔ تم جنابت کا غسل بھی نہیں کرتے اور
اس کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ میں اس کے لینے پر اصرار
کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے مجھے دیدیا تو میں نے اُسے کھولا تو اس میں بسم
اللہ الرحمن الرحیم سامنے آئی۔ جب میں نے پڑھا الرحمن تو کانپ گیا۔ پھر
میں نے صحیفہ کو اپنے ہاتھ سے ڈال دیا۔ پھر دل میں خیال پیدا ہوا تو
پھر اس کو اٹھا لیا تو اس میں لکھا تھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ
جب میں پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام پر پہنچا تھا
تو خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ پھر میں دل میں سوچنے لگا یہاں تک کہ
پہنچا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ
فِیْہِ پر تو میں نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ
پھر تو قوم (یعنی مسلمان) ایک دوسرے کو خوش خبری دیتے ہوئے
نکل پڑے اور صدائے تکبیر بلند کرنے لگے۔ مروی ہے مجاہدؒ سے
آیت لا یستوی الخ کی تفسیر (۵۷: ۱۰) جو لوگ فتح مکہ سے پہلے
تم میں سے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے، کہتے ہیں کہ انفق سے اسلموا
مراد ہے (یعنی اسلام لائے) اور لڑ چکے وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں
سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا، انفقوا سے مراد
ہے اسلموا (یعنی اسلام لائے) اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ جس نے
ہجرت کی وہ اس کے برابر نہیں جس نے ہجرت نہیں کی۔ وَکُلًّا
وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی (۵۷: ۱۰) اور نیک جزا کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے
سب سے کیا ہے۔ اور قتادہؒ سے مروی ہے قول حق لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ الخ
کے متعلق کہا کہ دو (قسم) قتال تھے جن میں کا ایک افضل ہے
دوسرے سے اور (اسی طرح دو قسم) نفقات تھے جن میں کا ایک
افضل ہے دوسرے سے جو نفقہ اور قتال فتح سے یعنی فتح مکہ سے پہلے کا
ہے وہ افضل ہے اُس نفقہ اور قتال سے جو اُس کے بعد ہوا، اور
جزائے نیک کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے سب سے کیا ہے۔ حُسنیٰ کی تفسیر جنت
سے کی ہے۔ اور زید بن اسلم سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس ایک قوم اُدھر سے آئے گی

واشار الی الیمن تحقرون اعمالکم عند اعمالہم قالوا فنحن خیر ام ہم قال بل انتم لو ان احدہم انفق مثل احد ذہبا ما ادرک مد احدکم ولا نصیفہ و فصلت ہذہ الآیۃ بیننا و بین الناس لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا و عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری قال خرجنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عام الحدیبیۃ حتے اذا کان بعسفان قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوشک ان یاتی قوم تحقرون اعمالکم مع اعمالہم قلنا یا رسول اللہ أقریش قال لا ولکن ہم اہل الیمن ہم ارق افئدۃ و الین قلوبا فقلنا اہم خیر منا یا رسول اللہ قال لو کان لاحدہم جبل من ذہب فانفقہ ما ادرک مد احدکم ولا نصیفہ الا ان ہذا فصل ما بیننا و بین الناس لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح الآیۃ وقد استفاضت الاخبار فی تفضیل القدماء من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم علے من بعدہم فعن انس قال کان بین خالد بن الولید و بین عبدالرحمن ابن عوف کلام فقال خالد لعبدالرحمن بن عوف تستطیلون علینا بایام سبقتمونا بہا فبلغ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال دعوا لی اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو انفقتم مثل احد او مثل الجبال ذہبا ما بلغتم اعمالہم

اور آپ نے اشارہ کیا یمن کی طرف وہ تمہارے اعمال کو اپنے اعمال کے مقابلہ میں حقیر کہیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ پھر ہم افضل ہوں گے یا وہ؟ فرمایا کہ تم ہی افضل ہوگے۔ اُن میں سے اگر کوئی اُحد کے برابر سونا خرچ کرڈے گا تو وہ تم میں سے کسی کے ایک مُد یا آدھے مُد کے ثواب کو نہیں پاسکے گا (ایک مُد دو رطل یا تقریباً ایک سیر کے برابر ہے) اور اس آیت نے ہمارے اور عام لوگوں کے درمیان فیصلہ کردیا لَا یَسْتَوِی مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا۔ اور مروی ہے زید بن اسلم عطاء بن یسار سے ابو سعید خدریؓ سے انھوں نے کہا کہ ہم سالِ حدیبیہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جب عسفان تک پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ ایسی قوم آئیگی جو تمہارے اعمال کو حقیر کہے گی اپنے اعمال کے مقابلہ پر۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا وہ قریش ہوں گے فرمایا نہیں لیکن وہ اہلِ یمن ہوں گے۔ ان لوگوں کے باطن میں رقت ہوگی اور بہت نرم دل ہوں گے۔ پھر ہم نے کہا کہ کیا وہ ہم سے اچھے ہوں گے یا رسول اللہ؟ فرمایا کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا ایک پہاڑ ہو اور وہ اس کو (فی سبیل اللہ) خرچ کرڈے وہ تم میں سے کسی کے ایک یا آدھے مُد کو بھی نہ پہنچے گا۔ پس یہ (آیت) فیصلہ ہے ہمارے اور دوسروں کے درمیان لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح الخ۔ اور اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے پہلے اسلام لانے والوں کی فضیلت اُن کے بعد والوں پر اخبار سے بطریق استفاضہ ثابت ہے۔ تو انسؓ سے مروی ہے کہ خالدؓ بن الولید اور عبدالرحمنؓ بن عوف کے درمیان کچھ کہا سنی ہوگئی تو خالدؓ نے عبدالرحمنؓ بن عوف سے کہا کہ تم اپنے کو ہم سے اُن ایام کی وجہ سے اُونچا سمجھ رہے ہو جن میں تم ہم سے (اسلام کی طرف) سبقت کرگئے تھے۔ یہ بات نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی تو آپ نے فرمایا کہ میرے اصحاب کا پیچھا چھوڑو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم مثل اُحد کے یا مثل پہاڑوں کے (یہ شک راوی ہے) سونا خرچ کردوگے تو تم اُن کے اعمال کو نہ پہنچ سکوگے

وعن یوسف بن عبداللہ بن سلام قال سُئِلَ رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم أنحن خیرٌ أم من بعدنا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لو أنفق احدہم أُحُدًا ذہبًا ما بلغ مُدّ احدکم ولا نصیفہ وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تسبّوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو انّ احدکم انفق مثل اُحد ذہبًا ما ادرک مُدّ احدہم ولا نصیفہ وعن ابن عمر قال لا تسبّوا اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم فلمقام احدہم ساعۃً خیرٌ من عمل احدکم عمرہ عن ابن مسعود قال ما کان بین اسلامنا وبین ان عاتبنا اللہ بہذہ الآیۃ ألم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ الا اربع سنین وعن ابن مسعودؓ قال لما نزلت ألم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ الآیۃ اقبل بعضنا علے بعض ای شیء احدثنا ای شیء صنعنا عن ابن عباس قال ان اللہ استبطأ قلوب المہاجرین فعاتبہم علے رأس ثلاثۃ عشر سنۃ من نزول القرآن فقال ألم یأن للذین آمنوا الآیۃ عن الاعمش قال لما قدم اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم المدینۃ فاصابوا من لین العیش ما اصابوا بعد ما کان بہم من الجہد فکأنہم فتروا عن بعض ما کانوا علیہ فعوتبوا فنزلت ألم یأن الآیۃ عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من فرّ بدینہ من الارض الی ارض مخافۃ الفتنۃ علے نفسہ ودینہ

اور مروی ہے یوسف بن عبداللہ بن سلام سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا ہم افضل ہیں یا وہ جو ہمارے بعد کے ہیں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک اُحد سونا خرچ کردے تو وہ تم میں سے کسی کے ایک یا آدھے مُد کے برابر نہ پہنچے گا۔ اور مروی ہے ابو سعیدؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اصحاب کو برا نہ کہو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص مثل اُحد کے سونا خرچ کردے تو وہ اُن کے ایک یا آدھے مُد کے برابر نہ آسکے گا۔ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی نہ دو۔ یاد رکھو اُن میں سے کسی کا ایک ساعت کھڑا ہونا (اللہ کے کام میں) تم میں سے کسی کی تمام عمر کے عمل سے بہتر ہے ابن مسعودؓ سے مروی ہے فرمایا کہ ہمارے اسلام کے اور ہم پر اس عتاب کے درمیان جو اللہ تعالےٰ نے اس آیت سے ہم پر کیا تھا چار سال سے زیادہ کا فرق نہیں تھا ألم یأن للذین آمنوا الخ۔ (۵۷:۱۶) کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل خدا کی نصیحت کے اور جو دین حق (منجانب اللہ) نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جاویں؛ اور مروی ہے ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ جب نازل ہوئی ألم یأن للذین آمنوا الخ تو ہم میں سے بعض بعض کو مخاطب کرنے لگا کہ "ہم سے کیا کام سرزد ہوا" "ہم نے کونسا عمل کیا"۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے قلوب مہاجرین کو دیر لگاتے ہوئے پایا تو اُن کو دھمکایا نزول قرآن سے تیرھویں سال کے سرے پر اور فرمایا ألم یأن للذین آمنوا الخ مروی ہے اعمش سے کہا کہ جب اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ان کو زندگی کی جو راحت و آسائش ملنی تھی ملی بعد اس جد وجہد کے جس میں وہ مبتلا تھے تو گویا وہ رُک گئے اپنے اُن بعض اعمال سے جن پر وہ پہلے قائم تھے تو اُن پر عتاب کیا گیا اور نازل ہوئی آیت ألم یأن الخ۔ مروی ہے ابو درداءؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنے دین کے ساتھ ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف بھاگا اپنی ذات پر اور اپنے دین پر

وکتب عند اللہ صدیقاً فاذا مات قبضہ اللہ شہیداً وتلا ہذہ الآیۃ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ثم قال ہذہ فیہم ثم قال والفرارون بدینہم من ارض الی ارض یوم القیٰمۃ مع عیسے بن مریم فی درجتہ فی الجنۃ وعن البراء بن عازب سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول مؤمنو امتی شہداء ثم تلا النبی صلے اللہ علیہ وسلم والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم وعن ابن مسعودؓ قال ان الرجل لیموت علی فراشہ وہو شہید ثم تلا والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم وعن ابی ہریرۃ قال انما الشہید الذی لومات علی فراشہ دخل الجنۃ یعنی الذی یموت علی فراشہ ولا ذنب لہ وعن مجاہد قال کل مؤمن صدیق وشہید ثم تلا وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ وعن عمر بن میمون قال کل مؤمن صدیق وشہید ثم قرأ والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم وعن ابن عباس والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون قال ہذہ مفصولۃ والشہداء عند ربہم لہم اجرہم ونورہم وعن الضحاک فی قولہ الذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون قال ہذہ مفصولۃ سماہم صدیقین ثم قال والشہداء عند ربہم لہم اجرہم ونورہم وعن الحسن فی الآیۃ

فتنہ کے خوف سے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جائے گا پھر جب مرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو شہید کی موت دے گا۔ اور اس آیت کی تلاوت کی وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ الخ (۵۷ : ۱۹) اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔" پھر فرمایا کہ یہ ان کے بارے میں ہے اس کے بعد فرمایا اور اپنے دین کو لئے ہوئے ایک زمین سے دوسری زمین پر بھاگنے والے قیامت کے دن عیسیٰ بن مریمؑ کے ساتھ جنت میں ان کے درجہ میں ہوں گے۔ اور براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میری امت کے مؤمنین شہید ہیں پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی والذین آمنوا باللہ ورسلہ آخر تک۔ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ کہا کہ بیشک مرد (خدا) اپنے بستر پر مرتا ہے اور وہ شہید (ہوتا) ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی والذین آمنوا باللہ ورسلہ الخ۔ اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ کہا کہ شہید وہی ہے کہ اگر اپنے بستر پر مرے تو جنت میں داخل ہو یعنی جو شخص اپنے فرش پر اس حال میں مرے کہ اس پر کوئی گناہ نہ ہو۔ اور مجاہدؒ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ہر مؤمن صدیق وشہید ہے پھر یہ آیت تلاوت کی والذین آمنوا باللہ ورسلہ الخ۔ اور عمر بن میمون سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ہر مؤمن صدیق ہے اور شہید پھر یہ آیت پڑھی والذین آمنوا باللہ ورسلہ الخ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ فرمایا کہ یہ جدا ہے (یہاں جملہ ختم ہو گیا ہے) وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ (دوسرا جملہ ہے)۔ اور ضحاکؒ سے مروی ہے کہ والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون کہ یہ جدا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صدیقین رکھا ہے۔ پھر فرمایا وَالشہداء عند ربہم لہم اجرہم ونورہم۔ اور مروی ہے حسنؒ سے آیت کے متعلق (یعنی اس آیت

ؔ اس روایت کے لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر یہ لوگ صدیقین ہیں۔ اور شہداء اپنے پروردگار کے پاس ہیں ان کے لئے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ۱۲ مترجم

قال انہ لیقضی بالشیئۃ فی السماء و ھو کل یوم فی شان ثم یضرب لہا اجلاً فیحبسہا الی اجلہا اذا جاء اجلہا ارسلہا فلیس لہ مرد و یقدر انہ کائن فی یوم کذا من شہر کذا من سنۃ کذا فی بلد کذا من مصیبۃ فی القحط او الرزق او المصیبۃ فی الخاصۃ و العامۃ حتی ان الرجل یاخذ العصا یتعصی بہا و قد کان لہا کارہاً ثم یعتادہا حتی ما یستطیع ترکہا۔

عن ابی یزید قال لقی امراۃ عمر بن الخطاب یقال لہا خولۃ و ھو یسیر مع الناس فاستوقفتہ فوقف لہا و دنا منہا و اصغی الیہا راسہ و وضع یدہ علی منکبیہا حتی قضت حاجتہا و انصرفت فقال لہ رجل یا امیر المومنین حبست رجال قریش علی ہذہ العجوز قال ویحک و تدری من ہذہ قال لا قال امراۃ سمع اللہ شکواہا من فوق سبع سموات فہذہ خولۃ بنت ثعلبۃ و اللہ لو لم تنصرف حتی الی اللیل

کے متعلق مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ (۵۷ : ۲۲) کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنے لوح محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے ؎) فرمایا کہ جو برائی (آتی) ہے اُس کا فیصلہ آسمان میں ہی کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالٰے کی ہر روز ایک خاص شان ہوتی ہے۔ پھر وہ اُس کے لئے ایک خاص وقت مقرر کر دیتا ہے اور اس برائی کو اُس وقت تک روکے رکھتا ہے پھر جب وہ وقت آجاتا ہے تو اُس کو چھوڑ دیتا ہے۔ اب وہ لوٹ نہیں سکتی اور وہ مقدر کر دیتا ہے کہ فلاں بات ہونے والی ہے فلاں دن میں فلاں جینے فلاں سال میں فلاں شہر میں قحط کی مُصیبت ہو یا (کسی اور وجہ سے) رزق کی یا کوئی مصیبت کسی خاص شخص پر یا عام لوگوں پر۔ یہاں تک کہ ایک شخص عصا ہاتھ میں لیتا ہے اُس سے سہارا لینے کے لئے حالانکہ وہ اس سے کراہت کرتا رہا ہے پھر وہ اُس کا عادی بن جاتا ہے یہاں تک کہ اُس کے چھوڑنے پر قادر نہیں رہتا (یہ سب اسی امر مقدر کا تصرف ہوتا ہے)۔

ازسورۂ مجادلہ

روایت ہے ابی یزید سے کہ عمرؓ بن الخطاب سے ایک عورت ملی جس کو خولہ کہا جاتا تھا اور عمرؓ اُس وقت لوگوں کے ہمراہ (سواری پر) چلے جا رہے تھے۔ اُس عورت نے اُن کو ٹھہرانا چاہا تو اُس کے لئے ٹھہر گئے اور اُس کے قریب آگئے اور اپنے سر کو اُس کی طرف جھکا دیا اور اپنا ہاتھ اُس عورت کے مونڈھوں پر رکھ دیا یہاں تک کہ وہ اپنی حاجت پوری کر چکی اور چلی گئی۔ پھر آپؓ سے ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین رضؓ آپ نے قریش کے بہت سے لوگوں کو اس بڑھیا کی وجہ سے چلنے سے روک دیا۔ فرمایا کہ افسوس ہے تو جانتا ہے کہ یہ کون تھی؟ اُس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت کو اللہ تعالٰے نے سات آسمانوں کے اوپر سے سُنا تھا۔ یہ ہے خولہ بنت ثعلبہ۔ خدا کی قسم اگر یہ رات تک بھی واپس ہوتی

ما انصرفت حتی تقضی حاجتہا عن ثمامۃ بنت
جریر قالت بینا عمر بن الخطاب یسیر علی
حمارہ لقیتہ امرأۃ فقالت قف یا عمر
فوقف فاغلظت لہ القول فقال رجل
یا امیر المؤمنین ما رأیت کالیوم فقال
وما یمنعنی ان استمع الیہا وہی التی استمع
اللہ لہا و انزل فیہا ما انزل قد
سمع اللہ قول التی تجادلک فی
زوجہا عن مقاتل بن حبان قال
انزلت ہذہ الآیۃ یوم جمعۃ
و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یومئذ فی الصفۃ و فی المکان
ضیق و کان یکرم اہل بدر من
المہاجرین و الانصار فجاء ناس
من اہل بدر و قد سبق الی
المجالس غیرہم فقاموا حیال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا السلام
علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ تعالیٰ
و برکاتہ فرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ثم سلموا علی القوم بعد ذلک
فردوا علیہم فقاموا علی ارجلہم
ینتظرون ان یوسع لہم فعرف النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ما یحملہم علی
القیام فلم یفسح لہم فشق ذلک
علیہ فقال لمن حولہ من المہاجرین
والانصار من غیر اہل بدر قم یا فلان وانت یا فلان
فلم یزل یقیمہم بعدۃ النفر الذین ہم قیام من اہل بدر فشق
ذلک علی من اقیم من مجلسہ فنزلت ہذہ الآیۃ یا ایہا
الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا

تو میں بھی واپس نہ ہوتا جب تک اس کی ضرورت پوری نہ کر دیتا۔
ثمامہ بنت جریر سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ اس دوران میں کہ
عمر بن الخطاب اپنے گدھے پر جا رہے تھے کہ آپ سے ایک عورت ملی
اس نے کہا کہ اے عمرؓ ٹھہر۔ آپ ٹھہر گئے پھر اس عورت نے آپ سے
اکھڑ گفتگو کی تو ایک شخص نے کہا اے امیر المومنینؓ میں نے آج جیسی
بات کبھی نہیں دیکھی تو فرمایا کہ اس کی بات سننے سے مجھے کیا چیز
مانع تھی اور یہ وہی تو تھی جس کی بات اللہ تعالیٰ نے سنی اور اس کے
بارے میں نازل کیا جو کیا (یعنی) قد سمع اللہ قول التی
تجادلک فی زوجہا (۵۸ : ۱) بیشک اللہ تعالیٰ نے اس عورت
کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی!
مقاتل بن حبان سے مروی ہے کہ یہ آیت جمعہ کے دن نازل ہوئی
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن صفہ میں تھے اور جگہ
میں تنگی تھی اور آپ مہاجرین وانصار میں سے جو اہل بدر تھے
ان کی عزت کرتے تھے۔ اب یہ ہوا کہ کچھ لوگ آگئے جو اہل بدر میں
سے تھے اور بیٹھنے کی جگہوں پر دوسرے لوگ پہلے بیٹھ چکے تھے تو وہ
(رکے رہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد کھڑے ہوئے اور
انھوں نے کہا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیا۔ پھر اس کے بعد انھوں نے قوم کو
سلام کیا تو انھوں نے ان کو جواب دیا۔ اب یہ لوگ کھڑے ہوئے
اس کا انتظار کرنے لگے کہ ان کے لئے جگہ نکالی جائے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھڑے رہنے کی وجہ سمجھ لی اور (بیٹھے
ہوئے لوگ اسی طرح جمے رہے) اور ان کے لئے جگہ نہ نکالی گئی۔ یہ
بات آپ پر گراں ہوئی تو آپ نے ان مہاجرین وانصار سے جو آپ کے
گرد غیر اہل بدر میں سے تھے کہا اے فلاں تو اٹھ اور اے فلاں
تو بھی اٹھ جا اور اسی طرح آپ نے اتنے لوگوں کو اٹھا دیا جتنی شمار
ان اہل بدر میں کے کھڑے رہنے والوں کی تھی۔ اور یہ معاملہ بھاری
گزرا ان لوگوں پر جن کو مجلس سے اٹھایا گیا۔ اس پر یہ آیت نازل
ہوئی یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم الخ (۵۸ : ۱۱) اے
ایمان والو! جب تم کو کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو

يفسح الله لكم الآية. عن عبد الله
ابن شوذب قال جعل والد ابي عبيدة
ابن الجراح يتصدى لأبي عبيدة
يوم بدر وجعل ابو عبيدة يحيد
عنه فلما اكثر قصده ابو عبيدة
فقتله، فنزلت لا تجد قوما يؤمنون
بالله الآية. عن ابن جريج قال حُدِّثْتُ
ان ابا قحافة سب النبي صلى
الله عليه وسلم فصكه ابو بكر صكة
فسقط فذكر ذلك للنبي صلى
الله عليه وسلم قال أفعلت يا
ابا بكر فقال والله لو كان السيف
قريبا مني لضربته فنزلت لا تجد
قوما الآية۔

قال الله تعالى في سورة الحشر
مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ
الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي
الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
وَابْنِ السَّبِيْلِ خدای تعالیٰ در
نص قرآن چیزے را کہ بفئے
حاصل شد از اہل قرے یعنے
بغیر ایجاف خیل و رکاب و بدون
مباشرت قتال معین میگرداند
برائے مصارف مذکورہ کہ خدا و رسول
و ذو قرابت رسول و یتامے و مساکین و
ابن سبیل باشند بعد ازاں میفرماید لِلْفُقَرَاءِ
یعنے آن فے برائے فقرائے مہاجرین
است و برائے انصار

اللہ تم کو (جنت میں) کھلی جگہ دے گا۔ اور جب (کسی ضرورت سے) یہ کہا جائے کہ (مجلس سے) اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو۔ عبداللہ بن شوذب سے مروی ہے کہ یوم بدر میں ابو عبیدہؓ بن الجراح کے بیٹے نے ابو عبیدہؓ کے مقابلہ پر آنا شروع کیا اور ابو عبیدہؓ اُس سے پہلوتہی کرتے رہے۔ جب وہ یہ بار بار کرنے لگا تو ابو عبیدہؓ نے اُس کا مقابلہ کیا اور اُس کو قتل کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی لَا تَجِدُ قَوْمًا الخ۔ (۲۲:۵۸) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ اُن کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسولؐ کے برخلاف ہیں گو وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں الخ"۔ ابن جریج سے روایت ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ یہ سُننے میں آیا ہے[1] کہ ابو قحافہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو ابو بکرؓ نے اُس کے اتنے زور سے طمانچہ مارا کہ وہ گر گیا۔ اس بات کا ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپؐ نے پوچھا کہ اے ابو بکرؓ کیا تم نے ایسا کیا ہے؟ تو اُنھوں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تلوار میرے قریب ہوتی تو میں اُس کے ضرور مار دیتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لا تجد قوما الخ۔

ازسورۂ حشر

اللہ تعالیٰ نے سورۂ حشر میں فرمایا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ الخ (۵۹: ۷) جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دِلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصّہ خیبر کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور (آپ کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا"۔ خدا تعالیٰ نص قرآن میں اُس چیز کو جو فے سے حاصل ہو (کافروں کی) بستی والوں سے یعنی جو کہ گھوڑوں اور اونٹوں کو دوڑائے بغیر اور قتال کئے بغیر مل جائے مصارف مذکورہ کے لئے معین فرماتے ہیں جو کہ خدا و رسولؐ اور رسولؐ کے اہل قرابت اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافر ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں لِلْفُقَرَاءِ یعنے وہ فے فقراء مہاجرین کے لئے ہے اور انصار کیلئے

[1] راوی نے اس واقعہ کو مستبعد سمجھتے ہوئے لفظ حُدِّثْتُ استعمال کیا۔ ابو قحافہ نے آخر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مترجم

وبرائے تابعان ایشان باحسان کہ
بوصف نصیحت و خیر خواہی و دعاء خیر
برائے پیشینیان متصف اند چون فئے
برائے جماعۂ غیر محصورین مقرر شد ملک
معین کسے نباشد بلکہ ہر کسے را قدر احتیاج
او باید داد و معنے خلیفہ نیست الّا آنکہ
تصرف کند در بیت المال مسلمین بموافقت
سُنّت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
بہ نیابت او علیہ الصلوٰۃ والسلام
پس خلیفہ متصرف در فے باشد و
آن فے ملک آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نبود تا مبحث میراث
دران جاری باشد و نیز آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم شخصے خاص را
از اقارب خود ہبہ او نتواند کرد
وہو المقصود عن عمر بن الخطاب
قال کانت اموالُ بنی النضیر مما
افاء اللہُ علی رسولہ مما لم یُوجف
المسلمون علیہ من خیلٍ و لا
رکابٍ و کانت لرسولِ اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم خاصّۃً وکان یُنفق
علی اہلہ منہا نفقۃَ سنۃٍ ثم
یجعل ما بقی فی السلاح والکراع
عُدّۃً فی سبیلِ اللہ عن مالک
ابن اوس بن الحدثان قال قرأ
عمرُ بن الخطاب اِنّما الصدقٰتُ للفقرآءِ و
المسٰکین حتّٰی بلغ علیمٌ حکیمٌ ثم
قال ہٰذہ لہؤلاء ثم قرأ واعلموا انّما
غنمتم من شیءٍ فانّ للہ خمسہ الآیۃ

اور اُن کے بعد اخلاص کے ساتھ اُن کی پیروی کرنے والوں کے لئے
ہے جو ایمان پر پہل کرنے والوں کے حق میں نصیحت و خیر خواہی اور
دعا خیر کے اوصاف سے مُتّصِف ہیں۔ چونکہ فئے کو ایسی جماعت
کے لئے مقرر کیا گیا ہے جو غیر محصور ہے تو یہ (مخصوص افراد کی) ملک
نہ ہوگی بلکہ اس میں سے ہر ایک کو اُس کی ضرورت کے مطابق دینا چاہیے
اور خلیفہ کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں ہیں کہ وہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق مسلمانوں کے بیت المال میں تصرف
کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بن کر۔ تو خلیفہ فے میں
متصرف ہوگا۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک نہیں تھی کہ
اُس میں میراث کی بحث جاری ہو جائے اور نیز آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اپنے اقارب میں سے کسی خاص شخص کو اُس کا ہبہ بھی
نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ عمر بن الخطاب سے مروی
ہے فرمایا کہ بنو نضیر کے اموال اُس قسم میں سے تھے جن پر مسلمانوں
کو گھوڑے دوڑانے پڑے اور نہ اُونٹ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو
فے کے طور پر عطا فرمائے تھے اور یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے لئے خاص تھے اور آپ اپنے متعلقین پر اس میں سے سال بھر تک
خرچ کرتے تھے۔ جو باقی بچتا تھا اُس کو جہاد فی سبیل اللہ کے سامان
ہتھیاروں اور گھوڑوں میں خرچ کرتے تھے۔ اور مالک بن اوس
ابن الحدثان سے مروی ہے کہا کہ عمر بن الخطاب نے یہ آیت پڑھی اِنّما
الصدقٰتُ لِلفقرآءِ والمسٰکین یہاں تک کہ علیمٌ حکیمٌ
تک پہنچے (۹: ۶۰) صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا
اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا منظور
ہے اور غلاموں کی گردن چھوڑانے میں اور قرضداروں کے قرضہ
میں اور جہاد میں اور مسافروں میں۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر
ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔ پھر پڑھا
واعلموا انّما غنمتم الخ (۸: ۴۱) اور اس بات کو جان لو کہ جو
شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اُس کا حکم یہ ہے کہ کل
کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے اور (ایک حصہ) آپ کے
قرابت داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ)

ثم قال
هذه لهؤلاء
ثم قرأ ما أفاء
الله على رسوله
من أهل القرى حتى
بلغ للفقراء المهاجرين
إلى آخر الآية ثم قال
هذه للمهاجرين ثم تلا
والذين تبوءوا الدار
والإيمان من قبلهم
إلى آخر الآية فقال هذه
للأنصار ثم قرأ والذين
جاءوا من بعدهم
إلى آخر الآية

غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے" پھر کہا کہ یہ حصے تو ان
(طبقات) کے ہوئے پھر پڑھا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ
الْقُرٰى سے یہاں تک کہ پہنچے لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ آخر آیت تک
(۵۹: ۷-۸) جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسول کو دوسری
بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوائے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر
کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور (آپؐ کے) قرابت
داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ
(مالِ فے) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجائے اور رسولؐ
تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے
تم کو روک دیں تم رُک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ
(مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے۔ اور ان حاجتمند مہاجرین
کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً
وظلماً) جُدا کر دیے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور
رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ
(کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان) کے سچے
ہیں" پھر عمرؓ نے کہا کہ یہ (آیت) مہاجرین (کے حصہ) کے لئے
ہے۔ پھر تلاوت کی وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ
قَبْلِهِمْ سے آخر آیت تک (۵۹: ۹) اور (نیز) ان لوگوں کا
(بھی حق ہے) جو دار الاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین)
کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت
کرکے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ
ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دِلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے
اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ اور (واقعی)
جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح
پانے والے ہیں" تو کہا کہ یہ (آیت) انصار کے لئے ہے۔ پھر پڑھا
وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ سے آخر آیت تک (۵۹: ۱۰) اور
ان لوگوں کا (بھی اس مالِ فے میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے
جو (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار
ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان

ثم قال استوعبت هذه للمسلمين عامة وليس احد الا له في هذا المال حق الا ما تملكون من رقيقكم ثم قال لئن عشت ليأتين الراعي وهو بسرو حمير نصيبه منها لم يعرق جبينه ٭ عن زيد بن اسلم عن ابيه قال سمعت عمر بن الخطاب يقول اجتمعوا لهذا المال فانظروا لمن ترونه ثم قال لهم انی امرتکم ان تجتمعوا لهذا المال فتنظروا لمن ترونه و انی قرأت آیات من کتاب الله کفتنی سمعت الله یقول مَا اَفَاءَ اللهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ الی قوله اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ و الله ما هو لهؤلاء وحدهم وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ الی قوله الْمُفْلِحُوْنَ والله ما هو لهؤلاء وحدهم وَ الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا الی قوله رَحِیْمٌ ٭ والله ما احد من المسلمين الا له حق في هذا المال أعطي منه او منع منه حتى راع بعدن ٭ عن سعيد بن المسيب قال قسم عمر ذات يوم قسما من المال فجعلوا يثنون عليه فقال ما احمقكم لو كان لي ما أعطيتكم منه درهما ٭ عن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوشك ان يملأ الله ايديكم من العجم ثم يجعلهم اسدا لا يفرون فيقتلون مقاتلتكم ويأكلون فيئكم ٭ عن السائب بن يزيد

لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ آیت عامہ مسلمین کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور کوئی ایسا (مسلمان حاجتمند) نہیں جس کا اس مال میں حق نہ ہو بجز اُن غلاموں کے جن کے تم مالک ہو۔ پھر فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو اس میں سے سرو حمیر کے چرواہے تک اس کا حصّہ اس طرح پہنچادوں گا کہ اس کی پیشانی پر پسینہ بھی نہ آئے۔ اور مروی ہے زید بن اسلم سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ اسلم سے کہا کہ میں نے سُنا عمرؓ بن الخطاب سے کہتے تھے کہ اس مال کے لئے اکٹھے ہوجاؤ پھر نظر کرو جس کو تم (مستحق) دیکھو۔ پھر ان لوگوں سے فرمایا کہ میں نے تمھیں حکم دیا تھا کہ اس مال کے لئے جمع ہوجاؤ تاکہ تم غور کرلو جس کے بارے میں تمھاری رائے ہو اور میں نے پڑھی ہیں چند آیات کتاب اللہ کی وہ میرے لئے کافی ہوگئیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سُنا کہ وہ فرماتے ہیں مَآ اَفَآءَ اللهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ سے هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ تک پڑھ کر فرمایا کہ واللہ وہ صرف ان ہی لوگوں کے لئے نہیں (پھر یہ آیت پڑھی) وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ سے الْمُفْلِحُوْنَ ۝ تک (پھر فرمایا) وہ صرف ان ہی لوگوں کے لئے نہیں (پھر یہ آیت پڑھی) وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ سے رَحِیْمٌ ۝ تک (پھر فرمایا) واللہ مسلمانوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا مگر اُس کا اس مال میں حق ہے اس میں سے اس کو دیا جائے یا اُس سے روکا جائے حتّے کہ اس چرواہے کا بھی جو عدن میں رہتا ہو۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ ایک دن عمرؓ نے لوگوں پر مال تقسیم کیا تو انھوں نے اُن کی تعریف شروع کردی تو عمرؓ نے کہا کیسے احمق ہو تم لوگ۔ اگر یہ مال میرا ہوتا تو میں تم کو اس میں سے ایک درہم بھی نہ دیتا۔ مروی ہے سمرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ہاتھوں کو عجم (یعنی غیر عرب) کے مال سے بھردے۔ پھر ان کو شیر بنادے گا کہ وہ نہیں بھاگیں گے اور تمھارے لڑنے والوں کو قتل کرڈالیں گے اور وہ تمھارے اموال کھائیں گے۔ مروی ہے سائب بن یزید

قال سمعتُ عمرَ بن الخطاب یقولُ والذی
لا الٰہ الا ہو ثلثاً ما من الناس احد الا
لہ فی ہذا المال حقٌ اُعطیہ او مُنعہ
وما احدٌ احقَّ بہ من احدٍ الا عبدٌ مملوک
وما انا فیہ الا کاحدہم ولکنا علی
منازلنا من کتاب اللہ وقسمنا من
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالرجلُ
وبلاءہ فی الاسلام والرجلُ و
قدمہ فی الاسلام والرجل وغناءہ
فی الاسلام والرجل وحاجتہ
واللہ لئن بقیتُ لیاتینّ الراعی
بجبل صنعاء حظّہ من ہذا المال
وہو بمکانہ وعن الحسن قال
کتب عمر الی حذیفۃ ان اَعطِ
الناس اَعطیتہم وارزاقہم فکتب الیہ
انا قد فعلنا وبقی شئٌ کثیر فکتب الیہ عمر
انہ فیئہم الذی افاء اللہ علیہم لیس ہو لعمر
ولا لآل عمر اقسمہ بینہم عن قتادۃ فی
قولہ لِلفُقَرَاءِ المُہٰجِرِینَ الَّذِینَ اُخرِجُوا
من دیارہم الی آخر الآیۃ قال ہؤلاء
المہاجرون ترکوا الدیار والاموال
والاہلین والعشائر وخرجوا حبا للہ و
رسولہ واختاروا الاسلام علی ما کانت
فیہ من شدۃ حتی لقد ذکر لنا
ان الرجل کان یعصب الحجر علی بطنہ
لیقیم بہ صلبہ من الجوع وکان الرجل
یتخذ الحفرۃ فی الشتاء مالہ دثار غیرہا
وعن قتادۃ فی قولہ والذین تبوّؤا الدار
والایمان الی آخر الآیۃ قال ہم ہذا الحی من الانصا

کہا کہ میں نے سنا عمرؓ بن الخطاب سے کہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اُس ذات
کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تین مرتبہ (کہا) کہ لوگوں میں
سے کوئی نہیں مگر اس کا اس مال میں حق ہے اُس کو دیا جائے یا
روکا جائے اور کوئی ایک دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں بجز مملوک
غلام کے اور میں بھی اس میں تم میں سے کسی ایک کی طرح ہوں۔
لیکن ہم اپنی اُن منزلوں پر ہیں جو کتاب اللہ میں متعین کر دی
گئیں اور اُن حصّوں پر جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
ثابت ہوئے کہ ایک شخص ہے اور اسلام کی وجہ سے جو مصیبت
اُس پر پڑی (اس کا آپ نے لحاظ رکھا) اور ایک شخص ہے کہ اسلام
میں ثابت قدم رہا اور ایک شخص ہے جو اسلام میں بہت کارآمد
رہا، ایک شخص ہے (جو حاجتمند ہے) اُس کی حاجت کو دیکھا۔
واللہ اگر میں زندہ رہا تو میں اس مال میں سے اُس چرواہے تک اُس کا
حصّہ پہنچا کر رہوں گا جو جبلِ صنعاء میں ہو اور وہ اپنے مقام پر
موجود رہے۔ اور مروی ہے حسنؒ سے کہ عمرؓ نے حذیفہؓ کو لکھا کہ
لوگوں کو مقررہ عطیات اور اُن کے وظائف دیدو۔ حذیفہؓ نے
عمرؓ کو لکھا کہ ہم نے تعمیل کر دی اور بہت کچھ بچ گیا ہے۔ پھر عمرؓ
نے ان کو لکھا کہ یہ ان ہی کا حصّہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے اُن کے لئے متعین
کر دیا ہے۔ وہ عمرؓ کے لئے یا عمرؓ کی اولاد کے لئے نہیں ہے۔ اُن ہی
کے درمیان تقسیم کر دو۔ مروی ہے قتادہؒ سے آیہ لِلفُقَرَاءِ
المُہٰجِرِینَ الخ میں کہ کہا کہ یہ وہ مہاجرین ہیں جنھوں نے اپنے
گھروں کو چھوڑا اور اموال کو اور گھر والوں کو اور اہلِ قرابت
کو اور نکل پڑے اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں اور
اُنھوں نے یہ جانتے ہوئے اسلام کو اختیار کیا کہ اس میں کتنی سختیاں
جھیلنا ہوں گی یہاں تک کہ ہم سے وثوق کے ساتھ ذکر کیا گیا کہ
ایک شخص ہے جو بھوک کی شدت سے اپنی کمر سیدھی رکھنے کے لئے
پیٹ سے پتھر باندھ رہا ہے اور ایک شخص ہے جو سردی سے بچنے کے
گڑھا کھود کر اپنا ٹھکانا بنا رہا ہے اور اس کے پاس اوڑھنے کے لئے
کوئی کپڑا اس کے سوا نہیں ہے۔ اور مروی ہے قتادہؒ سے آیت
وَالَّذِینَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ الخ میں کہا کہ وہ یہی انصا

اسلموا فی دیارہم و ابتنوا المساجد قبل قدوم النبی صلے اللہ علیہ وسلم بسنتین واحسن اللہ الثناء علیہم فی ذلک وہاتان الطائفتان الاولیان من ہذہ الامۃ اخذتا بفضلہما و اثبت اللہ حظہما فی ہذا الفیء ثم ذکر الطائفۃ الثالثۃ فقال وَالَّذِیْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِہِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الیٰ آخر الآیۃ قال انما امروا ان یستغفروا لاصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ولم یؤمروا بسبہم عن الحسن قال فضل اللہ المہاجرین علے الانصار فلم یجدوا فی صدورہم حاجۃ قال الحسد عن عمر انہ قال اوصی الخلیفۃ بعدی بالمہاجرین الاولین ان یعرف لہم حقہم ویحفظ لہم حرمتہم و اوصیہ بالانصار الذین تبوؤا الدار والایمان من قبل ان یہاجر النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان یقبل من محسنہم ویعفو عن مسیئہم عن سعد بن ابی وقاص قال الناس علے ثلاث منازل قد مضت منزلتان وبقیت منزلۃ فاحسن ما انتم کائنون علیہ ان تکونوا بہذہ المنزلۃ التی بقیت ثم قرأ لِلْفُقَرَاءِ الْمُہَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ وَ اَمْوَالِہِمْ الآیۃ ثم قال ہؤلاء المہاجرون وہذہ منزلۃ وقد مضت ثم قرأ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِہِمْ الآیۃ ثم قال ہؤلاء الانصار وہذہ منزلۃ وقد مضت ثم قرأ وَالَّذِیْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِہِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ فقد مضت ہاتان المنزلتان وبقیت ہذہ المنزلۃ فاحسن ما انتم کائنون علیہ

میں کا قبیلہ ہے جو اپنے گھروں میں اسلام لاتے اور انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے دو برس پہلے مسجدیں بنالی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بارے میں اچھی تعریف کی ہے اور یہ دونوں پہلی جماعتیں اس امت میں سے ایسی ہیں جو اپنی (سب سے بڑی) فضیلت کی مالک بن چکیں اور اللہ تعالےٰ نے ان دونوں جماعتوں کا اس فیٔ میں حصہ قائم کیا۔ پھر تیسرے گروہ کا ذکر کیا اور فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِہِمْ یَقُوْلُوْنَ آخر آیت تک۔ (قتادہؒ نے) کہا کہ (اس عنوان سے) ان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائے مغفرت کیا کریں اور ان کو گالیاں دینے کا حکم نہیں دیا گیا تھا (جس کے مرتکب یہ لوگ خلافت وغیرہ کے امور میں ہوتے)۔ حسنؒ سے مروی ہے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو انصار پر فضیلت دی۔ فلم یجدوا فی صدورہم حاجۃ میں کہا کہ (حاجت سے) حسد مراد ہے۔ مروی ہے عمرؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں مہاجرین اولین کے بارے میں کہ ان کے حق کو پہچانیں اور ان کے احترام کا تحفظ کریں اور ان انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں جو اس دار الاسلام (مدینہ) میں متوطن اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کر کے آنے سے پہلے ہی سے ایمان پر قائم ہیں کہ ان کے اچھے لوگوں کی قدر کریں اور بروں سے درگزر کریں۔ مروی ہے سعدؓ بن ابی وقاص سے کہا کہ لوگ تین منزلوں پر تھے دو منزلیں تو گزر چکیں اور ایک منزل باقی رہ گئی تو جس منزل میں تم اب موجود ہو اس کی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ تم (اس سے نیچے نہ گرو بلکہ) اس پر قائم رہو کہ اب باقی رہ گئی ہے۔ پھر (اس اجمال کی تفصیل کے لئے) یہ آیات پڑھیں للفقراء المہٰجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم پھر فرمایا کہ یہ تو مہاجرین ہیں اور یہ منزل گزر چکی پھر پڑھا والذین تبوؤا الدار والایمان من قبلہم الخ پھر کہا کہ یہ انصار ہیں اور ایک منزل یہ ہے اور یہ بھی گزر چکی۔ پھر پڑھا والذین جاءو من بعدھم یقولون الخ تو وہ دو منزلیں گزر چکیں اور اب یہ ایک منزل باقی رہ گئی ہے تو یہ اچھی منزل جس پر تم اب ہو

ان تکونوا بہذہ المنزلۃ عن الضحاک والذین
جاءو من بعدہم الآیۃ قال امروا بالاستغفار
لہم وقد علم ما احدثوا عن عائشۃ قالت
امروا ان یستغفروا لاصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فسبوہم ثم قرأت ہذہ الآیۃ
والذین جاءو من بعدہم یقولون ربنا اغفرلنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان عن ابن عمرؓ
انہ سمع رجلاً وہو یتناول بعض المہاجرین
فقرأ علیہ للفقراء المہاجرین الآیۃ ثم
قال ہؤلاء المہاجرون أفمنہم انت قال
لا ثم قرأ علیہ والذین تبوؤا الدار و
الایمان الآیۃ قال ہؤلاء الانصار أفمنہم
انت قال لا ثم قرأ علیہ والذین جاءو من
بعدہم الآیۃ قال أفمن ہؤلاء انت قال ارجو
قال لیس من ہؤلاء من سب ہؤلاء
ذ من وجہ آخر عن ابن عمر انہ بلغہ ان رجلاً
نال من عثمانؓ فدعاہ فاقعدہ بین یدیہ
فقرأ علیہ للفقراء المہاجرین الآیۃ قال
من ہؤلاء انت قال لا ثم قرأ والذین
تبوؤا الدار والایمان الآیۃ ثم قال
من ہؤلاء انت قال لا ثم قرأ والذین
جاءو من بعدہم الآیۃ قال أمن ہؤلاء
انت قال ارجو ان اکون منہم
قال لا واللہ ما یکون منہم من
تناولہم وکان فی قلبہ الغل علیہم
عن نعیم بن محمد الرحبی قال کان فی خطبۃ
ابی بکر الصدیق واعلموا انکم تغدون و
تروحون فی اجل قد غیب عنکم علمہ فان
استطعتم ان ینقضی الاجل وانتم

اس پر قائم رہو۔ مروی ہے ضحاکؒ سے والذین جاءو من بعدہم الخ
کہا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے لئے استغفار کریں اور جو کچھ
انھوں نے کیا وہ معلوم ہی ہے۔ مروی ہے عائشہؓ سے فرمایا کہ
لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے
استغفار کریں مگر انھوں نے ان کو گالیاں دینا شروع کر دیں پھر
یہ آیت پڑھی والذین جاءو من بعدہم یقولون ربنا اغفرلنا و
لاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ انھوں
نے ایک شخص سے انصار کی عیب جوئی کی باتیں سنیں تو انھوں
نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی للفقراء المہاجرین الخ پھر فرمایا
کہ یہ تو مہاجرین ہیں، کیا تو ان میں سے ہے؟ اس نے کہا نہیں۔
پھر اس کے سامنے یہ آیت پڑھی والذین تبوؤا الدار والایمان الخ
فرمایا کہ یہ انصار ہیں۔ کیا تو ان میں سے ہے؟ اس نے کہا نہیں۔
پھر اس کے سامنے یہ آیت پڑھی والذین جاءو من بعدہم آخر تک
اور پوچھا کیا ان میں سے ہے تو؟ اس نے کہا امید کرتا ہوں۔ فرمایا نہیں!
وہ ان میں سے نہیں جو ان کو گالیاں دے۔ اور ابن عمرؓ سے
ایک روایت بصورت دیگر مروی ہے۔ وہ یہ کہ ان کو یہ بات
پہنچی کہ ایک شخص عثمانؓ پر عیب لگاتا ہے تو انھوں نے اس کو
بلایا اور اپنے سامنے بٹھایا پھر اس کے سامنے آیت للفقراء المہاجرین الخ
پڑھ کر کہا کہ کیا ان ہی میں سے ہے تو؟ اس نے کہا نہیں پھر
آیت والذین تبوؤا الدار والایمان آخر تک پڑھ کر پوچھا کہ
کیا ان میں سے ہے تو؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر پڑھا والذین
جاءو من بعدہم آخر تک پھر پوچھا کہ کیا ان میں سے ہے تو؟ اس نے
کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ ان میں سے ہوں۔ ابن عمرؓ نے کہا نہیں
واللہ ان میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جو ان کی عیب جوئی
کرتا ہو اور اس کے قلب میں ان کی طرف سے کینہ ہو۔ مروی ہے
نعیم بن محمد الرحبی سے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ کے خطبہ میں یہ ارشاد
تھا اے لوگو جان لو کہ تم صبح و شام میں اجل ہوئے ہو ایک
مدت معینہ کے اندر جس کا علم تم سے مخفی رکھا گیا ہے تو اگر تم
میں استطاعت ہو کہ اس مدت کو گزار دو اس طرح کہ تم (فقنوں)

على حذرٍ فافعلوا ولن تستطيعوا
ذلك الا بالله وان اقوامًا
جعلوا اعمالهم لغيرهم فنهاكم الله
ان تكونوا امثالهم فقال وَلَا
تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللهَ
فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ○ اين من كنتم تعرفون
من اخوانكم قد انتهت عنهم
اعمالهم و وردوا على ما قدموا
اين الجبارون الاولون الذين
بنوا المدائن وحصنوها بالحوائط
و قد صاروا تحت الصخر
و الآكام هذا كتاب الله
لا تفنى عجائبه ولا يطفى نوره
استضيئوا منه ليوم الظلمة وانتصحوا
كتابه وتبيانه فان الله قد اثنى على قوم
فقال كَانُوا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ
وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا
وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ○ لا خير
في قول لا يبتغى به وجه
الله و لا خير في مال لا ينفق
في سبيل الله و لا خير فيمن يغلب
غضبه حلمه و لا خير في رجل
يخاف في الله لومة لائم.
عن علي قال بعثني رسول الله صلى الله
عليه وسلم انا والزبير والمقداد فقال
انطلقوا حتى تاتوا روضة خاخ فان
بها ظعينة معها كتاب

بچتے رہو تو ایسا کرو اور تم میں اس کی استطاعت ہرگز نہ ہوگی
مگر اللہ تم کی توفیق سے اور بہت سی قومیں ہیں جنھوں نے (اپنے
کردار چھوڑ کر) دوسروں کے اعمال اختیار کر لئے (اور تباہ ہوگئیں)
تو اللہ تعالیٰ نے تم کو روکا ہے اس سے کہ تم ان جیسے بنو اور فرمایا وَ
لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ الخ (۵۹: ۱۹) اور تم اُن لوگوں کی طرح نہ
ہوجانا جنھوں نے اللہ (کے احکام) سے بے پرواہی کی تو اللہ تعالیٰ
نے خود ان کی جان سے ان کو بے پرواہ بنا دیا یہی لوگ نافرمان
ہیں۔" وہ تمہارے بھائی کہاں گئے جن کو تم پہچانتے تھے اُن کے
اعمال کا دفتر بند ہوچکا ہے۔ اور وہاں جو کچھ وہ پہلے بھیج چکے تھے
اُس پر پہنچ گئے۔ کہاں ہیں وہ دورِ گزشتہ کے سرکش لوگ جنھوں
نے شہروں کی بنیادیں رکھیں اور اُن کو قلعہ بند کیا چہار دیواری
سے اور وہ خود پتھروں اور جھاڑیوں کے نیچے پہنچ گئے۔ یہ اللہ
کی کتاب (موجود) ہے جس کے عجائب ختم نہ ہوں گے اور اس کا
نور کبھی نہ بجھایا جا سکے گا۔ تاریکی کے دن میں اس سے روشنی حاصل
کیا کرو، اللہ کی کتاب اور اس کے بیان سے نصیحت حاصل کرو،
دیکھو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی تعریف کی اور فرمایا كَانُوْا
يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ (۲۱: ۹۰) یہ لوگ نیک کاموں میں
دوڑتے تھے اور اُمید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کرتے تھے اور
ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔" اُس قول میں خیر نہیں جس سے
اللہ کی رضا مطلوب نہ ہو۔ اور اُس مال میں خیر نہیں جو اللہ کے
راستہ میں خرچ نہ کیا جائے۔ اور اُس شخص میں خیر نہیں جس کے
حلم پر اُس کا غضب غالب آجاتا ہے اور اُس شخص میں خیر نہیں
جو اللہ (کے حکم کی تعمیل) میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے
ڈرے۔

از سورۂ ممتحنہ

مروی ہے علی رضی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے
اور زبیر اور مقداد کو بھیجا اور کہا کہ روانہ ہوجاؤ جب تم روضۂ خاخ[1]
پر پہنچوگے وہاں تم کو ایک عورت ملیگی اُس کے ساتھ ایک خط ہے

[1] روضہ خاخ ایک موضع ہے مدینہ سے بارہ کوس کے فاصلہ پر۔

تعادوہ منہا فاتونی بہ فخرجنا حتی اتینا الروضۃ فاذا نحن بالظعینۃ فقلنا اخرجی الکتاب قالت ما معی من کتاب فقلنا لتخرجن الکتاب او لنلقین الثیاب فاخرجتہ من عقاصہا فاتینا بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا فیہ من حاطب ابن ابی بلتعۃ الی اناس من المشرکین بمکۃ یخبرہم ببعض امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ہذا یا حاطب قال لا تعجل علی یا رسول اللہ انی کنت امرأ ملصقا فی قریش ولم اکن من انفسہا وکان من معک من المہاجرین لہم قرابات یحمون بہا اہلیہم واموالہم بمکۃ فاحببت اذ فاتنی ذلک من النسب فیہم ان اصطنع علیہم یدا یحمون بہا قرابتی وما فعلت ذلک کفرا ولا ارتدادا عن دینی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق فقال عمر دعنی یا رسول اللہ فاضرب عنقہ فقال انہ شہد بدرا وما یدریک لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم وانزلت فیہ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْہِمْ بِالْمَوَدَّۃِ۔ عن عمر بن الخطاب قال کتب حاطب بن ابی بلتعۃ الی المشرکین بکتاب فجیئ بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وہ اُس سے لے کر میرے پاس لے آو۔ ہم روانہ ہوگئے۔ جب ہم روضہ پر پہنچے تو ہمارے سامنے وہ عورت موجود تھی۔ ہم نے اس کہا وہ خط نکال (جو تو لے جارہی ہے) اس نے کہا میرے ساتھ کوئی خط نہیں، ہم نے کہا تجھے ضرور خط نکالنا پڑے گا یا تجھے اپنے کپڑے اُتارنے پڑیں گے تو اُس نے اپنے بالوں کے جُوڑے میں سے خط نکال کر دیا جس کو لے کر ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے تھا مشرکین مکہ کے چند لوگوں کے نام جس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض خاص معاملہ (یعنی مکہ پر حملہ کرنے کے ارادے) کی اُن کو خبر دے رہے تھے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے اے حاطب! حاطب نے کہا یارسول اللہؐ میرے بارے میں رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کیجیے۔ میں ایک ایسا شخص ہوں جو قریش میں مل گیا تھا اور میں ان کے خاندان میں سے نہیں تھا اور جتنے لوگ مہاجرین میں سے آپ کے ساتھ ہیں ان کی وہاں قرابتیں ہیں جن کے ذریعہ سے اُن کے اہل و اموال کا مکہ میں بچاؤ ہو رہا ہے تو میں نے یہ چاہا کہ اس حالت میں کہ نسبی راہ سے میرے اہل و عیال کے بچاؤ کی کوئی صورت مجھے میسّر نہیں ہے میں ان پر اپنا ایک احسان رکھدوں جس کی وجہ سے وہ لوگ میرے اقربار کی حفاظت کریں اور میں نے ایسا اس لئے نہیں کیا کہ مجھ میں کُفر ہے یا میں اپنے دین سے پھر گیا ہوں یہ سنکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاطب نے سچ کہا ہے۔ عمرؓ نے کہا یارسول اللہؐ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بدر میں حاضر تھا اور تمھیں کیا خبر کیا عجب ہے اللہ تعالےٰ نے اہل بدرؓ کی لغزشوں پر مطلع ہوتے ہوئے فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں تمھاری مغفرت کرچکا ہوں اور اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا (۶۰:۱) اے ایمان والو تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو۔ عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے فرمایا کہ حاطب ابن ابی بلتعہ نے مشرکین کو ایک خط لکھا تھا وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس

فقالَ یا حاطبُ ما دعاک الیٰ ما صنعتَ قال یا رسولَ اللہ کان اہلی فیھم فخشیتُ ان یضرموا علیھم فقلتُ اکتبُ کتاباً لا یضرُّ اللہَ ولا رسولَہ، فقلتُ اضربُ عنقَہ یا رسولَ اللہ فقد کفر فقال وما یدریک ابنَ الخطاب اَنْ یکون اللہُ اطلعَ علیٰ اہلِ ہذہ العصابۃ من اہل بدرٍ فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرتُ لکم عن ابنِ شہاب انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعملَ ابا سفیانَ ابن حرب علیٰ بعض الیمن فلما قبض رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل فلقیَ ذا الخمار مرتداً فقاتلہ فکان اولُ من قاتلَ فی الردّۃ وجاہدَ عن الدین قال ابن شہاب وہو ممن انزلَ اللہ فیہ عسَی اللہُ اَنْ یجعلَ بینکم وبینَ الذین عادیتم منھم مودّۃً وعن ابی ہریرۃ قال اوّلُ من قاتلَ اہلَ الردّۃ علیٰ اقامۃ دین اللہ ابو سفیان بن حرب وفیہ نزلت ہذہ الآیۃ عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منھم مودّۃ عن ابن عباسٍ فی قولہ عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منھم مودّۃً قال نزلت فی تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم امِّ حبیبۃ عن ابن عباس قال اسلمَ عمرُ بن الخطاب وتأخرت امرأتہٗ فی المشرکین فانزل اللہ وَلَا تُمْسِکُوْا بِعِصَمِ الْکَوَافِرِ عن مقاتل قال اُنزلت ہذہ الآیۃ یومَ الفتح

لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے حاطب کس چیز نے تجھے اس کام پر اُکسایا جو تو کر گزرا۔ حاطبؓ نے کہا یا رسول اللہ میرے متعلقین اُن میں رہ گئے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ اُن پر تلوار چلا دیں تو میں نے خیال کیا کہ میں اُن کو خط لکھدوں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں نے کہا میں اس کی گردن ماردوں یا رسول اللہ یہ کافر ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابن الخطابؓ تجھے کیا خبر اللہ تعالےٰ نے اس گروہ اہلِ بدر (کی خطایا) پر مطلع ہوتے ہوئے یہ فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمھاری مغفرت کر دی ہے۔ مروی ہے ابن شہاب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن کے ایک علاقہ پر ابوسفیان بن حرب کو عامل بنایا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ابوسفیان آئے (راہ میں) مقابلہ ہوا ذوالخمار سے جو مرتد ہو گیا تھا اس سے قتال کیا۔ تو ابوسفیان پہلے شخص تھے جس نے ردّت کے سلسلہ میں قتال کیا اور دین کی طرف سے جہاد کیا۔ ابن شہابؒ نے کہا کہ اور وہ بھی اُن لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے نازل کیا عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ الخ (۶۰: ۷) اللہ تعالےٰ سے اُمید ہے (یعنی اُدھر سے وعدہ ہے) کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمھاری عداوت ہے دوستی کر دے۔ اور ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے قتال کیا اہلِ ردّت سے اللہ تعالےٰ کے دین کے قائم کرنے کے لئے وہ ابوسفیان بن حربؓ ہے اور اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی عسی اللہ ان یجعل الخ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے عسی اللہ ان یجعل بینکم الخ کے بارے میں کہ یہ آیت اُمِّ حبیبہؓ (ابوسفیان کی بیٹی) سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہونے کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب اسلام لے آئے تھے اور اُن کی بیوی اُن سے پیچھے رہ گئی مشرکین میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی وَلَا تُمْسِکُوْا بِعِصَمِ الْکَوَافِرِ (۶۰: ۱۰) اور (اے مسلمانو) تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو۔ مروی ہے مقاتل سے کہ فتح مکہ کے دن آیت نازل ہوئی (یعنی) یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ الخ (۶۰: ۱۲) اے پیغمبر جب

فبایع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الرجال علے الصفا و عمر یبایع النساء تحتہا عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
وعن اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن بن عطیۃ عن جدتہ ام عطیۃ قالت لما قدم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المدینۃ جمع نساء الانصار فی بیت فارسل الیہن عمر بن الخطاب فقام علے الباب فسلم فقال انا رسول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الیکن تبایعن علے ان لا تشرکن باللہ شیئاً و لا تسرقن و لا تزنین الآیۃ قلنا نعم فمد یدہ من خارج البیت و مددنا ایدینا من داخل البیت قال اسمٰعیل فسألت جدتی عن قولہ و لا یعصینک فی معروف قالت نہانا عن النیاحۃ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امر عمر ابن الخطاب فقال قل لہن ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یبایعکن علے ان لا تشرکن باللہ شیئاً و کانت ہند متنکرۃ فی النساء فقال لعمر قل لہن و لا تسرقن قالت ہند واللہ انی لاصیب من ابی سفیان الہنۃ فقال و لا تزنین فقالت وہل تزنی الحرۃ فقال و لا تقتلن اولادکن قالت ہند انت قتلتہم یوم بدر ولا یاتین ببہتان یفترینہ بین ایدیہن وارجلہن ولا یعصینک فی معروف قال منعہن ان ینحن وکان اہل الجاہلیۃ یمزقن الثیاب

مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آویں کہ آپ ان سے ان باتوں پر بیعت کریں، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے بیعت لی کوہ صفا کے اوپر اور عمرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں سے بیعت لے رہے تھے کوہ صفا کے نیچے۔ اور مروی ہے اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن بن عطیہ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنی دادی ام عطیہؓ سے کہتی تھیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع کیا اور ان کی طرف عمرؓ بن الخطاب کو بھیجا۔ وہ دروازے پر کھڑے ہوئے پھر سلام کیا اور کہا کہ میں تمہارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا آیا ہوں کیا تم اس پر بیعت کرو گی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گی اور نہ چوری کرو گی اور نہ زنا کرو گی (آیت میں جتنی باتیں ہیں سب کا اظہار کیا) ہم نے کہا ہاں تو انھوں نے گھر کے باہر سے ہاتھ بڑھایا اور ہم نے گھر کے اندر سے اپنے ہاتھ بڑھائے۔ اسمٰعیل نے کہا کہ میں نے اپنی دادی سے پوچھا کہ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِی مَعْرُوْفٍ سے کیا مراد ہے تو انھوں نے کہا کہ ہم کو نوحہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ بن الخطاب کو (مکہ میں) عورتوں سے بیعت لینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم سے بیعت لیتے ہیں اس پر کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ہند عورتوں میں پہچانی نہیں آتی تھی۔ آپ نے عمرؓ سے کہا کہ ان سے یہ کہہ کہ وہ چوری نہ کریں گی۔ ہند نے کہا کہ واللہ میں ابوسفیان کی معمولی چیزوں کو اڑا لے جاتی تھی۔ پھر عمرؓ نے کہا اور نہ زنا کریں تو (ہند نے) کہا کیا آزاد عورتیں زنا کرتی ہیں۔ پھر (عمرؓ نے) کہا اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گی۔ تو ہند بولی کہ ان کو تو تم بدر کے دن قتل کر چکے ہو۔ پھر کہا اور نہ بہتان کی (اولاد) لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفہ شوہر سے جنی ہوتی دعویٰ کر کے) بنالیویں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی۔ (ابن عباسؓ نے کہا کہ) ان کو نوحہ کرنے سے منع کیا ہے اور جاہلیت کے دور کی عورتیں اپنے کپڑے پھاڑ دیتیں

ویخمشن الوجوہ ویقطعن الشعور ویدعون بالویل والثبور۔

خدای تعالیٰ در سورۂ صف میفرماید

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَکَفَرَتْ طَّآئِفَۃٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّھِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰھِرِیْنَ ۝ امر میکند مومنان را کہ شوید یاری دہندگان خدا چنانکہ از اصحاب عیسیٰ علیہ السلام بعمل آمد گفت عیسیٰ پسر مریم حواریین را کیست یاری دہندہ من متوجہ بخدا آورد گفتند حواریان ما ئیم یاری دہندگان خدا پس ایمان آورد طائفہ از بنی اسرائیل و کافر گشت طائفہ پس تقویت دادیم مسلمانان را بر دشمنان ایشان پس گشتند غالب درین سورہ رمزی است بآنکہ خدای تعالیٰ غلبۂ دین حق بر جمیع ادیان خواستہ است و این معنے بتمام در زمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر نخواہد شد بلکہ بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدات خواہد بود و فتوح بسیار ظہور خواہد نمود چنانکہ بعد حضرت عیسیٰ حواریان بآن دین غالب شدند براعدای خویش واللہ اعلم وعن قتادۃ فی قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ قال قد کان ذلک بحمد اللہ جاءہ سبعون رجلاً فبایعوہ عند العقبۃ فنصروہ و آووہ حتے اظہر اللہ دینہ ولم یسم حی من السماء قط باسم ولم یکن

اور چہروں کو نوچ لیا کرتی تھیں اور بالوں کو کاٹ ڈالا کرتی تھیں اور ہائے تباہی ہائے ہلاکت پکارا کرتی تھیں۔

از سورۂ صف

حق تعالیٰ سورۂ صف میں فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ الخ (۶۱:۱۴) اے ایمان والو اللہ کے (دین کے) مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے (ان) حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے وہ حواری بولے ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں سو (اس کوشش کے بعد) بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگ منکر رہے۔ سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ غالب ہو گئے۔ مومنوں کو حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ کے مددگار بنو جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب سے عمل میں آیا۔ عیسیٰ بن مریم نے حواریین سے کہا کہ اللہ کے لئے مجھے مدد دینے والا کون ہے تو حواریوں نے کہا تھا کہ اللہ کے مدد دینے والے ہم ہیں۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت تو ایمان لے آئی اور ایک جماعت کافر ہو گئی تو ہم نے مسلمانوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلہ پر قوت دی تو وہ غالب ہو گئے۔ اس سورت میں اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ نے دین حق کو تمام دینوں پر غلبہ دینا چاہا ہے اور یہ بات پورے طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر نہیں ہوگی بلکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت سے جہاد ہوں گے اور بہت سی فتوحات کا ظہور ہوگا جیسا کہ حواری عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس دین کے ساتھ اپنے دشمنوں پر غالب آگئے، واللہ اعلم۔ اور قتادہ سے مروی ہے آیت یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کے بارے میں کہا الحمد للہ یہ واقع ہو چکا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کے پاس ستر آدمی آئے اور انھوں نے عقبہ کے نزدیک آپ سے بیعت کی پھر آپ کو مدد بھی دیتے رہے اور آپ کو ٹھکانا بھی دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا اور آسمان سے کسی زندہ[1] کی نشاندہی اس کا نام لے کر نہیں کی گئی اور ان کا نام

[1] یہ صورت تغلیباً ہے۔ احیاء میں سے زید بن حارثہ کا ذکر نام کے ساتھ موجود ہے ۱۲

بهم ذلك غيرهم وذُكر لنا ان بعضهم
قالَ هل تدرون على ما تبايعون هذا
الرجلَ انكم تبايعونه على محاربة العرب
كلها ولتسلموا وذُكر لنا ان رجلاً قال
يا نبيَ الله اشترطْ لربك ولنفسك
ما شئتَ قال اشترطُ لربي ان
تعبدوهُ ولا تشركوا به شيئاً واشترط
لنفسي ان تمنعوني مما منعتم انفسكم
وابناءكم قالوا فاذا فعلنا ذلك
فما لنا يا نبيَ الله قال لكم النصر
في الدنيا والجنةُ في الآخرة
ففعلوا وفعل اللهُ قال والحواريون
كلهم من قريش ابوبكر وعمر وعلي
وحمزةُ وجعفر وابوعبيدة بن الجراح
وعثمانُ بن مظعون وعبد الرحمن بن عوف
وسعد بن ابي وقاص وعثمانُ بن
عفان وطلحةُ بن عبيد الله والزبير بن
العوام عن ابن عباس فايدنا الذين
آمنوا محمدا صلى الله عليه وسلم وامته
على عدوهم فاصبحوا اليوم ظاهرين۔

عن السائب بن يزيد قال كان
النداء الذي ذكر الله في القرآن
يومَ الجمعة في زمن رسول الله
صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر وعامة
خلافة عثمان ان ينادي المنادي
اذا جلس الامامُ على المنبر
فلما تباعدت المساكن وكثر الناس
احدث النداء الاول فلم يعب الناس
ذلك عليه وقد عابوا عليه حين

انصار کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ بیعت کرنیوالوں
میں سے بعض نے یہ کہا تھا کہ تم سمجھ بھی رہے ہو کہ کس بات پر اس
شخص سے بیعت کر رہے ہو؟ تم بیعت کر رہے ہو پورے عرب سے جنگ
کرنے پر اور چاہیئے کہ تم اطاعت کرو۔ اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ ایک
شخص نے کہا یا نبی اللہ آپ ہم پر شرط قرار دیجئے اپنے رب کے لئے
اور اپنی ذات کے لئے جو آپ چاہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے رب کے لئے
یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ تم صرف اُسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ
کسی کو شریک نہ کرو اور اپنی ذات کے لئے یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ
جس طرح تم اپنی جانوں کا اور اپنی اولاد کا بچاؤ کرتے ہو میرا بھی کرو گے
انھوں نے کہا کہ جب ہم ایسا کریں گے تو اے نبی اللہ ہمارے لئے کیا اجر
ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ تمھارے لئے دنیا میں (خدا کی) مدد ہوگی اور آخرت
میں جنت۔ تو انھوں نے (شرط کو) پورا کر دیا اور اللہ نے (بھی)
پورا کر دیا۔ (قتادہؒ نے) کہا اور آپ کے حواری سب قریش میں سے
تھے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور علیؓ اور حمزہؓ اور جعفرؓ اور ابوعبیدہؓ بن الجراح
اور عثمانؓ بن مظعون اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور سعدؓ بن ابی وقاص
اور عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ بن عبید اللہ اور زبیرؓ بن العوام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے پس مدد
کی ہم نے اُن لوگوں کی جو ایمان لائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اور
اُن کی اُمت کی اُن کے دشمنوں پر تو وہ ہو گئے آج فتحیاب۔

از سورۂ جمعہ

سائب بن یزید سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن جس ندا کا قرآن
میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے (اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِن یَّومِ الجُمُعَۃِ)
وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے اور
ابتدائی سال خلافت عثمانؓ کے زمانہ میں یہ تھی کہ منادی (یعنی
موذن) اُس وقت ندا کرتا (یعنے اذان دیتا) تھا جب امام منبر
پر بیٹھ جاتا تھا۔ پھر جب مکانات دور دور بن گئے اور آبادی
پھیل گئی تو عثمانؓ نے پہلی اذان کا اضافہ کیا اور لوگوں نے عثمانؓ
کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا حالانکہ انھوں نے اس وقت
اعتراض کیا تھا جب منیٰ میں عثمانؓ نے

اتم الصلوٰۃ بمنیٰ قال کنا فی زمان عمر نصلی فاذا خرج عمر و جلس علی المنبر قطعنا الصلوٰۃ و تحدثنا وربما اقبل عمر علی بعض من یلیہ فسألہم عن سوقہم ودراہمہم والمؤذن یؤذن فاذا سکت المؤذن قام عمر فتکلم ولم نتکلم حتی یفرغ من خطبتہ عن خرشۃ بن الحر قال رأی معی عمر بن الخطاب لوحا مکتوبا فیہ اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ فقال من املٰی علیکم ہذا قلت ابی بن کعب قال ان ابیا اقرأنا للمنسوخ اقرأہا فامضوا الی ذکر اللہ عن الحسن انہ سئل عن قولہ تعالی فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ قال ما ہی بالسعی علی الاقدام ولقد نہوا ان یأتوا الصلوٰۃ الا وعلیہم السکینۃ والوقار ولکن بالقلوب والنیۃ والخشوع عن جابر بن عبد اللہ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ قائما اذ قدمت عیر المدینۃ فابتدرہا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لم یبق فیہم الا اثنا عشر رجلا انا فیہم وابوبکر وعمر فانزل اللہ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَہْوَا انْفَضُّوْا اِلَیْہَا الی آخر السورۃ وعن الحسن بینما النبی صلی

نماز پوری پڑھی تھی۔ کہا (سائبؓ نے) ہم عمرؓ کے زمانہ میں نماز پڑھتے ہوتے تھے پھر جب عمرؓ نکلتے اور منبر پر بیٹھ جاتے تھے تو نماز پڑھنا بند کر دیتے تھے اور بات کرتے تھے اور بسا اوقات عمرؓ اپنے پاس والوں کی طرف متوجہ ہو کر بازار کا اور درہموں کا سوال کر لیتے (یعنی اشیاء کے بھاؤ بحساب فی درہم دریافت کرتے) حالانکہ مؤذن اذان دیتا ہوا ہوتا تھا۔ پھر جب مؤذن خاموش ہوتا تو عمرؓ کھڑے ہوتے اور کلام کرتے اب ہم نہیں بولتے تھے یہاں تک کہ وہ اپنے خطبہ سے فارغ ہو جائیں۔ خرشہ بن الحر سے روایت ہے بیان کیا کہ ایک دن عمرؓ بن الخطاب نے میرے پاس ایک تختی دیکھی جس میں لکھا تھا اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ تو انھوں نے کہا کہ یہ تم کو کس نے لکھ کر دیا ہے؟ میں نے کہا اُبیّ بن کعب نے فرمایا کہ اُبیّ ہم میں منسوخ کا سب سے بڑا قاری ہے۔ اس کو فامضوا الی ذکر اللہ پڑھو۔ مروی ہے حسنؒ سے کہ ان سے پوچھا گیا آیت فاسعوا الی ذکر اللہ کے بارے میں تو انھوں نے کہا کہ یہ سعی (دوڑنا) قدموں پر نہیں ہے۔ اس سے تو لوگوں کو منع کیا گیا ہے یہ حکم ہے کہ جب نماز میں آئیں تو اُن پر اطمینان اور وقار ہی ہونا چاہیے لیکن (سعی سے) قلب کے ساتھ اور نیت کے ساتھ اور خشوع کے ساتھ (سعی مراد ہے کہ دل میں نماز کے جلدی چلنے کا تقاضا ہونا چاہیے)۔ جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران میں مدینہ کا ایک قافلہ آ پہنچا تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی طرف دوڑ پڑے یہاں تک کہ ان میں سے صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے میں بھی اُن (باقی رہنے والوں) میں تھا اور ابوبکرؓ و عمرؓ (بھی) تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل کی وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً (۱۱:۶۲) اور وہ لوگ جب تجارت یا اور کسی مشغولی کو دیکھتے ہیں تو وہ اُس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں اور آپؐ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ اور مروی ہے حسنؒ سے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی

ل کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ سفر میں قصر اور اتمام دونوں کو جائز سمجھتے تھے کیونکہ قرآن میں یہ ہے لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ یعنے قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بعضوں نے کہا کہ اُنھوں نے منیٰ میں اقامت کی نیت کر لی تھی ۱۲

الله عليه وسلم يخطب يوم الجمعة اذ قدمت عير
للمدينة فانفضوا اليها وتركوا النبي صلى الله عليه
وسلم قائماً ليس معه الا رهط منهم ابو بكر وعمر فنزلت
هذه الآية فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
والذي نفسي بيده لو تتابعتم حتى لا يبقى معي
احد منكم لسال بكم الوادي نارا عن طاؤس
قال خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم
قائما وابوبكر وعمر وعثمان وان اول من جلس
على المنبر معوية بن ابي سفيان عن الشعبي
قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا
صعد المنبر يوم الجمعة استقبل الناس بوجهه فقال
السلام عليكم ويحمد الله ويثني ويقرأ سورة ثم
يجلس ثم يقوم فيخطب ثم ينزل فكان ابو بكر
وعمر يفعلانه في قصة زيد بن ارقم فبينا انا
أسير وقد خفقت رأسي من الهم اذ اتاني
رسول الله صلى الله عليه وسلم فعرك اذني
وضحك في وجهي ثم ان ابا بكر لحقني فقال
ما قال لك رسول الله صلى الله عليه
وسلم قلت ما قال لي شيئاً الا انه
عرك اذني وضحك في وجهي
فقال ابشر فلما اصبحنا قرأ رسول الله
صلى الله عليه وسلم اذا جاءك
المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله
حتى بلغ ليخرجن الاعز منها الاذل

اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے اسی درمیان میں مدینہ کا ایک تجارتی
قافلہ آپہنچا تو سب اس کی طرف تتر بتر ہوگئے اور نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کو چھوڑ گئے تو آپ کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا بجز ان میں کی چھوٹی
سی جماعت کے جن (موجودین میں) ابو بکرؓ و عمرؓ تھے۔ پھر آیت
نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے
اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم بھی ان کے پیچھے
چل دیتے یہاں تک کہ میرے ساتھ کوئی باقی نہ رہتا تو تم کو یہ وادی
آگ میں بہا لے جاتی۔ اور طاؤس سے مروی ہے کہا کہ خطبہ دیا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اور ابو بکرؓ نے اور عمرؓ نے اور عثمانؓ
نے اور سب سے پہلے جو شخص منبر پر (خطبہ کے وقت) بیٹھا وہ معاویہؓ بن
ابی سفیان ہیں۔ مروی ہے شعبی سے، کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم جب جمعہ کے دن منبر پر چڑھتے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر السلام
علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرماتے اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور
کوئی سورت پڑھتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر نیچے اتر
آتے۔ آپ کے بعد ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں ایسا ہی کرتے رہے۔

از سورۂ منافقون

زید بن ارقم کے قصہ میں یہ مذکور ہے کہ میں غم سے سر جھکائے
ہوئے چلا جا رہا تھا کہ میرے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
آئے اور میرا کان اینٹھا اور میرے چہرے کو دیکھ کر ہنسے۔ پھر مجھ سے
ابو بکرؓ ملے اور پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے کیا
فرمایا۔ میں نے کہا کچھ نہیں فرمایا بجز اس کے کہ میرا آپ نے کان
اینٹھا اور میرے سامنے ہنسے۔ انھوں نے کہا کہ بشارت ہو۔ پھر جب
صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرارت کی اذا جاءک
المنفقون قالوا سے لیخرجن الاعز منها الاذل تک (۱۲۳ھ)

لہ وہ قصہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن اُبی نے ایک سفر میں یہ کہا کہ اصحاب کو کچھ مت دو تاکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے تتر بتر ہو جائیں
اور جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو جو سب سے زیادہ عزت والے ہیں وہ ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ زید بن ارقم نے اس گفتگو کو سن لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے اس کا ذکر کر دیا۔ آپ نے عبد اللہ بن اُبی سے مواخذہ کیا تو یہ صاف مکر گیا اور بہت سی جھوٹی مغلظ قسمیں کھا گیا کہ میں نے نہیں کہا منافقین نے کہنا
شروع کر دیا کہ زید نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ بولا تھا اس واقعہ کی تکذیب سے زید بن ارقم کو بڑا رنج تھا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ان لوگوں کی قسمیں کھا کر یقین دلا دیا کہ میں جھوٹا ہوں۔ اللہ تعالے نے سورۂ منافقون میں زید
کی خبر کی تصدیق فرما دی ۱۲

جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (اس میں تو ان کے قول کی تکذیب نہیں کی جاتی) اور (باوجود اس کے) اللہ تعالےٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین (اس کہنے میں) جھوٹے ہیں۔ (آخر رکوع ۶۳:۸ میں فرمایا) (اور) یہ (لوگ) کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ میں لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔

عن جابر بن عبد الله قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في غزاة قال سفيان يرون انها غزوة بني المصطلق فكسع رجل من المهاجرين رجلا من الانصار فقال المهاجري يا للمهاجرين وقال الانصاري يا للانصار فسمع ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فقال ما بال دعوى الجاهلية قالوا رجل من المهاجرين كسع رجلا من الانصار فقال النبي صلى الله عليه وسلم دعوها فانها منتنة فسمع ذلك عبد الله ابن ابي فقال او قد فعلوها والله لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل فبلغ النبي صلى الله عليه وسلم فقام عمر فقال يا رسول الله دعني اضرب عنق هذا المنافق فقال النبي صلى الله عليه وسلم دعه لا يتحدث الناس ان محمدا يقتل اصحابه زاد الترمذي فقال له ابنه عبد الله لا تنقلب حتى تقر انك الذليل ورسول الله العزيز ففعل

مروی ہے جابر بن عبد اللہ سے کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے۔ سفیان نے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ غزوہ بنی المصطلق تھا، تو مہاجرین میں کے ایک شخص نے انصار میں کے ایک شخص کے مکہ مار دیا تو اس مہاجر نے (مدد کے لئے مہاجرین کو پکار کر) یاللمہاجرین اور انصاری نے (اپنی حمایت کے لئے انصار کو پکارا اور) کہا یاللانصار۔ اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سن لیا اور فرمایا کہ کیا بات ہے یہ جاہلیت کی پکاریں کیسی ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے انصار میں کے ایک شخص کے مکہ مار دیا یہ سن کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس (عادت) کو چھوڑو یہ گندی بات ہے۔ یہ بات سن لی عبد اللہ بن ابی نے تو اس نے کہا جب کہ انھوں نے ایسا کیا واللہ جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو جو لوگ زیادہ عزت والے ہیں وہ زیادہ ذلیل لوگوں کو ضرور نکال دیں گے۔ اس بات کی اطلاع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو عمرؓ کھڑے ہوگئے اور کہا کہ یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوڑو اس کو، لوگ یہ نہ کہیں کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کرنے لگا ہے۔ ترمذی نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ اس کے بیٹے عبد اللہؓ نے اس سے کہا کہ مت لوٹ جب تک تو اس کا اقرار نہ کرلے کہ تو ذلیل ہے اور رسول اللہ عزیز ہیں تو اس نے اقرار کیا۔

ازسورۂ طلاق

عن ابن عمر انه طلق امرأته وهي حائض على عهد النبي صلى الله عليه وسلم فانطلق عمر

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو جب کہ وہ حائض تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طلاق دیدی۔ عمرؓ نے

فذکر ذلک لہ فقال مُرہ فلیراجعھا ثم یمسکھا حتے تطہر ثم یطلقھا ان بدالہ فانزل اللہ عند ذلک یٰایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن فی قبل عدتھن قال ابو الزبیر ہکذا سمعت ابن عمر یقراھا وفی روایۃ عن ابن عمر انہ طلق امراتہ وھی حائض فذکر ذلک عمر لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم قال لیراجعھا ثم یمسکھا ثم تحیض فتطہرہ فان بدالہ ان یطلقھا فلیطلقھا طاہرا قبل ان یمسھا فتلک العدۃ التی امر اللہ ان تطلق لھا النساء وقرأ النبی صلے اللہ علیہ وسلم یٰایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن فی قبل عدتھن عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ قال اجتمع ابوبکر وعمر وابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہم فتماروا فی شیئ فقال لھم علی انطلقوا بنا الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلما وقفوا علیہ قالوا یارسول اللہ جئنا نسئلک عن شیئ فقال ان شئتم فاسئلوا وان شئتم خبرتکم بما جئتم لہ فقال لھم جئتم تسألونی عن الرزق من این یاتی وکیف یاتی ابی اللہ ان یرزق عبدہ المومن الا من حیث لایعلم عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوانکم تتوکلون علی اللہ

جاکر آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو حکم دو کہ رجوع کرے پھر اس کو روکے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہوجاتے پھر اگر اس کی ہی رائے رہے تو طلاق دیدے تو اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں نازل کی یٰایھا النبی اذا طلقتم النساء الخ (۱۰۶۵) اے پیغمبر (آپ لوگوں سے کہدیجیے کہ) جب تم لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو (زمانہ) عدت (یعنی حیض) سے پہلے (یعنی طہر میں) طلاق دو۔ اور ایک روایت میں ابن عمرؓ سے اس طرح مروی ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دی جب کہ وہ حائضہ تھی اس کا ذکر عمرؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو فرمایا چاہیئے کہ اس سے مراجعت کرے پھر اس کو روکے پھر وہ حائضہ ہو اور پھر پاک ہو (یعنے طہر کا زمانہ آجاتے) پھر اگر اس کی رائے ہی ہو کہ اس کو طلاق دے تو طلاق دیدے طاہر ہونے کی حالت میں اس کو چھونے سے قبل۔ تو یہ ہے وہ عدت جس کا اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس میں عورتوں کو طلاق دی جاتے اور پڑھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح یٰایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن فی قبل عدتھن (یہ لعدتھن کی تفسیر ہے۔ ترجمہ مرقومہ بالا اسی کے مطابق ہے)۔ مروی ہے جعفر بن محمد سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے وہ دادا سے کہ جمع ہوگئے ابوبکرؓ وعمرؓ وابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم وہ آپس میں ایک بات پر بحث کر رہے تھے تو ان سے علیؓ نے کہا کہ ہم سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں تو جب یہ سب آپ کے سامنے پہنچے تو انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ ہم آپ سے ایک بات پوچھنے کے لئے آتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو سوال کرلو اور اگر تم چاہو تو میں تمھیں بتادوں کہ تم کس وجہ سے آتے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے رزق کے بارے میں پوچھنے کے لئے آتے ہو کہ کہاں سے آتا ہے اور کیونکر آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتے کہ اپنے بندہ مومن کو رزق دیں مگر اس طرح سے کہ اس کو علم نہ ہو (ویرزقہ من حیث لا یحتسب)۔ مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تم لوگ توکل کرو اللہ پر جو اس پر

حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصًا و تروح بطانًا ۔ و عن قتادۃ قال کان عمر یقول لو وضعت ذا بطنہا و ہو موضوع علی سریرہ من قبل ان یقبر لحلت ۔ عن سعید ابن المسیب قال قضی عمر فی المرأۃ التی یطلقہا زوجہا تطلیقۃ ثم تحیض حیضۃ او حیضتین ثم ترفعہا حیضتہا لا یدری الذی رفعہا انہا تربص بنفسہا ما بینہا و بین تسعۃ اشہر فان استبان حمل فہی حامل و ان مرت تسعۃ اشہر و لا حمل بہا اعتدت ثلٰثۃ اشہر بعد ذلک ثم حلت ۔ و عن سعید بن المسیب ان عمر استشار علی بن ابی طالب و زید بن ثابت قال زید رأیت ان کانت نسیا قال علی فآخر الاجلین قال عمر لو وضعت ذا بطنہا و زوجہا علی نعشہ لم یدخل حفرتہ لکانت قد حلت ۔ عن ابی سنان قال سأل عمر بن الخطاب عن ابی عبیدۃ فقیل لہ انہ یلبس الغلیظ من الثیاب و یاکل اخشن الطعام فبعث الیہ بالف دینار و قال للرسول انظر ما یصنع بہا اذا ہو اخذہا فما لبث ان لبس الین الثیاب و اکل اطیب الطعام فجاء الرسول فاخبرہ فقال رحمہ اللہ تاول ہذہ الآیۃ لینفق ذو سعۃ من سعتہ و من قدر علیہ رزقہ فلینفق مما آتاہ اللہ ۔ عن ابن عباس قال

توکل کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کے وقت بھوکے ہوتے ہیں اور شام کے وقت اُن کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور مروی ہے قتادہؒ سے کہا کہ عمرؓ کہتے تھے کہ اگر وضع حمل ایسے وقت ہو جائے کہ ابھی اُس کے شوہر کی نعش تخت (یا چارپائی) پر ہو اور قبر میں بھی نہ رکھا گیا تو وہ عورت حلال ہو جائے گی (یعنی عدّت کی پابندی باقی نہ رہیگی)۔ مروی ہے سعید بن المسیبؒ سے کہا کہ اُس عورت کے حق میں جس کے شوہر نے اُس کو ایک طلاق دی پھر اُس کو ایک یا دو حیض آئے پھر اس کو حیض آنا بند ہو گیا اور یہ نہیں سمجھا جا سکا کہ حیض بند ہونے کا کیا سبب ہے عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ طلاق سے نو مہینے تک اپنے نفس کو روکے (یعنی عدّت میں رہے) پھر اگر حمل ظاہر ہو جائے تو حاملہ ہے (وضع حمل پر عدّت پوری ہو گی) اور اگر نو مہینے گزر گئے اور حمل ظاہر نہ ہوا تو وہ اس کے بعد تین ماہ عدّت گزارے پھر کھل جائیگی۔ اور روایت ہے سعید بن المسیبؒ سے کہ عمرؓ نے علیؓ بن ابی طالب اور زیدؓ ابن ثابت سے مشورہ کیا۔ زیدؓ نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ وہ بھول گئی ہے۔ علیؓ نے کہا کہ عدّت دونوں مدّتوں کے آخر تک بڑھائی جائے عمرؓ نے کہا اگر وضع حمل ہو جائے اور شوہر کی نعش رکھی ہوئی ہو اور قبر میں دفن بھی نہ کی گئی ہو تو وہ حلال ہو جائیگی۔ ابو سنان سے مروی ہے کہ عمرؓ نے ابو عبیدہؓ کا حال لوگوں سے پوچھا تو اُن سے کہا گیا کہ وہ موٹے کپڑے پہنتے ہیں اور سخت کھانا کھاتے ہیں تو اُن کے پاس اُنھوں نے ایک ہزار دینار بھیجدیئے اور ایلچی سے کہا کہ اس پر نظر رکھو کہ وہ ان کو لے کر کیا کرتے ہیں۔ تو اُنھوں نے زیادہ دیر نہیں لگائی کہ ملائم کپڑے پہن لئے اور اچھا کھانا شروع کر دیا۔ جب قاصد واپس آیا تو اُس نے حالات بیان کئے۔ تو آپ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اُنھوں نے اس آیت سے اخذ کیا اور اُس کی پیروی کی۔ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ الخ (۲۰۶۵) وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیئے اور جس کی آمدنی کم ہو اُس کو چاہیئے کہ اللہ نے جتنا اُسے دیا ہے اُس میں سے خرچ کرے۔

از سورۂ تحریم | مروی ہے ابنِ عباسؓ سے بیان کیا کہ میں نے

قلت لعمر بن الخطاب من المرأتان اللتان
تظاهرتا قال عائشة وحفصة وكان
ذلک الحدیث فی شان ماریة ام ابراہیم
القبطیة اصابہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی بیت حفصة فی یومہا فوجدت حفصة
فقالت یا نبی اللہ لقد جئت الی شیئا
ماجئتہ الی احد من ازواجک فی
یومی و فی دوری و علی فراشی قال
الا ترضین ان احرمہا فلا اقربہا
قالت بلی فحرمہا و قال لا تذکری
ذلک لاحد فذکرتہ لعائشة فانزل
اللہ یا ایہا النبی لم تحرم ما احل
اللہ لک الآیات کلہا فبلغنا ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفر عن یمینہ و
اصاب جاریتہ عن ابن عباس فی قولہ
و اذ اسر النبی الی بعض ازواجہ
حدیثا قال دخلت حفصة علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہا لا تخبری
عائشة حتی ابشرک ببشارة فان
اباک یلی الامر بعد ابی بکر اذا انا مت
فذہبت حفصة فاخبرت عائشة وعن
عائشة فی قولہ و اذ اسر النبی الی
بعض ازواجہ حدیثا قال اسر الیہا ان
ابا بکر خلیفتی من بعدی وعن علی
و ابن عباس قالا واللہ ان امارة
ابی بکر و عمر لفی الکتاب و اذ اسر
النبی الی بعض ازواجہ حدیثا قال
لحفصة ابوک و ابو عائشة والیا الناس بعدی
فایاک ان تخبری احدا وعن میمون بن

عمرؓ بن الخطاب سے پوچھا کہ وہ دو عورتیں کون کونسی تھیں جو آپس میں
مل گئی تھیں تو اُنھوں نے کہا کہ عائشہؓ اور حفصہؓ اور یہ بات پیش
آئی تھی ماریہ قبطیہ اُم ابراہیم کے سلسلہ میں کہ اُس سے مقارب ہوئے تھے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم حفصہؓ کے گھر میں اُن کے (متعینہ) دن میں
اس پر حفصہؓ کو رنج ہوا اور اُنھوں نے کہا یا نبی اللہ آج آپ نے
میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے جو ازواج میں سے آپ نے کسی کے ساتھ
نہیں کیا۔ میرے دن میں میرے نمبر میں اور میرے فرش پر۔ آپ نے فرمایا
کیا تو اس سے راضی نہ ہوگی کہ میں اس کو اپنے اوپر حرام کر لوں اور
کبھی اس سے مقاربت نہ کروں۔ حفصہؓ نے کہا ہاں تو آپ نے اس کو
حرام کر لیا اور ان سے کہا کہ اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا مگر انھوں
نے عائشہؓ سے ذکر کر دیا تو اللہ تعالےٰ نے نازل کیا یَا اَیُّہَا النَّبِیُّ
لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ، تمام آیتیں (۱۰۶۶) اے
نبی جس چیز کو اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے حلال کیا آپ (قسم کھا کر
اس کو اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں۔ پھر ہم کو یہ خبر پہنچی کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور
اپنی جاریہ کے پاس گئے۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے آیت اِذْ اَسَرَّ
النَّبِیُّ الخ کے بارے میں (۳۰۶۶) اور جب کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ
وسلم) نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی الخ) کہا کہ
حفصہؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے اُن سے کہا
کہ عائشہؓ کو خبر نہ کرنا میں تجھے ایک بشارت دیتا ہوں تیرا باپ
خلیفہ ہوگا بعد ابو بکرؓ کے جب کہ میرا انتقال ہو چکے گا۔ تو حفصہؓ نے
جا کر عائشہؓ کو خبر کر دی۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے دربارہ آیت
وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ الخ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
راز کے طور پر اُن سے یہ فرمایا کہ میرے بعد میرا خلیفہ ابو بکرؓ ہوگا۔
اور مروی ہے علیؓ سے اور ابن عباسؓ سے دونوں نے کہا واللہ
ابو بکرؓ اور عمرؓ کی امارت کا ذکر قرآن میں موجود ہے وَاِذْ
اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا (وہ بات یہ تھی کہ) آپ نے
حفصہؓ سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تیرا باپ اور عائشہؓ کا باپ دونوں
امیر ہوں گے لوگوں پر۔ خبردار کسی کو اس کی خبر نہ کرنا۔ اور میمون بن

مہران فی قولہ واذ اسر النبیؐ الیٰ بعض ازواجہ حدیثا قال اسرّ الیھا ان ابا بکر خلیفتی من بعدی وعن حبیب بن ابی ثابت واذ اسرّ النبیّ الیٰ بعض ازواجہ حدیثا قال اخبر عائشۃ ان اباھا الخلیفۃ من بعدہٖ و انّ ابا حفصۃ الخلیفۃ من بعد ابیھا وعن الضحاک فی قولہ واذ اسرّ النبی الیٰ بعض ازواجہ حدیثا قال اسرّ الیٰ حفصۃ بنت عمر انّ الخلیفۃ من بعدہٖ ابوبکر ومن بعد ابی بکرٍ عمر وعن مجاہد فی قولہ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَ اَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ قال الذی عرف امر ماریۃ واعرض قولہ انّ اباکِ وابا ھا یلیان النّاس بعدی مخافۃ ان یفشوا۔ اخرج مسلم عن عبداللہ بن عباسؓ قال حدثنی عمر بن الخطاب قال لمّا اعتزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسائہٗ دخلتُ المسجدَ فاذا الناسُ ینکتونَ بالحصی ویقولون طلّق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسائہٗ وذٰلک قبل ان یؤمر بالحجاب فقلتُ لَاَعْلَمَنَّ ذٰلک الیومَ قد خلتُ علیٰ عائشۃ فقلتُ یا بنت ابی بکر قد بلغ من شانکِ ان تؤذی رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت مالِی ولک یا ابنَ الخطاب فدخلتُ علیٰ حفصۃ فقلت لھا یا حفصۃُ اَقد بلغ من شانکِ ان تؤذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لقد علمتِ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایحبکِ لولا اَنا لطلقکِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبکتْ اشدَّ البکاءِ فقلتُ لھا

مہران سے مروی ہے آیت واذ اسرّ النبیّ الخ کے بارے میں انھوں نے کہا کہ وہ خفیہ بات آپؐ نے اُن سے یہ کہی تھی کہ میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوگا۔ اور حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے آیت واذ اسرّ النبیّ الخ کے بارے میں اُنھوں نے کہا کہ آپ نے خبر دی عائشہؓ کو کہ اُن کا باپ خلیفہ ہوگا آپ کے بعد اور یہ کہ ابو حفصہؓ (یعنی عمرؓ) خلیفہ ہوگا اُن کے باپ کے بعد۔ اور مروی ہے ضحاک سے آیت واذ اسرّ النبیّ الخ کے بارے میں کہ آپ نے چپکے سے حفصہؓ بنت عمرؓ سے یہ فرمایا تھا کہ آپ کے بعد خلیفہ ابوبکرؓ ہوگا اور بعد ابوبکرؓ کے عمرؓ ہوگا۔ اور مجاہدؒ سے مروی ہے عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ کے بارے میں (۶۶: ۳) تو پیغمبرؐ نے (اس ظاہر کرنیوالی بی بی کو) تھوڑی سی بات تو جتلادی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئے" کہ آپؐ نے ماریہؓ والا معاملہ تو جتلادیا اور اس بات سے کہ تیرا باپ اور اُس کا باپ میرے بعد لوگوں پر امیر بننے والے ہیں، اس اندیشہ سے کہ یہ مشہور نہ ہو جائے آپ نے اعراض کیا۔ آخذ کیا مُسلم نے، روایت ہے ابنِ عباسؓ سے اُنھوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنارہ کشی کی تھی اپنی بیبیوں سے تو میں مسجد میں داخل ہوا، دیکھتا ہوں کہ لوگ کنکریاں کرید رہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو طلاق دیدی، اور یہ بات پردے کا حکم آنے سے پہلے کی ہے تو میں نے خیال کیا کہ مجھے اس بات کی ضرور تحقیق کرنی چاہیئے، تو میں عائشہؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا اے ابوبکرؓ کی بیٹی مجھے تیرے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتی ہے تو عائشہؓ نے مجھے یہ جواب دیا کہ اے ابن الخطاب تجھے مجھ سے بازپرس کا کیا حق ہے۔ پھر میں حفصہؓ کے پاس پہنچا اور میں نے اُس سے کہا کہ کیا اب تیری شان اس درجہ پر پہنچ گئی کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائے۔ واللہ تو جانتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے محبت نہیں کرتے اگر میں نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے طلاق دیدیتے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ

ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت
ہو فی خزانتہ فی المشربۃ فدخلت فاذا
انا برباح غلام رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قاعدا علی اسکفۃ المشربۃ
مدلیا رجلیہ علی نقیر من خشب
وہو جذع یرقی علیہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وینحدر فنادیت
یا رباح استاذن لی عندک علی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فنظر رباح الی الغرفۃ ثم نظر
الی فلم یقل شیئا قلت فانی اظن ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظن انی
جئت من اجل حفصۃ واللہ لئن امرنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بضرب عنقہا لاضربن عنقہا
فرفعت صوتی فاوما الی بیدہ ان اصعد فدخلت
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وہو مضطجع علی حصیر فجلست فاذا
علیہ ازار ولیس علیہ غیرہ واذا الحصیر
قد اثر فی جنبہ ونظرت فی خزانۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا
انا بقبضۃ من شعیر نحو الصاع
ومثلہا من قرظ فی ناحیۃ
الغرفۃ واذا افیق معلق
فابتدرت عینای فقال ما یبکیک یا ابن
الخطاب قلت یا نبی اللہ ومالی لا ابکی
وہذہ الحصیر قد اثر فی جنبک وہذہ
خزانتک لا اری فیہا الا ما اری وذاک کسری
وقیصر فی الثمار والانہار وانت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وصفوتہ وہذہ خزانتک قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ اُس نے کہا کہ بالاخانے میں
ہیں گودام میں جب میں اندر گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے غلام رباح کو دیکھا جو آستانہ پر موجود تھا بالاخانہ کی لکڑی
کی سیڑھی کے نیچے کے درجہ پر پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا تھا۔
اور وہ سیڑھی کھجور کی لکڑی کی تھی جس میں قدم رکھنے کی جگہیں کھود کر
بنائی ہوئی تھیں اُسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چڑھا اُترا کرتے
تھے۔ میں نے رباح کو پکار کر کہا کہ اے رباح جاؤ میرے لئے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر آؤ تو رباح نے بالاخانہ کی طرف نظر
ڈالی پھر مجھے دیکھا مگر بولا کچھ نہیں۔ میں نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گمان کیا ہے کہ میں حفصہؓ کی
کی وجہ سے آیا ہوں۔ خدا کی قسم اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حکم دیں اُس کی گردن مارنے کا تو میں ضرور اُس کی گردن ماردوں گا۔
میں نے یہ گفتگو اونچی آواز سے کی تھی تو رباح نے مجھے اپنے ہاتھ
سے اوپر چڑھ جانے کا اشارہ کیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ آپ ایک بوریئے پر لیٹے ہوئے تھے میں بیٹھ
گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم پر صرف لنگی تھی اور کچھ نہ تھا اور
بوریئے نے آپ کے پہلو پر نشانات ڈال دیئے تھے اور میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانہ (گودام) پر نظر ڈالی تو ایک دو سیر جو
تھے جو ایک صاع کے قریب ہوں گے اور اتنے ہی قرظ کے پتے ایک گوشہ
میں پڑے ہوئے تھے (یہ پتے چمڑے کی دباغت کے کام میں لائے جاتے
تھے) اور ایک جانب نظر پڑی تو کچا چمڑا اٹکا ہوا تھا جس پر دباغت
میں کمی تھی۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانے کی یہ مالیا
دیکھیں) تو میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں روتے ہو
اے ابن الخطابؓ؟ میں نے کہا یا نبی اللہ! رونا کیسے نہ آئے۔ یہ بوریہ
ہے جس نے چبھ کر آپ کے پہلو میں نشان ڈال دیئے ہیں اور یہ آپ کا خزانہ
ہے جس میں کچھ بھی نہیں دیکھ رہا ہوں بجز ان کے جو سامنے ہیں اور
وہ (دوسری جانب) کسریٰ و قیصر ہیں جن کے پاس ثمار و انہار
(ہر قسم کے پھل ہیں اور نہریں) بہہ رہی ہیں اور آپ اللہ کے رسول
ہیں اور اُس کے برگزیدہ ہیں اور یہ آپ کا خزانہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

یا ابنَ الخطاب الا ترضے ان تکونَ لنا الآخرۃُ ولہم الدنیا قلتُ بلیٰ ودخلتُ علیہ حینَ دخلتُ وانا اری فی وجہہ الغضبَ فقلتُ یا رسول اللہ مایشقُّ علیکَ مِن شان النساء فان کنتَ طلقتہنّ فان اللہ معکَ وملائکتہ وجبریل ومیکائیل وانا وابوبکر والمؤمنونَ معک وقلّما تکلمتُ واَحمدُ اللہَ اِلّا رجوتُ ان یکونَ اللہُ یصدّق قولی الذی اقولُ ونزلت ہذہ الآیۃ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ وکانت عائشۃُ بنتُ ابی بکرٍ وحفصۃُ تظاہرانِ علیٰ سائر نساء النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقلتُ یا رسولَ اللہ أطلقتہنّ قالَ لا قلتُ یا رسول اللہ انی دخلتُ المسجدَ والمسلمونَ ینکتون بالحصاء یقولون طلّق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نساءہٗ أفأنزل فأخبرہم انک لم تطلقہنّ قال نعم ان شئتَ ثم لم ازل اُحدّثہ حتے تحسّر الغضبُ عن وجہہ وحتے کشر وضحکَ وکانَ من احسن الناس ثغرًا فنزل رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ونزلتُ اَتشبّثُ بالجذع ونزل نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کانما یمشی علے الارض مایمسّہ بیدہ فقلتُ لہٗ یا رسولَ اللہ انما کنتَ فی الغرفۃ تسعًا وعشرین فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

اے ابن الخطاب کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ ہمارے لئے آخرت ہو اور اُن کے لئے دنیا ہو؟ میں نے کہا بیشک (میں اس پر راضی ہوں) اور جب میں آپؐ کے پاس پہنچا ہوں تو آپؐ کے چہرے پر غصہ دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ کو بی بیوں کے خصائل سے کیسی تکلیف پہنچ رہی ہے تو اگر آپؐ ان کو طلاق دیدیں تو اللہ آپؐ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے اور جبریلؑ و میکائیلؑ اور میں اور ابوبکرؓ اور تمام مسلمان آپؐ کے ساتھ ہیں اور مجھے اپنے بولے ہوئے ہر کلمہ پر یہ اُمید تھی کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اللہ تعالیٰ اُس کی تصدیق کرے گا اور میں اُس کا شکر کرتا ہوں۔ اور یہ آیت نازل ہوئی وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ الخ (۶۶: ۴-۵) اور اگر (اسی طرح) پیغمبرؐ کے مقابلہ میں وہ دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو (یاد رکھو کہ) پیغمبرؐ کا رفیق اللہ تعالیٰ ہے اور جبریلؑ ہے اور نیک مسلمان ہیں اور (ان کے علاوہ) فرشتے (آپؐ کے) مددگار ہیں۔ اگر پیغمبرؐ تم عورتوں کو طلاق دیدیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے اُن کو تم سے اچھی بیبیاں دیدیگا۔ اور عائشہؓ بنتِ ابی بکرؓ اور حفصہؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری سب عورتوں سے زیادہ پیش پیش تھیں۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہؐ کیا آپؐ نے اُن کو طلاق دیدی ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مسلمان کنکریاں کریدتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے کیا میں نیچے جاکر اُن لوگوں کو خبر دیدوں کہ آپؐ نے اُن کو طلاق نہیں دی۔ فرمایا کہ ہاں اگر تم چاہو۔ پھر میں آپؐ سے برابر باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ غصہ کے آثار آپؐ کے چہرے پر نہ رہے اور یہاں تک کہ آپؐ ہنسے اور آپؐ کے دندان مبارک کھل گئے۔ اور آپؐ کے دندان مبارک سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اُترے اور میں بھی لکڑی کا سہارا لیتے ہوئے نیچے اُترا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو اس طرح اُترے جیسے زمین پر چل رہے تھے لکڑی کو آپؐ ہاتھ بھی نہیں لگا رہے تھے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپؐ بالاخانے میں اُنتیس دن رہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان الشہر قد یکون تسعا و عشرین فقمت علی
باب المسجد فنادیت باعلی صوتی لم یطلق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نساءہ، قال
ونزلت ہذہ الآیۃ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ
الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ
رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي
الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ
مِنْهُمْ فکنت انا استنبطت الامر و
انزل اللہ آیت التخییر عن ابن عباس
قال کان ابی یقرؤہا و صالح المؤمنین ابوبکر
وعمر وعن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ فی قولہ
وصالح المؤمنین قال ابوبکر وعمر وعن عکرمۃ
ومیمون بن مہران مثلہ وعن الحسن البصری
فی قولہ وصالح المؤمنین قال عمر بن
الخطاب عن مقاتل بن سلیمان فی
قولہ وصالح المؤمنین قال ابوبکر وعمر
وعلی عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی قول اللہ وصالح المؤمنین
قال صالح المؤمنین ابوبکر وعمر عن
ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من
صالح المؤمنین ابوبکر وعمر عن ابن عمر و
ابن عباس فی قولہ وصالح المؤمنین قالا
نزلت فی ابی بکر وعمر وعن سعید بن جبیر فی
قولہ وصالح المؤمنین قال نزلت فی عمر بن
الخطاب خاصۃ عن ابی امامۃ عن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فی قولہ وصالح المؤمنین قال
ابوبکر وعمر عن النعمان بن بشیر ان عمر بن الخطاب
سئل عن التوبۃ النصوح قال ان یتوب
الرجل من العمل السیئ ثم لا یعود الیہ ابدا

مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ اس کے بعد میں نے مسجد کے
دروازے پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو طلاق نہیں دی۔ کہا اور یہ آیت
نازل ہوئی وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ الخ (۴: ۸۳) اور جب ان
لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو
مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں
ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے حوالہ پر رکھتے تو اس کو وہ حضرات
تو پہچان ہی لیتے ہیں جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔ تو
اس واقعہ میں بھی تحقیق کرنے والا میں ہی بنا تھا۔ اور اللہ تعالی
نے آیت تخییر نازل فرمائی۔ (یعنی يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ
(۳۳: ۲۸))۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہا کہ ابیؓ پڑھا
کرتے تھے وَصالح المؤمنین ابوبکرؓ و عمرؓ۔ اور مروی ہے عبد اللہ
ابن بریدہ سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ صالح المؤمنین
(کی تفسیر) میں انہوں نے کہا ابوبکرؓ و عمرؓ۔ مروی ہے عکرمہ اور
میمون بن مہران سے اسی طرح۔ اور مروی ہے حسن بصریؒ سے کہ وَ
صالح المؤمنین سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب مراد ہیں۔ اور مروی ہے
مقاتل بن سلیمان سے کہ وَصالح المؤمنین ابوبکرؓ و عمرؓ اور علیؓ کے
بارے میں ہے۔ اور ابن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہیں کہ صالح المؤمنین سے ابوبکرؓ و عمرؓ مراد ہیں۔ اور مروی
ہے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے کہ وَصالح المؤمنین کے متعلق دونوں نے
کہا کہ نازل ہوئی ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں۔ اور سعید بن جبیرؓ
سے مروی ہے کہ صالح المؤمنین کے بارے میں کہا کہ نازل ہوئی عمرؓ
ابن الخطاب کے بارے میں خاص طور پر۔ اور ابوامامہؓ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وَصالح المؤمنین کے متعلق فرمایا
ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ اور مروی ہے نعمان بن بشیر سے کہ عمرؓ بن
الخطاب سے توبۃ نصوح کے بارے میں سوال کیا گیا (جو اس آیت
میں مذکور ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً
نَّصُوحًا (۶۶: ۸)) اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو)
فرمایا کہ کوئی شخص برے کام سے توبہ کرے پھر اس کی طرف کبھی نہ لوٹے۔

از سورۃ ملک

عن معٰویۃ بن مُرّۃ قال مرَّ عُمر بن الخطاب بقومٍ فقال من انتم قالوا المتوکّلون قال انتم المتأکّلون انما المتوکّل رجل اَلقیٰ حَبّۃً فی بطنِ الارض و توکّل علیٰ رَبّہٖ۔

مروی ہے معاویہ بن مُرّۃ سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب ایک قوم پر سے گزرے آپ نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انھوں نے کہا المتوکلون یعنی توکّل والے تو آپ نے فرمایا تم لوگ مُتأکّلون ہو یعنی کھانے والے۔ متوکّل صرف وہ شخص ہے جو زمین کے پیٹ میں دانہ ڈال دے اور اپنے پروردگار پر توکّل کرے۔

از سورۃ نٓ یعنی سورۃ قلم

عن ابی عثمان النَّھدی قال قال مروانُ بن الحکم لمّا بایع الناسَ لیزیدَ سُنّۃُ ابی بکر و عُمر فقال عبدُ الرحمٰن بن ابی بکر انہا لیست بسُنّۃ ابی بکر و عمر و لکنہا سُنّۃ ہِرقلَ فقال مروانُ ہذا الذی اُنزلت فیہ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اُفٍّ لَّکُمَا الآیۃ فسمعتْ ذلک عائشۃُ فقالت انہا لم تنزل فی عبدِ الرحمٰن ولکن نزل فی ابیک وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّہِیْنٍ ۝ ہَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِیْمٍ ۔

ابو عثمان ہندی سے مروی ہے بیان کیا کہ مروان بن حکم نے کہا جب یزید کے حق میں لوگوں سے بیعت لے رہا تھا کہ یہ سنّت ہے ابوبکرؓ وعمرؓ کی تو عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے کہا کہ یہ ابوبکرؓ وعمرؓ کی سنّت نہیں ہے لیکن ہرقل کی سُنّت ہے۔ تو مروان نے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اُفٍّ لَّکُمَا الخ (۴۶: ۱۷) اس کو عائشہؓ نے سُنا تو کہا کہ یہ آیت عبدالرحمٰن کے بارے میں نازل نہیں ہوئی، اور ہاں تیرے باپ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ الخ (۶۸: ۱۰-۱۱) اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت (جھوٹی) قسمیں کھانے والا ہو، بے توقیر ہو، طعنے دینے والا ہو، چغلیاں لگاتا پھرتا ہو۔

از سورۃ حاقّہ

عن عمر بن الخطاب قال خرجتُ اَتعرّضُ لرسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قبل ان اُسلم فوجدتُہ قد سبقنی الی المسجد فقمتُ خلفہ فاستفتح بسورۃ الحاقّۃ فجعلتُ اَعجب من تالیف القرآن فقلتُ ہذا واللّٰہ شاعرٌ کما قالت قریش فقرأ اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ۝ وَّ مَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ قلتُ کاہنٌ قال وَلَا بِقَوْلِ کَاہِنٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ میں اسلام لانے سے پہلے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا سامنا کرنے کے لئے نکلا۔ میں نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ مجھ سے پہلے مسجد میں داخل ہو گئے تھے (اور نماز شروع کر دی تھی) میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے ابتداء کی سورۃ حاقّہ سے تو میں قرآن کی تالیف سے تعجب کرنے لگا تو میں نے خیال کیا کہ واللّٰہ یہ شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔ پھر آپ نے پڑھا اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ الخ (۶۹: ۴۰-۴۱) یہ قرآن (اللّٰہ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا۔ اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں مگر تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ میں نے گمان کیا کہ کاہن ہے۔ آپ نے کہا (یعنی پڑھا) وَلَا بِقَوْلِ کَاہِنٍ الخ (۶۹: ۴۲-۴۳) اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے تم بہت کم سمجھتے ہو۔ یہ رب العٰلمین کی طرف سے بھیجا ہوا

الیٰ آخر السورة فوقع الاسلام فی
قلبی کل موقع عن عمر انہ
قال حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا
فانہ ایسر لحسابکم وزنوا انفسکم قبل
ان توزنوا وتجهزوا للعرض الاکبر
یومئذ تعرضون لا تخفی منکم
خافیۃ۔

عن السدی قال قال عمر وان لو
استقاموا علی الطریقة لاسقیناهم
ماء غدقا لنفتنهم فیه قال حیث
ما کان الماء کان المال وحیثما کان
المال کان الفتنة۔

عن عمر بن الخطاب قال
ما من حال یاتینی علیه الموت
بعد الجهاد فی سبیل الله احب الی
من ان یاتینی وانا بین شعبتی رحلی
التمس من فضل الله ثم تلا هذه
الآیة وآخرون یضربون فی الارض
یبتغون من فضل الله وآخرون
یقاتلون فی سبیل الله۔

عن عمر بن الخطاب انه سمع
رجلا یقرأ هل اتی علی الانسان
حین من الدهر لم یکن شیئا
مذکورا فقال عمر لیتها تمت وعن
عمر بن الخطاب انه تلا هذه الآیة
هل اتی علی الانسان حین من الدهر
لم یکن شیئا مذکورا قال ای
وعزتک یارب فجعلته سمیعا
بصیرا وحیا ومیتا۔

(کلام) ہے، آخر سورت تک۔ تو (اس طرح) موقع بموقع اسلام میرے
دل میں اترتا رہا۔ مروی ہے عمرؓ سے فرمایا کہ تم اپنے نفسوں سے محاسبہ
کرلو پہلے اس سے کہ تم سے محاسبہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ تمہارے حساب (آخرت)
میں بہت آسانی کرنے والا طریقہ ہے۔ اور اپنے نفسوں کو خود تولو پہلے
اس سے کہ تم کو تولا جائے۔ اور سامان تیار کرلو سب سے بڑی پیشی کے لئے
یومئذ تعرضون الخ (۶۹: ۱۸) جس دن تم (خدا کے سامنے) پیش
کئے جاؤ گے۔ تمہاری کوئی بات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ ہوگی۔

از سورہ جن

مروی ہے سدیؒ سے کہا فرمایا عمرؓ نے وان لو استقاموا الخ
(۷۲: ۱۶) اور یہ کہ اگر یہ (مکہ والے) لوگ (سیدھے) راستہ پر قائم
ہوجاتے تو ہم اُن کو فراغت کے پانی سے سیراب کرتے تاکہ اس میں
اُن کا امتحان کریں۔ کہا کہ جہاں کہیں (بارش کا) پانی ہوتا ہے مال
بھی ہوتا ہے اور جہاں مال ہوتا ہے فتنہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

از سورہ مزمل

مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے فرمایا کہ کوئی ایسا حال جس پر میری
موت آئے راہِ خدا میں جہاد کے بعد مجھے اس سے زیادہ محبوب نہیں کہ
مجھے اس حال میں آئے کہ میں انسانوں کی ان ہر دو گروہوں کے درمیان
اللہ کے فضل کی جستجو میں ہوں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وآخرون
یضربون الخ (۷۳: ۲۰) اور بعض لوگ اللہ کے فضل کی تلاش
میں ملک میں سفر کریں گے اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

از سورہ دہر

مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے ایک شخص کو یہ پڑھتے
ہوئے سنا هل اتی علی الانسان الخ (۷۶: ۱) بیشک انسان پر
زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل ذکر
نہ تھا۔ تو عمرؓ نے کہا کاش یہ حالت یوں ہی پوری ہوجاتی (اور پھر
شئے مذکور نہ بنتا)۔ اور مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے
یہ آیت پڑھی هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئا
مذکورا اور کہا ہاں قسم ہے آپ کی عزت کی اے پروردگار، پھر
آپ نے اس کو سننے والا دیکھنے والا بنایا اور زندہ و مردہ بنایا۔

عن مجاهد قال لما صدر النبيُّ صلى الله عليه وسلم بالأساری من بدر انفق سبعةٌ من المهاجرين على أساری مشركي بدر منهم ابو بكر و عمر و علي و عبد الرحمن و سعد و ابو عُبيدة بن الجراح فقالت الانصارُ قتلناهم في الله و في رسوله و تعونونهم بالنفقة فانزل الله فيهم تسعة عشر آية اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا الى قوله عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا عن عكرمة قال دخل عمر بن الخطاب على النبي صلى الله عليه وسلم و هو راقدٌ على حصيرٍ من جريدٍ اَثَّرَ في جنبه فبكى عمر فقال ما يبكيك قال ذكرتُ كسرى و ملكه و قيصر و ملكه و صاحبَ الحبشة و ملكه و انت رسولُ الله صلى الله عليه وسلم على حصيرٍ من جريدٍ فقال اما ترضى ان لهم الدنيا و لنا الآخرة فانزل الله وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا۔

اور مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے قیدیوں کو لے کر واپس ہوئے تو مہاجرین میں سے ساتؓ اصحاب بدر کے مشرکین پر خرچ کرتے رہے ان میں سے ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے اور علیؓ اور عبدالرحمنؓ اور سعدؓ اور ابو عبیدہؓ بن الجراح۔ تو انصار نے کہا کہ ہم نے انھیں اللہ اور رسولؐ کی راہ میں قتل کیا اور تم ان پر مال خرچ کرکے کھلا پلا رہے ہو تو اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اُنیس۱۹ آیتیں نازل فرمائیں اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ سے سَلْسَبِيْلًا تک (۷۶: ۵-۱۸) (اور) جو نیک (لوگ) ہیں وہ ایسے جام شراب سے (شرابیں) پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی ...تا... ایسے چشمے سے جو وہاں ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا۔ اور مروی ہے عکرمہؒ سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھر کے اندر گئے اور آپؐ ایسے بوریئے پر (صرف لنگی باندھے ہوتے) لیٹے ہوتے تھے جو کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا جس کے نشانات آپؐ کے پہلو پر ہوگئے تھے تو عمرؓ رونے لگے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کیوں روتے ہو تو عمرؓ نے کہا کہ مجھے کسریٰ اور اس کی بادشاہی کا اور قیصر اور اس کی بادشاہی کا اور والئ حبشہ اور اس کی بادشاہی کا خیال آگیا اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور ایسی چٹائی پر (لیٹے ہوتے ہیں) جو کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت ہو تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا وَاِذَا رَاَيْتَ الخ (۷۶: ۲۰) اور (اے مخاطب) اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے۔

ازسورۂ عبس

عن ابراهيم التيمي قال قرأ ابو بكر الصديق وَ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا فقال ما الأب قيل كذا و كذا فقال ابو بكر ان هذا لهو التكلف و في رواية عن ابراهيم التيمي قال سُئل ابو بكر الصديق عن الأبّ ما هو فقال أيُّ سماءٍ تُظِلُّني و أيُّ أرضٍ تُقِلُّني اذا قلتُ في كتاب الله ما لا أعلم و عن انس

مروی ہے ابراہیم تیمی سے کہا کہ پڑھا ابوبکر صدیقؓ نے وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا اور فرمایا یہ کیا ہیں تو کہا گیا کہ اس سے یہ اور یہ مراد ہے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ (جو تم کہہ رہے ہو) تکلف ہے۔ اور ایک روایت میں ابراہیم تیمی سے یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ سے آبّ کے متعلق سوال کیا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ کونسا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کونسی زمین مجھے اٹھائیگی اگر میں کتاب اللہ کے بارے میں ایسی بات کہدوں جس کا (صحیح) علم نہ رکھتا ہوں۔ اور مروی ہے انسؓ

قال قرأ عمر وَ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا فقال هذه الفاكهة قد عرفناها فما الأبّ ثم قال مه نُهينا عن التكلّف عن انس انّ عمر قرأ على المنبر فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّ عِنَبًا الى قوله وَ اَبًّا قال كل هذا قد عرفناه فما الأبّ ثم رفض عصا كانت في يده فقال هذا لعمري هو التكلّف فما عليك ان لا تدري ما الأبّ اتَّبِعُوْا مَا بُيِّنَ لكم من هذا الكتاب فاعملوا به وما لم تعرفوه فكِلُوه الى ربّه۔

کہ عمرؓ نے پڑھا وَ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا پھر فرمایا کہ یہ لفظ فاکہہ تو ایسا ہے جس کو ہم پہچانتے ہیں مگر آبّ کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ ٹھہرو ہم کو تکلف سے منع کیا گیا ہے۔ اور مروی ہے انسؓ سے کہ عمرؓ نے قرأت کی منبر پر فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّ عِنَبًا سے وَّ اَبًّا تک فرمایا کہ ان سب کو ہم پہچانتے ہیں لیکن آبّ کیا ہے۔ پھر جو عصا آپ کے ہاتھ میں تھا اس کو پھینک کر کہا یہ (یعنے جو معنے تم بتا رہے ہو) خدا کی قسم تکلف ہے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم یہ نہ جانتے ہو کہ آبّ کے کیا معنے ہیں۔ اس کتاب میں کی جو بات تمھیں صاف طور پر بتا دی گئی اس کا اتباع کرو اور اس پر عمل کرو اور جس چیز کو تم نہیں پہچانتے ہو اس کو اس کے رب (یعنی نازل کرنیوالے) پر چھوڑ دو۔

از سورۂ تکویر

عن عمر بن الخطاب في قوله وَ اِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ قال جاء قيس بن عاصم التميمي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اني وَأَدْتُ ثمانَ بناتٍ لي في الجاهلية فقال له النبي صلى الله عليه وسلم اَعْتِقْ عن كل واحدة رقبة قال اني صاحب ابل قال فاهْدِ عن كل واحدة بَدَنَةً عن النعمان بن بشير عن عمر بن الخطاب في قوله وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ قال هو الرجل يُزَوَّج نظيره من اهل الجنة والرجل يزوّج نظيره من اهل النار يوم القيامة ثم قرأ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وعن زيد بن اسلم عن ابيه قال لما نزلت اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ قال عمر لما بلغ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ

مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے اس آیت کے بارے میں وَ اِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ (۸۱: ۸) اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا، کہا کہ قیس بن عاصم تیمی آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اور اس نے بیان کیا کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنی آٹھ لڑکیوں کو زندہ گاڑا ہے تو اس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر لڑکی کے مقابلہ پر ایک گردن (یعنی غلام یا لونڈی) آزاد کر۔ اس نے کہا کہ میں اونٹوں والا ہوں (میرے پاس غلام لونڈی نہیں ہیں) فرمایا کہ ہر لڑکی کی طرف سے ایک اونٹ صدقہ دیدے۔ مروی ہے نعمان بن بشیر سے وہ روایت کرتے ہیں عمرؓ بن الخطاب سے کہ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ میں (۸۱: ۷) اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جائیں گے، آپ نے کہا کہ وہ شخص ہے جس کو اکٹھا کیا جائیگا اس شخص کے ساتھ جو اسی جیسا ہوگا اہل جنت میں سے۔ اور وہ شخص ہے جو اہل نار میں سے اسی جیسے شخص کے ساتھ اکٹھا کیا جائیگا قیامت کے دن۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا الخ (۳۷: ۲۲) جمع کرو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو۔ زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نازل ہوئی اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۸۱: ۱) جب آفتاب بے نور ہو جائے گا) تو عمرؓ نے جب یہ آیت آئی عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ (۸۱: ۱۴) تو پھر

قال ہذا آخر الحدیث عن ابی العدیس
قال کنا عند عمر بن الخطاب فاتاہ رجل
فقال یا امیر المؤمنین ما الجوار الکنس
فطعن عمر بمخفرۃ معہ فی عمامۃ الرجل
فالقاہا عن راسہ فقال عمر احروری[1]
والذی نفس عمر بن الخطاب بیدہ لو
وجدتک محلوقا لانحیت القمل عن
راسک۔

شخص اُن اعمال کو جان لے گا جو وہ لے کر آیا ہے۔ کہا کہ یہ آخری بات ہے۔ ابوالعدیس سے روایت ہے کہا کہ ہم عمرؓ بن الخطاب کے پاس موجود تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین الجوار الکنس کیا ہے؟ تو عمرؓ نے ایک کدال سے جو اُن کے پاس تھی اُس کے عمامہ پر چوٹ مار کر اُس کو اس کے سر سے نیچے گرا دیا پھر فرمایا کیا حروری ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے اگر میں تجھے سر منڈایا پاتا تو تیرے سر سے جوئیں جدا کر دیتا (یعنے گردن مار دیتا)۔

ازسورۃ انفطار

عن عمر بن الخطاب انہ قرأ ہذہ
الآیۃ یٰایہا الانسان ما غرک بربک
الکریم ۵ فقال اغرہ و اللہ جہلہ۔

مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے یہ آیت پڑھی یٰایہا الانسان ما غرک الخ (۸۲: ۶) اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے؛ تو کہا کہ بھول میں ڈال رکھا ہے اُس کے جہل نے۔

بابت سورۃ اعلیٰ

عن البراء بن عازب قال
اول من قدم علینا من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن
عمیر و ابن ام مکتوم فجعلا یقرئاننا القرآن
ثم جاء عمار و بلال و سعد ثم جاء عمر
ابن الخطاب فی عشرین ثم جاء النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فما رأیت اہل المدینۃ
فرحوا بشیء فرحہم بہ حتی رأیت
الولائد والصبیان یقولون ہذا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قد جاء فما
جاء حتی قرأت سبح اسم ربک الاعلی
فی سور مثلہا۔

براء بن عازب سے مروی ہے کہا کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے ہم پر جنھوں نے پہل کی (مدینہ پہنچنے میں) وہ مصعبؓ بن عمیر اور ابن ام مکتومؓ تھے ان دونوں نے ہم کو قرآن پڑھانا شروع کیا۔ پھر آئے عمارؓ اور بلالؓ اور سعدؓ (بن ابی وقاص) پھر (ہجرت کر کے) بیسویں شخص عمرؓ بن الخطاب آئے۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے اہل مدینہ کو کسی بات سے کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا کہ وہ آپؐ کے آنے سے خوش ہوتے تھے یہاں تک کہ میں نے لڑکیوں اور لڑکوں کو دیکھا کہ وہ (خوش ہو ہو کر) کہہ رہے تھے کہ یہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو آ گئے ہیں۔ میں نے آپ کے تشریف لانے تک سبح اسم ربک الاعلیٰ اور اس کے ساتھ کی سورتیں پڑھی تھیں۔

ازسورۃ غاشیہ

عن ابی عمران الجونی قال
مر عمر بن الخطاب براہب
فوقف و نودی الراہب فقیل
لہ ہذا امیر المؤمنین فاطلع
فاذا انسان

ابو عمران جونی سے روایت ہے بیان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب کا گزر ایک راہب کی طرف ہوا تو آپ ٹھہر گئے اور راہب کو پکارا گیا اور اس سے کہا گیا کہ یہ امیر المؤمنینؓ ہیں تو وہ سامنے آیا تو وہ ایسا شخص تھا

[1] حروراکوفہ کے مضافات میں سے ایک بستی کا نام ہے۔ یہ خارجیوں کا مسکن رہی ہے۔ اس لئے حروری کے معنے خارجی لئے جاتے ہیں ۱۲

مُسِنَّۃ من الضُّرِّ والاجتہادِ و ترکِ الدنیا فلما راٰہُ عمر بکٰی فقیل لہٗ انہ نصرانی فقال عمر قد علمتُ و لٰکن رحمتہٗ ذکرتُ قولَ اللّٰہ عَامِلَۃٌ نَّاصِبَۃٌ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَۃً فرحمتُ نَصَبَہٗ و اجتہادہٗ و ہو فی النار۔

عن سعید بن جبیر قال قُرِئَتْ عند النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یٰٓاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فقال ابو بکر ان ہٰذا لحسن قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَمَا ان الملک سیقولہا لک عند الموت عن سلیم بن عامر قال سمعتُ ابا بکر الصدیق یقول قرئت عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہٰذہ الآیۃ یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فقلتُ ما احسن ہٰذا یارسولَ اللّٰہ فقالَ یا ابا بکر اَمَا انّ الملک سیقولہا لک عند الموت عن الضحاک عن ابن عباس ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالَ مَن یشتری بئرَ رُومَۃَ تُستعذَبُ بہا غفر اللّٰہ لہٗ فاشتراہا عثمانُ بن عفّان فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہل لک ان تجعلہا سقایۃً للناسِ قال نعم فانزل اللّٰہ فی عثمانَ یٰٓاَیَّتُہَا النفسُ المطمئنۃُ الآیۃ۔

عن ابن مسعود قال ان ابا بکرٍ الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ اشتریٰ بلالاً من اُمیۃ بن خلف و اُبَیِّ بن خلف ببُردۃٍ و عشرِ اَواقٍ فاعتقہٗ للّٰہِ

جس پر نقصان (یعنی اضمحلال وضعف) ریاضت اور ترکِ دنیا کی وجہ سے نمایاں تھا تو جب عمرؓ نے اس کو دیکھا تو رونے لگے اس پر اُن سے کہا گیا کہ یہ نصرانی ہے تو عمرؓ نے کہا کہ میں جانتا ہوں لیکن مجھے اس پر رحم آیا اور مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ قول یاد آگیا عَامِلَۃٌ نَّاصِبَۃٌ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَۃً (۸۸: ۳-۴) بہت سے چہرے اُس روز ذلیل وخستہ ہوں گے (اور) آتشِ سوزاں میں داخل ہوں گے؛ تو مجھے رحم آیا اس کی خستہ حالی اور مجاہدہ پر اور اس کے دوزخ میں ڈالے جانے پر۔

ازسورۃ فجر

سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی یٰٓاَیَّتُہَا النَّفْسُ الخ (۸۹: ۲۷-۲۸) اے اطمینان والی روح اپنے پروردگار (کے جوارِ رحمت) کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اُس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش؛ تو ابو بکرؓ نے کہا کہ یہ کس قدر اچھی بشارت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ فرشتہ موت کے وقت تم سے یہ ضرور کہے گا۔ سلیم بن عامرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے ابو بکر صدیقؓ سے سُنا فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی یٰٓاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ الخ تو میں نے کہا کہ یہ کتنی اچھی (آیت یا بشارت) ہے یا رسول اللہؐ، تو فرمایا کہ اے ابو بکرؓ آگاہ رہو کہ موت کے وقت فرشتہ تم سے یہ ضرور کہے گا۔ ضحاک سے مروی ہے وہ روایت کرتے ہیں ابن عباسؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بیر رومہ خریدیگا کہ ہم اُس سے آبِ شیریں پئیں اللہ اس کی مغفرت کردیگا تو اُس کو عثمانؓ بن عفّان نے خریدا تو فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تمھاری نیت یہ ہے کہ اس کو سب لوگوں کے لئے سیرابی کا ذریعہ بناؤ۔ اُنھوں نے کہا ہاں تو اللہ تعالیٰ نے عثمانؓ کے حق میں نازل کی یا ایتہا النفس المطمئنۃ آخر تک۔

ازسورۃ لیل

ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلالؓ کو خریدا اُمیۃ بن خلف اور اُبَیّ بن خلف سے ایک غلام اور دس اوقیہ (سونے) کے عوض میں پھر اس کو اللہ کے واسطے آزاد کردیا

فانزل اللہ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى الیٰ قولہ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى سعی ابوبکر واُمیّۃ واُبَی الیٰ قولہ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى قال لا الٰہ الا اللہ الیٰ قولہ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى قال النار. عن عروۃ ان ابابکر الصدیق اعتق سبعۃ کلہم یعذب فی اللہ بلالا و عامر بن فہیرۃ والنہدیۃ وابنتہا وزنیرۃ وام عبس وامۃ بنی المؤمل وفیہ نزلت وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الیٰ آخر السورۃ. عن عامر بن عبد اللہ ابن الزبیر عن ابیہ قال ابو قحافۃ لابی بکر اراک تعتق رقابا ضعافا فلو انک اذ فعلت ما فعلت اعتقت رجالا جلدا یمنعونک ویقومون دونک فقال یا ابت انما ارید وجہ اللہ فنزلت ہذہ الآیۃ فیہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى الیٰ قولہ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى. عن سعید ابن المسیب قال نزلت وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى فی ابی بکر اعتق ناسا لم یلتمس منہم جزاء ولا شکورا ستۃ او سبعۃ منہم بلال

تو اللہ تعالیٰ نے نازل کی وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى سے اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى تک (۹۲: ۱ تا ۴) قسم ہے رات کی جب کہ وہ (آفتاب کو اور دن کو) چھپالے اور (قسم ہے) دن کی جب کہ وہ روشن ہو جاوے اور (قسم ہے) اُس (ذات) کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا کہ بیشک تمہاری کوشش (یعنی اعمال) مختلف ہیں! (سعیکم سے مراد ہے) سعی ابوبکرؓ کی اور اُمیّۃ واُبی کی۔ (ابن مسعودؓ نے آگے پڑھا) وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى (اور اچھی بات کو جھٹلایا) تک کہا (کہ حُسنٰی سے مراد ہے) لا الٰہ الا اللہ (پھر آگے پڑھا) فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى تک (تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دیدیں گے) کہا (کہ عُسرٰی سے مراد ہے) نار۔ عُروہ سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ صدیق نے سات (لونڈی وغلام خرید کر) آزاد کئے جو سب اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے ستائے جا رہے تھے بلالؓ اور عامرؓ بن فہیرہ اور نہدیہؓ اور اُس کی بیٹی اور زنیرہ اور ام عبس اور بنی المؤمل کی باندی۔ اور ان ہی کے حق میں نازل ہوئی وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى آخر سورہ تک۔ مروی ہے عامر بن عبد اللہ بن الزبیر سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے انھوں نے بیان کیا کہ ابو قحافہ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ میں تجھے دیکھتا ہوں کہ آزاد کرتا ہے کمزور و ناتوان گردنوں کو (یعنے لونڈی غلاموں کو خرید کر) تو جو کچھ تو کر رہا ہے اتنا تو کرتا کہ ایسے مردوں کو خرید کر آزاد کرتا جو بہادر ہوتے تیرا بچاؤ کرتے اور تیرا ساتھ دیتے تو ابوبکرؓ نے کہا اباجان میری نیت تو صرف اللہ کے واسطے کی ہے تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى (یعنے سو جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ سے ڈرا) سے وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ الخ تک (یعنی اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے (کہ یہی اس کا مقصود ہے) اُس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ (اس دینے سے) اُس کا بدلہ اُتارنا (مقصود) ہو۔ اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائیگا)۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ فرمایا وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ابوبکرؓ کے حق میں نازل ہوئی انھوں نے بہت سے انسانوں کو آزاد کیا ہے اور ان میں کسی سے بدلے کے طلبگار ہوتے نہ شکریئے کے۔ چھ یا سات آزاد کئے ان میں سے بلالؓ

و عامر بن فهيرة عن ابن عباس في قوله وسيجنبها الاتقى قال هو ابو بكر الصديق۔

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب و قد ضرب اخته اول الليل و هي تقرأ اقرأ باسم ربك الذي خلق حتى ظن انه قتلها ثم قام من السحر فسمع صوتها تقرأ اقرأ باسم ربك الذي خلق فقال والله ما هو بشعر و لا همهمة فذهب حتى اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فوجد بلالا على الباب فدفع الباب فقال بلال من هذا فقال عمر بن الخطاب فقال حتى استاذن لك على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال بلال يا رسول الله عمر بالباب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يرد الله بعمر خيرا ادخله في الدين فقال لبلال افتح و اخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بضبعيه فهزه فقال ما الذي تريد و ما الذي جئت له فقال له عمر اعرض علي الذي تدعو اليه قال تشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و ان محمدا عبده و رسوله فاسلم عمر مكانه و قال اخرج۔

عن عكرمة عن ابن عباس قال

اور عامر بن فہیرہ بھی ہیں۔ اور ابن عباس رضؓ سے وسیجنبها الاتقى کے بارے میں مروی ہے کہ فرمایا ابو بکر صدیق رضؓ۔

ازسورۂ اقرأ

ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ اسلام کو غلبہ عطا فرما عمر رضؓ بن الخطاب کے ذریعے سے اور ان کا حال یہ تھا کہ انھوں نے اول شب میں اپنی بہن کو جب وہ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ o پڑھ رہی تھی اتنا مارا کہ یہ گمان کر لیا کہ وہ مرگئی ہے۔ پھر صبح کے وقت اٹھے تو پھر بہن کی آواز سنی کہ وہ پڑھ رہی ہے اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (۹۶:۱) اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا۔ تو کہنے یعنی سوچنے لگے کہ واللہ یہ کوئی شعر تو ہے نہیں اور نہ ہی یہ کوئی سمجھ میں نہ آنے والی گنگناہٹ ہے۔ سن کر چلے گئے (شدہ شدہ) یہاں تک ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو بلال رضؓ کو دروازے پر پایا۔ دروازے کو دھکا دیا تو بلال رضؓ نے پوچھا کون ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ عمر رضؓ بن الخطاب۔ تو انھوں نے کہا ٹھہرو میں تمھارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے آؤں۔ تو بلال رضؓ نے حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ عمر رضؓ دروازے پر ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالے نے عمر رضؓ کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہے تو اس کو دین میں داخل کر دے گا۔ پھر بلال رضؓ سے فرمایا کہ دروازہ کھول دو۔ (اس کے بعد دروازہ کھولا گیا عمر رضؓ اندر گئے) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں بازو پکڑ کر ہلائے اور فرمایا کہ تمھارا کیا ارادہ ہے اور کس کام کے لئے آئے ہو؟ تو عمر رضؓ نے کہا کہ مجھ پر وہ امر پیش کیجئے جس کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ میں محمدؐ اس کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں تو عمر رضؓ اسی جگہ اسلام لے آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ نکلئے یعنی نماز وغیرہ میں اخفا نہ کیا جائے۔

ازسورۂ قدر

عکرمہ رضؓ سے مروی ہے کہ ابن عباس رضؓ نے ذکر کیا کہ

دعا عمر اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم فسألہم من لیلۃ القدر فاجتمعوا انہا فی العشر الاواخر فقلت لعمر رضی اللہ عنہ انی لأعلم و انی لاظن ای لیلۃ ہی قال وای لیلۃ ہی قال ہی سابعۃ تمضی او سابعۃ تبقی من العشر الاواخر قال عمر رضی اللہ عنہ ومن این علمت قلت خلق اللہ سبع سموات وسبع ارضین وسبع ایام وان الدہر یدور فی سبع وخلق الانسان من سبع ویأکل من سبع ویسجد علی سبعۃ اعضاء والطواف بالبیت سبع والجمار سبع لاشیاء ذکرہا فقال عمر رضی اللہ عنہ لقد فطنت لامر ما فطنا لہ وکان قتادۃ یزید عن ابن عباس فی قولہ ویأکل من سبع قال ہو قول اللہ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا الآیۃ وعن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ قال انا واللہ حرضت عمر علی القیام فی شہر رمضان قیل وکیف ذلک یا امیر المؤمنین قال اخبرتہ ان فی السماء السابعۃ حظیرۃ یقال لہا حظیرۃ القدس فیہا ملائکۃ یقال لہم الروح وفی لفظ الروحانیون فاذا کان لیلۃ القدر استأذنوا ربہم فی النزول الی الدنیا فیأذن لہم فلا یمرون بمسجد یصلی فیہ ولا یستقبلون احدا فی طریق الا دعوا لہ فاصابہ منہم برکۃ فقال لہ عمر یا ابا الحسن فنحرض الناس علی الصلوٰۃ حتی تصیبہم البرکۃ

عمرؓ نے بلایا اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور اُن سے لیلۃ القدر کے بارے میں سوال کیا تو اس پر سب کا اجتماع ہو گیا کہ (وہ رمضان کے) آخر کے دس دِنوں میں ہے تو میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں بخوبی جانتا ہوں اور میں بڑا گمان رکھتا ہوں کہ وہ کونسی رات ہے تو عمرؓ نے کہا کہ پھر وہ کونسی رات ہے تو انھوں نے کہا کہ وہ ساتویں رات ہے جو گزر رہی ہو یا ساتویں ہے جو باقی رہ رہی ہو آخر کے دس دنوں میں سے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے یہ کہاں سے جانا۔ میں نے کہا کہ اللہ نے پیدا کئے سات آسمان اور سات زمینیں اور سات دن اور تمام زمانہ سات میں ہی گھوم رہا ہے۔ اور انسان پیدا کیا گیا ہے سات سے اور کھاتا ہے سات سے اور سجدہ کرتا ہے سات اعضاء پر اور بیت اللہ کا طواف سات پھیرے ہیں اور جمار بھی سات ہیں اسی طرح اشیاء کا ذکر کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آج ایسی بات سمجھ میں آئی جس کے بارے میں ہم نے خیال نہیں کیا تھا۔ اور قتادہؒ زیادہ کرتے ہیں ابن عباسؓ کی روایت میں اُن کے اس قول پر کہ "کھاتا ہے سات سے" یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً (۸: ۲۷ تا ۳۱) اور مروی ہے علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا واللہ میں نے عمرؓ کو رغبت دلائی ماہِ رمضان کی راتوں میں قیام پر۔ کہا گیا کہ اے امیر المومنینؓ آپ نے کیسے رغبت دلائی تھی؟ فرمایا کہ میں نے اُن کو خبر دی کہ ساتویں آسمان میں ایک ایوان ہے جس کو "حظیرۃ القدس" (ایوانِ مقدس) کہا جاتا ہے وہاں فرشتے ہیں جن کو روح کہا جاتا ہے اور ایک نسخہ میں "روحانیون" ہے۔ تو جب لیلۃ القدر ہوتی ہے وہ اپنے رب سے دنیا کی طرف اُترنے کی اجازت مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کو اجازت دیدیتا ہے تو وہ جس مسجد سے بھی گزرتے ہیں جس میں نماز پڑھی جا رہی ہو اور جس نمازی سے بھی راستہ میں اُن کا سامنا ہو جاتا ہے وہ اُس کے لئے ضرور دعاء کرتے ہیں اور ان کی دُعاء کی برکت ان کو پہنچتی ہے تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ اے ابو الحسنؓ تو ہم لوگوں کو نماز کا شوق دلائیں گے تاکہ اُن کو یہ برکت پہنچا کرے

فامر الناس بالقیام عن ابن عباس
قال جاء رجل الی عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ یسألہ فجعل عمر ینظر الی رأسہ
مرۃ والی رجلیہ اخری ہل یری
علیہ من البؤس ثم قال لہ عمر کم
مالک قال اربعون من الابل قال
ابن عباس قلت صدق اللہ ورسولہ
لو کان لابن آدم وادیان من ذہب
لابتغی الثالث ولا یملأ جوف ابن آدم
الا التراب ویتوب اللہ علی من
تاب فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما ہذا
فقلت ہکذا اقرأنی ابی قال فمر
بنا الیہ فجاء الی ابی فقال ما یقول
ہذا قال ابی ہکذا اقرأنیہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال أفاثبتہا فی المصحف
قال نعم وعن ابن عباس قال قلت
یا امیر المؤمنین ان ابیا یزعم انک ترکت
من کتاب اللہ آیۃ لم تکتبہا قال واللہ
لاسألن ابیا فان انکر لتکذبن فلما صلی صلوٰۃ
الغداۃ غدا علی ابی فاذن لہ وطرح لہ وسادۃ
وقال یزعم ہذا انک تزعم انی ترکت آیۃ
من کتاب اللہ لم اکتبہا فقال انی سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو ان
لابن آدم وادیین من مال لابتغی الیہما
وادیا ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا
التراب ویتوب اللہ علی من
تاب قال فاکتبہا قال لا انہاک قال
فکان ابیا شک اقول من رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم او قرآن منزل

تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا قیام کا۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ
عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آکر مانگنے لگا تو عمرؓ اس کو
دیکھنے لگے کبھی سر کی طرف اور کبھی پاؤں کی طرف کہ اس پر ناداری
اور تنگ حالی کی کوئی علامت نظر آتے۔ پھر اس سے آپ نے پوچھا کہ
تیرے مال کی کیا مقدار ہے تو اس نے کہا چالیس اونٹ۔ ابن عباسؓ
کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اور اس کے رسول نے سچ کہا
لو کان لابن آدم الخ کہ اگر ابن آدم کے پاس سونے سے دو وادیاں
بھری ہوئی ہوں تو اس کو تیسری کی خواہش پھر بھی ضرور ہوگی
اور ابن آدم کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھر سکتی بجز مٹی کے اور
اللہ اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے جو اللہ کی طرف رجوع ہو تو عمر رضی اللہ
عنہ نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ مجھے ابی نے ایسا ہی پڑھایا
ہے تو فرمایا کہ ہم کو ابی کے پاس لے چلو۔ تو ابی کے پاس پہنچے اور
ان سے فرمایا کہ یہ کیا کہتا ہے تو ابی نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھایا ہے تو عمرؓ نے کہا تو پھر میں اس کو
قرآن میں لکھدوں؟ ابی نے کہا ہاں۔ اور ابن عباسؓ سے روایت
ہے کہ میں نے کہا اے امیر المومنینؓ ابی یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ نے
کتاب اللہ میں سے ایک آیت ترک کردی اس کو نہیں لکھا تو عمرؓ نے
کہا کہ واللہ میں ابی سے ضرور پوچھوں گا تو اگر اس نے انکار
کیا تو تیری تکذیب کی جائیگی۔ تو جب صبح کی نماز پڑھ چکے تو ابی
کے پاس پہنچے۔ انھوں نے ان کو بلا لیا اور ان کے لئے تکیہ لاکر رکھا
اور عمرؓ نے کہا کہ یہ (ابن عباسؓ) گمان رکھتا ہے کہ آپ یہ سمجھتے
ہیں کہ میں نے کتاب اللہ میں کی کوئی آیت چھوڑ دی جس کو نہیں
لکھا تو ابی نے کہا کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
سے کہ آپ فرماتے تھے لو ان لابن آدم وادیین من مال لابتغی
الیہما وادیا ثالثا الخ (اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں
تو وہ ان میں تیسری کے اضافہ کا ضرور طلبگار ہوگا الخ) عمرؓ
نے کہا کیا میں اس کو لکھدوں؟ ابی نے کہا کہ میں منع نہیں کرتا
آپ کو۔ ابن عباسؓ نے کہا گویا ابی کو شک ہوگیا کہ آیا یہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے یا قرآن منزل (اس لئے یہ نہیں کہا کہ لکھدو)

از سورۃ زلزال

عن انس قال بینما ابوبکر الصدیق یأکل مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ نزلت علیہ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ فرفع ابوبکر رضی اللہ عنہ یدہٗ وقال یارسول اللہ انی لرای ما عملت من مثقال ذرۃ من شر فقال یا ابابکر ما ترٰی فی الدنیا مما تکرہ فبمثاقیل ذر الشر ویدخر لک مثاقیل ذر الخیر حتی توفاہ یوم القیامۃ وروی عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال انزلت اذا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا و ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ قاعد فبکی فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یبکیک یا ابابکر قال تبکینی ہذہ السورۃ فقال لولا انکم تخطئون و تذنبون فیغفر لکم لخلق اللہ امۃ یخطئون و یذنبون فیغفر لہم و عن ابی ایوب الانصاری قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر یأکلان اذ نزلت علیہ ہذہ السورۃ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ فامسک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ عن الطعام ثم قال من عمل منکم خیرا فجزاءہ فی الآخرۃ و من عمل منکم شرا یرہ فی الدنیا مصیبات و امراض و من یکن فیہ مثقال ذرۃ

انس رضؓ سے مروی ہے کہ اس دوران میں کہ ابوبکرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ آپؐ پر یہ سورت نازل ہوئی (جس میں یہ آیات ہیں) فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ الخ (٩٩: ٧-٨) سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اُس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لیگا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (کھانے سے) ہاتھ اُٹھایا اور کہا یا رسول اللہ کیا میں نے جو ایک ذرّے کے برابر کوئی بُرا کام کیا ہے اُس کو ضرور دیکھونگا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ دنیا میں تم کو جو مکروہات پیش آتے ہیں وہ اُن ذرّات شر کی مقداروں کے عوض میں ہی تو پیش آتے ہیں اور جو ذرّوں کی مقداروں کے برابر نیکیاں ہوتی رہتی ہیں وہ تمہارے لئے جمع ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن اُن سب کا پورا بدلہ تم کو دیا جائے گا۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے بیان کیا کہ سورۃ اذا زلزلت الارض ایسے وقت نازل ہوئی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوتے تھے اُس کر رونے لگے تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ کیوں روتے ہو تو اُنھوں نے کہا کہ یہی سورت مجھے رُلا رہی ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم خطائیں اور گناہ نہ کرتے جن سے (توبہ کرنے پر) معافی ملتی رہتی ہے، تو اللہ تعالےٰ دوسری ایسی امت پیدا کرتا جو خطائیں اور گناہ کرتی اور پھر اُن کی مغفرت کی جاتی۔ اور ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کھانا کھا رہے تھے کہ اسی درمیان میں آپؐ پر یہ سورت نازل ہوئی (جس میں یہ آیتیں ہیں فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ (یعنی جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھے گا اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھانے سے روک لیا پھر فرمایا کہ تم میں سے جو شخص نیک عمل کریگا تو اُن کا بدلہ آخرت میں پائیگا اور جو شخص تم میں سے بُرے اعمال کریگا وہ اُن کو دنیا میں دیکھے گا مُصیبتوں اور بیماریوں کی صورت میں۔ اور جس شخص میں ایک ذرّہ

خیراً دخل الجنۃ ؂ وعن ابی ادریس الخولانی نحو من ذلک ؂ وعن جعفر بن برقان قال بلغنا ان عمر بن الخطاب اتاہ مسکین و فی یدہ عنقود من عنب فناولہ منہ حبۃ ثم قال فیہ مثاقیل ذر کثیر
عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ فی لیلۃ الف آیۃ لقی اللہ و ہو ضاحک فی وجہہ قیل یا رسول اللہ و من یقوی علی الف آیۃ فقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم الہٰکم التکاثر الی آخرہ ثم قال والذی نفسی بیدہ انہا لتعدل الف آیۃ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سئل عن قولہ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم قال من اکل خبز البر و شرب ماء الفرات مبرداً و کان لہ منزل یسکنہ فذاک من النعیم الذی یسأل عنہ ؂ وعن جابر بن عبد اللہ قال جاءنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما فاطعمناہم رطباً و سقیناہم ماءً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا من النعیم الذی تسألون عنہ ؂ وعن ابی ہریرۃ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فاذا ہو بابی بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقال ما اخرجکما من بیوتکما ہذہ الساعۃ قالا الجوع یا رسول اللہ قال والذی نفسی بیدہ لاخرجنی الذی اخرجکما

کی برابر بھی خیر موجود ہو گی وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اور ابو ادریس خولانی سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور جعفر بن برقان سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ ہمیں یہ بات پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب کے ہاتھ میں ایک خوشۂ انگور تھا تو آپ کے سامنے ایک غریب آگیا تو اُس میں سے ایک دانہ توڑ کر آپ نے اُس کو دیا اور فرمایا کہ اس میں خیر کے بہت سے ذرّے ہیں۔

سورۂ تکاثر

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک رات میں ہزار آیتیں پڑھیگا وہ اس طرح ملیگا اللہ تعالیٰ سے کہ اس کی طرف متوجہ ہو کر وہ ہنستے ہوتے ہوں گے۔ کہا گیا کہ یا رسول اللہ اور ہزار آیات پڑھنے کی قوت کس میں ہو گی تو آپ نے پڑھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ آخر سورۃ تک پھر فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ یقیناً ہزار آیتوں کے برابر ہے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن سے لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (۲-۱:۱-۸ - اُس دن تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہو گی) کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ جس نے گیہوں کی روٹی کھائی اور فرات کا پانی ٹھنڈا کر کے پیا اور اُس کے پاس گھر بھی ہے جس میں رہتا ہے یہ سب اُن نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ اور جابرؓ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ہمارے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آئے تو ہم نے ان کو کھجوریں کھلائیں اور پانی پلایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں تم سے پوچھا جائیگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے دیکھتے کیا ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ کے پاس آگئے۔ آپ نے فرمایا ایسے وقت میں تم دونوں کو کس نے گھر سے نکالا؟ دونوں نے کہا کہ یا رسول اللہ بھوک نے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے بھی اُسی چیز نے باہر نکالا ہے جس نے تم دونوں کو

فتقوموا فقاما معه فأتى رجلاً
من الانصار فاذا هو ليس في
بيته فلما رأته المرأة قالت مرحباً
فقال النبي صلى الله عليه وسلم أين
فلان قالت انطلق يستعذب لنا
الماء إذ جاء الأنصاري فنظر إلى
النبي صلى الله عليه وسلم وصاحبيه
فقال الحمد لله ما احد اليوم اكرم
اضيافاً مني فانطلق فجاء بعذق
فيه بسر وتمر فقال كلوا من
هذا واخذ المدية فقال له رسول الله
صلى الله عليه وسلم اياك
والحلوب فذبح لهم فاكلوا
من الشاة ومن ذلك العذق
وشربوا فلما شبعوا ورووا قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
لابي بكر وعمر والذي نفسي
بيده لتسئلن عن هذا النعيم يوم
القيامة عن ابن عباس انه سمع
عمر بن الخطاب يقول ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم خرج يوماً عند الظهيرة
فوجد ابا بكر في المسجد جالساً فقال ما
اخرجك هذه الساعة قال اخرجني الذي
اخرجك يا رسول الله ثم ان عمر بن الخطاب
جاء فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم يا ابن الخطاب ما اخرجك هذه الساعة
فقال اخرجني الذي اخرجكما فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم هل بكما من قوة فتنطلقان
الى هذا النخل فتصيبان من طعام وشراب فقلنا

نکالا ہے تو ہمارے ساتھ رہو۔ تو یہ دونوں آپ کے ساتھ چلے۔ پھر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے مکان پر پہنچے جو
انصار میں سے تھے۔ دیکھا تو وہ گھر میں نہیں تھے۔ جب اُن کی
بیوی نے آپ کو دیکھا تو مرحبا کہا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
پوچھا کہ فلاں کہاں ہے؟ اُن بی بی نے کہا کہ وہ ہمارے لئے
پینے کا پانی لانے کے لئے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری بھی
آگئے۔ جب اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں
رفیقوں کو دیکھا تو کہا الحمد للہ آج بزرگترین مہمانوں کے بارے
میں مجھ سے کوئی بڑھا ہوا نہیں ہے۔ پھر وہ کھجور کا ایک گچھا
لائے جس میں گدری کھجوریں لگی ہوئی تھیں اور کہا کہ آپ
اس میں سے کھائیے اور اُنھوں نے (بکری ذبح کرنے کے لئے)
چھری سنبھالی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا
کہ دودھ دینے والی مت ذبح کردینا۔ تو اُنھوں نے بکری ذبح
کی اور سب نے اس میں سے کھایا اور اس خوشہ میں سے کھجوریں
بھی کھائیں اور پانی پیا پھر جب کہ سب اچھی طرح
شکم سیر اور سیراب ہوگئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
ابو بکرؓ و عمرؓ سے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے تم سے اس نعمت کے بارے میں قیامت کے دن ضرور
پوچھا جائیگا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے اُنھوں نے عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ نے ابو بکرؓ کو مسجد
میں بیٹھا ہوا پایا تو فرمایا تمھیں ایسے وقت میں کس (ضرورت) نے
باہر نکالا۔ اُنھوں نے کہا جس ضرورت نے آپ کو باہر نکالا اُسی نے
یا رسول اللہ مجھے بھی نکالا۔ پھر عمرؓ بن الخطاب بھی آگئے۔ تو
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن الخطاب ایسے وقت
تمھیں کس چیز نے باہر نکالا۔ اُنھوں نے کہا مجھے بھی اُسی چیز نے
باہر نکالا جس نے آپ دونوں کو نکالا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں اتنی قوت ہے کہ اس کھجور کے باغ
تک میرے ساتھ جاسکو وہاں کھانا اور پانی سب مل جائیگا۔ تو ہم کہا

نعم یارسول اللہ فانطلقنا حتے اتینا منزل مالک بن التیھان ابے الھیثم الانصارے و من ابے بکر الصدیق رضے اللہ تعالے عنہ قال انطلقت مع النبے صلے اللہ علیہ وسلم و معنا عمر الے رجل یقال لہ الواقفے فذبح لنا شاۃً فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ایاک و ذات الدر فاکلنا ثریدًا و لحمًا و شربنا ماءً فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھذا من النعیم الذی تسئلون عنہ و عن عثمان بن عفان رضے اللہ تعالے عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال کل شئ سوے ظل بیت و جلف الخبز و ثوب یواری عورتہ والماء فما فضل عن ھذا فلیس لابن آدم فیھن حق عن عکرمۃ قال مر عمر بن الخطاب برجل مبتلے اجذم اعمے اصم ابکم فقال لمن معہ ھل ترون فے ھذا من نعم اللہ شیئاً قالوا لا قال بلے الا ترونہ یبول فلا یعتصر و لا یلتوی یخرج بولہ سھلاً فھذہ نعمۃ من اللہ تعالے۔

ہاں یارسول اللہ۔ تو ہم چل کر مالک بن التیہان ابو الہیثم انصاری کے مکان پر پہنچے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا اور ہمارے ساتھ عمرؓ بھی تھے ایک شخص کی طرف جس کو واقفی کہا جاتا تھا اس نے ہمارے لئے بکری ذبح کی تھی اور اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ دودھ دینے والی بکری نہ ذبح کرنا تو ہم نے ثرید کھایا اور گوشت کھایا اور پانی پیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اُن نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔ اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز بھی ہے بجز گھر کے سایہ کے (جس میں آدمی گرمی سردی وغیرہ سے اپنا بچاؤ کرسکے) اور خشک روٹی کے ٹکڑے کے اور کپڑے کے جس سے ستر کو چھپالے اور پانی کے جو چیز بھی ان سے زائد ہے ابن آدم کا ان میں حق نہیں ہے۔ عکرمہؒ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب کا گزر ایسے شخص پر ہوا جو جذامی، اندھا، بہرا اور گونگا تھا تو آپ نے اپنے ساتھ والوں سے کہا کہ تم اس میں اللہ کی نعمتوں میں سے کوئی نعمت دیکھتے ہو؟ انھوں نے کہا نہیں! فرمایا ہاں کیا تم یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ پیشاب کرتا ہے تو وہ نہ تھوڑا تھوڑا گرتا ہے اور نہ بند ہوتا ہے بلکہ سب آسانی سے نکل جاتا ہے تو یہ بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔

بابت سورۂ قریش یعنی لایلاف

عن قتادۃ بن النعمان انہ وقع بقریش فکانہ نال منھم فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا قتادۃ لا تسبن قریشاً فانہ لعلک ان ترے منھم رجالاً تزدری عملک مع اعمالھم و فعلک مع افعالھم و تغبطھم اذا رأیتھم لولا ان تطغے قریش لاخبرتھم بالذی لھم عند اللہ و عن معٰویۃ

قتادہؓ بن النعمان سے مروی ہے کہ وہ قریش کو برا کہنے لگے غالباً ان کی طرف سے انھیں کچھ نقصان پہنچا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قتادہ قریش کو گالیاں ہرگز نہ دو کیونکہ امید ہے کہ تم ان میں ایسے مرد بھی دیکھو گے جن کے اعمال کے مقابلہ پر تمھیں اپنا عمل اور اُن کے افعال کے مقابلہ پر اپنا فعل حقیر نظر آنے لگے اور جب تم اُن کو دیکھو تو تم کو رشک آنے لگے۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش میں سرکشی بڑھ جائے گی تو جو مرتبہ اُن کا اللہ کے نزدیک ہے وہ میں اُن کو بتا دیتا۔ اور معاویہ

سمعتُ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم
یقول الناسُ تبعٌ لقریش فے ہٰذا
الامر خیارہم فے الجاہلیۃ خیارہم فے
الاسلام اذا فقہوا واللّٰہِ لولا ان تبطر
قریش لاخبرتہا بما لہا عند اللّٰہِ تعالیٰ
وسمعتُ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم
یقول خیر نسوۃٍ رکبن الابلَ صالح قریش
اَرعاہُ علے زوجٍ فی ذاتِ یدہٖ احناہ
علے ولدہٖ فی صغرہٖ وعن انس قال کنا
فی بیت رجل من الانصار فجاء رسول اللّٰہ
صلے اللّٰہ علیہ وسلم حتے وقف فاخذ
بعضادتے الباب فقال الائمۃ من
قریش ولہم علیکم حق ولکم مثل ذٰلک ما ان
استرحموا رحموا و ان حکموا عدلوا و
اذا عاہدوا وفوا فمن لم یفعل ذٰلک منہم
فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملئکۃ والناس اجمعین
لا یُقبل منہم صرفٌ ولا عدلٌ وعن جبیر بن
مطعم قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ
علیہ وسلم ان للقرشے مثلے قوۃ الرجل
من غیر قریش قیل للزہری ما عنے بذٰلک
قال نبل الرأے وعن سہل بن
ابے حثمۃ ان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ
علیہ وسلم قال تعلموا من قریش و
لا تعلموہا وقدموا قریشا ولا تؤخروہا
فان للقرشے قوۃ الرجلین من غیر
قریش وعن ابے جعفر رضے اللّٰہ
تعالےٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلے
اللّٰہ علیہ وسلم لا تقدموا قریشا
فتضلوا ولا تاخروا عنہا

مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ
فرماتے تھے کہ لوگ اس امر (امامت) میں قریش کے تابع ہیں۔
ان میں کے جو لوگ جاہلیت کے زمانہ میں اچھے تھے وہ اسلام میں
اچھے ہیں جب سمجھ سے کام لیتے ہیں۔ واللہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش
اترا جائیں گے تو جو اُن کی فضیلت اللہ کے نزدیک ہے وہ میں
ان کو بتا دیتا۔ (معاویہؓ نے) کہا اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے یہ بھی سُنا آپؐ فرماتے تھے کہ اچھی عورتیں جو
اُونٹوں پر سوار ہوتی ہیں (یعنی عرب اقوام میں سے) قریش کی
نیک لوگوں کی ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ
حفاظت کرنے والی ہو اپنے شوہر کے مال کی اور سب سے زیادہ شفقت
کرنے والی ہو اس کے کم عمر بچوں پر۔ اور انسؓ سے مروی ہے
بیان کیا کہ ہم ایک انصاری شخص کے مکان میں تھے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم آئے اور دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر
کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے اور
ان کا تم پر حق ہے۔ اور اسی طرح تمہارا ان پر کہ اگر ان کو حکم
بنایا جائے تو عدل کریں اور اگر ان سے رحم کی درخواست کی
جائے تو رحم کریں اور جب وہ معاہدہ کریں تو اس کو پورا کریں
تو ان میں سے جو ایسا نہ کرے اُس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں
کی اور سب لوگوں کی۔ ان لوگوں کی نہ توبہ قبول ہوگی اور نہ
فدیہ۔ جبیرؓ بن مطعم سے مروی ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے بیشک ایک قریشی میں غیر قریش کے دو مردوں
کے برابر قوت ہے۔ زہری سے پوچھا گیا کہ اس سے کیا مراد ہے
تو انھوں نے کہا کہ اصابت رائے۔ اور سہل بن ابی حثمہ سے
مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش سے
سیکھو اور اُنھیں سکھانے کا فکر نہ کرو اور قریش کو آگے رکھو
اور ان کو پیچھے نہ کرو کیونکہ ایک قریشی میں غیر قریش کے دو
مردوں کے برابر قوت ہے۔ اور ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قریش سے
آگے نہ بڑھو کہ تم بھٹک جاؤ گے اور نہ ان سے پیچھے ہٹو (یعنی

لتضلوا خیار قریش خیار الناس و
شرار قریش شرار الناس والذی
نفس محمد بیدہ لولا ان تبطر قریش
لاخبرتہا بما لہا عند اللہ ۔ وعن جابر
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الناس تبع لقریش فی
الخیر والشر الی یوم القیامۃ ۔ وعن اسمٰعیل
ابن عبداللہ بن رفاعۃ عن جدہ قال
جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قریشا فقال ہل فیکم من غیرکم
قالوا لا الا ابن اختنا ومولٰنا
وحلیفنا فقال ابن اختکم منکم
ومولاکم منکم ان قریشا اہل
صدق وامانۃ فمن بغی لہم
العواثر کبہ اللہ علی وجہہ ۔ وعن
ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الناس تبع
لقریش فی ہذا الامر خیارہم
تبع لخیارہم وشرارہم تبع لشرارہم
وعن ابی موسٰی قال قام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم علی باب
فیہ نفر من قریش فقال ان ہذا
الامر فی قریش ۔ وعن ابن مسعود
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لقریش ان ہذا الامر فیکم وانتم
ولاتہ ۔ وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لایزال ہذا الامر
فی قریش ما بقی من الناس اثنان وحرک اصبعیہ
وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

اُن کا ساتھ نہ چھوڑنا) ورنہ راہ کھو بیٹھوگے۔ قریش کے اچھے
لوگ تمام لوگوں سے اچھے، اور قریش کے بُرے لوگ تمام لوگوں
سے بدتر۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے
اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش اترا جائیں گے تو میں ان کو خبر کردیتا
کہ اللہ کے نزدیک اُن کا کیا مرتبہ ہے۔ اور جابرؓ سے مروی
ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قیامت
تک قریش کے پیچھے رہیں گے خیر میں بھی اور شر میں بھی۔ اور
اسمٰعیل بن عبداللہ بن رفاعہ نے اپنے دادا سے روایت کی
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کیا پھر پوچھا
کہ کیا تم میں کوئی تمہارا غیر بھی ہے؟ اُنھوں نے کہا نہیں بجز
اُن کے جو ہماری بہنوں کی اولاد ہیں اور جو ہمارے آزاد
کردہ ہیں اور جو ہمارے حلیف ہیں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری بہن کی اولاد تم میں ہی سے
ہے اور تمہارے آزاد کردہ بھی تم میں سے ہیں بیشک قریش اہل
صدق واہل امانت ہیں جو اُن کے لئے ایسی جستجو کرے گا کہ وہ
سختیوں میں مبتلا ہوں خدا اُس کو اوندھے مُنہ گرا دے گا۔ اور
ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ لوگ اس امر (خلافت) میں قریش کے تابع رہیں گے
جو ان میں اچھے ہیں وہ اچھوں کے تابع رہیں گے اور جو اُن میں
بُرے ہیں وہ بُروں کے تابع رہیں گے۔ اور ابوموسٰے روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک (مکان کے)
دروازے پر کھڑے ہوتے جس میں قریش کے چند لوگ موجود
تھے اور فرمایا کہ یہ امر (خلافت) قریش میں رہے گا۔ اور ابن
مسعودؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
قریش سے فرمایا کہ یہ امر تم میں رہے گا اور تم ہی اس کے والی ہو
اور ابن عمرؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ یہ امر (خلافت) ہمیشہ قریش میں رہے گا جب تک
لوگوں میں دو آدمی بھی باقی رہیں گے اور اپنی دو انگلیوں کو
آپ نے حرکت دی۔ اور ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم الملک فی قریش و القضاء فی الانصار و الاذان فی الحبشۃ من سعد قال سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول من یرد ہوان قریش یہنہ اللہ و عن عبید بن عمیر قال دعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لقریش فقال اللھم کما اذقت اولھم عذابا فاذق اخرھم نوالا و من سعد بن ابی وقاص ان رجلا قتل فقیل للنبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال ابعدہ اللہ انہ کان یبغض قریشا۔

علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکومت قریش میں رہے گی اور قضاء انصار میں اور اذان اہل حبش میں۔ سعد روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ جو شخص قریش کو بے آبرو کرنے کا ارادہ کرے گا خدا اُس کو ذلیل کرے گا۔ اور عُبید بن عمیر سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لئے دُعا کی کہ یا اللہ جس طرح آپ نے ان کے پہلے لوگوں کو عذاب کا مزہ چکھایا ان کے بعد والوں کو عطا و کرمت کا مزا چکھا دیجئے۔ اور سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ایک شخص قتل کر دیا گیا۔ اس کا ذکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا اُس کو (اپنی رحمت سے) دُور کرے وہ قریش سے بُغض رکھتا تھا۔

بابت سورۂ کوثر

عن انس ان رجلا قال یا رسول اللہ ما الکوثر قال نہر فی الجنۃ اعطانیہ ربی اشد بیاضا من اللبن و احلی من العسل و طولہ ما بین المشرق و المغرب لا یشرب منہ احد فیظما و لا یتوضأ منہ احد فیتشعث ابدا لا یشرب منہ من اخفر ذمتی و لا من قتل اہل بیتی۔

انس رض سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک نہر ہے جنت میں جو میرے پروردگار نے مجھے عطا فرمائی ہے وہ (یعنی اس کا پانی) یقیناً بہت سفید ہے دودھ سے اور بہت میٹھا ہے شہد سے اور اُس کا طول مشرق و مغرب کے فاصلے کے برابر ہے جو کوئی اُس میں سے ایک بار پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور جو کوئی اُس سے وضو کرلے گا وہ کبھی پراگندہ (مو) نہ ہوگا۔ وہ اُس میں نہ پی سکے گا جس نے میری ذمہ داری کو توڑا ہوگا (یعنی اُس عہد کو جو آپ نے کسی سے کیا) اور نہ وہ جس نے میرے اہل بیت کو قتل کیا۔

بابت سورۂ نصر

عن ابن عباس قال کان عمر یدخلنی مع اشیاخ بدر فقال لہ عبد الرحمن بن عوف لم تدخل ہذا الفتی معنا و لنا ابناء مثلہ فقال انہ ممن قد علمتم فدعاھم ذات یوم و دعانی معھم و ما رأیتہ دعانی یومئذ

ابن عباس رض سے مروی ہے فرمایا کہ عمر رض مجھے بدر کے اشیاخ (یعنے بڑے بوڑھوں) میں داخل کیا کرتے تھے۔ اس پر اُن سے عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ اس جوان کو آپ ہمارے ساتھ کیوں شامل رکھتے ہیں اور ہمارے بیٹے اس کے برابر ہیں تو اُنھوں نے کہا کہ وہ اُن ہی میں سے (یعنی جوانوں کی صف میں سے) ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ پھر ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو بلایا اور مجھے بھی اُن کے ساتھ بُلایا اور میں اُس دن اپنے بلانے کی

الا لیریہم منی فقال ما تقولون فی
قوله اذا جاء نصر الله والفتح
حتی ختم السورة فقال بعضهم امرنا
الله ان نحمده و نستغفره اذا
جاء نصر الله و فتح علینا و قال
بعضهم لا ندری و بعضهم لم یقل
شیئا فقال لی یا ابن عباس
اکذاک تقول قلت لا قال
فما تقول قلت هو اجل رسول الله
صلی الله علیه وسلم اعلمه الله
اذا جاء نصر الله و الفتح فتح مکة
فذاک علامة اجلک فسبح بحمد
ربک و استغفره انه کان
توابا فقال عمر ما اعلم منها الا
ما تعلم وعن ابن عباس قال
لما نزلت اذا جاء نصر الله والفتح
جاء العباس الی علی رضی الله
تعالی عنه فقال انطلق بنا الی
رسول الله صلی الله علیه وسلم فان
کان هذا الامر لنا من بعده لم تشاحنا
فیه قریش و ان کان لغیرنا
سألناه الوصاة بنا قال لا قال
العباس فجئت رسول الله صلی
الله علیه وسلم سرا فذکرت
ذلک له فقال ان الله جعل
ابابکر خلیفتی علی دین الله و
وحیه و هو مستوص فاسمعوا
له و اطیعوا تهتدوا و تفلحوا
و اقتدوا به ترشدوا

غرض سمجھ گیا تھا کہ اس سے صرف یہ مقصود ہے کہ وہ اُن کو میری
کوئی بات (یعنے تفقہ) دکھانا چاہتے ہیں۔ اب فرمایا کہ آپ کیا کہتے
ہیں اس سورت کے بارے میں اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ختم
سورت تک (۱۱۰: ۱ تا ۳) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح آپہنچے
اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہو
رہے ہیں تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار
کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے" تو بعض نے
تو یہ کہا کہ ہم کو اللہ نے حکم دیا کہ ہم اس کی حمد کریں اور اس سے
استغفار کریں جب اللہ کی مدد آجائے اور ہم کو فتح دیدی جائے
اور بعضوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے اور بعضوں نے کچھ نہ کہا۔ پھر
عمرؓ نے مجھ سے کہا اے ابن عباسؓ کیا ایسا ہی تم بھی کہو گے؟
میں نے کہا نہیں! فرمایا کہ پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ تو اللہ
تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن کا وقتِ وفات
بتایا ہے کہ جب اللہ کی مدد اور فتح یعنے فتح مکہ آپہنچے تو یہ علامت
ہے آپ کے وقتِ وفات کی فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان
توابا تو عمرؓ نے کہا کہ میں بھی صرف اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تم جانتے ہو۔
اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب نازل ہوئی اذا جاء نصر اللہ
والفتح تو عباسؓ (اس کا مطلب وہی سمجھ کر جو پچھلی روایت
میں ابھی تحریر ہوا ہے) علی رضے اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ
ہم دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں (اور
آپ سے معلوم کریں) تو اگر یہ امر (یعنے خلافت) اُن کے بعد ہمارے
لئے ہے تو اس میں قریش ہم سے مناقشہ نہیں کریں گے اور اگر
کسی دوسرے کے لئے ہے تو ہم اپنے حق میں اُن سے وصیت کا سوال
کریں گے۔ علیؓ نے کہا نہیں۔ عباسؓ نے بیان کیا کہ میں خفیہ طور پر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور میں نے
اُن سے یہ تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے دینِ الٰہی اور
وحی الٰہی پر میرا خلیفہ ابوبکرؓ کو بنایا ہے اور وہی وصیت کا
حقدار ہے تو تم اُس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو تو ہدایت
اور فلاح پاؤ گے اور اُس کی اقتداء کرو تو بھلائی حاصل کرو گے۔

وقال ابن عباس فما وافق ابابکر علیٰ رأیہ ولا وآزرہ علیٰ أمرہ ولا أعانہ علیٰ شانہ اذ خالفہ أصحابہ فی ارتداد العرب الا العباس قال فواللہ ما عدل رأیہما وحزمہما رأی اہل الارض اجمعین۔

اور ابن عباسؓ نے کہا تو جب ارتداد عرب کے مسئلہ میں ابو بکرؓ کے اصحاب نے ان کی رائے کی مخالفت کی تھی اور کسی نے بھی تائید نہیں کی اُن کے حکم کی اور نہ اُن کے مہم امر میں اُن کی کسی نے اعانت کی بجز عباسؓ کے (کہ وہ ہر موقعہ میں ابو بکرؓ کے مؤید و معین ہے) ابن عباسؓ کہتے ہیں تو واللہ تمام کے تمام اہل ارض کی رائے ان دونوں کی رائے اور ان دونوں کی تدبیر کی برابری نہ کر سکی۔

سورۃ اخلاص

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قرأ اللہُ الواحد الصمد۔

روایت ہے عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں کہ انھوں نے پڑھا اَللّٰہُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ (بجائے اللہ احد۔ اللہ الصمد کے)۔

فصل ہفتم

در اقامتِ دلیل عقلی بر خلافتِ خلفاء

وچون وجود اشخاص معینہ و صفاتِ ایشان بمجرد عقل ثابت نمی شود بلکہ بنقل متواتر یا مشہور یا خبر واحد صحیح ثابت لابد مراد از دلیل عقلی اینجا آن است کہ یک مقدمہ از مقدمات آن عقلی باشد و دیگر متواتر یا مشہور و آن مقدمہ کہ عقلی باشد دو قسم تواند بود قسم اول عقلی محض کہ بغیرِ استناد بشرع ثابت شود لیکن میباید کہ شرع تصدیق آن فرماید تا اعتداد را شاید قسم دوم عقلی ماخوذ از استقراء دلائل شرعیہ یا ماخوذ از آنکہ نقیضِ او مستلزم محالِ شرعی باشد مثلاً صدور چیزی از پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم کہ صدورِ آن جائز نیست و آنچہ بآن ماند ولہٰذا این فصل را منقسم میسازیم بدو مقصد۔

مقصد اوّل حاصل آن تنقیح معنے خلافت خاصہ است زیراکہ لفظ خلافت حقیقتِ شرعی است و مدعیانِ تشرع آراء مختلفہ دارند ہر یکے از لفظ خلافت معنے ادراک مینماید و صفاتِ لازمۂ خلیفہ بنوعی تقریر می کند مثلاً فرقۂ خلافت پیغامبر را صلے اللہ علیہ وسلم بمعنے امامت میگیرند و در صفات خلیفہ ہاشمیت و فاطمیت و عصمت و مانند آن اعتبار می کنند و شک نیست کہ ہیچ عاقلے این معنے را برائے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم

فصل ہفتم

خلافتِ خُلفاء پر دلیل عقلی کے بیان میں

چونکہ اشخاص معینہ کا وجود اور اُن کی صفات محض عقل سے ثابت نہیں ہوتیں بلکہ نقل متواتر یا مشہور یا خبر واحد صحیح سے ثابت ہوتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ایسی جگہ پر دلیل عقلی سے ایسی دلیل مراد لی جائے جس کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ عقلی ہو اور دوسرا متواتر یا مشہور۔ اور وہ مقدمہ جو عقلی ہوگا دو قسم کا ہو سکتا ہے۔ پہلی[1] قسم عقلی محض جو کہ استناد شرعی کے بغیر ثابت ہو جائے لیکن ضروری ہے کہ شریعت اُس کی تصدیق کرے تاکہ قابل اعتماد سمجھا جائے۔ دوسری[2] قسم عقلی جو ماخوذ ہو دلائل شرعیہ کے استقراء سے یا ایسے امر سے ماخوذ ہو جس کی نقیض محال شرعی کو مستلزم ہو مثلاً ایسی چیز کا صدور (لازم آجائے) کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا صدور جائز نہیں ہے اور جو اس کے مشابہ ہو۔ لہٰذا اس فصل کو ہم دو مقصد پر منقسم کرتے ہیں۔

مقصد اوّل جس کا حاصل ہے خلافت خاصہ کے معنے کی تنقیح، کیونکہ لفظ خلافت ایک حقیقتِ شرعی (پر دلالت کرتا) ہے اور مدعیانِ تشرع مختلف آراء رکھتے ہیں۔ ہر ایک لفظ خلافت کے ایک خاص معنے سمجھ رہا ہے اور خلیفہ نبوی کی صفاتِ لازمہ کی ایک خاص نوع کے ساتھ تقریر کر رہا ہے۔ مثلاً ایک فرقہ کے لوگ خلافتِ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو امامت کے معنے میں لیتے ہیں اور خلیفہ کی صفات میں ہاشمیت اور فاطمیت اور عصمت اور اس کے مانند صفات کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ اس معنے کو خلفاء ثلاثہ (صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ

اثبات نمی تواند کرد و ما در خلافت مفہوم سلطنت و
فرمانروائی مسلمین اخذ مینمائیم و در خلافتِ خاصہ
ہجرت و سوابقِ اسلامیہ معتبر میدانیم و ہیچ عاقلے
این معنے را برائے ائمہ اثنا عشر غیر مرتضٰے اثبات
نخواہد کرد پس شبہئے کہ درمیانِ فریقین واقع است
منشأ آن عدم تنقیح معنے مراد بودہ است اختلاف
اصطلاحات حق را مختفے ساخت پس معنے خلافت
باعتبارِ لغت جانشینی است کہ یکی بجائے دیگرے
بنشیند و بہ نیابتِ او کار کند و در شرع مراد از وے
بادشاہی است برائے تصدی اقامتِ دینِ محمدی
علٰے صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیمات بہ نیابتِ آن
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پس اگر کسے
بادشاہ نباشد و حکمِ او نافذ نبود خلیفہ نیست ہرچند
فرض کنیم کہ افضل امت باشد و معصوم و مفترض
الطاعت و فاطمی و اگر کافرے بادشاہ باشد یا تحکیم
کند سیف را نہ شرع را و کارِ او اخذ خراج و باج
باشد و باقامتِ دین مثل جہاد و اقامتِ حدود
و فصلِ قضایا اصلاً نپردازد خلیفہ نخواہد بود
مانند اکثر متغلبہ در زمانِ ما و پیش از ما۔

نکتہ۔ اینجا نکتہ باید فہمید کہ گفتگوی امامیہ
درین مبحث نزاع لفظے است بلکہ شغب محض
است نزاع لفظے ہم نیست زیرا کہ خلافت غیر
امامت است عند الامامیہ و مرادف اوست
عند اہل السنت یکی از خلافت بمعنی بادشاہی
و صفاتِ خلیفہ بمعنے صفاتے کہ نزدیک وجود
آنہا بادشاہی معصیت نباشد یا حکم
او نافذ شود افضل امت باشد یا نہ
سخن میگوید دیگرے از افضل امت
کہ در حکم اللہ تع

عثمانؓ ذی النورین) کے حق میں کوئی عاقل ثابت نہیں کر سکتا۔
اور ہم "خلافت" میں سلطنت اور فرمانروائی مسلمین کا مفہوم اخذ
کرتے ہیں اور "خلافتِ خاصہ" میں ہجرت اور سوابق اسلامیہ
کو معتبر جانتے ہیں۔ اور کوئی صاحبِ عقل اس معنے کو بارہ اماموں
میں بجز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ثابت نہ کرے گا۔ تو فریقین
میں جو اختلاف واقع ہوا ہے اُس کا منشا معنے مراد کی تنقیح نہ ہونا ہے
اصطلاحات کے اختلاف نے حق کو چھپا دیا ہے۔ اس کے بعد (ہم
کہتے ہیں کہ) باعتبارِ لغت خلافت کے معنے ہیں "جانشینی" کہ کوئی
دوسرے کی جگہ بیٹھ جائے اور اس کا نائب بن کر کام کرے اور
شریعت میں اُس سے مراد ایسی بادشاہی ہے جو اقامتِ دینِ محمدی
(علٰے صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کی انجام دہی کے لئے ہو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے طور پر۔ تو اگر کوئی بادشاہ
نہ ہو اور اس کا حکم نافذ نہ ہو وہ خلیفہ نہیں ہے کتنا ہی ہم فرض
کرلیں کہ وہ افضلِ امت بھی ہو اور معصوم اور مفترض الطاعت
بھی اور فاطمی بھی۔ اور اگر کوئی کافر بادشاہ بن جائے (یا مؤمن
بادشاہ ہو جائے مگر) تحکیم (یعنے نظامِ عدل) تلوار سے کرتا ہے
شریعت سے نہیں، اُس کا کام خراج اور محصول لینا ہو اور اقامتِ
دین سے جیسے جہاد اور حدود کا قائم کرنا اور مقدمات کے فیصلوں
میں قطعاً مشغول نہ ہو تو خلیفہ نہیں ہوگا جیسے اکثر متغلبہ (زور
زبردستی سے بادشاہ بن جانے والے) ہمارے زمانہ کے اور ہم
سے پہلے گزر چکے ہیں۔

نکتہ۔ یہاں ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس مبحث میں فرقہ امامیہ
کی گفتگو نزاعِ لفظی ہے بلکہ محض شور و غل ہے نزاعِ لفظی بھی
نہیں ہے کیونکہ امامیہ کے نزدیک خلافت غیر ہے امامت کی۔ اور
اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک دونوں ہم معنے ہیں۔ ایک تو یہ
بات کہہ رہا ہے کہ خلافت بمعنے بادشاہی ہے اور صفاتِ خلیفہ سے
مراد ایسی صفات ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے بادشاہی معصیت
نہ ہو سکے یا اُس کا حکم نافذ ہو جائے، وہ شخص امت میں افضل
ہو یا نہ ہو۔ اور دوسرا ذکر کر رہا ہے کسی افضلِ امت کا کہ اللہ کے

منقاد شدن باو بر تمام امت فرض است بادشاہ باشد یا نباشد ذکر میکند و امامت باین معنے سخنے است کہ ہیچ فرقہ از فرق اسلامیہ بآن نطق نہ کردہ است و نہ از کتاب و سُنّت این معنے مفہوم شدہ و نہ اولاد حضرت مرتضیٰ رضہ درعصری از اعصار بران اتفاق کردہ اند و بحکم عادت مستحیل است کہ در شرع دلالت براین معنے باشد و کسے آن را نداند و بگوش کسے نہ رسد ہمان میماند کہ شخصے گوید امروز در بازار سیلے آمد کہ چند ہزار کس را غرق ساخت و غیر او ہیچکس این را نمی داند و اثرے از باران ہم دیدہ نشد سبحانک ہذا بہتان عظیم و اگر باور کنیم این را سوفسطائی باشیم و امامیہ بامامت زین العابدین و محمد باقر و جعفر صادق رضوان اللہ تعالےٰ علیہم قائل اند حالانکہ ایشان باتفاق بادشاہ نبودند آری خلافت را ضمیمہ امامت میدانند بمعنے آنکہ چون امام موجود باشد خلافت حق او است دیگری را نمی سزد کہ اقدام بران کند و ظاہر آن است کہ این مسئلہ از فروع فرضیت انقیاد است مراد پس اگر معصومی مفترض الطاعت بادشاہی را بامر سلطنت قائم گرداند بادشاہی او صحیح باشد و خودش امام باشد و آن منصوب خلیفہ مانند آنکہ حضرت شمویل ؑ طالوت را خلیفہ ساخت و خود ایشان نبی بودند و طالوت ملک و اگر عصیان امام در حکم نکاح یا غیر آن بوجود آید آن نیز معصیت باشد پس خصوصیت خلافت تاثیرے ندارد پس در مسئلہ خلافت رایت خلاف افراشتن و از ہر دو جانب

حکم میں اُس کا مطیع ہونا تمام امت پر فرض ہے وہ بادشاہ ہو یا نہ ہو۔ اور امامت باین معنٰے ایسی بات ہے کہ فرق اسلامیہ میں سے کوئی فرقہ کبھی اس کا قائل نہیں ہوا اور نہ کتاب و سُنت سے امامت کے یہ معنے مفہوم ہوتے ہیں اور نہ حضرت مرتضےٰ رضہ کی اولاد نے زمانوں میں سے کسی زمانہ میں اس پر اتفاق کیا ہے اور بسبیل عادت یہ بات محال ہے کہ شریعت میں اس معنے پر دلالت موجود ہو اور کوئی اس کو نہ جانے اور نہ کسی کے کان تک پہنچے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کوئی یوں کہے کہ آج بازار میں ایسا سیلاب آیا کہ جس نے کئی ہزار آدمیوں کو غرق کر دیا۔ اور بجز اس کہنے والے کے اور کسی کو بھی اس سیلاب کی خبر نہ ہو اور بارش کا بھی کوئی نشان نظر نہ آئے۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ اگر ہم اس کو باور کرلیں تو ہم سوفسطائی[۱] ہوں گے۔ امامیہ زین العابدین اور محمد باقر اور جعفر صادق رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی امامت کے قائل ہیں حالانکہ یہ حضرات بالاتفاق بادشاہ نہیں تھے۔ البتہ یہ لوگ خلافت کو امامت کا ضمیمہ سمجھتے ہیں باین معنے کہ جب امام موجود ہوگا تو خلافت اُس کا حق ہے دوسرے کے لئے سزاوار نہیں کہ اُس کی طرف اقدام کرے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مسئلہ (ان کے نزدیک) فرضیت اطاعت کی فروع میں سے ہے۔ تو اگر کوئی معصوم جس کی اطاعت فرض ہے امور سلطنت کی انجام دہی کے لئے خود کسی کو بادشاہ مقرر کردے تو اُس کی بادشاہی صحیح ہوگی اور وہ خود اُس بادشاہ کا امام رہے گا اور وہ بادشاہ خلیفہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت شموئیل ؑ نے طالوت کو اپنا خلیفہ بنایا اور وہ خود نبی تھے اور طالوت بادشاہ۔ اور اگر حکم نکاح وغیرہ میں امام کی نافرمانی وجود میں آئے گی تو وہ بھی معصیت ہوگی تو خلافت کی خصوصیت کوئی بھی تاثیر نہیں رکھتی۔ تو ان کا مسئلہ خلافت میں ہمارے خلاف جھنڈا بلند کرنا اور دونوں جانب سے

[۱] سوفسطائی فلاسفہ کا ایک گروہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ تمام وجودات جو مشاہدے میں آ رہے ہیں یہ سب بے وجود ہیں نہ ان کا کوئی نشا ہے۔ نیک اعمال بد اعمال کچھ نہیں نہ جزا و سزا کی کوئی حقیقت، نعوذ باللہ منہ ۲ مترجم

بُرد و مات درمیان آوردن معنے ندارد فتأمّل ہٰذہ النکتۃ حق التأمّل۔

چون این نکتہ مذکور شد بر اصل سخن روکم خلافت را چون بوصفِ راشدہ مقیّد کنیم معنیش آن باشد کہ نیابت پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم در کارہائی کہ پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم بنا بر وصفِ پیغمبری میکروند از اقامتِ دین وجہادِ اعداء اللہ وامضائے حدود اللہ و احیاء علوم دینیہ واقامتِ ارکانِ اسلام وقیام بقضاء وافتاء۔ وآنچہ باین قبیل تعلق دارد بوجہے کہ از عہدۂ آن برآید و عاصی نباشد و مقابلِ آن خلافت جابرہ است کہ در بسیارے از احوال مخالفِ شرع بعمل آرد و از عہدۂ واجب برنیاید و معطّل گزارد بسیارے از انچہ میباید تا آنکہ عاصی باشد در خلافتِ خود مثلاً اقامت حدود میکند واحیاء علوم دین نمی نماید یا اقامت بوضعے میکند کہ شرع بآن حکم نہ فرمود بجائی رجم میسوزد و بجائے قصاص رجم می نماید واین خلافتِ راشدہ لوازمے چند دارد کہ بدون آن لوازم قیام شخصے بخلافتِ راشدہ متصوّر نیست مانند عقل وبلوغ وذکورت وسلامت سمع وبصر وحریّت وعلم وعدالت وشجاعت ورائے وکفایت در حرب وسلم وغیر آن واین صفات ببداہت عقل معلوم مے شود کہ تحقق مقصود از خلافت بغیر آنہا ممکن نیست وسنّتِ سنیّہ

"بُرد[1] اور مات" کو درمیان میں لانا کوئی معنے نہیں رکھتا۔ اس نکتہ پر خوب اچھی طرح غور کر لو۔

نکتہ سے فارغ ہو کر اب ہم اصل بات کی طرف چلتے ہیں جب ہم خلافت کو وصفِ راشدہ کے ساتھ مقید کریں گے (یعنے خلافتِ راشدہ کہیں گے)، تو اُس کے معنے ہوں گے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نیابت اُن کاموں میں جو بربنا۔ وصفِ پیغمبری پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم انجام دیتے تھے یعنے اقامتِ دین اور دشمنانِ خدا کے ساتھ جہاد اور حدود اللہ کا جاری کرنا اور علومِ دینیہ کا اِحیاء۔ اور ارکانِ اسلام (یعنے نماز روزہ حج زکوٰۃ) کا قائم کرنا اور قضاء و اِفتاء کا قائم کرنا اور جو امور اس ذیل میں آتے ہیں اُن کی انجام دہی ایسے احسن طور پر کہ گناہ سے محفوظ رہتے ہوئے اُس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں اُس (خلافتِ راشدہ) کے مقابل "خلافتِ جابرہ" ہے کہ بہت سے احوال میں شریعت کے برخلاف عمل کرے اور ضروری ذمہ داریوں سے سبکدوش نہ ہو اور بہت سے امور جن کا کرنا ضروری تھا اُن کو معطّل چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خلافت میں عاصی ہو جائے۔ مثلاً اقامت حدود کرتا ہے مگر علوم دینیہ کا احیا نہیں کرتا۔ یا اقامتِ حدود ایسے طریقہ سے کرتا ہے جس کا شریعت نے حکم نہیں فرمایا۔ مثلاً رجم (سنگسار کرنا) کے بجائے پھونک دیتا ہے اور بجائے قصاص کے رجم کر ڈالتا ہے۔ اور یہ خلافتِ راشدہ چند لوازم رکھتی ہے جن کے بغیر کسی شخص کا خلافتِ راشدہ پر متمکن ہونا متصوّر نہیں جیسے عقل اور بلوغ اور مرد ہونا اور سلامتی سمع وبصر وحریّت اور علم وعدالت وشجاعت ورائے اور کفایت (یعنے کفایت مہمات امور مملکت) جنگ اور صلح کے مواقع میں، اور اس قسم کے ضروری اوصاف بغیر کسی دلیل کے ہی یہ بات واضح ہے کہ خلافت سے جو مقصود ہے اُس کا حصول ان صفات کے بغیر ممکن نہیں ہے اور سنّتِ سنیّہ

[1] یہ شطرنج کی اصطلاح ہے۔ جب مقابل کے تمام مہرے اُٹھا لئے جائیں اس کو بُرد کہتے ہیں یہ بھی ایک قسم کی ہار ہوتی ہے۔ اور جب بادشاہ پرند پڑ جائے اور اس شہ سے بچنے کے لئے اس کے پاس کوئی گھر نہ رہے تو اس کو "مات" کہتے ہیں ۱۲ مترجم عفی عنہ

وصفے دیگر برین صفات مزید کردہ است و آن
قرشیت است تا تشبہ واقع شود بافعل اللہ
دربنی اسرائیل کہ انبیاء نمی بودند الا از بنی اسرائیل
از سبط لاوی باشند یا یہودا یا غیر آن ہمچنان
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لازم گردانید کہ
خلیفہ از قریش باشد از بنی ہاشم باشد یا غیر بنی ہاشم
و در اشتراط قریشیت حکمتہا است کہ این موضع
تفصیل آن را بر نمی تابد۔

سوال اگر صبی را یا زنے یا جاہلے یا غیر مجرب
غیر کافی را بعد موت پدر او خلیفہ سازیم و علماء
را برائے احیاء علوم دین و برائے قضاء و افتاء
منصوب گردانیم و امیرے حاذق را در فوج
کشی و مجرب او در شکست دادن اعداء امیر غزاۃ
گردانیم و حکیمے را کہ طریق اخذ زکوٰۃ و خراج می
داند و نصب عمال بر شرط می شناسد و
تقسیم بیت المال در مستحقین می تواند وزیر
الوزراء سازیم امور سلطنت منتظم شود بغیر
وجود این صفات در خلیفہ۔

جواب گوئیم بنقض اولاً اگر این
صبی را یا این زن را از میان براندازیم و
این علماء و امراء و وزراء باہم متفق
شوند و با یک دیگر مخالفت نہ نمایند و
عہود مؤکدہ درمیان آرند امور سلطنت
بغیر خلیفہ منتظم مے تواند شد پس
نصب خلیفہ چہ ضرور و بحل ثانیاً اجتماع
نفوس بغیر جامعے کہ بشوکت
خود ہمہ را در یک سلک
منسلک گرداند پا بر ہوا است
نزدیک است کہ

(یعنی ارشاد رسول ؐ) نے ان صفات پر ایک اور صفت کا اضافہ
کردیا ہے اور وہ قریشیت ہے تاکہ اللہ کے فعل سے مشابہت واقع
ہوجائے جو بنی اسرائیل میں نمایاں ہوا کہ انبیاء صرف بنی اسرائیل
میں سے ہی ہوتے تھے لاوی کی اولاد میں سے ہوں یا یہودا وغیرہ
کی۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لازم کردیا کہ
خلیفہ قریش میں سے ہونا چاہیئے بنی ہاشم میں سے ہو یا غیر بنی ہاشم
میں سے۔ اور قریشیت کو شرط قرار دینے میں بہت سی حکمتیں
ہیں۔ یہ موقع ان کی تفصیل کا متحمل نہیں۔

سوال اگر لڑکے کو یا کسی عورت یا جاہل یا کسی ناتجربہ کار کو جو
کفایت مہمات کا اہل نہیں ہے اُس کے باپ کی موت کے بعد
ہم خلیفہ بنادیں اور احیاء علوم دین اور قضاء وافتاء کے مناصب
پر علماء کو قائم کردیں اور کسی تجربہ کار امیر کو فوج کشی پر اور اہلِ
تجربہ (جرنیل) کو دشمنوں کو شکست دینے کے لئے امیر مجاہدین
بنادیں اور کسی دانشمند شخص کو جو زکوٰۃ و خراج وصول کرنے
کے طریقے جانتا ہو اور عاملوں کو تفویض مناصب کے لئے جو
شرائط ہیں ان سے واقف ہو اور بیت المال میں سے تقسیم اموال
مستحقین پر کرنے کی قدرت رکھتا ہو وزیر الوزراء بنا دیں تو
(اس طرح کا نظم بنا دینے کے بعد) امور سلطنت کا انتظام
ہوجائے گا خلیفہ میں ان صفات کے پائے جانے کے بغیر۔ (دیکھیے
مذکورہ بالا صفات کو عقلاً لوازم میں سے کیسے قرار دیا جاسکتا ہے)

جواب اولاً بطریق نقض ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر اس لڑکے
یا اس عورت کو ہم درمیان سے ہٹادیں اور یہ علماء اور امراء
اور وزراء باہم متفق ہوجائیں اور ایک دوسرے کی مخالفت
نہ کریں اور آپس میں مضبوط عہد کرلیں تو امور سلطنت خلیفہ
کے بغیر بھی منتظم ہوسکتے ہیں تو خلیفہ کا نصب کرنا ہی کیا ضروری
ہے۔ ثانیاً بطریق حل ہم کہتے ہیں کہ نفوس کا اجتماع بغیر
ایک جامع شخص کے جو کہ اپنی شوکت سے سب کو ایک سلک
میں (تسبیح کے دانوں کی طرح) منسلک کرلے ممکن الوقوع سمجھ
لینا ہوا پر کھڑے ہونے کی امید کرنا ہے۔ قرین قیاس ہے کہ

اندک خشونتے درمیان ایشان افتد و آن محالفت
برہم خورد لہٰذا حکماء گفتہ اند سببِ تالیفِ ناس
وجوہ متعددہ می باشد رہبت و رغبت و حاجت
و اتفاقِ طبائع و اتفاق بر صفاتِ کسبیہ و
رسم و عقل و اجتماعے کہ بیک دو وجہ پیدا
شود پا بر ہوا دارد و بران بنا کردہ جنگہا و کارہائے
عمدہ صورت نمی بندد و این مبحثے است از
اجلّے مباحثِ حکمت سیاست مُدن چون مدار
این امور بر احتمالاتِ عقلیہ نیست بلکہ بر آنچہ
در عادت مُوجب رفع مفسدہ با وجود مصلحت
باشد باید دانست کہ این عزیز ناقص یا این زن
ہیچ کارے نمی آید وجود و عدم او مساوی است
و او خود نمی داند کہ شریعت و مصلحت چیست تا در
آنچہ موافق شریعت و مصلحت است و مخالف
آن است تمیز نماید کے را ترجیح دہد و از دیگرے
نہی فرماید و اعتماد در ہر فن بر اہلِ آن فن کردن و
خود مقلّد محض بودن ہرگز راست نمی آید و کارے
نمی گشاید اکثر مفاسد در عالم از ہمین جہت ناشی
شدہ و اگر تسلیم این شخص ضرور افتد الضرورات
تبیح المحظورات بالجملہ شک نیست کہ خلیفہ
چون متصف باین صفاتِ فاضلہ باشد نوعے
از تشبّہ با پیغمبر علیہ السلام پیدا کردہ است ہم
در ملکات و ہم در افعال چون بر خلافتِ راشدہ
وصفے دیگر زیادہ کنیم و گوئیم خلافتِ راشدہ
خاصّہ مرجع آن تشبّہ خلیفہ است بہ پیغامبر
علیہ السلام زیادہ از آنچہ در خلافتِ راشدہ
شرط کردیم در تفصیل آن زیادہ می باید افتاد
تحریر سخن این است کہ آن خلیفہ
عین پیغامبر نہ خواہد بود

معمولی تلخی گفتار واقع ہو کر اس حلف باہمی کو توڑ پھوڑ ڈالے لہٰذا
حکماء نے کہا ہے کہ لوگوں کے باہمی میل جول کے متعدد وجوہ ہوتے
ہیں۔ رہبت (یعنے خوف) رغبت و حاجت اور طبائع کا یکساں
ہونا، اور صفاتِ کسبیہ پر اتفاق (یعنے ہم پیشگی) اور رسم
و عقل۔ اور جو اجتماع ایک یا دو وجہ سے ہو جاتے گا وہ ناپائدار
ہوگا اور ایسے اتفاق کو بنیاد بنا کر بڑی لڑائیاں اور بڑے کام
صورت پذیر نہیں ہوتے اور یہ ایک ایسا مبحث ہے جو سیاستِ
مُدن کے ان مباحثِ حکمت میں سے ہے جو بہت واضح ہیں۔
چونکہ مدار ان امور کا احتمالاتِ عقلیہ پر نہیں ہے بلکہ ان چیزوں
پر ہے جو عادۃً رفع مفسدہ کی موجب ہوتی ہیں مصلحت کے
پائے جانے کے ساتھ تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ناقص عزیز یا یہ
عورت کسی کام میں نہیں آئے گی اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے
وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ شریعت کیا چیز ہے اور مصلحت کیا۔ وہ
اس چیز میں جو موافق شریعت اور مصلحت کے ہے اور اس
چیز میں جو خلافِ شریعت و مصلحت ہے کیا تمیز کر سکے گا کہ ایک
کو ترجیح دے اور دوسرے سے منع کرے اور کسی فن میں بھی اس
فن والوں پر اعتماد کر کے خود مقلّدِ محض رہ جانا ہرگز درست نہیں
ہوتا اور اس سے گرہ کشائی نہیں ہوتی۔ عالم میں اکثر مفاسد
اسی جہت سے پیدا ہوتے۔ اور اگر ایسے شخص کو سپرد کرنے پر کوئی
مجبوری ہو تو الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو
مباح کر دیتی ہیں) الغرض اس میں شک نہیں ہے کہ خلیفہ جب ان
صفاتِ فاضلہ سے متصف ہوگا تو اس نے ایک قسم کی مشابہت
پیغمبر علیہ السلام سے پیدا کر لی ہے ملکات میں بھی اور افعال میں
بھی۔ جب خلافتِ راشدہ پر ہم ایک صفت اور بڑھا کر یہ کہیں
کہ "خلافتِ راشدہ خاصّہ" تو اس کا مآل ہوگا خلیفہ کا زیادہ
مشابہ ہونا پیغمبر علیہ السلام سے بہ نسبت اس مشابہت کے جس کو
ہم نے خلافتِ راشدہ کے لئے شرط قرار دیا ہے۔ اس کی تفصیل
ہمیں زیادہ کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔
چوٹی کی بات یہ ہے کہ وہ خلیفہ عین پیغمبر نہیں ہوگا کہ اس کا

تا نزول وحے وافتراضِ طاعت صفتِ او باشد بلکہ از صفاتِ اُمتیاں وصفے کہ اقرب است بصفاتِ پیغامبر از جہتِ پیغامبری ونمونۂ او وظلّ اوست اخذ باید کرد باز تشبّہ معتبر اینجا تشبّہ دراوصافی است کہ پیغامبر را باعتبار پیغامبری باشد مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اجمل ناس بودند وپیغامبرانِ دیگر درجمال متفاوت پس اجملیت وصف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باعتبار پیغامبری نباشد وہاشمی بودند وسائر انبیاء از اسباطِ بنی اسرائیل پس ہاشمیت باعتبار پیغامبری نخواہد بود وقولِ ما باعتبار پیغامبری شامل است جہاد را مثلاً حالانکہ اکثر پیغامبران بجہاد مامور نہ بودند زیراکہ جہاد ناشی است از جہت وحے وپیغامبری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آنحضرتؐ را بجہاد آورد باز تشبّہ بجمیع آنچہ از لوازم پیغامبر است مطلوب است یا اکثر آن نہ تشبّہ باعتبار بعض اوصافِ قلیلہ زیراکہ ہر مسلمانے کہ ہست با پیغمبر تشبّہے درست کردہ است اگرچہ در نماز پنجگانہ وتلاوتِ قرآن ومانند آن باشد وافاضل اُمت تشبّہ درستے داشتند در بعض اوصاف کما قال[1] حُذیفۃ فے عبداللہ بن مسعود وآیں خلافت در شئے واحد است دون آخر مقصود از خلافتِ خاصّہ خلافتِ مطلقہ است باعتبار جمیع آنچہ از پیغامبر صادر می شد از جہتِ پیغامبری باز تشبّہ با پیغامبر

یہ وصف ہو کہ اس پر نزول وحی بھی ہو اور اُس کی طاعت کو (نبی کی طرح) فرض قرار دیا جائے۔ بلکہ اُمتیوں کی صفات میں سے (اس کے لئے ہم کو) ایسا وصف اخذ کرنا چاہیئے جو پیغمبر کی ایسی صفات سے قریب تر ہو جو پیغمبری کی جہت سے مخصوص ہیں (یہ وصف) نمونہ ہو اس وصفِ پیغمبری کا اور اُس کا ظل ہو۔ پھر سمجھ لیا جائے کہ معتبر تشبّہ یہاں وہی تشبہ ہے جو ایسے اوصاف میں ہو جو پیغمبر کو باعتبار پیغمبری حاصل ہوں مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوب صورت تھے اور دوسرے پیغمبر جمال میں متفاوت تھے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وصفِ اجملیت باعتبار پیغمبری نہ ہوگا۔ آپ ہاشمی تھے اور تمام انبیاء اسباطِ بنی اسرائیل (یعنے یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کی اولاد) میں سے تھے۔ پس آپ کا وصف ہاشمیت بھی باعتبارِ پیغمبری نہ ہوگا۔ اور ہمارا قول "باعتبار پیغمبری" شامل ہے جہاد کو مثلاً حالانکہ اکثر پیغمبر مامور بجہاد نہیں ہوتے۔ کیونکہ جہاد ناشی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اور وحی کی اُس جہت سے جو آپ کو جہاد میں لائی۔ پھر تشبّہ ان تمام اوصاف سے مطلوب ہے جو لوازم پیغمبر میں سے تھے یا اکثر اوصاف سے۔ تشبّہ باعتبار اوصاف قلیلہ مطلوب نہیں ہے۔ کیونکہ جو مسلمان بھی ہے وہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ نہ کچھ تشبہ لئے ہوتے ہے اگرچہ نماز پنجگانہ اور تلاوتِ قرآن وغیرہ (عام عبادات) میں ہو۔ اور افاضل اُمت تو آپ کے ساتھ بعض اوصافِ کمال میں بہت تشبّہ رکھتے تھے جیسا حُذیفہؓ نے کہا ہے[1] عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں۔ اور یہ خلافت شئے واحد میں ہے نہ کہ اور چیزوں میں بھی۔ مقصود خلافتِ خاصّہ سے خلافتِ مطلقہ ہے باعتبار اُن تمام چیزوں کے جو پیغمبری کی حیثیت سے پیغمبرؐ سے صادر ہوتی تھیں۔ پھر (ہم کہتے ہیں کہ) پیغمبرؐ کے ساتھ

[1] یہ تلمیح ہے عبدالرحمٰن بن زید کی حدیث کی طرف اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے حذیفہؓ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روش اور آپ کی عادت اور طریقہ سے قریب تر کون ہے کہ ہم یہ صفات اُس سے حاصل کریں۔ حذیفہؓ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کسی شخص کو کہ ان صفات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو سوائے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ۱۲

باین صفت کہ تقریر کردیم نمی تواند شد الّا آنکہ آن شخص از طبقۂ علیائے اُمّت باشد نہ از طبقۂ سفلےٰ و وسطےٰ و از طبقۂ علیا بودن بدو وجہ تواند بود یکے[1] باعتبار تشبہ نفس با پیغمبر در عبادات و مقاماتِ سنیہ و اخلاقِ حمیدہ دیگر[2] باعتبار سوابقِ اسلامیہ مثل ہجرت و جہاد و نمی تواند شد مگر آنکہ این شخص در دو قوت نفس خود یعنے قوتِ عاقلہ و عاملہ جبلّۃً و کسبًا با پیغمبر مناسبت داشتہ باشد و ثمرات ہر دو را جدا جدا و مجموعًا از وے دیدہ شود و نیز نتواند شد مگر آنکہ داعیۂ الٰہی برائے اتمام مواعیدِ الٰہی در قلبِ او ریزند بواسطۂ نفسِ پیغمبر و برکتِ صحبتِ او و آثار برکاتِ داعیۂ الٰہیہ در افعال و اطوار او دیدہ شود و نیز نتواند شد مگر آنکہ واسطہ باشد درمیانِ پیغامبر و امتِ او در افاضۂ علوم و معنے حقیقتِ خلافتِ خاصّہ وقتے واضح گردد کہ حقیقتِ تشریع را اوّلاً دانستہ شود بعد ازان حقیقتِ نبوّۃ را زیرا کہ خلافتِ خاصّہ نمونۂ نبوّت است و تشبہ است باو پس لابد نکتۂ چند میباید کہ بنویسیم۔

نکتۂ اولےٰ تشریع تتمۂ تقدیر است معنے تقدیر اندازہ نہادن خدائے تعالےٰ برائے ہر نوع اندازہ نہادہ است ہر نوع را خلقتے است خاص و صورتے است خاص و افعالے و اخلاقے است و الہاماتِ جبلّیہ کہ درمیان صورتِ نوعیہ و

ایسا تشبہ جو اس صفت کے ساتھ ہو جس کی ہم نے تقریر کی ہے کسی میں نہیں ہو سکتا بجز ایسے شخص کے جو اُمّت کے طبقۂ علیا (یعنے سب سے بلند طبقہ) میں سے ہو نہ کہ طبقۂ زیرین و طبقۂ درمیانی سے۔ اور طبقۂ علیا میں سے ہونا دو صورتوں سے ہو سکتا ہے۔ ایک[1] یہ کہ اس اعتبار سے ہو کہ نفس میں تشبہ موجود ہو پیغمبر کے ساتھ عبادات میں اور مقاماتِ عالیہ میں اور اخلاقِ حمیدہ میں۔ دوسری[2] یہ کہ تشبہ باعتبار سوابق اسلامیہ کے ہو جیسا ہجرت اور جہاد۔ اور (پیغمبر کے ساتھ نفس میں تشبہ) نہیں ہو سکتا مگر اس صورت میں کہ یہ شخص اپنے نفس کی دو قوتوں میں پیغمبر کے ساتھ پیدائشی اور اکتسابی مناسبت رکھتا ہو یعنے قوتِ عاقلہ اور عاملہ۔ اور دونوں قوّتوں کے ثمرات جُدا جُدا اور مجموعی طور پر اس سے دیکھے جائیں۔ اور (وہ مناسبت جبلّۃً وکسبًا پیدا) نہیں ہو سکتی مگر اس صورت میں کہ نفس پیغمبر کے ذریعہ سے اور اس کی صحبت کی برکت سے مواعید[لہ] الٰہی کی تکمیل کے لئے خدا کی طرف سے ایک داعیہ اس کے قلب میں ڈالیں۔ اور داعیہ الٰہی کے آثار اور برکات اُس کے افعال و اطوار میں دیکھے جائیں۔ اور (وہ آثار و برکات) پیدا نہیں ہو سکتی مگر اس صورت میں کہ یہ شخص افاضۂ علوم میں پیغمبر اور اُس کی اُمّت کے درمیان واسطہ ہو۔

اور خلافتِ خاصّہ کے معنے اُس وقت واضح ہوں گے جب کہ پہلے تشریع کی حقیقت کو سمجھ لیا جائے، اس کے بعد نبوّت کی حقیقت کو۔ کیونکہ "خلافتِ خاصّہ" نبوّت کا نمونہ ہے اور اس کے ساتھ مشابہ ہے اس بنا پر ضروری ہو گیا کہ ہم چند نکتے لکھیں۔

نکتۂ اُولٰی۔ تشریع تتمہ ہے تقدیر کا۔ تقدیر کے معنے ہیں اندازہ مقرر کر دینا۔ خدا تعالےٰ نے ہر نوع کے لئے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔ ہر نوع کی ایک خاص فطرت ہے اور خاص صورت ہے اور اُس کے خاص افعال اور خاص اخلاق ہیں اور الہامات جبلّیہ (یعنے قدرتی غیر کسبی) ہیں جو کہ صورتِ نوعیہ اور

[لہ] مواعید الٰہی سے حق تعالےٰ کے وہ وعدے مراد ہیں جو اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کئے۔ مثلاً ملک فارس اور شام وغیرہ مسلمانوں کو دیا جائیگا وغیرہ ۱۲ مترجم

حاجتِ طاریہ متولد میشود واین قصہ بس
دراز است و آدمی افضل انواع حیوان است
عقل و ذکا و اہتدا بانواع غریب از ارتفاقات
مقتضے نوعِ اوست و در نفس آدمی دو
قوت نہادہ اند قوتِ ملکیہ و قوتِ بہیمیہ
اگر آدمی خود را بقوتِ ملکیہ دہد و ہمہ
آن کند کہ سبب زیادت قوت ملکیہ
است در عداد ملائکہ داخل شود گویا
ملکے است از ملائکہ و اگر خود را بقوتِ بہیمیہ
دہد در عداد بہائم داخل گردد گویا بہیمہ
است از بہائم و حالتے ہست کہ
اعتدال نوع آدمی آن را اقتضا مے
کند و آن امتزاج است در ہر دو قوت
از افعالِ بہیمیہ آن کند کہ با ملکیت مضاد
نداشتہ باشد و از افعالِ ملکیہ آن کند کہ
با بہیمیہ بہ تزاحم بر نہ خیزد پس ہر دو قوت
صلح کنند و اصل صورتِ نوعیہ انسان
ہمین ہیئتِ اعتدالیہ را تقاضا میکند اگر
عصیانِ مادہ مانع آن نباشد فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ
فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا اشارہ بہمان ہیئت
است و برائے این ہیئتِ اعتدالیہ
ملکات است و احوال است و افعال
و آن را کاسبات است و آن را
منقصات است و کفاراتِ آن منقصات
است و این قصہ بہمان می ماند کہ

حاجتِ طاریہ کے درمیان پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ قصہ بہت طویل
ہے۔ اور انواع میں سے سب سے افضل نوع انسان ہے۔ عقل و
ذکاوت اور عجیب و غریب طریقوں سے بتدریج رہنمائی حاصل کرتے
رہنا اس کی نوع کا مقتضٰے ہے اور آدمی کے نفس میں دو
قوتیں رکھی ہیں قوتِ ملکیہ اور قوتِ بہیمیہ۔ اگر آدمی اپنے کو قوتِ
ملکیہ کے حوالے کر دے اور وہ سب کام کرتا ہے جو قوتِ ملکیہ میں
ترقی کا سبب ہوتے ہیں تو وہ فرشتوں کی شمار میں داخل ہو جائے گا
گویا یہ بھی فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوگا۔ اور اگر اپنے کو
قوتِ بہیمیہ کے حوالے کر دے گا تو بہائم کی شمار میں داخل ہو جائے گا
گویا بہائم میں سے ایک بہیمہ یہ بھی ہے۔ اور ایک حالت اعتدال
کی ہے کہ نوع انسان اس کا تقاضا کرتی ہے اور وہ ہے دونوں
قوتوں کا امتزاج کہ انسان افعال بہیمیہ میں سے وہ کام کرے
جو ملکیت سے تضاد کی نسبت نہ رکھتے ہوں اور افعال ملکیہ میں
سے وہ کام کرے کہ بہیمیت کے ساتھ ان کا ٹکراؤ نہ ہو۔ پس
دونوں قوتیں صلح کرلیں۔ اور انسان کی صورتِ نوعیت دراصل
اسی ہیئتِ اعتدالیہ کا تقاضا کرتی ہے۔ اگر مادے کا نافرمانی کی
حد تک پہنچ جانا آڑے نہ آجائے فِطْرَتَ اللّٰہِ الخ (۳۰:۳۰) اللہ
کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالےٰ نے لوگوں
کو پیدا کیا ہے؛ اشارہ اسی ہیئت کی طرف ہے۔ اور اس
ہیئتِ اعتدالیہ کے لئے ملکات ہیں اور احوال و افعال ہیں اور
اس کے لئے کاسبات (یعنی مخصوص طریقے جن سے وہ حاصل ہو)
ہیں اور منقصات ہیں (یعنے وہ کام جو اس ہیئتِ اعتدالیہ
میں نقص پیدا کر دیں) اور ان منقصات کے کفارات بھی ہیں
(یعنے اس ہیئتِ اعتدالیہ میں جو نقص واقع ہو اس کی
تلافی کے طریقے) اور یہ قصہ اس سے مشابہت رکھتا ہے کہ

۱؎ حاجتِ طاریہ وقتی اور ہنگامی ضرورت جو جسم پر آپڑے۔ ایک تو مولود بچے کو کون سکھا سکتا ہے کہ ماں کی پستان میں تیری غذا ہے
اور اس کے حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کو منہ میں لے کر اس طرح کھینچ اور دودھ پیتا رہ۔ لیکن جب اس پر ضرورت غذا طاری
ہوئی تو الہام ربانی نے جس کو الہام جبلی کہتے سب کچھ بتا دیا۔ اسی پر جملہ حیوانات کو قیاس کر لیا جائے۔ ہر حیوان کا میلان اور رجحان الگ ہے تفصیل
کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اسی لئے یہ فرما کر چھوڑ دیا کہ این قصہ بس دراز است سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ۱۲ مترجم

صاحب طب می شناسد کہ برای ہیئت اعتدالیہ کہ مسمّی بصحت است اسباب است و منقّصات است پس امر میکند و نہی مینماید چون در ازل الآزال خدای تعالیٰ جمیع مقتضیاتِ نوعیہ را تقدیر نمود در ذیل آن بمقتضٰی حکمت واجب شد کہ ہیئتِ اعتدالیۂ نفسانیہ کہ در شرع مسمّٰی بفطرۃ است و ملکات و احوال کہ ازان مے خیزد و کواسب و منقّصاتِ او معیّن فرماید و آن را شریعتِ بنی آدم گویند بعض اشیاء را واجب ساخت و بعض اُخریٰ را مندوب و مباح و مکروہ و حرام و تعلیم آن بشر را نمے باشد مگر شبیہ بالہاماتِ جبلیہ و قابلِ تعلیم بے واسطہ نمے باشد الا اعدلِ انسان باعتبار قوائے نفسانیہ و آن شرع واحد است تغیر و تبدیل را راہ بآن نیست لیکن قابل آن است کہ بموضع خاص مقیّد کنند مانند آنکہ طبیب برائے صحتِ آدمی نسخۂ خاص بعد ملاحظہ سن و فصل و بلد معیّن مے نماید از میان چندین محتملات و این را شرعۃ و منہاج گویند لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا۔

نکتۂ دوم- گمان مکن کہ ارسال رسول فرستادن پیغامبر است از بالا بپست یا از مشرق بمغرب یا از بلدے بہ بلدے بلکہ معنے ارسال رسول از جانب حق جلّ وعلا آن است کہ ارادۂ آلہیہ متعلق شود آنکہ

ایک ماہر طبیب پہچانتا ہے کہ ہیئتِ اعتدالیہ جس کو صحت کہتے ہیں اُس کے قائم رکھنے کے لئے کچھ اسباب ہوتے ہیں اور کچھ منقِّصات (یعنے صحت کو ناقص کرنے والی چیزیں) ہوتی ہیں اس لئے وہ امر کرتاہے (اُن باتوں کا جو اعتدالِ مزاج کو قائم رکھتی ہیں) اور نہی کرتاہے (منقّصات سے)۔ جب ازل الآزال میں خدا تعالےٰ نے تمام مقتضیات نوعیہ کے اندازے مقرر فرمائے تو ان کے ذیل میں بمقتضائے حکمت ضروری ہوا کہ ہیئتِ اعتدالیہ نفسانیہ کو جس کو شرع میں "فطرت" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اس کے ملکات (یعنے خصائل راسخہ) کو اور ان احوال کو جو اُن ملکات سے اُبھرتے ہیں اور ان کے کواسب کو (یعنے اُن طریقوں کو جن سے وہ ملکات حاصل ہوں) اور اُن کے منقّصات کو (جو ان ملکات یا ہیئتِ اعتدالیہ کو خراب کرنے والے ہیں) معیّن فرمادیں اور اس کو شریعتِ بنی آدم کہتے ہیں (چنانچہ) بعض اشیاء کو واجب کیا اور بعض دوسری چیزوں کو مستحب اور مباح و مکروہ و حرام۔ اور اس کی تعلیم بشر کو نہیں ہوتی مگر الہاماتِ جبلّیہ کے مشابہ ہوکر۔ اور بے واسطہ تعلیم کے قابل کوئی نہیں ہوتا بجز ایسے انسان کے جو قوائے نفسانیہ (بہیمیت و ملکیت) کے اعتبار سے پُورے اعتدال پر ہو۔ اور وہ شرع واحد ہے اس میں تغیّر و تبدّل کبھی نہیں ہوسکتا لیکن قابل کا کام یہ ہے کہ وہ احکام (واجب، مستحب، مباح، مکروہ، حرام) کو خاص (مناسب) موقعوں کے ساتھ مقیّد کرے جیسا کہ طبیب کسی شخص کی صحت کے لئے اُس کی اور موسم اور اس خاص شہر کی آب و ہوا کے پیش نظر بہت سے محتمل نسخوں میں سے ایک نسخہ تجویز کرتاہے۔ اور اس کو شرعۃ و منہاج کہتے ہیں لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (۵: ۴۸) تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔

نکتۂ دوم۔ یہ گمان نہ کیجئے کہ ارسالِ رُسل کے معنے پیغمبروں کو اُوپر سے نیچے یا مشرق سے مغرب کو یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجدینا ہیں۔ بلکہ اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے رسولوں کو بھیجنے کے معنے یہ ہیں کہ ارادۂ خداوندی کا تعلق اس امر سے ہو جائے کہ

شریعت را جمہور بنی آدم بدانند تا صلاح ایشان
باشد و از مشہوراتِ ذائعہ گردد و عقل و قوا
ایشان بآن علمِ حق ممتلی شود تا سبب حدوث
ارادۂ افعال خیر و کف از منہیات گردد در حق
بسیارے یا در میان بنی آدم انواع شرک و مظالم
شائع گردد و دفع شرک و مظالم از میان
ایشان بدون پیغامبرے مؤید از جانب
قدس میسر نباشد یا قومے از مبغوضین را وقت
عقوبت و اجلِ آن در رسد و مصلحت نباشد
کہ سنگ از آسمان اندازند یا بہ صیحہ اہلاک
نمایند بلکہ مصلحت ارسال رسولے باشد صاحب
شوکت کہ آن عزیز بمنزلۂ جبرئیلؑ واسطۂ تعذیب
آن جماعۂ ملعونہ گردد و این علم و این داعیہ
را ہمہ افراد انسان قابل نیستند بلکہ قابلِ آن
اعدل افراد و اشبہ آن بملأ اعلیٰ می
تواند شد و ہمہ اوقات قابل ظہور امرِ حق
نیست بلکہ حکمتِ الٰہیہ پیش از وجودِ افراد
معین میکند فردے را و مشخص میسازد
زمانے را چون آن زمان در رسد و آن
مرد بوجود آید نفس قدسیۂ آن فرد
معتدل را برائے خود اصطناع فرماید کہ
وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ و آن شرع در
دل او ریزد و جمیع قوائے عقلیۂ و قلبیۂ
آن فردِ معتدل را مسخر خود نماید
و اُمتے گرد وے جمع کند و او را
منصب ارشاد و تعلیم کرامت فرماید
و ایشان را توفیق تعلّم و استرشاد
بخشد و این داعیہ را درمیانِ ایشان
شائع گرداند بدان ماند کہ

شریعت کو عام بنی آدم جان لیں تاکہ ان کی اصلاح ہو جائے اور
خوب مشہور اور شائع ہو جائے اور لوگوں کی عقل اور قوای
اس علمِ حق سے بھر جائیں تاکہ یہ بہت سے نیک لوگوں کے حق میں
نیک کاموں کے کرنے کا ارادہ پیدا ہو جانے کا اور بُرے کاموں
سے باز رہنے کا سبب بن جائے۔ یا بنی آدم کے درمیان بہت
سی قسموں کے شرک اور مظالم شائع ہو جائیں اور ان کا دفع
ہونا ایسے پیغمبر کے بغیر جو عالمِ علوی کا تائید یافتہ ہو میسر نہ
ہو سکے۔ یا مبغوض قوموں میں سے کسی قوم پر عذاب کا وقت
اور اس کی مدتِ مقدرہ آپہنچے اور یہ مصلحت نہ ہو کہ آسمان
سے پتھر برسا کر یا سخت آواز سے ہلاک کریں بلکہ یہ مصلحت ہو کہ
ایک صاحبِ شوکت پیغمبر بھیجا جائے کہ وہ صاحبِ عزت شخص
بمنزلہ جبرئیلؑ اس جماعتِ ملعونہ کو عذاب دینے کا ذریعہ بن جائے اور اس علم
اور اس داعیہ کے قابل تمام افرادِ انسان نہیں ہیں بلکہ ان میں
سے وہ فرد ہوتا ہے جو سب سے زیادہ اعدل ہوتا ہے (یعنی جس
کی قوتِ ملکیہ و قوتِ بہیمیہ غایتِ اعتدال پر ہوں) اور سب سے
زیادہ (صفائے باطن و جلائے نفس کی وجہ سے) ملائکہ مقربین سے
مشابہت رکھتا ہو۔ اور امرِ حق کے ظہور کے قابل تمام اوقات
نہیں ہوتے، بلکہ حکمتِ الٰہیہ افراد کے وجود میں آنے سے پہلے
ہی ایک فرد کو معین کر لیتی ہے اور ایک زمانہ کو مشخص کر دیتی
ہے۔ جب وہ زمانہ آپہنچتا ہے اور وہ فرد (حسبِ مشیتِ الٰہی)
وجود میں آجاتا ہے تو اس فردِ معتدل کے نفسِ مقدس کا اپنے
لئے انتخاب فرما لیتی ہے وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ (۲۰ : ۴۱) اور
میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا؛ اور اس شرع کا فیضان
اس کے دل پر فرما دیتے ہیں اور اس فردِ معتدل کے تمام قوائے
عقلیہ اور قلبیہ کو اپنا تابع بنا لیتے اور ایک امت کو اس کے
گرد جمع کر دیتے ہیں اور اس کو منصبِ ارشاد و تعلیم عطا
فرماتے ہیں اور ان (امتیوں) کو (اس سے) علم و رشد حاصل
کرنے کی توفیق بخشتے ہیں اور اس داعیہ (حصولِ علم و رشد)
کو ان لوگوں کے درمیان شائع کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ

چراغے در خانہ افروزند و عکس آن چراغ
در آئینہا کہ حوالے چراغ منصوب ساختہ
اند بیفتد پس بوجود این ارشاد و
استرشاد ہر دو معنیٰ موجود شوند ہم
کمال نفس پیغامبر و نفوس اُمّۃ اخرجت
للناس وہم آن شریعتِ الٰہیہ کہ در
ازل الآزال صورت بستہ بود ہر دو حقیقت
یکجا بہ نحوے از انحاء تحقق موجود گشت
چنانکہ کتابِ طب را مثلاً وجودِ خطے
است و وجودِ لفظے و وجودِ ذہنی پس
وجود خطی رنگے است سیاہ برصفحۂ کاغذ
بوضعے خاص ریختہ لیکن دال بر حروف
چند وحروف صوتے است خاص غیر قار
دال برصُوَرِ ذہنیہ چند وآن صور ذہنیہ تفصیل
مسائل طب وحل معضلاتِ اوست بسبب
نوشتن این کتاب راہے بقواعد طب پیدا
شد و درمیان مردم رواجے پدید آمد باین
اسلوب آن شریعتِ ممثلہ در ملکوت
باین تعلم وتعلیم متحقق شد پس این است
معنے ارسال رسل و انزال کتب فتدبر
و این وجودے است در ضمن
وجودے آن یک روح است وآن
دیگر جسد وصورت نبی گاہے صورت
بادشاہ وخلیفہ می باشد وگاہے
صورتِ حبر و عالم وگاہے
صورتِ زاہد و مرشد

ایک چراغ گھر میں جلا دیا جائے اور اس کا عکس ان آئینوں میں پڑے
جو چراغ کے چاروں طرف کھڑے کردیئے گئے ہیں۔ تو اس ارشاد
اور استرشاد کے وجود سے دونوں معنے موجود ہوجائیں گے نفسِ
پیغمبر کا کمال اور اُمّۃ اُخرجت للناس[1] کے نفوس کا کمال
اور نیز وہ شریعتِ الٰہیہ جس کی ازل الآزال میں (بمرتبۂ علم
تفصیلی جس کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں) صورت قائم ہوگئی
تھی (اب خارج میں) دونوں حقیقتیں تحقق کے طریقوں میں سے
ایک خاص طریق کے ساتھ موجود ہوگئیں (اب تحقق کے مختلف
طریقوں کو اس مثال سے سمجھیے) جیسا کہ مثلاً کتابِ طب کے لئے
ایک وجود خطی ہے اور ایک وجود لفظی ہے اور ایک وجود ذہنی
ہے۔ تو وجود خطی تو ایک کالا رنگ ہے جو ایک خاص وضع کے
ساتھ صفحۂ کاغذ پر گرا ہوا ہے۔ لیکن وہ دلالت کررہا ہے متعدد
حروف پر اور حروف ایک خاص آواز کا نام ہے جس میں ٹھہراؤ
نہیں ہے (یہ وجود لفظی ہوا) جو دلالت کررہی ہے چند ذہنی صورتوں
پر (یہ وجود ذہنی ہوا) اور وہ صُوَرِ ذہنیہ تفصیل ہے مسائلِ
طب کی اور حل ہے اس کی مشکلات کا۔ اس کتاب کے لکھنے سے
قواعد طب کی ایک راہ پیدا ہوگئی اور لوگوں کے درمیان اس کے
رائج ہونے کا ظہور ہوگیا۔ اسی اسلوب کے ساتھ (سمجھ لیجئے کہ)
وہ شریعت جس کا تمثل ملکوت میں ہوا تھا اس تعلیم اور تعلّم (یعنے
سکھانے اور سیکھنے) سے متحقق ہوگئی۔ حاصل یہ ہے کہ ارسالِ رسل
(یعنی رسولوں کو بھیجنے) اور انزالِ کتب (یعنے کتب کے نازل
کرنے) کے معنے یہ ہیں۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ اور یہ ایک وجود
ہے دوسرے وجود کے ضمن میں۔ وہ ایک وجود (یعنے پہلا وجود
جس کا تمثل ملکوت میں ہوا تھا) روح ہے (یعنی روح کے مرتبہ
میں) اور دوسرا (وجود جو خارج میں مشاہدہ کیا جارہا ہے) جسد
اور نبی کی صورت کبھی بادشاہ اور خلیفہ کی صورت ہوتی ہے،
کبھی ایک فاضل وعالم کی صورت اور کبھی زاہد اور مرشد کی صورت

[1] تلمیح ہے آیت کنتم خیر اُمّۃٍ اخرجت للناس کی جانب اور اس طرف اشارہ بھی ہے کہ امت کا کمال خیریت ظل ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال کا جیسا کہ چراغ کی روشن مثال سے واضح ہے اور اس طرف بھی کہ کنتم خیر امۃ کے اصل مخاطب وہی ہیں جو اس ذات سراجاً منیراً کے ہمیشہ گرد و پیش رہتے تھے ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

وہر صورت را اسبابؔ است از بخت وحظ و قوائے و ہر صورت را افعال است و آثار چنانکہ مادۂ بدن عناصر اربعہ است و نفس ناطقہ روح مدبرۂ اوست و سبب بدن نطفہ است و اغذیہ ظاہر بینانِ نبوت آنحضرت را صلے اللہ علیہ وسلم بادشاہی دانستند و بروح این فتح کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ پے نبردند و در شقاء ابد ماندند و افضل الشرائع کہ بر افضل بشر نازل شد صورت او مرکب بود از چند چیز ہم صورت خلافت و ہم صورتِ حبر معلّم و ہم صورت زاہد مرشد۔

نکتہ سوم خلافت ظہرے دارد و بطنے ظہر خلافت سلطنت و فرمانروائی است برائے اقامتِ دین و بطن آن تشبہ است با پیغامبر در اوصافے کہ بہ پیغامبری تعلق دارد پس نبوت آن است کہ ارادۂ الٰہیہ متعلق شود بصلاح عالم و کبتِ مفسدین و کفار و ترویج شریعت در ضمن افعال و اقوال پیغامبر و خلافت آن است کہ متعلق شود ارادۂ الٰہیہ بتکمیل افعال پیغامبر و ضبط اقوال و اشاعتِ نور او و غلبۂ دینِ او در ضمن قیام شخصے از امت بخلافتِ پیغامبر و داعیہ اعلائے دین پیغامبر در خاطر شخصے ریزند و از آنجا منعکس شود بسائر امت و این عزیز در قوتِ عاقلہ و قوتِ عاملہ نسبتے دارد بالنفس پیغامبر

ہر صورت کے لئے اسباب ہوتے ہیں یعنی بخت[1] اور حظ[2] اور قوٰے۔ اور ہر صورت کے لئے افعال اور آثار ہیں جیسا کہ مادۂ بدن عناصر اربع ہیں (آگ، ہوا، پانی، مٹی) اور نفس ناطقہ اُس کی روح مدبّرہ ہے، اور بدن کا سبب نطفہ ہے اور غذائیں۔ ظاہر بین لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بادشاہی سمجھ لیا اور اِس فتح کی رُوح پر نظر نہیں کی (یعنی فتح کی حقیقت پر غور نہ کیا) اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اور ابدی بدبختی میں پڑے رہ گئے۔ اور تمام شریعتوں سے افضل شریعت جو افضل البشر پر نازل ہوئی اُس کی صورت چند چیزوں سے مرکب تھی صورت خلافت بھی اور ایک متبحر معلّم کی صورت بھی اور زاہد مُرشد کی صورت بھی۔

نکتہ سوم۔ خلافت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہر خلافت کا سلطنت اور فرمانروائی ہے اقامتِ دین کے لئے۔ اور اُس کا باطن تشبّہ ہے پیغمبر کے ساتھ اُن اوصاف میں جو کہ پیغمبری سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس نبوّت تو (جیسا کہ ابھی لکھا جا چکا ہے) یہ ہے کہ ارادۂ الٰہیہ عالم کی بھلائی اور مُفسدین و کفار کی سرکوبی اور افعال و اقوال پیغمبر کے ضمن میں ترویج شریعت سے متعلق ہو جائے اور خلافت یہ ہے کہ ارادۂ الٰہیہ متعلق ہو افعال پیغمبر کی تکمیل اور اقوال پیغمبر کے منضبط کرنے اور اُس کے نور کی اشاعت اور دین کے غلبہ سے (اس کا ظہور ہوگا) خلافت (یعنے نیابت) پیغمبر کے لئے اُس کی اُمت میں سے کسی شخص کے قیام کے ضمن میں۔ اور دین پیغمبر کو بالاتر کرنے کا عزم راسخ ایسے شخص کے دل میں ڈال دیں اور وہاں سے اس کا انعکاس (یعنی اس کا اثر) تمام اُمّت پر پہنچے۔ اور یہ عزیز قوّتِ عاقلہ اور قوّتِ عاملہ میں نفسِ پیغمبر کے ساتھ خاص نسبت رکھتا ہوگا اس لئے

[1] بخت ایک نقطہ ہے جو حق تعالےٰ نے نفوس ناطقۂ انسانی میں ودیعت رکھا ہے اور ایک قوت اُس کے ساتھ ملا دی ہے کہ بموجب اپنے مقتضاء کے تمام نفوس کو جذب کرتا ہے اس پر مفصل کلام حضرت مصنف قدس اللہ سرہٗ نے ہمعات میں کیا ہے جس کا ترجمہ بنام قطرات مرشدنا حضرت مولانا عبداللہ شاہ کرنالیؒ نے فرمایا۔ یہ مضمون "قطرہ بائیسویں" میں تحریر فرمایا گیا ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ [2] حظ کے معنے ہیں حصہ یعنی جس کو جس قدر علوم دینا تھے وہ ازل میں دیئے جا چکے۔ یہاں کسی سبب کے ماتحت ان پر سے حجابات مرتفع ہوتے رہتے ہیں اور جس کے سے چاہتے ہیں وہ حجابات خود ہی مرتفع کر دیتے ہیں ۱۲ مترجم

پس مُحدَّث باشد و فراستِ او موافق وحی اُفتد و انواع کرامات و مقامات کہ بآن کمالِ نفسِ او باعتبار قوتِ عاملہ شناختہ شود درین عزیز موجود باشد لابد صورت خلیفہ میباید کہ موافق باشد باصورتِ پیغامبر اگر پیغامبر بادشاہ است خلیفہ لامحالہ بادشاہ خواہد بود اگر حبرٌ است و زاہد لابد خلیفہ بہمان صفت خواہد بود در پیغامبر خصوصِ صورت از پیغامبری خارج است و در خلیفہ خصوصِ صورت داخلِ خلافت است کہ بمشابہت صورت و معنے ہردو استحقاق نامِ خلیفہ پیدا کردہ است چنانکہ فصل از عوارض جنس است و داخل در نوع و چنانکہ خاصہ از عوارض تمام ماہیت نوعیہ است و از صفات نفسیہ صنف و دورانِ حکم بر علتے کہ مَظِنَّہ مصلحتے باشد مقتضی حکمت است کہ بعموم مصلحت تعلق دارد و خصوصِ آن علت مقتضے شریعت است کہ بخصوص مظنات تعلق دارد و شبہہ نیست کہ پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم چون داعیۂ آلہیہ در نفس قدسیۂ او ریختند و وے تنہا بود و برائے او اَعوان و اَنصار مطلوب شد تا در حیاتِ پیغامبر امانت او کنند و بعد از وفاتِ او واسطہ باشند درمیانِ پیغامبر و اُمت چون در ازل الآزال در مرتبہ قدر پیغامبر و اُمتِ او ممثّل گشت جمعے کالواسطہ بودند در تاثیر پیغامبر در اُمتِ خود باعتبار مناسبتِ جبلیہ و افعالِ صادرہ از ایشان چنانکہ پیغامبر بوصفِ پیغامبری دران جا معیّن شُد این جماعہ بوصفِ خلافت ممثّل شُدند

مُحَدَّث (مُلہَم) ہوگا اور اس کی فراست وحی کے موافق پڑے اور بہت قسم کی کرامتیں اور مقامات جن سے اُس کے نفس کا کمال باعتبار قوتِ عاملہ کے پہچانا جاسکے اس عزیز میں موجود ہوں گی اس لئے لازمی طور پر یہ ہونا چاہیئے کہ خلیفہ کی صورت موافق ہو پیغمبر کی صورت کے. پیغمبر اگر بادشاہ ہے تو خلیفہ بھی ضرور بادشاہ ہوگا. اگر متبحّر عالم اور زاہد ہے تو ضروری ہے کہ خلیفہ بھی اُسی صفت پر ہوگا. پیغمبر میں تو صورت کی خصوصیت پیغمبری سے خارج ہے مگر خلیفہ کے حق میں صورت کی خصوصیت خلافت میں داخل ہے کہ صورت و معنی دونوں میں مشابہ ہونے کی وجہ سے ہی اُسے خلافت کے لقب کا استحقاق حاصل ہوتا ہے جس طرح کہ "فصل" جنس کے عوارض میں سے ہوتا ہے (اور جنس کی ماہیت میں داخل نہیں ہوتا) اور (وہی فصل) نوع میں داخلِ (تمام ماہیت) ہوتا ہے۔ اور جس طرح کہ "خاصّہ" ماہیت نوعیہ کے عوارض میں سے ہے اور صِنف کی صفاتِ نفسیہ میں سے ہے اور دورانِ حکم ہر ایسی علت کا جو مظِنّہ ہو کسی مصلحت کا وہ ایسی حکمت کا مقتضی ہوتا ہے جس کا تعلق عموم مصلحت سے ہوتا ہے اور اس علتِ مقتضی (یعنی مقتضی عموم مصلحت) کا خصوص شریعت ہے جو (اُن) مظنّاتِ (عموم مصلحت) کو خاص کرنے سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب داعیۂ آلہیہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس میں ڈالا گیا تو آپؐ تنہا تھے اور آپؐ کے لئے اعانت و مدد کرنے والے مطلوب ہوئے تاکہ پیغمبر کی حیات میں اُن کی اعانت کریں اور اُن کی وفات کے بعد واسطہ بن جائیں پیغمبر اور اُمت کے درمیان. جب ازل الآزال میں مرتبہ قدر میں پیغمبر اور اُن کی اُمّت مثالی صورتوں میں نمایاں ہوئی تو (اُن صورتوں میں سے) ایک جماعت پیغمبر کی تاثیر کے اُمت تک پہنچنے کے لئے مثل واسطہ کے تھی قدرتی طبعی مناسبت اور افعال کی وجہ سے جو اُن سے صادر ہونے والے تھے. جس طرح کہ پیغمبر بوصفِ پیغمبری اُس مرتبہ میں معیّن ہوا (اسی طرح) یہ جماعت بوصفِ خلافت ممثّل ہوئی۔

این معنے در ازل الآزال برائے ایشان نوشتہ اند و در خارج ہمان معنے بروئی کار آمد و بعد انتقال ہمان امور در صحیفہ نفس ایشان منتقش ماند و ما احسن ما قیل فی ہذا المعنے ؎ دردت ز ازل آمد تا روز ابد پاید ٭ چون شکر گزارد کس این دولت سرمد را ٭ چون خلافتِ ظاہرہ و باطنہ مجتمع شود آن را خلیفہ خاص گوئیم و خلافتِ خاصہ مرتبہ ایست از ولایت و آن مرتبہ اشبہ مراتب ولایت است بہ نبوت و علمائے اُمت کہ حکمتِ الٰہیہ ایشان را در ترویج دینِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوات والتسلیمات و تجدید شریعتِ او قائم فرمودہ صاحب مراتب اند و خلافتِ خاصہ جامع این ہمہ مراتب است این است حقیقت خلافتِ خاصہ چون مفہوم خلافتِ خاصہ منقح شد حالا استقراء احوال و اقوال خلفاء باید کرد از صورِ قصصہا بارواح آن انتقال باید نمود و از قصصِ کثیرہ بی بمعنے مشترک باید برد تا واضح شود کہ این جماعہ بآن متصف اند و آیاتِ قرآن و احادیثِ پیغامبر و آثار سلف صالح را تتبع باید فرمود تا در تنقیح معنے خلافت و اثبات لوازم آن در اشخاص معینہ مدد فرماید۔

نکتۂ چہارم آنچہ تقریر کردیم معنے خلیفہ خاص پیغامبر بود مطلقاً الحال میخواہیم کہ بیان کنیم خلیفۂ خاص پیغامبر ما صلے اللہ علیہ وسلم بحسب صورت بہ چہ اوصاف بیاید کہ متصف باشد بدانکہ پیغامبر ما صلے اللہ علیہ وسلم افضل انبیاء بود و شریعتِ او افضل شرائع الٰہیہ و کتابِ نازل بروے افضل کتبِ سماویہ و پیغامبران گاہے بصورتِ بادشاہان بروز میکردند مانند حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام

چونکہ یہ معنے ازل الآزال میں ان کے لئے لکھے جا چکے ہیں تو خارج میں بھی اس معنے کا ظہور ہوا اور انتقال کے بعد بھی وہی امور اُن کے نفس کے صحیفہ پر نقش ہو کر رہ گئے اور اس معنے میں کیا خوب کہا گیا ؎ دردت ز ازل آمد ... الخ یعنے تیرا درد ازل سے آیا ہے اور ابد تک قائم رہے گا۔ اس ہمیشہ رہنے والی دولت کا شکر کوئی کیسے ادا کرے ٭ جب خلافت ظاہرہ اور باطنہ مجتمع ہو جائیں تو ہم اس کو خلیفہ خاص کہتے ہیں اور خلافت خاصہ ولایت کا ایک مرتبہ ہے اور وہ مرتبہ ولایت کے مراتب میں سب سے زیادہ نبوت سے مشابہت رکھتا ہے۔ اور علمائے اُمت کہ حکمتِ الٰہیہ نے اُن کو دینِ محمدی علےٰ صاحبہ الصلوات والتسلیمات کو رواج دینے اور آپ کی شریعت کی تجدید کے لئے قائم فرمایا صاحب مراتب ہیں اور خلافتِ خاصہ ان تمام مراتب کی جامع ہے۔ یہ ہے حقیقت خلافتِ خاصہ کی۔ جب خلافتِ خاصہ کا مفہوم منقح ہو گیا تو اب خلفاء کے احوال و اقوال کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور (خلفاء کے) قصوں کی صورتوں سے اُن قصوں کی روح کی طرف (خیال کو) منتقل کرنا چاہیئے اور بہت سے قصوں سے ایک مشترک حقیقت پانے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ حضرات اس صفت (خلافتِ خاصہ) سے متصف ہیں۔ اور آیاتِ قرآن اور احادیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے آثار کا تتبع کرنا چاہیئے تاکہ معنے خلافت کی تنقیح میں اور اشخاص معینہ میں اُس کے لوازم کا ثبوت حاصل ہونے میں مدد مل جائے۔

نکتۂ چہارم۔ جو کچھ ہم نے تقریر کی ہے وہ مطلقاً کسی پیغمبر کے خلیفۂ خاص کے معنے پر تھی اب ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ خاص کے لئے بحسب صورت کیا اوصاف ہونے چاہئیں جن سے کہ وہ متصف ہو۔ جاننا چاہیئے کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم افضل انبیاء تھے اور اُن کی شریعت تمام شرائع الٰہیہ سے افضل اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب تمام کتبِ سماویہ سے افضل ہے۔ اور پیغمبر کبھی بادشاہوں کی صورت میں نمایاں ہوئے ہیں مانند حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے

وگاہی بصورت اَحبار مانند حضرت زکریا علیہ السلام
وگاہی بصورت زُہّاد مانند حضرتِ یونس و
حضرتِ یحییٰ علیہما السّلام ودر ہر صُورتے خدائے
تعالیٰ ایشان را جاہے وغلبۂ عزّتے کرامت می
فرمود واُمّت را توفیق انقیاد عطا می نمود آن
غلبہ وآن انقیاد بمنزلہ بدنِ لحمی انسان می بُود
وعنایتِ الٰہی درمیان بمنزلہ نفسِ ناطقہ چنانکہ
بدن آشیانۂ نفس می باشد صورت این غلبہ
وعزّت وجاہ وآن انقیادِ قوم ونیایش ایشان
بدنِ نبوت است وعنایتِ الٰہی وفتح غیبی کہ اِنَّا
فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا
تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ روحِ
نبوّت گویا حقیقت نبوّت درپس پردہ حرکت
می فرماید مانند ظہور حرکتِ باد درضمن حرکت
شیر وماہی کہ از اَثواب میسازند ؎ ماہمہ شیران
ولے شیر عَلَم ٭ جنبشش ازباد باشد دمبدم ٭ ظہور
نبوتِ بہترین پیغامبران جمع بود در بادشاہی وحبریت و
زُہد پس صورت نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم
آمدنِ مسلمین بود گردِ وی صلے اللہ علیہ وسلم این معنے
درمکہ متزاید شدن گرفت تا آنکہ صورت اقبال بہم
رسید مانند رئیسِ مدینۂ از مُدن یا قریۂ از قُرے
بعد ازان مامور شدند بہجرت ومسلمین از ہر جانب
موفق گشتند بہجرت وتہیأ برائی جہاد پدید آمد ومعنے
ریاست وجمع فوج وفرمان روائی افزون شدن
گرفت تا آنکہ فتح مکہ بوقوع آمد ووُفودِ
عرب از ہر طرف بخدمت آن حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم شتافتند
وسورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ

اور کبھی احبار (متبحر علماء) کی صورت میں مانند حضرت زکریا علیہ
السّلام کے اور کبھی زاہدوں کی صورت میں مانند حضرت یونس
وحضرت یحییٰ علیہما السّلام کے اور ہر صورت میں خدا تعالےٰ ان
کو ایک جاہ اور غلبہ اور عزّت عطا فرماتا رہا ہے اور امّت کو
ان کی فرمانبرداری کی توفیق بخشتا رہا ہے۔ وہ غلبہ اور وہ
اطاعت اس مرتبہ میں تھی جیسے ایک انسان کا گوشت پوست
سے بنا ہوا بدن ہوتا ہے اور اس کے اندر عنایت آلٰہی نفس
ناطقہ کے مرتبہ میں۔ جس طرح کہ بدن آشیانہ ہوتا ہے نفس کا
اسی طرح (پیغمبروں کے) اُس غلبہ اور عزّت وجاہ اور اُن کی
قوم کی اطاعت وفرمانبرداری کی صورت نبوّت کا بدن ہے
اور عنایتِ الٰہی اور فتح غیبی جس کی طرف اس آیت میں اشارہ
ہے نبوت کی روح اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا الخ یوں کہئے کہ
حقیقت نبوّت پس پردہ سے حرکت فرماتی رہی ہے جس طرح
ہوا کی حرکت کا ظہور ہوتا ہے شیر اور مچھلی کی حرکت کے ضمن میں
جو کپڑوں سے بناتے ہیں (اور مکان کی سب سے بلند منزل پر ہوا
کا رُخ معلوم کرنے کے لئے لگا دیتے ہیں) ؎ ماہمہ شیران الخ
ہم سب شیر ہیں مگر جھنڈے کے شیر۔ جن کو دمبدم ہوا سے جنبش
ہوتی رہتی ہے ٭ اس پیغمبر کی نبوت کا ظہور جو تمام پیغمبروں سے
بہتر ہے جامع ہوگا بادشاہی کا اور حبریّت (یعنے تبحرِ علم) کا
اور زُہد کا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی صورت
ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد مسلمانوں کا جمع ہونا
یہ حقیقت مکّہ میں ترقی پذیر ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ اقبال مندی
کی صورت اس حد تک پہنچی جیسا کہ شہروں میں سے کسی شہر کا یا
قریات میں سے کسی قریہ کا رئیس ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ کو ہجرت
کا حکم ہوا اور مسلمانوں کو بھی ہر جانب سے ہجرت کی توفیق ملی
اور جہاد کے سامان فراہم ہونے لگے اور معنے ریاست اور فراہمی
فوج اور فرمانروائی کے ترقی پذیر ہوئے یہاں تک کہ فتح مکہ
وقوع میں آگئی اور ہر طرف سے عرب کے وفود آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑ پڑے اور سورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ الخ

وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللهِ أَفْوَاجًا نزول یافت ودر غزوۂ تبوک چہل ہزار کس وبروایتے ہفتاد ہزار کس در رکاب آن جناب صلی اللہ علیہ وسلم حاضر بودند ودر حجۃ الوداع صدہزار وبیست و پنجہزار کس بملازمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حاضر شدند ویمن وتہامہ ونجد و بعض نواحِ شام در تصرف وے صلی اللہ تعالے علیہ وسلم داخل شد وجزیہ وزکوٰۃ ازان بلدان مے گرفتند وعاملانِ آنجناب در ہر مکان نشستند تا آنکہ صورت سلطان ناحیہ از نواحی پدید آمد چنانکہ جسدِ طفل در جمیع اقطار در ضمن نمو متزاید میگردد و ہر لحظہ قُوای نفس ناطقہ متکامل میشود ہمچنان برکاتِ نبوت وفیوض رسالت متضاعف می شد ودرین صورت یک پایہ از ترقی باقی ماندہ بود کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برفیقِ اعلےٰ انتقال فرمود وآن ہیئت ذوالقرنین است کہ جمیع بادشاہان رامطیع خود ساخت ولوائے فرمانروائی بر ہمہ افراخت واین پایہ رابعُرف بادشاہانِ پیشین شاہنشاہ میگفتند وخدای تعالی آنحضرت راصلے اللہ علیہ وسلم باین ترقی بہ بشاراتِ متواترہ نواخت و وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرّات بسیار وکرّات بیشمار آن راافادہ فرمود وچون ندای يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ دررسید وآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم لبیک اجابت گفتند خدای تعالےٰ آن موعود رابردستِ خلفاء منجز گردانید وفارس وروم راکہ تمام ارض باجگزار ایشان بودند بردستِ ایشان مفتوح ساخت وخزائن این جموع بہ مسلمانان دادند وہمہ درپلہ حسنات آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نہاد ونعمت متکامل شد ودر ضمن این ترقیات معنی نبوت متوفر گشت و مضمون هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

نازل ہوئی۔ اور غزوۂ تبوک میں چالیس ہزار شخص اور ایک روایت میں ستّر ہزار اشخاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر رکاب حاضر تھے اور حجۃ الوداع میں ایک لاکھ پچیس ہزار اشخاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظلِّ عاطفت میں حاضر تھے اور یمن اور تہامہ ونجد اور بعض شام کے علاقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرّف میں داخل ہوئے اور ان شہروں سے جزیہ اور زکوٰۃ وصول کیا جاتا تھا اور آپ کے عامل ہر مقام میں تعینات ہو گئے یہاں تک کہ وہ صورت پیدا ہو گئی جو ایک علاقہ کی بادشاہی کی ہوتی ہے۔ جیساکہ بچے کا جسم جب بڑھوتری پر ہوتا ہے تو تمام اطراف میں سے بڑھا کرتا ہے اور ہر لحظہ نفسِ ناطقہ کی قوتیں کمال پذیر ہوتی ہیں، اسی طرح نبوّت کی برکتیں برابر بڑھتی رہیں۔ اور اس صورت میں ترقی کا ایک مرتبہ باقی رہا ہوا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال فرما گئے اور وہ (باقی ماندہ مرتبہ) ذوالقرنین کی ہیئت کا ہے کہ اُنھوں نے تمام بادشاہوں کو اپنا مطیع بنایا اور فرمانروائی کا جھنڈا سب پر بلند کیا تھا اور اس مرتبہ کو پہلے بادشاہوں کے عُرف میں "شاہنشاہ" کہتے تھے اور خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ترقی پر متواتر بشارتوں سے نوازا اور آنجناب علیہ الصلوات والتسلیمات نے بہت دفعہ اور بے شمار مرتبہ اُس کو ظاہر بھی فرمایا اور جب ندا يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ الخ (یعنے اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف واپس چل) پہنچی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرماتے ہوئے لبّیک کہا تو خدا تعالےٰ نے اُن وعدوں کو خلفاء کے ہاتھوں پر پورا کیا اور فارس اور رُوم کو کہ تمام رُوئے زمین اُن کی باجگزار تھی اُن کے ہاتھوں پر فتح کرایا اور ان جماعتوں کے خزانے مسلمانوں کو دیدیئے اور وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنات کے پلّے میں رکھدیئے اور نعمت کمال کو پہنچ گئی اور ترقیات کے ضمن میں حقیقت نبوّت بہت کشادہ (یعنے ہمہ گیر) ہو گئی اور اس آیت کا مضمون عیاں ہو گیا هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ (۶۱: ۹) وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو

بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ بظہور پیوست والحمد للہ رب العالمین

وَ اما صورت جبریت[1] آن بود کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در وقتے پیدا شدند کہ عرب کلہم شعار بت پرستی داشتند راہ و رسم انبیاءِ سابقین بالکلیہ فراموش نمودہ نہ از معاد ایشان را خبرے و نہ از مبدأ درمیانِ ایشان ذکرے ظلم بر یک دیگر آئین ایشان بود حلال و حرام نمے دانستند پس حق سبحانہٗ و تعالےٰ آنحضرت را صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمود و بہترینِ کتب الٰہیہ بروے صلے اللہ علیہ وسلم نازل نمود و بانواع احکام و حِکَم انطاق فرمود کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى وجماعہ را موفق گردانید بحفظ علم و رُشدِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُمّیین کتاب اللہ را خواندند و احادیث حِکَم و احکام را یاد گرفتند تا حدے کہ بادیہ نشینان اَحبارِ ملت گشتند باز درمیانِ اُمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حفظِ این سِرّ فرمود و در ہر عصرے جمعے را بقراءتِ قرآن توفیق بخشید و برخے را بتفسیرِ قرآن میسّر ساخت؛ طائفہ را بروایتِ حدیث ممتاز گردانید و قومی را بفتوےٰ و قضاء قائم نمود و در ہر زمانے خَلَف را

ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے؛ والحمد للہ رب العالمین۔ اب صورتِ جبریّت (یعنے افاضۂ علوم کی وضاحت کی جاتی ہے جو) یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں پیدا ہوئے کہ سب کے سب عرب کا شعار بُت پرستی بنا ہوا تھا۔ انبیائے سابقین کے طَور و طریقے؛ کلیّۃً فراموش کرچکے تھے نہ اُن کو مَعاد کی خبر تھی (یعنے اس دنیوی حیات کے بعد پھر کیا گزرے گی اور لَوٹ کر کہاں جانا ہوگا)۔ اور نہ اُن کے درمیان مبدأ کا کوئی ذکر تھا (کہ ہمارا خالق کون ہے ہمارے جسم کی ابتداء کیسے ہوئی کس نے جسم کو اور رُوح کو پیدا کیا، روح کو کس نے جسم میں داخل کیا) اُن کا آئین یہ تھا کہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے رہیں۔ حرام وحلال کی اُنھیں کچھ خبر نہیں تھی۔ پھر حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعُوث فرمایا اور کُتبِ الٰہیہ میں کی بہترین کتاب ان سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل فرمائی جس سے آپ نے قسم قسم کے احکام اور طرح طرح کی حکمتوں پر کلام فرمایا جیساکہ ارشادِ باری تعالےٰ ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى الخ (۵۳: ۳-۴) اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں اُن کا ارشاد نری وحی ہے جو اُن پر بھیجی جاتی ہے؛ اور ایک جماعت کو اللہ تعالےٰ نے توفیق بخشدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و فلاح کے ارشادات محفوظ رکھنے کی۔ اُمّی (اَن پڑھ) لوگوں نے کتاب اللہ کو پڑھا اور احادیث حِکَم واحکام کو یاد کرلیا اس حد تک کہ وہ جنگلوں میں رہنے والے مِلّت کے متبحر عالم بن گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اس سِرّ (یعنے کتاب اللہ و تعلیمِ نبوی) کی (اس طرح) حفاظت فرمائی کہ ہر زمانہ میں ایک جماعت کو قراءتِ قرآن کی توفیق بخشی اور کچھ لوگوں کو تفسیر قرآن کی توفیق عطا ہوئی اور ایک گروہ کو روایتِ حدیث سے ممتاز فرمایا اور ایک قوم کو فتوےٰ اور قضاء پر قائم کردیا اور زمانہ میں خَلَف کو سَلَف سے علوم

[1] دنیا میں سیکڑوں نبی آئے مگر کسی کی اُمت کو سوائے اُمتِ محمدی کے یہ توفیق عطا نہیں ہوئی کہ اپنے نبی کے ارشادات کی کماحقہٗ حفاظت کرتے ہیں۔ مترجم

توفیقِ اخذ از سلف داد اگر کسے دلِ
دانا داشتہ باشد بداند کہ ماءُ الحیٰوۃ از منبع
قلب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منفجر
شدہ است وآن را جداول و انہار پدید
آمد مسلمین شرقاً و غرباً ازان جداول و
انہار حصّہ یافتہ اند وہمین معنے در روز
حشر متمثلِ بکوثر خواہد شد ماءُہ ابیض
من اللبن و احلٰی من العسل اٰوانیہ
کعددِ نجوم السمآء پیش از بعثتِ آن
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیچ چیز
ازین قبیل موجود نبودند و بعد بعثت
از میان قلبِ مبارکِ وے صلے اللہ
علیہ وسلم چشمہ جوشید وبتمام آفاق رسید
در ضمن این تعلیم و تعلّم وحفظ آن
شریعتِ حقّہ کہ در عنایت اولیٰ ثابت
بود و در صدور ملأ اعلےٰ متمثل گشتہ نزول
فرمود و منتشر شد این را قیاس عقل
نتوان گفت از شدتِ ظہور بلکہ رأی العین
باید شمرد و ترقی در صورت جبریت نیز مراتب دارد
تا ہنگامیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در مکہ
تشریف داشتند اکثر علوم الٰہیہ کہ روز و شب بر
قلب مبارکِ او باران صفت نزول میفرمود
ہمہ توحید عبادت بود و دانستن معاد و قصص
انبیاء سالفہ صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین چون
بمدینہ رسیدند دامان علم کشادہ ترشد پس
بر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم احکام وحِکَم
مفصّل تر نازل گردید و آنجناب طریقہ ادای
صلوٰۃ و زکوٰۃ وصوم وحج و واجبات و منہیات نکاح
وبیع وطریقہ سیاست مدن و آدابِ معیشت علی اکمل الوجوہ

اخذ کرنے کی توفیق دی۔ اگر کوئی دلِ دانا رکھتا ہوگا تو وہ جان
لے گا کہ یہ آبِ حیات چشمۂ قلبِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
جاری ہوا ہے اور اُس سے بہت سی نہریں اور گولیں ظہور میں
آگئیں اور مسلمانوں نے مشرق سے مغرب تک اُن نہروں اور
گولوں سے حصّہ حاصل کیا اور یہی حقیقت روزِ حشر میں بصورتِ
کوثر متمثل ہوگی (جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ) اُس کا
پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اُس کے
ظروف اتنے ہیں جتنے آسمان پر ستارے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کوئی چیز اس نوع و انداز کی موجود
نہیں تھی۔ (یعنے علوم و حِکَم کی اشاعت کبھی اس طرح نہیں ہوئی)
بعد بعثت کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک سے ایک
چشمہ نے جوش مارا اور تمام عالم میں پہنچ گیا اس تعلیم و تعلّم
اور اس حفظ کے ضمن میں وہ شریعتِ حقّہ جو پہلی عنایت میں جبکہ
اعیانِ اُمّت بترتیب استفاضہ ملکوت میں صورتِ محمدی صلے
اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوتے اور نبوّت و شریعت کا تمثّل ہوا)
ثابت ہو چکی تھی اُس نے ملأ اعلےٰ (ملائکۂ مقربین) کے سینوں
میں متمثل ہو کر نزول فرمایا اور عالم میں پھیل گئی۔ اس کو عقل
کا قیاس نہیں کہہ سکتے۔ اس کو شدّتِ ظہور کا نتیجہ بلکہ آنکھوں
دیکھی بات شمار کرنی چاہیے۔ اور ترقی بصورتِ جبریت بھی کئی
مرتبے رکھتی ہے۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف
رکھتے تھے اکثر علوم الٰہیہ دن رات آپ کے قلب مبارک پر بارش
کی طرح نازل ہوتے رہتے تھے وہ سب توحید عبادت اور علم
معاد اور انبیاء سابقین صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے قصص
تھے۔ جب آپ مدینہ میں پہنچے تو آپ کا دامنِ علم بہت کشادہ
ہوگیا اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام اور حِکَم (یعنے
حکمتیں) بہت مفصّل نازل ہوئیں اور آنجناب نے نماز ادا
کرنے اور زکوٰۃ دینے اور روزے رکھنے اور حج ادا کرنے کے طریقے
اور واجبات و منہیات نکاح و خرید و فروخت کی وضاحت اور
سیاستِ شہری کے اصول اور باہمی میل جول کے آداب اکمل طور پر

بیان فرمودند بعد این دو مرتبہ مرتبۂ سیوم کہ آخر مرتبۂ جبریت است باقیماند و این مرتبۂ سیوم دو قسم است قسمے آنست کہ بحضور پیغامبر می توانست بوجود آمد بنوعے از عسر لیکن مشیت الٰہیہ آن را موخر داشت تا خلفاء را معنے خلافت در جبریت تمام شود و آن جمع قرآن است از عسب و لخاف و صدور رجال تا آنکہ بین الدفتین مجموع شد و ہمان ہیئت اجتماعیہ در آفاق شیوع یافت و دروازۂ حفظ قرآن بر کافۂ مسلمین مفتوح گردید و قسمے آنست کہ بحضور حضرت پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم ممکن نبود کہ بوجود آید لابد بعد وے صلے اللہ علیہ وسلم متحقق شود و آن تفتیش احکام آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہنوز درمیان مردم شائع نگشتہ بود خلفاء آن را تفتیش نمودند و از صدور رجال برآوردند و حکم بر آن فرمودند و بسبب حکم ایشان فاش شد و نیز بعض نصوص محتمل معنے شتے بود تشخیص معنے مراد مشکل می شد خلفاء تشخیص معنے مراد کردند یا استنباطے خفی کہ خلفاء اجماع اہل حل و عقد بران گردانیدند و طرق اجتہاد در آنچہ نصاً از شارع ثابت نشود ممہد کردند و طریق روایت حدیث و احتیاط دران آموختند و این مرتبہ آخر بر دست خلفاءؓ تمام شد و این قسم بے واسطہ از پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم نمے توان نمود زیرا کہ ہرچہ از پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم استفادہ کردہ شود آن داخل سنت خواہد بود یا کتاب پس پیغامبر مارا صلے اللہ علیہ وسلم خلیفہ باید کہ جمع

بیان فرمائے۔ ان دو مرتبوں کے بعد تیسرا مرتبہ جو کہ جبریت کا آخری مرتبہ ہے باقی رہ گیا۔ اور یہ تیسرا مرتبہ دو قسم پر ہے۔ ایک قسم تو وہ ہے جو کہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھی وجود میں آسکتی تھی کسی قدر تنگی کے ساتھ، لیکن مشیتِ الٰہی نے اس کو موخر رکھا تا کہ جبریت کی جہت میں خلفاء کے لئے خلافت کا وصف تام ہوجائے اور وہ ہے قرآن کا جمع کرنا کھجور کے پٹھوں اور پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے یہاں تک کہ دو گتوں کے درمیان (یعنے ایک جلد میں) جمع ہوگیا اور اسی ہیئتِ اجتماعیہ کے ساتھ آفاق میں (یعنے تمام دنیا میں) شائع ہوگیا اور حفظِ قرآن کا دروازہ تمام مسلمانوں پر کھل گیا۔ اور ایک قسم وہ ہے جو کہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کا وجود میں آنا ممکن نہیں تھا اس لئے ضروری ہوا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد متحقق ہو اور وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ان احکام کی تفتیش تھی جو کہ ابھی تک لوگوں کے درمیان شائع نہیں ہوئے تھے، خلفاءؓ نے ان کی تفتیش کی اور ان کو لوگوں کے سینوں سے برآمد کر کے ان کے مطابق احکام دیئے اور ان کے احکام کی وجہ سے ان کی اشاعت ہوگئی۔ اور نیز بعض نصوص ایسی تھیں کہ جن میں مختلف معنوں کا احتمال تھا اور معنے مراد کی تشخیص مشکل ہوتی تھی خلفاءؓ نے ایک استنباطِ خفی کے ساتھ معنے مراد کی تشخیص کی جن پر اہل حل عقد کا بعد میں اجماع منعقد ہوگیا اور ان چیزوں میں جو بحیثیتِ نص شارع سے ثابت نہ ہوں طریق اجتہاد واضح کردیا۔ اور روایت حدیث اور اس میں احتیاط کا طریقہ سکھایا۔ اور یہ آخری مرتبہ جبریت خلفاءؓ کے ہاتھ پر پورا ہوگیا اور اس قسم کا استفادہ براہ راست پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ جو کچھ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کیا جاتا وہ سنت میں داخل ہوگا یا کتاب میں۔ تو (عقلاً) ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خلیفہ کا ہونا ضروری تھا جو کہ قرآن کو

کند قرآن را و تعلیم نماید استنباط شرائع و افضل انواع فقہ بعد کتاب و سنت اجماعیات خلفاء است کہ بمشورہ فقہائی صحابہ حکم کردند و آن حکم نافذ شد در امت و ہمہ امت آن را قبول کردند و این نوع در زمان پیغامبری تواند شد اما صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ زاہد و عابد و راہ نمایندہ مسلمین باشد بانواع اکتساب احسان از تلبس بوظائف طاعات و این راہ نمودن بچند نوع متصور است بتمہید قوانین احسان مثل وظائف صلوٰۃ و ذکر و بیان کردن حفظ لسان و اشارہ نمودن بمقامات و احوال دیگر نمودن آن مقامات و احوال بتاثیر صحبت و بہمین معنے اشارہ واقع شد در کلمہ وَيُزَكِّيهِمْ و بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ہر عصری افاضل امت بعد اتصاف باحسان و کمالِ انصباغ نفوس ایشان بمقامات و احوال دلالت نمودند سائر ناس را و از افادۂ ایشان و استفادۂ آنان خانوادہا ملتئم شد و این نیز سری است از اسرار الٰہی کہ در بعثت حضرت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم منطوی بود و اول و اقدم این سلسلہ خلفاء بودند کہ عالم را باین معانی دلالت مے فرمودند قولاً و فعلاً و تعلیم مسائلِ احسان قولاً و فعلاً مراتب بسیار دارد مرتبہ آخرینش دو قسم است قسمی آنست کہ مردم بے واسطہ از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مے توانستند گرفت بنوعے از عسر عنایتِ الٰہی خلفاء را

جمع کرے اور استنباط احکامِ شرع کی تعلیم دے۔ اور فقہ کی انواع میں سب سے زیادہ افضل نوع کتاب و سنت کے بعد وہ مسائل ہیں جن پر خلفاء رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا ہے اُن کے احکام بمشورہ فقہائے صحابہ دیتے اور ہر ایک حکم اُمت میں نافذ ہوا اور تمام اُمت نے اس کو قبول کیا اور یہ نوع پیغمبر کے زمانہ میں نہیں ہو سکتی تھی۔ اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس صورت پر غور کیا جائے کہ آپ زاہد و عابد اور مسلمانوں کے راہ نما ہیں نسبتِ احسان حاصل کرنے کے مختلف طریقوں کے ساتھ وظائف طاعات پر عمل کرنے کے ذریعہ سے۔ اور اس راہ نمائی کے چند طریقے مفہوم ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ قوانینِ (حصولِ نسبت) احسان مثل وظائف نماز و ذکر کی تشریح اور زبان کی نگہداشت کو بیان کر دینا اور مقامات و احوال کی طرف اشارہ کر دینا۔ پھر اُن مقامات و احوال کو تاثیرِ صحبت سے دکھا دینا اور اسی معنے کی طرف اشارہ واقع ہوا ہے کلمہ وَيُزَكِّيهِمْ میں (۶۲ : ۲) اور رسول اُن کو پاک کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر زمانہ میں افاضلِ اُمت احسان سے متصف ہونے اور ان کے نفوس اللہ کے رنگ سے منصبغ ہونے میں کامل ہونے کے بعد مقامات و احوال پر رہنمائی کرتے رہے ہیں اور تمام لوگوں کو ان کی فیض رسانی اور اُن کی فیضیابی کے نتیجہ میں بہت سے خانوادے (یعنے سلوکِ طریقت کے بڑے بڑے خاندان) بن گئے۔ اور یہ بھی ایک سِرّ ہے اسرارِ خداوندی میں سے جو کہ حضرتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں پنہاں تھا اور سب سے پہلے اور سب سے آگے اس سلسلہ میں حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم تھے کہ عالم کی ان حقیقتوں کی طرف رہ نمائی فرماتے تھے قول سے بھی اور فعل سے بھی۔ اور مسائل احسان کی تعلیم جو قولاً اور فعلاً ہو بہت سے مراتب رکھتی ہے اور اس کا آخری مرتبہ دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے کہ لوگ (طالبین) اس کو بلاواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے سکتے تھے کسی قدر مشکل کے ساتھ۔ عنایتِ الٰہی نے اس تعلیم کے لئے خلفاء رضی اللہ عنہم کو

قائم مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائی این
تعلیم ساخت تا بتیسیر بدست آید تفصیل این اجمال
آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع بودند در
کمالاتِ شتّے مثل عصمت و وحی و احسان و
بعض امور از ایشان صادر می شد از جہتِ احسان
و بعض از جہت نبوت مستفیدانِ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم بحیرت درماندند کہ این فعل مثلاً
مخصوص بآنجناب است از جہتِ نبوت صادر
شد و پس راہ اتباع در آن مسدود است و جیب
تمنا از آن تہی یا از جہتِ احسان است پس
محسنینِ اُمت را بآن اقتدا باید کرد و سعی
در تحصیل آن باید نمود ہر دو باب مشتبہ می
شد و حیرت مانعِ کمالِ امتیاز مے گردید چون
خلفاء این طریقہ را از آنجناب صلے اللہ علیہ
وسلم اخذ نمودند و مردمان از خلفاء مشاہدۂ
آن امور کردند واضح شد کہ این ہمہ باب احسان
است ہمہ محسنینِ اُمت را اقتدا بآن باید
کرد و معجزہ مخصوص انبیاء است و کرامت عام
برائے اولیاء و وحی مخصوص انبیاء است و محدّثیت
عام کشفے کہ دلیل قطعی تواند بود مخصوص بانبیاء است
و کشف مبشرات و فراسات عام و قسمے آنست کہ
مردم آن را بیواسطہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمی
توانستند اخذ نمود اِلّا بطریقِ رمز و اشارۃ دون الفعل
والحال مانند محبت رسول کہ بالفعل آن را فنا فی
الرسول گویند یا نسبتِ اویسیۃ بانقیادِ شرائع و در
مقام شبہا بورع پی بردن و علے ہذا القیاس پیغامبر را
محبتِ رسول چہ معنے دارد و نسبتِ اویسیۃ آنجا چہ صورت
بندد این ہمہ مباحث بدون توسط خلفاء درست نمی آید پس
جمیع افراد اُمت باعتبار این امور محتاج شدند بواسطہ بالجملہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام بنا دیا تاکہ آسانی
سے حاصل ہوجائے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم مختلف کمالات کے جامع تھے جیسے عصمت
اور وحی اور احسان۔ اور بعض امور آپؐ سے صادر ہوتے تھے
احسان کی جہت سے اور بعض نبوّت کی جہت سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کرنے والے متحیّر ہوجاتے
تھے کہ مثلاً یہ خاص فعل آنجنابؐ کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس کا
صدور آپؐ سے ازجہتِ نبوّت ہوا ہے تو اس میں اتباع کی
راہ مسدود ہے اور جیب تمنا اس سے خالی۔ یا جہتِ احسان
سے ہے تو محسنینِ اُمّت کو اس کی اقتداء کرنی چاہیے اور اس کے
حاصل کرنے میں کوشش کرنی چاہیے گو دونوں دروازے مشتبہ
ہیں اور حیرت کمالِ امتیاز میں مانع ہوجاتی ہے جب خلفاء
نے اس طریقہ کو آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا اور
لوگوں نے ان امور کا مشاہدہ خلفاءؓ سے کرلیا تو واضح ہوگیا
کہ یہ سب امور باب احسان سے متعلق تھے اُمّت کے تمام
محسنین کو اس کی اقتداء کرنی چاہیے۔ اور معجزہ مخصوص ہے
انبیاءؑ کے ساتھ اور کرامت عام اولیاء کے لئے اور وحی مخصوص
انبیاءؑ کے ساتھ ہے اور محدّثیت عام ہے اور وہ کشف جو
کہ دلیل قطعی ہوسکتا ہے مخصوص ہے انبیاءؑ کے ساتھ۔ اور
کشفِ مبشرات و فراسات عام ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ
لوگ اس کو بے واسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اخذ
نہیں کرسکتے تھے مگر بطریق رمز و اشارے کے نہ فعل و حال کے
طور پر مانند محبت رسول کے کہ بالفعل اس کو فنا فی الرسول
کہتے ہیں یا نسبتِ اویسیّت یا انقیادِ شرائع اور مقام شبہات
میں تقوے پر عمل کرنا (یعنے احوط صورت اختیار کرنا) اور
اسی پر دوسری باتوں کو قیاس کرلو۔ پیغمبر کے لئے محبتِ رسول
کے کیا معنے۔ اور نسبت اویسیّت کی وہاں کیا صورت ہوگی۔
یہ تمام مباحث بغیر توسط خلفاءؓ ٹھکانے پر نہیں آتے تو
تمام اُمت ان امور کے اعتبار سے واسطہ کی محتاج ہوئی مختص

سخن کوتاہ تشبّہ با آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در صورت نبوت بغیر قیام خلیفہ بپادشاہی عالم بشکل قیام ذوالقرنین بپادشاہی ہردو جانب زمین کہ فارس و رُوم و ماحول آن باشد میسّر نیست و ہمچنین بغیر جمع قرآن و صرف ہمّت بلیغہ در اشاعتِ آن و حمل ناس بر تلاوتِ آن و بدون اجماعیات در ہر بابے از ابوابِ فقہ میسّر نیست و ہمچنین بدون افادۂ جملہ صالحہ از مسائلِ احسان میسّر نیست۔

نکتۂ پنجم در بیان آنکہ تشبّہ باپیغامبرِ ما صلے اللہ علیہ وسلم باعتبار استعدادات و ملکات کہ مصدر افعال و احوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بُودہ است بچہ صفت می باید کہ باشد و اینجا دو دقیقہ است کہ فہم آن از ضروریاتِ این مبحث است بلکہ از مہمات اکثر مباحث کلامیہ۔

دقیقۂ اُولے خلق اشیاء بیواسطہ از حضرت حق است جلّ شانہٗ بارادہ و اختیار نزدیک اہلِ حق پس ایجاب و تولید غلط است توقف کہ بعض اشیاء را بر بعض دیدہ می شود بر سبیل جری عادت است عادت اللہ چنین جاری شدہ کہ

اور بالاجمال یہ بھی سمجھ لیجئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صورت نبوّت میں مشابہت میسّر نہیں ہوسکتی خلیفہ کے بادشاہی عالم کی جگہ سنبھالے بغیر جس طرح ذوالقرنین نے بادشاہئ عالم پر قبضہ کیا تھا کہ خلیفہ زمین کی دونوں جانب فارس وروم اور اس کے ماحول پر متصرّف ہو اور اسی طرح بغیر جمع قرآن کے میسّر نہ ہوگی اور اُس کی اشاعت میں اور لوگوں کو اُس کی تلاوت پر رغبت دلانے میں بڑی سعی بلیغ اور ہمّت کی ضرورت تھی۔ نیز بغیر اجماعیات کے جو فقہ کے ہر باب میں موجود ہیں یہ مشابہتِ صورت کیسے میسّر ہوسکتی تھی اور اسی طرح مسائل احسان کے بارے میں بغیر ارشاداتِ صالحہ کے افادے کے صُورتِ نبوّت میں تشبّہ میسّر نہیں آسکتا تھا۔

نکتۂ پنجم۔ اس امر کے بیان میں کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشبّہ کے لئے اُن استعدادات وملکات کے اعتبار سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال واحوال کے مصدر ہیں کیا صفت ہونی چاہیئے کہ یہ پیدا ہوجائے اور یہاں ایسے دو دقیقے ہیں کہ پہلے ان کا سمجھ لینا اس مبحث کے لئے ضروریات میں سے ہے بلکہ اکثر مباحث کلامیہ کی مہمات میں سے ہے۔

دقیقۂ اُولیٰ۔ اہلِ حق کے نزدیک تمام اشیاء کی پیدائش حضرتِ حق جلّ شانہٗ کے ارادے واختیار سے بغیر واسطہ اُسی سے ہوتی ہے۔ اور ایجاب و تولید کا خیال غلط ہے (یعنی جب سبب وجود میں آجائے گا تو مُسبّب کا خود ہی پیدا ہوجانا ضروری ہے۔ حق تعالےٰ کی ذات علّۃ العِلَل ہے۔ ہر وجود کی براہِ راست علّت نہیں ہے۔ اسطرح ایک وجود سے جو افعال پیدا ہوتے ہیں اُن کا خالق براہِ راست حق تعالےٰ نہیں۔ ان افعال کے خلق کی نِسبت حق تعالیٰ کی طرف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ حق تعالےٰ نے وہ وجود پیدا کیا جس سے یہ چیزیں متولّد ہوتیں۔ اس نظریّہ کا ابطال مقصود ہے ۱۲ مترجم) جو توقف (یعنے موقوف ہونا) بعض اشیاء کا بعض پر دیکھا جاتا ہے یہ عادت اللہ کے جاری ہونے کی بناء پر ہے۔ عادتِ الٰہی اسی طرح جاری ہوئی کہ بعض

عقیب وجود بعض اشیاء مخلوق کذا وکذا خلق
فرماید اینجا قدم قومی لغزیده است در ہر استدلالے
کہ باسباب بر سبب خاص کنند یا بہ مسبب بر اسباب
خاص این شبہہ بہم رسانند کہ افاضہ اشیاء بارادہ
فاعلِ مختار است نہ بطریق ایجاب و تولید پس
استدلال باسباب خاصّہ بر مسبب خاص و بالعکس
نتوان کرد و این شبہ سفسطہ صرفست مصالح دنیا
و آخرت ہمہ موقوف بر استدلال است از
اسباب بر مسببات و بالعکس تخم در زمین چرا می
ریزند و آن را چرا آب میدہند و استعمال دوا
چرا میکنند و جہاد باعداء چرا بعمل مے آرند آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم در حروب و در جمیع امور
چرا اسباب خاصہ را ملاحظہ می فرمودند و پے
بہ مسبب خاص می بردند و اگر این استدلال از
میان برخیزد عقل بیکار افتد و عاقل و سفیہ یکسان
شوند و تحرّی خلفاء در امورِ ملکی و اصابت
ایشان دران باب فضیلتے نہ دہد و
مکلف بآن نہ شوند سُبحانک ہٰذا بُہتانٌ
عظیمٌ حق آن است کہ توقفِ مسببات
بر اسباب امرِ حق است و خلق
بے واسطہ بارادہ فاعل مختار نیز امر
حق ہر کہ تطبیق در ہر دو امر تواند دا
و عقلِ او گنجایش آن کند جائز است
او را کہ درین مسئلہ سخن راند و
الّا ہر دو مسلک را حق داند و
از تفصیل باز ماند۔

دقیقۂ ثانیہ آنکہ در بادی رای
دانستہ میشود ادلہ کہ از اسباب
و مسببات سازند پیش

اشیاء کے وجود کے پیچھے بعض اشیاء جو ایسی ایسی صفت سے
مخلوق ہوں پیدا فرماتے۔ یہاں ایک دوسری قوم کے قدم ڈگمگئے
وہ ہر ایسے استدلال پر جس میں اسباب سے مُسبّبِ خاص پر استدلال
کیا جائے، یا مُسبب سے اسباب خاص پر، یہ شبہ پیدا کرتے ہیں کہ
افاضۂ اشیاء۔ فاعلِ مختار کے ارادے سے ہوا ہے بطریقِ ایجاب
و تولید نہیں ہوا (جس کو ہم نے مذہب اہلِ حق قرار دیا ہے۔
ایجاب و تولید کا مطلب وہی ہے جو ہم نے ابھی بیان کیا ہے)
تو اسباب خاصّہ سے مُسبّب پر اور مُسبّب سے اسباب پر استدلال
نہیں کر سکتے۔ اور یہ شبہہ محض ایک سفسطہ (یعنی مغالطہ میں
ڈالنے والی دلیل) ہے۔ دُنیا اور آخرت کی تمام مصالح میں اسباب
سے مُسببات پر اور مُسببات سے اسباب پر استدلال کیا جاتا
ہے۔ ایک بیج زمین میں کیوں بوتے ہیں اور اس کو کیوں پانی
دیتے ہیں۔ اور دوا کا استعمال کیوں کرتے ہیں۔ دشمنوں کے
ساتھ جہاد کیوں عمل میں لایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
لڑائیوں میں اور سب کاموں میں کیوں اسبابِ خاصّہ کو ملاحظہ
فرماتے تھے اور مُسبّب خاص کا پتہ چلا لیتے تھے۔ اور اگر یہ
استدلال درمیان سے اُٹھ جائے تو عقل بے کار رہ جاتے اور
عقلمند اور احمق یکساں ہو جائیں۔ اور امور ملکی میں خلفاءؓ کی
تدابیر کرنا اور اُن کی اصابت رائے اس باب میں ان کی کوئی
فضیلت ثابت نہ کر سکے گی اور وہ اس پر مُکلّف بھی نہ ہوں گے۔
سُبحانک ھٰذا بُھتانٌ عظیمٌ۔ حق یہ ہے کہ مُسبّبات کا
اسباب پر موقوف ہونا امرِ حق ہے۔ اور یہ بھی امرِ حق ہے کہ
ہر شئے کی تخلیق بارادہ فاعلِ مختار (یعنی اللہ جلّ شانہٗ کے
ارادے سے) بے واسطہ ہوتی ہے۔ جو شخص ان دونوں میں
مطابقت دے سکے اور اس کی عقل میں یہ گنجائش ہو اُس کے
لئے تو جائز ہے کہ وہ اس مسئلہ میں کلام کرے ورنہ ہر دو
مسلک کو حق سمجھے اور تفصیل میں جانے سے رُک جائے۔

دقیقۂ ثانیہ۔ بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو ادلّہ اسباب
و مُسبّبات سے حاصل کی جائیں گی وہ اُن لوگوں کے نزدیک جو

قائلان بختار مُرید قطع را فائدہ ندہد
چہ خرقِ عادت ممکن است ہمچنان
پیش قائلان بایجاب نیز اکثر آن
فائدہ قطع ندہد زیراکہ در عالم کون
وفساد یقین بآنکہ ہمین اشیاء اسبا
باشند لا غیر و بآنکہ وجود مانع
و انتفاء شروط منتفے است ملئے
کثرتہا و انتشارہا میسّر نیست معہٰذا
فی نفس الامر اعتقاد جازم در بعض
امور حاصل میشود بلکہ در بعض مواد
یقین نیز بہم می رسد و این سخن
بہان میماند کہ اغلاطِ حِس بسیار
است معہٰذا در بعض مواد باحساس
یقین حاصل مے گردد و سلامت
مواد و صور در اکثر انظار غیر
متیقن بہ معہٰذا یقین در بعض امور پیدا
میشود و احتمال مجاز و اشتراک و تخصیص
عام و مانندِ آن در کلام مخبر صادق
قائم معہٰذا یقین بمضمون خطاب شارع
حاصل می گردد و انکار این معانی
مکابرہ است و سِرّ درینجا آن است
کہ حدسے خفی نفس را در بعض
جاہا حاصل میشود و یقین بآن محدوس
متشبح میگردد من حیث یدری
او لا یدری۔

چون این دو دقیقہ مذکور
شد بر اصل سخن روئیم
افعال متسقہ متقاربہ از نفس
ناطقہ پیدا نمے شود،

ارادہ واختیار کے قائل ہیں قطعیت کا فائدہ نہ دیں گی کیونکہ خرقِ
عادت بھی ممکن ہے۔ (تو مثلاً دھوئیں کو دیکھ کر وہ یہ یقین نہیں کریں گے
کہ آگ موجود ہے وہ یہ خیال کرسکتے ہیں کہ خلافِ عادتِ جاریہ
ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بغیر آگ کے ہی پیدا کردیا ہو) اسی طرح
جو لوگ ایجاب کے قائل ہیں (یعنے موجب وجود سبب کو قرار دینے
والے ہیں) ان کے نزدیک بھی اکثر ایسی دلیلیں قطعیت کا فائدہ
نہ دیں گی۔ کیونکہ عالم کون وفساد (بننے بگڑنے والی دنیا) میں
یہ یقین میسّر نہیں ہے کہ یہی اشیاء اسباب ہیں اور کوئی سبب
نہیں اور (یہ یقین کرنا بھی دشوار ہے) کہ (سبب پیدا ہونے
سے مُسبّب کے پیدا ہونے میں) کسی مانع کی موجودگی بھی نہیں ہے
اور (سبب سے مسبّب کے وجود میں آنے کی جو شرطیں ہیں) ان شروط
کو توڑنے والی کوئی چیز نہیں ہے جو بہت زیادہ اور بہت پھیلی
ہوئی ہوتی ہیں اس کے باوجود نفس الامر میں بعض امور کے
بارے میں پختہ اعتقاد حاصل ہوجاتا ہے۔ بلکہ بعض مواقع میں
پختہ یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ اور یہ اس قسم کی بات ہے کہ اغلاطِ
حس بہت ہوتی ہیں مگر اس کے باوجود بعض مادّوں میں احساس
سے یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ اور مادّوں اور صورتوں کی سلامتی
اکثر لوگوں کی رائے میں قابل یقین نہیں ہوتی مگر اس کے باوجود
بعض امور میں یقین پیدا ہوجاتا ہے اور مجاز و اشتراک و تخصیص
عام اور اس قسم کے احتمالات مخبرِ صادق کے کلام میں قائم ہوتے
ہیں مگر اس کے باوجود شارع کے مضمونِ خطاب کا یقین حاصل
ہوجاتا ہے۔ اگر ان چیزوں کا انکار کیا جائے تو یہ ہٹ دھرمی
ہوگی۔ اور یہاں ایک راز ہے وہ یہ کہ بعض مقامات میں نفس کو
(اسباب سے جدا ہوکر) ایک خفی گمان حاصل ہوجاتا ہے اور اس
دلیل کے نتیجہ سے منضم ہوکر "جانتے" یا "نہ جانتے" کے طور پر یقین
حاصل ہوجاتا ہے۔

ان دو دقیقوں کے ذکر سے فارغ ہوکر اب ہم اصل بات کی
طرف چلتے ہیں۔ ایسے افعال جو ایک خاص رفتار کے ساتھ ملتے جلتے
اور ایک دوسرے سے قریب ہوں نفسِ ناطقہ سے پیدا نہیں ہوتے

تا آنکہ آن نفس را ملکۂ راسخہ باشد مناسب
آن افعال و احوال و این ہمان میماند کہ متکلمین
گفتہ اند کہ بنار عالم بر وجہ اتقان دلالت می
کند بر آنکہ موجد آن عالم است و مُرید است
وحکیم است وقادر است پس خلیفۂ پیغامبر ما
صلے اللہ علیہ وسلم کہ مصدر این سہ قسم افعال
کہ بصورت پیغامبری او تعلق دارند لابد است
از آنکہ در نفس ناطقۂ او کمال ہر دو قوت
ودیعت نہادہ باشند قوتِ عاقلہ و قوتِ
عاملہ و در اجتماعِ این دو قوت و اصطلاح
ہر یکے با دیگری نیز براعتے داشتہ باشد تا شائستۂ
خلافت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شود از
ثمراتِ کمال قوتِ عاقلہ در پیغامبر وحی است
و در خلیفہ محدثیت و صدیقیت و فراست
صادقہ کہ بسببِ آن اصابت کند در ظنونِ
خود لاکظن بشئ الاکان کما قال و رائی او موافق
افتد با وحی الٰہی در واقعاتِ بسیار و از ثمراتِ
کمال قوتِ عاملہ در پیغامبر عصمت است از معاصی
وسمتِ صالح و در خلیفہ صلاح وعفت ومحفوظ
بودن از معاصی تا آنکہ پیغامبرؐ در حق او گواہی
دہد کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ فُلَانٍ و
از ثمرات براعت ہیئتِ امتزاجیہ ہر دو قوت
در پیغامبر معجزات است و وارداتِ غریبہ
و واقعاتِ عجیبہ مثل معراج و در خلیفہ مقامات
واحوال عالیہ است و کراماتِ خارقہ و تاثیرِ
دعوات و تاثیر مواعظ او در مردم چون این
سہ صفت در خلیفہ یافتہ شود خلیفہ
سہ نوع از تشبہ با پیغامبر درست کند
یکے آنکہ مرشدِ خلائق باشد

تا آنکہ اُن افعال واحوال کے مناسب نفس میں ملکۂ راسخہ پیدا
ہو جائے۔ اور یہ اُسی بات کے مشابہ ہے جو متکلمین کہتے ہیں کہ بنائے
عالم بر وجہ اتقان (پختگی) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا
پیدا کرنے والا عالم ہے، مُرید (صاحب ارادہ) ہے اور صاحب
حکمت ہے، صاحب قدرت ہے۔ تو ہمارے اُن پیغمبر صلے اللہ علیہ
وسلم کے جو کہ ان تین قسم کے افعال کے مصدر تھے جو آپؐ کی
پیغمبری کی صورت سے تعلق رکھتے ہیں خلیفہ کے لئے یہ ضروری
امر ہے کہ اُن کے نفس ناطقہ میں دونوں قسم کی قوتوں کا کمال
ودیعت کیا گیا ہو یعنی قوتِ عاقلہ اور قوتِ عاملہ کا کمال اور وہ
دونوں قوتوں کے اجتماع میں اور ان میں سے ایک کو دوسرے
کے ساتھ ملا کر بروئے کار لانے کا ملکہ رکھتے ہوں، تاکہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے قابل بن سکیں۔ پیغمبر میں قوتِ
عاقلہ کے ثمراتِ کمال میں سے وحی ہے اور خلیفہ میں محدثیت اور
صدیقیت اور فراستِ صادقہ ہے کہ جن کے سبب سے وہ اپنے ظنون
میں مصیب ہوگا اور وہ جس شے کی نسبت کوئی گمان کرے گا
وہ بالکل اُس کے گمان کے مطابق ثابت ہوگی۔ اور بہت
سے واقعات میں اُس کی رائے وحی الٰہی کے مطابق پڑے گی۔
اور پیغمبر میں قوتِ عاملہ کے ثمرات کمال میں سے عصمت ہے
معاصی سے اور طریقۂ حسنہ اور خلیفہ میں صلاح وعفت اور
معاصی سے محفوظ ہونا اس مرتبہ تک ہے کہ پیغمبرؐ بھی اُس کے
حق میں یہ گواہی دے کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَفِرُّ الخ یعنی شیطان
فلاں کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے، اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
میں دونوں قوتوں (عاقلہ اور عاملہ) کی ہیئتِ امتزاجیہ سے
جو چیز بروئے کار آتی ہے وہ معجزات ہیں اور وارداتِ غیبیہ
اور واقعاتِ عجیبہ مثل معراج کے، اور خلیفہ میں مقامات
اور بلند احوال ہیں اور خارق عادت کرامتیں ہیں اور دعاؤں
کی تاثیر اور لوگوں میں اُن کے مواعظ کی تاثیر ہیں۔ جب یہ
تین صفات خلیفہ میں پائی جائیں گی تو خلیفہ پیغمبر کے ساتھ
تشبہ کی تین قسمیں درست کرلے گا۔ ایک یہ کہ پیغمبر کے بعد

بعد پیغامبر دیگر آنکہ داعیۂ الٰہیہ را نفس او قبول کند از سرِ تحقیق نہ از سرِ تقلید و چون درین داعیہ محقق باشد برکاتِ عجیبہ در کارہائے او ظاہر شود سیوم آنکہ در شریعتِ محمدیہ علےٰ صاحبہا الصّلوات والتسلیمات چہ در احکام و چہ در حِکَم مہارتے پیدا کند و نسبتِ او باپیغامبر مانند نسبت مُخرّج باشد بمجتہد۔

واینجا دقیقہ ایست باید یاد گرفت در شرائع مقرر شدہ است کہ معجزہ مثبتِ نبوّتِ انبیاء است و حجّۃ اللہ بر خلائق لازم میشود بمعجزہ۔ عقول اہلِ معقول درین کلمہ شذر مذر اُفتاد امثل آنہا قیاسِ غائب بر شاہد درست کردہ بران فرود آوردند کہ چنانکہ بادشاہ را ایلچی میگوید کہ مخالف عادت خود کن بالتماس من تا مردم صدق مرا معلوم کنند ہمچنان معاملہ پیغامبر باخدائے تبارک و تعالیٰ است دیگران بانواعِ مناقضات پیش آمدند سخن ناتمام ماند و حق درین باب آن است کہ صدق پیغامبر را مکلّفان نمید انند الّا از جہت آنکہ علومِ فطریہ کہ مقتضی نوع انسان است در صدورِ ایشان قائم است بشہادتِ دل قبول میکنند و بآن مقتضے نوع حجّت تمام میشود اگرچہ تعنت کنند در انکار وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا و اما آنکہ این کلام صادق از تقلید علمائے پیشین اخذ نمودہ است

مرشدِ خلائق ہو۔ دوسری یہ کہ اس کا نفس از سرِ تحقیق داعیہ الٰہیہ کو قبول کرے از روئے تقلید نہیں۔ جب وہ اس داعیہ میں محقق ہو جائے گا تو اس کے کاموں میں برکاتِ عجیبہ کا ظہور ہوگا۔ تیسری یہ کہ شریعتِ محمدیہ علےٰ صاحبہا الصّلوات و التسلیمات میں احکام میں بھی اور حِکَم میں بھی پوری مہارت پیدا کرلے اور اُس کی پیغمبر کے ساتھ وہ نسبت ہو جائے جو تخریج (احکام) کرنے والے کی ہوتی ہے مجتہد سے۔

یہاں ایک دقیقہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ شریعتوں میں یہ طے شدہ امر ہے کہ معجزہ نبوّت انبیاء کا مثبت ہوتا ہے اور معجزہ سے خلائق پر اللہ کی حجّت لازم ہو جاتی ہے۔ اہلِ معقول کی عقلیں اس بات میں پریشانی میں پڑی ہوئی ہیں اُن میں سے جو لوگ سمجھدار ہیں انھوں نے اس (لزوم حجّت اللہ کی یہ صورت نکالی) کو محمول کیا قیاسِ غائب بر شاہد کے نظریئے پر کہ جس طرح بادشاہ سے اس کا ایک ایلچی یہ درخواست کرتا ہے کہ آپ میری گزارش پر اپنی عادت کے خلاف کچھ باتیں کر دیجئے تاکہ لوگوں کو میری سچائی معلوم ہو جائے۔ خدائے تبارک و تعالیٰ کے ساتھ پیغمبر کا ایسا ہی معاملہ ہے۔ دوسرے لوگوں نے اس پر مختلف نقیضیں پیش کر دیں اور بات ناتمام رہ گئی۔ اور اس باب میں حق یہ ہے کہ پیغمبر کے صدق کو مکلّف نہیں جانتے مگر صرف اس جہت سے کہ علومِ فطریہ جن کی مقتضی نوعِ انسانی ہے وہ اُن کے سینوں میں قائم ہیں (علومِ فطریہ حسب اقتضائے نوع پر چند صفحات قبل لکھا جا چکا ہے) تو جو قبول کرنے والے ہیں وہ (اس علم کی بناء پر) دل کی شہادت سے قبول کرتے ہیں اور اس مقتضی نوع (علم فطری) سے حجّت تمام ہوتی ہے اگرچہ ضد کے طور پر انکار کرتے رہیں وَجَحَدُوا بِهَا الخ (۲۷: ۱۴) اور ظلم و تکبّر کی راہ سے ان (معجزات) کے منکر ہو گئے حالانکہ اُن کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا؛ لیکن یہ (تذبذب) کہ یہ سچا کلام پچھلے زمانہ کے علماء کی تقلید سے حاصل کر لیا

ویا بنوعی از فکر دریافتہ وادعائے رسالت
نمودہ است یا تلقی نہ کردہ است الا بوحی
الٰہی و داعیۂ نازلہ از فوق سبع سمٰوات
اگرچہ موافق شدہ باشد در اکثر آن بانبیا
سابقین این قدر شبہ باقی ماند چون معجزات
خارقہ دیدند و برکات صحبت ایشان معلوم
کردند حقانیت از ہر طرف جوش زد وحق
از باطل ممتاز گشت و این نیز در اصل
جبلت انسان نہادہ اند چون این دقیقہ
گفتہ شد باصل سخن برویم خلیفہ را این
قسم برکات می باید کہ ظاہر شود تا ہمگنان
بدانند کہ خدای ما بما ارادۂ خیر فرمودہ کہ
این چنین خلیفۂ راشدے برما منصوب ساختہ
إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ
فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا
تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ آما
افعالے کہ تعلق بہ بادشاہی دارد بروجہ
اتقان صادر نشود مگر آنکہ نفس ناطقہ
خلیفہ متصف باشد بچند صفت یکے
حزم و مرتبہ شناسی ہر شخص و شناختن
حوصلۂ ہر یکے تا در تفویض امور
خطا نہ کند و سد خلل مملکت
پیش از وقوع آن تواند نمود
دیگر فراست المعیہ یظن بک
الظن کان قد رای و قد سمعا
زیراکہ بسیار است کہ امور متعارضہ
بہم مے آید اگر تانی کند خلل
واقع شود و اگر عجلت را کار فرماید خلل عظیم
بظہور آید ؎ اذا کنت ذا رأی

یا ایک طرح کے غور و فکر سے پالیا اور رسالت کا دعوے کر دیا ہے
یا فی الواقع یہی بات ہے کہ) ان کو کہیں سے نہیں ملا بجز وحی
الٰہی اور ایک ایسے داعیہ کے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر سے
آیا ہے اگرچہ اکثر حصہ اس کا انبیاء سابقین کی باتوں کے موافق
ہوگیا ہو۔ اتنا شبہ (اس علم فطری کے باوجود) باقی رہا۔
جب معجزات خارقہ عادت دیکھے اور اُن کی صحبت کی برکات
کا مشاہدہ بھی ہوا تو حقانیت نے ہر طرف سے جوش مارا اور
حق باطل سے ممتاز ہوگیا اور یہ بات انسان کی اصل سرشت
میں رکھی ہے۔ جب یہ دقیقہ بیان کر دیا گیا تو اب ہم اصل
بات کی طرف چلتے ہیں۔ خلیفہ میں اس قسم کی برکات ہونی
چاہئیں کہ وہ ظاہر ہو جائیں یہاں تک کہ سب لوگ جان لیں
کہ ہمارے خدا نے ہمارے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا کہ ایسا خلیفۂ
راشد ہمارے لئے مقرر کر دیا إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ الخ (۲: ۲۴۸)
اُن کے بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ
صندوق آجائے گا جس میں تسکین (اور برکت) کی چیز ہے
تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو
حضرت موسیٰ و حضرت ہارون (علیہما السلام) چھوڑ گئے ہیں۔
اب ان افعال پر غور کیا جائے جو بادشاہی سے تعلق رکھتے
ہیں وہ پختگی کے طور پر صادر نہ ہوں گے مگر صرف اس حال
میں کہ خلیفہ کا نفس ناطقہ چند صفات سے متصف ہو۔ اول ہوشمندی
اور ہر شخص کے مرتبہ کی شناخت اور ہر شخص کے حوصلہ
کی شناخت تاکہ (عہدہ داروں کو) امور کی سپردگی میں
خطا نہ کرے اور مملکت کی رخنہ بندی اُن کے واقع ہونے
سے پہلے کر سکے۔ دوسری دقیقہ رس فہم روشن دماغی جس کا
ظن بھی اس درجہ کا ہو کہ گویا خود دیکھ لیا اور خود سن لیا۔
کیونکہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے ٹکرانے والے
امور پیش آتے ہیں کہ اگر سستی کرو تو خلل واقع ہو اور اگر
عجلت کو کام میں لائیں تو خلل عظیم واقع ہو جاتے ؎ إذا
كنت ذا رأي الخ جب تو ذی رائے ہے (اور تو نے سمجھ لیا کہ

فکن ذا عزیمۃٍ ؛ فانّ فسادَ الرّأیِ ان
تتردّدا ؛ اذا کنتَ ذا رأیٍ فکن ذا رویّۃٍ ؛
فانّ فسادَ الرّأیِ ان تتعجّلا ؛ و مخلص ازین
اشتباہ غیر فراستِ اللعیہ چیزے نیست
و این معنے بر کسیکہ بصحبتِ ملوک رسیدہ
باشد یا تاریخ ایشان را دیدہ مخفی نخواہد
بود دیگر بخت کارکشا نہ بختِ منکوس
کہ چون کارے پیش آید مانند خرِ در
گل باز ماند فردوسی در قصہ رائے زدن
در تعینِ بادشاہ بعد کشتہ شدنِ نوذر
از زبانِ زال دستان میگوید ؎

نزیبد بہر پہلوی تاج و تخت ؛
بباید یکے شاہ بیدار بخت ؛
کہ باشد برو فرّۂ ایزدی ؛
بتابد ز گفتارِ او بخردی ؛

و معرفت این معنے جز در پردۂ غیب نیست
و جز مخبرِ صادق آن را تعبیر نتواند کرد و
غلط بینانِ مجوس بر تسییرات کواکب و
زائچۂ ولادت اعتماد می نمودند و این ہمہ علوم
وہمیہ است کہ شارع ازان نہی فرمودہ لہٰذا
غیر آنچہ از اشاراتِ شارع آن را بفہمند اوکبہ
نیست دیگر شجاعت کہ توسط است درمیان تہور
و جبن داشتہ باشد و حلم کہ متوسط است در جرأت
و خمود و حکمت کہ حد وسط است در جربزہ
و غفلت و عدالت کہ بسببِ آن در ہر
حالت مناسبِ آن حالت بر نفس ظافر
شود و الکلام فی ھٰذہ المباحث
یطول امّا افعالیکہ تعلق بجبریّت دارد بروجہ
اتقان صادر نشود

یہ کام ہونا چاہیئے) تو پختہ ارادے والا بن (اور پورا کر ڈال)
یہ فساد رائے کی دلیل ہے کہ تو تردد میں مبتلا ہو کہ کروں یا نہ
کروں) اگر تو ذی رائے ہے تو صاحب حاجت بن جا (یعنے
مناسب لوگوں سے مشورہ کر) کیونکہ یہ فسادِ رائے کی بات
ہے کہ تو جلدی کر جائے۔ اور اس اشتباہ سے رہائی کا آلہ بجز
فہم رسا و روشن دماغی اور کوئی چیز نہیں۔ اور یہ بات ایسے
شخص پر جو بادشاہوں کی صحبت میں پہنچا ہوگا یا اُس نے
اُن کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہوگا مخفی نہ ہوگی۔ دوسری چیز
بختِ کارکشا ہے نہ کہ اوندھا بخت کہ جب کوئی اہم کام پیش
آجائے تو گدھے کی طرح کیچڑ میں دھنس کر رہ جائے۔ فردوسی
نوذر کے مارے جانے کے بعد بادشاہ کے انتخاب پر زال دستان
کی زبان سے اُس کی رائے بیان کرتا ہے ؎ نزیبد بہر پہلوی تخت
ہر پہلوی کے لئے تاج و تخت زیبا نہیں۔ اس کے لئے ایسا
بادشاہ ہونا چاہیئے جو بیدار بخت ہو۔ جس کے اُوپر خدا کا فضل
ہو، جس کے کلام سے عقل کا نور جھلکتا ہو؛ اور اس (بخت)
کی حقیقت پردۂ غیب کے سوا اور کہیں نہیں۔ اور سوائے
مخبرِ صادق کوئی نہیں بتا سکتا۔ اور غلط بین مجوسی کواکب
کی رفتار اور زائچۂ پیدائش پر اعتماد کرتے ہیں اور یہ سب
وہمی علوم ہیں جن سے شارع نے منع کیا ہے۔ اس لئے شارع
نے جو کچھ اشارات کر دیئے اُن کے سوا دوسری راہوں سے
سوچنا درست نہیں ہے۔ دوسری صفت شجاعت رکھتا ہو جو
کہ تہوّر (مقامِ ہلاکت میں بے پرواہی سے کود پڑنا) اور
جُبن (بزدلی) کی درمیانی صفت ہے۔ اور حلم جو کہ جرأت
اور پست ہمتی کی درمیانی صفت ہے اور حکمت جو عیّاری
اور غفلت کی درمیانی صفت ہے اور عدالت کہ اس کے
سبب سے ہر حالت میں اُس حالت کے مناسب نفس پر قابو یافتہ
رہے اور کلام ان مباحث میں طویل ہوتا ہے (اس لئے مشتے
نمونہ از خروارے پر اکتفاء کیا جاتا ہے) رہے وہ افعال جن کا
تعلق جبریّت سے ہے وہ علیٰ وجہ البصیرۃ صادر نہیں ہو سکتے

گر کہ خلیفہ عالم بکتاب وسنت باشد و
تلقی آن بفہم خداداد نمودہ باشد و
مصلحت ہر حکمے دانستہ نسبتِ او با
پیغامبر مانند نسبت مخرجین با مجتہدِ
مستقل فنّ فقہ را خوب ورزیدہ و
فن حکمت از دلِ او جوشیدہ و آنکہ خود
این علوم نداند دیگران را چہ افادہ
فرماید؎

خشک ابرے کہ بود زاب تہی
ناید ازوے صفتِ آب دہی

و معہذا لطفِ او باقوم واہتمام او در تعلیم
علوم دیدہ شود و سدِّ ابواب تحریف
منظور نظر او بود۔

و اینجا دقیقہ ایست آن را نیز باید فہمید جبر
ملتِ محمدیہ علے صاحبہا الصلوات والتسلیمات
شخصے است کہ درانچہ شارع خوض نہ فرمود
مجمل گزارد و چیزے کہ تعمق دران نہ کردہ
تعمق دران نکند چنانکہ قصدے فی العمل مطلوب
شدہ است قصد فی العلم نیز از اہم مہمات
آمدہ بسا دقتِ نظر و شقشقۂ بیان کہ جبر
را از جبریتِ ملتِ مصطفویہ در انداخت؎

ہر کہ دور انداز تر او دور تر
از چنین صید است او مہجور تر

اما افعالے کہ بارشادِ امت تعلق دارد بروجہ
اتقان صادر نشود مگر آنکہ راہ متوسط را کہ
فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا
عبارت ازان است شناختہ
باشد و کرامات خارقہ و
مقامات عالیہ

گر صرف اس حال میں کہ خلیفہ کتاب وسنت کا عالم ہو اور فہم
خداداد کے ساتھ اُس کو حاصل کیا ہو اور ہر حکم کی مصلحت
جانتا ہو۔ اُس کی نسبت پیغمبر کے ساتھ ایسی ہے جیسی تخریج
احکام کرنے والوں کی مجتہد مستقل کے ساتھ۔ فنِ فقہ میں
پوری مہارت رکھتا ہو اور فنِ حکمت اُس کے دل سے جوش
مارتا ہو۔ اور جو شخص یہ علوم خود نہ جانتا ہوگا وہ دوسروں کو
کیا افادہ کرے گا؎ خشک ابرے الخ ایک خشک بادل جو پانی
سے خالی ہوگا۔ اُس کو دوسروں کو سیراب کرنے کی صفت کیونکر
حاصل ہوگی؛ اور اس کے ساتھ قوم پر اُس کی شفقت اور
تعلیم علوم میں اُس کا اہتمام بھی دیکھا جائے اور (قرآن و
حدیث میں) تحریف کے دروازوں کا بند کرنا بھی اُس کے
پیش نظر ہو۔

اور یہاں ایک دقیقہ ہے اُس کو بھی سمجھ لیا جائے۔
جبر ملتِ محمدیہ علے صاحبہا الصلوات والتسلیمات وہ شخص
ہے کہ جس چیز پر شارع نے غور و خوض نہ کیا ہو وہ بھی
اُس کو مجمل چھوڑ دے اور جس کی گہرائی پر شارع نے توجہ
نہ دی ہو وہ بھی نہ دے جس طرح عمل میں میانہ روی مطلوب ہے علم میں بھی
میانہ روی اہم مہمات میں سے ہے۔ بہت سی باریک بینیاں اور
بسیار گوئیاں ہیں جنھوں نے ایک جبر کو ملتِ مصطفویہ کی جبریت کے
مقام سے گرا دیا۔؎ ہر کہ دور انداز تر الخ جو شخص (تیر کو)
بہت دور پھینکنے والا ہے وہ زیادہ دور ہی رہتا ہے ایسے
شکار سے وہ سب سے زیادہ ناکامیاب رہتا ہے (یعنے زیادہ
زور کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تیر شکار کے جسم سے گزر کر نکل جاتا
ہے اور شکار بھاگ جاتا ہے) رہے وہ افعال جو ارشادِ امت
سے تعلق رکھتے ہیں علے وجہ البصیرت صادر نہیں ہوتے
گر صرف اس صورت میں کہ (مرشد) راہِ متوسط کو پہچانتا ہو
جس کی تعبیر یہ ارشاد کرتا ہے فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ الخ (۳۰:۳۰)
اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالے
نے لوگوں کو پیدا کیا ہے؛ اور کرامات خارقہ و مقامات عالیہ

واشتہ باشد و اینجا نیز دقیقہ ایست
مثل دقیقہ سابقہ قصد فی العمل
مطلوب است درمیان بہیمیت و
ملکیت صلح مے باید کرد نہ ملکیت
رامطلقاً بیکار گذاشتن و نہ از
بہیمیت مطلقاً منسلخ گشتن و آن حد
وسط ہمان است مطمح نظر انبیاء
صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہٗ علیہم
اینجا غلط نہ کنی و بشقشقۂ کلام
مغرور نہ گردی وحدتِ وجود و
معرفتِ تنزلاتِ خمس و خروج
بسوئے فلسفہ در تقریر لمیاتِ
اشیاء ہمہ از حد وسط بیرون
است ؎

کج مرو بتہمتِ ہستی کہ در طریق
ما رانشانہاست ازان یار بے نشان

چون این مبحث گفتہ شد مبحثے دیگر غامض تر
ازین مبحث بشنو تہذیب نفوس کہ نجاتِ اُخروی
بآن منوط است بلکہ سعادتِ دارین بآن
مربوط دو نوع تواند بود یکے استعدادات
نفوس کہ شرح آن گزشت دیگر برکات
نازلہ از نزدیک خدائے تبارک تعالےٰ بنابر
سوابقِ اسلامیہ پیشتر از کسب بندگان
و استعدادات ایشان اِنَّ لِرَبِّکُمْ فی
ایّام دہرکم نفحاتٍ الا فتعرضوا
لہا و این نوع در ہر ملت
علٰحدہ مے باشد ور ملتِ ما جالب
اعظم آن برکات اعانت پیغامبر
است صلے اللہ علیہ وسلم

رکھتا ہو۔ اور یہاں بھی ایک دقیقہ ہے مثل دقیقۂ سابقہ کہ
عمل میں بھی میانہ روی مطلوب ہے۔ (اور قوتِ بہیمیت اور
ملکیت کے درمیان صلح کرنی چاہیئے نہ ملکیت کو مطلقاً بیکار
چھوڑ دینا اور نہ بہیمیت سے بالکل جُدا ہو جانا اور یہی وہ درمیانی
حد ہے جو انبیاء صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہٗ علیہم کے مدِّ نظر
رہی ہے۔ یہاں بھی غلطی نہ کرنا اور (کسی کی) بسیار گوئی
سے دھوکے میں نہ پڑنا۔ وحدتِ وجود اور معرفتِ تنزلاتِ
خمس (یعنے وجود مطلق کے پانچ تنزلات جن پر شیخ اکبر وغیرہ
نے کلام کیا ہے) اور فلسفہ کی طرف چل دینا اشیاء کی کیفیات
کے سلسلہ میں' یہ سب اس درمیانی حد سے تجاوز ہے ؎

کج مرو الخ ٹیڑھے بینگے مت چلو (صراطِ مستقیم نہ چھوڑو)
اس تہمتِ ہستی میں (حقیقی ہستی اُسی ذات کی ہے ہم پر ہستی کا
اطلاق گویا ایک تہمت ہے) کہ راستہ میں جو اس یارِ بے نشان
کی طرف جاتا ہے ہماری کچھ علامتیں ہیں (سیدھی سڑک کو چھوڑ کر
بگیا اختیار کروگے تو وہ علامتیں رل جائیں گی)۔ جب اس
مبحث پر (جو کہنا تھا) کہہ دیا گیا تو ایک اور مبحث بھی سنو
جو اس سے زیادہ دقیق ہے۔ تہذیب نفوس کہ جس سے نجاتِ
اُخروی کا تعلق ہے بلکہ سعادتِ دارین اُس سے مربوط ہے
اُس کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔ ایک نفوس کی استعدادیں
کہ جس کی شرح گزر چکی ہے۔ دوسری اللہ تبارک و تعالےٰ
کی طرف سے نازل ہونے والی برکتیں جو سوابقِ اسلامیہ (یعنے
پہلے اسلام لانا، پہلے ہجرت کرنا، پہلے جہاد کرنا، پہلے اللہ کی راہ
میں مال خرچ کرنا وغیرہ) کی بناء پر نازل ہوتیں بندوں کے
کسب اور اُن کی استعدادوں سے بھی پہلے (بفحوائے ارشاد
رسول صلے اللہ علیہ وسلم) اِنَّ لِرَبِّکُمْ الخ یعنے تمہارے
رب کی جانب سے تمہارے اس دورِ زمان میں کچھ لطیف ہوائیں
آ رہی ہیں آگاہی کے ساتھ اُن کے سامنے آ جاؤ! اور برکات
کی یہ قسم ہر ملت میں علٰحدہ ہوتی ہے اور ہماری ملت (اسلام)
میں اُن برکات کو سب سے زیادہ کھینچنے والی چیز پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم

در وقت غربت دین خدای تعالیٰ چون آنحضرت
را صلی اللہ علیہ وسلم محض برحمت خود بسوے
عالم فرستاد آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام تن تنہا
بود ہر کہ باعانت او صلی اللہ علیہ وسلم برخاست
مشمول برکات الٰہیہ گشت و ہر کہ متاخر شد از
مراتب قرب متاخر شد لہٰذا در شریعت معظم
گشت کہ ہر کہ ہجرت او سابق تر در مراتب قرب
بلند تر و ہر کہ در جہاد اعداء مقدم تر در صف
سعداء پیش قدم تر۔ قال اللہ تعالیٰ لَا
یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ
الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وقال
تبارک و تعالیٰ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ
اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ
اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ
عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجٰتٍ
مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ
اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا و سر درینجا
آن است کہ مراد حق جل و علا
اعلاء کلمۃ اللہ بود موافقت بامراد
وے سبحانہ در یک ساعت
بہتر از عبادت صد سالہ خواہد
بود لہٰذا مومنین اولین کہ
قبل از ہجرت در مکہ
بہ زیور ایمان محلّٰے
شدند

کی اعانت ہے اُس دور میں جب کہ دین میں غربت تھی (یعنے
اوپرا پن تھا کہ لوگ اس قول سے بدکتے تھے کہ معبود صرف ایک
اللہ کی ذات ہے) خدا تعالےٰ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو محض اپنی رحمت سے عالَم کی طرف بھیجا تو آنجناب علیہ الصلوٰۃ
والسلام تن تنہا تھے۔ اُس وقت جو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی اعانت کے لئے اُٹھا وہ برکات الٰہیہ اُس کے شامل حال
ہو گئیں اور جو پیچھے رہ گیا وہ مراتب قرب میں بھی پیچھے رہ گیا
لہٰذا ہماری شریعت میں یہ قاعدہ پختہ ہو گیا کہ جس شخص کی ہجرت
سابق تر ہوتی وہ مراتب قرب میں بلند تر رہا اور جو اعداء دین
کے خلاف جہاد میں سب سے مقدم رہا وہ اہل سعادت کی صف میں
سب سے زیادہ پیش قدم رہا۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں لَا
یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ الخ (۵۷: ۱۰) جو لوگ تم میں سے فتح مکہ سے
پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے سب کے برابر
نہیں ہیں۔ وہ لوگ درجہ میں اُن لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں
نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے۔ اور حق تعالےٰ
نے ارشاد فرمایا لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ الخ (۴: ۹۵) برابر
نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور
وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد
کریں اللہ تعالےٰ نے اُن لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے
جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں
بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالےٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا
ہے اور اللہ تعالےٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں
کے بڑا اجر عظیم دیا ہے یعنے بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے
ملیں گے اور مغفرت و رحمت اور اللہ تعالےٰ بڑی مغفرت
والے بڑی رحمت والے ہیں۔ اور یہاں یہ راز ہے کہ حق تعالےٰ
کی مراد اعلاء کلمۃ اللہ تھی اور اُس سبحانہٗ و تعالےٰ کی
مراد کی موافقت میں ایک ساعت بسر کرنا سو برس کی عبادت
سے بہتر ہوگا۔ یہ سبب ہے کہ مومنین اولین یعنے جو کہ ہجرت
سے پہلے مکہ میں زیور ایمان سے آراستہ ہوئے وہ باعتبار ثواب

سر آمد عالم آمدند باعتبار ثواب وآنانکہ در مشہد بدر و اُحد و حدیبیہ حاضر بودند گوئی مسابقت ربودند وچون باہتمام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صورت عالم تشکل شد بشکل معنوی کہ عند اللہ متحقق است این جماعہ در دنیا نیز سر آمدِ عالم آمدند باین اعتبار واجب شد کہ خلیفۂ خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از مہاجرین اوّلین باشد و از حاضرین بدر و اُحد و حُدَیبیّہ این سرّی است کہ ظاہر بینان بفہم آن نے رسند لیکن وقتے کہ کتاب وسُنّت می خوانند علے کُرْہٍ آن را قبول می کنند چون این قسم خلیفہ کہ متشبہ باپیغامبر باشد بوجوہ بسیار صدرِ عالم شود و لطفِ ایزد کردگار زمامِ اختیار بدستِ او دہد رحمت تمام شود ؎

حکمتِ محض است اگر لطفِ جہان آفرین
خاص کند بندۂ مصلحتِ عام را

نبوت وخلافتِ نبوّت محض تہذیب نفوس این جماعہ خاصہ نیست بلکہ برکتے است عام برای تمام عالم کہ در ضمن تہذیب نفوس این جماعہ پدید آمد و از میان نفوس ایشان جوشید از باب تکوین است نہ مطلق باب تشریع بمنزلہ ہوای معتدل است کہ امراض مرضے عالم را علاج فرماید یا بارانے عظیم کہ قحطِ قحط زدگان را ازالہ نماید۔

نکتۂ ششم در طریق شناختن مستعدانِ خلافتِ خاصہ از میان مردمان چنانکہ شناختنِ پیغامبر برحق از میان مدّعیان نبوّت بغایت عسیر است ۔ وانّہٗ لیسیرٌ علٰی مَن یَسّرہ اللہ علیہ ہمچنان معرفت مستعدِ خلافتِ خاصّہ نبوّت

تمام عالم میں بالا و برتر رہے اور جو لوگ بدر و اُحد اور حُدَیبیہ کی لڑائیوں میں حاضر تھے وہ سب پر بازی لے گئے۔ اور جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہتمام سے عالم کی صورت اس شکل معنوی کے ساتھ متشکل ہو گئی جو عند اللہ متحقق ہے تو اس جماعت کے لوگ دنیا میں بھی سربلند قرار پائے۔ اس اعتبار سے ضروری ٹھہرا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفۂ خاص مہاجرین اوّلین میں سے ہو اور بدر و اُحد اور حُدَیبیّہ کے حاضرین میں سے۔ یہ ایک ایسا راز ہے کہ ظاہر بین لوگوں کی فہم اس تک نہیں پہنچتی لیکن جب کہ کتاب وسُنّت کو پڑھتے ہیں تو مجبور ہو کر قبول کرتے ہیں۔ جب اس قسم کا خلیفہ جو پیغمبر کے ساتھ بہت سی وجوہ سے مشابہت رکھنے والا ہو صدر عالم ہو جائے گا اور لطفِ خداوندی زمامِ اختیار اُس کے ہاتھ میں دیدیگا تو (عالم پر) رحمت پوری ہو جائے گی ؎ حکمتِ محض است اگر الخ یہ حکمتِ محض ہے اگر جہان آفریں کی عنایت کسی بندہ کو مصلحتِ عام کے لئے منتخب کرلے؛ نبوت اور خلافتِ نبوّت صرف اس جماعتِ خاص کی تہذیب نفوس ہی کا فائدہ نہیں رکھتی بلکہ یہ تمام عالم کے لئے ایک برکت ہوتی ہے جو اس جماعت کی تہذیب نفوس کے ضمن میں عیاں ہوتی ہے اور اُن کے نفوس میں سے جوش مارتی ہے۔ یہ برکت سِلسلۂ تکوین کی ہے۔ مطلق باب تشریع میں سے نہیں ہے یہ بمنزلۂ ہوائے معتدل کے ہے جو تمام عالم کے بیماروں کو تندرست کرتی ہے یا ایک عظیم بارش کے درجہ میں کہ قحط زدوں کے قحط کا ازالہ کر دیتی ہے۔

نکتۂ ششم لوگوں میں سے خلافتِ خاصّہ کی استعداد رکھنے والوں کو پہچاننے کے طریقے کے بیان میں۔ جس طرح کہ نبوّت کا دعوٰے کرنے والوں میں سے پیغمبر برحق کا پہچاننا بہت دشوار ہے اور جس پر اللہ تعالےٰ آسان کر دے اُس کے لئے آسان بھی ہے اسی طرح خلافتِ خاصّہ نبوّت کی استعداد رکھنے

نیز عسیر است تخلص ازین حیرت مظلمہ دو چیز
توانند بود چنانکہ معرفت پیغامبر نیز بدو وجہ باشد
یکے سابق از نبوت این نبی و دیگر لاحق بعد از
نبوت آں وجہ سابق آن است کہ پیغامبران
پیشین بوجود پیغامبر متأخر بشارت دہند وآن
بشارت در امت ایشان شائع شود مُبَشِّرًا
بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ۔
أَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ آيَةً أَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا
بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ و این سرّی است عجیب
از اسرار تکوین چون خواہند کہ پیغامبرے
صاحب شوکت را در آخر زمان مبعوث فرمایند
بر زبان پیغامبران سابق بآن معنے
اخبار نمایند و بعد ازان منامات مردم
و انذارات کہنہ و مانند آن ہمہ ردیف
اخبار آن پیغامبران سازند اما
وجہ لاحق آنست کہ شریعت پیغامبر
لاحق مصدق شریعت سابقہ باشد
ومعجزات باہرہ بردست این پیغامبر ظاہر
سازند و شریعت اورا سمحہ بیضا
گردانند تا ہلاک نشود ہرکہ ہلاک شود
اِلَّا عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ہمچنان در خلافت
خلفاء حیرت واقع است و تخلص ازین حیرت
دو وجہ میباشد یکے سابق کہ اخبار پیغامبر را
بانواع بسیار نخست بیان فرماید کہ فلان
کس بہشتی است دوم اعلام نماید کہ فلان شخص
از صدیقین و شہداء و صالحین است سوم امارات
استحقاق او خلافت را قولاً و عملاً ارشاد کند
چون سخن تا اینجا رسید حجۃ اللہ بخلافت او
قائم گردید و مردمان باطاعت او مکلف

والے کا پہچاننا بھی دشوار ہے۔ اس سخت حیرت سے رہائی پانے
کی دو راہیں ہوسکتی ہیں جس طرح پیغمبر کی شناخت دو وجہ
سے ہوتی ہے۔ ایک وجہ کا تعلق اس نبی کی نبوت سے پہلے کے
زمانہ سے ہے اور دوسری کا بعد از نبوت آنے والے زمانے سے۔
وجہ سابق تو یہ ہے کہ پچھلے زمانے کے پیغمبر بعد میں آنے والے
پیغمبر کی بشارت دیں اور وہ بشارت ان کی امت کے درمیان
شائع ہوجائے۔ (جیسے حضرت عیسیٰؑ کی بشارت) مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ
يَّأْتِيْ الخ (۶۱:۶) اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے
ہیں جن کا (مبارک) نام احمدؐ ہوگا میں ان کی بشارت دینے
والا ہوں؛ أَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ آيَةً الخ (۲۶:۱۹۷) کیا ان
لوگوں کے لئے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس کو علماء بنی اسرائیل
جانتے ہیں؛ اور اسرار تکوین میں سے یہ ایک سِرّ عجیب ہے کہ
جب چاہتے ہیں کہ ایک صاحب شوکت پیغمبر کو آخر زمانہ میں
مبعوث فرمائیں تو سابق پیغمبروں کی زبان سے اس امر کی خبر
دیں اور اس کے بعد لوگوں کے خوابوں اور کاہنوں وغیرہ
کی تنبیہات کے ذریعہ سے انبیاء کی خبروں کی تائید کرائیں۔
رہی وجہ لاحق تو وہ یہ ہے کہ پیغمبر لاحق کی شریعت سابقہ
شریعت کی تصدیق کرنے والی بنے اور اس پیغمبر کے ہاتھ پر
کھلے ہوئے معجزات کا ظہور اور اس کی شریعت کو آسان اور
صاف روشن بنائیں تاکہ کوئی ہلاک نہ ہو اور جو ہلاک
ہونے والے ہیں ان پر خدا کی حجت قائم ہوجائے۔ اسی طرح
کی حیرت خلفاء کی خلافت میں بھی ہے اور اس حیرت سے
رہائی پانے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک سابق اور وہ ہے
بہت سے طریقوں سے پیغمبر کا خبر دیتے رہنا، کہ اول بیان
فرمائیں کہ فلاں شخص جنتی ہے دوم لوگوں کو یہ بتائیں کہ فلاں
شخص صدیقین اور شہداء و صالحین میں سے ہے سوم خلافت
کے لئے اس کے استحقاق کی علامتوں کو قولاً و عملاً ارشاد
فرمائیں۔ جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو اس کی خلافت پر
اللہ کی حجت قائم ہوگئی اور لوگ اس کی اطاعت کے مکلف

شوند بعد ازان در وقت وفات پیغامبر طائفہ
را ملہم گردانند کہ برائی خلیفہ خلافت را منعقد
نمایند و بعد ازان بمدد غیب دستِ تصرّفِ
او در عالم مبسوط فرمایند لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ
عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ و
اما وجہ لاحق آن است کہ معانی خلافتِ خاصہ
در خلیفہ نمایان کنند و آیات و امارات خلافت
او مثل فلق الصبح متواتر افاضہ فرمایند بہمان
میماند کہ شخصے گوید من طبیبم و مہارت او
در طب اوّل مرتبہ خفی باشد بعد ازان مرضٰے
بوے رجوع کنند و ہر مریضے را با اسباب و
علامات حکم کند کہ فلان مرض دارد و اصابت
نماید دران بعد ازان برائے ہر مرض دوائی
وصف کند و آن ادویہ موثر افتد و عالم عالم
بمعالجہ او از امراض مہلکہ خلاص شوند و طبابت
او بمنزلۃ الشمس فی رابعۃ النہار واضح گردد
حالا در معانے خلافت کہ ما بیان آن کردیم تأمّلِ
وافی کن و مقصد اوّل از کتاب ما برخوان
تا دلائل خلافتِ خاصہ از بیان حضرت شارع
ادراک نمائی بعد ازان مقصد ثانی برخوان
و دلائل قسم ثانی مشاہدہ فرما ازین جہت
واجب شد کہ خلیفہ خاص مبشر بہشت باشد
و مشہود بمقامات عالیہ و پیغامبر با او معاملہ نماید
کہ امیر با منتظر الامارت کند۔

نکتہ ہفتم در فروع و لواحق مسئلہ خلافتِ خاصہ۔ فرع اوّل آنچہ بیان کردیم نوعے است از مراتب ولایت کہ اشبہ انواع ولایت است

ہوجائیں، اس کے بعد پیغمبر کی وفات کے وقت ایک جماعت
کو یہ الہام کریں (یعنے ان کے دلوں میں یہ داعیہ پیدا کریں)
کہ خلیفہ کے لئے خلافت کو منعقد کریں۔ اس کے بعد غیبی امداد
سے اس کے دستِ تصرّف کو تمام عالم پر کشادہ کردیں
لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ الخ (۸: ۴۲) تاکہ جس کو برباد ہونا ہے
وہ نشان آتے پیچھے برباد ہو اور جس کو زندہ ہونا ہے نشان
آئے پیچھے زندہ ہوئے (یہ تو وجہ سابق تھی اب سمجھئے کہ) وجہ
لاحق یہ ہے کہ خلافتِ خاصہ کے معانی کو خلیفہ میں نمایاں
کریں اور خلافت کے نشانوں اور علامات کو خلیفہ صبح کی
روشنی کے مانند متواتر افاضہ فرمائیں اس کی مثال ایسی
ہے کہ ایک شخص کہے کہ میں طبیب ہوں۔ طب میں اس کی
مہارت اوّل مرتبہ میں خفی ہوگی۔ اس کے بعد مریض اس
کی طرف رجوع کریں اور وہ ہر مریض کے بارے میں اسباب
و علامات کے پیش نظر حکم کرے کہ اس کو فلاں بیماری ہے ؟
اور اس کی رائے مصیب ہو۔ اس کے بعد وہ ہر بیماری کے لئے
دوا تجویز کردے اور وہ دوا موثر پڑے اور لوگ جوق
درجوق اس کے علاج سے امراض مہلکہ سے نجات پائیں اور
اس کی طبابت دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہوجائے۔ آپ
خلافت کے معنوں میں جو ہم نے بیان کئے ہیں تأمّل (یعنے غور)
کے ساتھ ذہن میں رکھ کر ہماری کتاب کا مقصد اوّل پڑھو
تاکہ خلافتِ خاصہ کے دلائل حضرت شارع کے بیان سے سمجھ لو۔
اس کے بعد مقصد ثانی پڑھو اور قسم ثانی کے دلائل کا مشاہدہ
کرو۔ اس جہت سے ضروری ہوگیا کہ خلیفہ خاص وہ ہوگا
جس کو بہشت کی بشارت دی گئی ہو اور وہ مقاماتِ عالیہ
پر فائز ہو اور پیغمبر اس کے ساتھ وہ معاملہ کرے جس طرح
ایک امیر کو ولی عہد سے کرنا چاہیئے۔

نکتہ ہفتم مسئلہ خلافتِ خاصہ کی فروع اور لواحق
کے بیان میں۔ فرع اوّل جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ مراتب
ولایت میں کی ایک ایسی نوع ہے جو ولایت کی انواع میں سے

بہ نبوّت و ورائے او مراتب بسیار است کہ
خدای تعالےٰ خواص عبادِ خود را بآن می نوازد
امّا چون تعلّق بعموم ناس ندارد بحثِ ما دران
نیست و شریعتِ ظاہرہ چندان در اثباتِ آن
تعلّق نفرمودہ اگر این قسم ولایت را در اشخاص
معیّن حصر نمائیم غلط نکُنی و انکار ولایت
دیگران نہ نمائی و اگر فضیلت یکی بر دیگرے
تقرر نمائیم مراد ما افضلیت در ہمین مرتبہ خواہد
بود نہ باعتبار سائر مراتب اسرارِ الٰہی بسیار
است و مقصود بالبیان ہمان است کہ شرائع
الٰہیہ تعلّق بآن داشتہ باشد فرعِ ثانی انچہ
بیان کردیم صورتِ کاملہ خلافتِ خاصہ است
چنانکہ افراد ہر نوع در مقتضےٰ آن نوع مختلف
مے اُفتد باعتبار موادّے کہ مطیّۂ آن نوع
بودہ است ہمچنان لازم نیست کہ ہمہ خلفاء
درین خواص متساوی الاقدام باشند ممکن است
کہ شخصے باعتبار یک وصف اقوی و اقدم
باشد و شخص دیگر باعتبار وصفِ دیگر اثبت و اَولیٰ
بعد اشتراک ہمہ در اصل این امور پس چنانکہ
انبیاء در اصل نبوت مشترک اند و در اصول
لوازم نبوّت متوافق و در زیادت و قلّت بعض
اوصاف متفاوت ہمچنان بعض خلفاء سوابق
اسلامیہ بیشتر دارند و بعض سلیقہ بادشاہی
زیادہ تر بعد اتفاق در اصول لوازم خلافتِ
خاصّہ و لہٰذا حضرتِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
در مستعدانِ خلافت سخن داشت باعتبار بعض
اوصاف جبلیّہ کہ بسیاستِ ملک تعلّق دارد۔
فرعِ ثالث اگر جماعہ از کمل مؤمنین در اصل
لوازم خلافتِ خاصہ ہمعنان باشند و در زیادت

سب سے زیادہ نبوّت سے مشابہ ہے اور اُس کے بعد اور بہت سے
مرتبے ہیں کہ خدا تعالےٰ اپنے خاص بندوں کو اُن سے نوازتا ہے
مگر چونکہ ان کا تعلّق عام لوگوں سے نہیں ہے اس لئے اُن سے
ہم نے بحث نہیں کی اور شریعتِ ظاہرہ نے اُن کے اِثبات
کے بارے میں کچھ فرمایا بھی نہیں۔ اگر اس قسم کی ولایت کو
ہم چند اشخاص مُعیّن میں حصر کردیں تو تم غلطی نہ کرنا اور
دوسروں کی ولایت سے انکار نہ کرنا۔ اور اگر ہم ایک کی فضیلت
دوسرے پر قرار دیں تو ہماری مراد اسی مرتبہ میں افضلیت
ہو گی، تمام مراتب کے اعتبار سے نہیں۔ اسرار الٰہی بہت ہیں
بیان سے مقصود وہی ہے جس سے کہ شرائع (احکام) الٰہیہ
تعلّق رکھتے ہوں۔ فرعِ ثانی جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ خلافت
خاصہ کی صورتِ کاملہ ہے۔ جس طرح کہ ہر نوع کے افراد
اُس نوع کے مقتضا میں مختلف ہوجاتے ہیں اُن مادّوں کے
اعتبار سے جن پر وہ نوع مُسلّط ہوتی ہے اسی طرح یہ لازم
نہیں ہے کہ ان خواص میں تمام خُلفاء کے قدم یکساں چل رہے
ہوں۔ ممکن ہے کہ ایک شخص ان تمام اصل امور میں اشتراک
کے بعد ایک وصف کے اعتبار سے زیادہ قوی اور آگے ہو اور
دوسرا شخص دوسرے وصف کے اعتبار سے زیادہ رسُوخ و
اولویّت رکھتا ہو۔ تو جیسا کہ سب انبیاء اصل نبوّت میں مشترک
ہیں اور لوازم نبوّت کے اصول میں ایک دوسرے کے موافق
اور بعض اوصاف کی کمی و زیادتی میں جُدا جُدا ہیں اسی
طرح بعض خُلفاء سوابق اسلامیہ زیادہ رکھتے ہیں اور
بعض بادشاہی کا سلیقہ زیادہ رکھتے ہیں اصُول لوازم
خلافت خاصّہ میں متفق ہونے کے بعد، اور اسی کی بناء پر
حضرت فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خلافت کی استعداد
رکھنے والوں کے بارے میں کچھ باتیں فرمائی تھیں جو بعض ان
اوصاف طبعیّہ کے اعتبار سے تھیں جو سیاستِ حکومت سے
متعلّق تھیں۔ فرعِ ثالث اگر مؤمنین کاملین کی ایک جماعت
اصل لوازم خلافت میں ہم رُتبہ ہوں اور اوصاف کی

وقلت اوصاف متفاوت مقتضی خلافتِ خاصّہ حضرت پیغامبرِ ما صلے اللہ علیہ وسلم آن است کہ صاحب زیادتِ اوصاف متعلقہ بہ بادشاہی مقدم باشد بر صاحبِ زیادت اوصاف متعلقہ بجبریّت وزُہد بچند وجہ یکی[1] آنکہ بادشاہ ضابط بشوکتِ خود میتواند کہ اَحبار وزُہاد را در پایگاہِ ایشان نگاہ داشتہ از ایشان امور متعلقہ بجبریّت وزُہد گیرد و در عالم بعد نصب ایشان فائدہ ہائے مطلوبہ شائع گردد چون بہ مناسباتِ ملکاتِ جبلیہ وکسبیہ خود آن ہمہ را می شناسد ع

کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسم منزلہا

بخلاف اَحبار وزُہاد کہ نمی توانند تغیر دادن ملوک واعوان ملوک را دوم آنکہ چون در اوصاف ظاہرہ کہ روپوش نبوّت پیغامبر ما است صلی اللہ علیہ وسلم تامّل کنیم خلافتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر تر بود از جبریّت وزہد وے صلے اللہ علیہ وسلم پس رعایت جزوِ اظہر واقوی اَحق واَولی است سیوم آنکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در بسیارے از اوقات رعایتِ ملکہ سیاست لشکرِ اسلام وملک داری مقدّم داشتہ اند مانند تامیر عتابؓ بن اُسید بر مکّہ باوجودِ بودن مہاجرین وانصار ولابُد چون این ہفت نکتہ گفتہ شُد باید دانست کہ مفہوم خلافتِ خاصہ بہ نہجے کہ بیان کردیم علمے است شریف کہ نور توفیق آن را در خاطر بندۂ ضعیف ریختہ تستعظمہ من یعرفہ و ینکرہ من لایعرفہ و ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ

زیادتی کمی میں مختلف، تو ہمارے حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خلافتِ خاصّہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جس میں بادشاہی سے تعلق رکھنے والے اوصاف زیادہ ہوں وہ مقدّم ہو اُس پر جس میں اوصافِ متعلقہ جبریّت وزُہد زیادہ ہوں، اس کی کئی وجہ ہیں۔ پہلی[1] یہ کہ منتظم بادشاہ اپنی شوکت سے یہ کرسکتا ہے کہ احبار وزاہدین کو اُن کے اپنے مستقر پر پابند رکھتے ہوئے اُن سے جبریّت وزُہد سے تعلق رکھنے والی خدمات لے لے اور ان کے ان مناصب پر مامور ہونے کے بعد فوائد مطلوبہ شائع ہو جائیں چونکہ وہ اپنے ملکات خِلقیہ اور کسبیہ کی مناسبتوں سے اُن سب کو پہچانتا ہے ع کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسمِ منزلہا (یعنے راہ پر چلنے والا منزلوں کے راستے اور نشانیوں سے بے خبر نہیں ہوتا۔) بخلاف احبار وزُہاد کے کہ وہ بادشاہوں اور ان کے مددگاروں (اُمرا۔ وُوزرا۔) میں تغیّر پیدا نہیں کرسکتے۔ دوسری[2] وجہ یہ ہے کہ جب ہم اوصافِ ظاہرہ میں جو ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے لئے رُوپوش (نقاب) تھے تأمل کریں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت آپ کی جبریّت اور زُہد سے زیادہ ظاہر پائیں گے اس لئے ایسے جُزو کی رعایت جو زیادہ ظاہر اور زیادہ قوی ہو اَحق اور اَولیٰ ہے۔ تیسری[3] وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تر اوقات میں لشکرِ اسلام اور مُلک داری کی سیاست کے ملکہ کو (اُمرا۔ وعمّال کے تقررات میں) مقدّم رکھا ہے۔ جیساکہ عتّابؓ بن اُسید کو مکّہ کا امیر بنانا باوجود مہاجرین وانصار کے موجود ہونے کے۔ ایک ضروری بات یہ ہے کہ جب یہ ساتوں نکتے بیان کردیئے گئے ہیں تو جاننا چاہیئے کہ خلافتِ خاصہ کا مفہوم جس اسلوب سے ہم نے بیان کیا ہے یہ ایک علمِ شریف ہے کہ نورِ توفیق نے اس بندۂ ضعیف کے دل پر اُس کا فیضان کیا ہے جو اُس کو سمجھ لے گا وہ اس کی قدر کرے گا اور جو نہیں سمجھے گا وہ اس کا انکار کرے گا۔ وذٰلک من فضل اللہ الخ اور یہ ہم پر اور سب لوگوں پر اللہ کا فضل ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۔

مقصدِ ثانی

در دلائل عقلیہ بر خلافتِ خلفاء۔ کہ ماخوذ باشند از استقراء احوال و افعال پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم یا ماخوذ باشند از مقدمات مسلمہ عند المسلمین از انجہت کہ نقیض آن مقدمات مستلزم محال شرعی است مثلاً خُلفِ وعدۂ الٰہی لازم آید یا قادحے در عصمتِ پیغامبر بہم رسد یا اجماعِ امتِ مرحومہ بر ضلال ظاہر گردد و این مبحث منحصر است در دو مقدمہ **مقدمۂ نخستین** آنکہ بدلائل عقلیہ یقین میکنیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لابد خلیفہ برائے امتِ خود معیّن فرمودہ است و انقیادِ آن عزیز در آنچہ بخلافت تعلق دارد لازم نمودہ **دوم آنکہ** بدلائل عقلیہ یقین میدانیم کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے امتِ خود خلیفہ معیّن ساختہ است آن خلیفہ صدیقِ اکبر است لاغیر ثم الفاروقُ بعدہٗ ثم ذو النورین بعد الفاروق۔

وہٰذا اوانُ الشروع فی المقدمۃ الاولیٰ

وپیش از شروع در تقریر آن نکتہ الیست مہمہ کہ ترتیب دلائل و تقریب آن بمسائل بر معرفت او موقوف است و آن نکتہ آن است کہ مراد ما از تعیین خلیفہ کہ بوجوب و لزوم آن زبان مے کشائیم نہ آن است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک بوفات خود مسلمانان را جمع فرماید و بہ بیعت آن خلیفہ امر نماید یا فعلے از افعال مُفہمہ استخلاف درین حالت بعمل آرد چنانچہ

مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

فصلِ ہفتم کا مقصدِ ثانی

خلافتِ خلفاء پر ایسے دلائلِ عقلیہ کے بیان میں جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال و افعال کے استقراء سے ماخوذ ہوں یا اُن مقدمات سے ماخوذ ہوں جو مسلمانوں کے نزدیک مسلّمہ ہیں اس جہت سے کہ اُن مقدمات کی نقیض محال شرعی کو مستلزم ہو۔ مثلاً وعدۂ الٰہی کا خلاف ہونا لازم آجائے یا عصمتِ پیغمبر پر اعتراض واقع ہوجائے۔ یا اُمّتِ مرحومہ کا اجتماع گمراہی پر ظاہر ہوجائے۔ اور یہ مبحث منحصر ہے دو مقدمہ میں۔ **پہلا مقدمہ** یہ ہے کہ دلائلِ عقلیہ سے ہم یقین کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کے لئے ضرور کوئی خلیفہ معیّن فرمایا ہے اور اُس صاحبِ عزّت کی فرمانبرداری اُن باتوں میں جو خلافت سے تعلق رکھتی ہیں لازم کی ہے۔ **دوسرا مقدمہ** یہ ہے کہ دلائلِ عقلیہ سے ہم یقین کرتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کے لئے خلیفہ معیّن کیا ہے تو وہ خلیفہ صدیقِ اکبرؓ ہیں اور کوئی دوسرا نہیں پھر اُن کے بعد فاروقؓ ہیں پھر بعد فاروقؓ کے ذوالنورینؓ ہیں۔

پہلا مقدمہ اب یہاں سے پہلا مقدمہ شروع ہوتا ہے۔ اُس کی تقریر شروع کرنے سے پہلے ایک اہم نکتہ کا بیان کرنا ضروری ہے کہ دلائل کی ترتیب اور مسائل کا ان سے ثابت کرنا اُس کے سمجھنے پر موقوف ہے اور وہ نکتہ یہ ہے کہ ہماری مراد تعیین خلیفہ سے کہ جس کے واجب اور لازم ہونے پر ہم زبان کھول رہے ہیں یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے قریب مسلمانوں کو جمع فرمائیں اور اُس خلیفہ سے بیعت کے لئے حکم دیں یا اس حالت میں کوئی ایسا کام کریں جو خلافت کو سمجھانے والے کاموں میں سے ہو جیسا کہ

اعمال بر تخت نشاندن وچتر بر سر نہادن مفہوم
استخلاف نمی باشد بلکہ مراد ما ایجاب شرعی است
مثل سائر شرعیات چنانکہ بوضو وغسل ونماز
وزکوٰۃ وسائر عبادات ومناکحات ومبایعات
واقضیہ وجراحات در عمر شریف خود امت را
مکلف ساخت بنص قرآن واشارۂ آن تارۃً
وبنص حدیث واشارۂ آن اُخرٰے وبتشریع
اجماع وقیاس صحیح جلی مرۃً ثالثۃً ہمچنین
واجب است کہ بخلیفہ خاص مکلف سازد بآن
انواع تکلیف کہ تقریر کردیم وبفہم این نکتہ
شغبی عظیم مندفع میگردد طائفہ از اہل سنت
در صدد آنکہ خلافت خلفا بنص ثابت شدہ و
حدیثے چند درین باب روایت کنند واکثر از
متکلمین ومحدثین درپے آنکہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم استخلاف نکردہ ونقلے چند درین
باب روایت میکنند چون بنظرِ انصاف می بینیم
این نقول محمول است بر نفی ہیئت خاصہ کہ
در وقت عقد ولایت عہد می باشد وآن احادیث
دال بر خلافت مثل دلالت سائر ادلۂ شرعیہ
بر ثبوت موجب آن قال محمد بن اسحٰق حدثنی
محمد بن ابراہیم عن القاسم بن محمد انّ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم قال حین سمع تکبیر عمر
رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الصلوٰۃ این
ابوبکر یأبی اللہ ذلک والمسلمون
فلولا مقالۃٌ قالہا عمر عند وفاتہ
لم یشکّ المسلمون انّ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم قد
استخلف ابابکر ولکنہ قال
عند وفاتہ اِن

اس زمانہ میں تخت پر بٹھانا اور سر پہ چتر رکھنا جانشین قرار
دینے کی رسم ہوتی ہے بلکہ ہماری مراد ایجاب شرعی ہے تمام
شرعیات کی طرح۔ جس طرح کہ آپؐ نے اپنی عمر شریف میں
اُمت کو وضو اور غسل کے لئے نماز اور زکوٰۃ اور تمام عبادا
کے لئے اور امور نکاح و خرید فروخت اور جھگڑوں کے فیصلے
اور امور قصاص کے لئے مکلف کیا نصِ قرآن سے اور کبھی
اشارۂ نص سے اور نصِ حدیث اور کبھی اُس کے اشارے سے
اور بمرتبہ ثالثہ اجماع اور قیاس صحیح جلی کو حجتِ شرعی قرار
دینے سے، اسی طرح واجب ہے کہ خلیفۂ خاص سے آپ مکلف
بنائیں مکلف بنانے کی اُن انواع سے جن کی ہم نے تقریر کی ہے
اور اس نکتہ کے ذہن نشین کرنے سے ایک بڑا شور و غوغا بند
ہو جائے گا۔ اہلِ سنت میں سے ایک جماعت تو اس کے درپے
ہے کہ خلافتِ خلفاء نص سے ثابت ہے اور اس بارے میں چند
حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ اور اکثر لوگ متکلمین اور محدثین
میں سے اس کے درپے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور اس بارے میں چند منقولات
روایت کرتے ہیں۔ جب ہم بنظرِ انصاف دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا
ہے کہ یہ نقول محمول ہیں ہیئتِ خاصہ کی نفی پر جو کہ ولی عہد
قرار دینے کے وقت ہوتی ہے حالانکہ وہ احادیث خلافت پر اسی
طرح دلالت کرتی ہیں جس طرح تمام ادلۂ شرعیہ اپنے
ثبوت موجب پر دلالت کرتی ہیں۔ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ
مجھ سے روایت کی محمد بن ابراہیم نے قاسم بن محمد سے کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی تکبیر (کی آواز) نماز میں سُنی تو فرمایا کہ ابوبکرؓ کہاں ہے۔
اللہ اس کو قبول نہیں کرتا ہے اور نہ (جماعتِ) مسلمانان۔
تو اگر ایک بات نہ ہوتی جس کو عمرؓ نے اپنی وفات کے نزدیک
کہا تھا تو مسلمان اس بات میں شک نہ کرتے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا ہے۔ لیکن انہوں
نے اپنی وفات کے وقت یہ فرمایا تھا کہ اگر میں کسی کو خلیفہ

استخلف فقد استخلف من ہو خیر
منی و ان اترکہم فقد ترکہم من
ہو خیر منی فعرف الناس ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یستخلف
احداً فکان عمر رضی اللہ عنہ غیر متہم
علی ابی بکر رضی اللہ عنہما و مراد ما
از نص جلی نہ آن است کہ یک آیہ
صریح درین باب نازل شدہ باشد یا حدیثے
صریح بتواتر رسیدہ باشد بلکہ می تواند بود
کہ آیات و احادیث بسیار از اخبار در
قدر مشترک استخلاف متحد باشند در بعض
نام این خلفاء بطریق رمز و ایہام بردہ باشند
و باسم خلافت تصریح کردہ باشند کما
قال عز من قائل وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ
الآیہ یا نام خلفاء بطریق تعیین و تصریح
بردہ باشند و معنی خلافت بکنایہ ادا
کردہ باشند کما قال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من
بعدی ابی بکر و عمر و در بعض
ہر دو بطریق رمز و ایہام بیان نمودہ
باشند کما قال عز من قائل الَّذِیْنَ
اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ
اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ الآیہ و در بعض
لوازم خلافت باین عزیزان صریح
اثبات کردہ باشند و در بعض
بطریق ایما و اشارہ و اقتضا
بآن معنی کنایت نمودہ باشند
چون ہمہ

بناؤں تو (میرے لئے گنجائش ہے کہ) اُس شخص نے اپنا خلیفہ
بنایا ہے جو مجھ سے بہتر تھے (یعنی ابوبکرؓ نے) اور اگر لوگوں
پر چھوڑ دوں تو (اس کی بھی گنجائش ہے) اُن پر اُس شخص نے
چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے) تو لوگوں نے یہ جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر
رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر متہم رہے (یعنی یہ فرماکر کہ اگر
میں بھی کسی کو خلیفہ قرار دیدوں تو مجھ سے بہتر شخص یعنی
ابوبکرؓ ایسا کرچکے ہیں یہ بات صاف کردی کہ ابوبکرؓ کے
خلیفہ بنانے پر ان کو اعتراض نہ تھا) اور ہماری مراد نص جلی
سے یہ نہیں ہے کہ کوئی صریح آیت اس باب میں نازل ہوئی ہو
یا کوئی صریح حدیث ہو جو تواتر کے مرتبہ پر پہنچی ہوئی ہو
بلکہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اخبار میں سے بہت سی احادیث
استخلاف کی قدر مشترک میں متحد ہوں۔ بعض میں ان
خلفاء کا نام بطریق رمز و ایہام کے لیا گیا ہو اور اسم خلافت
کی تصریح کردی ہو جیسا کہ سب سے زیادہ عزت والے کا ارشاد
ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ (۲۴: ۵۵) تم میں جو
لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالٰی فرماتا
ہے کہ ان کو زمین میں ضرور خلافت عطا فرمائے گا الخ
یا خلفاء کا نام تعیین اور تصریح کے ساتھ لیا گیا ہو اور خلافت
کے معنے کنایۃً ادا کئے گئے ہوں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ اقتداء کرو اُن کا جو میرے بعد ہوں گے یعنی
ابوبکرؓ و عمرؓ۔ اور بعض میں دونوں باتیں اشارہ اور
ابہام کے طور پر کی گئی ہوں جیسا کہ حق تعالٰی نے ارشاد
فرمایا اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ الخ (۲۲: ۴۱) یہ لوگ ایسے
ہیں کہ اگر ہم اُن کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ نماز
کی پابندی رکھیں الخ اور بعض میں لوازم خلافت کا ان عزیزوں
کے حق میں صریح اثبات کیا ہو اور بعض میں ایماء اور اشارے
اور اقتضاء سے اُس معنے کی جانب کنایہ کیا گیا ہو۔ جب یہ

ہیئتِ اجتماعیہ بہم آید در مدعای خود دلیل قاطع گردد وحجت تکلیف بآن قائم شود وباین نکتہ شبہے دیگر نیز مندفع میگردد طائفہ درصدد آنکہ خلافتِ این بزرگواران بنص ثابت است لیکن بنصِ خفی وجمعے دربیان آنکہ اینجا نص جلی است چون بنظرِ انصاف می بینیم اگر یک حدیث یا یک دلیل ازمیان برداریم آن خود جلی نیست لیکن انچہ از شارع بمارسیدہ است قاطع وجلی است دانندگانِ فنِ استنباط می دانند کہ اکثر احکام قطعیہ مسلمہ بین المسلمین مانند جمعہ وعیدین بغیر این طریق کہ گفتیم نص جلی ندارند چون این نکتہ ممہد شد بر سرِ اصل سخن رویم دلیل اول استقراء احادیث کہ درباب فتن روایت میکنند دلالت ظاہر دارد بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وقائع آتیہ تقریر فرمودہ است وہر واقعہ را بلفظے اداکردہ کہ رضای خدائی تعالیٰ یا سخط بآن ازان مفہوم شود چون این مقدمہ را بشناسیم بحدس قوی یقین می نمائیم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیفہ اول وثانی وثالث کہ پر نزدیک بودند ودر اختلافِ قوم در استخلافِ ایشان فتنہ برمی خاست وکارہائے عظیم مثلاً فتح فارس وروم برہم منجرد البتہ تعین فرمودہ اند عاقل می تواند تجویز کرد کہ اہم مہمات را بگزارند ودر بیان امور جزئیہ اہتمام نمایند سبحانک ہٰذا بہتانٌ عظیمٌ درین مبحث جواد قلم اگر شرقاً وشرقین استنان نماید چہ ضرور کہ کج عنانِ اوکردہ شود۔

بدان اسعدک اللہ تعالیٰ

ہیئتِ اجتماعیہ سے ہم پہنچ جائیں گی تو اپنے مدعا میں دلیل قطعی بن جائیں گی اور مکلف بنانے کی حجت اُن سے قائم ہوجائیگی۔ اور اس نکتہ سے ایک اور شغب بھی مندفع ہوجاتا ہے۔ ایک گروہ اس کے پیچھے ہے کہ ان بزرگواروں کی خلافت نص سے ثابت ہے لیکن بنصِ خفی اور ایک جماعت یہ بیان کرتی ہے کہ یہاں نصِ جلی ہے۔ جب ہم بنظرِ انصاف دیکھتے ہیں اگر ایک حدیث یا ایک دلیل درمیان سے اُٹھائیں تو وہ خود جلی نہیں ہے لیکن جو کچھ شارع سے ہم تک پہنچا ہے وہ قطعی اور جلی ہے۔ اور فنِ استنباط کو جاننے والے جانتے ہیں کہ اکثر احکام جو سب مسلمانوں کے نزدیک قطعیہ ہیں جیسے جمعہ اور عیدین بغیر اس طریق کے جو ہم نے بیان کیا ہے نصِ جلی نہیں رکھتے۔ جب یہ نکتہ مفصل مذکور ہوچکا تو اب ہم اصل بات شروع کرتے ہیں۔ دلیل اول اُن احادیث کا استقراء ہے جن کو بابِ فتن میں روایت کرتے ہیں اس بات پر دلالتِ ظاہرہ رکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ آنے والے اکثر واقعات کی تقریر فرمائی ہے اور ہر واقعہ کو ایسے الفاظ سے ادا کیا ہے کہ خدا تعالےٰ کی رضا یا اُس کا عتاب اُن سے مفہوم ہوتا ہے۔ جب اس مقدمہ کو ہم پہچان لیں گے تو ظنِ قوی سے ہم اس یقین پر پہنچ جاتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ اول وثانی وثالث کا جو کہ نہایت قریب تھے اور قوم میں ان کے خلیفہ بنانے میں اختلاف کی بنا پر فتنہ بھی اُٹھتا رہا اور بڑی بڑی مہمات مثلاً فارس اور روم کی فتح میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہی تھیں ضرور تعین فرمایا ہے۔ کیا کوئی صاحبِ عقل اس بات کو جائز رکھے گا کہ آپ اہم مہمات کو چھوڑ دیں اور امور جزئیہ کے بیان میں اہتمام فرمائیں؟ سبحانک ہٰذا بہتانٌ عظیمٌ۔ اس مبحث میں اگر قلم کا اسپ تیز رو ایک دو بلند مقامات پر بھاگ دوڑ کرے تو کیا ضرورت ہے کہ اُس کی باگ کھینچ لی جائے (کہ وہ رک جائے)۔ اللہ تعالےٰ تم کو سعادت عطا کرے

که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
است بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیغامبرے
نخواہد بود پس حکمت الٰہیہ تقاضا کرد کہ حکم وقائع
که بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا روز
قیامت بودنی است بر زبانِ وے صلی اللہ علیہ
وسلم جاری شود و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
رضائی حق جل وعلا بہ نسبتِ بعض آن وقائع
و سخطِ او تعالیٰ بہ نسبتِ بعض بیان فرماید تا نعمت
تمام شود و حجت قائم گردد پس بر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ آن وقائع منکشف
گشت و رضا و سخط بہ نسبت ہر یکے از انہا نمودار
گردید و وی صلی اللہ علیہ وسلم بہمہ آن در
بعض اوقات خبر دادند مانند کسیکہ بچشم ظاہر
مے بیند باز بحسب تقریبات واحدۃً بعد واحدۃٍ
بیان فرمودند و حکمت مقتضے آن است کہ ہمہ
آن وقائع مبین شدہ بالاستیعاب اجمالاً و تفصیلاً
اگر امروز خفائے واقع شدہ باشد بسبب نسیان
رُواۃ یا بسببِ صعوبت تطبیق وصف کل بر
صورتِ خاصہ واقع شدہ است اما بیان اجمال
پس از حدیث حذیفہؓ قال قام فینا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً ما ترک شیئاً یکون
فی مقامہ ذٰلک الیٰ قیام الساعۃ الا حدّث
بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی
ہٰؤلاء وانہ لیکون منہ الشیئ قد نسیتہ فاراہ
فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب
عنہ ثم اذا راٰہ عرفہ متفق
علیہ۔

و اما بیان آن وقائع
تفصیلاً آنحضرت صلی اللہ

یہ جان لو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں
ہوگا۔ تو حکمتِ الٰہیہ نے تقاضا کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے بعد سے روزِ قیامت تک ہونے والے اہم واقعات
کے حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوجائیں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت بعض واقعات کے
اللہ جل شانہٗ کی رضا اور بہ نسبت بعض واقعات کے اللہ
تعالیٰ کی ناراضی بیان فرمادیں تاکہ نعمت تمام ہوجاتے اور
حجت قائم ہوجاتے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
وہ تمام واقعات منکشف ہوگئے اور ہر واقعہ کے ساتھ جو
رضا یا ناراضی تھی وہ بھی نمودار ہوگئی۔ اور آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات میں اُن سب کی اس طرح
خبر دیدی جس طرح کوئی شخص چشمِ ظاہری سے دیکھتا ہے۔
پھر آپ نے سلسلہ وار ایک کے بعد ایک بیان فرماتے۔ حکمت
اس کی مقتضی ہے کہ اجمالاً و تفصیلاً تمام واقعات بیان فرمادئے
ہیں۔ اگر آج کوئی خفا واقع ہوگیا تو اُس کی وجہ راویوں
کا نسیان ہے یا کل واقعات میں سے ہر ایک کی صورتِ
خاصہ پر تطبیق میں دشواری واقع ہوئی ہے۔ بیانِ اجمال کا
حال حدیث حذیفہؓ سے سنو۔ فرماتے ہیں کہ ہم میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر کھڑے ہوتے اور اسی
جائے قیام پر کھڑے کھڑے آپ نے قیامت تک ہونے والی
کوئی بات نہیں چھوڑی مگر یہ کہ سب ہی کو بیان کردیا جو
اُن کو یاد رکھ سکا اس نے یاد رکھے اور جو یاد نہ رکھ سکا وہ
بھول گیا۔ میرے ساتھی ان کو جانتے ہیں اور ان میں سے
کوئی بات ہوتی ہے جس کو میں بھول چکا تھا پھر میں اس کو
دیکھتا ہوں تو مجھے اس طرح یاد آجاتی ہے جیسا کوئی شخص
دوسرے شخص کے چہرے کو یاد رکھتا ہے جب وہ اُس سے
غائب ہو، پھر جب اُس کو دیکھے گا تو اُس کو پہچان لے گا۔
اب اُن وقائع کا تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم از خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ خبر دادند در احادیث بسیار از منامات وغیر آن مِنْ ذٰلک قولہ لامرأۃٍ ان لم تجدینی فأتی ابابکر و این حدیث دلالت میکند بر صحتِ خلافتِ حضرتِ صدیقؓ زیراکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ماجرا را بطریق وحی معلوم فرمودند و تقریر نمودند و اظہار کراہیت نکردند و اگر اصولی درین استدلال با ما مناقشہ کند گوئیم بیہقی روایت میکند من الحسن ان عمر أتی بسوارَی کسرٰے فألبسہما سُراقۃ بن مالک فبلغا منکبیہ فقال الحمد للہ سِوارَی کسرٰے بن ہرمز فی یدَی سُراقۃ بن مالکٍ اعرابی من بنی مُدلج قال الشافعی انما ألبسہما سُراقۃ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لسُراقۃ ونظر الٰی ذراعیہ کانی بک قد لبست سِواری کسرٰی ومِنطقتہ وتاجہ و معلوم است کہ این سِوار از ذہب بود ولباس ذہب مَردان را حرام است و شافعی کہ راس و رئیس اصولیان است خبر دادنِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با عدم انکار بران مخصّصِ آن عموم داشتہ است و بخاری از جابرؓ نقل میکند کہ زنِ خود را می گفت أخّری عنا انماطکِ و وی استدلال میگیرد بخبر دادنِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجودِ انماط

علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی خبر دی ہے بہت سی احادیث میں خوابوں وغیرہ کے سلسلہ میں۔ آپؐ کا یہ ارشاد بھی اسی امر سے متعلق ہے ایک عورت کو کہ اگر تو مجھے نہ پاتے تو ابوبکرؓ کے پاس آجاناؔ۔ اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے حضرت صدیقؓ کی خلافت کے صحیح ہونے پر کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ماجرا بطریق وحی معلوم فرمالیا اور تقریر کردی اور اظہار کراہت نہ فرمایا۔ (جیساکہ آنے والے زمانہ کی ناپسندیدہ خبروں میں آپ کرتے رہے) اور اگر کوئی اصولی اس استدلال میں ہم سے جھگڑا کرے تو ہم کہیں گے کہ بیہقیؒ روایت کرتے ہیں حسنؒ سے کہ عمرؓ کے سامنے کسرٰے کے کنگن لاتے گئے تو انھوں نے ان دونوں کو سراقہ بن مالک کو پہنادیا تو وہ اس کی کہنیوں تک پہنچے۔ پھر فرمایا الحمد للہ کسرٰے بن ہرمز کے کنگن بنی مدلج میں کے ایک اعرابی سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں۔ شافعیؒ نے فرمایا کہ سراقہ بن مالک کو اس لئے وہ کنگن پہنائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا اور آپؐ اس کے بازوؤں کو دیکھ رہے تھے کہ گویا میں تیرے ساتھ ہوں تونے پہن رکھے ہیں کسرٰے کے کنگن اور اس کا پٹکا اور اس کا تاج؛ اور معلوم ہے کہ یہ کنگن سونے کے تھے اور سونے کا پہننا مَردوں کے لئے حرام ہے اور شافعیؒ نے جو کہ اصولیوں کے سردار اور رئیس ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کو اس پر انکار کے بغیر اس عموم کا مخصّص رکھا ہے اور بخاریؒ جابرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی سے کہتے تھے کہ ہم سے اپنے گدّوں کو دور رکھ اور وہ استدلال لیتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے سے گدّوں کے

ف۱ بحرین سے مال آنے والا تھا یہ خبر سن کر ایک حاجتمند عورت آپ کے پاس آئی تھی آپ نے اُس سے یہ فرمایا تھا۔ ف۲ اصولی کا مناقشہ یہ ہے کہ کراہت کے اظہار نہ کرنے سے صحت خلافت کیسے لازم آگئی۔ جیسے کسرٰے کے کنگن سراقہ کو پہنا دینے سے مَردوں کے لئے سونے کے زیور کا استعمال صحیح نہیں ہوجاتا۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ شافعیؒ کنگن پہنانے کی وجہ حضورؐ کا خاص ارشاد بتا رہے ہیں یہ ارشاد ان کے نزدیک بھی مخصّص ہے تو اس واقعہ کو استدلال میں پیش کرنا غلط ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

و سکوت فرمودن از انکار بران پس
این اصولی نه استدلالات صحابه را
یاد گرفته است و نه مذهب شیخ
خود و الله اعلم و این سخن بنا بر
تبرّع است و الّا اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ
مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ صریح
است در ایجابِ اقتداء بہ شیخین
و نظائر آن بسیار یافته میشود
بعد ازان خبر دادند بآنکه در انعقاد
خلافت صدیقِ اکبرؓ خلاف گونہ واقع
خواهد شد ویأبَی اللّٰهُ والمسلمونَ
الّا ابا بکر بعد ازان خبر دادند بقصۂ
ردّت بہ تبلیغ آیت یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ
فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ
وَیُحِبُّوْنَهٗ و اظهار کمالِ رضا
باین قتال فرمودند بعد ازان
خبر دادند بقتالِ فارس و
رُوم در حدیث شیخینؓ اذا هلک
کسرٰی فلا کسرٰی بعدہٗ و
اذا هلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ
والذی نفسی بیدہ لتنفقنّ کنوزهما فی
سبیل الله و خبر دادند بجمع قرآن در
مصاحف بہ تبلیغ آیت اِنَّ عَلَیْنَا
جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ و خبر دادند
بخلافتِ فاروقِ اعظمؓ در
احادیث بسیار در حدیث
نزع ذنوب

وجود پر اور اس پر انکار سے سکوت فرمانے پر۔ تو اس اصولی
نے نہ صحابہؓ کے استدلالات کو یاد رکھا ہے اور نہ اپنے شیخ
کے مذہب کو، واللہ اعلم۔ اور یہ بات بنا بر تبرع (مزید افادہ)
ہے ورنہ اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ
(اقتدا کرو ان دونوں ابوبکرؓ و عمرؓ کی میرے بعد)
صریح ہے اقتداء شیخینؓ کے واجب کرنے میں۔ اور اس
کی نظیریں بہت پائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد، آپؐ نے خبر دی
کہ خلافت صدیق اکبرؓ کے انعقاد میں کچھ اختلاف واقع
ہوگا و یأبَی اللہ والمسلمون الّا ابا بکر (یعنے اور اللہ
انکار کرتا ہے یعنی ناپسند کرتا ہے ابوبکرؓ کے سوا اور کسی کو)
اس کے بعد، خبر دی (اللہ تعالیٰ نے آئندہ آنے والے)
قصۂ ردّت کی اس آیت کی تبلیغ سے: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مَنْ یَّرْتَدَّ الخ (۵:۵۴) اے ایمان والو! جو شخص تم
میں سے اپنے دین سے پھر جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد
ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور
ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی" اور اس قتال سے
کمالِ رضا کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فارس اور روم سے قتال کی خبر دی حدیث شیخینؓ
میں ہے، جب کسریٰ ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد کوئی
کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد
کوئی قیصر نہ ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے کہ تم ان دونوں کے خزانوں کو اللہ کے راستہ
میں ضرور خرچ کروگے۔ اور خبر دی مصاحف میں قرآن جمع
ہونے کی اس آیت کی تبلیغ سے اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ
قُرْاٰنَهٗ۔ اور آپؐ نے بہت سی حدیثوں میں خبر دی فاروق
اعظمؓ کی خلافت کی۔ حدیث نزع ذنوب (یعنی ڈول
کھینچنا۔ آپؐ نے خواب دیکھا کہ میں کنویں میں سے پانی کھینچ
رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو ڈول دے دیا۔ انھوں نے
چند ڈول کھینچ کر حضرت عمرؓ کو دیدیا تو انھوں نے اتنے زیادہ

و لربط بعض با بعض وامر کردند باقتداء او
در حدیث اقتدوا و خبر دادند بخلافت
حضرت عثمان رض و بآنکه در آخر ایام او
بلائے خواہد آمد و خبر دادند بآنکہ
از و نزع قمیص خلافت خواہند
خواست و وے آن روز بر حق
خواہد بود و اعدائے او ظالم و فاسق
و فرمودند آن قمیص را نزع مکن
و خبر دادند کہ مرتضیٰ را با قریش
مناقشات خواہد افتاد و با ناکثین
و مارقین و قاسطین جنگ واقع خواہد
شد و خبر دادند کہ یکے از امہات
مؤمنین را فلان جا کلاب نباح
خواہند کرد و وے در بلائے خواہد
افتاد و در آخر خلاص خواہد شد
و عمار بن یاسر را فئۃ باغیہ خواہند
کشت و بر دست اولی الناس
بالحق جماعۃ مارقہ ہلاک خواہند شد
آیتہم رجل مشدون و بہ قتل
حضرت مرتضیٰ نیز خبر دادند
و در حق قاتل او فرمود اشقی
الناس و معاویہ را فرمود ان
ملکت فاحسن و فرمود کیف
بک لوقد تقمصک اللہ قمیصا
یعنی الخلافۃ قالت ام حبیبۃ او
ان اللہ مقمص اخی قال نعم
ولکن فیہ ہنات و ہنات و
ہنات و این کلمہ اشعار است بآنکہ
خلافت او منعقد خواہد شد بجہت تسلط

ڈول کھینچے کہ زمین کو سیراب کر دیا)۔ اور بعض کا تعلق بعض کے
ساتھ۔ اور آپ نے ان کی اقتداء کا حکم دیا اقتدوا والی حدیث
(مذکورہ بالا) میں۔ اور آپ نے حضرت عثمان رض کی خلافت کی
خبر دی اور اس بات کی کہ آخر ایام میں اُن پر ایک بلا آئیگی۔
اور آپ نے خبر دی کہ اُن سے قمیص خلافت کو اُتروانا چاہیں گے
اور وہ اُس دن حق پر ہوں گے اور اُن کے دشمن ظالم و
فاسق ہوں گے۔ اور فرمایا کہ اس قمیص کو نہ اُتارنا۔ اور آپ نے
خبر دی کہ علی مرتضیٰ کے قریش کے ساتھ جھگڑے ہوں گے۔ اور
عہد توڑنے والوں اور اسلام سے نکل جانے والوں (یعنے
خوارج) اور ظالموں کے ساتھ جنگ واقع ہو گی۔ اور آپ نے
خبر دی کہ اُمہات المؤمنین میں سے ایک پر فلاں جگہ کتے بھونکیں گے
اور وہ مصیبت میں پڑ جائے گی اور آخر میں رہا ہو جائیگی۔
اور عمار بن یاسر کو باغی جماعت کے لوگ قتل کر دیں گے۔ اور
جو سب سے زیادہ حق پر ہوگا اُس کے ہاتھ پر جماعت مارقہ کے
لوگ (یعنے خوارج) ہلاک ہو جائیں گے۔ اُس جماعت کی نشانی
ایک مثدون شخص ہوگا (یعنی جس کا ایک ہاتھ ناقص الخلقت
عورت کی پستان جیسا ہو، چنانچہ جنگ نہروان کی لاشوں
میں تلاش کرنے سے اس شخص کی لاش ملی جس کا یہی حلیہ تھا
کہ مونڈھے کے قریب سے اُس کے ایک ہاتھ کے بجائے صرف ایک
گوشت کا لوتھڑا سر پستان کے مشابہ لگا ہوا تھا جس پر چند لمبے
بال بھی تھے ۱۲۔ مترجم) اور آپ نے حضرت مرتضیٰ رض کے قتل کی
خبر دی اور اُن کے قاتل کے بارے میں فرمایا کہ وہ سب سے زیادہ
بدبخت شخص ہوگا۔ اور معاویہ رض سے فرمایا کہ اگر تو بادشاہ ہو جائے
تو نیک کام کرنا اور فرمایا کہ اُس وقت تیرا کیا حال ہوگا اگر اللہ
نے تجھے قمیص پہنائی۔ اس سے آپ خلافت مراد لے رہے تھے تو اُمّ
المؤمنین) اُمّ حبیبہ رض نے کہا کہ کیا اللہ میرے بھائی کو قمیص
پہنانے والا ہے؟ فرمایا کہ ہاں! اور لیکن اس میں فسادات
ہوں گے اور فسادات اور فسادات اور اس کلمہ میں اس طرف
اشارہ ہے کہ اُن کی خلافت تسلط کے ذریعہ سے منعقد ہوگی

نہ حسب بیعت و سیرت او موافق سیرت شیخین رض
نہ باشد و آن خلافت بعد بغی بر امام وقت باشد
و ہٰذا سہ بار لفظ ہنات فرمود و نیز با معاویہ
فرمود اِن وَلِیتَ اَمرًا فَاتَّقِ اللّٰہَ واعدِل
و آن اشارہ با مارت شام و خلافت است جمیعًا
و عن الحسن بن علی قال سمعتُ علیًا یقول سمعت
رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یقول لا تذہب
الایام واللیالی حتے یملک معاویۃُ عزاہ فے
الخصائص للدیلمی و فرمود لن یُغلبَ معاویۃُ
ابدًا و بصلح امام حسن رض خبر دادند وَلَدِے
ہٰذا سیدٌ وسیُصلِحُ اللّٰہُ بہٖ بین فئتین عظیمتین
مِن المسلمین و بقتل حسین بن علی خبر
دادند و فرمودند جبرئیل تربت آن زمین نمود
و در حدیث حضرت مرتضٰے درباب عاشورا مذکور
است وسیتوبُ اللّٰہُ علے قومٍ آخرین و بواقعہ
حرہ خبر دادند و امر کردند اہل مدینہ را بکف
از قتال قال کیف بک یا اباذرٍ اذا کان بالمدینۃ
قتل تغمر الدماء الخ و بخروج عبداللّٰہ
ابن الزبیر خبر دادند و آن در مسند حضرت فاروق
و ذی النورین و مرتضٰے ہر سہ یافتہ میشود و آن
را بلفظے تعبیر کردند کہ مشعر باشد
بآنکہ خروج او سبب سفک دماء و
ہتک حرمات حرم گردد و منتج مصالح
نشود پس اشارہ شد بسخط و از
خروج بنی مروان خبر دادند کہ
رأیت فے النوم بنے الحکم
ینزون علے منبری

بیعت کے ذریعہ سے نہ ہوگی اور اُن کی سیرت شیخین کی سیرت
کے موافق نہ ہوگی اور وہ خلافت امام وقت سے بغاوت کے
بعد منعقد ہوگی اسی لئے آپ نے تین مرتبہ لفظ ھنات (فساد)
فرمایا۔ اور نیز معاویہ رض سے فرمایا اگر تو والی امر بن جائے تو اللہ
سے ڈر اور انصاف کر اور یہ اشارہ امارت شام اور خلافت
دونوں کی طرف ہے۔ اور مروی ہے حسن رض بن علی رض سے فرماتے
تھے میں نے سُنا علی رض سے وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ دن اور
رات نہیں گزریں گے کہ معاویہ بادشاہ ہوجائے گا۔ اس روایت
کو خصائص میں دیلمی کی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا کہ معاویہ
کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ اور امام حسن رض کے صلح کرنے کی خبر دی
کہ میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے
سبب سے صلح کرائے گا مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں۔ اور
آپ نے حسین رض بن علی رض کے قتل کی خبر دی اور فرمایا کہ جبرئیل
نے مجھے اُس زمین کی مٹی دکھائی۔ اور حضرت مرتضٰے رض کی
حدیث میں باب عاشوراء میں مذکور ہے اور اللہ تعالیٰ رحمت
سے متوجہ ہوگا دوسری[1] قوم پر بھی۔ اور آپ نے واقعہ حرہ
کی خبر دی اور اہل مدینہ کو قتال سے رُکنے کا حکم دیا۔ فرمایا
کیا حال ہوگا تیرا اے ابوذر رض جب مدینہ میں ایسا قتل واقع
ہوگا جو لوگوں کے خون سے بھر جائے گا۔ اور عبداللہ بن الزبیر رض
کے خروج کی آپ نے خبر دی اور یہ حضرات فاروق رض اور
ذی النورین رض و مرتضٰے رض تینوں کی سند میں ملتی ہے اور
اس کو ایسے الفاظ سے تعبیر کیا ہے جو کہ اس طرف اشارہ کرتے
ہیں کہ اس کا خروج خون بہنے اور حرمات حرم کی ہتک کا
موجب ہوگا اور بھلائیوں کا نتیجہ پیدا کرنے والا نہ ہوگا۔ تو
اشارہ ہوا ناراضی کی جانب۔ اور آپ نے بنی مروان کے
خروج کی خبر دی کہ میں نے خواب میں بنی حکم کو دیکھا کہ میرے منبر پر

۱؎ یعنے اس تاریخ میں قوم موسٰے پر متوجہ ہوا تھا کہ ان کو فرعون سے رہائی بخشی اور اسی تاریخ میں ایک اور قوم کو مراتب عظیم عطا فرمانے والا ہے۔ یہ اشارہ ہے حضرت حسین رض اور ان کے رفقاء کی طرف ۱۲ مترجم

کما تنزو القردۃ و این تعبیر اشارہ بسوط است
وعن الحسن بن علی قال ان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم رای ملک بنی امیۃ فساءہ ذلک فانزل
اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ
خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ يملكها بنو امية قال
بعضهم فحسبناه مدة ملك بني امية فاذا هي الف
شهر لا يزيد ولا ينقص و در اخبار بسیار آمده است
که آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنو العباس
را بشارت خلافت دادند و در تواریخ مشہور
است که علی بن عبد اللہ بن عباس این
معنیٰ برملا مے گفت و بادشاہ بنی امیہ
اورا باین سبب ایذا داد و اہانت کرد
و فی حدیث ابن عباس عن امہ لما
ولد عبد اللہ قال اذہبی بابی الخلفاء
فاخبر بذلک العباس فاتاہ فذکر لہ
فقال ہو ما اخبرتُ ہذا ابو الخلفاء حتے
یکون منہم من یصلی بعیسیٰ علیہ السلام
عزاہ فی الخصائص لابی نعیم و خبر
داد از خروج ابو مسلم خراسانے
قال تخرج رایات سود من
خراسان لا یردہا شیء حتے
تنصب بایلیا و عن ابن عباس
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم
قال منا السفاح و المنصور و المہدی
و اخرج الزبیر بن بکار عن
علی بن ابی طالب انہ اوصے حین
ضربہ ابن ملجم فقال فی وصیتہ

اُچھل رہے ہیں جس طرح بندر اُچھلتے ہیں۔ اور یہ تعبیر بھی ناگواری
کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور حسنؓ بن علیؓ سے مروی ہے
کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی اُمیہ کی بادشاہی
کو دیکھا (یعنی خواب میں) تو آپؐ کو اس سے ناگواری ہوئی
تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ
اَلْفِ شَهْرٍ کہ اس مدت تک بنو اُمیہ حکومت کریں گے۔ بعض نے
کہا کہ ہم نے زمانہ حکومت بنی اُمیہ کا حساب کیا تو وہ پورے
ہزار ماہ ثابت ہوئی نہ زیادہ نہ کم۔ اور بہت خبروں میں یہ آیا
ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو عباس کو خلافت
کی بشارت دی ہے۔ اور تواریخ میں مشہور ہے کہ علی بن عبد اللہ
ابن عباس یہ بات برملا کہا کرتے تھے اور بادشاہ بنی اُمیہ نے
اس سبب سے اُن کو ایذا دی اور توہین کی۔ اور ایک حدیث
ابن عباسؓ میں اُن کی والدہ سے مروی ہے کہ جب عبد اللہ
(ابن عباسؓ) پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے اُن سے فرمایا کہ خلفاء کے باپ کو لیجا۔ اس کی خبر عباسؓ کو
ہوئی تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے
اور آپؐ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تمھیں جو بتایا
گیا ٹھیک ہے وہ خلفاء کا باپ ہے یہاں تک کہ اُن میں سے
ایسا شخص بھی ہوگا جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔
خصائص ابی نعیم میں یہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور آپؐ نے ابو مسلم
خراسانی کے خروج کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ خراسان سے سیاہ
جھنڈے نکلیں گے اُن کو کوئی شے نہیں لوٹا سکے گی یہاں تک
کہ وہ ایلیا (شہر بیت المقدس) پر نصب کر دیئے جائیں گے۔ اور
مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ہم میں سے سفاح[1] ہوگا اور منصور اور مہدی۔ اور یہ حدیث
اخذ کی زبیر بن بکار نے، روایت ہے علیؓ بن ابی طالب سے
کہ جب ابن ملجم نے اُن پر ضرب لگائی تو آپ نے وصیت کی

[1] ابو العباس سفاح آل عباس میں کا پہلا خلیفہ تھا۔

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخبرنے
بما یکون من اختلاف بعدہٗ وامرنے
بقتال الناکثین والمارقین والقاسطین و
اخبرنے بہذا الذی اصابنے واخبرنے
انہ یملک معاویۃ وابنہ یزید ثم
یصیر الی بنی مروان یتوارثونہا و
ان ہذا الامر صائر الی بنی امیۃ ثم
الی بنی العباس وارانی التربۃ التی یقتل
بہا الحسین ذکر ذلک فی الخصائص
و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خبرداد
از اہل خروج کہ بر بادشاہان اسلام
خروج کنند قال حذیفۃ واللہ ما ترک
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قائد
فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا یبلغ
من معہ ثلثمائۃ فصاعدا الا قد سماہ
لنا باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلتہ
رواہ ابو داؤد و خبر داد از بادشاہی
ترکان عن ابن مسعود قال قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اترکوا
الترک ما ترکوکم قال اول من یسلب
امتی وما خولہم اللہ بنو قنطورا عزاہ فی
الخصائص الی الطبرانی وابی نعیم و از
واقعہ ہلاکو خان و کشتن مستعصم خبرداد
عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم ان ارضا تسمی بالبصرۃ
او البصیرۃ ینزلہا ناس من المسلمین
عندہم نہر یقال لہ دجلۃ یکون
لہم علیہا جسر و یکثر اہلہا فاذا کان
فی آخر الزمان جاء بنو قنطورا

اور اسی وصیت میں یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے جو اختلاف اُن کے بعد ہونے والا تھا اُس کی مجھے
خبر دی اور مجھے حکم دیا کہ عہد شکنوں، دین سے خارج ہونے
والوں، ظالموں سے لڑوں اور آپ نے مجھے اس حادثہ کی خبر
بھی دی تھی جو مجھ پر پڑا ہے اور آپ نے مجھے خبر دی کہ معاویہ
اور اُس کا بیٹا یزید بادشاہ بنیں گے پھر حکومت بنی مروان
کی طرف پہنچ جاتے گی، اور وہ اُس کے وارث ہوں گے اور
یہ کہ یہ امر بنی اُمیہ میں قائم رہے گا پھر بنی عباس کی طرف
چلا جائے گا اور مجھے وہ مٹی دکھائی جس پر حسین رض قتل ہوگا۔
اس کا ذکر کیا گیا ہے خصائص میں۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے خبر دی اُن اہلِ خروج کی جو بادشاہانِ اسلام
کے مقابلہ پر نکلیں گے۔ حذیفہ رض نے کہا واللہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے کسی سردارِ فتنہ کا ذکر نہیں چھوڑا دنیا کے
خاتمہ تک۔ جن کا ذکر آپ نے فرمایا اُن کی شمار تین سو سے
بڑھی ہوتی ہے۔ ہمارے سامنے آپ نے اُن سب کے نام لئے اور
اُن کے باپ کے نام اور اُن کے قبیلہ کے نام۔ اس کو روایت
کیا ابوداؤد نے۔ اور آپ نے خبر دی ترکوں کی بادشاہی کی۔
ابن مسعود رض سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ترکوں سے تعرض نہ کرنا جب تک وہ تم سے
تعرض نہ کریں۔ فرمایا سب سے پہلے میری اُمت سے جو لوگ
حکومت اور جو کچھ اللہ نے اُن کو دیا ہے چھینیں گے وہ بنو قنطورا
ہوں گے (یعنی ترک) خصائص میں اس کو منسوب کیا گیا
طبرانی اور ابو نعیم کی طرف۔ اور آپ نے ہلاکو خان کے واقعہ
کی اور مستعصم کے مارے جانے کی خبر دی۔ ابو بکرہ سے مروی
ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک زمین
ہے جس کا نام بصرہ یا بصیرہ ہے وہاں مسلمانوں میں کے
بہت سے لوگ رہنے لگیں گے۔ اُن کے قریب ایک نہر ہوگی
جس کو دجلہ کہا جائے گا اُس پر اُن کا ایک پل ہوگا اور اُس
کی آبادی بہت ہو جائے گی۔ جب آخر زمانہ ہوگا تو بنو قنطورا آئیں

عراض الوجوه صغار الاعين حتى نزلوا شاطئ
النهر فتفرق الناس عند ذلك ثلاث فرق فرقة
تلحق باصلها فكفروا وفرقة تأخذ على انفسها
فكفروا وفرقة تقاتلهم قتالاً شديداً فيفتح
الله على بقيتهم عزاه في الخصائص الى ابي نعيم
والمراد بالبصرة بغداد لان بغداد ارض ذات
بصرة اى حجارة كذان وبالفتح الظفر في تلك
المقتلة فقط و عن بريدة سمعت النبي صلى
الله عليه وسلم يقول ان امتي يسوقها قوم عراض
الوجوه صغار الاعين كان وجوههم الحجف ثلاث
مرات حتى يلحقوهم بجزيرة العرب اما الاولى
فينجو من هرب منهم و اما الثانية فينجو
بعض ويهلك بعض واما الثالثة فيصطلون
من بقى منهم قالوا يا رسول الله من هم قال
الترك والذي نفسي بيده ليربطن خيولهم الى
سواري مساجد المسلمين عزاه في الخصائص
لاحمد والبزار والحاكم وظاهر آن است كه مراد
از مرة اولى فتنه سلاجقه است كه حكم خليفه
عباسى بسبب ايشان مغلوب شد ودر بلاد
ماوراء النهر و خوارزم و خراسان
بجز نامے از خلافت ايشان
نماند و از مرة ثانيه فتنه
چنگيزيه كه خليفه عباسى را
كشتند و بعض عباسيه بمصر
رفتند و خلافت خواستند و
هنوز در ديار عرب خلافت
ايشان باقي مانده بود
و از مرة ثالثه غلبه عثمانيه
بر بلاد عرب و

جن کے چوڑے چہرے ہوں گے اور چھوٹی آنکھیں - وہ اُس
نہر کے کنارے پر اُتر پڑیں گے تو شہر کے لوگ اُس وقت تین
فرقوں میں بٹ جائیں گے - ایک فرقہ اپنی اصل سے مل جائے گا
وہ کافر ہو جائے گا - اور ایک فرقہ صرف اپنی جان کی فکر کرے گا
وہ بھی کافر ہو جائے گا اور ایک فرقہ اُن سے شدت کے ساتھ
لڑے گا تو اللہ تعالیٰ اُن کے بقیہ کو فتح دے گا - اس کو منسوب
کیا خصائص میں ابو نعیم کی طرف - اور مراد بصرہ سے بغداد ہے
کیونکہ بغداد نرم پتھروں والی زمین ہے - بصرہ نرم پتھر کو کہتے
ہیں - اور فتح سے مراد کامیابی ہے صرف ایک قتال کے موقع
میں - اور بُریدہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ
وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میری امت کو تین مرتبہ ایسی
قوم ہانک لیجائے گی جن کے چوڑے منہ ہوں گے اور چھوٹی
آنکھیں ہوں گی اُن کے چہرے ڈھال کی طرح ہوں گے یہاں
تک کہ وہ جزیرۃ العرب میں ان سے ملیں گے - پہلی مرتبہ والے
تو بھاگ کر اُن سے نجات پالیں گے - اور دوسری جماعت والوں
میں سے بعض نجات پالیں گے اور بعض ہلاک ہو جائیں گے -
تیسری جماعت کا یہ حال ہوگا کہ جو ان میں سے باقی رہے ہوں گے
وہ صلح کرلیں گے - لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ کون ہیں؟
فرمایا کہ ترک - قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے کہ وہ مسلمانوں کی مسجدوں کی چہار دیواریوں کے اندر
اپنے گھوڑے باندھیں گے - منسوب کیا اس کو خصائص کبریٰ
میں احمد و بزار و حاکم کی طرف - اور ظاہر یہ ہے کہ پہلی مرتبہ
سے مراد سلجوقیوں کا فتنہ ہے کہ حکم خلیفہ عباسی اُن سے
مغلوب ہوگیا اور بلاد ماوراء النہر اور خوارزم اور خراسان
میں اس کی خلافت کے نام کے سوا کچھ باقی نہ رہا اور دوسری
مرتبہ سے مراد فتنہ چنگیزیہ ہے جنھوں نے خلیفہ عباسی کو
قتل کر دیا اور بعض عباسیہ مصر چلے گئے اور خلافت قائم
کرلی اور ابھی تک دیار عرب میں ان کی خلافت باقی تھی -
اور تیسری مرتبہ سے مراد ہے غلبہ عثمانیہ کا بلاد عرب پر اور

تموریہ بربلادِ فارس تا آنکہ ریاستِ قریش کان
لم یکن گشت واصطلام کلّی روئی داد و عن معاویۃ
قال سمعتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
یقول لیظہرنّ الترکُ علی العرب حتّے تلحقھا بمنابتِ
الشیح والقیصوم عزاہ الی ابی یعلٰی بعد از ان خبر
دادند بخلافتِ مہدی و خروج دجّال و نزول حضرت
عیسیٰ و برآمدن یاجوج و ماجوج الی آخر ما ذکر
وشرحہ یطول و چنانکہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ
وسلم از احوال ملوک و خلفاء خبر دادند ہمچنان
از تفرّقِ اُمتِ خود خبر دادند فرمودند کہ اصل
و منشاء نوعی از اختلاف خوارج خواہند بود
و واقع شد این حادثہ زیرا کہ چون خوارج بسعی
حضرتِ مرتضیٰ برہم خوردند مذہب ایشان در میان
سہ قوم ظہور نمود معتزلہ و اصحابُ الرّای
و غلاۃ متصوفہ و فرمودند کہ درباب مرتضےٰ
افراط و تفریط خواہند کرد و این اختلاف
سبب شیوع مذاہب باطلہ خواہد شد و ہمچنین
واقع شد زیرا کہ امامیہ و زیدیہ و اسماعیلیہ
از میان ایشان پیدا شدند و شغب ایشان بسیار
پیدا شد و عروق خفیہ از ایشان در جمیع طوائف
ناس در آمد الا ماشاء اللّٰہ و از ائمہ اہلِ سنّت خبر
دادند فرمودند یوشک الناس ان یضربوا اکبادَ
الابل فلا یجدوا عالماً اعلمَ من عالمِ
المدینۃ قال سفیان نرٰی ہذا العالمَ
مالک بن انس رواہ الحاکم وصحّحہ
و عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تسبّوا قریشاً
فانّ عالمہا یملأ الارضَ علماً قال
الامام احمدؒ وغیرہ ھذا العالم

تموریہ کا بلادِ فارس پر یہاں تک کہ قریش کی ریاست کَاَنْ
لَمْ یَکُنْ ہوگئی (یعنے گویا کبھی تھی ہی نہیں) اور بالکل ہی استیصال
ہوگیا۔ اور معاویہؓ سے مروی ہے کہا کہ میں نے سُنا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ ضرور غالب ہوں گے
تُرک عرب پر یہاں تک کہ شیح اور قیصوم کے (عرب کی خاص
سبزیوں کے نام ہیں) اُگنے کی جگہ تک جا ملیں گے۔ منسوب کیا
اس روایت کو ابو یعلےٰ کی طرف۔ اس کے بعد آپ نے خبر دی
مہدیؑ کی خلافت کی اور خروجِ دجّال اور نزولِ عیسیٰ علیہ
السّلام کی اور یاجوج و ماجوج کے نکلنے کی آخر واقعات
مذکورہ تک اور اس کی تفصیل لمبی ہے۔ اور جس طرح آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور خلفاء کے حالات کی
خبر دی اسی طرح اپنی اُمت کے تفرقہ کی بھی خبر دی اور
فرمایا کہ اصل اور منشاء اختلاف کی ایک نوع کا خوارج ہوں گے
اور یہ حادثہ واقع ہو چکا۔ کیونکہ جب خوارج حضرت مرتضےٰ
کی سعی سے تہ و بالا ہو گئے تو اُن کے مذہب نے تین قوموں
میں ظہور کیا معتزلہ اور اصحاب الرّای اور غالی متصوفین میں
اور فرمایا کہ لوگ مرتضےٰؓ کے بارے میں افراط و تفریط کریں گے
اور یہ اختلاف باطل مذاہب کے شائع ہونے کا سبب بن جائے گا۔
اور ایسا ہی واقع ہوا کیونکہ امامیہ اور زیدیہ اور اسماعیلیہ
ان میں سے پیدا ہو گئے اور ان کا شر بہت ظاہر ہوا اور
ان کی باریک رگیں سب ہی لوگوں کی جماعتوں میں پہنچ
گئیں، الّا ماشاء اللہ۔ اور آپ نے ائمہ اہلِ سنّت کی خبر دی۔
فرمایا کہ قریب وقت آئے گا کہ لوگ اونٹوں پر (علم کی طلب
میں) سفر کرتے پھریں گے تو عالمِ مدینہ سے بڑا کوئی عالم
نہ پائیں گے۔ سفیانؒ نے کہا کہ ہماری رائے میں یہ عالم مالک
ابن انسؒ ہیں۔ اس کو حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا۔ اور
ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ قریش کو گالیاں نہ دو کیونکہ قریش کا
عالم زمین کو علم سے بھردے گا۔ امام احمدؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ عالم

ہو الشافعی لانہ لم ینتشر فی طباق الارض من علم عالمٍ قریشیٍ من الصحابۃ وغیرہم ما انتشر من الشافعی مَعْزُوٌّ الی البیہقی فی کتاب المعرفۃ وخبر دادند کہ از فارس رجال علماء پیدا خواہند شد کبار محدثین بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ و دارمی و دارقطنی وحاکم وبیہقی وغیر ایشان ہمہ از فارس پیدا شدند و از فقہاء ابوالطیب وشیخ ابوحامد وشیخ ابواسحٰق شیرازی وجوینی وامام الحرمین وامام غزالی وغیر ایشان از فارس پیدا شدند بلکہ امام ابوحنیفہ ویاران ماوراء النہر وخراسانی او نیز از اہل فارس اند و درمیانِ این بشارت داخل و خبر دادند ازانکہ بر رأس ہر مائۃ مجددے پیدا خواہد شد وہمچنان واقع شد وبر سر ہر مائۃ مجددے کہ از سرِ نو احیاء دین نمود پدید آمد بر مائۃ اول عمر بن عبدالعزیزؒ جور ملوک را برانداخت ورسوم صالحہ بنیاد نہاد وبر مائۃ ثانیہ شافعی تاسیس اصول و تفریع فقہ کرد وبر مائۃ ثالثہ ابوالحسن اشعری احکام قواعد اہلِ سنت نمود وبا مبتدعان مناظرہ ہا کرد وبر مائۃ رابعہ حاکم وبیہقی وغیر ایشان احکام علمِ حدیث نمودند وابوحامد وغیر ایشان تفریعاتِ فقہیہ آوردند ودر مائۃ خامسہ غزالی راہے جدید پیدا کرد وفقہ و تصوف وکلام را برہم آمیخت وازمیان حقائق این فنون نزاع برخاست ودر مائۃ سادسہ امام رازیؒ اشاعتِ علم کلام کرد وامام نووی احکام علمِ فقہ وہمچنان تا حال بر سرِ ہر مائۃ مجددے پیدا شدہ آمدہ است بالجملہ نصیب متفطن فقیہ

امام شافعیؒ ہیں کیونکہ روئے زمین پر کسی عالم قریشی کا علم صحابہ اور غیر صحابہ میں سے نہیں پھیلا ہے جس قدر شافعیؒ سے پھیلا ہے۔ کتاب المعرفہ میں یہ حدیث بیہقی کی طرف منسوب ہے۔ اور آپؐ نے خبر دی کہ فارس سے رجال علماء پیدا ہوں گے۔ بڑے بڑے محدثین بخاری، مسلم، ترمذی و ابوداؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ، دارمی اور دارقطنی و حاکم اور بیہقی اور ان کے علاوہ اور بھی سب فارس سے پیدا ہوئے۔ اور فقہاء میں سے ابوطیب اور شیخ ابوحامد اور شیخ ابواسحٰق شیرازی اور جوینی و امام الحرمین اور امام غزالیؒ اور دوسرے حضرات فارس سے پیدا ہوئے بلکہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے یاران ماوراء النہر و خراسانی بھی اہلِ فارس میں سے ہیں اور اس بشارت میں داخل ہیں۔ اور آپؐ نے اس امر کی خبر دی کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد پیدا ہوگا اور ایسا ہی واقع ہوا اور ہر صدی کے سرے پر کوئی ایسا مجدد ظاہر ہوتا رہا کہ جس نے ازسرِ نو دین کا احیاء کیا۔ پہلی صدی میں عمر بن عبدالعزیزؒ نے بادشاہوں کی زیادتیوں کی بیخ کنی کی اور رسوم صالحہ کی بنیاد ڈالی۔ دوسری صدی میں امام شافعیؒ نے اصول و فروع فقہ کی بنیاد ڈالی۔ اور تیسری صدی میں ابوالحسن اشعریؒ نے قواعدِ اہلِ سنت کو محکم کیا اور اہلِ بدعت کے ساتھ بہت سے مناظرات کئے۔ اور چوتھی صدی میں حاکم اور بیہقی اور دوسرے حضرات نے علمِ حدیث کو مضبوط کیا اور ابوحامد (اسفرائینی) اور دوسرے علماء نے تفریعات فقہیہ کو واضح کیا۔ اور پانچویں صدی میں غزالی (یعنے امام محمد غزالیؒ) نے ایک نئی راہ پیدا کی اور فقہ و تصوف اور کلام کو آپس میں ملا دیا اور ان فنون کے حقائق میں جو نزاع تھا اُس کو برطرف کیا۔ اور چھٹی صدی میں امام رازیؒ نے علمِ کلام کی اشاعت کی۔ اور امام نوویؒ نے علمِ فقہ کو مضبوط کیا۔ اور اسی طرح اب تک ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہوتا آیا ہے۔ بہرکیف دین کی سمجھ رکھنے والے

ازین احادیث آن است کہ از فحواو ایمائی این احادیث تعلق رضا بہ بعض وقائع و سخط ببعض دیگر ادراک نماید و این احادیث را بر مجرد قصہ خوانی حمل نکند و من تعجب میکنم از کسیکہ استدلال حضرت فاروق از حدیث کیف بک اذ تعدو تعدُوْ تلوصک بر مشروعیت اجلاء یہود از جزیرۃ عرب و برآنکہ اقرار یہود در سرزمین خیبر علی التابید نہ بود ملاحظہ کردہ باشد بعد ازان در صحت تمسک باخبارات مستقبلہ باظہار استحسان و بشاشت در مشروعیت آن واقعات و تقریر آنہا توقف نماید فانہ العجب العجاب عند اولی الالباب

عن ابن عمر قال قام عمر خطیباً فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان عامل یہود خیبر علی اموالہم و قال نقرکم ما اقرکم اللہ قد رأیت اجلاءہم فلما اجمع عمر علی ذلک اتاہ احد بنی ابی الحقیق فقال یا امیر المؤمنین اتخرجنا وقد اقرنا محمد و عاملنا علی الاموال فقال عمر اظننت انی نسیت قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف بک اذا اخرجت من خیبر و تعدو بک قلوصک لیلۃ بعد لیلۃ فقال ہذہ کانت ہزیلۃ من ابی القاسم فقال کذبت یا عدو اللہ

ذہین شخص کا خاص کام ان احادیث سے یہ ہے کہ اندازِ بیان و ایمائے احادیث سے بعض وقائع سے رضامندی (الٰہی) کے تعلق کو اور بعض دیگر واقعات سے ناراضی (غصۂ خداوندی) کا ادراک کریں اور ان احادیث کو محض قصہ خوانی پر محمول نہ کریں۔ اور میں تعجب کرتا ہوں اُس شخص پر جو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے استدلال کو حدیث "کیف بک اذ تعدو تعدُوْ تلوصک" سے جزیرۂ عرب سے یہودیوں کو نکال دینے کی مشروعیت کو اور اس بات کو ملاحظہ کرے کہ یہود کو سرزمین خیبر میں ٹھہرانا بنا بر خوشنودی نہیں تھا (حالانکہ آپؐ کا وہ ارشاد مستقبل میں ہونے والی بات کی اطلاع دینے کے اسلوب پر تھا مگر حضرت عمرؓ نے سیاق کلام سے اس پیش آنے والی بات پر آپؐ کی رضا کو سمجھ لیا تھا)۔ اور اس کے بعد بھی ایسی آئندہ کی خبروں کو جن کے ساتھ بشاشت و استحسان کا اظہار ہو رہا ہو اُن سے دلیل پکڑنے کی صحت میں اور اُن واقعات اور اُن کی تقریر کی مشروعیت میں توقف کرے تو یہ اہلِ عقل کے نزدیک یقیناً ایک بڑی تعجب خیز بات ہوگی۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو اُن کے اموال پر عامل بنایا تھا اور فرمایا تھا کہ ہم تم کو مقرر کرتے ہیں جب تک تم کو اللہ تم مقرر رکھے اور اب میری رائے یہ ہے کہ ان کو نکال دیا جائے۔ جب عمرؓ نے اس پر اجماع کر لیا تو بنی ابی الحقیق میں سے ایک شخص اُن کے پاس آیا اور بولا کہ اے امیر المؤمنینؓ کیا تم ہم کو نکالتے ہو حالانکہ ہم کو محمدؐ نے مقرر کیا اور ہم کو اموال پر عامل بنایا تو عمرؓ نے فرمایا کیا تو نے یہ گمان کر لیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بھول گیا ہوں کہ اُس وقت کیا حال ہوگا جب تُو خیبر سے نکالا جائے گا اور راتوں رات اپنے جوان اُونٹوں کو بھگاتا ہوا لے جا رہا ہوگا۔ تو اُس نے کہا کہ یہ تو ابوالقاسم کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) ایک ہنسی کی بات تھی۔ تو عمرؓ نے فرمایا تو جھوٹ بول رہا ہے اے دشمنِ خدا۔

فَاَجْلَاهُم عُمَرُ وَاَعْطَاهُم قِيمَةَ مَاكَانَ لَهُم مِنَ الثَّمَرِ مَالاً وَ اِبِلاً وَعُرُوضاً مِن اَقْتَابٍ وَحِبَالٍ وَغَيرِ ذٰلِكَ رواه البخاری۔

دلیل ثانی ہر کہ کتاب فضائل الصحابہ از اصول خوانده باشد و فن معرفۃ الصحابہ را تتبع نموده باشد البتہ میداند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحق ہریکے از اصحاب خود کہ نشست وخاست با آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم داشتند نفس رانی فرموده است و کلمہ کہ مرآت حاصل عمر او تواند بود بر زبان شریف جاری شده و این قصص بیرون از شمار است ہرگاه برائے ہر کسے کلمہ رواں ساختہ است بر کبار اصحاب خود در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وزیر و مشیر او بودند و بعد وفے صلی اللہ علیہ وسلم تحمل اعباء خلافت نمودند چرا نفس رانے نفرموده باشد و خلافت ایشان از دو حالت بیرون نیست یا خیر است یا شر اگر خیر است بہترین جمیع خیرات است کہ مَن سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فِي الاسلام كَانَ لَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَن عَمِلَ بِهَا و این بزرگواران را مثل اجور جمیع مجاہدین و جمیع آنانکہ بسعی ایشان ہتدی شده اند حاصل است و اگر شر است بدترین شرہا است زیرا کہ دین محمدی را برہم زدند و امام معصوم را ترسانیدند بہر تقدیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امور جزئیہ اصحاب خود را کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بآن متصف شدند بیان می فرماید چرا امر عظیم را اِمَّا اِلَى الخَيرِ وَاِمَّا اِلَى الشَّرِّ بیان نفرماید اگر خیر است لطف خدائی تعالے و رافت حضرت پیغامبر

تو عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو نکال دیا اور اُن کو اُن کا جو کچھ پھل اور مال تھا اور اُونٹ اور اُن کے پالان اور رسّیاں وغیرہ تھیں اُس سب کی قیمت دیدی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔

دوسری دلیل جس نے اصول میں سے کتاب فضائل الصحابہ پڑھی ہوگی اور فن معرفۃ الصحابہ کا تتبع کیا ہوگا وہ یقیناً جانتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُن اصحاب میں سے ہر ایک کے حق میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے تھے کچھ ارشاد فرمایا ہے اور اُن کے بارے میں ایسا کلمہ زبانِ شریف پر جاری ہوا جو کہ اُن کے حاصلِ عمر کا آئینہ ہوسکتا ہے اور ایسے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ اُن کو شمار کرنا مشکل ہے۔ جب کہ آپؐ نے ہر شخص کے متعلق کوئی بات ضرور فرمائی ہے تو آپ نے اپنے بڑے اصحاب کے بارے میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیر اور مشیر تھے اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جنھوں نے خلافت کا بوجھ بھی سنبھالا کیوں ایسے کلماتِ حسنہ ارشاد نہ فرمائے ہوں گے۔ اُن کی خلافت دو حال سے باہر نہیں ہوسکتی خیر ہے یا شر۔ اگر خیر ہے تو تمام خیرات سے بہتر ہے کہ (ارشاد فرمایا گیا) مَن سَنَّ سُنَّةً الخ یعنی جو شخص اسلام میں کوئی اچھی ڈگر ڈال دے گا اُس کو اُس کا اجر ملے گا اور اُس کا اجر بھی ملے گا جو اس پر عمل کرے گا۔ ان بزرگواروں کو تمام مجاہدین اور تمام اُن لوگوں کے برابر کا اجر حاصل ہے جو ان کی کوشش سے ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ اور اگر شر ہے تو بدترین شر ہے کیونکہ اُنھوں نے دینِ محمدی کو زیر و زبر کر دیا اور امام معصوم کو خوف زدہ کر دیا۔ تو ہر صورت میں جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے امور جزئیہ تک کو جن سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متصف ہوئے بیان فرمائیں اور ایک امرِ عظیم کو خواہ وہ خیر میں سے ہو یا شر میں سے کیوں نہ بیان فرمائیں۔ اگر خیر ہے تو خدا تعالے کا لطف اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت

تقاضا مینماید کہ بران خیریت مطلع سازند تا مردم
آن خیر را خیر دانند و بآن اہتمام نمایند و اگر شر
است لطف الٰہی و رافتِ حضرت رسالت
پناہی تقاضا می فرماید کہ بر شریت آن مطلع
سازند تا مردم آن را شر بدانند و حجت اللہ بر
ایشان قائم شود و اگر نوعِ ثانی مے بود و آن نیز
بیان امر خلافت است و نوعی از تعیین خلفاء
است کہ فلان و فلان بخلافت حقیق نیستند
وحقیق غیر ایشان است بالجملہ استقراءِ سیرت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در تکلم بر احوال
صحابہ دلالت ظاہرہ دارد کہ خلفاء را بیان
فرمودہ است و تعیین خلفاء بوجہ اتم کردہ
و این نکتہ را بتفصیلے دہیم۔

باید دانست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ترجمانِ غیب بود در آنچہ از مناقب ہر یکے از
صحابہ بیان فرمود و ہر کسے را بفضیلے کہ در وے
بود و عاقبۃ الامر ہمان فضیلت بروے کار آمد
اختصاص داد اُبیّ بن کعب را سید القراء گفت
و فرمود کہ خدای تعالیٰ مرا فرمودہ است کہ سورۃ
لم یکن را تعلیم تو کنم اُبیّ گفت آو سمانی
اللہ قال نعم فذرفت عینا اُبیّ و سرّ در تخصیص
سورۃ لم یکن آنست کہ دران سورۃ تلاوت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم قرآن را و اشتغال آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم باین امر جلیل الشان بطریق مدح و
الزام حجت بر اہل کتاب مذکور فرمودہ اند رَسُوْلٌ
مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِیْهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ
واللہ اعلم ہیچ میدانی کہ نکتہ در تخصیص اُبیّ چیست
آنست کہ سلسلہ جماعۃ عظیمہ از قراء امت مرحومہ
را بواسطۂ او بجناب رسالت رسیدن مقدر بود

تقاضا کرتی ہے کہ اُس خیریت پر مطلع فرمائیں تاکہ لوگ اُس
خیر کو خیر سمجھیں اور اُس کا اہتمام کریں اور اگر شر ہے تو لطف الٰہی
اور شفقت حضرت رسالت پناہی تقاضا کرتی ہے کہ اُس کے
شر ہونے پر مطلع فرمائیں تاکہ لوگ اُس کو شر سمجھ لیں اور اُن پر
اللہ کی حجت قائم ہو جائے۔ اور اگر نوع ثانی ہوتی (یعنے شر)
اور وہ بھی (اتنی اہم کہ) امر خلافت کا بیان ہے اور تعیین خلفاء
سے وہ نوع متعلق ہے کہ فلاں فلاں خلافت کے حقدار نہیں
ہیں۔ حقدار دوسرا شخص ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی اس سیرت کا تفصیلی مطالعہ جو احوال صحابہ
پر تکلم سے تعلق رکھتا ہے اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ
آپ نے خلفاء کا بیان فرمایا ہے اور خلفاء کی تعیین پورے طور
پر فرمائی ہے۔ اور اس نکتہ کو بھی ہم مفصل کر دینا چاہتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترجمانِ غیب
تھے۔ جو کچھ بھی آپ نے صحابہؓ کے مناقب کے بارے میں بیان
فرمایا اور جس شخص میں جس فضیلت کا اظہار کیا انجام کار وہی فضیلت
بروئے کار آئی۔ آپ نے اُبیّ بن کعب کو اختصاص بخشا سید القراء
کہا اور فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم کو سورۃ
لم یکن تعلیم کروں۔ اُبیّ نے کہا آو سمانی اللہ (یعنے کیا
اللہ نے میرا نام لیا؟) فرمایا کہ ہاں! تو اُبیّ کی آنکھیں بھر آئیں۔
اور سورۃ لم یکن کی تخصیص میں یہ راز ہے کہ اس سورت میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاوتِ قرآن کا اور اس امر
جلیل الشان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشغول رہنے
کا مدح کے طور پر اور اہلِ کتاب پر حجت قائم کرنے کے لئے ذکر
فرمایا ہے رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ الخ (۳۱۹۸) ایک اللہ کا رسول

جو اُن کو) پاک صحیفے پڑھ کر سناتے جن میں درست مضامین
لکھے ہوں؛ واللہ اعلم۔ اور کچھ یہ بھی جانتے ہو کہ اُبیؓ کی
تخصیص میں کیا نکتہ ہے؟ وہ یہ ہے کہ تقدیر الٰہی میں یوں
تھا کہ اُمّتِ مرحومہ کے قراء کی عظیم جماعت کا سلسلہ بارگاہِ
رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تک اُن کے واسطے سے پہنچے۔ اور

و عبد اللہ بن مسعود را چرا فرمود کہ مَا اَقْرَأَکُمْ ابنُ اُمِّ عبد فخذوہ و ما اَقْرَأَکُمْ فَاقْرَؤُوْہُ برائے آنکہ سلسلۂ فقہ و قراءت جمّ غفیر از امت بجناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پیوستن مقدر بود

و در حق خالدؓ چرا فرمود سیفٌ من سیوف اللہ برائے آنکہ فتوح بسیار بردستِ او ہم آمدنی بود

و در حق سعدؓ چرا فرمود عسیٰ ان تبقٰی حتی ینتفع بک اقوامٌ و یضرّ بک آخرون برائے آنکہ فتح عراق و حکومت آن بردستِ او شدنی بود

در حق ابو عبیدہؓ چرا گفت امین ہٰذہ الامّۃ ابو عبیدۃ برائے آن گفت کہ حل و عقد شام بردست او افتادن بود

در حق عمرو ابن العاص گفت نِعْمَ المالُ الصالحُ للرجل الصالح برائے آنکہ ایالتِ مصر بطور او بودنی بود

در حق معاویہؓ گفت اِنْ وَلِیْتَ امرَ الناس فاحسِنْ الیہم برائے آن گفت کہ خلافتِ آخر باو رسیدنی بود

در حق ابن عباسؓ دعا کرد اللّٰہم علّمہ الکتاب برائے آنکہ تفسیر قرآن بردستِ او شائع شدنی بود

و در حق انسؓ گفت اللّٰہم اکثر مالَہٗ و ولدَہٗ ہمچنان ظہور نمود کہ فرمودہ بود

و در حق ابوذرؓ فرمود شبیہ عیسیٰ فی الزہد زیرا کہ این صفت در وے کامل بود

و ابوہریرہؓ را حثیات علم در دامان ریخت کہ در بختِ او اکثار روایتِ حدیث مشاہدہ نمودہ بود

و در حق شیخینؓ چرا گفت اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ

عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں آپؐ نے کیوں فرمایا کہ جو کچھ تم کو ابن اُمّ عبد حکم دے اُس کو قبول کرو اور جو کچھ وہ تم کو پڑھاتے اُس کو پڑھو؛ یہ بھی اسی لئے تھا کہ سلسلۂ فقہ اور قراءت کے ایک بہت بڑے گروہ کو ان کے واسطے سے بارگاہِ رسالت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیوستہ ہونا مقدر تھا۔ آپؐ نے خالدؓ کے حق میں کیوں فرمایا سیفٌ من سیوف اللہ (یعنی خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے) اس لئے کہ بہت سی فتوحات ان کے ہاتھ پر ہونے والی تھیں۔ آپؐ نے سعدؓ بن ابی وقاص کے حق میں یہ کیوں فرمایا کہ اُمید ہے کہ تو باقی رہے گا یہاں تک کہ تجھ سے کچھ قومیں نفع اُٹھائیں اور کچھ دوسرے لوگ نقصان اُٹھائیں؛ یہ اس لئے فرمایا تھا کہ عراق کی فتح ان کے ہاتھ سے ہونے والی تھی اور اُن کو وہاں حکومت کرنا تھی۔ آپؐ نے ابو عبیدہؓ بن الجرّاح کے حق میں کیوں فرمایا کہ اس اُمت کا امین ابو عبیدہؓ ہے؛ اس لئے فرمایا کہ شام کے حل و عقد کا معاملہ ان کے ہاتھ میں پڑنے والا تھا۔ آپؐ نے عمروؓ بن العاص کے حق میں فرمایا کہ مالِ صالح مرد صالح کے حق میں بہتر ہے؛ اس لئے کہ مصر کی حکومت ان کے نظم میں آنے والی تھی۔ آپؐ نے معاویہؓ کے حق میں فرمایا اگر تو والی امر بن جائے تو لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا؛ اس لئے فرمایا کہ خلافت آخر میں اُن کے ہاتھ میں پہنچنے والی تھی۔ اور آپؐ نے ابن عباسؓ کے حق میں فرمایا اے اللہ اس کو کتاب (یعنی قرآن) سکھادے؛ اس لئے کہ قرآن کی تفسیر اُن کے ہاتھ پر شائع ہونے والی تھی۔ آپؐ نے انسؓ کے حق میں فرمایا الٰہی اس کو مال و اولاد زیادہ دے؛ جیسا آپؐ نے فرمایا ویسا ہی ظاہر ہوا۔ اور ابوذرؓ کے حق میں فرمایا کہ زُہد میں عیسیٰؑ کے مشابہ ہے؛ اس لئے کہ یہ صفت اُن میں کامل تھی۔ ابوہریرہؓ کے دامن میں علم کی مٹھیاں ڈال دیں کہ اُن کے نصیب میں آپؐ نے روایتِ حدیث کی کثرت مشاہدہ فرمائی تھی۔ شیخینؓ کے حق میں کیوں فرمایا اقتدا کرو ان دونوں کی میرے بعد

ابی بکر و عمر زیرا کہ خلافتِ ایشان مقدر بود۔
دلیل ثالث ہر کہ فنِ مغازی را تتبع نمودہ
باشد البتہ میداند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہرگاہ برائی غزوہ از مدینہ شریفہ سفر می فرمودند
شخصے را حاکم مدینہ مینمودند امرِ مسلمین را گاہی
مہمل نگذاشتہ اند پس چون کوس رحلت از دنیا
نواختند و غیبتِ کبریٰ پیش آمد آن سیرتِ مرضیہ
خود را چرا مراعات نہ فرمایند اگر تأمل کنی در رأفت
تامۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شندرو مذر
گزاشتن امت بغیر نسق محال دانی و اگر اصلاح
عالم کہ سبب بعثتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بودہ است پیش نظر داری شاغر گذاشتن
بنی آدم بعد سعی بلیغ در تربیت و اصلاح آنہا
تہافت و تناقض انگاری و اگر بر سیرتِ علیہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در نصب حکام و
قضاۃ و تفویض ہر امری بمستحق آن نظر بگماری
بغیر استخلاف پدرود کردن دنیا مستنکر و مستبعد
شماری استقراء اکثر افراد و احوال و حکم کردن
بموجب آن در افراد و احوالِ باقیہ یکی از ادلۂ
خطابیہ است کہ در معرفتِ احکام بآن اکتفاء
میتوان کرد و قصصِ نصب نواب بعد برآمدن
درغزوات ازان واضح تر است کہ بنقل شمہ
ازان احتیاج افتد۔
دلیل رابع اگر شریعتے راکہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم برائے دفع مفاسد عالم و اصلاح
جہانیان بما آوردہ بچشم عبرت تتبع کنی شک
نداری در آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
آن مقربات کہ افراد بنی آدم را
از حضیض بہیمیت

یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کی۔ کیونکہ ان کی خلافت مقدر تھی۔
تیسری دلیل۔ جس نے فنِ مغازی کا تتبع کیا ہوگا وہ ضرور
جانتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ کے لئے
مدینہ شریفہ سے سفر فرماتے تھے تو کسی شخص کو مدینہ کا حاکم
بنا دیتے تھے۔ امرِ مسلمین کو کبھی آپؐ نے مہمل نہیں چھوڑا ہے۔
تو جب آپؐ نے دنیا سے رخصت ہونے کا عزم فرما لیا اور سب سے
بڑی مفارقت پیش آگئی تو آپؐ اپنی سیرتِ پسندیدہ کی مراعات
کیوں نہ فرمائیں۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقتِ
کاملہ پر غور کروگے تو تم کو آپؐ کا امت کو منتشر حالت میں
چھوڑ دینا بغیر انتظام کئے محال معلوم ہوگا اور اگر عالم کی
اصلاح کو تم پیش نظر رکھو جو کہ آنحضرتؐ کی بعثت کا سبب
تھی تو بنی آدم کو ان کی تربیت و اصلاح میں سعی بلیغ کے
بعد خالی چھوڑ دینا تخالف اور تناقض شمار کروگے (یعنے
دو متضاد قسم کے کام) اگر حکام اور قضاۃ کے تقرر میں
اور ہر امر کو اس کے مستحق کو سپرد کرنے میں آپؐ کی سیرتِ
عالیہ پر نظر کروگے تو بغیر کسی کو خلیفہ بنائے دنیا کو رخصت
کر دینا تم کو بالکل اوپری اور مستبعد بات معلوم ہوگی۔ اکثر
افراد و احوال کی تفصیل کو پیش نظر رکھ کر اس کے بموجب افراد
اور احوالِ باقیہ میں حکم لگا دینا ادلہ خطابیہ میں سے ہے کہ
معرفتِ احکام میں اس پر اکتفاء کر سکتے ہیں۔ اور غزوات
میں تشریف لیجانے کے وقت قائم مقاموں کو نصب کرنے
کے قصے اتنے زیادہ واضح ہیں کہ ان میں سے کچھ واقعات
نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔
چوتھی دلیل۔ اگر اس شریعت کا جس کو کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم عالم کے مفاسد کو دفع کرنے اور جہان
والوں کی اصلاح کے لئے ہمارے پاس لائے ہیں چشمِ عبرت
کے ساتھ تتبع کروگے تو تم کو اس بات میں کوئی شک نہ ہوگا
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تقرب خداوندی پر
پہنچانے والے ایسے اعمال جو کہ افرادِ بنی آدم کو بہیمیت کی پستی سے

باَوجِ مَلکیت رساند بیان فرمودہ بعد ازان
ہرچہ حاجت بآن ماس است از آداب
معیشت و مکاسب و معاملات و تدبیر
منازل و سیاستِ مُدن ہمہ را مشروح
ساختہ و ہرنا بایستی کہ در انجا بود ازان
منع و زجر نمودہ و ازان ہمہ گذشتہ
تحسینات و سدِّ ذرائع مفاسد و
دَواعی اثم را بوجہ اتم مبین گردانید
و ہرچیزے بیان کردہ ارکان و
شروط و آداب مُفصّل ساختہ مثل
این حکیم دانا و مشفق مہربان عقل
تجویز میکند کہ اُمت خود را در
عین مہلکہ سپارد و تدبیر خلاصِ ایشان
نہ فرماید در غزوۂ تبوک متوجہ شام شود
و اثارۂ قوتِ غضبیۂ رومیان کند و ایشان
را تخویف نماید و نامہ بکسریٰ نویسد کہ
آتش غیرت بسببِ آن بدماغ او رسد و وے
از کمال رعونت خود قاصدے پیش آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم فرستد و قصد اہانت
کند و مُتنبّیان مانند مسیلمہ کذّاب و
اَسود عنسی از زمینِ عرب برخاستہ باشند
و مردم ضعیف الاسلام در پے ترویج
کفر اُفتادہ باشند و سُوَرِ قرآن
مانند عصافیر در دستِ مردم پراگندہ
باشد بحکمتِ این حکیم دانا و رافتِ این مشفق
مہربان مناسبت دارد کہ تدبیر اصلاح عالم ناکردہ و
امتِ خود را زیر نسق خلیفہ نہ سپردہ از عالم بگذرد۔
سوال اگر گوئی ہمہ احکام در شرع مبین نشدہ است

نکال کر مَلکیت کی بلندی پر پہنچا دیں بیان فرما دیتے ہیں۔ اس کے
بعد جن چیزوں کی حاجت واقع ہوتی ہے جیسے اچھی زندگی بسر
کرنے اور روزی کمانے کے آداب و معاملات گھریلو اصلاحات،
شہری سیاست سب کو آپؐ نے مشرّح فرما دیا اور جو نامناسب
باتیں ان مواقع میں تھیں اُن سے روکا اور دھمکایا اور اُن
سب سے گزر کر قابلِ تحسین امور کو اور مفاسد کے ذرائع اور
گناہوں کی طرف رغبت پیدا کرنے والے اسباب کی راہیں
بند کرنے کے طریقوں کو اچھی طرح کھول کر ظاہر فرمایا اور ہر چیز
بیان کر دی، ارکان اور شروط و آداب کو آپؐ نے مفصّل
کر دیا۔ کیا ایسے صاحبِ حکمت دانشمند اور شفیق و مہربان
کے بارے میں عقل اس بات کو جائز رکھتی ہے کہ آپؐ اپنی
امّت کو خاص مقامِ ہلاکت میں چھوڑ دیں اور اُن کی اس
سے رہائی کی کوئی تدبیر نہ کریں۔ غزوۂ تبوک میں آپؐ شام
کی طرف متوجّہ ہوں اور رومیوں کی قوتِ غضبیہ کو بھڑکا دیں
اور اُن کو دھمکائیں، اور کسریٰ (شاہِ فارس) کو خط لکھیں
کہ جس کے سبب سے غیرت کی آگ اُس کے دماغ میں پہنچ جائے،
اور وہ کمال رعونت کے ساتھ اپنا قاصد بھی آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجے اور آپؐ کی توہین کا ارادہ
کرے۔ اور کئی نبوّت کا دعوےٰ کرنے والے مانند مُسیلمہ کذّاب
اور اسودِ عنسی[1] کے سرزمینِ عرب سے اُٹھ کھڑے ہوئے ہوں
اور ضعیف الاسلام لوگ کفر کو رواج دینے کے پیچھے پڑ گئے
ہوں۔ اور قرآن کی سورتیں چڑیوں کی طرح لوگوں کے ہاتھوں
میں پراگندہ ہوں۔ کیا (ایسے نازک وقت میں) اس حکیم دانا
کی حکمت اور اس شفیق مہربان کی شفقت سے یہ بات مناسبت
رکھتی ہے کہ اصلاحِ عالم کی تدبیر کئے بغیر، اور اپنی اُمت
کو اپنے کسی قائم مقام کے زیرِ انتظام تجویز کئے بغیر عالم سے
گزر جاتے ہیں۔ (جبکہ دنیا سے گزر جانے کا وقت بھی آپ کو وحی الٰہی سے معلوم ہو چکا ہو)
سوال اگر تم یہ کہو کہ تمام احکام شرع میں بیان نہیں ہوئے

[1] یہ مدعی نبوّت آنحضرتؐ کی وفات سے تقریباً ایک دن قبل فیروز کے ہاتھ سے قتل ہوا آپؐ نے اصحاب کو اس سے مطلع فرما دیا تھا ۱۲ مترجم

بلکہ بسیارے از احکام بقیاس مجتہدین حوالہ گذاشتہ اند
نصب خلیفہ ہم از احکام غیر مُبیَّنہ باشد۔

جواب۔ گوئیم چیزیکہ در زمان آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم واقع بود خبر آن بآن حضرت رسید
لابد اصلاحِ آن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
فرمودہ است اگر خیر است تقریر نمودہ واگر شر
است منع فرمود والّا تقریر بر معصیت لازم
آید و آن محال است و مُصادِمِ عصمت و
چیزیکہ قریب الوجود و قریب الحصول بود
آن را بیان فرمود آرے آنچہ بعید الوقوع
است اِثارتِ شبہات بآن نکرد و آن مین
رحمت است احکامی کہ بقیاس مجتہدین حوالہ
کردہ اند آن وقائع بعید الوقوع است نہ قریب
الوقوع و واقعہ کہ تقریر آن کردیم قریب الوقوع
است پیش پا افتادہ کہ ہر عاقلی وقوع آن را
غدًا او بعدَ غدٍ میداند شتّان بین الصیلتین باز
بر قیاس مجتہدین آن را حوالہ کرد کہ عقل بتحقیق
آن مستقل باشد نہ آنچہ تعبّدے محض باشد
و تعیین خلیفہ کہ در زمان آیندہ تغیّر
و تبدیل نہ کند و سعی او مفید
مطالب مقصودہ باشد امرے
موکول بترجمان لسانِ غیب کہ عقل
را مدخل نتوان بود۔

دلیل خامس غلبہ بر جمیع ادیان در
رسالتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
منطوی بود کما قال عزّ من قائل
هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ
بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ
عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

بلکہ احکام کا بہت سا حصہ مجتہدین کے قیاس پر چھوڑ دیا گیا ہے۔
تو نصبِ خلیفہ بھی احکام غیر مُبیّنہ میں سے ہوگا۔

جواب ہم کہتے ہیں کہ جس چیز کا وقوع آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا اور اُس کی خبر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو پہنچ گئی تو ضرور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اُس کی اصلاح فرمائی ہے۔ اگر خیر ہے تو آپؐ نے اُس کو قائم
رکھا اور اگر شر ہے تو اُس سے آپؐ نے منع فرما دیا۔ ورنہ معصیت
پر برقرار رکھنا لازم آئے گا اور یہ محال (شرعی) ہے اور منافی
عصمت۔ اور جو چیزیں قریب الوجود اور قریب الحصول تھیں
اُن کو آپؐ نے بیان فرما دیا۔ ہاں جو باتیں بعید الوقوع تھیں
اُن سے ازالۂ شبہات کے درپے آپؐ نہیں ہوتے اور یہ عین
رحمت ہے۔ تو جو احکام قیاسِ مجتہدین کے حوالے کئے گئے ہیں
وہ بعید الوقوع واقعات ہیں نہ کہ قریب الوقوع۔ اور
جس واقعہ کی ہم نے تقریر کی ہے وہ قریب الوقوع اور پیش پا
اُفتادہ ہے، ایسا کہ ہر صاحب عقل اُس کے وقوع کو ہر زمانہ
میں جانتا ہے۔ دونوں باتوں کے محل و مواقع میں بڑا بُعد
ہے۔ پھر قیاسِ مجتہدین کے حوالے بھی صرف اُن چیزوں کو
کیا گیا ہے کہ جن کی تحقیق میں عقل مستقل ہو، نہ ایسی چیزیں
جو تعبُّدی محض ہوں اور ایسے خلیفہ کی تعیین جو کہ آئندہ
زمانہ میں کوئی تغیّر و تبدیل نہ کرے اور مطالب مقصودہ
کے لئے اُس کی سعی مفید ہو، یہ ایک ایسا امر ہے جس کا انحصار
لسانِ غیب کے ترجمان پر ہے کہ جس میں عقل کے دخل دینے کا
موقع نہیں ہے۔

پانچویں دلیل تمام ادیان پر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی رسالت میں مُضمَر تھا جیسا کہ اُس عزیز و حکیم کا
ارشاد ہے هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ الخ (۶۱ : ۹)

وہ اللہ ایسا ہے جس نے رسول کو ہدایت کا سامان (یعنی
قرآن) اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اس
(دین) کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے گو مشرک

وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ٥ و کما روے
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم بالتواتر
انّہ بشّر بفتح فارس و الروم فی
اوّل مبعثہ بمکۃ و فی اوّل قدومہ
بالمدینۃ و عند وفاتہ و اگر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم تقریب عباد
بآن فریضۂ محتومہ نکنند اداے
واجب نکردہ باشند حاشاہٗ من
ذٰلک زیراکہ فتوح فارس و روم
ازان قبیل نیست کہ بدون نصب
خلیفہ راشد میسّر شود و مطلق
ایجاب خلیفہ ایّ خلیفۃٍ کان کفایت
نمے کند زیراکہ براے امر قوت ہر
نفسے مساعد نیست مستحق باغیر مستحق مشتبہ است
و قرعۂ اختیار براے کسے زدن کہ براے آن
موفق باشد و آن امر بروے میسّر گردد
از علوم اُمّتیان بیرون است و مُقدّمۃ
الواجب واجبۃٌ و فتنۂ ردّت معلوم
آنحضرت بود صلے اللہ علیہ وسلم کہ پیدا
شدنی است بنزول یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ و اوائل
این فتنہ در زمان شریف ظہور کرد کہ مسیلمۂ کذّاب
و اسود عنسی سر برداشتند و بالقطع معلوم بود کہ
آن متنبّیان و مرتدان اگر دست یابند ملّتِ
اسلام را برہم زنند و مسلمانان را مستاصل
سازند و دفع این فتنہ سواے نصب خلیفۂ راشد
ممکن نیست و نہ ہر خلیفہ کہ باشد بلکہ شخصے عزیز
القدرے کہ بتدبیرِ غیب براے این امرِ عظیم
معیّن فرماید و دفع ضرر واجب است

کیسے ہی ناخوش ہوں۔ اور جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
سے تواتر کے ساتھ مروی ہے کہ آپ نے فارس اور روم
کی فتح کی بشارت دی مکہ میں ابتدائی زمانۂ بعثت میں اور
مدینہ تشریف لانے کے شروع زمانہ میں اور اپنی وفات کے
قریب بھی اور اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بندوں کو
اس یقینی فریضہ کو پورا کرنے کے قابل نہ بنائیں تو لازم آئے گا
کہ آپ نے جو امر واجب تھا اُس کی ادائگی نہ کی جو آپ کی
نسبت ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ فارس اور رُوم کا فتح کرنا
اس درجہ کی بات نہیں جو خلیفۂ راشد کے نصب کئے بغیر میسّر
ہوجاتے۔ اور مطلقاً خلیفہ مقرر کر دینا کہ کسی کو بھی کر دیا جائے
کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ حکم رانی کی صلاحیت ہر نفس
میں نہیں ہوتی، مستحق غیر مستحق کے ساتھ ملے جلے ہیں اور
قرعۂ اختیار کسی ایسے شخص کے نام پر متعین کر دینا جو اس کیلئے
(اللہ کی طرف سے) موفق ہو اور یہ (اہم کام) اُس پر آسان ہو
اُمّتیوں کے علوم سے باہر ہے۔ اور واجب کا مقدمہ بھی واجب
ہوتا ہے۔ اور فتنۂ ردّت (جو پیش آنے والا تھا) آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے نزول سے معلوم تھا
کہ پیدا ہونے والا ہے یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ (۵:۵۴)
اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے الخ
اور اس فتنہ کی شروعات آپ کے زمانۂ شریف میں ظاہر ہوگئی
تھیں کہ مسیلمہ کذّاب اور اسودِ عنسی سر اُٹھا چکے تھے۔ اور
یہ بات قطعی طور پر معلوم تھی کہ وہ مدّعیانِ نبوّت اور مرتدین
اگر قابو پالیں تو ملّتِ اسلام کو برباد کر دیں گے اور مسلمانوں کی
بیخ کنی کر ڈالیں گے۔ اور اس فتنہ کا دفع کرنا خلیفۂ راشد کے
نصب کئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی
بھی خلیفہ بن جائے۔ بلکہ (ایسے نازک وقت میں) ایک صاحبِ
عزّت اور صاحبِ قدرت شخص کی ضرورت تھی جس کو تدبیرِ
غیب اس امرِ عظیم کے لئے معین فرمائے۔ اور دفع ضرر واجب
ہے (تو یہ ضرر جو اسلام اور مسلمانوں کے سروں پر منڈلا رہا تھا

وحقیقت حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ بغیر تقریب بخیر و تبعید از شر متحقق نمے شود قال اللہ تعالٰی إِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اگر درین آیہ فہم خود را کارفرما شوی بدانی کہ مقاتلہ با کفار ابتداءً و دفعاً بغیر نصب خلیفہ امکان نیست و ہر خلیفہ بآن قائم نمے تواند شد بل واحدٌ بعد واحدٍ و تمییز این واحد از عقول عامہ خارج است پیغامبرے باید کہ از تلقے غیب تعیین آن فرماید و فتنہ اختلاف ظاہر بینان در تعیین خلافت فرو نشاند و آتش شغب قدح کنندگان بہ بعض معائب عرفیہ و مثالب رسمیہ بآب زلال معارف حقہ اطفا نماید و اگر تاریخ ملوک را بخوانی البتہ بدانی کہ در مثل این حالات مضطر شدہ اند بنصب بادشاہے عزیز الوجود و در تعیین آن بادشاہ گاہی بدلیل نجوم متمسک می شدند و گاہی بہ رؤیا و استخارہ و گاہی بفراست حکیمے کہ بر کہانت او اعتماد داشتہ باشند و جزئیات این قصص از حد شمار بیرون است و اگر یادداری مگر قصہ رای زدن زال دستان بعد قتل نوذر و گفتن او ؎

نہ زیبد بہر پہلوی تاج و تخت ؎

اس کا دفع بھی واجب تھا) اور حقیقت حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ الخ (۹: ۱۲۸) جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں۔ ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں! بغیر مسلمانوں کو خیر سے قریب کرنے اور شر سے بعید کرنے کے متحقق نہیں ہوتی۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا إِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ الخ (۲: ۲۴۶) جب کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم اللہ کی راہ میں (جالوت سے) قتال کریں! اگر تم اس آیت میں اپنی فہم کو کام میں لاؤ تو جان لوگے کہ کفار کے ساتھ مقاتلہ خواہ ابتداءً ہو (کہ جارحانہ طور پر تم خود ان پر حملہ کرو) یا دفعاً ہو (یعنی بطور مدافعت کہ وہ حملہ آور ہیں اور تم اپنا بچاؤ کرنے والے) بغیر نصب خلیفہ ممکن نہیں ہے اور ہر خلیفہ اس کے لئے قائم (یعنی صاحب صلاحیت) نہیں ہو سکتا، بلکہ ایک کے بعد دوسرا کرنا پڑے گا اور اس ایک کو متمیز کرنا عقول عامہ سے خارج ہے۔ اس لئے پیغمبر کی ضرورت ہے جو غیبی حکم سے اُس کی تعیین کرے اور ظاہر بینوں کے اختلاف کے فتنہ کو جو تعیین خلافت میں پیدا ہو دبا دے۔ اور بعض معائب عرفیہ اور عیوب رسمیہ کے پیش نظر اس پر جرح و قدح کرنے والوں کی آتش فساد کو معارف حقہ کے مصفا پانی سے بجھا دے۔ اور اگر تم بادشاہوں کی تاریخ کو پڑھو گے تو ضرور جان لوگے کہ اس قسم کے حالات میں لوگ کسی عزیز الوجود بادشاہ کے نصب کرنے پر بے چین ہو گئے ہیں اور ایسے بادشاہ کی تعیین میں کبھی قواعد نجوم سے دلیل لیتے تھے اور کبھی خوابوں اور استخارے سے اور کبھی کسی ایسے حکیم کی فراست سے جس کی کہانت پر اعتماد رکھتے ہوں۔ اور اس قصہ کی جزئیات حد شمار سے باہر ہیں اگر تمہیں یاد نہیں تو (شاہنامہ فردوسی میں ہے) زال دستان کا رائے دینے کا قصہ نوذر کے قتل ہونے کے بعد اور اُس کا یہ کہنا ؎ نہ زیبد بہر پہلوی تاج و تخت الخ ہر پہلوی کے لئے تاج و تخت زیبا نہیں ہے۔ اس کے لئے

بباید یکے شاہ فرخندہ بخت
کہ باشد بدو فرّۂ ایزدی
بتابد زگفتارِ او بخردی

ودر آخر کار برزو وطہماسپ اتفاق نمودن و قصۂ ضعف سلطنتِ کاؤس در وقتِ پیری او وخواب دیدنِ گودرز کہ اصلاح سلطنتِ فارس بخلافتِ کیخسرو خواہد بود وگیورا فرستادن برائے آوردن کیخسرو از اقصے توران این نیز کفایت میکند و اینجا دقیقہ ایست کہ اگر فہم کنی اکثر معضلات آسان شود سنّۃ اللہ جاری است بر آنکہ چون اکثر خلق بشدّتے درماند مدبّر السمٰوات و الارض الہامے یا تقریبے می فرستد تا اصلاح عالم بآن تدبیر و رفع شدّت صورت گیرد بعثت رسل و نصب مجدّدین بر سر ہر مائۃ و چیزہائے بسیار متفرّع بر ہمین اصل است سرّی کہ بعثت آنحضرت را صلے اللہ علیہ وسلم در وقت خلیفۂ کفر در آفاق تقاضا کردہ است کما جاء فی الحدیث القدسی انّ اللہ مقت عربہم و عجمہم الّا بقایا من اہل الکتاب و انی اردت ان ابتلیک و ابتلی بک الحدیث ہمان سرّ چون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از عالم ادنےٰ بعالم اعلےٰ انتقال فرمود و ہنوز ظہور دینِ حق چنانکہ مے بایست نشدہ و اسباب اختلال دینِ حق بہم رسیدہ بار دیگر برقع از روئے خود کشاد و تعیین خلیفۃ ثم خلیفۃ نمود تا آنکہ مرادِ حق تمام شد و موعود او منجز گشت و چنانکہ معرفتِ شخصے کہ متحمل اعباء نبوّت

ایسا بادشاہ ہونا چاہیئے جو مبارک بخت والا ہو۔ ایسا کہ اس کو خدا کا دبدبہ ہو۔ اُس کے کلام سے عقل کا نور چمکتا ہو۔ آخرکار برزو اور طہماسپ کا اتفاق کرنا اور کاؤس کی ضعفِ سلطنت کا قصّہ اُس کے بڑھاپے کے زمانہ میں اور گودرز کا خواب دیکھنا کہ سلطنتِ فارس کی اصلاح کیخسرو کی خلافت سے ہوگی اور اقصائے توران سے کیخسرو کو لانے کے لئے گیو کو بھیجنا، یہ قصّہ بھی کافی ہوجائے گا۔ اور یہاں ایک دقیقہ ہے اگر اُس کو سمجھ لو تو اکثر دشوار باتیں آسان ہوجائیں گی۔ عادتِ الٰہی اس طرح جاری ہے کہ جب اکثر مخلوق کسی شدّت میں مبتلا ہوجاتی ہے تو اللہ مدبّر السمٰوات والارض کوئی الہام یا تقریب بھیجتا ہے (جو قلوبِ عامہ کو کسی خاص راستے کی طرف مائل کردے) تاکہ عالم کی اصلاح اُس تدبیر سے ہوجائے اور سختی دفع ہونے کی صورت پیدا ہو۔ رسولوں کی بعثت اور ہر صدی کے سرے پر مجدّدین کا نصب کرنا اور بہت سی چیزیں اسی اصل پر متفرّع ہیں۔ وہ راز کہ جس نے آفاق میں غلبۂ کفر کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا تقاضا کیا تھا یہی ہے جیساکہ ایک حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے (تمام روئے زمین کے لوگوں کو دیکھا) تو ناپسند کیا اُن میں کے عرب والوں کو بھی اور عجم والوں کو بھی بجز چند اہلِ کتاب کے جو باقی رہنے والے تھے (اپنے دین پر) اور (کہا) کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تیری آزمائش کروں اُن سے اور اُن کی آزمائش کروں تجھ سے، آخر حدیث تک۔ اُسی راز نے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عالمِ ادنےٰ سے عالمِ اعلےٰ کو انتقال فرمایا اور ابھی تک دین کا غلبہ جیساکہ چاہیئے تھا نہیں ہوا تھا اور دینِ حق میں خلل واقع ہونے کے اسباب جمع ہوگئے دوبارہ اپنے چہرے سے برقع اُٹھایا اور ایک خلیفہ کی پھر (دوسرے) خلیفہ کی تعیین کی تا آنکہ اللہ نے جس چیز کا ارادہ کیا تھا وہ پوری ہوگئی اور اُس کا وعدہ پورا ہوگیا۔ اور جس طرح کہ ایسے شخص کا پہچاننا جو بارِ نبوّت کا

یشود از علوم بشر خارج است و لہٰذا
جاہلان گفتند لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ
عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ
ہمچنان معرفت شخصے کہ اعباء خلافت
حمل نماید و آن مراد حق را بکمال رساند
مقدور بشر نیست این ہمہ تدبیر غیب است
کہ از پس پردہ کارہا میکند و لابد است کہ پیغامبر
بآن شخص معین ارشاد فرماید و اگر فرض کنیم کہ
بعض انواع تعیین بگذارد و آن نخواہد بود الّا
از جہت اعتماد بر تکفل الٰہی کہ یأبی اللّٰہُ و
المؤمنون الّا ابابکر ظاہر بیان معنے خلافت را
تصدر شخصے بر ابناء نوع خود بفرمانروائی فہم میکنند
و از این معنے میکاہند و برین تصدر حسد می ورزند
و یأبی اللّٰہ الّا ان یتم نورہٗ و حقیقت شناسان
تدبیر غیب برائے اصلاح عالم و انجاز موعود می
بینند و این استخلاف را یکے از نعم
عظیمہ می شمارند ع حکمت محض است اگر لطف
جہان آفرین خاص کند بندۂ مصلحت عام را
مقدمہ ثانیہ آنکہ اگر آنحضرت صلی اللّٰہ
علیہ وسلم تنصیص بخلیفہ فرمودہ است
آن خلیفہ صدیق اکبر است لاغیر ثم عمر بعدہٗ
ثم عثمان بعد عمر دلیلش آنکہ بتواتر
معلوم شد کہ صدیق رض و فاروق رض
و ذو النورین رض بادشاہان زمین
بودند و فرمان روائی مے
کردند و مردمان ہمہ با ایشان
معاملہ رعیت با خلیفہ بجا
مے آوردند

متحمل ہو جائے بشر کے علوم سے خارج ہے اور اسی بناء پر
جاہلوں نے کہا لَوْلَا نُزِّلَ الخ (۴۳: ۳۱) یہ قرآن (اگر
کلام الٰہی ہے تو) ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف کے
رہنے والوں) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل
کیا گیا۔ اسی طرح اس شخص کا پہچاننا جو بار خلافت کو اٹھالے
اور مراد حق کو کمال کو پہنچادے بشر کی قدرت میں نہیں ہے۔
یہ سب غیب کی تدبیر ہے جو پردوں کے پیچھے سے بہت سے
کام کرتی ہے اور لازمی ہے کہ پیغمبر اس شخص معین کے بارے
میں ارشاد فرمائے۔ اور اگر ہم فرض کرلیں کہ تعیین کی بعض
انواع کو چھوڑ دے تو ایسا صرف خدا کے متکفل ہونے کے
اعتماد کی بناء پر ہی ہوگا کہ یأبی اللّٰہ الخ یعنی اللّٰہ تعالےٰ
اور مؤمنین بجز ابوبکر رض دوسرے سے انکار کرتے ہیں۔
ظاہر بیں لوگ خلافت کے معنے یہ سمجھتے ہیں کہ ایک شخص
کو اپنی نوع کے لوگوں میں سے فرماں روائی کے لئے صدر
بنادیا جاتے اور اس معنے سے کڑھتے ہیں اور اس صدر نشینی
پر حسد کرنے لگتے ہیں و یأبی اللّٰہ الخ اور اللّٰہ تعالےٰ اپنا
نور پورا کرکے چھوڑتا ہے، اور جو تدبیر غیب کے حقیقت شناس
ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ یہ اصلاح عالم اور ایفائے وعدہ کے لئے
کی جاتی ہے، اور اس خلیفہ بنانے کو ایک بڑی نعمت شمار
کرتے ہیں ع حکمت محض است الخ خالص حکمت ہے اگر جہان
کو پیدا کرنے والے کی عنایت کسی بندے کو مصلحت عام کے لئے
خاص کرلے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم
نے صراحت کے ساتھ کسی خلیفہ کو نامزد کیا ہے تو وہ خلیفہ
صدیق اکبر رض ہیں اور کوئی دوسرا نہیں پھر ان کے بعد عمر رض
پھر بعد عمر رض کے عثمان رض۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ بات تواتر
سے معلوم ہے کہ صدیق رض اور فاروق رض اور ذی النورین رض
ملک کے بادشاہ تھے اور فرمانروائی کرتے تھے اور سب لوگوں کا
معاملہ ان کے ساتھ وہی تھا جو رعیت کا خلیفہ کے ساتھ ہوتا ہے

وبلفظِ یاخلیفۃَ رسولِ اللہ ویا امیرَ المؤمنین
ندا میکردند این قدر را خود موافق و مخالف
ہمہ میدانند پس یک جزو خلافت کہ فرمانروائی
است ایشان را ثابت شد نہ غیر ایشان را پس
از غیر این مسمّین اسم خلافت منتفی شد گفتگوئے
سُنّی و شیعی دران است کہ ایشان درین فرمانروائی
مطیع بودند یا عاصی شارع بخلافتِ ایشان
نص کردہ بود یا بخلافتِ دیگرے یا بر خلافت
ہیچ کس نص نہ فرمود پس میگوئیم اگر نص
شارع برہمین عزیزان بود وایشان موافق
آن نص خلیفہ شدند فبہا واگر نص برائے
دیگری بود وایشان بسینہ زوری خلیفہ شدند و
عاصی گشتند در تصدیِ خلافت قباحتہائے
بسیار لازم می آید تدلیس در کلام ربّ العزت
جلّ و علا و کلام افضل الصلوات والتسلیمات
و کذب متواتراتِ مرویّہ از صادق مصدوق
و اجماعِ امّت مرحومہ بر ضلالت وارتفاع
امن از احکام شرع و عدم قیام حجت تکلیف
بچیزے از احکام بر ہیچ یک از امّت و
مخالفت حکم عقل صراح و تناقض در
مقصود شارع اما تدلیس در کلام ربُّ
العزّت بر تقدیرے کہ ایشان عاصی
باشند در خلافت ازان جہت لازم
مے آید کہ در قرآن عظیم بشارت
بہشت و مدح وثنا و اخبار برضائے
اہلِ بیعت شجرہ و سابقین اولین از
مہاجرین و انصار آمدہ است لَقَدْ رَضِيَ
اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ
تَحْتَ الشَّجَرَةِ

اور سب لوگ اُن کو یا خلیفۃَ رسولِ اللہ اور یا امیرَ المؤمنین کہہ کر
پکارتے تھے۔ اتنی بات موافق اور مخالف سب جانتے ہیں، تو
خلافت کا ایک جزو جو کہ فرمانروائی ہے وہ تو اُن کے لئے ثابت
ہوگیا نہ دوسروں کے لئے اس لئے ان حضرات کے سوا جن کے
نام لئے گئے ہیں دوسرے ناموں کے ساتھ خلافت کا لقب
نہیں لگایا جائے گا اس کی نفی ہوگئی۔ اب گفتگو سُنّی اور شیعی
کی اس میں ہے کہ وہ اس فرمانروائی میں مطیع تھے یا عاصی۔
شارع نے ان کی خلافت پر نص کی تھی یا کسی دوسرے
کی خلافت پر۔ یا کسی شخص کی خلافت پر نص نہیں فرمائی۔
اب ہم کہتے ہیں کہ اگر نص شارع ان ہی بزرگواروں پر تھی
اور وہ اُس نص کے موافق خلیفہ ہوئے تو فبہا۔ اور اگر
نص کسی دوسرے کے لئے تھی اور یہ صاحبان سینہ زوری سے
خلیفہ بن کر عاصی ہوگئے تو اِس تعرّض خلافت (یعنی اس
حیثیتِ خلافت) میں بہت سی قباحتیں لازم آتی ہیں۔ کلام
ربّ العزت جلّ شانہٗ اور کلام افضل الانبیاء علیہ افضل الصلوات
والتسلیمات میں تدلیس (یعنی عیب کو چھپالینا) حضرت صادق
و مصدوق سے متواترات مرویّہ کا جھوٹا ہونا اور امت مرحومہ
کا اجماع گمراہی پر۔ احکام شرع سے امن (اطمینان) کا اُٹھ
جانا۔ احکام میں سے کسی بھی حکم پر مکلّف بنائے جانے کی
حجّت کا کسی بھی اُمتی پر عدم قیام۔ حکم عقل صریح کی مخالفت
مقصود شارع میں تناقض۔ کلام ربّ العزت میں تدلیس
کا بیان اس صورت میں کہ ان بزرگواروں کو خلافت میں
عاصی مانا جائے اُس جہت سے لازم آتی ہے کہ قرآن مجید
میں اُن حضرات صحابہؓ کے حق میں جو مہاجرین و انصار میں
سے سابقین اوّلین میں سے تھے جو بیعتِ شجرہ میں شامل
تھے، جنت کی بشارت اور مدح وثنا اور (اللہ تعالیٰ کے اُن
سے) راضی ہونے کی خبر دی گئی ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ الخ
(۴۸: ۱۸) بیشک اللہ تعالیٰ اُن مسلمانوں سے خوش ہوا
جب کہ یہ لوگ آپؐ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کر رہے تھے

فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ وَّ مَغَانِمَ کَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۝ و شیخین از آن جمله اند پس اگر ایشان غاصب و جابر می بودند تدلیس عظیم باشد و خدای تعالیٰ از تدلیس منزّه است و غیر شیخین از دو حالت بیرون نیستند یا اعانت نمودند یا سکوت ورزیدند اگر اعانت کردند همه ظالم و فاسق باشند زیراکه اعانت ظالم ظلم است قال اللہ تعالیٰ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ و اگر سکوت کردند سکوت بنابر خوف بود یا بغیر خوف اگر بغیر خوف بود همه عاصی شدند و اگر خوف بود آن خوف در جمیع مهاجرین و انصار و اہل بیعتِ رضوان یا اکثر ایشان بود یا قلیلے را از ایشان اگر جمیع را بود یا اکثر را این مقدمه باطل است بالبداهت زیراکه چون مهاجرین یا اکثر ایشان بر صرف خلافت از شیخین کمر می بستند استخلاف ایشان صورت نمی بست و شیخین را بجز مهاجرین و انصار ناصری نبود و اگر اقل را خوف لاحق شده بود اکثر عاصی شدند بمخافتِ آن اقل پس این بشارات بصیغهٔ جمع هزلِ صرف باشد و از آن جهت که اگر صدیق در خلافتِ خود جابر و غاصب بود در حق او آیاتِ داله بر کمال مدح و ثنا و مبشره بدخولِ جنت نازل نمی شد لیکن آیات بسیار باین صفت نازل شد

اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا پس اللہ تعالیٰ نے اُن میں اطمینان پیدا کر دیا اور اُن کو ایک لگے ہاتھ فتح دیدی اور (اس فتح میں) بہت سی غنیمتیں بھی (دیں) جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے؛ اور اُن (بیعت کرنے والوں میں) شیخین بھی تھے تو اگر یہ حضرات غاصب اور جابر تھے تو یہ بہت بڑی تدلیس ہوگی اور خدا تعالیٰ تدلیس سے منزّہ ہے۔ اور شیخینؓ کے علاوہ دوسرے لوگ (جو اس بیعت میں شریک تھے) دو حال سے باہر نہیں ہو سکتے۔ یا تو اُنھوں نے (اس غصب پر) اعانت کی یا چپ ہو رہے۔ اگر اعانت کی تو سب ظالم و فاسق بن جائیں گے کیونکہ ظالم کی اعانت ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ (۳۷: ۲۲) جمع کرو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو۔ اور اگر سکوت کیا تھا تو یہ سکوت بنابر خوف تھا یا بغیر خوف کے۔ اگر بغیر خوف تھا تو سب عاصی ہوگئے۔ اور اگر خوف تھا تو وہ تمام کے تمام مہاجرین و انصار اور اہل بیعت رضوان کو تھا، یا اُن میں اکثر لوگوں کو تھا، یا ان میں سے تھوڑے لوگوں کو۔ اگر سب کو یا اکثر کو تھا تو یہ مقدمہ باطل ہے بالبداہت۔ اس لئے کہ اگر مہاجرین یا اُن کے اکثر لوگ خلافت کے ہٹانے پر کمر باندھ لیتے تو اُن کے استخلاف کی پھر کوئی صورت ہی نہ بنتی۔ اور شیخینؓ کا بجز مہاجرین و انصار کے اور کوئی مددگار ہی نہیں تھا۔ اور اگر تھوڑے لوگوں کو خوف لاحق ہوا تھا تو (دوسری پارٹی والے) "اکثر" لوگ عاصی ہوئے اُن قلیل التعداد لوگوں کو ڈرانے کی وجہ سے تو یہ بشارات جمع کے صیغے کے ساتھ ایک مذاق بن جائیں گی۔ اور اس جہت سے لازم آتی ہے کہ اگر صدیقؓ اپنی خلافت میں جابر اور غاصب ہوتے تو اُن کے حق میں ایسی آیتیں نازل نہ ہوتیں جو اُن کے حق میں بڑی مدح و ثنا پر دلالت کرنے والی اور اُن کو دخول جنّت کی بشارت دینے والی ہیں۔ لیکن اس طرح کی بہت سی آیتیں نازل ہوئیں۔

پس خلافتِ او حق است آما ملازمت
پس ازان جہت کہ مدح و ثنائی شخصے
کہ مبدأ فسادِ عام شود تدلیس است
وخدائی تعالےٰ از تدلیس منزہ است
وبشارتِ کسیکہ مرتکب کبیرہ باشد وبغیرتوبہ بمیرد
نزدیک اشاعرہ قلیل الوقوع است و
نزدیک معتزلہ ممتنع الوقوع وبہر تقدیر
در تنویہ امرے بغیر بیان جلیۃ الحال
تلبیس عظیم است و اگر شارع قصہ از
قصصِ بنی اسرائیل ذکر فرماید وانکار
بران نکند دلیل باشد بر جواز آن کار
از جہت آنکہ تقریرِ او تدلیس است فکیف
ثنا و مدح وبشارتِ بہشت شخصے راکہ در
آخر عمر چنین کارہائی شنیعہ ازوی بظہور
آید سبحانک ہٰذا بہتانٌ عظیمٌ آما بطلان
لازم پس ازان جہت کہ جمعے غفیر از مفسرین
در آیات بسیار ذکر کردہ اند کہ درحق صدیق
نازل شدہ اند و این روایات طرق
بسیار دارد بحیثیتے کہ نزدیک اجتماع
یقین بامر مشترک حاصل شود و چون در
حق صدیق وارد باشند دخول صدیق
دران قطعی باشد در بعض آیات بجز روایاتِ
سلف قرائن بسیار یافتہ میشود کہ سبب نزول
آن حضرتِ صدیق بودہ است اوّل اِلَّا
تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی
الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ
اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا وصاحب در غار باتفاق
موافق و مخالف غیر صدیق نبود

تو اُن کی خلافت حق ہے۔ رہی ملازمت (تدلیس) تو وہ اس
جہت سے ہے کہ کسی ایسے شخص کی مدح وثنا جو فساد عام کا
مبدأ ہو تدلیس ہے اور خدا تعالےٰ تدلیس سے منزہ ہے اور
کسی ایسے شخص کو بشارت دینا جو کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اور
بغیر توبہ مرجائے اشاعرہ کے نزدیک قلیل الوقوع اور معتزلہ کے
نزدیک ممتنع الوقوع ہے (یعنی ایسی بشارت کا وقوع محال ہے)
اور بہرصورت اُن کی رفعت قدر کا ظاہر کرنا اور جو حال جلی
اور واضح ہے اس کو نہ بیان کرنا بڑی تلبیس ہے۔ اور اگر شارع
بنی اسرائیل کے قصوں میں سے کوئی ذکر فرمائے اور اس پر انکار
نہ کرے تو وہ دلیل ہوگا اُس کام کے جواز پر۔ مگر اس صورت
میں کہ اس کی تقریر میں تدلیس کا ظن بھی موجود ہو کیسے جواز
نکل سکے گا۔ غرض ایسے شخص کی ثناء ومدح کا اور اس کو بہشت
کی بشارت کا کیا وزن ہے جس سے آخر عمر میں ایسے بدترین افعال
کا ظہور ہوا ہو۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ۔ رہا بطلان لازم
آنے کا حال تو وہ اس جہت سے ہے کہ مفسرین کی ایک بڑی
جماعت نے بہت سی آیات کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ صدیق
اکبرؓ کے حق میں وارد ہوئی ہیں اور یہ روایات بہت سے طرق
رکھتی ہیں اس حیثیت سے کہ جب اُن کے اجتماع پر نظر کرتے ہیں
تو امر مشترک کا یقین ہوجاتا ہے اور جب کہ وہ سب حضرت صدیقؓ
کے حق میں وارد ہیں تو صدیقؓ کا دخول اس میں قطعی ہوجائے گا
اور بعض آیات میں علاوہ روایات سلف بہت سے قرائن بھی
اس امر کے پائے جاتے ہیں کہ ان کا سبب نزول حضرت صدیقؓ
ہوتے ہیں۔ اوّل اِلَّا تَنْصُرُوْهُ الخ (۹: ۴۰) اگر تم لوگ رسول اللہ
(صلے اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہ کروگے تو اللہ تعالےٰ آپ کی
مدد اس وقت کرچکا ہے جب کہ آپ کو کافروں نے جلا وطن
کردیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ
دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرمارہے تھے
کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالےٰ ہمارے ہمراہ ہے: اور غار
کے رفیق موافق و مخالف سب کے نزدیک صدیقؓ کے سوا اور کوئی نہ تھا

دوم وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَ الْمَسٰكِينَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ۗ أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اشارت است بصدیق رض باتفاق سیوم لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ ؕ قال الواحدی قال الکلبی فی روایۃ محمد بن الفضل نزلت فی ابی بکر تدل علی ہذا انہ کان اول من انفق المال علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اول من قاتل علی الاسلام و قال ابن مسعود اول من اظہر اسلامہ بسیفہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و قد شہد لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بانفاق مالہ قبل الفتح فی احادیث کثیرۃ چہارم فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ قال الواحدی قال عطاء عن ابن عباس یرید ابابکر و عمر والیاان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم علی من عاداہ و نیصرانہ و عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ و صالح المؤمنین قال صالح المؤمنین ابوبکر و عمر پنجم وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰى إِذَا

دوم وَلَا يَأْتَلِ الخ (۲۴: ۲۲) اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیئے کہ یہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردے بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ بالاتفاق اشارہ ہے صدیق اکبر رض کی طرف۔ سوم لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ الخ (۵۷: ۱۰) جو لوگ تم میں سے فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کرچکے اور لڑچکے سب برابر نہیں ہیں۔ الخ۔ واحدی نے کہا کہ کلبی کا قول ہے محمد بن الفضل کی روایت میں کہ یہ آیت ابوبکر رض کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مال خرچ کیا اور پہلے شخص ہیں جس نے اسلام کے لئے جہاد کیا۔ اور ابن مسعود رض نے کہا کہ سب سے پہلے جس نے اسلام کی مدد اپنی تلوار سے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ابوبکر رض۔ اور بہت سی احادیث میں اُن کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح سے پہلے اُن کے مال خرچ کرنے کی شہادت دی۔ چہارم فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ (۶۶: ۴) تو (یاد رکھو) پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبرئیل ہے اور نیک مسلمان ہیں۔ واحدی نے کہا کہ کہا عطاء نے مروی ہے ابن عباس رض سے کہ مراد ہیں ابوبکر رض و عمر رض جو نگہداشت کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دشمن کے مقابلہ پر اور یہ دونوں آپ کی مدد کرتے تھے۔ اور روایت ہے ابن مسعود رض سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قول حق تعالیٰ وصالح المؤمنین میں کہ وہ ابوبکر رض و عمر رض ہیں۔ پنجم وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ (۴۶: ۱۵) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھوڑانا تیس مہینے (میں پورا ہوتا ہے) یہاں تک کہ جب وہ

بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

قال الواحدی قال مقاتل وعطاء والکلبی عن ابن عباس ہذہ الآیۃ نازلۃ فی الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکان حملہ وفصالہ ھذا القدر ویدل علی صحۃ ہذا قولہ حتی اذا بلغ اشدہ الی آخر الآیۃ وقد علمنا ان کثیراً من الناس من بلغ ہذا المبلغ لم یکن منہ ہذا القول وہو ماذکر اللہ عنہ تعالیٰ رب اوزعنی الآیۃ فدل انہ فی انسان بعینہ وہو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومعنی قولہ بلغ اشدہ قال عطاء ثمانی عشرۃ سنۃ وذلک انہ صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو ابن ثمانی عشرۃ سنۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین سنۃ فی تجارتہ الی الشام فکان لایفارقہ فی اسفارہ وحضورہ فلما بلغ اربعین سنۃ ونبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا ربہ فقال رب اوزعنی الہمنی ان اشکر نعمتک علی بالہدایۃ والایمان حتی لم اشرک بک وعلی والدی ابی قحافۃ عثمان بن عمرو وام الخیر بنت صخر بن عمرو قال علی بن ابی طالب

اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس برس کو پہنچتا ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپؐ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے۔ میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں! کہا واحدی نے کہ کہا مقاتل اور عطاء وکلبی نے کہ مروی ہے ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں کہ یہ نازل ہوئی صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور ان کے حمل اور دودھ چھوڑانے کی مقدار یہی (تیس ماہ) تھی۔ اور اس بات کی صحت پر یہ قول بھی دلالت کرتا ہے حتی اذا بلغ اشدہ آخر آیت تک اور ہم جانتے ہیں کہ بہت سے جو عمر کی اس حد کو پہنچتے ہیں اُن سے یہ قول صادر نہیں ہوتا اور وہ جو اللہ نے ذکر فرمایا اُن کی بات کا قال رب اوزعنی الآیہ تو یہ دلالت کرتا ہے کہ ایک فردِ معین انسان کے بارے میں اور وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور اس ارشاد بلغ اشدہ کے معنے میں عطاءؒ نے کہا اٹھارہ سال اور یہ اس لئے کہ وہ مصاحب ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جب کہ وہ اٹھارہ ۱۸ سال کے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیس سال کے تھے جب شام کی طرف تجارت کے لئے گئے تھے پھر وہ کبھی کسی سفر اور حضر میں آپؐ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ پھر جب چالیس سال عمر ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنائے جاچکے تو انھوں نے اپنے رب سے دعا کرتے ہوئے کہا رب اوزعنی یعنی الہمنی ان اشکر نعمتک علی اے میرے رب مجھے الہام کر دیجئے کہ میں آپ کی نعمت کا شکر کروں جو مجھ پر ہوئی ہدایت اور ایمان کی توفیق سے یہاں تک کہ میں نے تیرے ساتھ شرک نہیں کیا وعلی والدی اور میرے والدین پر ہوئی یعنی ابو قحافہ عثمان بن عمرو اور ام الخیر بنت صخر بن عمرو۔ فرمایا علیؓ بن ابی طالب نے

فی ہذہ الآیۃ فی ابی بکر اسلم ابواہ جمیعا ولم یجتمع لاحد من الصحابۃ المہاجرین ابواہ غیرہ اوصاہ اللہ بہما ولزم ذلک من بعدہ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاہُ قال ابن عباس اجابہ اللہ تعالی فاعتق تسعۃ من المؤمنین یعذبون فی اللہ ولم یرد شیئا من الخیر الا اعانہ اللہ سبحانہ واستجاب لہ فی ذریتہ اذ قال وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ولم یبق لہ ولد ولا والد ولا والدۃ الا آمنوا باللہ وحدہ ششم وَالَّذِیْ جَاۤءَ بِالصِّدْقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وَصَدَّقَ بِہٖ ابو بکر واصحابہ وہم المؤمنون الذین صدقوا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم بما جاء بہ من الاسلام اُولٰۤئِکَ ہُمُ الْمُتَّقُوْنَ ہفتم اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَہُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّہَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فی الکشاف قیل نزلت فی ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ حین تصدق باربعین الف دینار عشرۃ باللیل وعشرۃ بالنہار وعشرۃ فی السر وعشرۃ فی العلانیۃ و خدائے تعالی مے فرماید وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقَی

اس آیت کے متعلق کہ یہ ابوبکرؓ کے بارے میں ہے۔ ان کے ماں اور باپ دونوں اسلام لائے اور صحابۂ مہاجرین میں سے کسی کے ماں باپ اسلام پر مجتمع نہیں ہوئے بجز ابوبکرؓ کے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی خدمت کا اُن کو حکم دیا اور ان کے علاوہ اور سب پر بھی لازم کر دیا وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاہُ یعنے میں ایسے نیک عمل کروں جن سے آپ خوش ہوں کہا ابن عباسؓ نے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعاء قبول کی تو انھوں نے ایسے نو مومنین کو (خرید کر) آزاد کیا ہے جن کو اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا۔ اور کسی سبب خیر کا انھوں نے ارادہ نہیں کیا مگر اللہ سبحانہ نے اُن کی مدد کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی اولاد کے بارے میں بھی اُن کی دُعاء قبول کی جو انھوں نے کی تھی وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ (اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے) اور اُن کی اولاد اور والدہ میں سے کوئی باقی نہیں رہا سب اللہ واحد پر ایمان لے آئے۔ ششم وَالَّذِیْ جَاۤءَ بِالصِّدْقِ الخ (۳۹: ۳۳) اور جو سچ لے کر آیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، اور جس نے اس کی تصدیق کی، ابوبکرؓ اور اُن کے اصحاب اور وہ سب ایسے مومنین ہیں جنھوں نے اُس کی تصدیق کی جو اسلام کے بارے میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اُولٰۤئِکَ ہُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (یہی لوگ اہل تقویٰ ہیں)، ہفتم اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ الخ (۲: ۲۷۴) جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں پوشیدہ اور آشکارا۔ کشاف میں ہے کہ کہا گیا کہ یہ آیت نازل ہوئی صدیق رضے اللہ عنہ کے بارے میں جب کہ انھوں نے چالیس ہزار دینار صدقہ کئے دس ہزار رات میں اور دس ہزار دن میں، دس ہزار پوشیدہ اور دس ہزار علانیہ۔ اور خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقَی الخ (۹۲: ۱۷-۱۸) اور اس (جہنم) سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے۔ اپنا مال (محض) اس

الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی مفسران
متفق اند بر آنکہ مراد ازین اَتْقٰی صدیق
اکبر است چون اربعین الف در راہ اسلام
صرف نمود و آیت مکیہ است باتفاق
مفسرین و در مکہ غیر صدیق رض کسے انفاق
باین اسلوب نکردہ است و وجوہ بسیار
دلالۃ میکنند بر آنکہ حضرت مرتضیٰ
مورد آیت نبود زیراکہ مرتضیٰ صغیر
بود در کفالت آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم و مال نداشت تا انفاق کند و
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بر مرتضیٰ رض
منت تربیت داشت بخلاف صدیق
اکبر رض کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بروے
نعمتِ تعلیم اسلام داشت لاغیر و آن
نعمت راجزائی نیست کما قال الانبیاء علیہم
السلام وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ
اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ و چون
مراد ازان صدیق باشد معلوم شد کہ
عاقبتِ او محمود است لقولہ تعالے
وَلَسَوْفَ یَرْضٰی واتقیٰ و مرضے من
عند اللہ فی الحال و الاستقبال اکرم
است و اکرم بہترین اُمت است و بہترین
است احق بالخلافت است و اگر کسے
گوید کہ مراد اینجا جنس اتقے است گوئیم
دخول مورد نص در عموم آیت قطعے
است بر تقدیر تنزل میگوئیم کہ صدیق را
خلافت باعتبار ظاہر حاصل بود بالاتفاق
بحث دران است کہ این خلافتِ حقہ
بود یا نہ و بشہادتِ قصہ ہائی بسیار صدیق

غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہو جاتے؛ مفسرین
اس پر متفق ہیں کہ اس اَتْقٰی سے مراد صدیق اکبر رض ہیں جب
آپ نے چالیس ہزار اسلام کی راہ میں صرف کئے۔ اور باتفاق
مفسرین یہ آیت مکیہ ہے اور مکہ میں بجز صدیق رض کے کسی نے
اس ڈھنگ سے خرچ نہیں کیا ہے۔ اور بہت سے وجوہ اس پر
دلالت کرتے ہیں کہ اشارہ حضرت مرتضیٰ رض کی طرف نہیں ہے
کیونکہ حضرت مرتضیٰ رض کم عمر تھے اور رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی کفالت میں تھے اور مال نہیں رکھتے تھے کہ خرچ
کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت مرتضیٰ رض پر تربیت
کا احسان تھا اس لئے وہ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی کے
مصداق نہیں ہو سکتے) بخلاف صدیق اکبر رض کے کہ وہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے زیر نعمت صرف تعلیم اسلام کی بناء
پر تھے اور کوئی (مالی) وجہ نہ تھی۔ اور اس نعمت کی کوئی
جزا نہیں ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا قول ہے وَمَآ اَسْئَلُکُمْ
عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ (۲۶: ۱۰۹ وغیرہ) اور میں تم سے اس پر کوئی
صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے؛
اور جب (یہ متعین ہو گیا کہ) اس سے مراد صدیق اکبر رض ہیں تو
معلوم ہو گیا کہ ان کی عاقبت محمود ہے اس لئے کہ (اس کے
بعد) اللہ تعالے نے فرمایا وَلَسَوْفَ یَرْضٰی (۹۲: ۲۱) اور
یہ شخص ضرور خوش ہو جائیگا؛ اور جو اتقیٰ اور مرضی
من عند اللہ ہو (یعنے جس کو اللہ کی رضا حاصل ہو) حال میں
اور استقبال میں وہ اکرم (بزرگ تر) ہے اور اکرم بہترین
اُمت ہے اور بہترین اُمت احق بالخلافت ہے (یعنی خلافت
کا سب سے زیادہ مستحق)۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں جنس اتقیٰ
مراد ہے تو ہم جواب دیں گے کہ عموم آیت میں موردِ نص کا
داخل ہونا یقینی ہوتا ہے بر تقدیر تنزل ہم کہتے ہیں کہ حضرت
صدیق رض کو خلافت باعتبار ظاہر تو حاصل ہی تھی جس پر سب کا
اتفاق ہے۔ اب تو اس میں بحث ہے کہ یہ خلافتِ حقہ تھی
یا نہیں اور بہت سے قصوں کی شہادت سے حضرت صدیق رض کا

متصف باین صفات بود پس بشارت بروی صادق باشد و باید کہ آخر کارِ وے محمود بود و آخر کار خلیفہ بود غاصب وجائر نباشد درین خلافت و ازان جہت کہ دو آیت استخلاف اعنی آیہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وآیہ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ ہردو دریک واقعہ فرود آمدہ اند مطلق یکے را دیگر تقیید مے نماید وانچہ از ہردو حاصل شد استخلافِ مہاجرین اولین است و مدح خلافتِ ایشان و بیان آنکہ اگر تمکین فی الارض نصیب ایشان گردد لابد جزء دیگر کہ بآن خلافت راشدہ شود بآن منضم خواہد بود و تقریر این مباحث گزشت و ازان جہت کہ خدائی تعالےٰ مے فرماید قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَھُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِکُمُ اللّٰہُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا کَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝ قال الواحدی اکثر المفسرین علےٰ ان ہٰؤلاء بنو حنیفۃ اتباع مسیلمۃ قال رافع بن خدیج کنا نقرأ ہٰذہ الآیۃ ولا نعلم من ہم حتے دعا ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ الٰی قتال بنی حنیفۃ فعلمنا انہم ہم قال ابن جریج سیدعوکم عمر الٰی قتال فارس تقاتلونہم او یسلمون او یکون

ان صفات سے متصف ہونا ثابت ہے تو بشارت اُن پر صادق ہوگئی اور چاہیئے کہ اُن کا انجام محمود ہو اور آخر نتیجہ یہ کہ خلیفہ (برحق وجائز) ہوں اور غاصب و جائر (ظالم) نہ ہوں۔ اور اس جہت سے (کلام حق میں تدلیس لازم آتی ہے) کہ دو آیت استخلاف یعنی وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور آیت اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ دونوں ایک ہی واقعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ایک کے مطلق کو دوسری مقید کرتی ہے اور دونوں کے مجموعہ سے جو حاصل ہوا وہ مہاجرین اولین کا استخلاف ہے اور اُن کی خلافت کی مدح اور اس بات کا بیان ہے کہ اگر تمکین فی الارض (یعنی ملک پر حکومت) اُن کے حصہ میں آجائے تو ضروری ہے کہ دوسرا جزء کہ جس سے مل کر یہ خلافتِ راشدہ ہوجائے اُس کے ساتھ منضم ہوجائے گا۔ اور ان مباحث کی تقریر (جلد اول میں) گزرچکی ہے۔ اور اس جہت سے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ الخ (۴۸: ۱۶) آپ ان پیچھے رہنے والے ان دیہاتیوں سے یہ کہدیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بُلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو اُن سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہوجائیں سو اگر تم اطاعت کروگے تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض (یعنی جنت) دیگا اور اگر تم (اُس وقت بھی) رُوگردانی کروگے جیسا اس کے قبل رُوگردانی کرچکے ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ واحدی نے کہا کہ اکثر مفسرین اس رائے پر ہیں کہ یہ لوگ (جن کو سخت کہا گیا ہے) بنو حنیفہ تھے مسیلمہ کذاب کے متبعین۔ رافع بن خدیج نے کہا کہ ہم یہ آیت پڑھا کرتے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہیں یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ہم کو بنو حنیفہ کے قتال کی طرف بلایا تو ہم سمجھے کہ وہ یہ لوگ ہیں۔ کہا ابن جریج نے (کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ) تم کو عمرؓ بلائیگا قتال فارس کی طرف کہ تم اُن سے لڑتے رہو یا وہ مطیع ہوجائیں یعنی یا اُن سے

منہم الاسلام فَاِنْ تُطِیْعُوْا ابابکر و عمر یُؤْتِکُمُ اللّٰہُ اَجْرًا حَسَنًا یعنی الجنۃ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا تعرضوا عن طاعتہما کَمَا تَوَلَّیْتُمْ اعرضتم عن طاعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی المسیر الی حدیبیۃ یُعَذِّبْکُمْ فی الآخرۃ عَذَابًا اَلِیْمًا والآیۃ تدل علی خلافۃ الشیخین فان اللہ تعالیٰ وعد علی طاعتہما الجنۃ و علی مخالفتہما العذاب الالیم انتہیٰ وعدہ فرمود کہ در زمانِ مستقبل البتہ داعیے خواہد بود اعراب را بسوئے جہاد کفار و دعوت این داعی سبب وجوب قبول دعوت خواہد بود پس اگر قبول کنند ثواب یابند واگر قبول نکنند معاقب شوند و این لازم بیّن استخلاف حق است و دعوت بجہاد اشہر و اعظم صفات خلیفہ است وخالی نیست ازانکہ این داعی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے ثلٰثہ یا مرتضیٰ یا بنی امیہ یا بنی عباس وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم البتہ داعی نبودند زیراکہ خدای تعالیٰ مے فرماید لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ۔ و این آیہ درقصہ حدیبیہ نازل شدہ است و غزوات آنحضرت بعد حدیبیہ محصور و معلوم است بعد ازان بغزوۂ خیبر برآمدند و کسے از اعراب را دعوت نہ نمودند و بغزوۂ فتح مکہ وحنین این قتال بقوم اُولی بأس نبود زیراکہ این کلمہ دلالت میکند بر مغایر این قوم باقوم اول کہ قریش و حوالی ایشان

اسلام ظاہر ہوجائے سو اگر تم اطاعت کروگے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی تم کو اللہ نیک عوض دے گا یعنی جنت اور اگر تم روگردانی کروگے یعنے ان دونوں کی اطاعت سے اعراض کروگے جیسا اس کے قبل روگردانی کرچکے ہو یعنے اعراض کرچکے ہو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے حُدَیبیہ کی طرف چلنے میں تو وہ تم کو عذاب دے گا آخرت میں سخت عذاب۔ اور آیت خلافت شیخینؓ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طاعت پر جنت کا وعدہ کیا اور ان دونوں کی مخالفت پر عذاب الیم کا۔ ابن جریج کا قول ختم ہوا۔ وعدہ فرمایا کہ زمانہ مستقبل میں البتہ کفار کے ساتھ جہاد کے لئے ایک داعی تم کو بلائے گا اور اس داعی کی دعوت سبب ہوگی قبول دعوت کے وجوب کی پس اگر قبول کریں گے تو ثواب پائیں گے اور اگر قبول نہیں کریں گے تو مُعذَّب ہوں گے اور یہ استخلاف حق کا لازم بیّن ہے اور جہاد کی طرف دعوت خلیفہ کی سب سے زیادہ کھلی ہوئی اور سب سے بڑی صفات میں سے ہے۔ اور دعوت ان احتمالات سے باہر نہیں کہ یہ داعی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے یا خلفاء ثلاثہؓ یا حضرت مرتضےؓ یا بنی اُمیہ یا بنی عباس۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً داعی نہیں تھے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا (۹: ۸۳) تو آپ یہ کہدیجئے کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلوگے اور نہ میرے ہمراہ ہوکر کسی دشمن (دین) سے لڑوگے! اور یہ آیت قصہ حدیبیہ میں نازل ہوئی ہے اور بعد حُدَیبیہ کے جو غزوات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیں اُن سب کا پورا حال منضبط اور معلوم ہے۔ اس کے بعد آپ غزوۂ خیبر کے لئے نکلے ہیں اور آپ نے اعراب میں سے کسی کو دعوت نہیں دی اور غزوہ فتح مکہ اور حُنَین کے لئے آپ نکلے تو یہ قتال کسی قوم اُولی بأس (صاحب قوت شدیدہ) کے ساتھ نہ تھا کیونکہ یہ کلمہ دلالت کرتا ہے اس قوم کی مغایرت پر قوم اول سے جو کہ قریش اور اُن کے گردو پیش کے

باشند وظاہر از اُولی بأس شدید آنست کہ
بہ نسبت قریش شدّت بأس داشتہ باشند و این
معنے در غیر روم وعجم یافتہ نشد و نہ مرتضےٰ زیراکہ
مقاتلاتِ وے رضی اللہ عنہ برائے طلب خلافت
بود نہ بجہتِ اسلام و تقاتلونہم او یسلمون
دلالت میکند برآنکہ آن دعوت کفار است بجہت
اسلام و بنو امیہ و بنو عباس دعوت نکردند
اعرابِ حجاز را بقتالِ کفّار کما ہو معلوم من
التاریخ قطعًا و دعوت صدیقِ اکبر بسوے قتال
اہل شام و عراق بود و دعوت فاروق نیز
بقتال عراق و شام و مصر بود و دعوت ذی
النورین بقتال اہل خراسان و افریقہ و مغرب
واقع شد کما ہو مبسوط فی التاریخ پس دعوت
ایشان واجب الامتثال بود و این صفتِ
خلیفہ حق است و چون حقیتِ ایشان در
دعوت بجہادِ روم و عجم ظاہر شد جمیع احکام
ایشان واجب الامتثال باشند زیراکہ مسلمان
بکلمۂ اسلام مجمع اند بر دو قول جمعے اثبات
وجوب انقیاد ایشان کردہ اند د[illegible]
و جماعہ نفی وجوب انقیادِ ایشان [illegible]
کنند در جمیع احکام فلما بطل الثانے
تعین الاول و ازان جہت کہ خدائے تعالیٰ
مے فرماید یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ
یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ
یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ
اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى
الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىِٕمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ
اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ

لوگ ہیں اور اُولی بأس شدید کے لفظ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ
بہ نسبت قریش کے یہ زیادہ طاقت رکھتے ہوں اور یہ معنے روم
وفارس کے سوا اوروں میں نہیں پائے گئے۔ اور نہ وہ داعی
حضرت مرتضےٰ ؓ تھے کیونکہ آپؓ کے مقاتلات طلب خلافت
کے لئے ہوتے جہت اسلام سے نہیں اور تقاتلونہم او یسلمون
اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قتال کفار کے ساتھ اسلام کی
طرف دعوت کے لئے ہوگا۔ اور بنو امیہ و بنو عباس نے اعراب
حجاز کو کفار سے قتال کے لئے کبھی دعوت نہیں دی یہ بات
تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور صدیق اکبرؓ کی دعوت
اہل شام و عراق سے قتال کے لئے تھی اور حضرت فاروقؓ
کی دعوت بھی عراق اور شام اور مصر سے قتال کے لئے تھی۔
اور ذی النورین کی دعوت اہلِ خراسان و افریقہ و مغرب سے
قتال کے لئے واقع ہوئی جیسا کہ تاریخ میں تفصیل کے ساتھ
مذکور ہے۔ تو اُن کی دعوت کی تعمیل کرنا واجب تھا اور یہ صفت
خلیفہ برحق کی ہے۔ اور جب ان کی حقیت روم وعجم سے جہاد
کے لئے دعوت دینے میں ظاہر ہوگئی تو ان کے تمام احکام
واجب الامتثال ہوں گے۔ کیونکہ جتنے کلمہ گو ہیں وہ دو قول
پر متفق ہیں ایک جماعت تمام احکام میں اُن کی اطاعت کے
وجوب کو ثابت کرتی ہے اور دوسری جماعت تمام احکام میں
ان کی دعوت کے وجوب کا انکار کرتی ہے۔ تو جب کہ دوسرا
قول باطل ہوگیا تو پہلا متعین ہوگیا۔ اور اس جہت سے کہ
خدا تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ الخ
(۵:م ۵) اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے
پھر جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لے آئے گا
جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے
محبت ہوگی۔ مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے
کافروں پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ
کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔
یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ

واسعٌ علیمٌ ۝ واین آیت دلالت می
کند بر آنکہ جماعہ محبوبین کاملین مرضیین
جہاد خواہند کرد با مرتدین و این معنے در زمان
شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر
نہ شد زیراکہ اسود عنسی خروج نکردہ بود و آن
جناب بسوی وے لشکری روان نہ کردہ و نہ
در ایام حضرت مرتضےؓ زیراکہ قتال ایشان
با بُغات یا خوارج اتفاق افتاد نہ مرتدین و
خلفائے بنی عباس و بنی امیہ نیز با ہیچ کیے
از مرتدین بطریق فوج کشی قتال نکردند و
مفہوم از فحوائے آیت جمع رجال و نصب
قتال است پس متعین شد کہ آن موصوفین
صدیق و فاروق و جیوش ایشان بودند و
در عرف عام قتال منسوب میشود بخلیفہ ہر چند
وے خود حاضر واقعہ نباشد و اگر صدیق و
فاروق خلیفہ نباشند جمعے کہ بامر ایشان جہاد
کردند یا بیعت نمودند و باستخلاف ایشان
راضی شدند محبین و محبوبین نبے بودند
و باز این آیت دلالت می کند بر آنکہ این
جماعہ محبین و محبوبین اند و بر مؤمنین
رُحَماء اند و بر کافرین اَشِدّاءُ و
مجاہد باشند و از کسی نہ ترسند و این
ہمہ اوصاف کمال است باز فرمود
ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ
و این دلالت میکند بر کمال فضل و تناہی در ثنا پس ثابت شد کہ
شیخین در ایام خلافت خود با جماعہ کہ اتباع ایشان بودند موصوف
بودند بصفات کاملہ کہ در شریعت بہتر از آن وصفے نیست
و ممدوح و مشمول فضل الٰہی بودند و این معنی لازم استخلاف حق

بڑی وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں؛ اور یہ آیت
اس پر دلالت کرتی ہے کہ محبوبین کاملین کی جماعت جن سے
اللہ تعالےٰ خوش ہوں گے مُرتدین کے ساتھ جہاد کریں گے اور
یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ شریف میں ظاہر
نہیں ہوئی۔ کیونکہ اسود عنسی نے خروج نہیں کیا تھا اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف لشکر روانہ نہیں کیا تھا۔
اور نہ حضرت مرتضےٰؓ کے زمانہ میں کیونکہ ان کو قتال کا اتفاق
باغیوں اور خارجیوں کے ساتھ ہوا ہے نہ کہ مُرتدین کے ساتھ
اور خلفائے بنی عباس و بنی اُمیہ نے بھی مُرتدین کی کسی جماعت
سے بطریق فوج کشی قتال نہیں کیا۔ اور فحوائے آیت سے لوگوں کا
جمع ہونا اور قتال کا قائم ہونا مفہوم ہو رہا ہے تو متعین
ہو گیا کہ جن لوگوں کا وصف اس آیت میں مذکور ہے وہ
صدیقؓ اور فاروقؓ اور اُن کے لشکر تھے اور عرف عام میں قتال
منسوب ہوتا ہے خلیفہ کی طرف اگرچہ وہ موقع جنگ میں
موجود نہ ہو[1]۔ اور اگر صدیقؓ و فاروقؓ خلیفہ نہ ہوں تو جس
جماعت نے اُن کے حکم سے جہاد کیا یا بیعت کی اور اُن کے خلیفہ
بنانے پر راضی ہوئے محبین اور محبوبین نہیں ہو سکتے حالانکہ
یہ آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ یہ جماعت محبین اور
محبوبین ہیں اور مؤمنین پر شفقت کرنے والے ہیں اور
کافرین کے ساتھ تیز ہیں اور یہ سب مجاہد ہوں گے اور
کسی سے نہ ڈریں گے اور یہ تمام اوصاف کمال ہیں۔ پھر
فرمایا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ (یعنی یہ اللہ
کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے) اور یہ آیت دلالت کرتی
ہے کمال فضل اور انتہا درجہ کی ثنا پر تو ثابت ہو گیا کہ شیخین
اپنے ایام خلافت میں مع اس جماعت کے لوگوں کے جو اُن کے
تبع تھے اُن صفاتِ کاملہ کے ساتھ موصوف تھے جن سے بالا
و برتر شریعت میں کوئی صفت نہیں ہے اور ممدوح خدا تھے،
اللہ کا فضل اُن کا شامل حال تھا اور یہ بات استخلاف حق کیلئے

[1] اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے تو اُن مرتدین کا مقابلہ جنھوں نے مدینہ کو گھیر لیا تھا بنفس نفیس خود کیا تھا۔ مرتدین کے ساتھ یہ سب سے پہلی جنگ تھی جس نے اُن کے چھکے چھوڑا دیئے تھے ۱۲ مترجم

ودال بر افضلیت ایشان است واما
لزوم تدلیس در کلام افضل انبیاء علیہ
الصلوٰۃ والسلام بر تقدیرے کہ خلافت
شیخین رض بل مشائخ ثلاثہ جور باشد
ازان جہت است کہ بشارت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بہ بہشت
برائے این بزرگواران در احادیث
بسیار کہ روایت کردہ شد از جماعۃ
عظیمۃ فی کل طبقۃ و ہمہ آن
احادیث علے کثرۃ طرقہا وتشعب
اسانیدہا دلالت میکند بر یک معنی کہ
بشارت است بہ بہشت پس این معنے
بالقطع ثابت شد واگر ایشان فاسق وجائر
باشند لائق بشارت نباشند و بشارت
تدلیس بود و بشارت ایشان مبین میشود در
دہ فصل کہ تقریر آن سابقاً گذشت
واما کذب متواترات مرویۃ از صادق مصدوق
ازان جہت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
در احادیث بسیار خلافت این بزرگواران
اثبات فرمودہ نصًا تارۃً واشارۃً اخرٰی
مجملاً تارۃً ومفصلاً اخرٰی پس این احادیث
اگرچہ ہر یکے خبر واحد است اما چون آن ہمہ را
ملاحظہ کنیم غیر محصور باشد متفق در یک معنے
وآن صحت خلافت ایشان است در وقت
خلافت خویش بیانِ این مجمل آنکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم رؤیا قلیب ذکر نمود
بعد ازان فرمود لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا
بالذین من بعدی ابی بکر وعمر مراد آن است
کہ بالذین یقومان من بعدی

ہے اور اُن کی افضلیت پر دلالت کرنے والی ہے رہا لزوم
تدلیس افضل انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں اس
صورت میں کہ خلافت شیخین رض بلکہ مشائخ ثلاثہ (حضرت
ابو بکر رض وحضرت عمر رض وحضرت عثمان رض) جور (ظلم) ہو وہ
اس جہت سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان
بزرگواروں کو بہشت کی بشارت دینا بہت بڑی جماعت
کی طرف سے ہر طبقہ میں بیشمار احادیث میں روایت کیا گیا
ہے۔ اور یہ تمام احادیث اپنے طریقوں کی کثرت اور اسنادوں
کے پھیلاؤ کے ساتھ ایک ہی معنے پر دلالت کرتی ہیں یعنے
بہشت کی بشارت پر اس لئے اس معنے کا ثبوت قطعی طور
پر ہے اور اگر یہ حضرات فاسق اور ظالم ہوں تو بشارت
کے لائق نہیں ہوں گے اور یہ بشارت تدلیس ہوگی تو
اور اُن کی بشارت کو دس فصلوں میں بیان کیا گیا ہے جن کی
تقریر گزر چکی ہے۔ اور رہا کذب متواترات کا لازم آنا جو
حضرت صادق ومصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی
ہیں وہ اس جہت سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بہت سی احادیث میں ان بزرگواروں کی خلافت کا اثبات
فرمایا ہے۔ کبھی نص کے طور پر، کبھی اشارے کے طور پر،
کبھی مجمل اور کبھی مفصل۔ تو یہ احادیث اگرچہ ہر ایک ان
میں سے خبر واحد ہے لیکن جب ہم ان سب کو ملاحظہ کریں
تو وہ غیر محصور ہو جائیں گی، ایک معنی میں متفق اور وہ
(معنے ہیں) ان حضرات کی خلافت کی صحت اپنی خلافت
کے زمانہ میں۔ اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے قلیب (یعنی پرانے کنویں) والے خواب
کا ذکر کیا (جس میں اپنے اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے
ڈول کھینچنے کا ذکر فرمایا) اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ
میں نہیں جانتا کہ میرا تم میں باقی رہنے کا کتنا زمانہ ہے تو
تمہیں چاہیے کہ میرے بعد ان دونوں یعنے ابو بکر رض وعمر رض
کی اقتداء کرو۔ مراد یہ ہے کہ ان دونوں کی جو میرے بعد

فی مقامی زیراکہ صلہ مخصص و معین موصول
باشد و وجود ایشان بغیر قیام بمقام آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم مخصص و معین این ہردو
نمی تواند شد وصلہ باید کہ مخاطبین موصول را
بآن شناختہ باشند پس دانستہ شد کہ ذکر
رؤیا قلیب و مانند آن مخاطبان شنیدہ بودند
و مراد از اقتدا۔ اقتدا۔ در امور خلافت است
زیراکہ تعلیق اقتدا۔ بلفظے کہ مشعر بخلافت باشد
ایما است بآنکہ اقتدا۔ رعیت بخلیفہ مراد داشتہ
اند در ہمین حدیث تعلیم قرآن وغیرآن بدیگران
حوالہ کردہ شد پس مراد از اقتدا۔ غیر فتوے
تعلیم است وآن نیست الا استخلاف پس حدیث
دال است بر ایجاب انقیاد قوم ایشان را من
جہۃ الخلافۃ وہمین است معنی تشریع استخلاف
وآنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در خطبہ تودیع
کہ امت را بآن تودیع کردند فرمودند
علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین
من بعدی عضوا علیہا بالنواجذ بعد
ازآنکہ رؤیا۔ چند مذکور کردند کہ دال باشد
برآنکہ ولاۃ امر بعد آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم خلفائے ثلثہ خواہند بود
پس گویا فرمودند علیکم بسنتی وسنۃ
ابے بکر و عمر و عثمان پس این قول ایجاب
انقیاد قوم است در انچہ بخلافت متعلق
باشد بایشان و ہو المطلوب وآنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم در احادیث مستفیضہ
خبر دادند کہ بعد وفات وے
صلے اللہ علیہ وسلم خلافت نبوت
و خلافت رحمت خواہد بود

میرے قائم مقام ہوں گے۔ اس لئے کہ صلہ تخصیص اور تعیین
کیا کرتا ہے موصول کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
قائم مقام ہوتے بغیر صرف ان حضرات کا وجود ان دونوں کا
مخصص اور معین نہیں ہوسکتا اور صلہ کو ایسا ہونا چاہیئے کہ
اس کے ذریعہ سے مخاطبین موصول کو پہچان لیں تو معلوم
ہوگیا کہ (اقتدوا کا حکم سننے سے پہلے) مخاطبین رؤیائی
قلیب اور اس جیسی باتیں سن چکے تھے اور (امر اقتدوا میں)
اقتدا۔ سے مراد امور خلافت میں اقتدا۔ ہے کیونکہ اقتدا۔ کو
متعلق کرنا ایسے لفظ کے ساتھ جو خلافت کی جانب اشارہ کرتا ہو
اس بات کی طرف ایماء ہے کہ یہاں اقتدا۔ سے وہ اقتدا۔ مراد
ہے جو رعیت خلیفہ کی کرتی ہے۔ اسی حدیث میں تعلیم قرآن
وغیرہ کو دوسروں کے حوالے کیا گیا ہے پس ان کی اقتدا۔ سے
جو مراد ہے وہ تعلیم اور فتوٰی کی اقتدا۔ سے جداگانہ ہے اور
وہ استخلاف کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس لئے یہ حدیث اس پر
دلالت کررہی ہے کہ قوم پر اُن کی انقیاد و اطاعت بجہتِ
خلافت واجب ہے اور استخلاف کی تشریع کے یہی معنے ہیں
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (آخری خطبہ) خطبۂ
وداع میں جس میں آپؐ نے امت کو رخصت کیا فرمایا ہے
عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الخ یعنی میرے بعد تمہارے
لئے ضروری ہے کہ میرے طریقہ پر اور خلفاء راشدین کے طریقہ
پر چلو۔ اُس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔ (یہ فرمایا) بعد
چند رؤیا ذکر فرمانے کے تاکہ اس پر دلالت کرے کہ بعد آنحضر
صلے اللہ علیہ وسلم کے والی امر تینوں خلفاء ہوں گے۔ تو گویا
یوں فرمایا ہے کہ تم کو لازم ہے میرے طریقہ پر چلنا اور ابوبکرؓ
اور عمرؓ اور عثمانؓ کے طریقہ پر چلنا۔ تو یہ قول قوم پر
اطاعت اُن جملہ امور میں واجب کرتا ہے جن کا تعلق ان کی
خلافت سے ہے اور وہی مطلوب ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے احادیث مستفیضہ میں اس بات کی خبر دی کہ
آپؐ کی وفات کے بعد خلافت نبوت وخلافت رحمت ہوگی

و بعد ازان ملکِ عضوض وانچہ متصل وفات
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واقع شد خلافت
خلفائے اربعہ بود پس خلافتِ ایشان خلافت
نبوت و رحمت باشد و اگر سیر این خلفاء مشابہ
سیرت انبیاء نمی بود یا ایشان بغصب خلافت را
گرفتہ بودند خلافتِ نبوت و رحمت نمی بود و
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در احادیث
مستفیضہ اعلام فرمودند باآنکہ خلافت تا سی
سال است و سفینہ تفسیر کرد آن را بخلافتِ
خلفائے اربعہ و عقل نیز بران دلالت میکند زیراکہ
مطلق ریاست موقت بسی سال نیست پس
این خلفاء متصف بخلافتے بودند کہ غیر ملک
عضوض باشد پس این خلافت ممدوح بود و
خلافتے کہ بغصب و جور باشد ممدوح نمی شود
و در احادیث مستفیضہ وارد شدہ است کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رؤیا قلیب دیدند و
جماعہ از صحابہ نیز بانواعِ مختلفہ رؤیاہا دیدند
ازان جملہ حدیث سبب واصل از آسمان
تا زمین و حدیث تنوط بعض ایشان بہ بعض
و حدیث آشامیدن آب بترتیب و تشویش
یافتن عثمان و باز جمع شدن اسباب برائے
او و حدیث وزن بترتیب الی غیر ذالک
و این ہمہ معبّر است بخلافت و این تفسیر
در بعض بتصریح وارد شدہ و در بعض باشارہ
و در بعض ازان سکوت کردند از اظہار
سخط بلکہ بآن مبتہج شدند پس ازینجا دانستیم
کہ خلافتِ ایشان ظلم و جور نبود و آن
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم در مرض آخر
صدیق رض را امام نماز ساختند

اور اس کے بعد مُلکِ عضوض (مارکاٹ کی بادشاہت) اور جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متصل واقع ہوئی
وہ خلفاء اربعہ کی خلافت تھی تو اُن کی خلافت خلافتِ نبوّت
و رحمت ہوتی اور اگر ان خلفاء کی سیرت انبیاءؑ کی سیرت کے
مشابہ نہ ہوتی یا انھوں نے غصب سے خلافت کو لیا ہوتا تو خلافت
نبوّت و رحمت نہ ہوتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
احادیث مُستفیضہ میں یہ علم عطا فرمایا ہے کہ خلافت کا زمانہ تیس
سال ہے اور سفینہ نے اس کی تفسیر خلفاء اربعہ کی خلافت
کی ہے اور عقل بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مطلق ریاست
کی میعاد تو تیس سال نہیں ہے۔ تو یہ خلفاء ایسی خلافت سے
مُتصف تھے جو مُلکِ عضوض سے مغایرت رکھتی تھی۔ پس یہ
خلافت ممدوح تھی اور جو خلافت کہ غصب و جور کی ہوتی ہے
وہ ممدوح نہیں ہوتی۔ اور احادیثِ مُستفیضہ میں وارد ہوا
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیب (پُرانے کنوئیں)
والا خواب دیکھا۔ اور صحابہ میں سے ایک جماعت نے بھی مختلف
قسم کے خواب دیکھے۔ ان میں سے وہ حدیث ہے جس میں رسّی کا
ذکر ہے جو آسمان سے لٹک کر زمین سے ملی ہوئی تھی اور وہ
حدیث ہے جس میں بعض کا بعض سے لٹکنے کا ذکر ہے (دیکھا تھا
کہ ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
لٹکے ہوتے یعنی جُڑے ہوتے ہیں ۱۲ مترجم) اور وہ حدیث
جس میں ترتیب وار پانی پینے اور عثمانؓ کی تشویش اور پھر
اُن کے لئے اسباب کے جمع ہونے کا ذکر ہے۔ اور وہ حدیث
جس میں ترتیب وار وزن کئے جانے کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ
اور بھی ہیں اور ان سب کی تعبیر خلافت لی گئی اور یہ تفسیر
بعض میں صراحت کے ساتھ وارد ہوئی اور بعض میں اشارے
کے ساتھ اور بعض میں سکوت ہے مگر نہ اظہار ناگواری سے
بلکہ ان سے آپؐ بشاشش ہوتے تو یہاں سے ہم نے جان لیا کہ
ان کی خلافت ظلم و جور کی نہ تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے آخری مرض میں ابوبکر صدیقؓ کو نماز کا امام بنایا

وبامامت دیگری راضی نشدند و این دلالت می کند بر استخلافِ صدیق عقلاً و نقلاً آما عقلاً ازان جہت کہ عادت جاری است بآنکہ بر تخت نشاندن نزدیک موت دلالت بر استخلاف میکند و عقد لوا دلالت بر تامیر مینماید و دوات و قلم دادن دلیل منصبِ وزارت است و این اشارا حکم عبارات دارند مثل اشارہ بدست و سر بجائے لا و نعم وامامت در نماز منصب آنحضرت بود صلے اللہ علیہ وسلم وبہترین امور دین ودنیا پس تسلیم آن بصدیق دلیل باشد بر اقامتِ او مقام خلافت را و آما نقلاً پس ازان جہت کہ ہمہ در وقت عقد خلافت بآن تمسک کردند مثل فاروق و مرتضےٰ و ابو عبیدہ و ابن مسعود و از سائر حاضرین ردّی و انکاری برین استدلال ظاہر نشد پس گویا ہمہ استصواب آن استدلال نمودند و اگر امروز در دلالتِ این فعل خفائے خیال کردہ شود در عصر صحابہؓ خفائے نبود و مثل این اشارات مختلف میشود دلالتِ او باختلاف عادات و عصور و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سائلہ را فرمودند اِن لم تجدینی فأتی ابا بکر و این نیز صریح است در آنکہ خلافت بعد آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بصدیق راجع شود زیراکہ تصرّف در بیت المال و اداے وعدہائے پیغامبر کی از خواص خلیفہ است و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمودند لایبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر و این حدیث دلالت میکند بر خلافتِ صدیق و علماء درین دلالت دو وجہ نقل میکنند قیل لان الخلیفۃ یحتاج الی الاکثار من دخول المسجد لشدۃ احتیاجہ الی ملازمۃ المسجد کی یصلے بہم ویأمرہم ینہاہم

اور کسی دوسرے کی امامت پر راضی نہ ہوئے۔ اور یہ دلالت کرتی ہے صدیق اکبرؓ کے خلیفہ بنانے پر عقلاً اور نقلاً۔ عقلاً تو اس طرح کہ یہ عادت جاری ہے کہ موت کے قریب تخت پر بٹھانا خلیفہ بنانے پر دلالت کرتا ہے اور پھریرا باندھنا امیر بنانے پر دلالت کرتا ہے اور دوات و قلم دینا منصب وزارت کی دلیل ہے اور یہ اشارات عبارات کا حکم رکھتے ہیں۔ جیسے بجائے ہاں یا نہ کہنے کے ہاتھ سے اور سر سے اشارہ کر دینا۔ اور نماز میں امام بننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تھا اور دین و دنیا کے امور میں سب سے بہتر تو صدیقؓ کو اس کا سپرد کر دینا دلیل ہوگی ان کو مقام خلافت پر قائم کرنے کی۔ رہا نقلاً تو وہ اس جہت سے کہ ایک جماعت نے خلافت کے انعقاد کے وقت اس کو دلیل بنایا جیسے حضرات فاروقؓ و مرتضےٰؓ و ابو عُبیدہؓ اور ابن مسعودؓ۔ اور تمام حاضرین میں سے کسی کی جانب سے اس استدلال پر کوئی ردّ و انکار ظاہر نہ ہوا۔ تو گویا سب نے اس استدلال کا استصواب کیا۔ اور اگر آج اس فعل کی دلالت میں کوئی اخفا خیال کیا جاتے (تو کم فہمی ہے جب کہ) صحابہؓ کے زمانہ میں کوئی اخفا نہیں تھا اور اس قسم کے اشارات میں عادات اور زمانوں کے اختلاف سے دلالت مختلف ہو جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سائلہ سے فرمایا کہ اگر تو مجھے نہ پاتے تو ابو بکرؓ کے پاس آجانا۔ اور یہ بھی اس بات کی صریح دلیل ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلافت حضرت صدیقؓ کی طرف راجع ہوگی کیونکہ بیت المال میں تصرّف اور پیغمبرؐ کے وعدوں کو پورا کرنا خلیفہ کے خواص میں سے ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں کوئی کھڑکی ہرگز باقی نہ رکھی جاتے بجز ابو بکرؓ کی کھڑکی کے۔ اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے صدیقؓ کی خلافت پر اور علماء نے اس دلالت کی دو وجہ بیان کی ہیں۔ کہا گیا اس وجہ سے کہ خلیفہ کو بکثرت مسجد میں داخل ہونے کی ضرورت واقع ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو نماز پڑھاتے اور ان میں امر و نہی کرے

ویقضے لہم وکان الناس فی الزمن الاوّل لایقضون الّا فی المسجد وقیل لانّہ اشارۃ الٰی سد رغبات الناس فی الخلافۃ وحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ذکر کردہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریب مرض موت فرمودند لقد ہممتُ ان اَدعو اباکِ واخاکِ الحدیث و این حدیث صریح است در آنکہ مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استخلاف صدیق رضؓ بود و مکروہ میداشتند کہ غیر صدیق بآن رغبت کند لیکن ترک کردند کتابت خلافت بنامِ او واخذ بیعت برائے او بنا بر توکل بر وعدۂ الٰہی و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در جواب بنی مصطلق فرمودند کہ صدقات را بعد من بابی بکر دہند و بعد از وے بعمر و بعد از وی بعثمان و بعد از عثمان ساکت شدند و اخذ صدقات یکی از خواص خلافت است و امر بایتاء صدقات امر است بانقیاد ایشان در امور خلافت و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ خواندند و بعد ازان امر فرمودند صدیق و فاروق را بخواندن خطبہ بترتیب این معنے دلالت مینماید بر خلافتِ ایشان بترتیب زیراکہ خطبہ یکی از لوازم خلافت است نہادن احجار مسجد بترتیب و فرمودن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہُم الخلفاء دلالت می کند بر آنکہ خلافت ایشان منعقد است و مسلمین مامورند بانقیاد ایشان از جہت خلافت و عجب است از کسیکہ بقولہ تعالٰی لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِیۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ استدلال میکند

اور اُن میں فیصلے کرے اور پہلے زمانہ میں لوگوں کی عادت تھی کہ مقدّمات کے فیصلے مسجد کے سوا اور کسی جگہ نہیں کرتے تھے اور کہا گیا کہ اس لئے (یہ حکم دیا تھا) کہ اس سے خلافت کی طرف لوگوں کی رغبتوں کا انسداد مقصود تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت کے قریب فرمایا کہ میں نے قصد کر لیا ہے کہ تیرے باپ اور بھائی کو بلاؤں، آخر حدیث تک۔ اور یہ حدیث صریح ہے اس امر میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود صدیق رضؓ کو خلیفہ بنانا تھا اور آپؐ کو ناگوار معلوم ہوتا تھا کہ صدیق رضؓ کے سوا کوئی دوسرا اس کی رغبت کرے لیکن اُن کے نام پر خلافت لکھدینے اور اُن کے حق میں بیعت لینے کو آپ نے وعدۂ الٰہی پر توکل کی بناء پر ترک کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق کے جواب میں فرمایا کہ میرے بعد صدقات ابوبکر رضؓ کو دیئے جائیں اور اُن کے بعد عمر رضؓ کو اور اُن کے بعد عثمان رضؓ کو اور بعد عثمان رضؓ سے ساکت ہو گئے۔ اور صدقات کا وصول کرنا خلافت کے خواص میں سے ہے۔ اور ان کو صدقات دینے کے حکم سے مقصد امور خلافت میں اُن کی اطاعت کا حکم دینا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد حکم دیا صدیق رضؓ و فاروق رضؓ کو ترتیب خطبہ پڑھنے کے لئے۔ یہ بات دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اُن کی خلافت اسی ترتیب سے ہوگی کیونکہ خطبہ بھی لوازم خلافت میں سے ہے۔ اور مسجد کے پتھروں کا ترتیب کے ساتھ رکھنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ خلفاء ہیں اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اُن کی خلافت منعقد ہے اور مسلمان اس پر مامور ہیں کہ ان کو خلیفہ جانتے ہوئے اُن کی اطاعت کریں۔ اور تعجب ہے ایسے شخص سے جو قول باری تعالٰی لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِیۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ سے (۲: ۲۷۳) (صدقات) اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقیّد ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں الخ!) استدلال کرے

باشتعال املاک ایشان بکفار و بقول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہم الخلفاء۔ استدلال نکند بر ایجاب انقیا وایشان در امور خلافت وگویا مسجد از شعائر اسلام است وصورتِ دین است واساس نہادن آن کنایہ است از قیام بامر دین و این صورت را خدای تعالیٰ ظاہر فرمود تا پیغامبر بر حقیقت امر مطلع شود چنانکہ از نشستن ناقہ مطلع شدند برآنکہ صلح باید کرد واللہ اعلم در رکن خامس در قسم دوم او در شواہد النبوۃ مذکور است قصۂ شخصے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند شتر بار خرما باو داد و فرمود بعد ازمن ابوبکر و بعد از ابوبکر عمر و بعد از عمرؓ عثمان ترا خواہند داد قصۂ اعرابی کہ چند شتر بدست آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بفروخت و آنحضرتؐ بوے فرمودند اگر مرا حادثہ افتد ابوبکر ثمن آن دہد و اگر ابوبکر را حادثہ افتد عمر بدہد روز حنین جندب پرسید کہ گرامی ترین اصحابِ تو کیست کہ قائم مقام تو باشد فرمود ابوبکر قائم مقام من باشد و عمر دوستِ من است براستی سخن میگوید و عثمان از من است وعلی برادر من است در شواہد النبوۃ در کرامات حضرت عثمان مذکور است ابوذر گفت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند سنگریزہ در دستِ خود گرفتند آن سنگریزہا تسبیح گفتند بعد ازان در دستِ ابوبکر نہادند تسبیح گفتند بعد ازان در دست عمر نہادند تسبیح گفتند بعد ازان در دستِ عثمان نہادند تسبیح کردند

اِن کی ملک کے کفار کی طرف منتقل ہونے پر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد هُمُ الْخُلَفَاءُ سے امور خلافت میں اُن کی اطاعت کے واجب ہونے پر استدلال نہ کرے۔ اور گویا مسجد شعائر اسلام میں سے ہے اور دین کی صُورت ہے اور اس کی بنیاد رکھنا کنایہ ہے امر دین کے لئے تیار ہونے سے۔ اور اس صورت کو خدا تعالے نے ظاہر کیا تاکہ پیغمبر حقیقتِ امر سے مطلع ہوجائیں جیساکہ اونٹنی کے بیٹھنے سے اس بات پر مطلع ہوگئے کہ صلح کرلینی چاہیئے، واللہ اعلم۔ اور رکن خامس قسم دوم شواہد النبوت[1] میں ایک شخص کا قصہ مذکور ہے جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چند اونٹوں کے بوجھ کی مقدار کھجوریں عطا فرمائیں اور فرمایا کہ میرے بعد ابوبکرؓ اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ اور عمرؓ کے بعد عثمانؓ تجھے دیتے رہیں گے اور ایک دیہاتی کا قصہ ہے کہ اُس نے چند اونٹ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ فروخت کئے اور آنحضرتؐ نے اُس سے فرمایا کہ اگر مجھ پر کوئی حادثہ واقع ہوجائے تو ابوبکرؓ اُن کی قیمت دے گا اور اگر ابوبکرؓ پر حادثہ پڑجائے تو عمرؓ دے گا۔ حنین کے دن آپؐ سے جندبؓ نے پوچھا کہ آپ کے بزرگترین اصحاب میں سے کون ہے جو آپ کا قائم مقام ہو۔ فرمایا کہ ابوبکرؓ میرا قائم مقام ہوگا اور عمرؓ میرا دوست ہے کہ سچائی سے گفتگو کرتا ہے اور عثمانؓ مجھ سے (خاص تعلق رکھتا ہے) اور علیؓ میرا بھائی ہے۔ اور شواہد النبوت میں حضرت عثمانؓ کی کرامات میں مذکور ہے کہ ابوذرؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں اپنے ہاتھ میں لے لیں تو وہ تسبیح کہنے لگیں (یعنے سبحان اللہ سبحان اللہ کی آواز اُن میں سے نکلنے لگی) اس کے بعد آپؐ نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر رکھدیں تو وہ تسبیح کہتی رہیں۔ پھر عمرؓ کے ہاتھ پر رکھدیں تو وہ تسبیح کہتی رہیں۔ اس کے بعد عثمانؓ کے ہاتھ پر رکھدیں تو وہ تسبیح کرتی رہیں

[1] شواہد النبوۃ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات میں سے مشہور کتاب ہے۔ حق تعالےٰ نے اپنے فضل ورحمت سے اس عاجز کو اس کتاب کے ترجمۂ اُردو کی توفیق عطا فرمائی، اب معمولی اردو خوان بھی اس کے مطالعہ سے مستفیض ہوسکتا ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

و ہم درین محل مذکور است کہ شہیدے از
شہدائے یمامہ بعد مردن تکلم کرد و
گفت محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق
عمر الشہید عثمان ذوالنورین شیخین را
نزدیک خدای تعالیٰ منزلتِ عظیمہ بود
زیادہ از منزلت سائر صحابہ پس
احق بالخلافۃ باشند اما مقدمۂ اولیٰ
پس باحادیث مستفیضہ حدیث مرتضیٰ
و انس وغیرہما ہذان سید اکہول اہل
الجنۃ من الاولین و الآخرین الا
النبیین و المرسلین وحدیث تجلی خاص
بجہت ابوبکر و مصافحہ و معانقہ با فاروق
و حدیث منزلۃ شیخین فوق اہل درجاتِ
علے باشد و اما مقدمۂ ثانیہ پس
ازان جہت کہ از ضروریاتِ دین
است کہ مقصود از عبادات و طاعات
و اشتغال صوفیہ وغیر آن نیست الا
حصول منزلت نزدیک خدای تعالیٰ و انبیاء
فاضل نشدند بر غیر خود و اولیاء بہتر
نشدند از غیر خود الا از جہتِ منزلت
عند اللہ شیخین احب بودند
از سائر صحابہ نزدیک آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پس احق
بالخلافۃ باشند اما مقدمۂ اولےٰ

اور اسی موقع میں مذکور ہے کہ شہداء یمامہ میں سے ایک شہید نے
مرنے کے بعد کلام کیا اور کہا کہ محمد رسول اللہ ہیں ابوبکرؓ صدیق
ہیں عمرؓ شہید ہیں عثمانؓ ذوالنورین ہیں۔ شیخین (ابوبکر
و عمر رضی اللہ عنہما) کا خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا مرتبہ تھا
تمام صحابہ سے زیادہ اس لئے وہ خلافت کے زیادہ حقدار
ہوں گے؛ مقدمۂ اولیٰ (یعنی شیخینؓ کا مرتبہ تمام اصحاب
سے بڑا ہے) احادیث مستفیضہ سے ثابت ہے۔ حضرت علیؓ و انسؓ
وغیرہما کی حدیث ہذان سیدا کہول اہل الجنۃ الخ سے
یعنی یہ دونوں (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نبیین اور مرسلین کے
علاوہ تمام ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہیں اولین میں
سے ہوں یا آخرین میں سے؛ اور اس حدیث سے جس میں ابوبکرؓ
کے لئے خاص تجلی[1] کا ذکر ہے۔ اور فاروقؓ کے ساتھ مصافحہ
و معانقہ کرنا۔ اور وہ حدیث جس کا مضمون یہ ہے کہ تمام بلند
درجات والوں سے شیخینؓ کا مرتبہ بلند[2] ہے۔ رہا مقدمۂ ثانیہ
(یعنے عند اللہ بھی شیخینؓ کا مرتبہ سب سے بڑا ہے) وہ اس جہت
سے ہے کہ یہ بات ضروریاتِ دین میں سے ہے کہ عبادات اور
طاعات اور اشغالِ صوفیہ وغیرہ سے کوئی مقصد نہیں ہوتا بجز
اللہ تعالیٰ کے نزدیک حصول منزلت کے اور انبیاء غیر انبیاء سے
اور اولیاء غیر اولیاء سے صرف منزلت عند اللہ ہی کی بناء پر
افضل ہوتے ہیں (تو شیخینؓ کی افضلیت بھی اسی بناء پر ہوئی
کہ وہ عند اللہ افضل ہیں۔ اور جو عند اللہ سب سے افضل ہو وہ
احق بالخلافۃ ہوگا۔ اس لئے شیخینؓ احق بالخلافت ہیں) شیخینؓ
سب صحابہؓ سے زیادہ محبوب تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
نزدیک اس لئے وہ خلافت کے زیادہ حقدار رہوں گے۔ مقدمۂ اولےٰ

---

[1] یہ حضرت جابرؓ کی حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ اللہ تعالیٰ نے تم کو رضوانِ اکبر عطا کیا۔ بعض اصحاب نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ رضوانِ اکبر کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے عام تجلی فرمائیگا اور ابوبکرؓ کے لئے خاص تجلی فرمائے گا؛ رواہ الحاکم وصححہ ۱۲

[2] حضرت علیؓ و انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعلیٰ درجات والے نیچے درجہ والوں کو اس طرح (روشن) نظر آئیں گے جس طرح تم لوگ اس ستارے کو دیکھتے ہو جو افق پر نظر آتا ہے اور ابوبکرؓ و عمرؓ ان ہی میں سے ہیں اور ان سے زیادہ صاحب نعمت ۱۲ ترمذی۔ ابن ماجہ

پس بحدیث مستفیض از عائشہ قیل لہا ای اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان احبّ الیہ قالت ابوبکر ثم عمر و از عمرو بن العاص قال عائشۃ و من الرجال ابوہا ثم عمر و از انس مثلہ و مراد از حُبّ اینجا حُبّ مقاربت است در منزلت بدلیل قول عائشۃ لوکان مستخلفا لاستخلف ابابکر ثم عمر مقدمہ ثانیہ ازان جہت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نطق بہوا نے کند حبّ او خصوصًا از جہت کمال بہوا نیست پس اَحَبِّیَّت دلالت مےکند برافضلیت - شیخین وزیران آن حضرتؐ بودند و ایشان را بسمع و بصر خود تشبیہ داد و معلوم است کہ اَحذق بامر ملت کسی است کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پست و بلند سیاست را شناختہ باشد و آنکہ عزیز ترین بردم باشد احق است بالخلافۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با شیخین معاملہ کہ امیر با منتظر الامارۃ مے کند می فرمودند و این معاملات اشارت است باستخلاف ایشان ازان جملہ است مشاورت با ایشان در تبلیغ رسالت و تقدیم ایشان در جمیع امور

(یعنی شیخین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب اصحاب سے زیادہ محبوب تھے) ثابت ہے حدیث مُستفیض سے جو عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ اُن سے پوچھا گیا کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کون آپؐ کو سب سے زیادہ احبّ (پیارا) تھا فرمایا کہ ابوبکر رضؓ پھر عمر رضؓ۔ اور عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عورتوں میں سے آپؐ کو کس سے زیادہ محبت ہے؟ فرمایا کہ عائشہ رضؓ سے۔ اور مردوں میں سے؟ (فرمایا کہ) اُس کے باپ سے پھر عمر رضؓ سے۔ اور انس رضؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور حُبّ سے مُراد یہاں پر حُبّ مُقاربت ہے مرتبہ میں۔ اس کی دلیل عائشہ رضؓ کا یہ قول ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ بنانے والے ہوتے تو ابوبکر رضؓ کو بناتے پھر عمر رضؓ کو بناتے۔ مقدمہ ثانیہ (شیخین رضؓ اس لئے آنحضرتؐ کو محبوب تھے کہ یہ احبّ الناس الی اللہ تھے) اس بناء پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام (امور دینی میں) خواہش نفسانی سے نہیں ہوتا تھا (ماینطق عن الہوٰی) آپؐ کی محبت بھی خصوصًا (اُن کے تقرب الی اللہ میں) کمال کی جہت سے خواہش نفس سے نہیں ہے (تو ان کی اَحَبِّیَّت لِلّٰہ کی بناء پر تھی) اس لئے (آپؐ کی) اَحَبِّیَّت شیخین کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔ شیخین رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے۔ اور آپؐ نے ان کو اپنی سمع و بصر سے تشبیہ دی۔ اور یہ صاف بات ہے کہ ملّت کے امور میں سب سے زیادہ تجربہ کار وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سیاست کی اُونچ نیچ پہچان چکا ہو (اس لئے یہ حضرات عزیزِ ملّت تھے) اور جو عزیز ترین ہوگا لوگوں میں وہ خلافت کا حقدار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیخین رضؓ کے ساتھ وہ برتاؤ کرتے تھے جو امیر کا برتاؤ ہوتا ہے منتظر الامارت (ولی عہد)[1] کے ساتھ اور یہ معاملات اشارہ ہیں ان کے استخلاف کی طرف۔ اُن معاملات میں سے یہ ہے تبلیغ رسالت میں ان کے ساتھ مشورے اور ان کو تمام امور میں

[1] مراد یہ ہے کہ رسمی طور پر مثل ولیعہدی مروجہ کے اگرچہ اعلان خلافت نہ فرماتے ۱۲ مترجم

وتبسم بالشان و امر کردن بامامت
در قصۂ بنی عمرو بن عوف و مانند آن
صدیقؓ و فاروقؓ صلاحیتِ خلافت
داشتند و خلافتِ ایشان حق
بود بحدیث حذیفہ ان تستخلفوا
ابابکر الخ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم گواہی دادند صدیق را بآنکہ اوّل
کسے است کہ در جنت داخل شود و
بآنکہ صاحبِ آنحضرت باشد بر حوض
وندا کردہ شود اورا از جمیع دروازہ ھائے
بہشت و بآنکہ وے جدّ کنندہ تر
است در انواع برّ و جبرئیل با
میکائیل در غزوۂ بدر با او بود و کسیکہ
متصف باین صفات باشد اقرب
است بآن حضرت در منزلت و
ہرکہ اقرب باشد بآنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم احق بالخلافۃ
است آن حضرت صلے اللہ علیہ
وسلم خبر دادند کہ فاروق استعداد
نبوّت دارد در قوتِ علمیّہ و
عملیّہ اما عملیہ جائے کہ
گفتند شیطان از وے میگریزد
و رؤیاء قمیص و مانند آن و
این تلو عصمت است و نائب او
است و اما علمیّہ جائے کہ گفتند
الحق ینطق علی لسانِ عمرؓ و
گفتند وے محدّثِ اُمّت است
و رؤیاء لبن و موافقت رائے او با وحی
و این خصلت تلو وحی و نائب اوست

مقدم رکھنا اور ان کے ساتھ تبسم کرنا اور قصۂ بنی عمرو بن عوف
میں ان کو امامت کا حکم دینا اور مانند ان کے (بہت واقعات ہیں)
صدیقؓ و فاروقؓ خلافت کی صلاحیت رکھتے تھے اور ان کی
خلافت برحق تھی حدیث حذیفہ ان تستخلفوا ابابکر الخ سے
(یعنے تم ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا لینا) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے صدیقؓ کے حق میں گواہی دی کہ وہ سب سے پہلا شخص ہوگا
جو کہ جنت میں داخل ہوگا اور اس بات کی کہ وہ حوض پر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہوں گے اور آن کو بہشت کے
تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اور اس بات کی کہ نیکی کی
تمام اقسام میں سب سے زیادہ ٹھیک کام کرنے والوں میں سے
ہیں۔ اور جبرئیلؑ بمعیتِ میکائیلؑ غزوۂ بدر میں ابوبکرؓ کے ساتھ
تھے اور جو شخص کہ ان صفات سے متصف ہوگا وہ مرتبہ میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے۔ اور جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہوگا وہ خلافت کا زیادہ حقدار
ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ فاروقؓ نبوت
کی استعداد رکھتے ہیں قوتِ علمیہ اور عملیہ میں۔ رہا عملیہ تو اس کا
وہ موقع ہے جہاں فرمایا ہے کہ شیطان اس سے بھاگتا ہے اور
قمیص والا خواب (جو کہ حضرت عمرؓ نے دیکھا تھا کہ وہ اتنا بڑا
کرتہ پہنے ہوئے ہیں جو قدموں سے بھی نیچے پہنچا ہوا ہے جس کی
تعبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قوتِ عمل کی فراوانی
سے دی تھی) اور اس کے مانند اور چند خواب (جن کا جلد اول
میں مفصّل بیان گزر چکا ہے) اور یہ قالِ مقام عصمت اور اس کا
نائب ہے۔ رہا علمیہ تو اس کا ثبوت اس ارشاد میں ہے الحق
ینطق علے لسانِ عمر (یعنی عمرؓ کی زبان سے حق جاری ہوتا
ہے) اور فرمایا کہ عمرؓ اس امت کا محدّث ہے۔ اور دودھ والا
خواب (جو حضرت عمرؓ نے دیکھا تھا کہ اتنا دودھ پیا جو انگلیوں
تک پہنچ گیا جس کی تعبیر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے علم
کی فراوانی سے دی تھی) اور ان کی رائے کا ہمیشہ وحی کے موافق
ہونا۔ اور یہ خصلت قائم مقام وحی اور اس کی نائب ہے۔

پس وقتے کہ نبوت منقطع شد احق بالخلافۃ شخصے است کہ استعدادِ او شبیہ باستعداد انبیاء است آنحضرت فرمودہ است صلے اللہ علیہ وسلم ما طلعتِ الشمسُ علےٰ رجلٍ خیرٍ من عمر پس لابد است کہ خیریت او بر ہمہ در وقتے از اوقاتِ عمر او باشد و در آخرِ عمر خلیفہ بود پس خلافت او حق باشد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعاء کردند در حقِ فاروق عِشْ حمیدًا ومُتْ شہیدًا پس اگر غصب وجور کردہ باشد عیشِ حمید کجا میسرش شود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در احادیث مستفیضہ تصریح فرمودہ است خیرُ القرونِ قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یظہر الکذبُ پس اگر صدیق وفاروق وذوالنورین غاصب وجائر می بودند واکثر ناس اعانت می نمودند ایشان را بر ظلم وجور اہل حق نمی بودند وقرن ایشان بدترین قرنہا می بود واما اجتماع امت مرحومہ بر ضلالت از آن جہت کہ اجماع واقع شد بر خلافتِ صدیق وفاروق وہمہ امت با ایشان بیعت کردند معاملۂ رعیت با خلیفہ با ایشان بجا آوردند وبلفظِ خلیفہ وامیر المومنین ندا کردند پس اگر ایشان حقیق بالخلافۃ بودند فہو المطلوب واگر نبودند ہمہ عاصی وفاسق وکاذب وضال شدند وبدترین خلق اللہ باشند ولازم باطل است زیرا کہ خدائے تعالےٰ فرمودہ است کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

توجب کہ نبوت منقطع ہوگئی تو خلافت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس کی استعداد انبیاء کی استعداد کے مشابہ ہے۔

اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آفتاب طلوع نہیں ہوا کسی ایسے شخص پر جو عمرؓ سے بہتر ہو۔ اس لئے ضروری ہوا کہ کوئی وقت اُن کی عمر کے اوقات میں سے ایسا آئے کہ ان کی افضلیت سب پر ثابت ہو اور وہ (اُس) آخر عمر میں خلیفہ ہوں تو ان کی خلافت حق ہوگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فاروقؓ کے حق میں دُعاء کی کہ تو محمود زندگی بسر کرے اور شہادت کی موت پائے، تو اگر اُنھوں نے غصب اور ظلم کیا ہوتا تو عیش حمید (یعنی پاکیزہ زندگی) ان کو کیسے میسّر ہوجاتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ مستفیضہ میں تصریح فرمائی ہے کہ تمام زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو میرے زمانے والوں سے ملیں گے۔ پھر اُن لوگوں کا جو اُن سے ملیں گے پھر کذب کا ظہور ہوگا۔ تو اگر صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم غاصب اور ظالم ہوتے اور لوگوں کی اکثریت ظلم وجور پر اُن کی مدد کرنے والی ہوتی تو وہ اہلِ حق نہ ہوتے اور ان کا زمانہ بدترین زمانہ ہوتا۔ رہا امتِ مرحومہ کا ضلالت پر اجتماع لازم آنا؛ تو وہ اُس جہت سے ہے کہ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت پر اجماع واقع ہوا ہے اور تمام اُمت نے اُن سے بیعت کی اور ان کے ساتھ سب وہی معاملہ کرتے رہے جو رعیت کا خلیفہ کے ساتھ ہوتا ہے اور سب اُن کو لفظ خلیفہ اور امیر المومنین سے پکارتے رہے تو اگر یہ صاحبان خلافت کے حقدار تھے تو وہی ہمارا مقصد ہے اور اگر نہیں تھے تو سب لوگ گنہگار اور فاسق اور جھوٹے اور گمراہ ہوتے ہیں اور (لازم آتا ہے کہ) یہ لوگ بدترین خلق اللہ ہوں۔ اور جو لازم آرہا ہے وہ باطل ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ الخ (۳ : ۱۰۲) جتنی امتیں لوگوں پر ظاہر کی جاچکی ہیں تم اُن سب سے بہتر ہو تم لوگ نیک کام کرنے کا

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وقال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لا تجتمع اُمتی علے الضلالۃ
وقال خیر القرون قرنی الحدیث وازآنجہت
کہ متکلمان بکلمۂ اسلام متفق اند برآنکہ امام
بحق بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صدیق
بود یا مرتضےٰ پس حق خارج نیست ازین دو
قول و مرتضےٰ ترک کرد منازعت باصدیق پس
متعین شد کہ حق صدیق است زیراکہ ترکِ
منازعت خالی از دو حال نیست یا این است کہ
بنا بر تقیہ بود یا بغیر تقیہ تقیہ باطل است زیراکہ
حضرت مرتضےٰ رض بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
عاجز نبود بوجہے کہ امکان مقاومت صدیق رض
نداشتہ باشد ازین جہت کہ شجاع بود بالاتفاق
و بنوہاشم با او بودند و ابوسفیان رئیس بنی
عبدالشمس با او موافق شدہ بود و زبیر با او بود
و حضرت فاطمہ رضے اللہ تعالے عنہا با علوِ منصب
و قرابتِ خود زوجۂ او بود و این ادعیٰ دواعی
است قبولِ ریاستِ اورا و نفوس عوام مطمئن
اند بآنکہ خلافت در اقاربِ خلیفۂ اول باشد
و اگر بغیر تقیہ ترک منازعت نمود عصیان
پیغامبر و خیانت در حقِ امت کردہ باشد و عاصے
و خائن لائق امامت نبود و اگر شیعہ گویند
کہ ہفتاد ہزار از عرب باصدیق بیعت کردہ
بودند و عرب از بیعتِ خود رجوع نمی
کنند باطل است زیراکہ ہفتاد
ہزار با مرتضےٰ رض در ایام خلافت
او بیعت نمودہ بودند باز
رجوع کردند باز بیعتِ ہفتاد
ہزار در یک دفعہ نبود در بیعتِ اول بجز

حکم دیتے ہو اور برے کام سے روکتے ہو۔ اور رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی
اور فرمایا خیر القرون قرنی ، الحدیث ۔ اور اس جہت سے کہ
جس قدر بھی کلمہ گو یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے ہیں وہ
سب اس پر متفق ہیں کہ امام برحق رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے یا علی
مرتضےٰ رضی اللہ عنہ ۔ تو حق ان دو قول سے باہر نہیں ہے ۔
اور حضرت مرتضیٰ رض نے حضرت صدیق رض کے ساتھ امامت میں
منازعت کو ترک کر دیا لہٰذا متعین ہو گیا کہ صدیق رض حق پر تھے
اس لئے کہ ترک منازعت دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو بنا بر
تقیہ تھا یا بغیر تقیہ ۔ تقیہ باطل ہے ۔ کیونکہ حضرت مرتضےٰ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طرح ایسے عاجز نہ تھے کہ صدیق رض
کی مقاومت کی آپ میں طاقت نہ ہو اس لئے کہ بالاتفاق
آپ بہادر تھے اور بنو ہاشم اُن کے ساتھ تھے اور ابوسفیان جو
کہ بنی عبدالشمس کا رئیس تھا وہ اُن کے موافق ہو چکا تھا اور
زبیر اُن کے ساتھ تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا
جن کا بڑا بلند مقام اور (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی
بیٹی ہونے کی وجہ سے) بلند قرابت تھی وہ آپ کی زوجہ تھیں
اور یہ تمام دواعی میں سب سے بڑا داعیہ تھا عوام کے لئے آپ کی
ریاست کو قبول کرنے کا اور (عادۃً) عوام کے نفوس اس
امر پر مطمئن ہوتے ہیں کہ خلافت پہلے حکمران کے اقارب کی
طرف جائے ۔ اور اگر بغیر تقیہ کے منازعت ترک کی ہوتی تو
پیغمبر کی نافرمانی اور امت کے حق میں خیانت کی ہوتی اور عاصی
اور خائن امامت کے لائق نہیں ہوتا ۔ اور اگر شیعہ کہیں کہ ستر ہزار
عرب نے صدیق رض سے بیعت کر لی تھی اور عرب اپنی بیعت سے
رجوع نہیں کرتے باطل ہے ۔ کیونکہ ستر ہزار لوگوں نے
حضرت مرتضےٰ رض کے ساتھ اُن کے زمانہ خلافت میں بیعت کی تھی
اور پھر رجوع کر لیا ۔ اور پھر (صدیق اکبر رض سے) وہ ستر ہزار کی
بیعت ایک ہی دفعہ میں نہیں ہو گئی تھی ۔ بیعتِ اول میں بجز

چند تن بیعت نکردہ بودند پس عاصی شد بترکِ منازعت قبل بیعتِ اول و بعد از وی قبل تمام امر و اگر گویند مشغول بود بماتم پیغامبر گوئیم عاصی شد بترک مصلحت عامہ برای کاری کہ فائدۂ آن مترتب نشد و از آن جہت کہ امت متفق است بر آنکہ امامِ حق بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یکے ازین دو کس بود پس میگوئیم کہ مرتضےٰ رض امام نبود زیراکہ متواتر شد کہ در ایام خلافتِ خود مکرر گفت خیر ہٰذہ الامۃ ابوبکر ثم عمر و این قول او خالی از سہ احتمال نیست قلبِ او با زبان موافق بود درین قول و ہو الحق و بہ یثبت المطلوب یا می دانست خلافِ او لیکن بغیر ضرورت و بغیر تقیہ با جمعے این سخن می گفت و با جمعے خلافِ این پس او مدلس و خائن و امّعہ باشد و مدلس و خائن و امّعہ لائق امامت نباشد یا تقیہ بود و تقیہ در خلافت وجہے ندارد و معہٰذا اگر اکراہے بودہ است می بایست کہ بر قدر اکراہ اکتفا میکرد و چندین مبالغہ نمود و اگر تقیہ باوجود خلافت و شجاعت و شوکت و قیام بقتال جمیع اہل ارض جائز باشد می توان گفت کہ با جمعے کہ با شیخین رض بد مے بودند در خفیہ بنا بر تقیہ انکار شیخین رض مے نمود پس کلام خیر الامۃ متحقق است و خلافِ او

چند تن کے کسی جماعت نے بیعت نہیں کی تھی۔ تو یہ نتیجہ مترتب ہوگا کہ وہ ترک منازعت پر عاصی ہوئے بیعت اول سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی امرِ خلافت کی تکمیل سے قبل۔ اور اگر یہ جواب دیں کہ وہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ماتم میں مشغول تھے تو ہم کہیں گے کہ پھر اس وجہ سے عاصی ہوتے کہ مصلحتِ عامہ ترک کردی ایسے کام میں مشغول ہو کر جس میں کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوا۔ اور (ضلالت پر اُمّتِ مرحومہ کا اجتماع لازم آتا ہے) اس جہت سے بھی کہ امت متفق ہے اس پر کہ امام برحق بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان دو آدمیوں میں سے ایک تھا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت مرتضےٰ رض امام نہیں تھے کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے ایام خلافت میں مکرر فرمایا کہ "اس امت میں سب سے بہتر ابوبکر رض تھے پھر عمر رض۔" اور ان کا یہ قول تین احتمال سے خالی نہیں ہے۔ اس قول میں آن کا قلب زبان کے ساتھ موافق تھا اور یہی حق ہے اور اسی سے مطلوب ثابت ہوتا ہے۔ یا یہ کہ قلب (زبان کے موافق نہیں تھا) وہ اس کے خلاف جانتا تھا لیکن وہ بغیر ضرورت کے اور بغیر تقیہ کے ایک جماعت کے سامنے یہ بات کہدیتے تھے اور دوسری جماعت کے سامنے اس کے خلاف۔ تو (نعوذ باللہ من ذٰلک) آپ مدلس اور خائن اور امّعہ (متلوّن مزاج) ہوتے اور جو مدلس اور خائن اور امّعہ ہو وہ امامت کے لائق نہیں ہوگا۔ یا یہ کہ تقیہ کر رہے تھے اور تقیہ بزمانہ خلافت کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اور اس کے باوجود اگر کوئی اکراہ تھا تو مقدار اکراہ پر اکتفاء کرتے اور اتنا مبالغہ نہ کرتے۔ اور اگر باوجود خلیفہ ہونے کے اور شجاعت اور شوکت کے اور تمام اہل ارض کے مقابلہ پر قتال کے لئے کھڑے ہونے کی استطاعت کے بھی تقیہ جائز ہوگا تو کہہ سکتے ہیں کہ جس جماعت کے سامنے خفیہ طور پر شیخین رض کی برائی کرتے تھے وہ شیخین رض کا انکار بنا بر تقیہ کرتے تھے تو وہ کلام خیر امت والا (یعنی اس امت میں سب سے بہتر ابوبکر رض تھے پھر عمر رض) متحقق (یعنے مظہر واقعیت) تھا اور جو اس کے خلاف تھا

او تقیہ وتلیوان گفت کہ اظہار اسلام و
نماز پنجگانہ خواندن و از دوزخ ترسیدن
ہمہ بنا بر تقیہ مسلمین بود و شک نیست تنفر
قوم بترک اسلام اشد بود از تنفر
بسبب انکار شیخین پس امن از اسلام
او برخاست چہ جائے امامت و این
ہمہ بقباحاتے مے کشد کہ ہیچ مسلمانے
خیال آن نمے تواند کرد پس ثابت
شد کہ خلافت حق صدیق بود و بعد ازان حق
فاروق بہمین دلیل بعینہ و ازان
جہت کہ خلافت خارج نیست از دو شخص
صدیق و مرتضٰی لیکن مرتضٰی بعد
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خلیفہ نبود
پس متعین شد صدیق برائے خلافت دلیل
بر آنکہ حضرت مرتضٰی بعد آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم خلیفہ نبود آن است کہ انعقاد
خلافت بنص شارع می باشد یا بہ بیعت
یا بہ تسلط، اقوال امت ازین سہ بیرون
نیست و ہر سہ در مرتضٰی مفقود بود و در
صدیق موجود اما بیعت و تسلط خود ظاہر است
و اما نص پس ازان جہت کہ اگر نصے در
خلافت حضرت مرتضٰی می بود نزدیک او
یا نزدیک کسے از صحابہ چون دیدند کہ خلافت
از مرتضٰی صرف کردند و برائے غیر او منعقد
ساختند البتہ اظہار آن نص میکردند و ساعی خلافت
را درین کار الزام مینمودند و الا عاصی میشدند و عادت
قاضیہ است بآنکہ صورت آن الزام نقل کردہ
می شد خصوصاً بعد موت شیخین و قیام
مرتضٰی بخلافت و وقوع مشاجرات عریضہ

وہ تقیہ تھا۔ اور پھر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کا ظاہر
کرنا اور پنجگانہ نماز پڑھنا اور دوزخ سے ڈرنا سب مسلمانوں
سے تقیہ کی بنا پر تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ترک اسلام
کی وجہ سے جو تنفر ہوگا وہ بہت سخت ہوگا بہ نسبت اس
تنفر کے جو شیخین رض کے انکار سے ہوسکتا ہے۔ تو ان کے اسلام
ہی کی طرف سے اطمینان اٹھ گیا چہ جائیکہ امامت۔ اور (اس
تقیہ کی بدولت) اس قدر قباحتوں تک نوبت پہنچ جائیگی
کہ کوئی مسلمان ان کا خیال بھی نہیں کرسکتا۔ پس ثابت ہوا
کہ خلافت صدیق رض کا حق تھا اور ان کے بعد فاروق رض کا حق
تھا بالکل اسی دلیل سے (کہ انکار کی صورت میں امت محمدیہ
کا ضلالت پر اجتماع لازم آئے گا) اور اس جہت سے بھی
کہ خلافت دو شخصوں سے خارج نہیں ہے صدیق رض اور
مرتضٰی رض۔ لیکن مرتضٰی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد
خلیفہ نہ ہوتے تو صدیق رض خلافت کے لئے متعین ہوگئے۔ اس
بات پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت مرتضٰی رض
خلیفہ نہیں تھے یہ دلیل ہے کہ خلافت کا انعقاد (ان تین صورتوں
سے باہر نہیں یعنی) نص شارع سے ہوگا یا بیعت سے یا تسلط
(غلبہ) سے، اقوال امت ان تین طریقوں سے باہر نہیں۔ اور یہ تینوں مرتبے حضرت مرتضٰی
میں مفقود تھے اور حضرت صدیق رض میں موجود تھے۔ (ان
میں سے دو صورتیں) بیعت و تسلط تو خود ظاہر ہیں۔ رہی
نص تو وہ اس جہت سے (نہیں ہے) کہ اگر حضرت مرتضٰی رض
کی خلافت میں موجود ہوتی، ان کے پاس ہوتی یا کسی اور صحابی
کے پاس ہوتی تو جب دیکھتے کہ خلافت مرتضٰی رض سے ہٹائی
اور دوسرے کے لئے منعقد کی جا رہی ہے البتہ اس کا اظہار
کرتے اور خلافت کی سعی کرنے والے کو الزام لگاتے، ورنہ
گنہگار ہوتے اور عادت جاریہ کے مطابق اس الزام کی صورت
نقل کی جاتی خصوصاً شیخین رض کی موت کے بعد اور حضرت
مرتضٰی رض کے خلافت پر قائم ہوجانے کے بعد اور بہت کچھ پھیلے
ہوتے باہمی اختلافات کے زمانہ میں (کوئی تو اس نص کا اظہار

و درین صورت البتہ مرتضیٰ بآن نص مطلع میشد و انکار نص نمی کرد لیکن حضرت مرتضیٰ انکار نص برائے خود کردہ است واما ارتفاع امن از احکام شرع ازانجہت کہ اگر خلافت صدیق و فاروق حق نباشد و بغصب و جور آن را گرفتہ باشند ایشان و معاونانِ ایشان فاسق و ضال باشند و اگر چنین باشد از قرآن و سنن امن برخیزد زیرا کہ قرآن جمع کردۂ شیخین است بردست اعوانِ ایشان و سنن اکثر از شیخین و اعوان ایشان مروی است و غیر ایشان چون سکوت کردند از نہی منکر آن سکوت بنا بر تقیہ بود یا بغیر تقیہ اگر بغیر تقیہ بود افسقِ خلق اللہ بودند و اگر بنا بر تقیہ سکوت کردند ہر چہ ایشان بران موافقت کردند دران نیز متہم بتقیہ اند و ہر چہ دران مخالفت کردند و پوشیدند آن غیر مرضی است لقولہٖ تعالیٰ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا و معہذا درین صورت تعارض من غیر ترجیح عارض مے شود پس حجتے بدستِ امت باقی نماند پس ایشان مہمل ماندند و تبلیغے بایشان واقع نشد پس اگر شیعہ گویند حقیتِ قرآن را دانستیم از تلاوتِ ائمہ آن را گوئیم یحتمل کہ بنا بر تقیہ باشد و اگر گویند بنا بر حفظِ الٰہی کما قال وَ إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ گوئیم

کرتا) اور اس صورت میں یقیناً حضرت مرتضیٰؓ اس نص پر مطلع ہوتے اور انکارِ نص نہ کرتے۔ لیکن حضرت مرتضیٰؓ نے تو (یہ فرما کر کہ خیرِ اُمّت ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ) اپنے حق میں خود نص کا انکار کر دیا ہے۔ اور رہا احکامِ شریعت سے اطمینان کا اُٹھ جانا تو وہ اس جہت سے ہے کہ اگر صدیقؓ و فاروقؓ کی خلافت حق نہ ہو اور انھوں نے اُس کو غصب اور جور سے لیا ہو تو وہ اور اُن کے معاون فاسق اور گمراہ ہوں گے اور اگر ایسا ہوگا تو قرآن اور حدیث سے بھی امن اُٹھ جائے گا کیونکہ قرآن شیخین کا جمع کرایا ہوا ہے اپنے مددگاروں کے ہاتھوں سے اور احادیث اکثر شیخینؓ اور اُن کے مددگاروں سے مروی ہیں۔ اور دوسرے لوگوں نے نہی منکر سے سکوت کیا تو یہ سکوت یا تو تقیہ کی بنا پر تھا یا بغیر تقیہ کے۔ اگر بغیر تقیہ کے تھا تو سب لوگ خلق اللہ میں سے سب سے بڑے فاسق ہوئے۔ اور اگر بر بنا۔ تقیہ سکوت کیا تو جس چیز پر ان لوگوں نے موافقت کی اس میں بھی تقیہ پر متہم ہوں گے اور جس چیز میں مخالفت کی اور چھپایا وہ حق تعالےٰ کے اس قول کی بنا پر غیر مرضی (ناپسندیدہ) ہے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي الخ (۲۴: ۵۵) اور جس دین کو اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو اُن کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا اور اُن کے اس خوف کے بعد اس کو مبدّل بہ امن کر دے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس صورت میں ترجیح بلا مرجح بھی عارض ہوگی۔ (کہ نہ اظہار کے لئے کوئی مرجح ہے اور نہ اخفاء کے لئے) تو اُمّت کے لئے (اصولِ دین کے ثبوت کے لئے) کوئی حجّت ہی باقی نہ رہی۔ نتیجہ یہ پیدا ہوگا کہ یہ لوگ مہمل ٹھہرے اور کوئی تبلیغ ان سے واقع ہی نہیں ہوئی۔ اب اگر شیعہ یہ کہیں کہ ہم نے قرآن کے حق ہونے کو ائمہ کی تلاوت سے جانا تو ہم کہیں گے کہ یہ احتمال موجود ہے کہ یہ تلاوت بنا بر تقیہ ہو رہی ہو۔ اور اگر یہ کہیں کہ حقیقتِ قرآن کو ہم نے حفظِ الٰہی کی بنا پر جانا جیسا کہ ارشاد ہوا ہے وَ إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (۱۵: ۹) اور ہم اس کے محافظ (اور نگہبان) ہیں ہم کہیں گے کہ

ازینجا معلوم شد کہ بر حفظ الٰہی اعتماد مے توان نمود پس امام معصوم چرا لازم شود اگر گویند حقیت ائمہ دانستیم بمعجزہ۔ گوئیم نقل ہیچ معجزہ بطریق تواتر یا شہرت یا استفاضہ ثابت نشد و اگر چیزے از کرامت ثابت است بطریق واحد بغیر تحدّی است و مثل آن از شیخین منقول است این سخن را اندکے کشادہ تر باید دانست قیام حجت تکلیف بغیر معرفت مکلّف صحیح نیست و آن معرفت بدون نقل از صاحب شرع صورت نہ بندد وچون عقل را در پے تفصیل نقل بستیم بالضرورۃ حکم کند بآن کہ نقل بر دو نوع مے تواند بود نوعے کہ در شرع آن را برہان میتوان گفت عندکم فیہ من اللہ برہان و یقینے کہ ماخوذ در شرائع است نہ یقینے کہ متکلمان زبان بآن می کشایند باین نوع از نقل مربوط است و سنن و ابتداع بر موافقت و مخالفت آن نوع منوط و تفرقِ محرّم واختلاف قبیح اختلاف امت است درین نوع وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا الآیہ من احدث فی دیننا ما لیس منہ فہو ردٌّ محمول است برین نوع واین نوع عبارت است از نص صحیح کتاب اللہ وحدیثِ مشہور حضرتِ سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ بطریقِ متعددہ بروایتِ رجال عن رجال فی کل طبقۃ بہم رسد ودر حکم حدیث مشہور است خبر واحد کہ

یہاں سے معلوم ہو گیا کہ حفاظتِ الٰہی پر اعتماد کر سکتے ہیں تو امام معصوم کا وجود کیوں لازم ہوا (کہ اس سے قراءت صحیح کر کے آپ قرآن کی حقیقت کو سمجھیں) اگر کہیں کہ ائمہ کی حقیقت کو ہم نے معجزہ سے جانا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کوئی معجزہ (ان حضرات ائمہ سے) بطریق تواتر یا شہرت یا استفاضہ ثابت نہیں ہوا اور اگر کرامت کی کوئی بات ثابت ہے تو وہ بطور خبر واحد کے ہے اور بغیر تحدّی (مخالف کو للکارنے) کے۔ اور اس قسم کی باتیں شیخین رضی سے بھی منقول ہیں۔ اس بات کو تھوڑی وضاحت کے ساتھ سمجھ لیا جائے۔ جاننا چاہیئے کہ مکلّف قرار دینے کی حجت کا قیام، مکلّف بہٖ کی معرفت کے بغیر صحیح نہیں۔ اور یہ معرفت حاصل ہونے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ صاحبِ شرع سے منقول ہو۔ جب ہم نقل کی تفصیل پر غور کرتے ہیں تو عقل ضروری قرار دیتی ہے اس امر کو کہ نقل کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جس کو شریعت میں بُرہان کہہ سکتے ہیں۔ عندکم فیہ من اللہ بُرْهَانٌ (اس بارے میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کوئی دلیل ہے) اور جو یقین کہ احکامِ الٰہی میں معتبر مانا جاتا ہے (نہ وہ یقین جس کو متکلمین یقین کہتے ہیں) نقل کی اسی نوع سے متعلق ہے۔ اور شریعت کے مطابق ہونا اور بدعت ہونا وہ اسی نوع کی موافقت اور مخالفت سے مربوط ہے۔ اور وہ تفرّق جو کہ حرام کیا گیا ہے اور وہ اختلاف جو کہ بُرا ہے وہ اُمت کا اختلاف ہے اس نوع میں وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ (۳: ۱۰۵) اور تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے باہم تفریق کر لی اور باہم اختلاف کیا الخ) اور یہ ارشاد کہ) مَنْ أَحْدَثَ الخ جس نے ہمارے دین میں نئی بات بڑھائی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔ وہ اسی نوع پر محمول ہے۔ اور یہ نوع عبارت ہے نصِ صریح سے جو کتاب اللہ کی ہو اور حضرت سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث مشہور ہو جو کہ اسنادِ متعددہ سے ایک راوی کی روایت دوسرے راوی سے ہوتی ہوئی ہر طبقہ میں چلی آ رہی ہو، اور ایسی خبر واحد

قرائن آن را بمرتبۂ یقین رساند و این قرائن
مفہوم مخالف و موافق کتاب اللہ باشد یا
حکم صریح عقل بر حسب مضمون خبر یا قیاس
بر اصول شتّٰی و مانند آن و اجماع امتِ مرحومہ
خصوصاً اجماع طبقۂ اولیٰ از امت و قیاس
جلی بر این امور مذکور و نوع دیگر در اخبار احاد
کہ در دار و گیر اختلافِ علماء در تصحیح و
تضعیف افتادہ و اقیسۂ متعارضہ و اخبار
متخالفہ کہ امت در تطبیق آنہا شذر و مذر
رفتہ اند و استدلالات ضعیفہ کہ عقول
در رد و قبول آن گفتگو کردہ و حکم این
نوع آن است کہ درین مسائل ہمت خود
را بموافقتِ صاحبِ شریعت صرف باید
نمود ہرچہ بعد استفراغ جہد مظنون ما باشد بران
عمل باید کرد این حکم کلّی نیز باجماع امت دریافتیم
مختلفان درین نوع ہمہ مصیب اند یا یکی
مصیب دیگر مخطی معذور بناءً علی اختلافہم
فی ذلک علی قولین تفسیق را درینجا مجال نیست
و اختلافِ امت درین نوع رحمت است و
وسعت است و این نیز بضرورت حکم عقل
معلوم است کہ متأصّل در تکلیف نوع اول
است و قسم رابع از نوع اول کہ قیاس جلی
است متفرع است بر سہ قسم اول کسیکہ خلافتِ
شیخین رض بلکہ مشایخ ثلاثہ را منکر است و این
بزرگواران را بفسق و کفر مطعون می سازد
خاک در دہنِ او و در حقیقت تیشہ بر پاے
دین زدہ است و خلع ربقۂ دین
از رقبہ خواستہ است زیرا کہ
کتاب اللہ جمع شیخین است

جو حدیث مشہور کے حکم میں ہو جس کو قرائن یقین کے مرتبہ میں
پہنچا دیں اور (ان قرائن کی تفصیل یہ ہے کہ) یہ قرائن کتاب اللہ
کا مفہوم مخالف اور موافق ہوں گے یا عقل کا حکم صریح اس
خبر واحد کے مضمون کے مطابق ہو یا مختلف اصولوں وغیرہ پر
قیاس کے مطابق ہو۔ اور اجماع امت مرحومہ خصوصاً امت
کے طبقۂ اولیٰ کا اجماع۔ اور ان امور مذکورہ پر قیاس جلی۔
دوسری قسم وہ اخبار احاد ہیں جن کے قبول و عدم قبول میں
صحت و ضعف روایات کی وجہ سے علماء میں اختلاف واقع
ہوا اور ایک دوسرے سے تعارض اور اختلاف رکھنے والے قیاسات
جو ان اخبار کی تطبیق میں زیر بحث آئے جن میں امت کو الجھنیں
پیش آئیں اور استدلالات ضعیفہ ہیں جن میں عقول نے ان کے
رد یا قبول پر غور کیا۔ اور اس نوع کا حکم یہ ہے کہ ایسے مسائل
میں اپنی ہمت کو صاحب شریعت کی موافقت میں مصروف
رکھنا چاہیئے جو کچھ بھی ہماری جد و جہد کے انتہائی درجہ تک پہنچنے
کے بعد ظنِ غالب ہو اس پر عمل کر لینا چاہیئے۔ یہ حکم کلی بھی
ہم نے اجماع امت سے پایا ہے۔ اس نوع میں اختلاف رائے
رکھنے والے سب مصیب ہیں یا ایک مصیب ہے اور دوسرا مخطی معذور
جیسا کہ اس مسئلہ میں علماءِ امت کے دو مختلف قول
پائے جاتے ہیں۔ یہ وہ موقع ہے جس میں کسی کے حق
میں فسق کا حکم لگانے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس نوع میں
اختلافِ امت رحمت ہے اور (اس اختلاف میں کافی گنجائش
ہے۔ اور بضرورت حکم عقل معلوم ہے کہ تکلیف شرعی کے
بارے میں اصلی شے نوع اول ہے۔ اور نوع اول کی قسم
رابع یعنی قیاس جلی پہلی تین قسموں پر متفرع ہے۔ جو شخص
کہ خلافت شیخین بلکہ ہر سہ مشائخ کی خلافت کا منکر ہے اور
اس کے منہ میں خاک کہ یہ ان بزرگواروں کو فسق اور کفر
سے مطعون کرتا ہے۔ درحقیقت ایسے لوگ دین کی جڑ پر کلھاڑا
چلاتے ہیں اور دین کی بندش کو ان لوگوں نے اپنی گردن
سے ہٹا دینا چاہا ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ شیخین کی جمع کی ہوئی ہے۔

وسبب اتفاق عالم بران ذو النورین است اگر ایشان خلافت را بہ غصب وجور گرفتہ بودند و منصوص علیہ بالخلافۃ را ترسانیدہ بودند و فریضہ از فرائض اللہ ترک کردہ اند افسق خلق اللہ باشند و بدترین ناس و ہمچنان معاونانِ ایشان پس نقل ہر واحد از ایشان قابل اعتماد نماند و اگر تواتر را اعتبار کنیم مطلب ما حاصل است زیرا کہ ثبوت خلافت این عزیزان بہ نقل متواتر متحقق است و اگر نقل چندکس کہ بزعم این ملحدان منکر خلافتِ خلفاء بودند بشنویم ازان نام بردہا نقل قرآن و احکام ثابت نہ شد و نہ بطریق خبر واحد و اگر بالفرض مروی باشد بضعیف ترین نقل خواہد بود کہ ہیچکس از مہرۂ علم آنہا نمیداند و باین قدر نوع اول از نقل ہم نمی رسد و احادیثِ مشہورہ نقلِ مشائخ ثلاثہ و اعوانِ ایشان و قائلان بخلافتِ ایشان است پس نقل ہر واحد از ایشان قابل اعتماد نباشد و اگر تواتر را معتمد سازیم تیر ایشان ہم در سینۂ ایشان باز گشتہ باشد وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ و اجماع امت کلمہ ایست مجمل چون آن را برشگافیم در غیر زمان خلفائے ثلاثہ متحقق نشدہ و بغیر حکم ایشان منعقد نگشتہ پس آن را ہیچ اعتبار نباشد بالجملہ در دستِ ما ہیچ چیز از شریعتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از نوع اول

اور تمام عالم اسلام کو اس پر متفق کرنے کا سبب ذو النورین ہیں۔ اگر ان حضرات نے خلافت کو غصب و جور سے لیا تھا اور جس کے حق میں خلافت منصوص تھی اُس کو خائف کر دیا تھا اور اللہ کے فرائض میں سے ایک فریضہ ترک کر دیا تھا تو یہ صاحبان اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑے فاسق اور بدترین لوگ ہوتے اور ان کے معاون بھی ایسے ہی ہوتے۔ تو ان میں سے ہر ایک کی نقل ناقابل اعتماد ہو جاتی ہے اور اگر ہم تواتر کا اعتبار کریں تو ہمارا مطلب حاصل ہے کیونکہ ان عزیزوں کی خلافت کا ثبوت نقل متواتر سے متحقق ہے اور اگر چند ایسے لوگوں کی نقل ہم سُنیں جو کہ ان ملحدین کے گمان میں منکر خلافتِ خلفاء تھے تو اُن صاحبوں سے جن کے نام یہ لیتے ہیں قرآن اور احکام کی نقل ثابت نہیں ہوتی۔ اور نہ بطریق خبر واحد ان سے ثابت ہے اور اگر بالفرض مروی بھی ہو تو وہ ضعیف ترین نقل ہوگی کہ ماہرین علم میں سے کوئی شخص بھی اس کو نہ جانتا ہوگا اور اس نقل کا مرتبہ اُس نوع اول کی نقل کے مرتبہ کو کہاں پہنچتا ہے اور احادیث مشہورہ مشائخ ثلاثہ رض کی نقل کی ہوئی ہیں اور ان کے مددگاروں کی جو اُن کی خلافت کے قائل تھے۔ تو اُن (رُواۃ شیعہ) میں کسی کی نقل اعتماد کے قابل نہ ہوگی۔ اور اگر ہم تواتر کو معتمد قرار دیں تو یہ اُن کا پھینکا ہوا تیر اُن کے سینہ میں لوٹایا جا چکا ہے[1] (یعنی اگر تواتر کو معتبر مانتے ہو تو نقل متواتر سے مشائخ ثلاثہ کی خلافت بھی ثابت ہے) وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ اور اجماعِ اُمت ایک مجمل کلمہ ہے جب ہم اس کا تجزیہ کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ رض کے علاوہ کسی زمانہ میں یہ متحقق نہیں ہوا اور اُن کے حکم کے بغیر کبھی منعقد نہیں ہوا۔ تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ ہمارے ہاتھ میں شریعت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نوع اول کی

[1] یہ شیعوں کے جواب پر تنقید ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ دین کا ثبوت شیخین رض اور ان کے متبعین کی روایات میں منحصر نہیں ہے۔ دین کا ثبوت تواتر سے ہے۔ اس پر فرماتے ہیں کہ اگر تواتر کو مانتے ہو تو ان حضرات کی خلافت کا ثبوت بھی تواتر سے متحقق ہے ۱۲

نباشد وامت بظنون خود را عمل کنند ثبوت عمل
بمظنون در جزئیات شریعت ثابت نیست الا
باجماع طبقۂ اولے پس آن نیز متحقق نباشد
پس ہیچکس الیوم مکلف بحکم شرعی نیست لعنۃ
اللہ والملائکۃ والناس اجمعین علیٰ ہذہ العقیدۃ
الباطلۃ۔ اما مخالفت حکم عقل صراح از انجہت
کہ بعثتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بشریعتِ غرّا
نعمتِ عظیمہ و لطفِ جسیم است و قتالِ بنی آدم
کہ لذاتہٖ قبیح بود برائے ہمین مصلحت تجویز کردہ
شد پس اگر تمام امّت آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم بعدِ وی از ایمان برآمدہ باشند و راہِ
ضلالت پیمودہ مگر جمعے اندک در غایت قلت
این نعمت نعمتِ عظیمہ نباشد و قتال برائے
ہمین فائدہ کہ در زمان آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم مسلمان شوند و عنقریب از ایمان برآیند
یا برائے صورتِ اسلام بدون آنکہ در آخرت
نفعے دہد غبنِ عظیم بود و قبح فاحش و اگر ایشان
یا اکثر ایشان بر حق بودند چرا انکار منکر نکردند
و چرا تسلیم جائر و غاصب نمودند درین
مقام عقلِ خود را اندکے حَکَم باید ساخت آن
مجاہدہا کہ جناب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
در پے اعلاء کلمۂ اسلام کشیدند برائے ہمین
قدر بود کہ جماعۂ مسلمین از یک در اسلام
در آیند و از درِ دیگر بدر روند و این قدر آدمیان
را کشتند و غارت کردند و نساء و ذرّیۂ
ایشان را اسیر گرفتند برائے ہمین بود
کہ تلفظ بلفظِ اسلام کنند و در آخرت بہرہ
نیابند و اگر شیعہ گویند کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم باستخلافِ مرتضیٰ رضؓ

کوئی چیز نہ ہوا اور امت کے لوگ اپنے اپنے ظن وگمان پر عمل کرتے
رہا کریں۔ اور ثبوت عمل مظنونات پر جزئیاتِ شریعت میں ثابت
نہیں ہے مگر طبقۂ اولے کے اجماع سے اور وہ بھی متحقق نہ رہے
تو کوئی شخص آج حکم شرعی کا مکلف نہیں ہے۔ اس عقیدہ باطلہ
پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت۔
رہی عقل خالص کے حکم کی مخالفت (یعنی ایسی عقل جو تعصب اور
ضد وغیرہ آلائشوں سے پاک ہو) تو وہ اس جہت سے ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو شریعتِ غرّا دے کر مبعوث فرمانا ایک
نعمتِ عظیمہ اور بہت بڑا لطف ہے اور بنی آدم سے قتال کرنا جو
قبیح لذاتہ تھا اسی مصلحت کے لئے جائز کیا گیا۔ تو اگر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام اُمت کے لوگ آپ کے بعد ایمان سے
خارج ہوجائیں، اور گمراہی پر چلنا شروع کردیں بجز ایک تھوڑی
سی جماعت کے جو غایت درجہ کمی میں ہو تو یہ نعمت ایک نعمتِ
عظیمہ نہ ہوگی اور قتال صرف اتنے فائدہ کے لئے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو مسلمان ہوجائیں اور تھوڑے
زمانہ کے بعد ایمان سے نکل جائیں۔ یا اسلام کی صرف صورت
کے لئے بغیر اس کے کہ وہ آخرت میں کوئی نفع دے، بہت بڑا
نقصان اور کھلی ہوئی برائی ہے۔ اور اگر یہ سب لوگ یا ان
میں کے اکثر حق پر ہوتے تو انکارِ منکر کیوں نہ کرتے اور کیوں
جائر (ظلم کرنے والے) اور غاصب کے آگے گردن جھکا دیتے۔ اس مقام
میں تھوڑی دیر کے لئے عقل کو حَکَم بنانا چاہیئے وہ بہت سے
مجاہدے جو جناب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلاء کلمۃ
اسلام کے لئے کھینچے بس اتنی سی بات کے لئے تھے کہ جماعت مسلمین
ایک دروازے سے تو اسلام میں داخل ہوں اور دوسرے
دروازے سے باہر نکل جائیں اور اس قدر آدمیوں کو جو قتل
کیا اور غارت کیا اور ان کی عورتوں کو اور اولاد کو گرفتار کرکے
قیدی بنایا بس اسی بات کے لئے تھا کہ کلمہ اسلام کو زبان سے
کہدیں اور آخرت میں کوئی حصہ نہ پائیں۔ اور اگر شیعہ یہ
کہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت مرتضےٰ رضؓ

و اولادِ او خیریت جمیع مسلمین ارادہ فرمودہ
در دنیا و آخرت و ایشان باختیار خود باخافۃِ
امام برخود ستم کردہ اند جواب میگوئیم مقتضائے
صراحِ عقل آن است کہ ترتیب موجودات و
تسلط بادشاہان و مانند آن برحسب عنایت
اولیٰ اصل است بمنزلۂ طعام و الہام علومِ
حقہ و سُننِ راشدہ برائے اصلاحِ عالَم
در دل ازکیٰ خلق اللہ و از انجا اجرائے
آن علوم در دلِ حوارین و از انجا در دلِ عوام
ناس طبقۃً بعد طبقۃٍ اصلاح است بمنزلۂ
نمک در طعام پس شرائع ہمہ باندازۂ استعدادِ
کائنات خارجی واقع است ہرگز در حکمتِ حکیم
اعلیٰ جلّ مجدہٗ گنجائش ندارد کہ مدارِ تحقق
لُطفِ الٰہی کہ مقتضی ارسال حضرتِ پیغامبر
ما بودہ است صلی اللہ علیہ وسلم بعد خلافتِ
مرتضیٰ و اولاد او را سازند حال آنکہ در
عنایتِ اولیٰ مقرر بود کہ ہیچ گاہ
حضرت مرتضیٰ رضی و اولادِ او تا دامانِ
قیامت منصور نشوند و ہیچ گاہ
خلافتِ ایشان علیٰ وجہہا صورت نگیرد
بلکہ از میان ایشان ہر کہ دعوت بخود
کند و سر بقتال برآرد مخذول بلکہ
مقتول گردد خدائے تعالیٰ مے فرماید
وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا
الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ
وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝
والخلفاء الذین ہم خلفاء الانبیاء
حقاً اُسوۃ المرسلین فہم المنصورون
وہم الغالبون

اور اُن کی اولاد کو خلیفہ قرار دینے سے تمام مسلمانوں کے لئے
دنیا و آخرت میں خیریت کا ارادہ فرمایا اور انھوں نے اپنے
اختیار سے امام کو خائف بنا کر اپنے اُوپر ظلم کیا ہے۔ تو ہم اسکے
جواب میں کہتے ہیں کہ خالص عقل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ موجودات
کی ترتیب اور بادشاہوں کا تسلط اور مانند اُس کے جو عنایت
اولیٰ کے مطابق ظاہر ہوا ہے اصل ہے طعام کے مرتبہ میں،
اور علومِ حقہ وسُننِ راشدہ کا الہام جو اللہ کی مخلوق میں سے
سب سے زیادہ پاکیزہ قلب میں اصلاحِ عالم کے لئے ڈالا گیا اور
وہاں سے ان علوم کا اجرا۔ حوارین کے دل میں اور وہاں
سے عوام الناس کے دلوں میں ایک طبقہ کے بعد دوسرے
طبقہ کے دلوں میں ہوا یہ اصلاح ہے جو بمنزلۂ نمک کے ہے
طعام کے لئے۔ تو جتنی بھی شریعتیں آئیں سب کائناتِ خارجی
کی استعدادوں کے اندازے کے مطابق واقع ہوتیں۔ حکیم
اعلیٰ جلّ مجدہٗ کی حکمت میں ہرگز یہ گنجائش نہیں ہے کہ
لُطفِ الٰہی کے تحقق کا مدار جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کے رسول بنانے کا مقتضیٰ ہوا تھا حضرت مرتضیٰ رضی اور اُن
کی اولاد کی خلافت پر متعین و محصور ہو جاتے۔ حالانکہ عنایت
اولیٰ میں مقرر تھا کہ کسی زمانہ میں دامانِ قیامت تک حضرت
مرتضیٰ رضی اور اُن کی اولاد منصور نہ ہوں گے اور کبھی بھی
اُن کی خلافت جیسی ہونی چاہیئے قائم نہ ہوگی، بلکہ ان کے
درمیان میں سے جو شخص بھی اپنی طرف لوگوں کو دعوت دیگا
اور قتال کے لئے سر اُبھارے گا مخذول (یعنی رُسوا) اور
مقتول ہوگا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا الخ
(۳۷: ۱۷۱ تا ۱۷۳) اور ہمارے خاص بندوں کے لئے ہمارا
یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی غالب کئے
جائیں گے اور (ہمارا تو قاعدہ عام ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب
رہتا ہے۔ اور اُن خلفاء کے لئے جو انبیاءؑ کے خلفاء برحق
ہوتے ہیں مُرسلین کی پیروی میسّر ہوتی ہے اس لئے ان کو
بھی بارگاہِ خداوندی سے نصرت ملتی ہے اور وہ بھی غالب

ممکن است کہ بنماز امر فرمایند و ہزاران ہزار
توفیق یابند و نماز خوانند و باین سبب بمراتب
عالیہ رسند و بعض اشقیا کہ شقوتِ او
در عنایت اولی محتوم شدہ امتثال آن امر
نکند و از فیضِ عام محروم ماند و ممکن نیست
کہ چیزے فرمایند کہ ہیچ گاہ ہیچکس آن را
عمل نکند و از انجہت کہ جریان افعال خدائی
تعالےٰ در عالم بر نسق واحد دلالت بر بعض
معانی دقیقہ مے فرماید اگر آن را بر سنۃ اللہ
حوالہ نمائیم بجا است و اگر لزوم عقلے نیز تقریر
کنیم روا است و لہٰذا متکلمان در الٰہیات از
نظامِ احسن کہ در عالم مراعات ثباتِ واجب
الوجود قادرِ مختار علیم قدیر کردہ اند و در نبوات
ظہور معجزہ بر طبق دعوای پیغامبر مثبتِ نبوت
قرار دادہ اند نظیر آن از محسوسات دلالت
شیرِ پستان است بر سبق ولادت و دلالتِ
خصب و ریع اراضی است بر سبقِ غیث و
دلالتِ نقاہت است بر مرض و دلالتِ
جراحت است بر جرح الیٰ غیر ذٰلک پس
لطف خدائی تعالیٰ کہ سبب بعثِ پیغامبرِ ما صلے
اللہ علیہ وسلم شدہ است در اول حال کاری کرد
کہ اتفاق طائفہ بر قبول دعوت توحید و انکار
شرک و مشرکان بظہور آمد پیش از ہجرت بعد از ان
کارے فرمود متفرع برین کار و آن جہادِ اعداء
اللہ است اولاً و دخول افواج بنی آدم فی
دین اللہ آخراً بعد از ان کارے دیگر نمود
متفرع برین کار و آن ازالہ دولتِ
کسرےٰ و قیصر است بر دستِ شیخین رضی اللہ عنہما
پس دین حق از امتِ مرحومہ

رہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ نماز کا امر فرمائیں اور لاکھوں آدمی توفیق
پائیں اور نماز پڑھیں اور اس سبب سے مراتبِ عالیہ پر پہنچ جائیں اور
بعض بدبخت کہ جس کی بدبختی عنایتِ اولیٰ میں قطعی ہو چکی ہے
وہ اس حکم کی تعمیل نہ کرے اور فیضِ عام سے محروم رہے۔ اور
یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی ایسی بات فرمائیں کہ کبھی بھی کوئی شخص
اس پر عمل نہ کرے۔ (اور حکمِ عقلِ خالص کی مخالفت) اس جہت
سے ہے کہ حق تعالےٰ کے افعال کا عالم میں ایک خاص اسلوب پر
جاری ہونا بعض معانی دقیقہ پر دلالت کرتا ہے۔ اگر ہم اس کو
سنۃ اللہ (عادت اللہ) کے حوالے کریں تو بجا ہے اور اگر
لزوم عقلی کہیں تو یہ بھی جائز ہے۔ اور اسی بناء پر الٰہیات میں
کلام کرنے والوں (یعنی حضرات علماء علم کلام) نے اس نہایت
عجیب نظام سے جس کی مراعات عالم میں مشاہدہ کی جا رہی ہے
اس واجب الوجود کا اثبات کیا ہے جو قادر مختار ہے، علیم ہے،
قدیر ہے۔ اور انھوں نے نبوتوں کے بارے میں دعوائے پیغمبر
کے مطابق معجزات کے ظہور کو مثبت نبوت قرار دیا ہے۔ محسوسات
میں سے اس کی نظیر پستان میں دودھ کی موجودگی کا دلالت
کرنا ہے اس پر کہ پہلے ولادت ہو چکی ہے اور زمینوں کی سرسبزی
اور زراعت کی بڑھوتری کا دلالت کرنا ہے اس پر کہ بارش
ہو چکی ہے اور نقاہت کا دلالت کرنا ہے بیماری پر اور نشان
زخم کا دلالت کرنا ہے زخم پر وغیرہ، تو لطفِ خداوندی نے جو کہ
ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا سبب ہوا ہے ابتداء
حال میں ایک کام کیا اور وہ یہ ہے ایک جماعت نے دعوتِ
توحید کے قبول کرنے پر اتفاق کیا اور شرک کا اور مشرکوں کا
انکار ہجرت سے پہلے ظہور میں آیا۔ اس کے بعد اس نے دوسرا کام
انجام دیا جو اسی کام پر متفرع تھا اور وہ ہے اولاً دشمنانِ خدا
کے ساتھ جہاد اور اس کے بعد دوسرے مرتبہ میں بنی آدم کی
افواج کا اللہ کے دین میں داخل کرنا۔ پھر اس نے دوسرا کام
انجام دیا جو اس کام پر متفرع تھا اور وہ ہے کسرےٰ اور قیصر
کی دولت کا ازالہ شیخین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر۔ اب دینِ حق امتِ مرحومہ سے

برجمیع ادیان ظاہر شد بعد ازانکہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم بآن ہمہ درہمہ حال بشارت می
دادند و ترغیب می فرمودند پس این نسقے است
واحد مانند نہال نشانیدن و برآمدن غصان
و اوراق اولاً و برآمدن ازہار ثانیاً و خروج
ثمار ثالثاً و مانند طفلی و جوانی و کہولت
آدمی و ترتیب ہریکے بر دیگرے چون این نسق
واحد دیدیم دانستیم ہمان لطف است کہ ساعت
بساعت آثار او ظاہر می شود پس حقیت
خلافت خلفاء رض ازین نسق واحد عقل بطریق
حدس ادراک کرد چنانکہ از ترتیب ازہار و
ثمار می شناسیم کہ قصد باغبان ثمر بود و آن
لطف باغبان کہ نشاندن نہال را تقاضا کردہ
بود ہمان لطف بعینہ متقاضی ازہار و ثمار
گشتہ ہمچنان نزول قرآن آیات آیات بعد
ازان سورہ سورہ مرتب شدن بعد ازان ہمہ
در مصاحف جمع گشتن نسقی است واحد ہمچنان
اصل علوم احکام از سینۂ مبارک آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم بروز فرمودن بعد ازان لحوق
قیاس و اجماع مورّق و مثمر شدن و ہمچنان
علم احسان از صدر شریف آنجناب علیہ الصلوٰۃ
والسلام جلوہ نمودن وبعد ازان در خلفاء آن
علوم احسانیہ گل کردن ہمہ ترتیب واحد است
متناسق یبشر اولہ باخرہ ویدل آخرہ علے اولہ
و ازان جہت کہ مسلمین ہمہ باخلفاء بیعت
نمودند و متفق شدند بر خلافت ایشان
بعد ازان بر دست ایشان

تمام ادیان پر غالب آگیا بعد اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ہر حال میں ان سب کی بشارت دیتے اور ترغیب فرماتے
رہے ہیں۔ تو یہ ایک خاص اسلوب ترتیب ہے جیسے درخت کا
پودا جمانا اور اس میں سے شاخوں اور پتوں کا نکلنا۔ پہلے مرتبہ
میں۔ پھر کلیوں کا نکلنا دوسرے مرتبہ میں۔ پھر پھلوں کا نکلنا
تیسرے مرتبہ میں اور مانند آدمی کے بچپن اور جوانی اور بڑھاپے
کے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے پر مرتب ہوتا ہے۔ جب
ہم نے ایک ہی نسق دیکھا تو جان لیا کہ اسی لطف کی کارفرمائی
ہے کہ ساعت بساعت اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ پس
خلافت خلفاء رض کی حقیت اس (قدرتی) نسق واحد سے عقل
بطریق حدس[1] کے ادراک کر لیتی ہے جیسا کہ پہلے کلیوں کے اور
پھر پھل لگنے کی ترتیب سے ہم پہچانتے ہیں کہ باغبان کا مقصد
پھل تھا اور باغبان کا وہ لطف کہ جس نے درختوں کے پودے
لگانے کا تقاضا کیا تھا بعینہ وہی لطف کلیوں اور پھلوں کا
متقاضی ہوا تھا۔ اسی طرح قرآن کا آیات آیات نازل ہونا، اس کے
بعد سورت سورت ہو کر مرتب ہونا۔ اس کے بعد سب کا مصاحف
میں جمع ہونا، یہ ایک نسق واحد ہے، اسی طرح احکام کے اصل
علوم کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے ظہور
فرمانا، اس کے بعد قیاس و اجماع کے لاحق ہونے سے اس شجر پر
برگ و بار کا ہویدا ہو جانا۔ اور اسی طرح سینۂ شریف آنجناب
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علم احسان کا جلوہ کرنا اور اس کے
بعد خلفاء۔ میں ان علوم احسانیہ کے پھولوں کا اظہار ہونا، یہ
سب ایک ترتیب واحد ہے جو ایک نسق کے ساتھ جاری ہے
جس کا اول آخر کی بشارت دیتا ہے اور اس کا آخر اول پر
دلالت کرتا ہے۔ اور (حکم عقل کی مخالفت) اس جہت سے بھی
ہے کہ تمام مسلمانوں نے خلفاء رض سے بیعت کی اور ان کی خلافت
پر متفق ہو گئے۔ اس کے بعد ان کے ہاتھ پر اولاً

[1] حدس اس کو کہتے ہیں کہ قیاس کے تمام مقدمات ذکر کئے جانے سے پہلے ہی ذہن نتیجہ پر پہنچ جائے۔ مثلاً یہ دیکھ کر کہ آفتاب کے ساتھ قرب و بُعد کے اختلاف سے چاند کی حالت میں تغیر ہوتا ہے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ نور قمر مستفاد ہے نور شمس سے۔ مترجم

قتال مرتدین اولاً وجہاد فارس وروم ثانیاً
متفق شد قرآن باہتمام ایشان مجموع و متفق علیہ
گشت وکفر از بلادِ شام وعراق ویمن برخاست
وحدود جاری شد نماز وروزہ وتلاوتِ قرآن و
اتفاقِ مسلمین ہر یک دیگر پدید آمد وآنچہ کہ پیش
از بعثتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نامی
ونشانی از وی نشنیدہ بودیم بمحض تسبب وے
صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر شدہ بود ودر جمیع اقطارِ
ارض فاش گشت درین قدر خود اتفاق واقع
است پس عقلِ صراح کہ بکدورت تعصب مکدر
نشدہ باشد حکم مینماید کہ این خلافت حق است
وعصیانِ پیغامبر در عقد آن واقع نشد ودر
مقاصدِ خلافت قصوری روی نداد زیرا کہ اصل
در اتفاقِ سوادِ اعظم از امتِ مرحومہ موافقتِ
امرِ پیغامبر است وعدمِ عصیانِ او وپیغامبرِ
ایشان مکی است وقرآن کہ امام ایشان است
مکی اگر اختلافے درمیانِ امت واقع شود
بعارض ہوا است یا بعلتِ جہل وعقل صراح
می شناسد کہ پدید آمدنِ عارض ہوا بمجرد وفاتِ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بدون وقوع
امری کہ اثارتِ قوتِ غضبیہ ایشان کند
بغایت بعید است وحقد متقدم کہ سببِ
این انحراف باشد غیر معلوم وجہل نص از
سوادِ اعظم بغایت دور واگر ایشان از نص
غافل بودند صاحبِ حق چرا اظہارِ حق نہ
کرد وکدام خوف موجبِ سترِ آن گشت
سبحانک ہذا بہتانٌ عظیمٌ وخیریت
افعالِ ایشان معلوم کردیم از
موافقتِ آنہا بقرآن

مرتدین سے قتال ہوا اور پھر دوبارہ فارس اور روم کے ساتھ
جہاد ہوا۔ پھر قرآن اُن کے اہتمام سے جمع ہوا اور متفق علیہ ہوا
اور شام اور عراق اور یمن کے شہروں سے کفر کو نکالا گیا
اور حدود جاری ہوئیں۔ نماز وروزہ اور تلاوتِ قرآن اور
مسلمانوں کا ایک دوسرے سے اتفاق ظاہر ہوا اور ان چیزوں کا
کہ جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہم نے
ان کا کبھی نام ونشان بھی نہ سُنا تھا محض آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سبب بن جانے سے ظاہر ہوگئی تھیں اور زمین
کی تمام جوانب میں کھُل کر سامنے آگئیں۔ اتنی بات پر سبکا ہی اتفاق
ہے۔ تو عقلِ خالص جو تعصّب کی کدورت سے مکدّر نہ ہوئی ہوگی
حکم لگاتی ہے کہ یہ خلافتِ حق ہے۔ اور اس کے منعقد ہونے میں
نہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی واقع ہوئی اور نہ خلافت
کے مقاصد میں کوئی قصور پیدا ہوا اس لئے کہ امتِ مرحومہ کے
سوادِ اعظم کے اتفاق میں جو اصل چیز ہے وہ پیغمبر کے حکم کی
موافقت ہے اور اُس کی نافرمانی نہ کرنا اور ان کا پیغمبر مکی
ہے اور قرآن جو کہ اُن کا امام ہے وہ بھی مکی ہے (یعنی اس کا
نزول لغتِ قریش پر ہوا ہے) اگر کوئی اختلاف امّت کے
درمیان واقع ہوجائے تو وہ یا تو خواہش نفسانی کے عارض
ہوجانے کی وجہ سے ہوگا یا بربنائے جہل۔ اور عقلِ خالص پہچانتی
ہے کہ ہوائے نفس کے عارض کا ظاہر ہونا صرف آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بغیر کسی ایسی بات کے واقع ہونے
کے جو ان کی قوتِ غضبیہ کو جوش میں لاتے نہایت بعید ہے
اور پہلے سے ایسے کینہ کی موجودگی کا بھی علم نہیں جس کو اس
انحراف کا سبب سمجھا جائے۔ اور سوادِ اعظم کا نص سے جاہل رہنا
بہت مستبعد بات ہے اور اگر مان لیا جائے کہ یہ سب نص سے
غافل تھے تو صاحبِ حق نے کیوں نہ اظہارِ حق کیا اور کونسا
خوف لاحق ہورہا تھا جو حق کو چھپانے پر مجبور کررہا تھا۔
سُبحٰنک ھٰذَا بُھتَانٌ عَظِیمٌ۔ ہم نے ان کے افعال کا خیر
ہونا معلوم کیا قرآن سے ان افعال کی موافقت کے ذریعہ سے۔

عقل حکم می کند کہ این ہمہ خیر است وحق است قطعاً و مصلحت شرع در تاثیم این ہزاراں ہزار در امری کہ رشد آن بتدا ہر معلوم است بموافقت قرآن بسبب آنکہ متصدی آن شخصے شد غیر شخصے ہیچ نیست و ایجاب استخلاف شخصے کہ خلافت آن بودنی نیست کدام مصلحت است آقارب و اعوان شخصے کہ خلافت از دست او رفت بہر حشیش متعلق میشوند وہر تیرے کہ در ترکش ایشان است می اندازند و دور نیست کہ حب جاہ برادعاء غیر واقع حمل کند و بر اقدام خلاف جمہور دلالت فرماید قاعدۂ عقل صراح آن است کہ بر ظاہر اعتماد کنند مگر آنکہ قرائن قویہ ازان ظاہر باز دارد مثلاً دیدیم کہ آتش شعلہ می زند تا آنکہ بر غلط حس خود مطلع نشویم باوجود جوہری کہ شبیہ بنار مینماید بہ یقین بدانیم بمجرد احتمال قصد آن نہ کردن و پختن طعام را بران موقوف نہ گذاشتن محض دیوانگی است اما تناقض در مصلحت شرع ازان جہت کہ شیعہ می گویند لطف واجب است بر خدای تعالٰے و لطف او تعالٰے تقاضا می فرماید کہ ملت را حافظے باشد و آن حافظ ملت لابد است ازآنکہ عالم و معصوم باشد و معصوم غیر مرتضٰے نبود پس او امام باشد و ما مساعدت می کنیم در مقدمۂ اُولٰے و ثانیہ بتغیّر تا میگوئیم کہ خدای تعالٰے متصف است بلطف کما قال اللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ و وعدہ فرمود

عقل فیصلہ کرتی ہے کہ یہ سب خیر اور حق ہے قطعاً اور شریعت کی مصلحت ان لاکھوں آدمیوں کو گنہگار بنانے میں اور ایسے امر کے بارے میں جس کا خیر ہونا بھی معلوم ہے قرآن کی موافقت کی وجہ سے اور گنہگار بنانے کا سبب بھی صرف یہ کہ ایک شخص اس کے فکر میں لگ رہا ہے دوسرے شخص کے مقابلہ پر کچھ نہیں ہے۔ اور ایسے شخص کے استخلاف کو واجب کرنے میں جس کی خلافت ہونے والی نہیں ہے مصلحت بھی کیا ہوتی۔ البتہ ایسے شخص کے اقارب اور مددگار جس کے ہاتھ سے خلافت جاچکی ہے ہر گھاس سے لٹکنے اور سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں (جیسا ڈوبتا ہوا کوشش کرتا ہے۔ الغریق یتعلّق بکلّ حشیشٍ) اور جو تیر بھی اُن کے ترکش میں ہوتا ہے اُسی کو چلا دیتے ہیں اور بعید نہیں کہ جاہ کی محبت غیر واقعی دعوی پر اُبھارے اور خلافِ جمہور اقدام پر رہ نمائی کرے۔ اور خالص عقل کا قاعدہ یہ ہے کہ ظاہر پر اعتماد کریں مگر یہ کہ مضبوط قرائن اُس ظاہر سے روکیں مثلاً ہم دیکھ رہے ہیں کہ آگ شعلہ مار رہی ہے تو جب تک ہم اپنی غلطیٔ حس پر مطلع نہ ہوجائیں باوجود اس کے کہ ایک جوہر ایسا چمکدار ہوتا ہے جو آگ کے مشابہ دکھائی دیتا ہے ہم اس کو یقیناً آگ ہی یقین کریں گے اور صرف اس احتمال سے (کہ یہ وہ چمکنے والا جوہر نہ ہو) اُس کی طرف دھیان نہ دینا اور کھانا پکنے کو اس پر موقوف نہ سمجھنا محض دیوانگی ہو گی۔ رہا مصلحت شرع میں تناقض تو وہ اس جہت سے ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ لطف واجب ہے خدا تعالٰے پر اور اُس تعالٰے شانہٗ کا لطف یہ تقاضا فرماتا ہے کہ ملت کا کوئی محافظ ہو۔ اور اُس محافظ کے لئے ضروری ہے کہ وہ عالم اور معصوم ہو اور سوائے مرتضٰے رضؓ کے کوئی معصوم نہیں تھا تو وہی امام ہوں گے۔ اور ہم موافقت کرتے ہیں پہلے مقدمہ میں اور دوسرے میں تھوڑے تغیّر کے ساتھ۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالٰے (پر لطف اگرچہ واجب نہیں ہے مگر وہ) متصف بلطف ہے جیسا کہ اُس نے ارشاد فرمایا ہے اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ (اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف کرنے والا ہے) اور اسی نے وعدہ فرمایا ہے

وحفظ قرآن را وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ و وعدۂ او واجب الوقوع است و میگوئیم کہ لطف تقاضا میکند کہ ملت را حافظے باشد اما این حافظ سہ چیز میتواند شد یکی[1] آنکہ خود متکفل حفظ باشد پس ہمیشہ دفعۃً بعد دفعۃ تقریبی احداث فرماید از غیب بالقاء در قلب مردے کہ امر کند بمعروف و نہی از منکر و القاء در قلب قوم انقیاد او را قال اللہ تعالےٰ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ و قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یُبْعَثُ فِیْ کُلِّ مِأَۃٍ فِیْ ہٰذِہِ الْاُمَّۃِ مَنْ یُّجَدِّدُ دِیْنَہَا دوم[2] آنکہ اُمتِ مرحومہ را من حیث المجموع خاصیتے باشد کہ بر ضلالت مجتمع نشوند کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ سیوم[3] شخصے را معین کنند کہ اقامت دین فرماید و چنانکہ شیعہ میگویند کہ لطف گاہی ظہور امام معصوم است و آن اکمل انواع لطف است و گاہی در وجود او بہ اخفا و آن نیز از اصل لطف خالی نیست ما میگوئیم کہ گاہی خدا تعالےٰ ہر سہ نوع حفظ را جمع میفرماید و آن اکمل انواع لطف است و آن در ایامِ خلافتِ رحمت و خلافتِ نبوت است و گاہی بر دو نوع اول اکتفا می نماید زیرا کہ اصل لطف بآن مؤدی مے شود و در مقدمۂ ثالثہ نیز مساعدہ می کنیم بنوعے از تغیر پس می گوئیم کہ اگر لطفِ الٰہی تعینِ شخصے را کہ حافظ ملت باشد تقاضا فرماید لابد است از ان کہ مُبشّر بکثرتِ علوم و بعلوِ درجہ در آخرت باشد تا لطف متحقق گردد و عصمت بمعنیٰ کہ

قرآن کی حفاظت کا وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (اور ہم قرآن کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں) اور اُس کا وعدہ واجب الوقوع ہے (یعنی اُس کا پورا ہونا ضروری ہے) اور ہم (بھی) کہتے ہیں کہ لُطف تقاضا کرتا ہے کہ ملّت کا کوئی محافظ ہو۔ مگر یہ محافظ تین چیز ہوسکتی ہیں۔ اوّل[1] یہ کہ وہ خود حفاظت کا متکفّل ہو کہ وہ ہمیشہ بار بار ایسی صورت غیب سے پیدا فرماتا ہے کہ وہ کسی مرد کے قلب میں القاء فرماتا ہے کہ وہ نیک کاموں کا امر اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے اور قوم کے قلوب میں اُس کی فرمانبرداری کا القاء کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر صدی میں اس امت کے پاس ایک ایسا شخص بھیجا جائیگا جو اُس کے دین کی تجدید کرے گا۔ دوسری[2] چیز ہے کہ اُمتِ مرحومہ میں بحیثیتِ مجموعی یہ خاصیت ہو کہ وہ گمراہی پر متفق نہ ہوں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمّت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ تیسری چیز یہ ہے کہ حق تعالےٰ کسی شخص کو معیّن فرمائیں کہ وہ اقامتِ دین فرمائے اور جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ "ایک لُطف گاہ امام معصوم کا ظہور ہے اور وہ لطف کی کامل ترین نوع ہے اور کبھی اُس کے وجود میں اِخفاء ہوتا ہے اور وہ بھی اصل لُطف سے خالی نہیں ہے"۔ ہم کہتے ہیں کہ کبھی حق تعالےٰ حفاظت کی تینوں انواع کو جمع فرما دیتا ہے اور وہ لطف کی انواع میں کامل ترین نوع ہے اور اُس کا ظہور ہوتا ہے خلافتِ رحمت اور خلافتِ نبوّت کے ایام میں۔ اور کبھی دو نوعِ اوّل پر اکتفاء کر لیتا ہے کیونکہ اصل لُطف اس سے ادا ہوجاتا ہے۔ اور تیسرے مقدمہ میں بھی ہم اُن کا ساتھ دیتے ہیں کچھ تھوڑے سے تغیّر کے ساتھ تو ہم کہتے ہیں کہ اگر لطف الٰہی کسی ایسے شخص کے تعیّن کا تقاضا فرمائے جو ملّت کی حفاظت کرنے والا ہو تو ضروری ہے کہ اُس کے بارے میں (دنیا میں) کثرتِ علم کی بشارت ہو اور آخرت میں بلند مقام کی بشارت ہو تاکہ لطف متحقق ہو۔ اور عصمت کا جس معنے میں

شیعہ اثبات می کنند ضرور نیست ممکن
است کہ در اوّلِ عمر کافر و فاسق باشد
بعد ازان خدای تعالیٰ توبہ نصیب کند
و بزبانِ پیغامبر اطلاع دہد کہ آخر حال او
خیرست و تصریحاً و تلویحاً حُسن حال و
مآل او تعلیم فرماید لیکن اینجا شرطے
دیگر مطلوب است و آن آن است کہ
امام ظاہر و منصور بود زیراکہ اگر مختفی باشد
تکلیف باتباع شخصے مجہول کہ نہ امر می
نماید و نہ نہی می کند لازم آید و اگر مخذول
بود تقریب بخیر نباشد از نصبِ او
بلکہ تقریب بشر باشد و ترکِ نصبِ او
اقرب باشد بلطف از نصبِ او زیراکہ در صورتِ
اُولےٰ مواخذہ نباشد بترکِ واجب و فعلِ
محرّم و درین صورت مواخذ خواہد بود بعد
تمہید مقدمات می گوئیم کہ لابد امامِ حق بعد
وفاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود
بود اتفق علیہ الموافقُ والمخالف وآن امام صدیق
اکبر است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازان فاروقِ
اعظم زیراکہ ہر دو مُبشر بعلم و فلاح و صلاح
بودہ اند و ظاہر و منصور بودند نہ حضرتِ مرتضیٰ رض
زیراکہ اگرچہ عالم بود و مُبشر بہ بہشت بود ظاہر
و منصور نہ بود و تحقیق این مسئلہ موقوف است
بر تمہید نکتہ بدان اسعدک اللہ تعالیٰ اشاعرہ
گفتہ اند کہ احکام اللہ تعالیٰ معلل باغراض
نیست و این مسئلہ را بروشے سرداده اند کہ موہم
آن باشد کہ در ارسالِ رُسُل و انزالِ
کُتب و نسخِ شرائع سابقہ و برہم زدنِ
عاداتِ جاہلیت

شیعہ اثبات کرتے ہیں وہ ضروری نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ اوائل
عمر میں کافر و فاسق ہو اُس کے بعد اللہ تعالیٰ توبہ نصیب
کردے اور پیغمبرؐ کی زبان سے اطلاع دیدے کہ اُس کا آخر حال
اچھا ہوگا اور تصریح کے ساتھ، کبھی اشارات کے ساتھ اُس کے
حال اور انجام کی عمدگی کا بیان فرماتے رہیں۔ لیکن یہاں ایک
دوسری شرط بھی مطلوب ہے اور وہ یہ ہے کہ امام ظاہر اور
منصور ہو۔ اس لئے کہ اگر چھپا ہوا ہوگا تو ایک ایسے شخص
کے اتباع کا مکلف ہونا لازم آئے گا جو مجہول ہو کہ وہ نہ
امر کرتا ہے اور نہ نہی۔ اور اگر (منصور نہ ہوگا کہ غیب سے اس
کی مدد کی جاتے بلکہ) مخذول ہوگا تو اُس کے نصب (امامت)
کا انجام بخیر نہ ہوگا بلکہ انجام بہ شر ہوگا اور اُس کا ترک نصب
بہ نسبت اُس کے نصب کے لطف سے قریب تر ہوگا کیونکہ پہلی
صورت (یعنی ترک منصب امامت) میں اُس پر ترکِ واجب
اور فعلِ حرام کا مواخذہ نہ ہوگا اور دوسری صورت میں اُس سے
مواخذہ ہوگا۔ تمہید مقدمات کے بعد ہم کہتے ہیں کہ امام برحق
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد موجود ہو۔
اس بات پر موافق اور مخالف سب کا اتفاق ہے۔ اور وہ امام
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اُن کے بعد فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کیونکہ دونوں کے حق میں علم اور فلاح
اور صلاحیت کی بشارتیں واقع ہوئی ہیں اور وہ ظاہر بھی
تھے اور منصور بھی۔ نہ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیونکہ وہ
اگرچہ عالم بھی تھے اور مبشر بہ بہشت بھی لیکن ظاہر اور منصور
نہیں تھے۔ اور تحقیق اس مسئلہ کی ایک نکتہ کی تمہید پر موقوف
ہے۔ جان لو اللہ تعالیٰ تم کو صاحب سعادت بنائے کہ اشاعرہ
نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام معلل باغراض نہیں ہیں (یعنی
احکام الٰہی کی علت کوئی اغراض نہیں ہوتیں) اور اس مسئلہ
کو ان صاحبان نے ایسی روش کے ساتھ منضبط کیا ہے کہ جس
سے یہ بات نکلتی ہے کہ رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل
کرنے اور پچھلی شریعتوں کے منسوخ کرنے اور عادات جاہلیت کے

مصلحتے منظور نیست ارادہ کہ ترجیح احد المقدورین است کارِ خود کردہ است و این قول باین صورت وہیئت مسلّم نیست آری غرضے کہ تکمیل ذات واجب کند فی نفسہٖ منتفی است و مصلحتے کہ مرجع آن لطفِ عباد باشد مربوط ساختنِ بعض مسببات باسبابا واقع است اصل مذہب فقہاء چہ صحابہ و تابعین و چہ من بعد ایشان معرفت عِلل احکام است باعتبارِ مناسب وشناختنِ معانے مناسبہ مثلاً حِفظ نفس و مال وعقل و عرض و مِلّتِ ضروری دانستہ اند وقصاص وحدود سَرقہ و شُرب و قَذف و اِرتداد بران دائر ساختہ اند و مشروعیت صلوٰۃ وصوم و زکوٰۃ وحج برائے تہذیبِ نفس و خروج او از اسر بہیمیت و انبساطِ او در فضائی مَلکیت امرے است مقرر و مفاسدِ کبائرِ ذنوب معقول امام غزالیؒ درباب توبہ چہ قدر تصریح بآن کردہ است ازین ہمہ گذشتیم استقراءِ احکام واعمال فطانت دران بالجزم بمعرفت مصلحت مطلوبہ و مفسدۂ مطرَّدہ مضطر میگرداند چنانکہ در حجتِ بالغہ اکثر آن مطالب تقریر نمودیم ازین ہم گذشتیم در قرآن و احادیث خبر بسیارے از مصالح و مفاسد مبیّن شد در بابِ ارسالِ رُسُل گفتہ اند

ختم کرنے میں کوئی مصلحت منظور نہیں ہے۔ بس ارادے نے جو احد المقدورین[1] کی ترجیح کرتا ہے اپنا کام کر ڈالا ہے۔ یہ قول اس صورت وہیئت سے مسلّم نہیں ہے۔ ہاں (معلّل بالاغراض ہونا اس لحاظ سے درست ہے) جب کہ غرض سے ایسی غرض مراد لی جائے جو ذات واجب تعالیٰ شانہٗ کی تکمیل کرنے والی مانی جائے اُس کی نفی درست ہے۔ اور ایسی مصلحت جس کا مرجع بندوں پر لطف کرنا ہو اور بعض مُسبّبات کو اسباب کے ساتھ مربوط کرنا ہو واقع ہے۔ سب کا اصل مذہب فقہاء کیا اور صحابہ وتابعین کیا اور ان کے بعد والوں کا بھی احکام کی عِلّتوں کو مناسب اعتبار کے ساتھ پہچاننا ہے اور معانی مناسبہ کا پہچاننا ہے مثلاً نفس اور مال وعقل اور آبرو اور مِلّت کی حفاظت ضروری سمجھی ہے اور قصاص اور حدود چوری اور شراب اور کسی پر تہمت لگانے کی اور ارتداد کو اسی پر دائر کیا ہے (یعنے حفاظت نفس کی مصلحت سے قصاص اور چوری وشراب اور تہمتوں کو روکنے کے لئے ہر ایک کی حد قائم کی گئی، حفاظتِ مِلّت کے لئے ارتداد کی سزا (قتل) تجویز فرمائی) اور نماز و روزے اور زکوٰۃ وحج کی مشروعیت نفس کی تہذیب کے لئے ہے اور تاکہ وہ بہیمیت کی قید سے باہر ہو اور مَلکیت کی فضا میں اس کو انبساط حاصل ہو۔ یہ سب طے شدہ باتیں ہیں اور کبائر ذنوب کے مفاسد بھی عقل کے نزدیک مُسلّم ہیں۔ امام غزالیؒ نے باب توبہ میں اُس کی کس قدر تصریح کی ہے۔ اس کے ماسوا جب ہم کے بعد دیگرے احکام کو پڑھتے ہیں اور ان اعمال حکمت کو جو ان سے متعلق ہیں دیکھتے ہیں تو اس میں شارع کو جو مصلحت مطلوب ہے اور جس مفسدہ کو دفع کرنا منظور ہے اُس کی معرفت مصلحت کے سمجھنے پر مضطر کر دیتی ہے جیسا کہ حجّت بالغہ (یعنے حجت اللہ البالغہ) میں اکثر ان مطالب کی ہم نے تقریر کی ہے۔ اس کو بھی چھوڑو قرآن اور احادیث میں بہت سی مصالح اور مفاسد کی خبریں صاف طور پر بیان کی گئی ہیں۔ ارسالِ رُسُل کے بارے میں فرمایا ہے

[1] دو ایسی چیزیں جو تحت قدرت داخل ہیں مثلاً زید کا وجود اور اس کا عدم، ان میں سے ایک کو مثلاً وجود زید کو ترجیح دینا ارادے کا کام ہوتا ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

وَ لَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ۝ و در حدیث قدسی آمده ان اللہ خلق بنی آدم حنفاء و ان الشیاطین اجتالتھم وان اللہ مقت عربھم وعجمھم و انی بعثتک لابتلیک بھم وابتلیھم بک و در حدیث وارد شدہ کہ مثل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثل منذر جیش است و این مقدمات بوجہے شہرت یافتہ کہ سنی بر قاعدۂ خود کہ التزام مدلول حدیث مشہور است بہ اثبات آن مضطر می شود بحقیقت مذہب سنت نہ قول اشعری است و نہ قول ماتریدی ہرچہ حکم نص کتاب حدیث مشہور و اجماع امت و قیاس جلی باشد ہمان سنت است و قائل بآن سنی اشعری باشد یا غیر آن ظن غالب نقیر آن است کہ غرض اشعری درین مسائل ممنوع چند است کہ سورت مذاہب مخالف را بہ سبب آن ممنوع می شکند نہ جزم بآنکہ در شریعت چنین و چنین است چون این نکتہ بوجہ اجمال مذکور شد باید دانست کہ سبب ارسال رسل و انزال کتب و تکلیف باحکام شرع لطف الٰہی است یعنی رسیدن افراد بنی آدم بکمال نوعی خود بدون این چیزہا میسر نمی آمد ہمان رحمت کہ

وَ لَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ الخ (۲۰: ۱۳۴) اور اگر ہم ان کو قبل قرآن آنے کے (سزائے کفر میں) کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ (بطور عذر کے) یوں کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول (دنیا میں) کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اس کے ہم (یہاں خود) بے قدر ہوں اور (دوسروں کی نگاہ میں) رسوا ہوں۔" اور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے بنی آدم کو توحید خالص پر پیدا کیا اور شیاطین نے ان کو فریب میں ڈال دیا۔ اور دوسری حدیث جس میں مذکور ہے کہ اللہ نے سب کو ناپسند کیا، عرب کیا اور عجم کیا۔ اور ارشاد ہوا کہ (اے محمدؐ!) میں نے تم کو اس لئے بھیجا ہے کہ تاکہ (ان لوگوں کے ذریعہ سے) تمہاری آزمائش کروں اور تمہارے ذریعہ سے ان کی آزمائش کروں۔ اور ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایک (حملہ کرنے والے) لشکر سے ڈرانے والے کی سی ہے۔ اور یہ مقدمات اس صورت سے شہرت پاچکے ہیں کہ سنتِ نبویؐ کا اتباع کرنے والے اپنے قاعدے پر کہ حدیث مشہور کے مدلول کا پابند رہنا چاہیئے ان (مصالح یا مفاسد) کے ثابت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ مذہب سنت نہ اشعری کا قول ہے نہ ماتریدی کا۔ جو حکم منصوص ہوگا کتاب اللہ اور حدیث مشہور سے اور اجماع امت و قیاس جلی سے وہی سنت ہے اس کا قائل کوئی بھی ہو سنی اشعری ہو یا کوئی دوسرا۔ فقیر کا ظن غالب یہ ہے کہ ان مسائل میں اشعری کی غرض چند الزامی جوابات ہیں جن سے مخالف مذہبوں کے جوش کو ان کے ذریعہ سے توڑنا مقصود ہے نہ اس بات کو ثابت کرنا کہ شریعت میں ایسا اور ایسا ہوتا ہے۔ جب یہ نکتہ اجمالی طور پر مذکور ہو چکا تو جاننا چاہیئے کہ رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے اور احکام شرع سے مکلف کرنے کا سبب لطف الٰہی ہے۔ یعنی افراد بنی آدم کا اپنے کمال نوعی کو پہنچنا بغیر ان چیزوں کے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی رحمت نے

باعث خلق نوع انسان شده است بار دیگر برقع
از روئی خود کشاد و افاضۂ شریعتے فرمود کہ
تکمیل افراد بشر نماید و ایشان را بکمال و جمال خویش
رساند ہمان میماند کہ باغبان نہال می نشاند و
تربیت او میکند در اول مرتبہ اثر تربیت او
نشستن تخم است در زمین و جذب کردن او
آب و ہوا را از اطراف و جوانب خود وثانیاً
ہمان تربیت سبب ظہور شاخ و برگ درخت
میشود وثالثاً بعینہ ہمان تربیت موجب وجود
ازہار و ثمار میگردد و نیز آن تربیت اولاً سبب
زیادت اجزاء درخت است وثانیاً بعینہ ہمان
تربیت باعث تازگی اجزاء درخت وظہور
تخاطیط عجیبہ در اوراق و ازہار او میگردد
وہمچنان غذائے کہ مدبر السموات والارض
اولاً سبب زیادتِ اجزاء طفل ساختہ
است ہمان غذا ثانیاً موجب ظہور جمال وحسن
او و پدید آمدن حرکات وسکنات خاصہ
بنوع او گشتہ است پس تشریع تتمہ تقدیر است
وتکلیف شرع تتمہ تکوین نوع است چون
این نکتہ بخاطر نشست باصل غرض پردازیم
حق جل وعلا در کتاب عظیم مے فرماید ہُوَ
الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی
وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ
وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ۝ وقال تعالٰی
وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی
ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ
خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ
بِیۡ شَیۡـًٔا ؕ وقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے حدیث عدی بن حاتم و ابوذر و

جو نوع انسان کی پیدائش کا باعث ہوئی تھی دوبارہ اپنے
چہرے سے برقع ہٹایا اور ایک ایسی شریعت کا فیضان فرمایا
جو کہ افراد بشر کی تکمیل کردے اور ان کو اپنے کمال اور جمال پر
پہنچادے۔ اس کی وہی مثال ہے کہ ایک باغبان پودے لگاتا
اور ان کی تربیت کرتا ہے۔ اُس کی تربیت کے اثر کا پہلا مرتبہ
زمین میں تخم کا جمنا ہوتا ہے۔ پھر اُس کا اپنے اطراف وجوانب سے
پانی اور ہوا کا جذب کرنا۔ دوسرے مرتبہ میں وہی تربیت درخت
کی شاخ اور پتوں کے ظہور کا سبب بنتی ہے۔ تیسرے مرتبہ میں
بعینہ وہی تربیت پھولوں اور پھلوں کے وجود کا سبب بنتی
ہے۔ اور نیز وہ تربیت اولاً درخت کے اجزاء کی زیادتی کا سبب
بنتی ہے اور ثانیاً وہی تربیت اجزائے درخت کی تازگی اور پتوں
اور پھولوں میں عجیب رنگا رنگی خطوط کا باعث بنتی ہے۔ اور
اسی طرح جس غذا کو وہ ذات مدبر السموات والارض اولاً بچے
کے اجزاء کی زیادتی کا سبب بناتی ہے وہی غذا دوسرے مرتبہ
میں جمال وحسن کے ظہور اور ان حرکات وسکنات کے پیدا ہونے
کا سبب بنائی جاتی ہے جو اُس کی نوع کے ساتھ خاص ہوتی ہیں
نتیجۃً تشریع تتمہ ہے تقدیر کا اور تکلیف شرع تکوین نوع کا تتمہ
ہوتی ہے۔ جب یہ نکتہ ذہن نشین ہوگیا تو اب ہم اصلی غرض
شروع کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہ اپنی کتاب عظیم میں فرماتے
ہیں ھُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الخ (۹: ۳۳) وہ اللہ ایسا ہے کہ
اُس نے اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا
دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اُس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب
کردے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔ اور ارشاد فرماتے
ہیں وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ الخ (۲۴: ۵۵) اور جس دین کو (اللہ
تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو اُن کے
(نفع آخرت کے) لئے قوت دیگا اور ان کے اس خوف کے بعد
اُس کو مبدل بہ امن کردے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے
رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں۔ اور نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عدیؓ بن حاتم اور ابوذرؓ اور

المقداد وغیرہم حتےٰ صار مشہوراً و لیتمن اللہ ہذا الامر حتےٰ یدخل فے کل بیت من مدر او وبر بعز عزیز او ذل ذلیل الفاظہم شتےٰ و المعنی المشترک واحد دینِ حق ہمان است کہ متمکن شد و ہمان است کہ تمام شد و ہمان است کہ شرقاً و غرباً در بیوت وبر و مدر درآمد و شک نیست کہ صدیق اکبرؓ و فاروقِ اعظمؓ وذی النورین مسلط شدند بر روی ارض و روم و فارس را فتح کردند و قرآن را جمع نمودند ہمان قرآن در تمام عالم شائع شدہ است و مسائلِ اجماعیہ ایشان در جمیع آفاق منتشر گشتہ و اکثر اہلِ اسلام بمذہب سنت متمذہب شدہ اند چہ محدثین وچہ فقہاء و قراء وچہ مفسرین وچہ بادشاہانِ روی زمین و بر سادات اہلِ بیت گاہے خلافت منتظم نہ شد الّا خلافتِ حضرتِ مرتضےٰؓ فقط و معلوم است کہ حضرتِ مرتضےٰؓ در ایام خلافتِ خود چہ دیدہ و چہ کشیدہ و ایام خلافت حضرتِ مرتضےٰؓ بمذہب شیعہ ایامِ ابتلاء و ایام تقیہ و خوف بودہ است و بعد از چہار سال کہ وے رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدارِ بقاء انتقال فرمود بنو امیہ در اخفاء و استیصالِ امر او چہ کوششہا نمودہ اند و بعد از حضرتِ مرتضےٰ ہیچگاہ خلافت بر سیدے مستقر نہ شد خروج میکردند و در اولِ جمع رجال و نصب قتال

مقدادؓ وغیرہم کی حدیث میں یہاں تک کہ (طرقِ متعددہ کی بناء پر یہ حدیث) مشہور ہو گئی، اور اللہ تعالےٰ اس امر (اسلام) کو ضرور پورا کرے گا یہاں تک کہ یہ (دینِ اسلام) ہر گھر میں داخل ہو جائے گا یہاں تک کہ خواہ وہ گھر مٹی کا بنا ہوا ہو یا بالوں کا (یعنی شہر اور دیہات کے سب گھروں میں) صاحبِ عزت کی عزت کے ساتھ (کہ وہ بخوشی قبول کر کے اپنی عزت باقی رکھے) یا کسی ذلیل ہونے والے کی ذلت کے ساتھ (کہ وہ مغلوبِ اسلام ہو کر ذلت سے زندگی بسر کرے)۔ احادیث کے الفاظ مختلف ہیں مفہوم مشترک سب کا ایک ہے۔ دینِ حق وہی ہے جو "ممکن" (یعنے طاقتور) ہوا اور وہی ہے جو "پورا" ہوا۔ اور وہی ہے جو مشرق سے مغرب تک بالوں اور مٹی کے بنے ہوئے گھروں میں داخل ہوا۔ اور اس میں کسی کو شک نہیں ہے کہ صدیق اکبرؓ و فاروقِ اعظمؓ اور ذی النورینؓ روئے زمین پر مسلط ہوئے اور انھوں نے روم و فارس کو فتح کیا اور قرآن کو جمع کیا۔ وہی قرآن تمام عالم میں شائع ہوا ہے۔ اور جن مسائل پر ان حضراتؓ کا اجماع ہوا وہ چاروں طرف پھیل گئے۔ اور اکثر اہلِ اسلام نے اہلِ سنت ہی کے مذہب کو اپنا مذہب قرار دیا۔ کیا محدثین اور کیا فقہاء اور قراء اور کیا مفسرین اور کیا بادشاہانِ روئے زمین۔ اور ساداتِ اہلِ بیت پر کبھی امرِ خلافت منتظم نہیں ہوا۔ بجز خلافتِ حضرت مرتضےٰؓ کے فقط اور سب کو معلوم ہے کہ حضرت مرتضےٰؓ نے اپنے ایام خلافت میں کیا دیکھا اور کس قدر مشکلات میں مبتلا رہے۔ اور حضرت مرتضےٰؓ کے ایامِ خلافت مذہبِ شیعہ کے (عقائد کے) مطابق ابتلاء کے ایام اور تقیہ اور خوف کے ایام ہوئے ہیں اور چار سال کے بعد جب کہ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ دار البقاء کی طرف انتقال فرما گئے تو بنو امیہ نے ان کے امر (خلافت) کے اخفاء اور بیخ کنی میں کس قدر کوششیں کی ہیں۔ اور حضرت مرتضےٰؓ کے بعد کسی وقت بھی کسی سید پر خلافت نہیں ٹھہری۔ (خلیفہ کے مقابلہ پر) خروج کرتے تھے اور لوگوں کے جمع اور قتال کے قیام کے اول وہلہ میں ہی

گشتہ میشد تا آنکہ اِنْ آذَنَتِ الدُّنیا بِصَرْمٍ
قائل باین مذہب ہمیشہ مخذول و مطرود
بودہ است کما ہو مُصرّح فی کلامہم حالا
انصاف باید داد کہ دینِ ما ممکن است یا
دینِ شیعہ و متمم طریقہ ما است یا طریقہ
شیعہ۔ لطفِ الٰہی بہ بعثِ پیغامبر علیہ الصلوٰۃ
والسلام واشاعتِ دین او مطلوب بود
مذہبِ اہلِ سنت را نتیجہ دادہ است یا مذہب
شیعہ را افادہ فرمودہ نصب امامی مختفی
خائف کہ اصلاً بر عرضِ مذہب خود علے رؤس
الاشہاد قادر نشد لطفِ الٰہی است یا تسلیطِ
بادشاہی کہ مانندِ شمسِ ضحیٰ رابعۃ النہار ظہور
فرماید و دینِ خود را باعلان تقریر کند و
شرق و غرب عالم را مسخر حکم خود گرداند
مدار این لطفِ جسیم شیوعِ دین است
در اقطار ارض یا نصب امام مختفی مخذول کہ
سبب تأثیم جمیع عالم شود اگر بفرض مدار این بشارات
متواترہ صورت اسلام باشد بغیر حقیقت
آن لطف نباشد بلکہ تدلیس باشند و ارادہ
شر بطوائف بنی آدم۔

سوال اگر گوئی باین دلیل کہ تقریر کردی
مدعا وقتے ثابت شود کہ مخالف در معارضہ آن دلیلہائے
دیگر تقریر نکند لیکن شیعہ گفتہ اند قال
اللہ تعالیٰ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ
اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ و حضرت
مرتضیٰ از اولوا الارحام آنحضرتؐ بود نہ
صدیق اکبرؓ وقال تعالیٰ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ
یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ الآیہ

قتل کردیئے جاتے تھے یہاں تک کہ دنیا نے ان سے انقطاع کا
اعلان کردیا (یعنی ان سے منہ موڑ لیا) اس مذہب کے قائل ہمیشہ
رسوا اور ذلیل ہوتے رہے جیسا کہ مصرح ہے شیعوں کے کلام
میں۔ اب انصاف کرنا چاہیئے کہ ہمارا دین ممکن (یعنی جما ہوا رہنے
ہوئے) ہے یا شیعوں کا دین، اور مکمل اور پورا کیا ہوا حسبِ
ارشاد لَیُمَکِّنَنَّ) ہمارا طریقہ ہے یا شیعہ کا۔ لطفِ الٰہی نے جو کہ
پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور اُن کے دین کی اشاعت
سے مطلوب تھا مذہب اہل سنت کو نتیجہ (تمکین واتمام) دیا ہے
یا مذہب شیعہ کو افادہ فرمایا ہے۔ ایسے امام کا نصب کرنا جو چھپا رہنے
والا، ڈرنے والا ہو کہ اپنے مذہب کو لوگوں کے روبرو پیش کرنے
پر قادر نہ ہو لطفِ الٰہی ہے یا ایسے بادشاہ کو تسلط عطا کرنا جو دوپہر
کے سورج کی طرح ظہور کرے اور اعلان کے ساتھ اپنے دین کی
تقریر کرے اور دنیا کو مشرق سے مغرب تک اپنا فرمانبردار بنالے۔
اس بھاری لطف کی اصل مصلحت زمین کے اطراف میں دین کا
شائع ہونا ہے یا ایسے امام کا نصب کرنا جو چھپا رہے اور رسوا
ہو جو کہ تمام عالم کے گنہگار بننے کا سبب ہو۔ اگر بالفرض ان
بشارات متواترہ کا مدار صرف اسلام کی صورت ہے بغیر حقیقت
کے تو وہ لطف نہ ہوگا بلکہ تدلیس ہوگی اور بنی آدم کے گروہوں
کے ساتھ (ارادۂ خیر کے بجائے) ارادۂ شر ہوگا۔

سوال اگر تم یہ کہو کہ اس دلیل سے جس کی تم نے تقریر کی ہے
مدعا اُس وقت ثابت ہوگا جب کہ مخالف اُس کے معارضہ میں
دوسری دلیلیں نہ پیش کرے۔ لیکن شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ الخ (۸: ۷۵) اور جو لوگ
رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسرے کی رفاقت کے
زیادہ حقدار ہیں، اور حضرت مرتضیٰؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے اولوا الارحام (یعنی رشتہ دار) تھے نہ کہ صدیق اکبرؓ
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
(۵۵:۵) تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ
اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت میں نماز کی پابندی رکھتے ہیں الخ

وائمہ تفسیر صریح تصریح بآن کردہ اند کہ اشارت
بمرتضیٰ است وقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم
الغدیر مَن کنتُ مولاہ فعلیٌّ مولاہ وقال صلے
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم خرج الی تبوک انتَ
منّی بمنزلۃ ہارونَ من موسیٰ الّا انہ لانبیَّ بعدی
وقال صلے اللہ علیہ وسلم انی تارکٌ فیکم ما ان
تمسکتم بہ لن تضلّوا من بعدی الحدیث این
ہمہ دلالت برخلافتِ حضرت مرتضیٰ مینماید و
زاد صاحبُ الاساس من الزیدیۃ حدیث الحسنُ
والحسینُ اِمامانِ قاما او قعدا و ابوہما خیرٌ منہما۔
جواب گوئیم ظاہر بجانب ما است زیراکہ
متصل وفاتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
این عزیزان متصدیٔ امر خلافت شدند
و جمہور اصحاب احکامِ خلافتِ ایشان
را قبول نمودند و آثار جمیلہ برخلافت
آن بزرگواران مترتب گشت و مخالفے
رایتِ خلاف نصب نکرد اتفاقِ سوادِ
اعظم البتہ برحق می باشد و عدول
از حق نیست الّا بعارض ہوا یا بعلت
جہل و وجود این ہر دو در سوادِ اعظم
بغایت بعید است و آنچہ ایشان کردند
ہمہ خیر بود بدلالتِ قرآن و موافقتِ
آن محمل اول سکوت قوم رضا و تسلیم
است و خصم مدعی خلاف ظاہر است زیراکہ
حاصلِ مذہب خصم تفسیق یا تکفیر
جمیع امتِ مرحومہ است خصوصًا طبقۂ
اولے از ایشان و ہیچ چیز شنیع تر ازان
نتواند بود و دعوائے نص است برائے
حضرتِ مرتضیٰ رض

اور صاف طور پر ائمہ تفسیر نے یہ صراحت کی ہے کہ اس میں اشارہ
ہے حضرت مرتضیٰ رض کی طرف۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
یوم الغدیر میں فرمایا ہے۔ مَن کنتُ مولاہ الخ یعنی جس کا میں
محبوب ہوں علی رض بھی اُس کا محبوب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جس دن آپ تبوک کے لئے نکلے فرمایا (حضرت علی رض
سے) تو میرے لئے اس درجہ میں ہے جیسے ہارون ؑ تھے موسیٰ ؑ
کے لئے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور فرمایا حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم
نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو میرے بعد تم ہرگز گمراہ نہ
ہوگے آخر حدیث تک۔ یہ سب چیزیں حضرت مرتضیٰ رض کی خلافت
پر دلالت کر رہی ہیں اور صاحب الاساس نے جو (فرقۂ شیعہ)
زیدیہ میں سے ہے اس حدیث کا اضافہ کیا کہ حسن رض اور حسین رض
دونوں امام ہیں خواہ وہ دونوں کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں
اور ان کا باپ اُن دونوں سے بہتر ہے۔
جواب ہم کہتے ہیں کہ ظاہر حدیث ہماری جانب میں ہے۔
کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متصل معزز
حضرات (شیخین رض) امر خلافت میں مشغول ہوئے اور تمام اصحاب
نے اُن کی خلافت کے احکام کو قبول کیا اور ان بزرگواروں
کی خلافت پر عمدہ آثار بھی مترتب ہوتے اور کسی مخالف نے
خلاف کا جھنڈا بلند نہیں کیا۔ سوادِ اعظم کا اتفاق یقینًا حق
پر ہوتا ہے۔ اور حق سے رُوگردانی خواہشِ نفس کے آڑے آجانے
سے ہی ہوتی ہے یا جہل علّت سے اور ان دونوں باتوں کا پایا
جانا سوادِ اعظم میں بہت بعید ہے اور جو کچھ ان حضرات نے
کیا قرآن کی دلالت اور اُس کی موافقت میں سب خیر تھا۔
تنبیہ پہلی بات یہ ہے کہ قوم کا سکوت رضا اور تسلیم ہے اور
دشمن مدعی کا دعوٰے خلاف ظاہر ہے اس لئے کہ دشمن کے
مذہب کا حاصل تمام اُمتِ مرحومہ کی تفسیق یا تکفیر ہے خصوصًا
اُمت میں سے طبقۂ اولیٰ کی اور اس سے زیادہ بدترین کوئی چیز
نہیں ہو سکتی اور حضرت مرتضیٰ رض کے حق میں نص کا دعویٰ ہے

وہیچکس از صحابہ آن را روایت نہ کرد و نہ خود مرتضٰی در خُطب و محاوراتِ خود ایرادِ آن نمود و نہ از اولادِ او اثباتِ آن ظاہر گردید و حاصل مذہب ایشان امامت است بمعنی حجتِ معصومہ مفترض الطاعت و اگر این معنٰی ثابت می بود لا محالہ فرقۂ از فرقِ اسلامیہ اعتراف بآن میکرد باز میگوئیم ملامتِ نوآئیت برین مذہب ہویدا است کہ در اوّلِ ملت نبود بعد ازان شیئاً فشیئاً ظاہر شدن گرفت بر صفتِ خوف و تقیہ و ہرچند زمانِ فترت پیش آمد آن عقیدہ محکم شدن گرفت تا آنکہ کتب و دفاتر پرداختند باز میگوئیم سخافت ادلۂ ایشان پیدا است کہ متشابہات قرآن و سُنّت را تتبع کردہ تاویلِ دور از کار اختراع نمودند کہ سیاق و سباق ازان ابا مینماید باز نکتۂ بیان کنیم اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بفرض اول امر فرمودہ باشند کلمۂ کہ بر خلافتِ حضرتِ مرتضٰی دلالت دارد بعد ازان متصل وفات خطبہ خواندند در مناقبِ صدیق و امامتِ صلوٰۃ بصدیق تفویض فرمودند پس این متاخر ناسخ حکم پیشین بودہ است یا صرف آن کلام از ظاہر خودش بمعنے دیگر نمودہ اند و اگر ازین مقام نیز تنزل نمائیم گوئیم کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اعقل است ازانکہ نداند کہ ذکرِ مناقب صدیق اکبرؓ قریب بوفاتِ وی صلے اللہ علیہ وسلم و تفویض منصب امامت صلوٰۃ بصدیق در آخر حال متمسک خلاف مدعا میتواند شد پس بایست کہ امساک فرماید ازان و الّا تدلیس و تلبیس باشد چون اِمساک نہ فرمود دانستیم کہ

اور اصحاب میں سے کسی نے بھی اس کو روایت نہیں کیا اور نہ خود حضرت مرتضٰیؓ نے اپنے خطبوں یا باہمی مکالمات میں اس کا ذکر فرمایا اور نہ اُن کی اولاد سے کبھی اس امر کا اثبات ظاہر ہوا اور اُن کے مذہب کا حاصل امامت ہے اس معنٰے میں کہ وہ ایسی حجت ہے جو معصومہ ہے (کہ اس میں خطا کا احتمال نہیں) اور اس کی فرمانبرداری فرض ہے۔ اگر یہ معنے ثابت ہوتے تو لازمی تھا کہ فِرَقِ اسلامیہ میں سے کوئی فرقہ تو اس کا اعتراف کرتا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اس مذہب کی اختراعیت کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ اوّلِ ملت (یعنی دورِ اول کے مسلمانوں) میں نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ ظاہر ہونا خوف اور تقیہ کی صفت پر شروع ہوا اور جس قدر صدرِ اوّل سے بُعد ہوتا رہا اس عقیدے نے مستحکم ہونا شروع کیا یہاں تک کہ کتابیں اور دفتر بن گئے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے دلائل کا پھُسپھُسا پن ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے قرآن و حدیث کے متشابہات کو تلاش کرکے ایسی دُور از کار تاویلیں اختراع کیں کہ کلام کا سیاق و سباق جن کا انکار کرتا ہے (تفصیل اس کی مفصّل جواب میں آگے آرہی ہے) پھر ہم ایک نکتہ بیان کرتے ہیں کہ اگر بالفرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوّل امر میں کوئی ایسا کلمہ فرمادیا ہو جو حضرت مرتضٰیؓ کی خلافت پر دلالت کرتا ہو اور اس کے بعد متصل وفات کے آپ نے تقریر فرمائی صدیقؓ کے مناقب میں اور نماز کی امامت بھی صدیقؓ کے سپرد فرمائی تو یہ بعد کا عمل ناسخ ہوگا پہلے حکم کا یا اُس کلام کو اُس کے ظاہر (متبادر) معنے سے پھیرنا ہوگا۔ اگر ہم اس مقام سے بھی نیچے اُتر آئیں تو ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عقل اس سے بالاتر ہے کہ وہ یہ نہ خیال فرمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب صدیق اکبرؓ کے مناقب کا بیان کرنا اور منصب امامت نماز اُن کے سپرد کرنا آخر حال میں خلاف مدعا دلیل بن سکتی ہے تو آپ کو چاہیئے تھا کہ آپؐ اس سے رُکیں ورنہ تدلیس اور تلبیس ہوجائے گی۔ لیکن جب آپ اس سے نہیں رُکے تو ہم جان گئے کہ

عرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم استخلاف
مرتضے نبود باز نکتہ دیگر میگوئیم در قرآن عظیم
ذکر استخلاف مرتضے بصریح لفظ واقع نہ شدہ
است و نہ در حدیث مشہور وارد شدہ باعتراف
موافق و مخالف باقی ماند اشارۂ خفیہ کتاب و
حدیث مشہور یا صریح خبر واحد کہ مخالف بروایت
آن متفرد است ہرچہ اشارہ خفیہ است قول
سواد اعظم بصفتے کہ ذکر کردیم منع آن اشارہ
وصرف کلام بغیر آن می تواند کرد باجماع منا
ومن مخالفینا و خبر واحد کہ در مقابلہ اتفاق کذا
وکذا واقع شود غیر مسموع است باجماع
منا ومن مخالفینا باز نکتہ دیگرے
گوئیم بسیارے از ادلہ صریح نص نیست
در استخلاف بلکہ بیان استحقاق شخصے
کند استخلاف را و حاصل آن ادلہ آن است
کہ شخص فے نفسہ کامل است و شروط
خلافت در وے متوفر اگر اتفاق بران واقع
شود آن خلافت راشدہ خواہد بود و این نہ
عین استخلاف است و این ادلہ پیش ما موجود
است برائے ہر یکے از صدیق و مرتضے
و در مقدمہ معاملہ آنحضرت صلعم با خلفاء آنچہ
امراء با منتظر الامارۃ مے کنند قولاً و فعلاً
ذکر کردیم چون فرمانروائی در خارج برائے
شخصے متحقق شد این ادلہ اثبات خلافت راشدہ
او خواہند کرد زیراکہ خلافت راشدہ دو جزو
دارد یکے فرمانروائی و آن بالحس معلوم
خواہد بود و دیگر اہلیت فرمان روائی
باوصافیکہ خدائی تعالے در
استعداد این شخص

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غرض حضرت مرتضےٰ رض کو خلیفہ
قرار دینا نہیں تھی۔ پھر ہم ایک دوسرا نکتہ ذکر کرتے ہیں کہ
قرآن عظیم میں مرتضےٰ رض کے خلیفہ قرار دینے کا ذکر صریح لفظ کے
ساتھ واقع نہیں ہوا اور نہ حدیث مشہور میں وارد ہوا۔ موافق
اور مخالف سب کو اس کا اعتراف ہے۔ باقی رہا کتاب، حدیث
مشہور میں کوئی اشارۂ خفیہ یا صریح خبر واحد کہ جس کی روایت
میں مخالف متفرد (یعنی تنہا) ہے۔ تو جو کچھ اشارہ خفیہ ہے
سواد اعظم کا قول جس صفت کے ساتھ ہم ذکر کر چکے ہیں وہ اس
اشارے کو منع (یعنی منسوخ) بھی کر سکتا ہے اور کلام کا رخ دوسرے
معنے کی طرف بھی پھیر سکتا ہے اس پر ہمارا اور ہمارے مخالفین
کا اجماع ہے۔ اور خبر واحد جو ایسے اور ایسے اتفاق کے مقابلہ
میں واقع ہو (جس کی مفصل کیفیت تحریر کی جا چکی ہے) غیر
مسموع ہے اس پر بھی ہمارا اور ہمارے مخالفین کا اجماع ہے
پھر ہم ایک اور نکتہ بیان کرتے ہیں کہ صریح دلائل میں سے
بہت دلیلیں استخلاف کے بارے میں نص نہیں ہیں بلکہ کسی
شخص کے استحقاق استخلاف کا بیان کرتی ہیں۔ ان ادلہ کا
حاصل یہ ہے کہ وہ شخص فی نفسہ کامل ہے اور خلافت کی
شرطیں اس میں پوری موجود ہیں اگر اس پر اتفاق واقع ہو جائے
تو وہ خلیفۂ راشد ہوگا۔ اور یہ بات عین استخلاف نہیں
ہے اور اس قسم کی دلیلیں ہمارے سامنے صدیق رض اور مرتضےٰ رض
دونوں کے لئے موجود ہیں۔ اور مقدمہ میں ہم آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کے اس معاملہ کا جو خلفاء رض کے ساتھ آپ اس
قسم کا کرتے تھے جو امراء اپنے (ولی عہد) منتظر الامارت کے
ساتھ کرتے ہیں قولاً اور فعلاً ذکر کر چکے ہیں۔ جب ایسے ایک
شخص کے لئے خارج میں فرمانروائی متحقق ہو گئی تو یہ ادلہ
اس کی خلافت راشدہ کا اثبات کریں گی۔ کیونکہ خلافت راشدہ
کے دو جزو ہیں۔ ایک فرمانروائی اور وہ (حسّی امر ہے) حس
سے معلوم ہو جائے گا۔ اور دوسرا جزو فرمانروائی کی اہلیت
ان اوصاف کے ساتھ جن کو حق تعالے نے اس شخص کی استعداد میں

ودیعت نہادہ است و آن ہمین نصوص معلوم خواہد شد و چون فرمانروائی در شخصے متحقق نشد این ادلہ بر کمال شخص فی نفسہ دلالت خواہند کرد نہ بر ایجاب خلافت او پس این ادلہ خالی از غرض مستدل خواہد بود بالجملہ این مقالہ بمنزلۂ نقض اجمالی است ادلہ مخالف را و تنبیہ مجملے است بر طریق تفصے از اشکالات ایشان الحال متوجہ جواب تفصیلی می شویم قولہ تعالیٰ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اگر انصاف را کار فرمائیم و نظر بسیاق و سباق آیہ بر گماریم کالشمس فی رابعۃ النہار معلوم خواہد شد کہ خدائے تعالیٰ درین آیات فضائل مہاجرین و انصار بیان می فرماید و چون ہمہ در مرتبۂ علیا از امت واقع اند امر می نماید بتواصل بایک دیگر مانند آنکہ یک قبیلہ بایک دیگر میکنند در تا کد عیادتِ مریض و شہود جنازہ و غیر آن و این منزلت را از غیر ایشان بآن سلب میفرماید وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا الآیہ اِلّا در یک حکم کہ اگر استنصار کنند از عامہ مسلمین بر کفار لازم است نصر ایشان اگر این نصر در میان نیاید فتنۂ عظیم برخیزد کہ غلبۂ کفار بر مسلمین است و استیصالِ مسلمین را شاید بعد ازین میفرماید و اولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ یعنی وجوب تواصل بین المہاجرین والانصار ناسخ تواصل ارحام

ودیعت رکھا ہے اور وہ انھیں نصوص سے معلوم ہوگا اور جب فرمانروائی کسی شخص میں متحقق نہ ہوگی تو یہ دلائل اُس شخص کے فی نفسہٖ کمال پر دلالت کریں گی نہ اُس کی خلافت کے ایجاب پر تو اس قسم کی ادلہ سے استدلال کرنے والے کی غرض (جو کہ ایجاب خلافت ہے) پوری نہ ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ مقالہ (جو سپرد قرطاس کیا گیا ہے) ادلۂ مخالف کے مقابلہ پر نقض اجمالی کے مرتبہ میں ہے اور ایک تنبیہ مجمل ہے اُن کے اشکالات سے خلاصی کی راہ نمائی کے لئے۔ اب ہم جواب تفصیلی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ میں اگر ہم انصاف کو کام میں لائیں اور آیت کے سیاق اور سباق کو پیش نظر رکھیں تو دوپہر کے سورج کی طرح واضح طور پر معلوم ہوجائیگا کہ خدا تعالیٰ ان آیات میں مہاجرین اور انصار کے فضائل بیان فرماتے ہیں اور چونکہ سب حضرات اُمت کے اُونچے مرتبہ میں واقع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کے ساتھ اچھے میل ملاپ کا حکم دے رہے ہیں جیسا کہ ایک قبیلہ کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رکھتے ہیں عیادتِ بیمار اور جنازے میں شرکت وغیرہ کی پابندی کرنے میں۔ اور اس مرتبۂ تواصل یعنی اس قدر میل ملاپ کو غیر مہاجرین و انصار سے لزوم کو سلب فرماتے ہیں اس ارشاد سے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا الخ (۸:۷۲)

اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تمھارا اُن سے رفاقت کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں الخ؛

مگر ایک حکم میں کہ اگر عام مسلمانوں میں سے کفار کے مقابلہ پر مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا لازم ہے اگر یہ مدد نہ کی جائیگی تو ایک فتنۂ عظیم اُٹھ کھڑا ہوگا کہ کفار کا غلبہ مسلمانوں پر ہوجاتے اور سرے سے مسلمانوں کی بربادی واقع ہوجائے۔ اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا ہے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ الخ یعنے مہاجرین و انصار کے درمیان تواصل یعنی میل ملاپ کا وجوب تواصلِ ارحام (یعنی قرابت کے تعلق سے میل ملاپ)

نیست نگفتیم کہ تواصل ارحام بگذارید وتواصل مہاجرین و انصار پیش گیرید بلکہ لزوم وصل ارحام برطور خود است محکم غیر منسوخ وتواصل بین المہاجرین والانصار مزاحمت آن نمارد ہر دو واجب اند وہر دو مطلوب پس سیاق وسباق دلالت می کند کہ مراد از اَوْلیٰ ببعضٍ صلۃ رِحم است نہ توارث وجمعی کہ توارث فہمیدہ اند آیہ را از سیاق وسباق منقطع ساختہ اند پس درین آیت مخالف را اصلاً جائی ناخن زدن نیست لیکن زیغ وہوا ایشان را بر تاویل باطل حمل کرد گفتند الآیۃ عامۃ فی الامور کلہا بصحۃ الاستثناء ومنہا الامامۃ وعلیٌّ من اُولی الارحام دون ابی بکر فہو اَوْلیٰ بخلافۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعجب است کہ از اہل عقل این کلام صادر شود زیرا کہ غایۃ الامر آنست کہ مطلق باشد و پرسیدہ شود اَیّ کذا ام فی کذا چنانکہ گوئیم زید مقدم است بر عمرو وسوال متوجہ شود کہ در علم یا در نسب یا در شجاعت الیٰ غیر ذٰلک پس یا با علامت اطلاق است یا نہ اوّل مطلق است وثانی مقید مطلق را حوالہ بر قرائن می کنند یا قید را صریحاً ذکر مینمایند وصحت استثناء بران دلالت نمی کند زیرا کہ اگر استثناء باشد مثلاً گوئیم اَوْلیٰ اِلّا فی کذا آنجا تقدیر مستثنیٰ منہ خواہیم کرد بقرینہ مستثنیٰ مانند قرأتُ اِلّا یوم الجمعۃ معناہ قرأتُ کلَّ یومٍ اِلّا یوم الجمعۃ ولو قلتُ قرأتُ

کا ناسخ نہیں۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ تواصل ارحام (رشتہ داری کا میل ملاپ) چھوڑ دو اور مہاجرین وانصار کا تواصل اختیار کر لو بلکہ تعلقِ قرابت کا لزوم اپنے طور پر حسبِ سابق محکم ہے۔ منسوخ نہیں ہوا ہے اور مہاجرین وانصار کا مجوّزہ تواصل اس کے ساتھ مزاحمت نہیں رکھتا' دونوں واجب ہیں اور دونوں مطلوب ہیں۔ تو ظاہر سیاق وسباق اس پر دلالت کرتا ہے کہ اَوْلیٰ بِبَعْضٍ سے مراد صلۂ رحم ہے نہ کہ توارث۔ جس جماعت نے اس کا مطلب توارث سمجھا ہے اُنھوں نے آیت کو سیاق اور سباق سے منقطع کر دیا ہے تو اس آیت میں مخالف کو قطعاً ناخن مارنے کی بھی گنجائش نہیں لیکن دلوں کی کجی اور غلبہ ہوائے نفس نے تاویلِ باطل پر اُبھارا۔ کہتے ہیں کہ آیت عام ہے تمام امور میں استثناء کی صحت کی وجہ سے اور اُن امور میں سے ایک امامت بھی ہے اور اولوا الارحام میں سے علیؓ ہیں نہ کہ ابوبکرؓ، اِس لئے وہ اولیٰ بخلافت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے زیادہ حقدار ہیں[1] اور تعجب ہے کہ اہلِ عقل سے یہ کلام صادر ہو کیونکہ نہایت الامر یہ ہے کہ مطلق ہو اور پوچھا جائے کہ (اولیٰ کس چیز میں ہیں) اس میں ہیں یا اس میں ہیں۔ جیسا کہ ہم کہیں کہ زید مقدّم ہے عمرو پر۔ اور پھر سوال پیدا ہو کہ (کس چیز میں مقدّم ہے) عِلم میں؟ یا نسب میں؟ یا شجاعت میں؟ الیٰ غیر ذٰلک پس (استثناء) علامت اطلاق کے ساتھ ہے یا نہیں۔ پہلا مطلق ہے اور دوسرا مُقیّد۔ مطلق کو قرائن کے حوالے کر دیتے ہیں یا قید کو صریحاً ذکر کرتے ہیں اور صحت استثناء اس پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اگر استثناء ہو گا مثلاً یوں کہیں اولیٰ اِلّا فی کذا وہاں مستثنیٰ منہ کو مقدر کریں گے بقرینہ مستثنیٰ۔ جیسا قرأتُ اِلّا یوم الجمعۃ (میں نے پڑھا بجز جمعہ کے دن کے) اس کے معنے ہیں قرأتُ کلَّ یومٍ اِلّا یوم الجمعۃ کے (یعنی میں نے پڑھا ہر دن میں بجز یوم جمعہ کے) اور اگر تم صرف قرأتُ

[1] یہاں یہ نکتہ بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ اس معنے کے لحاظ سے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ حقدار ٹھہرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ جب چچا موجود ہوتا ہے تو اصولِ وراثت میں بھتیجا محروم ہوتا ہے۔ ۱۲ مترجم

کَانَ اِخبارًا عن قراءۃٍ تاکذٰلک ہٰذا واگر این کلام صحیح باشد لازم آید کہ چون امامی بمیرد امامت را اولوا الارحام درمیان خود ہا قسمت نمایند بمنزلۂ مال ولا قائل بہٖ ودرآینجا نکتہ ایست بغایت ثمین در عالم دوٗ سنت مسلوک بود یکے طریقۂ انبیاء صلوات اللہ تعالےٰ علیہم کہ توارث در نبوت نیست حضرت موسیٰؑ وہارونؑ از سبط لاوی مبعوث شدند وحضرت یوشعؑ از سبط بن یامین باز حضرت داوٗدؑ وسلیمانؑ از سبط یہودا ہکذا وہکذا دیگرے طریقۂ ملوک چنانکہ در تواریخ سلاطین بتواتر معلوم کردہ باشی کہ بادشاہی بمیرد وشخصے از اولادِ او بر سلطنت می نشست واگر دیگری بادشاہی میخواست وارثِ ملک اولاد را دانستہ بجنگ برمی خاستند واو را دفع می ساختند مگر آنکہ غالب آید وحینئذٍ دولت از خاندان بادشاہ اوّل بیرون می رفت وخلافت نبوت دوٗ احتمال دارد یکے آنکہ بہ نبوّت ملحق شود وتوارُث دران جاری نہ گردد دوم آنکہ بہ بادشاہی راجع شود بہ مقتضائے طبیعتِ بشر توارُث دران جاری کنند اگر بہ نبوت ملحق سازند کسی را خلیفہ باید کرد کہ متمّم کارہائے نبوت باشد واگر از قبیل بادشاہی گیرند نفوس وطبائع ایشان باقامتِ وارث میل کند چون دیدیم کہ ہمہ برخلاف سنتِ مستمرّہ در ملوک عمل کردند دانستیم کہ مراد ایشان اقامت سنتِ صالحۂ انبیاء بود وباین نکتہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر ارشاد فرمودہ است در قصۂ استخلافِ معاویہ پسرِ خود را حیثُ قالَ سُنَّۃُ کِسرٰی وقیصر لا سُنَّۃُ ابی بکرٍ وعمرَ واگر ازین مقام

کہو گے۔ تو یہ صرف خبر ہو گی کسی بھی قراءت کی اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے۔ اور اگر یہ کلام صحیح ہو گا تو لازم آئے گا کہ جب کوئی امام مرجاتے تو اولوا الارحام امامت کو اپنے درمیان بطور مال کے تقسیم کرلیا کریں اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اور یہاں ایک نہایت قیمتی نکتہ ہے۔ دنیا میں دو طریق مروّج ہیں ایک طریقہ انبیاء صلوات اللہ تعالےٰ علیہم کا کہ نبوت میں توارث نہیں ہے حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ لاوی کی اولاد میں سے مبعوث ہوئے اور حضرت یوشعؑ بن یامین کی اولاد میں سے اور حضرت داوٗدؑ اور سلیمانؑ یہودا کی اولاد میں سے۔ اسی طرح ہر ایک سبط سے انبیاء ہوتے رہے۔ اور ایک طریقہ بادشاہوں کا جیساکہ بادشاہوں کی تاریخوں میں تواتر کے ساتھ تم نے معلوم کیا ہو گا کہ ایک بادشاہ مرتاہے اور ایک شخص اس کی اولاد میں سے سلطنت پر بیٹھ جاتا ہے اور اگر کوئی دوسرا بادشاہی کا خواستگار ہوتا تھا تو وارث ملک اولاد کو جانتے ہوئے لوگ جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور اس کو دفع کرتے تھے مگر یہ کہ وہ غالب آجاتے اور اس حالت میں دولت پہلے بادشاہ کے خاندان میں سے باہر نکل جاتی۔ اور خلافتِ نبوّت میں دوٗ احتمال ہیں ایک یہ کہ نبوت کے ساتھ ملحق ہو اور اس میں توارُث جاری نہ ہو، دوسرا یہ کہ بادشاہی کی طرف راجع ہو اور بمقتضائے طبیعتِ بشر اس میں توارُث جاری کردیں۔ اگر نبوّت کے ساتھ ملحق کریں گے تو کسی ایسے کو خلیفہ بنانا چاہیئے جو نبوّت کے کاموں کو پورا کرنے والا ہو۔ اور اگر بطور بادشاہی کے لیں گے تو لوگوں کے نفوس اور طبائع وارث کے قائم کرنے کی طرف رغبت کریں گی۔ جب ہم نے دیکھا کہ سب لوگوں نے اس طریق کے خلاف عمل کیا جو بادشاہوں میں جاری تھا تو ہم نے جان لیا کہ ان کی مراد انبیاءؑ کی سنتِ صالحہ کو قائم کرنا تھا۔ اس نکتہ کی طرف عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ نے اشارہ فرمایا تھا اس قصہ میں جب معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو خلیفہ قرار دینا چاہا تھا تو انھوں نے کہا تھا کہ یہ کسریٰ اور قیصر کی سنت ہے۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ کی سنت نہیں ہے۔ اور اگر ہم اس مقام سے

تنزیل نمائیم گوئیم کہ ترکِ عادت مستمرہ نمون
دلیل است برآنکہ اینجا دلیلے قوی تر یافتند
برخلاف عادت مستمرہ با وجود رغبت طبائع دران
قولہ تعالیٰ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ الخ
سیاق آیت ذکر مرتدین است وجہاد با ایشان و
این معنے باتفاق مفسرین در حق صدیق اکبر است
قالہ قتادۃ والضحاک والحسن البصری وحوادثے
کہ در عالم پیدا شد اَدَلِّ دلیل است بران ازمیان
مورخین کیست کہ یاد دارد کہ کسی درین مدد متطاول
بوصف جمع رجال نصب قتال با مرتدین نمودہ
باشد سوائے صدیق اکبر ولفظ اِنَّمَا در کلام عرب
برائے دلیل جملہ سابقہ وتحقیق وتثبیت او
مے آید یعنی اے مسلمانان از ارتداد عرب وجموع
متجمعۃ ایشان چرامی ترسید غیر ازین نیست کہ
کارساز شما در حقیقت خدا است کہ الہام مے
کند وتدبیر امور بآن الہام مے فرماید ورسول
او کہ سررشتہ ترغیب بر جہاد او در عالم آوردہ
است وبدعائے خیر دستگیر اُمت خود است
ودر ظاہر محققین اہل ایمان کہ باقامت صلوٰۃ
وایتار زکوٰۃ بوصف نیائش و خشوع
متصف اند واہلیت تحمل داعیہ الٰہیہ
دارند وخدائے تعالیٰ بردست ایشان اتمام
اصلاح عالم مے فرماید پس اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ
بشہادت سیاق وسباق نازل است درباب
صدیق اکبر وتعریض است باو ومتابعان
او واگر بعموم صیغہ متمسک شویم
جمیع محققین را شامل است
ولہٰذا

تنزل کریں تو کہیں گے کہ عادتِ مستمرہ کا ترک کرنا دلیل ہے
اس بات پر کہ ان کو کوئی ایسی دلیل مل گئی جو عادتِ مستمرہ کے
خلاف اور اس سے زیادہ قوی ہے۔ باوجودیکہ اس کی طرف
طبیعتیں رغبت رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اِنَّمَا
وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ الخ (المائدہ: ۵۵۔ جس کو شیعہ نے حضرت مرتضیٰ ؓ
کے حق میں بیان کیا) اس آیت کا سیاق مرتدین کا ذکر اور
ان کے ساتھ جہاد ہے اور یہ معنے باتفاقِ مفسرین حضرت صدیق
اکبر ؓ کے حق میں ہیں۔ اس کے قائل ہیں قتادہ ؓ اور ضحاک ؒ اور
حسن بصری ؒ اور سب سے بڑی دلیل اس پر وہ حوادث ہیں
جو کہ عالم میں پیدا ہوتے تھے۔ مؤرخین میں سے کون ہے جو
یہ یاد رکھتا ہے کہ اس لمبی اور دراز مدت میں صدیق اکبر ؓ کے
سوا کوئی اور بھی تھا جو یہ وصف رکھتا تھا کہ اس نے لوگوں
کو جمع کرکے مرتدین کے ساتھ قتال کیا۔ اور لفظ اِنَّمَا کلام عرب
میں جملۂ سابقہ کی دلیل اور اس کی تحقیق وتثبیت کے لئے
آتا ہے۔ معنے یہ ہوتے کہ اے مسلمانو! عرب کے ارتداد اور ان
کے اجتماع سے تم کیوں ڈرتے ہو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ
تمہارا کارساز درحقیقت خدا ہے جو کہ الہام کرتا ہے اور الہام
کے ذریعہ سے تدبیر امور فرماتا ہے اور اس کا رسول کہ جہاد
پر ترغیب کا سلسلہ عالم میں اسی کی ذات سے وابستہ ہے اور
وہ دعائے خیر سے اپنی امت کی مدد کرتا ہے اور ظاہر (اسباب
کے درجہ) میں محققین اہلِ ایمان ہیں جو کہ اقامتِ صلوٰۃ اور
ایتار زکوٰۃ اور اس کی حمد وثنا کرنے کے اوصاف اور خشوع
سے متصف ہیں اور داعیہ الٰہیہ کے تحمل کی اہلیت رکھتے ہیں
اور خدا تعالیٰ ان کے ہاتھ پر اصلاحِ عالم کی تکمیل فرماتا ہے۔ الحاصل
آیت مذکورہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ سیاق وسباق کی شہادت سے
صدیق اکبر ؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ان کی اور ان کے
متابعین کی طرف تعریض کرتی ہے۔ اور اگر صیغہ کے عموم سے
ہم دلیل پکڑیں تو تمام محققین کو (یعنے ان سب کو جن سے اس
سلسلہ میں مساعی متحقق ہوتیں) شامل ہے۔ اور اسی بنا پر

قال ابو جعفر محمد بن علی الباقر حین قیل لہٗ انہا
نزلت فی علیؓ قال ہو من المؤمنین اخرجہ
البغوی وقال جابر بن عبد اللہ نزلت فی عبد اللہ
ابن سلام لما ہجرہ قومہ حالا زیغ این مبتدعان
را تماشا کن کہ این سیاق و سباق را گذاشتہ
درپے ترویج ہوائے باطل خود افتادہ اند قال
الزیدی فی الاساس لمعنے لقولہ وَالَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا علیؓ وحدہٗ لوقوع التواتر بذلک من
المفسرین واہل التواریخ وورد بلفظ الجمع
من باب اطلاق العام علی الخاص ونظیرہ
قولہ تعالٰی ہُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا
عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ والمعنے بہا
ابن اُبَیّ وحدہٗ اما تواتری کہ آن تفوہ می کند
ممنوع است معنی تواتر آن است کہ جماعۃ
عظیمہ کہ تواطؤ ایشان عادۃً برکذب ممتنع باشد
بحس ادراک کردہ باشند چیزے را وخبر دہند از آن
ادراک خویش اینجا حس غیر سمع از صادق
مصدوق نمی تواند بود ونہ حدیث مرفوع ثابت
نیست چہ جای تواتر واگر بمسامحہ از لفظ تواتر
اتفاق ارادہ کردہ شود آن در حیز منع است
لما مرّ عن جابر والباقر بلکہ این تاویل امریست
مختلف فیہ تامل می باید کرد وآن اگر بر قاعدہ
باشد اخذ کنیم واگر خلاف قاعدہ است رد نمائیم
باز میگوئیم کدام ضرورت پیش آمدہ کہ از لفظ
عام معنے خاص ارادہ یباید کرد بتخصیص آنکہ
از لفظ جمع مفرد را مراد باید گرفت این قسم
تاویل بعید را قرینہ قویہ می باید وآن
قرینہ کجا است آنچہ ظن فقیر
کار می کند آن است کہ بعض

ابو جعفر محمد بن علی الباقر نے جب کہ ان سے کہا گیا کہ یہ آیت علیؓ
کے بارے میں نازل ہوئی فرمایا کہ وہ بھی اُن مومنین میں سے ہیں۔
اخذ کیا اس کو بغوی نے اور جابرؓ بن عبد اللہ کا یہ قول ہے کہ
یہ عبد اللہؓ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی جب کہ اُن کو اُن کی
قوم نے چھوڑ دیا تھا۔ اب مبتدعین کی کج روی کا تماشا دیکھو کہ
اس سیاق و سباق کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے
کس طرح پیچھے پڑے ہیں۔ زیدی نے اساس میں کہا کہ قول باری
تعالٰی وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے تنہا علیؓ مراد ہیں کیونکہ اس پر مفسرین
واہل تواریخ کا تواتر واقع ہوا ہے۔ صیغۂ جمع سے آیت کا ورود
ہوا۔ یہ اطلاق العام علی الخاص کی قسم میں سے ہے اور اس
کی نظیر یہ ارشاد ہے ہُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ الخ (۶۳ : ۷) یہ
وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم)
کے پاس (جمع) ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو؛ اور مراد اس سے
تنہا ابن اُبَیّ ہے۔ (ہم کہتے ہیں کہ) یہ شخص جس تواتر کو مُنہ سے
نکال رہا ہے وہ یہاں نہیں ہو سکتا۔ تواتر کے معنے یہ ہیں کہ ایک
جماعتِ عظیم کہ اتنے لوگوں کا عادۃً کذب پر جمع ہونا محال ہو وہ
کسی چیز کو حس سے ادراک کریں اور اُس اپنے ادراک کی خبر دیں۔
یہاں پر حس کوئی نہیں ہو سکتی بجز "سمع" کے صادق و مصدوق
صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ اور اس بارے میں کوئی حدیث مرفوع
بھی ثابت نہیں تو تواتر تو کہاں سے آجائے گا۔ اور (تواتر کے یہ
اصطلاحی معنے مُراد نہ لئے جائیں) بطور مسامحت لفظ تواتر
بول کر "اتفاق" مراد لیا جائے تو یہ بھی منع ہی کی حد میں داخل
ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ اور باقرؒ سے روایت گزر چکی ہے۔ بلکہ یہ
تاویل خود ایک امر مختلف فیہ ہے اس میں تامل کرنا چاہیئے۔ اگر قاعدے
کے مطابق ہو تو ہم لے لیں اور خلاف قاعدہ ہو تو رد کریں۔ پھر
ہم کہتے ہیں کہ کونسی ضرورت پیش آئی کہ لفظِ عام سے معنے خاص
مراد لینے چاہئیں بالخصوص جب کہ لفظ جمع کو مفرد مُراد لینا ہو تو
اس قسم کی تاویلِ بعید کے لئے قرینہ قویہ ہونا چاہیئے اور ایسا
قرینہ کہاں ہے۔ فقیر کا ظن جو کچھ کام کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ بعض

مردم بطریق تعریض حضرت مرتضیٰ رض را ازین لفظ فہمیدہ باشند و تعریض امر جدائی است غیر تخصیص عام اینجا عام بر معنے عموم خود باقی است مع ہٰذا قرائن دلالت مینمایند بر دخولِ فردِ واحد در عام بلکہ بر آنکہ سَوق کلام برائے او بودہ است چنانکہ در فصل تعریضات بسط نمودیم لیکن این شخص بسببِ قلّتِ معلوماتِ خود بآن معنے آشنا نیست بر تخصیص فرد وامی آرد باز می گوئیم کہ اینجا تعریض وقتے راست بیاید کہ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ حال واقع شود از يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ تنہا و آن قصہ مخترعہ کرراز مرتضیٰ واقع شود و کلاہما ممنوعان بسہ وجہ یکے آنکہ وَہُمْ رَاكِعُوْنَ حال واقع شدہ بعد دو جملہ متناسقہ داخلہ در حیز صلہ و مبتنی بر ضمیر جمع کہ فاعل آن ہر دو است پس ظاہر آن است کہ از ہر دو جملہ حال واقع شدہ باشد و حینئذٍ معنے مربوط نگردد کہ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَہُمْ رَاكِعُوْنَ بخلاف آنکہ گوئیم وَہُمْ خَاشِعُوْنَ لِلّٰہِ فِیْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ یا گوئیم يقيمونَ الصَّلٰوةَ المفروضةَ ويُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ المكتوبةَ وہم راكعونَ مُوَاظِبون على النوافل دوم آنکہ یؤتون صیغہ مضارع است دلالت مے کند بر استمرار تجدُّدی پس اگر مقیّد شود بحال مے باید کہ چندین دفعہ ایتاءِ زکوٰۃ در حینِ رکوع بعمل آمدہ باشد و یک بار کفایت نمے کند ولا قائل بہ سیوم آنکہ توجیہے کہ ما اختیار کردیم ادخل است

لوگ بطریق تعریض اس لفظ سے حضرت مرتضےٰ رض کو سمجھے ہوں اور تعریض ایک جُدا امر ہے تخصیص عام سے۔ اس جگہ عام اپنے عموم پر باقی رہتا ہے اس کے باوجود قرائن دلالت کرتے ہیں عام میں صرف فرد واحد کے داخل ہونے پر بلکہ اس بات پر کہ بات کا یہ اندازِ بیان اُسی کے لئے تھا جیسا کہ تعریضات کی فصل میں ہم نے مفصل لکھا ہے۔ لیکن یہ شخص اپنی قلّت معلومات کے سبب اس معنے کا آشنا نہیں ہے اس لئے تخصیص پر محمول کر رہا ہے ہم پھر کہتے ہیں کہ یہاں تعریض اُس وقت صادق آئیگی جب کہ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ حال واقع ہو تنہا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ سے اور وہ قصہ مخترعہ حضرت مرتضےٰ رض سے مکرر واقع ہوا ہو اور دونوں باتیں ممنوع ہیں تین وجہ سے ایک یہ کہ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ حال واقع ہوا ہے بعد ایسے دو جملوں کے جو ایک ہی نسق پر ارشاد ہوئے (یعنی یقیمون الصّلوٰۃ اور یؤتون الزکوٰۃ) جو صلہ (الّذین) کے احاطہ میں داخل ہیں اور جو مبتنی ہیں ضمیر جمع پر جو کہ اُن دونوں کی فاعل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ دونوں جملہ سے حال واقع ہوا ہو اور اس صورت میں معنے مربوط نہیں ہوتے کہ یہ صورت ہوگی کہ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ بخلاف اس کے کہ یوں کہا جائے کہ وَهُمْ خٰشِعُوْنَ لِلّٰهِ فِي اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ (اللہ کے لئے عاجزی کرنے والے ہیں نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے میں) یا یوں کہیں يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وهم راكعون مواظبون على النوافل (فرض نمازیں قائم رکھتے ہیں اور فرض زکوٰۃ ادا کرتے ہیں دراں حالیکہ وہ رکوع کرنے والے ہیں یعنی نوافل پر مواظبت رکھنے والے ہیں)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ يُؤْتُوْنَ صیغہ مضارع ہے جو دلالت کرتا ہے استمرار تجدُّدی پر، تو اگر یہ حال سے مقید ہوگا تو چاہیئے کہ بار بار زکوٰۃ دینا رکوع کے وقت عمل میں آیا ہو اور ایک بار کا عمل (استمرار تجدُّدی کے لئے) کافی نہیں ہوتا۔ اور کوئی اس کا قائل نہیں۔ (ممنوع ہونے کی) تیسری وجہ یہ ہے کہ جو توجیہ ہم نے اختیار کی ہے وہ تہذیب نفس میں بڑا دخل

در تہذیب نفس وا وفق است بکتاب وسنّت
زیراکہ خشوع در وقتِ صلوٰۃ وصدقہ مطلوب
شرعی است وہزاران دلیلِ شرعی برطلبِ
آن دلالت مینماید وہمچنان اقامت برفرائض
یامواظبت برنوافل ممدوح است درشریعت و
مدارِ افضلیت واکملیتِ افرادِ بشر واقع شدہ بخلاف
صدقہ دادن در وقتِ رکوع کہ ہیچ مناسبت با
مقاصدِ شرعیہ پیدا نمی کند الّا آنکہ فی الجملہ دلالت
دارد بر مسارعت در صدقات وحینئذٍ حُسنِ عبارت
آن باشد کہ گویند وَہُمْ یُسَارِعُونَ فِی الصَّدَقَۃِ
خصوصیتِ رکوع را دخلے نیست کہ مدح دائر گردد
بران باز اگر تسلیم نمائیم کہ آیت نازل شدہ است
درشان حضرت مرتضیٰ غایت دلالت آن است
کہ حضرتِ مرتضیٰؓ ناصرِ مسلمین است والامر کذلک
زیراکہ خدائے تعالیٰ مرتضیٰ را در مشاہدِ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم توفیقِ عظیم کرامت فرمود تا امور
عجیبہ از وے بظہور آمد مثل مبارزت در روز
بدر وجنگِ اُحد وقتلِ عمرو بن عبدود در
غزوۂ خندق وفتح حصن در وقعہ خیبر الیٰ
غیر ذٰلک واین نصیرِ مسلمین بود خلافت از
کجا مفہوم شد تا اگر شیعہ گویند وَلِی بمعنی
متصرف است در امور مانند ولیِ مرأۃ در
نکاح وولیِ صبی در معاملاتِ او وضمیرِ خطاب
برائے امت است وولیِ امت نمی باشد مگر امام
جواب گوئیم اوّلاً بنقضِ اجمالی اگر این آیت دال
است بر امامت او فی الحال پس در حالِ حیاتِ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم امام باشد
ولا قائل بہ واگر معنی وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ تفہیم
بر ما ناہض گردد زیراکہ در وقتے

رکھتی ہے اور کتاب وسنت کے ساتھ پوری موافقت رکھتی
ہے اس لئے کہ خشوع نماز کے وقت میں اور صدقہ (دونوں)
مطلوبِ شرعی ہیں اور ہزاروں دلائل شرعیہ اُن کے مطلوب ہونے
پر دلالت کرتی ہیں اور اسی طرح فرائض کو قائم رکھنا اور نوافل
پر مواظبت شریعت میں ممدوح ہے اور افرادِ بشر کی افضلیت
واکملیت کا ان پر مدار واقع ہوا ہے، بخلاف رکوع کے وقت
صدقہ دینے کے کہ کوئی مناسبت مقاصد شرعیہ کے ساتھ اس میں
واضح نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ صدقات میں مسارعت پر فی الجملہ
دلالت رکھے اور اس صورت میں حُسنِ عبارت یہ ہوگی کہ یوں کہیں
وہُم یُسَارِعُوْنَ فی الصَّدَقَۃ۔ خصوصیتِ رکوع کا اس میں کوئی دخل
نہیں کہ مدح اُس پر دائر ہو۔ پھر اگر ہم تسلیم کرلیں کہ آیت حضرت
مرتضیٰؓ کی شان میں نازل ہوتی ہے تو زیادہ سے زیادہ دلالت
اس بات پر ہوگی کہ حضرت مرتضیٰؓ مسلمانوں کو مدد دینے والے ہیں
اور یہ بات حسب واقعہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے مرتضیٰؓ کو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مواقع قتال میں توفیقِ عظیم عطا
فرمائی تھی یہاں تک کہ اُن سے امورِ عجیبہ کا ظہور ہوا جیسا کہ روزِ
بدر اور جنگِ اُحد میں آپ کا مقابلہ کرنا اور عمرو بن عبدود کو قتل
کرنا اور غزوۂ خندق میں اور واقعہ خیبر میں قلعہ کا فتح کرنا اور
اس طرح کے بہت واقعات ہیں اور یہ نصرِ مسلمین (یعنی مسلمانوں
کی مدد) تھی، خلافت کہاں سے مفہوم ہوگئی۔ اور اگر شیعہ یہ
کہیں کہ ولی کے معنے امور میں تصرف کرنے والے کے ہیں جیسا
عورت کا ولی نکاح کے بارے میں اور لڑکے کا ولی اس کے معاملات
کے بارے میں، اور ضمیر خطاب کی اُمت کے واسطے ہے اور اُمت
کا ولی صرف امام ہی ہوتا ہے۔ تو ہم جواب دیں گے اوّلاً بنقضِ اجمالی
اگر یہ آیت حضرت مرتضیٰؓ کی امامتِ فی الحال پر دلالت کرنے
والی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی حالت
میں بھی امام ہوں گے اور اس کا کوئی قائل نہیں۔ اور اگر اس کے
معنے وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ سمجھیں (یعنی خلافت کا ظہور ہوگا اگرچہ کچھ
زمانہ گزرنے کے بعد ہو) تو یہ تو ہماری تائید کرے گی کیونکہ اوقات میں

ازاوقات و ہو وقتُ قیامِہ بالخلافۃ امام
بحق بود و ثانیاً بحل ہرجا در قرآن ولایت
آمدہ معنے آن نصرت است فی الانفال اِنَّ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ
وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ
اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ
بَعْضٍ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُھَاجِرُوْا
مَا لَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی
یُھَاجِرُوْا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی
الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ الآیۃ۔ و فی
المائدۃ لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی
اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ الیٰ
غیر ذٰلک خصوصًا درین آیت سیاق
وسباق جہرۃً بر معنے نصرت دلالت
مے نماید زیراکہ در اوّل مے فرماید
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ
عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ
یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ الآیۃ وایں اشارت
بنصرت است بعد ازاں میفرماید وَمَنْ
یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ و
این صریح است در نصرت انصاف بدہ کہ
این دلیل فے نفسہ دلالت بر وجوب خلافت
حضرت مرتضےٰ می نماید یا بعارض ہوا دفعاً
بالصدر بر مدعا دُور و درازی
فرود آوردہ اند قولہ تعالٰے
لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ
یعنی الخلافۃ و ابوبکر کان
ظالماً لانہ

سے کسی وقت (سے ہم وہ وقت مراد مانتے ہیں) جو آپ کے خلافت
پر قیام کا وقت تھا اور آپ امام برحق تھے۔ اور دوسرا تحقیقی قرآن
میں جس جگہ لفظ ولایت آیا ہے اس کے معنے نصرت (یعنی مدد)
لئے گئے ہیں۔ سورۂ انفال میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا
الخ (۸: ۷۲) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت
کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد بھی کیا
اور جن لوگوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے
کے رفیق ہیں اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو ان کی
رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک وہ گھر نہ چھوڑ آئیں اور
اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے ان کی مدد کرنی الخ
اور سورۂ مائدہ میں ہے لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ الخ (۵: ۵۱) اے
ایمان والو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں
یار و مددگار ہیں ایک دوسرے کے؛ ان کے علاوہ اور بھی ہیں
خصوصًا اس آیت میں سیاق وسباق نصرت کے معنے پر صاف
صاف دلالت کر رہا ہے کیونکہ اول یہ فرما کر پھر آگے یہ فرماتے ہیں
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ الخ (۵: ۵۴) اے ایمان
والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے تو اللہ تعالےٰ
بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالےٰ کو محبت
ہوگی اور ان کو اللہ تعالےٰ سے محبت ہوگی الخ؛ اور یہ نصرت
ہی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں وَمَنْ یَّتَوَلَّ
اللّٰہَ الخ (۵: ۵۶) اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس
کے رسولؐ سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک
غالب ہے؛ اور یہ نصرت کے معنے میں صریح ہے۔ انصاف کرو کہ
یہ دلیل فی نفسہ حضرت مرتضےٰؓ کی خلافت کے وجوب پر دلالت
کرتی ہے؟ یا ہوائے نفس کی بیماری سے اپنے سینہ کو ہلکا کرنے کے لئے
دُور دراز سے کھینچ کر اپنے مدعا پر آیت کو ڈال دیا ہے (زیدی کہتا
ہے) قولہٗ تعالےٰ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ (۲: ۱۲۴)
ارشاد ہوا کہ میرا (یہ) عہدہ (نبوت) خلاف ورزی کرنے
والوں کو نہ ملے گا؛ یعنی خلافت، اور ابوبکرؓ ظالم تھا کیونکہ

کان کافرًا فی اوّل عمرہ حتی بُعِثَ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ودعاہ الی الاسلام اصل قصہ
آنست کہ خدای تعالٰی خطاب فرمود بحضرت
ابراہیم علیہ صلوات اللہ وسلامہٗ اِنِّیْ جَاعِلُکَ
لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ
قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ اگرچہ
معنی امام پیشوا است نبی باشد یا خلیفہ یا
عالم مُقتدا لیکن مُراد دریجا نبی است بلاشک
پس معنی کلام این است کہ خدای تبارک و
تعالٰی حضرت ابراہیمؑ رانبی ساخت برای
مردمان ومبعوث گردانید اوراو بسوی مردمان وے
صلوات اللہ علیہ سوال نمود کہ بار خدایا از
ذُرّیت من جمعے را انبیاء گردان حق سبحانہ
فرمود نہ رسد وحی من یا نبوّت من ظالمان را
ودر حکایت این ماجرا رد است بر مشرکان عرب
بابلغ وجوہ کہ میگفتند لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا
الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ
چون معنی آیت دانستہ شد میگوئیم اینجا اصلاً ذکر خلافت
نیست ومدلولِ آیت با مسئلہ ما مساسی ندارد وذکر
نبوّت ووحی است وعلی التسلیم لفظ ظالم حقیقۃً
بر شخصے منطلق است کہ در وقت وقوع مضمون
جملہ ظالم باشد نہ بر شخصے کہ در زمانے کہ قبل او است
یا بعد او ست ظالم بود اطلاقِ عصیر بر خمر یا خمر بر
عصیر مجاز است بالاتفاق وابوبکر صدیق در
وقت نیلِ خلافت ظالم نبود قولہ صلی اللہ
علیہ وسلم اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ
مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اصل
قصہ آن است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم متوجہ شد بغزوۂ تبوک

وہ اوّل عمر میں کافر تھا یہاں تک کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث
ہوئے اور اُن کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ اصل قصہ یہ ہے
کہ خدا تعالٰے نے حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو خطاب
فرمایا اِنِّیْ جَاعِلُکَ الخ (۲: ۱۲۴) کہ میں تم کو لوگوں کا مقتدا بناؤنگا
اور اُنھوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کسی
کو (نبوت دیجئے) ارشاد ہوا کہ میرا یہ عہد (نبوت) خلاف ورزی
کرنے والوں کو نہ ملے گا! اگرچہ امام کے معنے پیشوا ہیں نبی ہو یا
خلیفہ یا عالم مقتدا۔ لیکن بغیر کسی شک کے یہاں نبی مراد ہے تو
کلام کے معنے یہ ہیں کہ خدائے تبارک و تعالٰے نے حضرت ابراہیم
علیہ السّلام کو لوگوں کے لئے نبی بنایا اور ان کو لوگوں کی طرف
مبعوث کیا اور آپ نے صلوات اللہ وسلامہ علیہ سوال کیا کہ خدایا
میری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو انبیاء بنایئے۔ حق سبحانہ نے
فرمایا کہ میری وحی یا میری نبوّت ظالموں کو نہیں پہنچے گی۔ اور اس
ماجرا کے بیان کا مقصد مشرکین عرب کے اس قول کا ابلغ طور پر
رد کرنا مقصود ہے جو وہ کہتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ الخ (۴۳: ۳۱)
اور کہنے لگے کہ یہ قرآن (اگر کلام الٰہی ہے تو) ان دونوں بستیوں
(مکہ وطائف کے رہنے والوں) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں
نہیں نازل کیا گیا! جب آیت کے معنے معلوم ہو گئے تو ہم کہتے
ہیں کہ یہاں قطعاً خلافت کا کوئی ذکر نہیں اور آیت کے مدلول نے
مسئلہ خلافت کو چھوا بھی نہیں۔ یہاں مقصد نبوت اور وحی کا
ذکر ہے۔ اور بنا بر تسلیم ہم کہتے ہیں کہ لفظ ظالم حقیقۃً ایسے
شخص پر بولا جاتا ہے جو کہ مضمون جملہ کے واقع ہونے کے وقت
ظالم ہو نہ ایسے شخص پر جو کسی زمانہ میں اُس سے پہلے یا بعد میں
ظالم ہوا ہو۔ شیرے کا اطلاق خمر پر یا خمر کا شیرے پر بالاتفاق
مجاز ہے اور ابوبکر صدیقؓ خلافت ملنے کے وقت ظالم نہیں تھے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ الخ
یعنی کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تیرا مرتبہ میرے ساتھ
وہ ہو جو ہارونؑ کا مرتبہ تھا موسیٰؑ کے ساتھ الخ اصل قصہ یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی طرف متوجہ ہوئے

وحضرت مرتضیٰ را در خانہ گذاشت بجہت مصلحت خانہ خود ازین وجہ گونہ ملالے بخاطر حضرت مرتضیٰ بہم رسید کہ وقت جنگ چرا ہمراہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نباشد آنحضرت فرمود الا ترضے ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسےٰ اخرج الترمذی والحاکم من حدیث سعد سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لعلی وخلفہ فی بعض مغازیہ فقال لہ علی یارسول اللہ تخلفنی مع النساء والصبیان فقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اما ترضے ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسےٰ الا انہ لانبوۃ بعدی حاصل آنست کہ حضرت موسیٰ در وقت غیبت خود از بنی اسرائیل بسوے طور حضرت ہارون را خلیفہ ساخت پس حضرت ہارون جمع کرد درمیان سہ خصلت از اہل بیت حضرت موسےٰ بود وخلیفہ او بود بعد غیبت وی ونبی بود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چون مرتضیٰ را خلیفہ ساخت در غزوہ تبوک مرتضیٰ تشبہ پیدا کرد بحضرت ہارون در دو خصلت اول خلافت در وقت غیبت و بودن از اہل بیت نہ در خصلت ثالثہ کہ نبوۃ است این معنی با خلافت کبریٰ کہ بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باشد ہیچ ربطے ندارد زیرا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در ہر غزوہ شخصے را امیر مدینہ مقرر مے ساخت خلافت کبرے دیگر است وخلافت صغریٰ در وقت غیبت از مدینہ دیگر دلالت کند بر آنکہ مرتضیٰ حقیق است بآنکہ تفویض امور باو فرمایند

اور حضرت مرتضےٰ رض کو اپنی خانگی مصلحتوں کی وجہ سے گھر میں چھوڑا اس کی وجہ سے ایک گونہ ملال حضرت مرتضےٰ رض کے دل میں پیدا ہوا کہ جنگ کے وقت وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوں گے تو آنحضرت نے فرمایا کہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ وہ ہو جو ہارون ع کا مرتبہ تھا موسیٰ ع کے ساتھ - اخذ کیا ترمذی اور حاکم نے سعد کی حدیث سے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ علی رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے اور بعض غزوات میں آپ نے اُن کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ دیا تھا تو آپ سے علی رض نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں تو اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ وہ ہو جو ہارون ع کا مرتبہ تھا موسیٰ ع کے ساتھ بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے - حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور کی طرف جاتے وقت اپنی غیر حاضری تک بنی اسرائیل پر حضرت ہارون ع کو اپنا خلیفہ بنایا تھا تو حضرت ہارون ع میں تین خوبیاں جمع ہو گئی تھیں (پہلی) یہ کہ وہ حضرت موسیٰ ع کے اہل بیت میں سے تھے - (دوسری) یہ کہ اُن کی عدم موجودگی میں اُن کے خلیفہ ہوتے - (تیسری) یہ کہ نبی تھے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مرتضےٰ رض کو خلیفہ بنایا غزوہ تبوک میں تو حضرت مرتضےٰ رض نے حضرت ہارون ع کے ساتھ دو خوبیوں میں تشابہ حاصل کر لی اوّل (نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی) غیبت کے وقت اُن کی خلافت دوسری اہل بیت نبوت میں سے ہونا - تیسری خوبی جو نبوت تھی اُس میں مشابہت نہ ہوئی - یہ مفہوم خلافت کبریٰ کے ساتھ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہو گی کوئی ربط نہیں رکھتا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر غزوے میں کسی شخص کو امیر مدینہ مقرر کرتے تھے خلافت کبریٰ اور بات ہے اور خلافت صغریٰ مدینہ سے غیر حاضری کے وقت میں اور بات - اور اگر (یہ ارشاد نبوی) اس بات پر دلالت کرے کہ مرتضےٰ رض اس بات کے حقدار ہیں کہ امور مہمہ آن کے سپرد فرمائیں

این معنے با مذہب ما خلاف ندارد و اگر مراد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم خلافتِ کبریٰ می بود تشبیہ
داد بیوشع کہ خلیفہ حضرت موسےٰ بعد وفات او
بود نہ بحضرت ہارونؑ زیرا کہ حضرت ہارونؑ در
وقتِ غیبتِ حضرتِ موسیٰؑ بجانبِ طور خلیفہ
او بود نہ بعد وفاتِ او موتِ حضرت ہارونؑ
قبل حضرت موسیٰؑ است بچند سال حالا تعنت
شیعہ باید دید کہ برای تصحیح این دلیل گفتہ اند
ہٰذا یدلُّ علی ان جمیعَ المنازلِ الثابتۃِ لہارونَ
من موسیٰ ثابتۃٌ لعلیٍّ من النبی صلے اللہ علیہ
وسلم والّا لما صحّ الاستثناءُ ومن المنازلِ
الثابتۃِ لہارونَ من موسیٰ استحقاقُہٗ للقیام
مقامَہٗ بعد وفاتِہٖ لو عاش لانّہٗ لو عزلہ
کان منفِّرًا وذٰلک غیرُ جائزٍ علی
الانبیاءِ ونیز گفتہ اند من جملۃ منازلِ
ہارونَ من موسیٰ انّہٗ کان شریکًا
لہٗ فی الرسالۃ ومن لوازمہ استحقاقُ
الطاعۃِ بعد وفاۃِ موسیٰ لو بقیَ فوجب
ان یثبتَ ذٰلک لعلیٍّ الا انّہٗ امتنع
الشرکۃُ فی الرسالۃِ فوجب ان یبقیٰ مفترضَ
الطاعۃِ علی الامّۃِ من غیر
رسالۃٍ وہٰذا معنی الامامۃ جواب
میگوئیم بمنزلتِ ہارون من موسیٰ نوعے
از تشبیہ است ومعتبر در تشبیہ اوصاف
مشہورہ مذکورہ علی الالسنۃ است
نہ اوصاف دور و دراز بہمان
مے ماند کہ شخصے از
زیدٌ بمنزلۃِ الاسدِ انیاب
و وَبر بفہمد

تو اس خیال کا ہمارے مذہب کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں۔ اور اگر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد خلافتِ کبریٰ ہوتی تو آپ
حضرت یوشع علیہ السّلام کے ساتھ تشبیہ دیتے جو حضرت موسیٰ علیہ
السّلام کے خلیفہ ہوئے اُن کی وفات کے بعد، حضرت ہارونؑ سے
تشبیہ نہ دیتے کیونکہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی بجانب طور غیبت
کے وقت میں اُن کے خلیفہ ہوتے تھے نہ اُن کی وفات کے بعد حضرت
ہارونؑ کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے چند سال قبل ہوئی۔
اب شیعوں کی ہٹ دھرمی دیکھنے کے قابل ہے کہ اس دلیل کو صحیح
بنانے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ (کلام) دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ تمام
منازل (مراتب) جو ہارونؑ کے لئے ثابت ہیں موسیٰؑ کی جانب سے
وہ علیؓ کے لئے ثابت ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ اگر
ایسا نہ ہوگا تو استثناء صحیح نہ ہوگا اور اُن منازل میں سے جو ہارونؑ
کے لئے موسیٰ علیہ السّلام کی جانب سے ثابت ہیں وہ اُن کا استحقاق
ہے موسیٰؑ کی وفات کے بعد ان کا قائم مقام بننے کا اگر زندہ رہیں
کیونکہ موسیٰؑ نے اگر ان کو برخاست کر دیا ہوتا تو اُن سے نفرت
دلانے والے ہوتے اور انبیاءؑ کے حق میں یہ جائز نہیں ہے۔ اور
نیز کہا ہے کہ ان منازل میں سے جو ہارونؑ کے لئے موسیٰ علیہ السّلام
کی جانب سے ثابت ہیں ایک یہ ہے کہ وہ ان کے شریک تھے رسالت
میں اور اس کے لوازم میں سے ہے استحقاق طاعت کا موسیٰ علیہ السّلام
کی وفات کے بعد اگر وہ باقی رہیں تو ضروری ہوا کہ یہ سب اوصاف
ثابت کئے جائیں حضرت علیؓ کے لئے بھی سوائے اس کے کہ رسالت
میں اُن کی شرکت ممتنع ہو گئی تو واجب ہوا کہ بغیر رسالت کے
اُن کو اُمّت پر اس حیثیت کے ساتھ کہ اُن کی اطاعت واجب ہو باقی
رکھا جائے اور یہی معنے امامت کے ہیں۔ ہم جواب میں کہتے ہیں
کہ ہارونؑ کے مرتبہ میں ہونا بہ نسبت موسیٰؑ کے تشبیہ کی ایک نوع
ہے اور تشبیہ میں وہی اوصاف معتبر ہوتے ہیں جو مشہور ہوتے
ہیں اور زبانوں پر اُن کا ذکر آتا رہتا ہے نہ کہ دُور دراز کے اوصاف
یہ ایسی ہی بات ہے کہ کوئی شخص "زیدٌ بمنزلۃِ الاسد" سے (زید
شیر کے مرتبہ میں ہے) زید کے شیر جیسے دانت اور لمبے بال بھی سمجھ لے

یا شرکت در سبعیت ادراک نماید مشہود از خصال
حضرت ہارونؑ ہمان خصال ثلث است ہیچ عاقلے
از مثل این کلام معنے استحقاق خلافت بعد وفات
نمی تواند فہمید خصوصًا باین علاقہ کہ از عدم استحقاق
خلافت عزل لازم می آید و از عزل تنفر خلائق متحقق
می شود بلکہ میتوان گفت کہ اگر ہارونؑ بعد موسےؑ
زندہ می بود خلیفہ نمی شد بخلافت اصطلاحے
زیراکہ خلافت اصطلاحی غیر پیغامبر را لائق است
نہ پیغامبر را و میتوان گفت کہ انقطاع کارے کہ
بشرط غیبت تفویض نمودہ باشند عزل نیست
بلکہ تمامی آن کار است مثل آنکہ گویند فلان کار
کردہ بیا و وی کردہ آمد و میتوان گفت استحقاق
طاعت در انبیاء بجہت نبوت است چون نبوت را
از میان مستثنٰی ساختند ہرچہ بجہت نبوت باشد
آن ہم مستثنٰی شد و اکثر امت مرتبہ کہ امامت ا
بمعنے معصوم مفترض الطاعت اثبات نمی کنند
بل مفہوم آن محصل نمی شود بنای کلام بران
نہادن چہ قدر از انصاف دور است قولہ صلے
اللہ علیہ وسلم یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلیؓ
مولاہ اصل قصہ آنست کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حضرت مرتضٰےؓ را بجانب یمن فرستاد و آنجا
درمیان حضرت مرتضٰے و لشکریان او خشونتے واقع
شد چون در حجۃ الوداع بخدمت آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم وے و اصحاب او مشرف شدند لشکریان
او پیش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شکایت عرض
نمودند و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند روز توقف
فرمود و از حضرت مرتضٰے حقیقت حال استفسار
نمود چون اصل قصہ بخاطر شریف منقح شد

یا سبعیت میں زید کی شرکت کا ادراک کرے، حضرت ہارونؑ کی
مشہود خوبیوں میں سے وہی تین خوبیاں ہیں (جو ہم نے ذکر کی
ہیں) کوئی ذی عقل اس قسم کے کلام سے بعد وفات خلافت کے
استحقاق کے معنے نہیں سمجھ سکتا خصوصًا اس جوڑ کے لگا دینے
کی وجہ سے (جو مضحکہ خیز ہے) کہ خلافت کے عدم استحقاق کی
وجہ سے عزل (یعنی خلافت سے معزولی) لازم آتی ہے اور معزولی
سے تنفر خلائق متحقق ہوتا ہے۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہارونؑ
بعد موسےؑ کے زندہ رہتے تو وہ خلافتِ اصطلاحی کے ساتھ خلیفہ
نہ ہوتے۔ کیونکہ خلافتِ اصطلاحی غیر پیغمبر کے لئے سزاوار
ہے نہ کہ پیغمبر کے لئے اور کہہ سکتے ہیں کہ اس کام کا منقطع (ختم)
ہوجانا جس کو بشرط غیبت سپرد کیا گیا ہو عزل (یعنی اس عہدے
سے برخاست کرنا) نہیں ہے بلکہ اس کام کا مکمل ہوجانا ہے جیساکہ
کسی کو کہا جائے کہ فلاں کام کرکے آجاؤ اور وہ کرکے آگیا۔ اور
کہہ سکتے ہیں کہ انبیاء میں استحقاق طاعت نبوت کی جہت سے
ہوتا ہے۔ جب نبوت کو درمیان سے مستثنٰی کردیا تو جو وصف نبوت
کی جہت سے آنے والا ہے وہ بھی مستثنٰی ہوگیا۔ اور امت کی اکثر
امامت کے (اس مخترعہ) مرتبہ کو یعنی معصوم مفترض الطاعت کو
ثابت نہیں کرتی بلکہ اس کا مفہوم حاصل ہوتا ہی نہیں ایسی چیز پر
کلام کی بنیاد رکھنا انصاف سے کس قدر بعید ہے۔ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یوم غدیر خم[57] میں کہ من کنت مولاہ
فعلیؓ مولاہ، اصل قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
حضرت مرتضٰےؓ کو یمن کی جانب بھیجا تھا وہاں اُن کے اور اُن کے
لشکر والوں کے درمیان کچھ ناگواری واقع ہوگئی۔ جب حجۃ الوداع
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت مرتضٰےؓ
اور آپ کے اصحاب حاضری سے مشرف ہوئے تو آپ کے لشکر والوں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت پیش کی۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے چند روز توقف فرمایا اور حضرت مرتضٰےؓ سے
حقیقت حال دریافت کی۔ جب اصل قصہ آپ کے خیال مبارک میں منقح ہوگیا

۵۷ خم خاء معجمہ کے پیش اور میم کی تشدید کے ساتھ ایک موضع ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر اور اس کے قریب پانی کا ایک چشمہ ہے۔

وتعنت لشکریان معلوم گردید در اثنای رجوع از حجۃ الوداع خطبہ برخواند در امر برعایۃ صلۃ اہلِ بیت و در آخر خطبہ در بعض روایات مروی است کہ زجر فرمود از خشونت با مرتضیٰ و امر نمود بدوستی او

أخرج مسلم من طريق اسمٰعيل بن ابراهيم عن ابي حيان عن يزيد بن حيان قال انطلقتُ انا وحُصين بن سبرة وعمر بن مسلم الى زيد بن ارقم فلما جلسنا اليه قال له حُصين لقد لقيتَ يا زيد خيرًا كثيرًا رأيتَ رسول الله صلى الله عليه وسلم وسمعتَ حديثه وغزوتَ معه وصليتَ خلفه لقد لقيتَ يا زيد خيرًا كثيرًا حدِّثنا يا زيد ما سمعتَ مِن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا ابن اخي والله لقد كبرتْ سِنّي وقدم عهدي ونسيتُ بعضَ الذي كنتُ أعي من رسولِ الله صلى الله عليه وسلم فما حدثتكم فاقبلوا وما لا فلا تكلفونيه ثم قال قام رسولُ الله صلى الله عليه وسلم يومًا فينا خطيبًا بماءٍ يُدعى خُمًّا بينَ مكة والمدينة فحمد اللهَ واثنى عليه ووعظ وذكر ثم قال اما بعد ألا يا ايها الناسُ فانما انا بشر يوشك ان يأتي رسولُ ربي فأُجيبُ وانا تاركٌ فيكم ثقلين اولهما كتابُ الله فيه الهدى والنورُ فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به فحثَّ على كتاب الله ورغّب فيه ثم قال واهلُ بيتي أُذكِّركم اللهَ في اهلِ بيتي أُذكِّركم اللهَ في اهلِ بيتي

تو آپؐ کو لشکر والوں کی آپؐ کے ساتھ سرکشی معلوم ہوگئی تو حجۃ الوداع سے واپسی کے دوران میں آپؐ نے اہلِ بیت کے ساتھ حُسنِ سلوک کے بارے میں ایک خطبہ پڑھا اور آخر خطبہ میں بعض روایات میں مروی ہے کہ آپؐ نے حضرت مرتضیٰ رضؓ کے ساتھ تُند کلامی پر لوگوں کو جھڑکا اور اُن کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم دیا۔ اَخذ کیا مسلمؒ نے بروایت اسمٰعیل بن ابراہیم از ابی حیان از زید بن حیان، اُنھوں نے بیان کیا کہ میں اور حُصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم، زیدؓ بن ارقم کے پاس گئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو اُن سے حُصین نے کہا کہ اے زیدؓ آپ کو خیر کثیر نصیب ہوئی کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کا کلام سُنا اور آپ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی بیشک اے زید آپ کو خیر کثیر نصیب ہوئی۔ اے زید آپ ہم سے کوئی ایسی بات بیان کیجئے جو آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنی۔ زیدؓ نے فرمایا کہ اے بھتیجے واللہ میری عمر بڑی ہوگئی اور میرا زمانہ پُرانا ہوگیا اور میں بعض وہ باتیں جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُن کر یاد کی تھیں بھول گیا ہوں تو جو کچھ میں نے تم سے بیان کی ہیں اُن کو قبول کرو اور جو نہیں کہیں اُن پر مجھے تکلیف نہ دو۔ پھر کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے خطبہ دینے کے لئے اُس مقام پر کھڑے ہوئے جس کو خُم کہا جاتا ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور وعظ و نصیحت کی پھر فرمایا امابعد یاد رکھو اے لوگو! میں ایک بشر ہوں وہ وقت قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد آجائے اور میں اُس کی دعوت قبول کروں اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں اُن میں سے پہلی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو کتاب اللہ کو پکڑو اور اُس کو سنبھالے رہو تو آپ نے کتاب اللہ پر لوگوں کو اُبھارا اور اس کی طرف رغبت دلائی۔ پھر فرمایا اور (دوسری چیز) میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تمھیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔ میں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تمھیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں (کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے

فقال له حصين ومن اهل بيته يا زيد أليس
نساؤه من اهل بيته قال نساءه من اهل
بيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقة بعده
قال ومن هم قال هم آل علي وآل عقيل
وآل جعفر وآل عباس قال كل هولاء
حرم الصدقة قال نعم و من طريق محمد
ابن فضيل و جرير عن ابي حيان نحو حديث
اسمٰعيل و من طريق سعيد بن مسروق عن
يزيد بن حيان نحوه، این قدر خود صحیح
است مذکور در صحیح مسلم در زیادۃ قصہ
امر ناس بموالاۃ مرتضیٰ اینجا مذکور نیست
و اہل حدیث دران زیادۃ مختلف اند
طائفہ صحیح دانند و طائفہ غریب
مطلق و میل بندہ ضعیف بآن است کہ
این زیادۃ نیز صحیح است لیکن نہ
بدرجۂ حدیث مسلم اخرج الحاکم من
طریق سلیمان الاعمش عن حبیب بن
ابی ثابت عن ابی الطفیل عن زید بن
ارقم قال لما رجع رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من حجۃ الوداع و نزل غدیر خم
امر بدوحات فقممن قال کانی قد
دعیت فاجبت انی قد ترکت فیکم
الثقلین احدہما اکبر من الآخر کتاب اللہ
تعالیٰ و عترتی فانظروا کیف تخلفونی
فیہما فانہما لن یتفرقا حتی یردا
علی الحوض ثم قال ان اللہ عز
و جل مولای و انا ولی کل
مومن ثم اخذ بید علی رضی
اللہ عنہ فقال من کنت ولیہ

میرے اہلِ بیت کے ساتھ نیک برتاؤ کرو) تو اُن سے حُصَین نے
کہا کہ اے زید اہلِ بیتِ نبی کون ہیں۔ کیا آپ کی بیبیاں آپ کی
اہلِ بیت میں سے نہیں ہیں۔ زیدؓ بن ارقم نے کہا کہ آپ کی بیبیاں آپ
کے اہلِ بیت میں سے ہیں۔ لیکن (در حقیقت) آپ کے اہلِ بیت وہ
ہیں کہ آپ کے بعد جن پر صدقہ لینا حرام کیا گیا۔ حُصَین نے کہا کہ
وہ کون ہیں؟ زیدؓ نے فرمایا کہ وہ آلِ علیؓ اور آلِ عقیل و آلِ جعفر
اور آلِ عباس ہیں۔ حُصَین نے کہا کہ کیا ان سب پر صدقہ لینا حرام
ہے؟ زیدؓ نے کہا ہاں! اور بروایت محمد بن فضیل اور جریر
از ابی حیان مثل حدیث اسمٰعیل (مذکورہ بالا)۔ اور بروایت
سعید بن مسروق از یزید بن حیان۔ اُسی طرح۔ اتنی بات تو
بلاشبہ صحیح ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے اور حضرت مرتضیٰؓ
کی موالاۃ کے قصہ کا اضافہ یہاں مذکور نہیں ہے۔ اور اس اضافہ
کے بارے میں اہلِ حدیث مختلف الرائے ہیں ایک جماعت نے صحیح
قرار دیا اور ایک جماعت نے غریب مطلق۔ اور بندۂ ضعیف کا
رُجحان یہ ہے کہ یہ اضافہ بھی صحیح ہے۔ لیکن حدیث مسلم کے
درجہ میں نہیں۔ اخذ کیا حاکم نے بروایت سلیمان الاعمش از
حبیب بن ابی ثابت از ابی الطفیل از زید بن ارقم۔ کہا جب کہ
واپس ہوتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے
اور اُترے غدیر خم میں، تو آپ نے حکم دیا سیڑھیوں کے متعلق
تو اُن کو صاف کر دیا گیا۔ (جن پر آپ نے مع اصحاب آرام
فرمایا) پھر آپ نے ایک خطبہ دیا جس کے دوران میں) آپ نے
فرمایا گویا کہ میں پکار لیا گیا ہوں اور جوابِ قبول بھی دے چکا ہوں
میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک
دوسرے سے بڑی ہے۔ کتاب اللہ اور میرے اہلِ بیت۔ تو دیکھو
کہ ان دونوں کے ساتھ میرے بعد تمہیں کیا معاملہ کرنا ہے۔ یہ
دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے
پاس حوض پر وارد ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل
میرا مولا (محبوب) ہے اور میں دوست قریبی ہوں ہر مومن کا پھر
آپ نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا کہ جس کا دوست میں ہوں

فہٰذا ولیہ اللّٰھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و ذکر الحدیث بطولہ و اخرج الحاکم من طریق سلمۃ بن کہیل عن ابیہ عن ابی الطفیل انہ سمع زید بن ارقم یقول نزل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین مکۃ و المدینۃ عند سمرات خمس درجات عظام فکنس الناس ما تحت السمرات ثم راح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عشیۃ فصلی ثم قام خطیبا فحمد اللّٰہ واثنی علیہ و ذکر و وعظ فقال ما شاء اللّٰہ ان یقول ثم قال ایہا الناس انی تارک فیکم امرین لن تضلوا ان اتبعتموہما وہما کتاب اللّٰہ واہل بیتی عترتی ثم قال اتعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسہم ثلاث مرات قالوا نعم فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کنت مولاہ فعلی مولاہ و اخرج الحاکم عن بریدۃ الاسلمی قال غزوت مع علی الی الیمن فرأیت منہ جفوۃ فقدمت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فذکرت علیا فتنقصتہ فرأیت وجہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتغیر فقال یا بریدۃ الست اولی بالمؤمنین من انفسہم قلت بلی یا رسول اللّٰہ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ و اخرج

یہ بھی اُس کا دوست ہے اے اللہ آپ اُس سے محبت کیجئے جو علیؓ سے محبت کرے اور اُس سے دشمنی کا معاملہ کیجئے جو اُس سے دشمنی کرے اور ذکر کیا (زید بن ارقم نے) حدیث کو اُس کی تفصیل کے ساتھ۔ اور اخذ کیا حاکم نے بروایت سلمہ بن کہیل از کہیل از ابی الطفیل کہ اُنھوں نے زید بن ارقم سے سُنا وہ کہتے تھے کہ اُترے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان نزدیک سمرہ[1] کے درختوں کے پانچ بڑے درجات میں تو لوگوں نے سمرات کے نیچے کی زمین پر جھاڑو دیدی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا عشاء تک پھر نماز پڑھی پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ اور اللہ کی حمد و ثناء کی اور اللہ کا ذکر اور وعظ کہا۔ اور جو اللہ کو منظور تھا کہ آپ کہیں وہ آپ نے کہنے کے بعد فرمایا اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم نے ان دونوں کا اتباع کیا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ دونوں کتاب اللہ ہیں اور میرے اہل بیت اور عترت[2] یعنی خاص اقرباء ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں مؤمنین کے ساتھ اُن کے نفسوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتا ہوں۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا (ہر مرتبہ) لوگوں نے کہا "نعم" یعنی بیشک۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں علیؓ بھی اُس کا مولیٰ ہے (یعنی ولی اور محبوب) اخذ کیا حاکم نے۔ بُرَیدہ اسلمی سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے یمن کی طرف علیؓ کی معیت میں جہاد کیا وہاں میں نے اُن سے لغزش دیکھی پھر جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے علیؓ کا ذکر کیا اور اُن کی بُرائی بیان کی۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو متغیر ہوتے ہوئے دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے بُریدہ کیا میں مؤمنین کے ساتھ ان کے نفسوں سے زیادہ تعلق والا نہیں ہوں! میں نے کہا کہ بیشک یا رسول اللہ پھر آپ نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں علیؓ بھی اُس کا مولیٰ ہے۔ اور اخذ کیا

[1] سمرہ ایک خاردار درخت ہے کیکر کے مشابہ جس پر پھل بھی لگتا ہے جو اہل عرب کھاتے ہیں ۱۲ مترجم [2] نہایہ میں ہے کہ مشہور قول یہی ہے کہ عترت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن اہل بیت کو کہتے ہیں جن پر زکوٰۃ لینا حرام ہے ۱۲

الحاکم والترمذی نحوه عن عمران بن حصین قال بعث رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سَرِیَّۃً واستعمل علیهم علیّ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فمضٰی علیٌّ فی السَّرِیَّۃِ فاصاب جاریۃً فانکروا ذٰلک علیہ فتعاقد اربعۃٌ من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا لقینا النبیَّ صلے اللہ علیہ وسلم اخبرناه بما صنع علیٌّ قال عمرانُ وکان المسلمونَ اذا قدموا من سفرٍ بدؤوا برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فنظروا الیہ وسلّموا علیہ ثم ینصرفون الٰی رحالهم فلمّا قدمت السَّرِیَّۃُ سلّموا علی رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم فقام اَحَدُ الاربعۃِ فقال یا رسول اللہ الم ترَ انّ علیًّا صنع کذا فاعرض عنہ ثم قام الثانی فقال مثلَ ذٰلک فاعرض عنہ ثم قام الثالثُ فقال مثل ذٰلک فاعرض عنہ ثم قام الرابعُ فقالَ یارسول اللہ الم ترَ انّ علیًّا صنع کذا وکذا فاقبلَ علیہ رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والغضبُ فی وجہہ فقال ما تریدون من علیٍّ انّ علیًّا منّی وانا منہ وانا ولیّ کلّ مؤمنٍ واخرج الحاکم عن عمرو شاش الاسلمی وکان من اصحاب الحدیبیۃ قال خرجنا مع علیٍّ رضی اللہ عنہ الی الیمن فجفانی فی سفرہ ذٰلک حتی وجدتُ فی نفسی فلمّا قدمتُ اظهرتُ شکایتہ فی المسجد حتی بلغ ذٰلک رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فدخلت المسجدَ

حاکم نے اور ترمذی نے بھی اُسی طرح - مروی ہے عمران بن حصین سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور اُس پر امیر بنایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اور علیؓ سریہ میں بڑھے جا رہے تھے کہ اُنھوں نے ایک جاریہ پر اپنا قبضہ کرلیا۔ اُن کی یہ بات لوگوں کو ناگوار ہوئی اس کے بعد اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے چار نے باہم یہ طے کرلیا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملیں گے تو جو کچھ علیؓ نے کیا ہے اُس کی ہم آپ کو خبر دیں گے۔ عمران کہتے ہیں اور مسلمانوں کا یہ معمول تھا کہ جب سفر سے آیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شروع کرتے اور آپ کی طرف دیکھتے اور آپ کو سلام کرتے پھر اپنے کجاووں کی طرف واپس ہوتے تو جب سریہ آیا تو لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو اُن چار میں سے ایک کھڑا ہوا اور بولا یا رسول اللہ کیا آپ کو علم نہیں ہے کہ علیؓ نے ایسا کیا تو آپ نے اُس سے مُنہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا تو اُس نے بھی ایسا ہی کہا تو آپ نے اُس سے بھی مُنہ پھیر لیا پھر تیسرا کھڑا ہوا اور اُس نے بھی وہی کہا، اُس سے بھی آپ نے مُنہ پھیر لیا۔ پھر چوتھا کھڑا ہوا اور اُس نے کہا یا رسول اللہ علیؓ نے ایسا اور ایسا کیا تو اُس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوئے اور آپ کے چہرے پر غضب کے آثار تھے اور آپ نے فرمایا کہ تم لوگ علیؓ کے بارے میں کیا ارادہ رکھتے ہو۔ بیشک علیؓ مجھ سے ہے اور میں اُس سے (یعنی نہ میں علیؓ کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ علیؓ مجھے چھوڑ سکتا ہے) اور میں ہر مؤمن کا قریبی دوست ہوں۔ اور اخذ کیا حاکم نے، روایت ہے عمرو شاش الاسلمی سے اور وہ اصحابِ حدیبیہ میں سے تھے کہا کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی طرف نکلے۔ تو اُنھوں نے اس سفر میں مجھے تکلیف پہنچائی یہاں تک کہ میرے دل میں رنج پیدا ہوگیا۔ جب میں مدینے آیا تو میں نے مسجد میں (لوگوں کے سامنے) اُن سے جو شکایت تھی اُس کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ عمرو نے کہا کہ میں اگلے دن صبح کو مسجد میں

ذاتِ غداۃٍ و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فی ناسٍ من اصحابہ فلمّا رآنی ابدّنی
عینیہ قال یقول حدّد الیّ النظر حتیٰ
اذا جلستُ قال یا عمرو اَمَا واللہِ لقد
آذیتنی فقلتُ اعوذُ باللہ اَن اُوذیک
یا رسولَ اللہ قال بلٰی من اٰذی علیًّا
فقد اٰذانی واخرج الحاکم عن ابی سعید
الخدریّ شکے الناسُ علیّ بن ابی طالب
الیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقام
فینا خطیبًا فسمعتہٗ یقولُ ایہا الناسُ لا
تشکوا علیًّا فواللہِ انہ لاخیشنُ فی
ذاتِ اللہِ او فی سبیل اللہ واخرج
الترمذیّ عن البراء قال بعثَ النبیّ
صلے اللہ علیہ وسلم جیشین وامّر
علیٰ احدہما علیّ بن ابی طالب وعلی
الآخرِ خالدَ بن الولید وقال اذا کانَ
القتال فعلیّ قال فافتتحَ علیّ حصنًا فاَخذ
منہ جاریۃً فکتبَ معی خالدٌ کتابًا
الی النبیّ یشی بہ قال فقدمتُ علی
النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم فقرأ الکتاب
فتغیّر لونہ ثم قال ماترٰی فی رجلٍ
یحبُّ اللہَ ورسولَہ ویحبّہ اللہُ و
رسولُہ قال قلتُ اعوذ باللہ من
غضبِ اللہ وغضبِ رسولہ و انّما
انا رسولٌ فسکتَ و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
برائے معالجہ این داء عضال مبالغہا بکار
برد و تہدیدات شدیدہ فرمود ازانجملہ
فرمود مَن سبّ علیًّا فقد
سبّنی

داخل ہوا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی
ایک جماعت میں موجود تھے تو جب آپ نے مجھے دیکھا تو اپنی دونوں
آنکھوں کو مجھ پر جما دیا۔ راوی نے کہا کہ ان کا یہ کہنا تھا کہ آپ نے
میری طرف تیز نظر سے دیکھا۔ یہاں تک کہ جب میں بیٹھ گیا تو آپ نے
فرمایا کہ اے عمرو! خبردار بخدا تو نے مجھے اذیت پہنچائی۔ میں نے
کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ آپ کو اذیت
پہنچاؤں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کیوں نہیں جس نے علیؓ کو اذیت
پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ اخذ کی حاکم نے، روایت ہے
ابو سعید خدریؓ سے کہ لوگوں نے علیؓ بن ابی طالب کی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ ہمارے سامنے بحیثیت
خطیب کھڑے ہوئے تو میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگو علیؓ
کی شکایت نہ کرو۔ واللہ وہ اللہ کی ذات' یا فرمایا کہ اللہ کی
راہ کے بارے میں کچھ تشدد ہے۔ اخذ کیا ترمذی نے، مروی
ہے براءؓ سے، کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر بھیجے اور
ان میں سے ایک پر امیر بنایا علیؓ بن ابی طالب کو اور دوسرے پر
خالد بن الولید کو اور فرمایا کہ جب قتال ہو تو علیؓ (پورے لشکر
کے) امیر ہوں گے (براءؓ نے) کہا کہ پھر علیؓ نے ایک قلعہ فتح کیا
اور (غنیمت میں سے) ایک جاریہ لے لی اس کے بعد خالدؓ نے نبی
صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط لکھ کر میری معرفت بھیجا
جس میں علیؓ کی مخبری کی تھی۔ براءؓ نے کہا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں (وہ خط لیکر) پہنچا۔ جب آپ نے وہ خط پڑھا
تو آپ کا رنگ بدل گیا۔ پھر فرمایا کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا رائے
رکھتا ہے جو محبت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ تعالیٰ
اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں اللہ
کی پناہ چاہتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسولؐ کے غضب سے۔
میں تو صرف ایک ایلچی ہوں۔ تو آپ خاموش ہو گئے۔ اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لاعلاج بیماری کے معالجہ کے لئے بڑی
کوششیں فرمائی ہیں اور سخت تنبیہات بھی کی ہیں۔ ان میں سے
یہ ہے کہ فرمایا جس نے علیؓ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

اخرجه الحاکم من حدیث اُمِّ سلمة وآزان جمله عطا
فرمود بحضرت مرتضیٰ من اطاعنی فقد اطاع
اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاعک
فقد اطاعنی ومن عصاک فقد عصانی اخرجه
الحاکم من حدیث ابی ذرؓ وآزان جمله حبّ علی
آیةُ الایمان وبغض علیؓ آیة النفاق اخرجه
البخاری و فرمود یا علیؓ طوبیٰ لمن احبّک و
صدّق فیک وویلٌ لمن ابغضک وکذّب فیک
واین همه الفاظ متقارب المعنیٰ است واوقات
ورودِ آن نیز متقارب بوده است چون این
حدیث وسبب ورودِ آن منقح شد حالاً
باصل سخن متوجه شویم اما حق اهل بیت آن
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرموده است ان
اَبرّ البرّ صلة الرجل اهل وُدِّ ابیه اخرجه مسلم
من حدیث ابن عمر شک نیست چون صله
اهل ودّ پدر مطلوب شد صله اقارب حضرت
پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم بالاولی مطلوب است
ومعقول المعنیٰ است که آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم البته بآن فرماید و عباسؓ واولادِ
او و ازواجِ طاهراتِ آنجناب صلی اللہ
علیہ وسلم همه درین امر داخل اند عن عبدالمطلب
ابن ربیعة ان العباس دخل علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مُغضبًا و انا
عنده فقال ما اغضبک قال
یارسول اللہ ما لنا و لقریش اذا
تلاقوا بینهم تلاقوا بوجوه مُبشَرة و
اذا لقونا لقونا بغیر ذلک فغضب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم حتی

اس کو اخذ کیا حاکم نے حدیثِ امِّ سلمہؓ سے۔ اور ان میں سے یہ
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرتضیٰؓ کو خطاب
فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور
جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے
تیری اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری
نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ اس کو حاکم نے اخذ کیا حدیثِ
ابوذرؓ سے۔ اور ان میں سے یہ ہے کہ علیؓ کی محبت ایمان کی
علامت ہے اور علیؓ سے بغض نفاق کی علامت ہے اس کو بخاری
نے اخذ کیا۔ اور فرمایا اے علیؓ مبارک ہے وہ شخص جس نے تجھ
سے محبت کی اور بدانجام ہے وہ شخص جس نے تجھ سے بغض
رکھا اور تجھ پر جھوٹ بولا۔ اور یہ تمام الفاظ قریب قریب معنے
کے ہیں اور ان کے فرمانے کے اوقات بھی قریب قریب تھے۔ جب یہ
حدیث اور اس کا سببِ ورود منقح ہوگیا تو اب ہم اصل بات
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بہر حال اہل بیت کے حق کے بارے میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت بڑی نیکی ہے
نیک برتاؤ کرنا اپنے باپ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ اس کو اخذ
کیا مسلم نے حدیثِ ابن عمرؓ سے۔ اور اس میں شک نہیں کہ جب
باپ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ نیک برتاؤ مطلوب شرعی
ہے تو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدرجۂ اولیٰ مطلوب
ہے اور یہ بات قرینِ عقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ
ارشاد فرمائیں اور حضرت عباسؓ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم
کی اولاد اور ازواجِ طاہرات سب اس امر میں داخل ہیں۔ عبدالمطلب
ابن ربیعہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) عباسؓ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غصہ سے بھرے ہوئے آئے اور میں
آپؐ کے پاس موجود تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ آپ کو کس بات پر غصہ
آرہا ہے۔ اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے ساتھ قریش کا یہ
کیا معاملہ ہے کہ جب یہ لوگ باہم ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو
بخندہ پیشانی ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اُن کا حال بدل
جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا یہاں تک کہ

احمر وجہہ ثم قال والذی نفسی بیدہ لایدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ و لرسولہ ثم قال ایہا الناس من آذی عمی فقد آذانی فانما عم الرجل صنو ابیہ اخرجہ الترمذی و عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لنسائہ ان امرکن مما یہمنی من بعدی ولن یصبر علیکن الا الصابرون الصدیقون قالت عائشۃ یعنی المتصدقین ثم قالت عائشۃ لابی سلمۃ بن عبد الرحمن سقی اللہ اباک من سلسبیل الجنۃ وکان ابن عوف قد تصدق علی امہات المومنین بحدیقۃ بیعت باربعین الفا اخرجہ الترمذی و عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لازواجہ ان الذی یحثو علیکن بعدی ہو الصادق البار اللہم اسق عبد الرحمن ابن عوف من سلسبیل الجنۃ رواہ احمد و معنی جمع در کتاب وغیرہ آن است تا وقتے کہ ایمان بکتاب اللہ واجب است صلہ اقارب ازواج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز واجب است سیاق این کلمہ قریب بسیاق این حدیث است من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ[1] واین معنے از لفظ مسلم در حدیث زید بن ارقم کہ اصح الفاظ اوست ظاہر است لاخفاء[1] و اما غضب برائے مرتضےٰ رض

آپ کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ تم سے اللہ اور اُس کے رسول ؐ کے لئے محبت کرے۔ پھر آپ نے (عوام سے) فرمایا کہ اے لوگو! جس نے میرے چچا کو اذیت پہنچائی اُس نے مجھے اذیت پہنچائی کیونکہ کسی شخص کا چچا باپ کی ایک شاخ (یعنی باپ کے مرتبہ میں) ہے۔ اس کو اخذ کیا ترمذی نے۔ اور مروی ہے حضرت عائشہ رضؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) اپنی بی بیوں سے فرما رہے تھے کہ تمہارا معاملہ میرے بعد میرے لئے اہم امور میں سے ہے تمہاری خدمت پر کمربستہ ہرگز کوئی نہ ہوگا بجز صابروں کے اور صدیقوں کے عائشہ رضؓ نے کہا کہ آپ کی مراد (لوجہ اللہ) دینے والوں سے تھی۔ پھر فرمایا عائشہ رضؓ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن (بن عوف) سے کہ اللہ نے تیرے باپ کو جنت کی (نہر) سلسبیل سے سیراب کیا اور ابن عوف رضؓ نے اُمہات المومنین رضؓ پر ایک بڑا باغ صدقہ کیا تھا جو چالیس ہزار میں فروخت ہوا تھا اخذ کیا اس کو ترمذی نے۔ اور ام سلمہ رضؓ سے مروی ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ اپنی ازواج سے فرما رہے تھے کہ جو شخص میرے بعد تم سے سخاوت کا معاملہ کریگا وہ صادق اور نیک کردار ہوگا۔ اے اللہ عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف کو سلسبیل جنت سے سیراب کر۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔ اور کتاب اللہ اور اس کے ساتھ دوسروں کو جمع کرنے کے معنے یہ ہیں کہ جب تک کتاب اللہ پر ایمان لانا واجب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب و ازواج کے ساتھ حُسنِ سلوک بھی واجب ہے۔ اور اس کلام کا سیاق اس حدیث کے سیاق کے قریب ہے کہ جو شخص تم میں سے اللہ اور یوم قیامت پر ایمان لاتا ہے اُس کو چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اور یہ معنے زید بن ارقم رضؓ کی حدیث میں مسلم کے الفاظ سے جو اُس کے سب سے زیادہ صحیح الفاظ ہیں ظاہر ہیں۔ اس میں کوئی اخفا نہیں ہے۔ رہا حضرت مرتضےٰ رضؓ

[1] یہ تشریح اس حدیث سے متعلق ہے جو گزر چکی ہے کہ میں تم میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت کو جو زید رضؓ ابن ارقم نے روایت کی ہے ۱۲ مترجم

وتاکید در نہی ایذاء او نیز معقول المعنے است چون
حق مرتضٰے ظاہر شد و لعنت بدگویان در حق
او واضح گردید از متبع حق بغیر این تاکیدات
چہ آید و از جارحہ عدلِ الٰہی بغیر این تشدید
چہ بروز نماید جوشیدنِ ملکوت ہنگام افکِ
حضرتِ عائشہ رضؓ دانستہ و قول آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم وقتے کہ ملالے
درمیانِ صدیقِ اکبرؓ و فاروقِ اعظمؓ
رفت ہَلْ اَنْتُمْ تَارِکُوْنَ لِیْ صَاحِبِیْ
الحدیث خواندہ وصیت دوستی
مرتضٰے را باین کلمہ نمود اَلَسْتُ اَوْلٰی
بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ
فَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ
اَللّٰہُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَ
عَادِ مَنْ عَادَاہُ و معنٰی
ابتداء این کلمہ آن است
کہ حق پیغامبر صلوات اللہ وسلامہ
علیہ بر اُمّت آن است کہ جمیع مصالح
خود را تفویض بحسابِ وے صلے اللہ علیہ
وسلم نمایند و ایشان را با پیغامبر خیرتے
و استقلالے نباشد مانند طفل در دستِ دایہ
یا مانند اعمے در دستِ قائد بے اختیار باید
بود پس آنانکہ با مرتضٰے عداوت داشتہ
باشند و وجوہ شکایتِ او تقریر کنند
بر نفس و عقل خود اعتماد نہ
نمایند و تابع حکم پیغامبر

کے لئے آپ کا غصہ کرنا اوران کو ایذاء سے باز رہنے کی تاکید کرنا
یہ سب قرینِ عقل ہے۔ جب حضرت مُرتضٰے رضؓ کا حق پر ہونا ظاہر
ہوگیا اوران کے حق میں بدگوئی کرنے والوں کا جھوٹا ہونا واضح
ہوگیا تو حق کا اتباع کرنے والے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم) کے لئے بغیران تاکیدات کے اور کیا چارۂ کار ہوتا اور جارحۂ
عدلِ الٰہی سے اِس سختی کے علاوہ اور کیا ظاہر ہوتا۔ ملکوت کا
جوش میں آجانا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے جانے
کے وقت تمھیں معلوم ہی ہوچکا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کا فرمانا جب کہ صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما
کے مابین ایک گونہ رنجش پیدا ہوتی تھی کہ کیا تم میرے رفیق
کا میری خاطر پیچھا نہ چھوڑو گے الخ تم پڑھ ہی چکے ہو (اسی طرح
آپ نے) دوستیٔ مرتضٰے رضی اللہ عنہ کے لئے اس کلمہ سے
وصیت کی اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ الخ یعنی کیا میں تم سے تمھاری
جانوں کی بہ نسبت قریب تر نہیں ہوں۔ سب نے کہا کہ کیوں نہیں
تو آپ نے فرمایا کہ فَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ الخ تو میں جس کا مولےٰ ہوں
علی رضؓ بھی اُس کا مولےٰ ہے۔ اے اللہ جو علی رضؓ سے محبت کرے اُس سے
آپ محبت کیجئے اور جو علی رضؓ سے عداوت کرے اُس سے آپ عداوت
کیجئے۔ اور اس کلمہ (اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ) سے ابتداء کے یہ معنے
ہیں کہ پیغمبر صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ کا حق اُمّت پر یہ ہے کہ اپنی
تمام مصالح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مصالح کے سپرد
کردیں (سپردم بتو مایۂ خویش را؛ تو دانی حسابِ کم و بیش را)
اوراُن کو پیغمبر کے ہوتے ہوئے کوئی اختیار اور استقلال نہ رہے گا
جس طرح بچہ دایہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے یا اندھا راہبر کے ہاتھ
میں، اس طرح خود بے اختیار ہوجانا چاہیئے۔ تو جو لوگ حضرت
مُرتضٰے رضؓ کے ساتھ عداوت رکھتے ہوں اوراُن سے شکایت کے
وجوہ بیان کریں وہ اپنے نفس وعقل پر اعتماد نہ کریں اور پیغمبر کے

[1] اس لفظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ حضرت مرتضٰے کرم اللہ وجہہٗ کے حق میں عدل وانصاف اور بدگوئی کرنے والوں کو ڈانٹ ڈپٹ
درحقیقت فعلِ الٰہی تھا جس کا ظہور ذاتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوا، آپ بمنزلہ جارحہ وآلہ تھے اور حقیقۃً یہ سب فعلِ خداوندی تھا جس
طرح ہاتھ پاؤں کے افعال اگرچہ اُن سے صادر ہوتے ہیں مگر وہ سب قلب کے محکوم ہوتے ہیں ۱۲ مترجم

باشند و معنی مولیٰ دوست است بقرینۂ
اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ
و بقرینۂ احادیث بسیار کہ مذکور کردیم
لا تبغض ولا تشکوا حبّ علیّ آیۃ
الایمان من سبّ علیاً فقد سبّنی الی
غیر ذٰلک چون این معنی واضح شد
باید دانست کہ این حدیث با مسئلۂ ایجاب
استخلاف مساسے ندارد اینجا تعظیم صلۂ
اہل بیت مراد است و امر بدوستی حضرت
مرتضیٰ و نہی از دشمنی او است و
این نوع در حق مرتضیٰ تنہا نہ فرمودہ اند
بلکہ در حق عباسؓ و اولاد او و در
حق ازواج طاہرات نیز وارد شدہ
و در حق صدیق اکبرؓ نیز ہل انتم
تارکون لی ابابکر الحدیث تعنت شیعہ
را تماشا کن چون درین حدیث ہم
جائی ناخن زدن ندیدند گفتند مولیٰ بمعنی
اولیٰ است و اولیٰ متصرف در حق تمام
امت می گیریم و اولیٰ بتصرف در حق جمیع
امت امام است پس مرتضیٰ امام باشد
گوئیم مولیٰ بمعنی محبوب است از جہت
قرینۂ اسبا متقدمہ و از جہت احادیثے کہ
قریب بمضمون این حدیث و نزدیک
بزمان او وارد شدہ و از جہت
قرینۂ اللّٰھم وال من والاہ و عاد من
عاداہ باز میگوئیم مولیٰ بمعنی معتِق و معتَق
مشہور است و بمعنی ناصر و مالک نیز
آمدہ لیکن بمعنی ولیّ امر نیاوردہ ہیچ
افعل بمعنی فعیل نخواندہ ایم باز میگوئیم

حکم کے تابع رہیں اور مولیٰ کے معنے ہیں دوست۔ اس کا قرینہ ہے
اللّٰھم وال من والاہ الخ اور بہت سی احادیث اس کا قرینہ ہیں
جن کا بیان ہم کر چکے ہیں (مثلاً) لا تبغض ولا تشکو (یعنی نہ
بغض رکھ نہ شکایت کر)۔ علیؓ کی محبت ایمان کی علامت ہے۔
جس نے علیؓ کو گالی دی اُس نے مجھے گالی دی" وغیر ذٰلک جب
یہ معنے واضح ہو گئے تو جاننا چاہیئے کہ اس حدیث کا مسئلۂ ایجاب
استخلاف سے کوئی دور کا علاقہ بھی نہیں۔ یہاں صرف اہل بیت
کے ساتھ حسن سلوک کی عظمت بیان کرنا مقصود ہے اور حضرت
مرتضیٰؓ کی دوستی کا حکم اور ان سے دشمنی رکھنے کی ممانعت مراد
ہے۔ اور اس قسم کی گفتگو آپ نے تنہا حضرت مرتضیٰؓ ہی کے حق
میں نہیں فرمائی بلکہ عباسؓ اور اُن کی اولاد اور ازواج طاہرات
کے حق میں بھی فرمائی ہیں اور صدیق اکبرؓ کے حق میں بھی ہل
انتم تارکون لی ابابکر الخ (کیا تم میری خاطر ابوبکرؓ کو نہ چھوڑو گے)
شیعوں کی دروغ بیانی کا تماشا دیکھو جب اُن کو اس حدیث
میں بھی ناخن رکھنے تک کی جگہ نہ ملی تو کہنے لگے کہ مولیٰ بمعنے
اولیٰ ہے اور اولیٰ کو ہم تمام امت کے حق میں تصرف کرنے والے
کے معنے میں لیتے ہی ہیں (آیۃ النبی اولی بالمومنین الخ میں)
اور جو تمام امت کے حق میں اولیٰ بتصرف ہے وہ امام ہے پس
مرتضیٰؓ امام ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ مولیٰ کے معنے ہیں محبوب،
اُن اسباب کے قرینہ سے جو بیان ہو چکے اور اُن احادیث کے
قرینہ سے جو اس حدیث کے مضمون سے قریب ہیں اور اس
حدیث کے زمانہ کے نزدیک ہی وارد ہوئی ہیں اور ان کلمات
کے قرینہ سے اللّٰھم وال من والاہ الخ۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ مولیٰ
معتِق (آزاد کرنے والے) اور معتَق (آزاد کردہ غلام) کے معنے
میں مشہور ہے اور ناصر و مالک کے معنے میں بھی آیا ہے (انّ
اللہ مولی الذین آمنوا وانّ الکفرین لا مولی لہم) ولیّ
امر کے معنے میں نہیں آیا۔ اور کوئی افعل بمعنی فعیل ہم نے
نہیں پڑھا (یعنی یہ لوگ اولیٰ کے جو بروزن افعل ہے اور
ولی کے جو بروزن فعیل ہے ایک معنے بنا رہے ہیں)، ہم پھر کہتے ہیں

اگر مولےٰ بمعنی اولےٰ باشد یا در لفظ ذکر اولےٰ آمدہ باشد ہنوز دارو گیر جاری است از کجا کہ ولایت در تصرف امور ملکیہ مراد است ؂

(بالفرض) اگر مولےٰ بمعنی اَولےٰ ہو یا (کسی حدیث کے) لفظ میں ذکر ولی کا آبھی گیا ہو تو پھر بھی یہ گرفت کرنے کا موقع موجود رہے گا کہ "ولایت" کو امور ملکیہ میں تصرف کرنے معنے میں مراد کہاں سے لے لیا گیا ؂

فصلِ ہشتم

در تفضیلِ شیخین رضہ

واین مطلب مبیّن می شود بادلۂ نقلیہ وادلۂ عقلیہ ولہٰذا این فصل را بدو قسم منقسم ساختیم۔

مقصدِ اوّل

دراد لّۂ نقلیہ باید دانست کہ تفضیل شیخین رضہ برسائر صحابہ ثابت است بدلالتِ کتاب وبتصریح وتلویح سنّتِ سنیّہ وباجماعِ امت وبملازمتِ استخلاف شخص بخلافتِ خاصّہ افضلیت اورا بر رعیتِ خویش ولہٰذا مقصد اوّل را منقسم ساختیم برچہار مسلک۔

مسلکِ اوّل در دلالتِ کتاب اللہ برافضلیۃ صدیقِ اکبر رضہ برسائر امت خدای تعالیٰ تمام صحابہ رادریک مرتبہ نہ نہادہ است بلکہ بعض رابر بعض فضل دادہ واز استقراء ادلۂ شرع معلوم می شود کہ این فضیلت بدو وجہ درشریعت معتبر است یکی باعتبار سوابقِ اسلامیہ ودیگر باعتبار صفاتِ نفسانی کہ صدّیقیت وشہیدیت وحواریت ازانجملہ است وتباین مراتب سابقین وابرار بآن سبب ست نیز از آیات واحادیث بسیار مستنبط می شود کہ براعتِ جمال وکثرتِ مال وفوقیتِ نسب مانند آن درین فضیلت بے اثر است قال اللہ تعالیٰ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ

فصلِ ہشتم

فضیلتِ شیخین رضہ کے اثبات میں

اوراس مطلب کو واضح کیا جائے گا ادلۂ نقلیہ اور ادلۂ عقلیہ[1] سے اور اسی بنار پر اس فصل کو ہم دو قسموں پر منقسم کرتے ہیں۔

مقصدِ اوّل

(جو پہلی قسم کا عنوان ہے) ادلّۂ نقلیہ ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ شیخین رضہ کی فضیلت تمام صحابہ رضہ پر ثابت ہے بدلالت قرآن وبدلالتِ سنّتِ سنیہ تصریح کے ساتھ اور اشارات کے ساتھ اور اجماعِ امت سے اور کسی شخص کے بخلافتِ خاصہ استخلاف اور اس کے اپنی رعیّت پر افضل ہونے میں لازم وملزوم کی نسبت ہونا لہٰذا مقصدِ اوّل کو ہم نے چار مسلک پر منقسم کیا۔

مسلکِ اوّل کتاب اللہ کا دلالت کرنا اس پر کہ صدیق اکبر رضہ کو تمام امت پر افضلیت ہے۔ خدا تعالےٰ نے تمام صحابہ رضہ کو ایک مرتبہ میں نہیں رکھا ہے بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ دلائلِ شرعیّہ پر تفصیلی نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فضیلت دو وجہ سے شریعت میں معتبر ہے۔ ایک سوابقِ اسلامیہ کے اعتبار سے اور دوسری نفسانی صفات کے اعتبار سے جن میں سے صدیقیت اور شہیدیت اور حواریت ہیں۔ اور سابقین وابرار کے مراتب کا جدا جدا ہونا اسی سبب سے ہے اور نیز بہت سی آیات اور احادیث سے مستنبط ہوتا ہے کہ جمال کی خوبی اور مال کی کثرت اور نسب کی فوقیت اور ان جیسی اور صفات اس فضیلت میں بے اثر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ الخ (۳۴: ۳۷) اور

---

[1] دوسری قسم ادلّۂ عقلیہ کسی مطبوعہ نسخہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کو طبع کرنے والوں نے آخر جلد میں اس کا اظہار کیا ہے جس کو انشاء اللہ آخر میں درج کتاب کیا جائیگا۔ مترجم

عــہ ادلۂ عقلیہ پر مشتمل مقصد دوم ہمیں شاہ ولی اللہؒ کی ایک تصنیف میں مل گیا ہے اور وہ اب اس جلد کے آخر میں شامل ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۵۷۶۔ (ناشر)

بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وقال وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ وقال اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا عن سہل ابن سعد قال مرّ رجلٌ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لرجل عندہ جالسٌ ما رأیک فی ھذا فقال رجلٌ من اشراف الناس ھذا واللہ حریٌّ ان خطب ان ینکح وان شفع ان یشفّع قال فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم مرّ رجلٌ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما رأیک فی ھذا فقال یا رسول اللہ ھذا رجل من فقراء المسلمین ھذا حریٌّ ان خطب ان لا ینکح وان شفع ان لا یشفّع وان قال ان لا یسمع لقولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا خیرٌ من ملأ الارض مثل ھذا متفق علیہ اما وجہ سوابق اسلامیہ پس خدائے تعالیٰ می فرماید لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ

تمہارے اموال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنادے (یعنی مؤثر علت قرب کی بھی نہیں) مگر ہاں جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے (یہ دونوں چیزیں البتہ سببِ قرب ہیں) اور فرمایا وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا الخ (۴۹: ۱۳) اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو؛ اور فرمایا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ الخ (۱۸: ۴۶) مال اور اولاد حیاتِ دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمالِ صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی (ہزار درجہ) بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی (ہزار درجہ) بہتر ہیں؛ سہل بن سعد سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا تو آپؐ نے ایک شخص سے جو آپؐ کے پاس بیٹھا تھا فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے تو اس نے کہا کہ یہ شریف لوگوں میں سے ہے۔ یہ واللہ اس قابل ہے کہ اگر پیغام نکاح بھیجے تو اس سے نکاح کردیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ کہا کہ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔ پھر ایک اور شخص گزرا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے تو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ فقراء مسلمین میں سے ہے یہ اس قابل ہے کہ اگر پیغام نکاح بھیجے تو نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ قبول کی جائے اور اگر کچھ کہے تو اس کی بات کو نہ سنا جائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس جیسے آدمیوں سے زمین بھر جائے تو یہ ان سب سے افضل ہوگا یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ رہی وجہ سوابق اسلامیہ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ الخ (۴: ۹۵-۹۶) برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں

وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

خدائے تعالیٰ درین آیت افادہ سے فرماید کہ صحابہ بریک طبقہ نیستند بلکہ بعض ایشان افضل از بعض اند و مدار افضل جہاد ست فی سبیل اللہ بانفس خویش یعنی مباشرت قتال کفار با موال خویش یعنی بانفاق فی سبیل اللہ ازین آیت واضح گشت کہ مجاہدان بانفس خود و با موال خود سردفتر امت اند و از طبقہ علیائے امت و ایشان افضل اند از غیر خود باز در احادیث مشہورہ کہ تکلیف بآن قائم است و بعد ثبوت آنہا عذرے باقی نماند ثابت شد کہ ہمہ این عزیزان در جمیع مشاہد خیر برکاب سعادات آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر بودند الا آنکہ بعض اوقات لعذر و از جمعے مباشرت قتال زیادہ تر بوقوع آمد و از بعض دیگر انفاق بیشتر بظہور انجامید و از جمعے ہر دو بروجہ کمال متحقق گشت قال اللہ تعالیٰ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ وعن مجاہد فی قولہ لا یستوی منکم۔

اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

خدا تعالیٰ اس آیت میں افادہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہؓ ایک طبقہ کے نہیں ہیں بلکہ بعض اُن میں سے بعض سے افضل ہیں اور افضلیت کا مدار جہاد ہے اللہ کے راستہ میں اپنی جانوں سے کفار کے خلاف قتال میں شریک ہوں اور اپنے اموال کے ساتھ یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے۔ اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرنے والے اُمت کے سر دفتر (یعنی اوّل درجہ پر) ہیں اور اُمت کے طبقۂ علیا میں سے۔ اور یہ حضرات اوروں سے افضل ہیں۔ پھر احادیث مشہورہ میں کہ جن سے مکلف ہونا وابستہ ہے اور اُن کے ثابت ہونے کے بعد کوئی عذر باقی نہیں رہتا ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بزرگ حضرات تمام مشاہد خیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب سعادت کے ساتھ حاضر رہے ہیں الا یہ کہ بعض اوقات کسی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے ہوں۔ اور ایک جماعت سے قتال میں بذات خود شرکت زیادہ وقوع میں آئی اور بعض دوسرے لوگوں سے مال کا خرچ زیادہ ظہور میں آیا اور ایک جماعت سے دونوں باتیں کامل صورت میں متحقق ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا الخ (۵۷: ۱۰) اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جائے گا۔ جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں ہیں۔ وہ لوگ درجہ میں اُن لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے؛ اور مجاہد سے مروی ہے اس ارشاد کے بارے میں برابر نہیں تم میں سے وہ لوگ

مَنْ انفق من قبل الفتح یقول من اسلم
و قاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین
انفقوا من بعد یعنی اسلموا یقول لیس من
ہاجر کمن لم یہاجر و کلاً وعد اللہ الحسنٰی و
عن قتادۃ فی قولہ لا یستوی منکم من انفق
من قبل الفتح و قاتل قال کان قتالان احدہما افضل
من الآخر وکانت نفقتان احدہما افضل من الآخر کانت
النفقۃ والقتال قبل الفتح فتح مکۃ افضل من
النفقۃ والقتال بعد ذلک وکلاً وعد
اللہ الحسنٰی قال الجنۃ این آیہ
نص است در آن کہ جمعے کہ قبل
فتح مکہ قتال و انفاق فی سبیل اللہ
ازایشان بظہور آمد بہتر اند ازان جماعۃ
کہ بعد فتح مکہ قتال و انفاق بعمل
آوردہ اند و این آیت بطریق مفہوم موافق
دلالت می کند بآنکہ درمیان جمعے کہ انفاق
و قتال قبل الفتح متفق اند نیز تباین مراتب
واقع است ہرچند اعانت پیغامبر
علیہ الصلوٰۃ والسلام باعتبار قتال و
انفاق سابق تر فضیلت زیادہ تر و این
مفہوم موافق شاہد بسیارے دارد
ازکتاب و سنت ازان جملہ آیت سورۃ
انفال وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَ
جَاھَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ
اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ
وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۰ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مِنْۢ بَعْدُ وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا
مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ

جنھوں نے خرچ کیا فتح سے پہلے فرماتا ہے وہ جو اسلام لائے اور قتال
کیا وہ لوگ بڑے ہیں اُن لوگوں سے جنھوں نے خرچ کیا بعد میں
یعنی جو اسلام لائے فرماتا ہے کہ جس نے ہجرت کی وہ مثل اس کے
نہیں جس نے ہجرت نہیں کی اور سب سے اللہ نے وعدہ کیا ہے نیک
اجر کا۔ اور قتادہؓ سے مروی ہے اس ارشاد کے متعلق برابر نہیں
تم میں سے وہ لوگ جنھوں نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور قتال کیا
کہا کہ دو (طرح کے) قتال تھے اُن دونوں میں کا ایک دوسرے
افضل تھا اور دو (طرح کے) خرچ تھے ایک اُن میں کا دوسرے سے
افضل تھا اور جو خرچ اور قتال قبل فتح یعنی قبل فتح مکہ تھا وہ
افضل تھا اُس خرچ اور قتال سے جو اُس کے بعد ہوا اور سب
سے اللہ نے وعدہ کیا ہے نیک اجر کا، کہا کہ جنت کا۔ یہ آیت نص
ہے اس بارے میں کہ جس جماعت سے کہ فتح مکہ سے پہلے فی سبیل اللہ
قتال اور مال کا خرچ کرنا ظہور میں آیا وہ لوگ بہتر ہیں اُس جماعت
کے لوگوں سے جو کہ بعد فتح مکہ قتال اور انفاق عمل میں لاتے۔
اور یہ آیت مفہوم موافق کے طور پر اس بات پر دلالت کرتی
ہے کہ اس جماعت میں بھی جو فتح سے پہلے انفاق اور قتال میں
متفق ہیں اختلافِ مراتب موجود ہے۔ جس قدر بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی اعانت باعتبار قتال اور انفاق کے زیادہ پہلے ہوگی
اُتنی ہی فضیلت زیادہ تر ہوگی اور اس مفہوم موافق کے ثبوت
کے لئے کتاب اللہ اور حدیث میں بہت سی شہادتیں موجود
ہیں۔ اُن میں سے سورۃ انفال کی یہ آیت ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَھَاجَرُوْا الخ (۸: ۷۴-۷۵) اور جو لوگ (اوّل) مسلمان
ہوئے اور انھوں نے (ہجرت نبویہ کے زمانہ میں) ہجرت کی
اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے ان مہاجرین
کو اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق
ادا کرنے والے ہیں اُن کے لئے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور
(جنت میں) بڑی معزز روزی ہے۔ اور جو لوگ (ہجرت نبویہ
کے) بعد کے زمانہ میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ
جہاد کیا سو یہ لوگ (گو فضیلت میں برابر نہیں لیکن تاہم) تمہارے

منکم۔ این کلمہ فاؤلئک منکم دلالت صریحہ
دارد بر آنکہ ہجرت وجہاد جماعۃ کہ متقدم است
فضیلت ایشان فائق تر واز انجملہ حدیث بخاری
عن ابی الدرداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فاروق اعظم راکہ از مہاجرین اولین بود ارشاد
نمود کہ ہل انتم تارکون لی صاحبی معلل ساخت ترک
اورا بہ تقدم او در تصدیق پیغامبر واز انجملہ حدیث
انس کان بین خالد بن الولید وبین عبدالرحمن
ابن عوف کلام فقال خالد لعبد الرحمن بن عوف
تستطیلون علینا بایام سبقتمونا بہا فبلغ النبی
صلے اللہ علیہ وسلم فقال دعوا لی اصحابی
فوالذی نفسی بیدہ لو انفقتم مثل احد او مثل
الجبال ذہبا ما بلغتم اعمالہم واز انجملہ حدیث مستفیض
بروایت ابوسعید خدری وغیر او لاتسبوا اصحابی
فوالذی نفسی بیدہ لو ان احدکم انفق مثل احد
ذہبا ما ادرک مد احدہم ولا نصیفہ وظاہر است
کہ خطاب برای جمہور حاضرین است پس بلفظ
اصحاب قدمای صحابہ را ارادہ کردہ اند لامحالۃ
چون این مقدمہ بوضوح پیوست باید
دانست کہ صدیق اکبر رض پیش از
ہجرت قتال و انفاق فی سبیل
اللہ کردہ است و فاروق اعظم
پیش از ہجرت قتال فی سبیل
اللہ نمودہ بخلاف صحابہ دیگر چہ حضرت
مرتضی رض وچہ غیر او قبل از ہجرت
قتال و انفاق از ایشان واقع
نشدہ پس شیخین رض افضل
باشند از حضرت مرتضی

ہی شمار میں ہیں! یہ کلمہ فَاُولٰٓئِکَ مِنْکُمْ اس بات پر صریح طور
پر دلالت کر رہا ہے کہ جس جماعت کی ہجرت اور جہاد متقدم ہے
اُن کی فضیلت زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ اور اُن میں سے بخاری
کی حدیث ہے جو ابو درداء رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فاروقِ اعظم رض کو جو کہ مہاجرین اولین میں سے تھے
ارشاد فرمایا کہ کیا تم میری وجہ سے میرے صحابی کو چھوڑو گے۔
اس میں اُن کے چھوڑنے کی علت اُن کے تقدم کو بنایا ہے تصدیق
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں۔ اور اُن میں سے انس رضی اللہ
عنہ کی حدیث ہے کہ خالد رض بن الولید اور عبدالرحمٰن رض بن عوف کے
درمیان کچھ کہا سنی ہوگئی تو خالد رض نے عبدالرحمٰن رض بن عوف سے
کہا کہ تم اپنے کو ہم سے اونچا بناتے ہو چند ایام پہلے ہم سے سبقت
کر جانے کی وجہ سے۔ یہ بات نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی
تو آپ نے فرمایا کہ میرے لئے میرے اصحاب کو چھوڑ دو قسم ہے اُس
ذات کی میرا نفس جس کے ہاتھ میں ہے کہ اگر تم مثل اُحد (پہاڑ) کے
یا مثل پہاڑوں کے (فرمایا یہ شک راوی ہے) سونا خرچ کر دو گے
تو تم ان کے اعمال تک نہ پہنچو گے۔ اور اُن میں سے وہ حدیث مستفیض
ہے جس کے راوی ابوسعید خدری رض وغیرہ ہیں کہ میرے اصحاب
کو گالیاں نہ دو۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان
ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اگر اُحد (پہاڑ) کی برابر سونا خرچ
کر دے گا تو وہ اُن میں کے ایک مُد کو نہ پہنچ سکے گا اور نہ اس کے
آدھے کے برابر (مُد دو رطل کا پیمانہ ہے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک)
اور ظاہر ہے کہ یہ خطاب جمہور حاضرین سے فرمایا (جو سب اصحاب
میں سے تھے) تو آپ نے لامحالہ لفظ اصحاب سے قدماء صحابہ رض کا ارادہ
فرمایا۔ جب کہ یہ مقدمہ واضح ہو گیا تو جاننا چاہئے کہ صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے پہلے اللہ کے راستہ میں لڑائی بھی کی
اور مال بھی خرچ کیا ہے اور فاروقِ اعظم رض نے ہجرت سے پہلے اللہ
کی راہ میں لڑائی کی ہے۔ بخلاف دوسرے صحابہ رض کے خواہ حضرت
مرتضےٰ رض ہوں یا دوسرے حضرات اُن سے ہجرت سے پہلے لڑائی اور
انفاق واقع نہیں ہوا، تو شیخین رض افضل ہوتے حضرت مرتضیٰ رض اور

وغیرا و بمقتضای فحوائے این آیت قال الواحدی لَا یَسْتَوِی مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ یعنی فتح مکۃ قال مقاتل لا یستوی فی الفضل من انفق مالہ و قاتل العدو من قبل فتح مکۃ مع من انفق من بعد و قاتل قال الکلبی فی روایۃ محمد بن الفضیل نزلت فی ابی بکر تدل علی ہذا انہ کان اول من انفق المال علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سبیل اللہ و اول من قاتل علی الاسلام قال ابن مسعود اول من اظہر اسلامہ بسیفہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر و قد شہد لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بانفاق مالہ قبل الفتح فیما اخبرنا عبداللہ ابن اسحٰق باسنادہ من ابن عمر قال بینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم جالس وعندہ ابوبکر الصدیق علیہ عباءۃ قد خللہا علی صدرہ بخلال اذ نزل علیہ جبرئیل فاقرأہ من اللہ السلام فقال یا محمد مالی اری ابا بکر علیہ عباءۃ قد خللہا علی صدرہ بخلال قال یا جبرئیل انفق مالہ قبل الفتح علی قال فاقرأہ من اللہ السلام وقل لہ یقول لک ربک اراض انت عنی فی فقرک ہذا ام ساخط فالتفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی بکر فقال یا ابا بکر ہذا جبرئیل یقرئک من اللہ السلام و یقول لک ربک اراض انت عنی فی فقرک ہذا ام ساخط قال فبکی ابوبکر فقال علی ربی

دیگر اصحاب سے حسب تقاضائے مفہوم آیت (مذکورہ) تو احدی نے کہا برابر نہیں ہیں تم میں سے وہ لوگ جنھوں نے خرچ کیا فتح سے یعنی فتح مکہ سے پہلے اور قتال کیا مقاتل نے کہا وہ لوگ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا اور قتال کیا فضیلت میں اُن لوگوں کے برابر نہیں ہیں جنھوں نے بعد میں اِنفاقِ مال اور قتال کیا۔ کلبی نے کہا محمد بن الفضیل کی روایت میں کہ یہ آیت نازل ہوئی ابوبکر رض کے بارے میں اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ان میں کے پہلے شخص تھے جنھوں نے اللہ کے راستہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مال خرچ کیا اور سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اِسلام کے لئے قتال کیا۔ ابن مسعود رض نے کہا سب سے پہلے جس نے اِسلام کی پُشت پناہی اپنی تلوار سے کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رض ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں انفاقِ مال کی جو قبل فتح اُنھوں نے کیا شہادت دی اس کا ذکر اس خبر میں ہے جس کو عبداللہ بن اسحٰق نے اپنی اسناد سے ابن عمر رض سے روایت کیا کہ اس دوران میں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کے پاس صدیقِ اکبر رض اس حالت میں موجود تھے کہ ان کے جسم پر ایک چُغہ تھا جس کے کناروں کو اپنے سینہ پر (لوہے یا لکڑی کے) کانٹوں سے جوڑ رکھا تھا کہ آپ کے اُوپر جبرئیل علیہ السّلام نازل ہوئے اور اللہ کی طرف سے سلام پہنچایا۔ پھر کہا اے محمد کیا بات ہے کہ میں ابوبکر رض کو اس حال میں دیکھتا ہوں کہ ان پر ایک عبا (چوغہ) ہے جس کو سینہ پر کانٹوں سے جوڑ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اے جبرئیل اُنھوں نے فتح سے قبل اپنا مال مجھ پر خرچ کر دیا۔ جبرئیل نے کہا کہ ان کو اللہ کی طرف سے سلام پہنچا دیجئے اور اُن سے کہیئے کہ آپ کا رب آپ سے یہ کہتا ہے کہ تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض ؟ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رض کی طرف التفات کر کے فرمایا کہ یہ جبرئیل ہیں تم کو اللہ کی طرف سے سلام کہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ تم سے فرماتا ہے کہ کیا تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض ہے ؟ راوی نے کہا کہ اس پر ابوبکر رض روئے اور کہا کہ کیا اپنے رب پر

أغضب؟ أنا من ربي راضٍ أنا من ربي راضٍ
قوله أولئك أعظم درجة من الذين أنفقوا
من بعد وقاتلوا قال عطاء درجات الجنة
يتفاضل فالذين أنفقوا من قبل الفتح في
أفضلها قال الزجاج لأن المتقدمين نالهم من
المشقة أكثر مما نال من بعدهم وكانت بصائرهم
أيضاً أنفذ وكلا وعد الله الحسنى كلا الفريقين
وعد الله الجنة أما قتال أبي بكر صديق
پیش از ہجرت پس ثابت است بطرق
بسیار أخرج البخاري عن عروة قال
قلت لعبد الله بن عمرو بن العاص أخبرني
بأشد شيء صنعه المشركون برسول الله صلى
الله عليه وسلم قال بينا رسول الله صلى
الله عليه وسلم يصلي بفناء الكعبة
إذ أقبل عقبة بن أبي معيط فأخذ
بمنكب رسول الله صلى الله عليه وسلم
ولوى ثوبه في عنقه فخنقه خنقاً شديداً
فأقبل أبو بكر فأخذ بمنكبيه ودفعه
عن النبي صلى الله عليه وسلم ثم
قال أتقتلون رجلاً أن يقول ربي
الله وقد جاءكم بالبينات وعن عمرو
ابن العاص قال ما تنولوا من رسول الله
صلى الله عليه وسلم شيئاً
كان أشد من أن طاف بالبيت
ضحى فلقوه حين فرغ فأخذوا بمجامع ردائه
وقالوا أنت الذي تنهانا عما كان يعبد
آباؤنا قال أنا ذاك فقام أبو بكر
فالتزمه من ورائه ثم قال
أتقتلون

میں غصہ کروں گا؟ میں اپنے رب سے خوش ہوں۔ میں اپنے رب
سے خوش ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ أولئك أعظم درجة الخ عطاء
نے کہا جنت کے درجات ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں تو جن لوگوں
نے انفاق کیا فتح سے قبل وہ اُس کے افضل درجہ میں ہوں گے۔
زجاج نے کہا اس لیے کہ جو (اسلام میں) پیش قدمی کرنے والے
ہیں ان کو زیادہ مشقتیں پہنچیں اپنے بعد والوں کی بہ نسبت اور
اسلام پر ان کی بصیرتیں بھی زیادہ گہری ہیں۔ اور سب سے
اللہ نے نیک اجر کا وعدہ کیا یعنی دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے
جنت کا وعدہ کیا۔ رہا ابوبکر صدیق رض کا قتال ہجرت سے پہلے تو
بہت طریقوں سے ثابت ہے۔ اخذ کیا بخاری نے مروی ہے عروہ
سے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ مجھے بتائیے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین نے سب سے
زیادہ کونسا سخت معاملہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ اس دوران
میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ
رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا مونڈھا پکڑا اور ان کا کپڑا اُن کی گردن میں ڈال کر
سختی کے ساتھ گلا گھونٹنے لگا تو ابوبکر رض آئے اور انھوں نے
اُس کے مونڈھے پکڑ کر اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے
دھکیل دیا پھر کہا أتقتلون رجلاً أن يقول ربي الله وقد
جاءكم بالبينات (کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو
کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمھارے پاس
واضح دلیلیں لایا ہے)۔ اور عمرو بن العاص رض سے مروی ہے
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز سے سخت تکلیف
نہیں پہنچائی گئی جو اس سے زیادہ شدید ہو کہ آپ دن چڑھے
بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ جب آپ فارغ ہو گئے تو
مشرکین آپ سے ملے اور آپ کی چادر کے پلوں کو پکڑ کر کہنے
لگے کہ تو ہی ہے وہ جو ہم کو ان سے منع کرتا ہے جن کو ہمارے
باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں تو
ابوبکر رض اٹھے اور آپ کو پیچھے سے لپٹ گئے پھر کہا کہ أتقتلون

رجلاً ان يقول ربي الله و قد جاءكم بالبينت من ربكم و ان يك كاذبا فعليه كذبه و ان يك صادقا يصبكم بعض الذي يعدكم ان الله لا يهدي من هو مسرف كذاب رافعا صوته بذلك و عيناه تسيحان حتى تركوه

و عن انس بن مالك قال قد ضربوا رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى غشي عليه فقام ابو بكر فجعل ينادي ويلكم أتقتلون رجلاً ان يقول ربي الله قالوا من هذا قالوا هذا ابن ابي قحافة

و عن أسماء بنت ابي بكر انهم قالوا لها ما اشد ما رأيت المشركين بلغوا من رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت كان المشركون قعودا في المسجد الحرام فتذاكروا رسول الله صلى الله عليه وسلم في آلهتهم و ما يقول في آلهتهم فبينما هم كذلك اذ دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم المسجد فقاموا اليه و كان اذا سألوه عن شيء صدقهم فقالوا ألست تقول في آلهتنا كذا و كذا قال بلى فتشبثوا به باجمعهم فاتى الصريخ الى ابي بكر فقيل له أدرك صاحبك فخرج ابو بكر حتى دخل المسجد فوجد رسول الله صلى الله عليه وسلم و الناس مجتمعون عليه فقال ويلكم أتقتلون رجلاً ان يقول ربي الله و قد جاءكم بالبينت من ربكم قال فلهوا عن رسول الله صلى الله عليه

رجلاً الخ کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمھارے پاس واضح دلیلیں لایا ہے تمھارے رب کے پاس سے اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشگوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر ضرور ہی آپڑے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو اپنی حد سے گزر جانے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔ یہ اونچی آواز سے کہہ رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے یہاں تک کہ انھوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔

اور انس بن مالک رض سے مروی ہے کہا کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی تو ابوبکر رض کھڑے ہوئے اور یہ ندا کرنے لگے ویلکم أتقتلون رجلاً الخ۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو بعضوں نے کہا کہ یہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے۔ اور اسماء بنت ابی بکر رض سے مروی ہے کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ مشرکین کی طرف سے جو سب سے زیادہ سختی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پہنچی وہ تم نے کیا دیکھی ہے؟ انھوں نے کہا کہ مشرکین مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے تھے پھر انھوں نے باہم ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اس گفتگو کا جو ان کے معبودوں کے بارے میں آپ کرتے تھے۔ اسی دوران میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو یہ لوگ آپ کے مقابل ہوتے اور جب یہ لوگ آپ سے کسی بات کو پوچھتے تھے (کہ کیا تو یہ کہتا ہے؟) تو آپ اس کی تصدیق کرتے تھے چنانچہ انھوں نے کہا تو ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسا اور ایسا نہیں کہتا۔ آپ نے فرمایا کہ بیشک۔ تو ایک ساتھ سب کے سب آپ کو لپٹ گئے تو ایک چیخنے والا ابوبکر رض کے پاس آیا اور ان سے کہا گیا کہ اپنے ساتھی کے پاس پہنچو۔ تو ابوبکر رض نکلے اور مسجد میں پہنچے تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں پایا کہ لوگ آپ کو لپٹے ہوئے تھے تو انھوں نے کہا کہ تم پر افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں بھی لے کر آیا تو وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم واقبلوا على ابی بکر یضربونہ قالت فرجع الینا فجعل لا یمس شیئاً من غدایرہ الا جاء معہ وہو یقول تبارکت یا ذا الجلال والاکرام رواہ ابو عمر فی الاستیعاب وعن علیؓ انہ قال ایہا الناس اخبرونی باشجع الناس قالوا لا نعلم فمن قال ابو بکر لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخذتہ قریش فہذا یجبئہ وہذا یتلتلہ وہم یقولون انت الذی جعلت الآلہۃ الہاً واحداً قال فواللہ ما دنا منا احد الا ابو بکر یضرب ہذا ویجبئ ہذا ویتلتل ہذا وہو یقول ویلکم اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ ثم رفع علیؓ بردۃ کانت علیہ فبکی حتی ابتلت لحیتہ ثم قال انشدکم باللہ أمؤمن آل فرعون خیر ام ابو بکر فسکت القوم فقال الا تجیبونی فواللہ لساعۃ من ابی بکر خیر من مثل مؤمن آل فرعون وذاک رجل یکتم ایمانہ وہذا رجل اعلن ایمانہ، عن ابن جریج قال حدثت ان ابا قحافۃ سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصکہ ابو بکر صکۃ فسقط فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال أفعلت یا ابا بکر فقال واللہ لو کان السیف قریباً منی لضربتہ فنزلت لا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الآخر

وسلم کو چھوڑ کر ان کے سامنے آئے اور ان کو مارنا شروع کر دیا۔ اسماءؓ نے کہا جب ابو بکرؓ ہمارے پاس واپس آئے تو وہ اپنے بالوں کی جس لٹ کو بھی چھوتے تھے وہ ہاتھ میں ہی (اکھڑی ہوئی) رہجاتی تھی اور وہ یہ کہتے تھے تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔ اس کو ابو عمر نے روایت کیا استیعاب میں۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا اے لوگو مجھے سب سے زیادہ بہادر کی خبر دو، لوگوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے، آپ بتائیے۔ فرمایا کہ ابو بکرؓ، واللہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپؐ کو قریش نے پکڑ رکھا ہے کوئی گردن دبائے ہوئے ہے کوئی جھنجھوڑ رہا ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ تو ہی ہے وہ جس نے بہت سے معبودوں کے بجائے ایک ہی معبود بنا دیا۔ علیؓ نے کہا واللہ ہم میں سے کوئی قریب بھی نہ گیا بجز ابو بکرؓ کے کہ کسی کو مارتے تھے کسی کو اوندھا گرا دیتے اور کسی کو جھنجھوڑتے تھے اور کہتے جاتے تھے تمہارا ناس ہو کیا تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر علیؓ نے جو چادر اوڑھے ہوئے تھے اس کو اٹھایا (یعنی پلہ منہ پر کر لیا) اور رونے لگے یہاں تک کہ ان کی ڈاڑھی بھیگ گئی، پھر بولے میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کیا آلِ فرعون والا مومن بہتر تھا یا ابو بکرؓ۔ پھر قوم چپ رہی۔ پھر فرمایا کیا تم مجھے جواب نہیں دو گے۔ خدا کی قسم ابو بکرؓ کی ایک ساعت بہتر ہے مومنِ آل فرعون کی مانند بہت سے لوگوں سے اور یہ وہ شخص تھا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اور ابو بکرؓ وہ شخص تھا جو اپنے ایمان کا اعلان کئے ہوئے تھا۔ ابن جریج سے مروی ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ ابو قحافہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو ابو بکرؓ نے اتنے زور سے طمانچہ مارا کہ وہ گر پڑے۔ پھر اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپؐ نے پوچھا کیا تم نے ایسا کیا ہے اے ابو بکرؓ؟ تو انھوں نے کہا واللہ اگر تلوار میرے قریب ہوتی تو میں اس کے ضرور مار دیتا تو یہ آیت نازل ہوئی: لَا تَجِدُ قَوْمًا الخ (۵۸: ۲۲) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو

يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ
كَانُوا آبَاءَهُمْ الآية و اما انفاق ابوبکر
صدیق رضہ پیش از ہجرت پس ثابت ست
بطرق بسیار چنانکہ عنقریب ذکر می کنیم
و اما قتال فاروق اعظم رضہ پیش از ہجرت
قال ابن اسحق ولما قدم عمرو بن العاص
وعبد اللہ بن ربیعۃ علی قریش ولم یدرکوا
ما طلبوا وردّہم النجاشی بما یکرہون واسلم
عمر بن الخطاب وكان رجلا ذا شکیمۃ
لا یرام ما وراء ظہرہ امتنع بہ اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبحمزۃ حتی
عاضبوا قریشا فکان عبد اللہ بن مسعود
یقول ما کنا نقدر علی ان نصلی عند الکعبۃ
حتی اسلم عمر بن الخطاب فلما اسلم
قاتل قریشا حتی صلی عند الکعبۃ وصلینا
معہ واخرج الحاکم عن عبد اللہ بن عمر ان
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاء والصلوٰۃ
قائمۃ ونفر ثلثۃ جلوس احدہم ابو جحش
اللیثی قال قوموا فصلوا مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقام اثنان وابی
ابو جحش ان یقوم فقال لہ عمر صل
یا ابا جحش مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال لا اقوم حتی یاتینی رجل ہو اقوی
منی ذراعین واشد منی بطشا فیصرعنی
ثم یدس وجہی فی التراب
قال عمر فقمت الیہ فکنت اشد
منہ ذراعا واقوی بطشا فصرعتہ
ثم دسست وجہہ فی التراب فاتی
عثمان فحجزنی فخرج عمر بن الخطاب

نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں؛ رہا ابو بکر صدیق رضہ کا مال خرچ کرنا ہجرت سے پہلے تو بہت سی اسناد سے ثابت ہے جن کا عنقریب ہم ذکر کرتے ہیں۔ رہا فاروق اعظم رضہ کا قتال ہجرت سے پہلے۔ کہا ابن اسحق رح نے اور جب عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ (حبشہ سے) قریش کے پاس آگئے اور اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوتے اور اُن کو نجاشی نے ایسی صورت سے واپس کیا جو اُن کو ناگوار تھی۔ اور عمر رضہ بن الخطاب نے اسلام قبول کرلیا۔ اور وہ ایک طاقتور بہادر تھے خطرات کی پرواہ نہ کرتے تھے تو اس سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلے بڑھ گئے اور حمزہ رضہ (کے اسلام لانے) سے یہاں تک کہ وہ قریش کا مقابلہ کرنے لگے۔ عبد اللہ بن مسعود رضہ کہا کرتے تھے کہ ہم کعبہ کے نزدیک نماز پڑھنے پر قادر نہیں تھے یہاں تک کہ عمر رضہ بن الخطاب اسلام لے آئے جب وہ اسلام لے آئے تو انھوں نے قریش کے ساتھ قتال کیا یہاں تک کہ انھوں نے کعبہ کے نزدیک نماز پڑھی اور ہم نے بھی اُن کے ساتھ نماز پڑھی۔ آخذ کیا حاکم نے، مروی ہے عبد اللہ بن عمر رضہ سے کہ عمر رضہ بن الخطاب (مسجد الحرام میں) آئے اور نماز تیار تھی اور تین شخص (دروازے میں) بیٹھے ہوئے تھے اُن میں کا ایک ابو جحش اللیثی تھا۔ عمر رضہ نے اُن سے کہا کہ اٹھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھو۔ تو دو آدمی تو کھڑے ہوگئے اور ابو جحش نے اُٹھنے سے انکار کر دیا۔ عمر رضہ نے اُس سے کہا کہ ابو جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ۔ اُس نے کہا کہ میں تو اُس وقت تک نہیں اُٹھوں گا جب تک کوئی ایسا شخص میرے پاس نہیں آئے گا جو میرے بازوؤں سے زیادہ طاقت رکھتا ہو اور مجھ سے زوردار پکڑ رکھتا ہو وہ مجھ سے کشتی لڑے اور میرے منہ کو مٹی میں رگڑ دے۔ عمر رضہ نے بیان کیا کہ بس میں اُس کی طرف بڑھ گیا۔ میں اُس سے زیادہ مضبوط بازو رکھتا تھا اور قوی گرفت والا تھا اور میں نے اُس کو پچھاڑ دیا اور اُس کے منہ کو مٹی میں رگڑ دیا اتنے میں عثمان رضہ آگئے اور انھوں نے مجھے ہٹا دیا تو عمر رضہ یہاں سے چلے

مغضبًا حتّٰی انتہیٰ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما راٰہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وراٰی الغضب فی وجہہ قال ما رابک یا ابا حفص فقال یا رسول اللہ اتیت علی نفر جلوس علی باب المسجد وقد اُقیمت الصلوٰۃ وفیہم ابو جحش اللیثی فقام الرجلان فاعاد الحدیث ثم قال عمر واللہ یا رسول اللہ ما کانت معونۃ عثمان ایاہ الا انہ ضافہ لیلۃ فاحبّ ان یشکر لہ فسمعہ عثمان فقال یا رسول اللہ لا تسمع ما یقول لنا عمر عندک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رضا عمر رحمۃ واللہ لوددت انک کنت جئتنی براس الخبیث فقام عمر فلما بعد ناداہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ہلم یا عمر این اردت ان تذہب فقال اردت ان اٰتیک براس الخبیث فقال اجلس حتی اخبرک بغنی الرب عن صلوٰۃ ابی جحش اللیثی ان للہ فی سماء الدنیا ملائکۃ خشوعا لا یرفعون رؤسہم حتی تقوم الساعۃ فاذا قامت الساعۃ رفعوا رؤسہم ثم قالوا ربنا ما عبدناک حق عبادتک فقال لہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وما یقولون یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما اہل السماء الدنیا فیقولون سبحان ذی الملک والملکوت واما اہل السماء الثانیۃ فیقولون سبحان الحی الذی لا یموت فقلہا یا عمر فی صلوٰتک فقال یا رسول اللہ فکیف بالذی علمتنی وامرتنی ان اقولہ فی صلوٰتی

غصہ میں بھرے ہوئے یہاں تک کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ جب اُن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور اُن کے چہرے سے غصہ محسوس کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو حفص رضؓ کیا بات پیش آئی تو اُنھوں نے کہا یا رسول اللہؐ میں چند لوگوں کے پاس آیا جو مسجد کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور نماز کھڑی ہو چکی تھی اور ان میں ابو جحش لیثی بھی تھا تو دو آدمی تو کھڑے ہوگئے الغرض پورا قصہ بیان کر دیا۔ پھر عمر رضؓ نے کہا واللہ یا رسولُ اللہ عثمان رضؓ نے جو اُس کی مدد کی وہ صرف اس وجہ سے کی کہ اُس نے ایک رات اُن کی دعوت کی تھی اس لئے اُنھوں نے چاہا کہ اب اس کو شکریہ کا موقع دیں۔ عثمان رضؓ نے یہ سُنکر کہا یا رسول اللہؐ آپ اس کا خیال نہ فرمائے کہ ہمارے متعلق عمر رضؓ آپ کے سامنے کیا کہہ رہے ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک عمر رضؓ کی رضا رحمت ہے (یعنی تمھیں ان کو رضامند کر لینا چاہیئے) واللہ میں خوش ہوتا اگر تم میرے پاس اُس خبیث کا سر لیکر آتے۔ یہ سُنتے ہی عمر رضؓ اُٹھ کر چلدیئے جب کچھ دُور پہنچ گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو پکارا اور فرمایا کہ عمر رضؓ یہاں آؤ۔ تم نے کہاں جانے کا ارادہ کیا تو عمر رضؓ نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا کہ آپؐ کے پاس اُس خبیث کا سر لیکر آؤں۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ کہ میں تم کو بتاؤں، خدا کو ابو جحش لیثی کی نماز کی کوئی پرواہ نہیں۔ آسمانِ دنیا پر اللہ کے بہت فرشتے سر جھکائے ہوتے ہیں وہ اپنا سر نہیں اُٹھائیں گے قیامت قائم ہو جانے تک جب قیامت قائم ہو جائیگی تو وہ اپنا سر اُٹھائیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم آپ کی وہ عبادت نہ کر سکے جو آپ کی عبادت کا حق ہے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ (اس حالت میں) کیا کہتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ملائکہ آسمانِ دنیا والے ہیں وہ کہتے ہیں سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ اور جو دوسرے آسمان والے ہیں وہ کہتے ہیں سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اے عمر رضؓ یہ تسبیحات تم بھی اپنی نماز میں کہہ لیا کرو تو عمر رضؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ پھر جو آپ نے مجھے سکھایا تھا اور حکم دیا تھا کہ میں اپنی نماز میں یہ کہا کروں اُس کا کیا ہوگا

قال قُل ہٰذہ مرّۃً و ہٰذہ مرّۃً وکان الذی
اَمَرَبہٖ اَنْ قال اَعُوذُ بعفوک مِن عقابک
و اَعُوذُ برضاک من سَخَطِک و اعوذ بِک
منک جلّ وجہک ؎ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال
قاتل عمر المشرکین فی مسجد مکّۃ فلم یزل یُقاتِلہم
مُنذ غدوۃٍ حتّٰی صارت الشمس حِیال رأسہٖ
قال و اَعْیٰی و قعد فدخل رجلٌ علیہ بردٌ
احمرٌ و قمیص موشّیٍ حسن الوجہ فجاء حتّٰی
افرجہم فقال ما تریدون من ہذا الرجل قالوا
لا واللہ الا انّہ صبا قال فنعم رجلٌ اختار
لنفسہٖ دیناً دعوہ وما اختار لنفسہٖ ترون بنی عدی
ترضی ان یُقتل عمر واللہ لا ترضی بنو عدی
قال وقال عمر یومئذٍ یا اعداء اللہ واللہ لو
قد بلغنا ثلٰثمائۃ لقد اخرجناکم منہا قلتُ
لابی بعدُ مَن ذاک الرجلُ الّذی ردّہم
عنک یومئذٍ قال ذاک العاص بن وائل
ابو عمرو بن العاص ؎ عن عکرمۃ
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لمّا
اسلم عمر رضی اللہ عنہ قال المشرکون الیوم
انتصف مِنّا ؎ حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ درین
ایّام صغیر بود در حجر آن حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم و کفالتِ او قادر
نبود بر قتال و اِنفاق بخلافِ
شیخین رضی اللہ عنہما و اِسلام او نکایت در
ملّتِ کفر نہ کرد بخلافِ شیخین رضی اللہ عنہما

فرمایا کہ کسی مرتبہ یہ کہہ لو اور کسی مرتبہ وہ کہہ لو۔ اور جس چیز کے پڑھنے کا حکم دیا تھا وہ یہ ہے اَعُوْذُ[1] بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ۔ اور مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے مسجد مکہ میں قتال کیا۔ ایک مرتبہ صبح سے برابر اُس وقت تک لڑتے رہے جب تک سورج سر کے مقابل نہ آگیا۔ کہا کہ اور تھک گئے اور (دم لینے کے لئے) بیٹھ گئے تھے کہ ایک شخص آیا جس کے بدن پر سُرخ چادر تھی اور منقش کپڑے کی قمیص تھی خوبصورت تھا۔ وہ آیا اور اُس نے مشرکین کو ہٹایا اور ان سے کہا کہ اس شخص سے تم کیا چاہتے ہو۔ اُنھوں نے کہا نہیں واللہ (اس لڑائی کی کوئی وجہ نہیں) بجز اس کے کہ یہ بے دین ہوگیا۔ اُس نے کہا کہ (اں پھر لڑنے کی کیا بات ہے) ایک شخص نے اپنی ذات کے لئے ایک دین پسند کرلیا چھوڑ دو اُس کو اور اس کو جو اس نے اپنے نفس کے لئے پسند کیا۔ تم سمجھتے ہو کہ بنی عدی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبیلے والے) گوارا کرلیں گے اس بات کو کہ عمر رضی اللہ عنہ قتل کردیا جائے۔ واللہ بنو عدی اس کو برداشت نہیں کریں گے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اُس دن پکار کر کہدیا اے خدا کے دشمنو اگر ہماری تعداد تین سو تک پہنچ گئی تو ہم تم کو اس (مکہ) سے نکال دیں گے۔ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے بعد میں پوچھا کہ وہ شخص کون تھا جس نے لوگوں کو آپ سے اُس دن ہٹایا تھا تو اُنھوں نے کہا عاص بن وائل تھا عمرو بن العاص کا باپ۔ اور مروی ہے عکرمہ سے جو روایت کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا کہ آج ہم میں سے آدھا حصہ نکل گیا۔ اور حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ ان ایام میں کم سن تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں یعنی زیرِ پرورش و کفالت تھے نہ قتال پر قادر تھے نہ انفاق پر بخلاف شیخین رضی اللہ عنہما کے۔ اور ان کے اسلام نے ملّتِ کفر میں کوئی رخنہ نہیں ڈالا تھا بخلاف شیخین رضی اللہ عنہما کے

ؔ[1] شروع زمانہ میں یہ تسبیحات و استعاذات رکوع و سجود میں پڑھے جاتے تھے اور ان کے علاوہ اور بھی احادیث میں مذکور ہیں اس کے بعد جب سورۂ حاقہ میں آیہ فسبّح باسم ربّک العظیم نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں رکھو اور سبّح اسم ربّک الاعلٰی نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس کو سجدے میں رکھو۔ اس حکم کے بعد سے یہ عمل جاری ہوگیا ۱۲ مترجم ؏ میں آپ کے عفو کی پناہ چاہتا ہوں آپ کے عذاب سے اور آپ کی رضا کی پناہ چاہتا ہوں آپ کے غصہ سے اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں آپ (کے جلال) سے آپ کی ذات عظیم الشان ہے ۱۲ مترجم

واگر کسے در اطلاق قتال در جنگ عصا و مشت
اشکالے داشتہ باشد استعمالِ شائع عرب آن
اشکال را بالغ وجہ دفع خواہد نمود و استعمال
علی مرتضٰی و ابن مسعود و غیر ایشان از صحابہ
لفظ قتال را برین معنی اول دلیل است برآں
واگر این ہمہ کفایت نکند قول تعالیٰ اُذِنَ
لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا درشانِ
مہاجرین حال آنکہ آنجا استعمالِ سلاح نبود
حاسم شبہ است آما وجہ مقربیت پس
خدائے تعالیٰ در سورۃ فاتحہ کہ بر
السنہ مسلمین نازل فرمودہ است
مے فرماید اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
جمہور مسلمین مے باید در نماز خود از
جناب حق جل و علا طلب کنند ہدایت
براہ منعم علیہم شک نیست جماعہ کہ
راہ ایشان اعظم مطلوبات است افضل
اند نزدیک خدائے تعالیٰ والّا طلب راہ
مفضول یا مساوی معقول نے شود
بعد ازآن تفسیر فرمود منعم علیہم را وَ
مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ
مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ
النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝
بعد ازآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در احادیث
مستفیضہ کہ حجت بآن قائم شود فرمودند کہ
ابوبکر صدیق است و عمر و عثمان شہید پس ازاینجا
مبرہن گشت کہ این عزیزان افاضل امت اند و
ایشان را ریاستِ معنوی برسائر مسلمین متحقق است

(کہ ان کے اسلام نے مشرکین میں ہلچل ڈال دی تھی)۔ اور اگر کوئی
لاٹھی اور مکّے کی لڑائی پر لفظ قتال کے اطلاق میں اشکال
رکھتا ہو تو عرب میں جو استعمال شائع ہے وہ اس اشکال کو بخوبی
دفع کردے گا اور علی مرتضےٰؓ اور ابن مسعودؓ وغیرہ صحابہ کا اس
معنے میں لفظ قتال کو استعمال کرنا اس پر مضبوط دلیل ہے اور
اگر یہ سب المینان کے لئے کافی نہ ہو تو اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد
پڑھو اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ الخ (۳۹:۲۲) (اب) لڑنے
کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے قتال کیا جاتا ہے اس
وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے" یہ مہاجرین کی شان
میں فرمایا گیا ہے حالانکہ وہاں ہتھیار کا استعمال نہیں ہوا تھا۔
یہ آیت اس شبہ کو قطع کردینے والی ہے۔ رہی وجہ مقربیت تو
خدا تعالےٰ نے سورۃ فاتحہ میں جو کہ مسلمانوں کی زبانوں پر نازل
فرمائی ہے فرماتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (یعنی) تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ
اپنی نماز میں حضرت حق جل و علا سے طلب کریں منعم علیہم کی
راہ کی ہدایت (یعنی جن بندوں پر انعام کیا گیا اُن کے راستہ پر
چلنے کی ہدایت) اور اس میں شک نہیں ہے کہ اُس جماعت کے
لوگ جن کی راہ اعظم مطلوبات میں سے ہے اللہ تعالےٰ کے نزدیک
افضل ہیں ورنہ مفضول یا مساوی کی راہ کا طلب کرنا تو کوئی
معقول بات نہ ہوگی۔ اس کے بعد (خود حق تعالےٰ ہی) تفسیر
فرماتے ہیں منعم علیہم کی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ الخ
(۴:۶۹) اور جو شخص اللہ اور رسولؐ کا کہنا مان لے گا تو ایسے
اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے
انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء۔ اور
یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں" اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے احادیث مستفیضہ میں کہ جن سے حجت قائم ہوتی ہے
فرمایا کہ ابوبکرؓ صدیق ہے اور عمرؓ اور عثمانؓ شہید۔ تو یہاں سے
مدلل طور پر یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ بزرگ امت میں سب سے
افضل ہیں۔ اور ان کی معنوی ریاست تمام مسلمانوں پر متحقق ہے

ودر معنی این آیت آیات و احادیث بسیار است
متفق درین مضمون کہ امتِ مرحومہ منقسم است
بسہ قسم اول مقربین و سابقین دوم ابرار و مقتصد
سوم ظالم لنفسہ و مقربین و سابقین سرِ دفتر مسلمین اند
و صدیقان و شہیدان از جملہ مقربان و سابقان اند و این
عزیزان از جملہ صدیقان و شہیدان اند تا جائی کہ تواتر
در ہر مقدمہ متحقق شدہ است و باین نوع استدلال اشارہ
منقول است از حسن بصریؒ و ابو العالیہ قالا فی قولہ
تعالیٰ اِہدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ رسول اللہ و صاحباہ
باز در سورۂ تحریم قراءۃ اُبَیّ بن کعب این بود کہ
و صالحِ المومنین ابو بکر و عمر عن ابن عباس قال
کان اُبَیّ یقرء ہا و صالح المومنین ابو بکر و عمر و
سوادِ اعظم از مفسرین صالح المومنین را باین ہر دو
بزرگ تفسیر کردہ اند قال ذٰلک من الصحابۃ ابن
مسعود و ابن عباس و بریدۃ الاسلمی و ابو امامۃ
و من التابعین سعید بن جبیر و عکرمۃ و میمون بن
مہران و الحسن البصری و مقاتل بن سلیمان و کفٰی
بہم قدوۃً و حاصلِ ایشان برین تفسیر آن است
کہ ہر چند کلمہ و صالح المومنین عام است اما
قصہ کہ سبب نزول آیت شدہ است دلالت
دارد بالقطع کہ صدیقؓ و فاروقؓ داخل اند در
آن عام بے شبہ آیین ہمان مے ماند کہ در
زمانِ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابن لتبیہ گفتہ
بود ہٰذا لکم و ہٰذا اُہدِیَ لِی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم خطبہ خواند ما بالُ اقوامٍ نُوَلِّیہم علیٰ عمل
مما ولانی اللہ ثم یقول احدہم ہٰذا لکم و ہٰذا
اُہدِیَ لِی ہلّا جلس فی بیتِ
اَبیہ و اُمہ فینظر أیُہدیٰ
لہ ام لا

اور اس آیت کے معنے میں بہت آیات اور احادیث ہیں جو اس
مضمون میں متفق ہیں کہ امتِ مرحومہ تین قسموں پر منقسم ہے
اول مقربین و سابقین دوم ابرار و مقتصد سوم ظالم لنفسہ (یعنی
گناہوں کے ارتکاب سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے)۔ اور مقربین
و سابقین مسلمانوں کے سرِ دفتر ہیں (یعنی سب سے بڑے درجہ والے ہیں)
اور صدیقین اور شہداء مقربین اور سابقین میں سے ہیں اور یہ
بزرگ صدیقوں اور شہیدوں میں سے ہیں اس حد تک کہ (اس
دلیل کے) ہر مقدمہ میں تواتر متحقق ہو چکا ہے اور اسی نوع کے
استدلال کی طرف اشارہ ملتا ہے حسن بصریؒ اور ابو العالیہ سے
جو منقول ہے کہ اہدنا الصراط المستقیم میں رسول اللہ اور آپ کے
دونوں صحابیوںؓ کا طریقہ مراد ہے۔ پھر سورہ تحریم میں قراءۃ اُبَیّ
ابن کعب کی یہ تھی کہ و صالحُ المومنین ابو بکرؓ و عمرؓ۔ ابن عباسؓ
سے مروی ہے کہ اُبَیّ پڑھا کرتے تھے وصالحُ المومنین ابو بکر
و عمر اور مفسرین کے سوادِ اعظم نے صالح المومنین کی تفسیر ان
ہی دونوں بزرگوں سے کی ہے۔ صحابہؓ میں سے یہی کہا ہے ابن مسعودؓ
نے اور ابن عباسؓ نے اور بریدۃ الاسلمیؓ نے اور ابو امامہؓ نے اور
تابعین میں سے سعید بن جبیرؒ اور عکرمہؒ اور میمون بن مہران اور
حسن بصریؒ اور مقاتل بن سلیمانؒ نے اور پیروی کے لئے یہ حضرات
کافی ہیں۔ اور ان کی اس تفسیر کا باعث یہ ہے کہ اگرچہ کلمہ "وصالح
المومنین" عام ہے مگر جو قصہ کہ اس آیت کا سبب نزول ہوا
ہے وہ قطعی دلالت رکھتا ہے کہ صدیقؓ و فاروقؓ بے شبہ اس
عام میں داخل ہیں۔ یہ اسی قسم کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں ابن لتبیہ نے (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی طرف سے عامل تھے) کہا تھا یہ تمہارے لئے ہے اور یہ مجھے
ہدیہ دیا گیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا کہ ایسی
اقوام کو کیا ہو گیا جن کو ہم متولی بناتے ہیں ایسے عمل پر جس پر ہم
کو اللہ نے متولی بنایا ہے پھر ان میں کا ایک شخص کہتا ہے کہ یہ
تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے وہ کیوں نہ بیٹھ رہا اپنے ماں
باپ کے گھر میں پھر ہم دیکھتے کہ اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں

درین صورت قرائن بسیار دلالت کردند برآنکہ ابن
لتبیہ داخل است درین معاتبہ بالقطع از آنجملہ آنکہ
سوقِ کلام و تقریبِ سخن قصہ او بودہ است باز
ہمان لفظ کہ وی گفتہ بود حکایت کردند و آن را محلِ
انکار گرفتند ہیچ عاقلی در دخولِ او توقف نمی تواند
کرد ہمچنان در قصہ کہ درمیان ازواج طاہرات و
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفتہ است امور
بسیار واقع شد کہ سامعان مضطر شدند بحکمِ دخولِ
این ہر دو عزیز در صالح المؤمنین عن عائشۃ قالت
انزلَ اللہُ عذری وکادتِ الامۃُ تہلک فی
سببی فلما سُرّیَ عن رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وعرج الملک قال رسولُ اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لابی اذہب الی ابنتک فاخبرہا ان اللہ
قد انزل عذرہا من السماء قالت فاتانی ابی
وہو یعدو ویکاد ان یعثر فقال ابشری یا بنیۃ
بابی و امی فان اللہ قد انزل عذرک
قلتُ بحمد اللہ لا بحمدک و لا بحمد صاحبک
الذی ارسلک ثم دخل رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فتناول ذراعی فقلتُ بیدہ ہکذا فاخذ
ابوبکر النعل لیعلونی بہ فمنعتہ فضحک رسولُ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اقسمتُ
لا تفعل و فی سورۃ التحریم قال عمر فانی
اظن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ظن انی جئتُ من اجل حفصۃ
واللہ لئن امرنی رسولُ اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بضرب لاضربن عنقہا و اما
وجہ نفع مسلمین بسبب ایشان
قال اللہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ
اخرجت للناس

اس صورت میں بہت سے قرائن نے اس بات پر دلالت کی کہ ابن لتبیہ
قطعی طور پر اس معاتبہ میں داخل ہے ان میں سے ایک قرینہ یہ ہے
کہ سیاقِ کلام اور بنائے گفتگو اسی کا قصہ ہوا ہے پھر اُسی لفظ
کی حکایت کی جو اُس کا کہا ہوا تھا اور اسی پر گرفت فرمائی کوئی
صاحبِ عقل اُس کے داخل ہونے میں توقف نہیں کرسکتا۔ اسی طرح
اُس قصہ میں جو ازواج طاہرات رض اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے مابین پیش آیا تھا بہت سی ایسی باتیں پیش آئیں کہ
سُننے والوں کے اذہان بے اختیار ان دونوں بزرگوں کے "صالح
المؤمنین" میں داخل ہونے کی طرف گئے۔ حضرت عائشہ رض سے
مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے میری بے گناہی کی شہادت نازل
فرمائی اور امت میرے سبب سے ہلاکت کے قریب پہنچ گئی تھی تو
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیفیتِ نزولِ وحی زائل
ہوگئی اور فرشتہ عروج کرچکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
میرے باپ سے کہا کہ اپنی بیٹی کے پاس جاکر خبر کردو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان
سے اُس کی بے گناہی کو نازل فرمایا ہے۔ عائشہ رض نے کہا پھر میرے
پاس میرے باپ دوڑتے ہوئے آئے قریب تھا کہ گر پڑیں اور کہا کہ
میری بیٹی خوشخبری سُن میرے ماں باپ تیرے قربان اللہ تعالیٰ
نے تیری بے گناہی نازل کردی ہے۔ میں نے کہا اللہ کا شکر ہے مگر
تمھارا اور تمھارے ساتھی کا نہیں جنھوں نے تمھیں بھیجا، پھر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو انھوں نے میرے بازو
کو پکڑا۔ میں نے اس طرح آپ کے ہاتھ کو ہٹایا تو ابوبکر رض نے اپنا
جوتا پکڑا اور مجھ پر اُٹھایا میں اُس سے بچنے لگی تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے اور آپ نے فرمایا کہ تم کو قسم دیتا ہوں
ایسا نہ کرو۔ اور سورۂ تحریم کے بیان میں عمر رض نے کہا کہ میں خیال
کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گمان کیا ہے کہ میں
حفصہ رض کی وجہ سے آیا ہوں واللہ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مارنے کا حکم دیں تو میں اُس کی گردن ماردوں۔ رہی اُن
کے سبب سے مسلمانوں کے نفع کی صورت، حق تعالےٰ نے فرمایا کنتم
خیر امۃ الخ (۳: ۱۱۰) تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الآیہ ازین آیہ منطوقاً معلوم می شود کہ اُمتِ مرحومہ بہتر است از سائرِ اُمم از جہتِ کمالِ این صفت کہ امر بمعروف و نہی از منکر باشد و مفہوماً دلالت می کند بر آنکہ ہرکہ ازین اُمت بکمالِ امر معروف و نہی از منکر متصف باشد افضل است از مادونِ خود شاہد این مفہوم قول خدای عزّ وجلّ است وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ باز در آیۃ دیگر میفرماید در شانِ مہاجرین اوّلین اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ و در خارج تمکین واقع نشد الّا مشائخ ثلٰثہ را پس واجب شد کہ وصفِ مذکور کہ مدارِ خیریت است درین بزرگواران متحقق شدہ باشد این آیات دلالت کردند بر فضل این جماعہ بر سائر مسلمین و تقلیل شرکا جدّاً متحقق شد آمدیم بر سرِ تعیینِ صدیق اکبر از میانِ ایشان پس میگوئیم خدای تعالٰے در سورۃ وَالّیل فرمود وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وسورۃ لیل از آن جملہ است کہ در اوّلِ بعثت نازل شدہ وقتے کہ کفّار ضعفاءِ مسلمین را ایذا میدادند وصدّیقِ اکبر رض مالِ خود را

لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔ اس آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جہت سے اُمتِ مرحومہ تمام اُمتوں سے بہتر ہے کہ وہ اس صفت میں کمال رکھتی ہے کہ نیک کام کا حکم کرتی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اس کا مفہوم اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص کہ اس اُمت میں سے امر بمعروف اور نہی از منکر کے کمال سے متصف ہے وہ دوسرے لوگوں سے افضل ہے۔ اس مفہوم کی شہادت حق تعالٰے کے اس ارشاد سے ملتی ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ الخ (۳: ۱۰۴) اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بُلایا کریں اور نیک کام کرنے کو کہا کریں اور بُرے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پُورے کامیاب ہوں گے۔ پھر دوسری آیت میں مہاجرین اوّلین کی شان میں فرماتے ہیں اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ الخ (۲۲: ۴۱) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم اُن کو دُنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں۔ اور خارج میں تمکین (یعنی قیامِ حکومت) واقع نہیں ہوا مگر مشائخِ ثلاثہ (یعنی صدّیقِ اکبر و فاروقِ اعظم و ذی النورین رضی اللہ عنہم) کے لئے تو واجب ہوا کہ وصف مذکور جو خیر ہونے کا مدار ہے ان بزرگواروں میں متحقق ہو گیا ہو۔ یہ آیتیں دلالت کرتی ہیں اس پر کہ اس جماعت کو تمام مسلمانوں پر فضیلت ہے اور شرکاء کی بہت کمی متحقق ہے۔ اب ہم ان میں سے صدیقِ اکبر رض کی تعیین پر کلام کرتے ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالٰے سورۃ والّیل میں فرماتا ہے وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الخ (۹۲: ۱۷-۱۸) اور اس سے ایسا شخص دُور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے اپنا مال (محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہو جائے۔ اور سورۃ لیل اُن سورتوں میں سے ہے جو بعثت نبوی ص کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئیں جب کہ کفّار ضُعفاءِ مسلمین کو ایذا دے رہے تھے اور اُن کو کفّار کی ایذاؤں سے رہائی کے لئے صدّیق اکبر رض اپنے مال کو

وسیلۂ استخلاص ایشان از تعذیب کفار میساخت تا آنکہ سامعان را اشکالی نماند در آنکہ یا لفظِ اَتْقٰی اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی عام است حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ را البتہ اوّل مرّہ در گرفتہ است پیش از دیگران از جہتِ قیام قرائن یا این است کہ الاتقٰی معہود است و شخصِ معیّن مراد است و آن شخصِ معیّن صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ است عن ابن مسعود قال انّ ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ اشترٰی بلالاً من امیّۃ بن خلف و اُبَیّ بن خلف بِبُردۃ وعشر اواقٍ فاعتقہ للّٰہ فانزل اللہ وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی الٰی قولہ اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ابوبکر و امیّۃ و اُبَیّ الٰی قولہ وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی قال لا الٰہ الا اللہ الٰی قولہ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی قال النّار عن عروۃ انّ ابابکر الصّدیق اعتق سبعۃ کلّہم یُعذَّب فی اللہ بلالاً وعامر بن فُہیرۃ والنہدیّۃ وابنتہا وزِنّیرۃ واُمّ عیسٰی واَمَۃ بنی المؤمّل وفیہ نزلت وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقٰی الٰی آخر السورۃ عن عامر بن عبد اللہ بن الزبیر عن ابیہ قال ابو قحافۃ لابی بکرٍ اراک تعتق رقاباً ضعافاً فلو انّک اذا فعلت ما فعلت اعتقت رجالاً جلداً یمنعونک ویقومون دونک فقال یا اَبَتِ انّما اُرید وجہ اللہ فنزلت ہٰذہ الآیۃ فیہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی الٰی قولہ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰٓی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی عن سعید بن المسیّب قال نزلت وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰٓی فی ابی بکرٍ اعتق ناساً لم یلتمس منہم جزاءً ولا شکوراً ستّۃً او سبعۃً منہم بلال و

وسیلہ بناتے تھے۔ یہاں تک کہ سننے والوں کو اس میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ یا لفظ اَتْقٰی اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی عام ہے اور قرائن کی موجودگی کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوسرے لوگوں سے پہلے البتہ اس نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اوّل مرتبہ اپنے احاطے میں لیا ہے اور یا "الاتقٰی" معہود ہے (اور اس پر الف لام عہد کا ہے) اور شخصِ معیّن مراد ہے اور وہ شخص معیّن صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اُمیّہ بن خلف اور اُبَیّ بن خلف سے ایک غلام اور دس اوقیہ (سونا) دے کر خریدا پھر اس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی سے اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی تک ابوبکر رضی اللہ عنہ (کے بارے میں) اور اُمیّہ و اُبَیّ (کے بارے میں آگئے)، وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی سے کہا کہ (الحسنٰی سے) لا الٰہ الا اللہ مراد ہے۔ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی تک کہا کہ (العسرٰی سے) نار مراد ہے۔ مروی ہے عروہ سے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات کو آزاد کیا سب ایسے تھے کہ اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے) ستائے جا رہے تھے۔ بلال اور عامر بن فہیرہ اور ہندیہ اور اس کا بیٹا اور زنّیرہ اور اُمّ عیسٰی اور بنی مؤمّل کی باندی اور ان کے بارے میں نازل ہوئی وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقٰی سے آخر سورت تک۔ اور مروی ہے عامر ابن عبد اللہ بن الزبیر سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ (عبد اللہ) سے انھوں نے کہا کہ ابوقحافہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو ضعیف گردنوں کو آزاد کرتا ہے تو اگر تجھے ایسا ہی کرنا تھا جو تو نے کیا تو یہ کرتا کہ بہادر لوگوں کو آزاد کرتا جو (دشمنوں سے) تیرا بچاؤ بنتے اور تیری حمایت کے لئے کھڑے ہوتے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ابا میں صرف اللہ کی رضا کا طلبگار ہوں۔ تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی سے وَلَسَوْفَ یَرْضٰی تک۔ اور مروی ہے سعید بن المسیّب سے انھوں نے کہا کہ نازل ہوئی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰٓی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔ انھوں نے بہت اشخاص کو آزاد کیا اور کسی بدلے اور شکریے کے طلبگار نہ ہوئے چھ یا سات کو، ان میں سے بلال اور

عامر بن فہیرہ عن ابن عباس فی قولہ وسیجنبہا
الاتقی قال ہو ابوبکر الصدیق وقال عمار
ابن یاسر فی ذلک شعرا ؎ جزی اللہ خیرا عن
بلالؓ وصحبہ ، عتیقا واخزی فاکہا وابا جہل
بالجملہ چون این مقدمہ ثابت گشت خدای تعالیٰ
جای دیگر میفرماید اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ
اَتْقٰکُمْ پس صدیق اکبرؓ اتقی امت است
و اتقی امت اکرم اُمت است وہو المطلوب
باین اسلوب کہ تقریر نمودیم کتاب اللہ بوجوہ
بسیار بر افضلیتِ صدیق و فاروق دلالت مینماید۔

مسلکِ دوم در تصریح و تلویح سنتِ سنیہ
بافضلیتِ صدیق بر سائر امت ثم فاروق ثم
ذوالنورین وپیش از آنکہ در روایتِ احادیث
شروع کنیم بر دو نکتہ مطلع سازیم **نکتہ اولیٰ**
مسئلہ افضلیتِ شیخین در ملتِ اسلامیہ قطعی است
و اینجا قطع حاصل می شود بدو وجہ یکے تعدد طرق
حدیث تا آنکہ اصل مسئلہ متواتر بالمعنی شود مانند
سخاوتِ حاتم و شجاعتِ رستم دیگر حفوفِ قرائن
زیراکہ خبر واحد بسبب حفوفِ قرائن بسر حد یقین مے
رسد مانند آنکہ بیماری را دیدیم کہ صاحبِ فراش
شدہ و اقارب او پیش اطبا می روند و آخر از یاس
از حیاتِ او بہم رسانیدند و بانواع ہم و الم
گرفتار شدند بعد از ان روزے دیدہ شد کہ
در خانۂ او نوحہ منکرہ می کنند و جنازہ بر دروازہ
نہادہ اند و از ہر جانب مردم غمگین
و ساکت بخانۂ او می در آیند درین
حالت اگر شخصے خبر دہد کہ آن
بیمار مردہ است این خبر واحد
بسببِ حفوفِ قرائن

عامر بن فہیرہ ہیں۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وَسَیُجَنَّبُہَا
الْاَتْقٰی کے بارے میں انھوں نے کہا کہ وہ ابوبکر صدیقؓ ہیں۔
اور عمارؓ بن یاسر نے اس کے بارے میں یہ شعر کہا ؎ (ترجمہ)
اللہ عتیق (یعنی ابوبکرؓ) کو جزائے خیر عطا کرے بلالؓ اور
اُس کے ساتھیوں کی طرف سے اور رُسوا کرے فاکہہ اور ابوجہل کو۔
الغرض جب یہ مقدمات ثابت ہوگئے اور خدا تعالیٰ دوسری جگہ
فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (یعنی تم میں
سب سے زیادہ مرتبہ والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ
متقی ہے) اور صدیق اکبرؓ اُمت کے سب سے زیادہ متقی ہیں اور
جو اُمت میں اتقی ہے وہ اکرم امت ہے اور یہی مطلوب ہے۔
جس اسلوب سے ہم نے تقریر کی ہے کتاب اللہ بہت سی وجوہ کے
ساتھ صدیقؓ اور فاروقؓ کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔

مسلک دوم احادیث نبویہ کی تصریحات واشارات
سے صدیق اکبرؓ کی افضلیت کے بیان میں تمام امت پر پھر فاروقؓ
کی پھر ذی النورینؓ کی۔ اور روایات حدیث شروع کرنے سے
پہلے ہم دو نکتوں پر مطلع کرنا چاہتے ہیں پہلا نکتہ افضلیتِ
شیخینؓ کا مسئلہ ملت اسلامیہ میں قطعی ہے اور اس جگہ قطعیت
حاصل ہوتی ہے دو وجہ سے ایک روایات حدیث کا تعدد یہاں
تک کہ اصل مسئلہ متواتر بالمعنیٰ ہو جائے حاتم کی سخاوت اور
رستم کی شجاعت کی طرح سے۔ دوسری صورت ہے قرائن کا
چھا جانا کیونکہ خبر واحد قرائن کے محیط ہو جانے سے یقین کی سرحد
میں پہنچ جاتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم نے ایک بیمار کو
دیکھا کہ صاحبِ فراش ہو گیا ہے اور اُس کے اقارب اطباء کے
پاس جا رہے ہیں۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی زندگی سے سب ناامید
ہو گئے اور بہت کچھ رنج و غم میں گرفتار ہو گئے۔ اس کے بعد
ایک دن دیکھا گیا کہ اس کے گھر میں بُری طرح نوحہ کیا جا رہا ہے اور
جنازہ دروازے پر رکھا ہے اور ہر جانب سے لوگ غمگین اور خاموش
اُس کے گھر میں جا رہے ہیں۔ اس حالت میں اگر کوئی شخص خبر دے
کہ وہ بیمار مر گیا ہے تو وہ خبر واحد قرائن کے چھا جانے کی وجہ سے

بسر حد یقین خواہد رسانید ہمچنین احادیث افضلیت
شیخین محفوف است بقرائن بسیار و این قرائن
دو نوع تواند بود یکی آنکہ ظنیہ و خطابیہ کہ موافق
باشند در اصل مقصد با این خبر واحد از آنجملہ عموما
کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم در فضیلت مہاجرین و مجاہدین مانند حدیث
رفاعہ در واقع جاء جبریل الی النبی صلے اللہ علیہ
وسلم قال ما تعدون اہل بدر فیکم قال من
افضل المسلمین وقال رافع بن خدیج خیارنا
قال وکذلک من شہد بدرا من الملائکۃ و
مانند حدیث جابر کنا یوم الحدیبیۃ الفا واربع
مائۃ فقال لنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
انتم الیوم خیر اہل الارض و این ہر دو حدیث
تقلیل شرکا جدًا در افضلیت حاصل گردانیدہ
و تعریضات کتاب اللہ وسنت رسول اللہ بہ فضیلت
شیخین رض ہر چند فضیلت بر جمیع امت از آنجا
مفہوم شود لیکن در معنی فضیلت موافقت
میکند و تقلیل شرکا جدًا بعمل می آرد دیگر فروع
افضلیت کہ امت مرحومہ قولاً و فعلاً بآن آشنا
شدہ اند و در ہر محل و ہر موطن افضل ہذہ الامۃ
گفتہ اند و این مقالہ را بوجہی سر دادہ اند گویا
پیش از این متیقن بودہ است و تجدید فکر را در آن
دخل نہ و این ہر دو مبحث طولی دارد و بسیارے از آن
مذکور کردیم اینجا استحضار آن مقالات باید نمود۔
نکتہ ثانیہ چون استقرا کنیم احادیث را کہ در
افضلیت شیخین وارد شدہ مدار افضلیت چہار
خصلت را می یابیم یکے در مرتبہ علیا
از مراتب امت بودن صدیقیت و
شہیدیت

سرحد یقین میں پہنچا دے گی۔ ایسے ہی افضلیت شیخین کی احادیث بہت
سے قرائن سے لپٹی ہوتی ہیں۔ اور یہ قرائن دو قسم کے ہو سکتے ہیں
ایک اولٰہ ظنیہ اور خطابیہ جو کہ اصل مقصد میں اس خبر واحد کے
موافق ہوں۔ اُن میں سے ہیں مہاجرین اور مجاہدین کی فضیلت
کے عمومات جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ میں مذکور ہیں جیسی
کہ حدیث رفاعہ اس واقعہ میں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس جبریلؑ آئے اور کہا کہ تم اپنے میں اہل بدر کو کیسا سمجھتے ہو۔
آپ نے کہا کہ افضل مسلمین میں سے اور رافع بن خدیج نے "خیارنا"
روایت کیا (یعنی ہم میں کے بہترین مسلمان)، جبریلؑ نے کہا اور ایسے
ہی وہ فرشتے ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ اور مانند حدیث
جابرؓ کے کہ ہم یوم (صلح) حدیبیہ میں چودہ سو تھے تو ہم سے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم آج تمام زمین والوں
سے بہتر ہو اور ان دونوں حدیثوں سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ
جو افضلیت میں بڑھے ہوتے ہیں وہ زیادہ کم ہیں اور کتاب اللہ
و احادیث رسول اللہؐ کی فضیلت میں شیخینؓ پر جو تعریضات
ہیں اگرچہ وہاں سے بھی تمام امت پر اُن کی فضیلت مفہوم ہوتی
ہے لیکن انتہائی درجہ کی فضیلت کا مفہوم اسی کی موافقت میں
ہے جو شرکاء افضلیت کی بہت کمی عمل میں لاتا ہے۔ دوسرے
قرائن فروع افضلیت کے ہیں کہ امت مرحومہ کے لوگ قولاً اور
فعلاً اُن سے آشنا ہونے کی بناء پر ان کو "اس امت میں سب سے
افضل" اور "اس امت میں کے سب سے بہتر" الفاظ کہتے رہے ہیں اور
یہ کلام اس انداز سے ادا کرتے رہے ہیں گویا اس سے پہلے یہ بات
متیقن ہو چکی ہے اور اس میں جدت فکر کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور
یہ دونوں مبحث طویل ہیں اور اُن میں سے بہت سا حصہ ہم
ذکر کر چکے ہیں یہاں اُن مقالات کو مستحضر کر لیا جائے۔
دوسرا نکتہ جب ہم اُن احادیث پر تفصیلاً غور کرتے
ہیں جو کہ شیخین کی افضلیت میں وارد ہوتی ہیں تو مدار افضلیت
ہم چار خصلتوں کو پاتے ہیں پہلی ان کا امت کے مراتب میں سب
سے اونچے مرتبہ پر ہونا جس کو صدیقیت اور شہیدیت کے الفاظ

عبارت است ازان دوم اعانتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وترویج اسلام در وقتِ غربت او اَمَنُّ النَّاسِ عَلَیَّ ابوبکرٍ واَسَانِی بمالہٖ ونفسہٖ وعزتِ اسلام کہ از خصائصِ عمر است اشارہ است بآن سوم اتمامِ کارہائی مطلوب از نبوت بدست این ہردو عزیز رؤیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در قصۂ مقالید وقصۂ آب کشیدن از بیر نمائشی است ازان چہارم علو درجاتِ ایشان در معاد سیدا کہولِ اہلِ الجنۃ واقامت در غرفِ عالیہ واولیتِ حشر وتجلی خاص برائی صدیق ومعانقۂ حق برائی عمر بیانی ست ازان وآین خصلت ہرگز جدا نمی تواند شد از یکے از خصال ثلثہ زیراکہ اکثریت ثواب یا بسبب صفاتِ نفسانی است یا بسبب اعزاز اسلام ونصرتِ او یا بسبب اتمام کارہائی نبوت لیکن ممکن است کہ شخصے صحبتِ پیغامبر نداشتہ باشد بلکہ آخر ہمہ ایمان بیارد وہیچ مشہدے از مشاہدِ خیر ادراک ننماید معہٰذا افضلِ امت باشد باعتبار اتمامِ کارہائی مطلوب از بعثت پیغامبر بدستِ او یا باعتبارِ صدیقیت وشہیدیت ومناسبتِ قوتِ عاملہ وعاقلہ او بانفس قدسیہ پیغامبر وممکن است کہ در اعزاز اسلام ونصرتِ پیغامبر اَقصے الغایۃ سعی بجا آرد ودر آخرِ ایام آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوفی شود کارہائی مطلوب پیغامبر را نداند فضلاً از آنکہ مباشرتِ آن نماید باعتبارِ قوتِ عاقلہ وعاملہ

تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کرتے رہنا اور ترویجِ اسلام اُس کی غربت کے زمانہ میں۔ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا ابوبکرؓ ہے اُس نے میرا ساتھ دیا اپنے مال سے اور اپنی جان سے اور عزتِ اسلام جو کہ عمرؓ کی خصائص میں سے ہے اسی خصلت کی طرف اشارہ ہے۔ تیسری جو کام نبوت سے مطلوب تھے ان دونوں بزرگوں کے ہاتھوں سے ان کا پورا ہونا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خواب جس میں تالیوں کا ذکر ہے اور وہ خواب جس میں کنوئیں سے پانی کھینچنے کا قصہ مذکور ہے اسی کی ایک نمائش تھی۔ چوتھی عالمِ آخرت میں ان کے درجات کا بلند ہونا۔ یہ ارشاد کہ یہ دونوں تمام ادھیڑ عمر والے اہلِ جنت کے سردار ہوں گے اور جنت کے بالاخانوں میں اُن کے قیام کی خبر دینا اور حشر میں ان کی اولیت اور صدیق کے لئے تجلی خاص اور حق تعالیٰ کا معانقہ کرنا عمرؓ سے اُسی کا بیان ہے۔ اور یہ خصلت تینوں خصال میں سے کسی ایک سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی کیونکہ ثواب کی اکثریت یا تو صفاتِ نفسانی کے سبب سے ہے یا اسلام کو عزت اور مدد دینے کے سبب سے یا نبوت کے کاموں کو پورا کرنے کے سبب سے۔ لیکن ممکن ہے کہ کسی شخص کو پیغمبر کی صحبت حاصل نہ ہوتی ہو بلکہ وہ سب سے آخر میں ایمان لائے اور غزوات میں سے کسی غزوہ کو بھی وہ نہ پائے اس کے باوجود جو کام بعثتِ پیغمبر سے مطلوب تھے اُس کے ہاتھ سے پورے ہونے کے اعتبار سے وہ افضل اُمت ہو یا باعتبار صدیقیت اور شہیدیت کے اور اُس کی قوتِ عاقلہ اور عاملہ کو پیغمبر کے نفسِ قدسیہ سے مناسبت ہونے کے اعتبار سے اور ممکن ہے (ایسے شخص کی افضلیت) کہ اسلام کو عزیز بنانے اور پیغمبر کی مدد دینے میں وہ انتہائی کوششیں کرتا رہا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں اُس کی وفات ہو جائے اور وہ یہ بھی نہ جانتا ہو کہ پیغمبر سے کون کونسے کام مطلوب ہیں چہ جائیکہ وہ ان کی انجام دہی میں مشغول ہو۔ یا باعتبار قوت عاقلہ اور عاملہ کے

با پیغامبر مناسبت معتد بہ ندارد نہایت مرمی ہمت وے
او حالی ست از احوال ابرار آین است مقتضائے
امکان عقلی لیکن سنۃ اللہ جاری شدہ است بآنکہ
دواعی بزرگ نہ ریزند مگر بر نفوس قدسیہ کہ سالہا
زیر تربیت پیغامبر پرورش یافتہ باشند وتشریف
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقاضا می نماید کہ خلیفہ
او نباشد الا اکمل امت باعتبار این خصال اربع
جمیعًا بالجملہ در احادیث این باب تأملی وافی
بکار باید برد و مدار افضلیت از ہر حدیثی جدا
استنباط باید نمود چون این ہمہ گفتہ شد بروایات
احادیث مشغول شویم۔

اما باعتبار کارہائی کہ پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم
آن را از جہت پیغامبری می کرد پس شیخین
را افضلیت ثابت است باحادیث بسیار۔

اوّل حدیث ابی ہریرۃؓ قال سمعت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول بینا
انا نائم رأیتنی علی قلیب علیہا دلو فنزعت
منہا ماشاء اللہ ثم اخذہا ابن ابی قحافۃ فنزع
منہا ذنوبًا او ذنوبین وفی نزعہ واللہ
یغفر لہ ضعف ثم استحالت غربًا
فأخذ ابن الخطاب فلم أر عبقریًا
من الناس ینزع نزع عمر
ابن الخطاب حتی ضرب الناس
بعطن و حدیث عبد اللہ بن
عمر ان رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم قال

پیغمبر کے ساتھ معتد بہ مناسبت نہ رکھتا ہو مگر اس کی ہمت کی
بلندی کی انتہا ابرار کے احوال میں سے کسی حال تک ہوجاتی ہے۔
یہ ہے امکان عقلی کا مقتضٰے لیکن عادتِ خداوندی اس امر
پر جاری ہوچکی ہے کہ بڑے بڑے دواعی (جیسے کفار کی طاقتور
جماعتوں اور سلطنتوں سے مقابلہ) کا افاضہ صرف اُن نفوسِ
قدسیہ ہی پر ہوتا ہے جنھوں نے برسوں تک پیغمبرؐ کے زیر تربیت
رہ کر پرورش پائی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
بلند مرتبہ کا تقاضا یہ ہے کہ آپؐ کا خلیفہ کوئی نہ ہو بجز ایسے
شخص کے جو اُمّت میں کامل ترین ہو ان تمام ہر چہار خصائل
کے اعتبار سے۔ الحاصل اس باب کی احادیث میں پورے غور
وفکر کو کام میں لانا چاہیئے اور ہر ایک حدیث سے مدارِ افضلیت
جداگانہ استنباط کرنا چاہیئے۔ جب یہ سب بیان کردیا گیا تو اب
ہم روایاتِ احادیث میں مشغول ہوتے ہیں۔

اُن کاموں کے اعتبار سے جن کو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبری کی
حیثیت سے انجام دیتے تھے شیخینؓ کی افضلیّت بہت سی احادیث
سے ثابت ہوتی ہے۔

پہلی حدیث ابوہریرۃؓ کی کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ جب میں سو رہا تھا تو
میں نے اپنے کو ایک پُرانے کنوئیں پر دیکھا جس پر ایک ڈول موجود
تھا جتنے ڈول اللہ نے چاہے میں نے اس میں سے کھینچے پھر
اُس کو (ابوبکرؓ) ابن ابی قحافہ نے پکڑ لیا تو اُس نے اس میں سے
چند ڈول یا دو ڈول کھینچے اور اُس کے کھینچنے میں اور اللہ اس کو
معاف کرے ضعف تھا پھر وہ ڈول چرس[1] بن گیا تو اس کو ابن
الخطابؓ نے لے لیا تو میں نے لوگوں میں کسی طاقتور شخص کو
اس طرح ڈول کھینچتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح عمرؓ بن الخطاب
کھینچ رہا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر
پانی کے گرد بٹھا دیا (کہ دوبارہ پانی پئیں)۔ اور حدیث عبداللہ
ابن عمرؓ کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

۱؎ چرس اس بڑے ڈول کو کہتے ہیں جس سے کاشتکار زمینوں کی سینچائی کرتے ہیں ۱۲ مترجم

أُرِيتُ كَأَنِّيْ أَنْزِعُ بِدَلْوِ بَكْرَةٍ عَلٰى قَلِيْبٍ
فَجَاءَ أَبُوْبَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا أَوْ ذَنُوْبَيْنِ نَزْعًا
ضَعِيْفًا وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَاسْتَقٰى
فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ
يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ حَتّٰى رَوِيَ النَّاسُ وَ
ضَرَبُوْا بِعَطَنٍ رواهما البخاری ومسلم
وغیرهما وعن ابی الطفیل عن النبی
صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال بینا
انا انزع اللیلۃ اذ وردت علی غنم
سود وغنم عفر فجاء ابوبکر فنزع ذنوبا
او ذنوبین فیهما ضعف واللّٰہ یغفر
لہ ثم جاء عمر فاستحالت غربا
فملأ الحیاض واروی الواردۃ
فلم ار عبقریا من الناس
احسن نزعا منہ فاولت ان
الغنم السود العرب والعفر
العجم۔

دوم حدیث ابن عمر فی الموازنۃ مع الامۃ
اخرج ابن مردویہ عن ابن عمر خرج علینا
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات غداۃ
بعد طلوع الشمس قال رایت قبل الفجر
کانی اعطیت المقالید والموازین فاما
المقالید فہی المفاتیح واما الموازین فہذہ
التی یوزن بہا فوضعت فی کفۃ ووضعت
امتی فی کفۃ فوزنت بہم فرجحت
ثم جیئ بابی بکر فوزن بہم فرجح
ثم جیئ بعمر فوزن بہم
فرجح ثم جیئ بعثمان فوزن
بہم

مجھے دکھلایا گیا گویا کہ میں ڈول کھینچ رہا ہوں ایک گھڑی کے اوپر سے
جو ایک کنویں پر لگی ہوئی ہے۔ پھر ابوبکر رض آیا اور اُس نے چند ڈول
یا دو ڈول کھینچے اُس کے کھینچنے میں ضعف تھا اللہ اُس کو معاف کرے
پھر عمر رض آگیا اور اُس نے پانی کھینچنا چاہا تو وہ ڈول چرس بن گیا
تو میں نے لوگوں میں کوئی ایسا طاقتور نہیں دیکھا جو اُس کی طرح
کام کرتا ہو یہاں تک کہ اُس نے سب لوگوں کو سیراب کردیا اور لوگوں
نے اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر پانی کے گرد بٹھا دیا۔ ان دونوں کو
بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔ اور ابوطفیل سے مروی ہے وہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ
اس دوران میں کہ میں آج کی رات (خواب میں) ڈول کھینچ رہا
تھا کہ مجھ پر وارد ہوئیں کچھ بکریاں سیاہ رنگ کی اور کچھ بکریاں
سفید (مائل بہ سرخ) رنگ کی۔ پھر ابوبکر رض آیا اور اُس نے چند ڈول
یا دو ڈول کھینچے جن میں ضعف تھا اور اللہ اس کو معاف کرے۔
پھر عمر رض آیا تو وہ ڈول چرس بن گیا۔ تو اُس نے سب حوض بھر
دیئے اور ہر آنے والے کو سیراب کردیا تو میں نے لوگوں میں کوئی ایسا
طاقتور نہیں دیکھا جو اُس سے اچھا کھینچتا ہو۔ میں نے یہ تاویل کی
ہے کہ سیاہ بکریوں سے مراد عرب ہے اور سفید سے عجم۔

دوسری حدیث ابن عمر رض کی اُمت کے ساتھ وزن کیے
جانے کے مضمون کی۔ اخرج کیا ابن مردویہ نے روایت ہے ابن عمر رض
سے کہ ایک صبح کو طلوع شمس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہمارے پاس تشریف لائے۔ فرمایا کہ میں نے فجر سے پہلے دیکھا کہ گویا
مجھے بہت سی مقالید اور موازین دی گئی ہیں۔ مقالید تو یہی مفاتیح
یعنی چابیاں ہیں اور موازین یہ بھی ویسی ہی ترازویں تھیں جن
سے تولا جاتا ہے۔ پھر ترازو کے ایک پلّے میں مجھے رکھا گیا اور میری
اُمت کو دوسرے پلّے میں رکھا گیا اور اُن کے ساتھ تولا گیا تو میں
اُن سے بھاری رہا۔ پھر ابوبکر رض کو لایا گیا اور اُن کے ساتھ وزن
کیا گیا تو ابوبکر رض کا پلّا جھک گیا (یعنی وہ بھی بھاری رہے)
پھر عمر رض کو لایا گیا اور اُن کے ساتھ تولا گیا تو ان سے عمر رض کا پلّا
بھی جھک گیا۔ پھر عثمان رض کو لایا گیا اور اُن کے ساتھ تولا گیا

فرجح ثم رُفِعت۔

سوم حدیث جابر بن عبد اللہ انہ کان یحدث ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال رُئِی اللیلۃَ رجلٌ صالحٌ انّ ابا بکرٍ نِیطَ برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ونِیطَ عمر بابی بکر ونِیطَ عثمان بعمر قال جابر فلمّا قمنا من عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قلنا امّا الرجل الصالح فرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و امّا تنوط بعضہم ببعض فہم وُلاۃُ ہذا الامر الذی بعث اللہ بہ نبیہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

چہارم حدیث سمرۃ بن جندب انّ رجلاً قال یا رسولَ اللہ انی رأیتُ اللیلۃ کانّ دلواً دُلِّیَ من السّماء فجاء ابوبکر فاخذ بعراقیہا فشرب شرباً ضعیفاً ثم جاء عمر فاخذ بعراقیہا فشرب حتّے تضلّع ثمّ جاء عثمان فاخذ بعراقیہا فشرب حتّے تضلّع ثم جاء علےؓ فاخذ بعراقیہا فانتشطت وانتضح علیہ منہا شیئٌ۔

پنجم حدیث ابن عباس وابی ہریرۃ کہ تسمیہ خلفاء آنجا بتصریح مذکور شدہ شاہد عدل این احادیث می تواند شد انّ ابن عباس کان یحدث انّ رجلاً اتی رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال انی رأیتُ اللیلۃ فی المنام ظُلّۃً تَنطِفُ منہا السمنَ والعسلَ فاری الناسَ یتکففونَ منہا فالمستکثرُ والمستقلُّ و اذا سببٌ واصلٌ من الارض الے السّماء فاراک اخذتَ بہ فعلوتَ

تو اس کا پلڑا بھی جھکا رہا۔ پھر ترازو اُٹھالی گئی۔

تیسری حدیث جابرؓ بن عبد اللہ کی وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ایک مردِ صالح کو خواب میں دکھایا گیا کہ ابوبکرؓ لٹکے ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور عمرؓ لٹکے ہوتے ہیں ابوبکرؓ کے ساتھ اور عثمانؓ لٹکے ہوتے ہیں عمرؓ کے ساتھ۔ تو جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھ آئے تو ہم نے کہا کہ مردِ صالح تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور رہا بعض کا بعض کے ساتھ لٹکنا تو اُس سے اس امر کے والی مراد ہیں جس سے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔

چوتھی حدیث سمرۃؓ بن جندب کی کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں نے آج کی رات میں دیکھا گویا ایک ڈول آسمان سے لٹکا اور ابوبکرؓ آئے اور اُنھوں نے اُس کے دونوں عرقوے پکڑے (چمڑے کے ڈول کا مُنہ کھلا رکھنے کے لئے جو لکڑی باندھی جاتی ہے اُس کو عُرقُوہ کہتے ہیں) اور کچھ آہستہ آہستہ پیا۔ پھر عمرؓ آئے اور اُنھوں نے اُس کے دونوں عرقوے پکڑے پھر خوب شکم سیر ہو کر پیا۔ پھر عثمانؓ آئے اور اُنھوں نے اُس کے دونوں عُرقوے پکڑے اور پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہوگئے۔ پھر علیؓ آئے اور اُنھوں نے اُس کے عرقوے پکڑے تو وہ عرقوہ یعنی لکڑی کھل گئی اور اس میں سے کچھ پانی اُن کے اوپر بکھر گیا۔

پانچویں حدیث ابنِ عباسؓ اور ابوہریرہؓ کی کہ خلفاءؓ کے ناموں کا ذکر وہاں تصریح کے ساتھ مذکور ہوا وہ ان احادیث کی شاہدِ عدل ہو سکتی ہے۔ یہ کہ ابن عباسؓ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ ایک سائبان ہے جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ اُس میں سے ہتھیلیوں میں لے رہے ہیں۔ بہت لینے والے بھی ہیں اور کم لینے والے بھی اور ناگہاں دیکھتا ہوں کہ ایک رسّی ہے زمین سے آسمان تک تنی ہوئی آپؐ کو دیکھتا ہوں کہ آپ نے اُس کو پکڑا اور اوپر بلند ہوگئے

ثم اخذ بہ رجل آخر فعلا بہ ثم اخذ بہ رجل آخر
فعلا بہ ثم اخذ بہ رجل آخر فانقطع ثم وصل فعلا
بہ قال ابوبکر یا رسول اللہ بابی انت واللہ لتدعنی
فاعبرہا فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اعبر قال
اما الظلۃ فالاسلام واما الذی ینطف من
العسل والسمن فالقرآن حلاوتہ تنطف والمستکثر
من القرآن والمستقل واما السبب الواصل من
السماء الی الارض فالحق الذی انت علیہ تاخذ
بہ فیعلیک اللہ ثم یاخذ بہ رجل من بعدک
فیعلو بہ ثم یاخذ بہ رجل آخر فیعلو بہ ثم یاخذ
بہ رجل آخر فینقطع بہ ثم یوصل لہ فیعلو
بہ فاخبرنی یا رسول اللہ بابی انت اصبت
ام اخطات فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم
اصبت بعضا و اخطات بعضا قال فواللہ
یا رسول اللہ لتحدثنی الذی اخطات
قال لا تقسم این ہمہ احادیث دلالت
می کنند بر آنکہ کارہائی مطلوب
از بعثت پیغامبر بدست این
مشائخ بظہور رسید بہ ترتیب و
دیگری سہیم و شریک ایشان نیست
دران امر پس افضلیت باعتبار
تتمیم کارہا ایشان را باشد
نہ غیر ایشان را۔

ششم حدیث حذیفہ قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من
بعدی ابی بکر و عمر و عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر
این حدیث دلالت می کند کہ شیخین بعد
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

(یعنی چڑھتے چلے گئے) پھر اُس کو دوسرے شخص نے پکڑا وہ اس کے
ذریعہ سے بلند ہو گیا پھر ایک اور شخص نے پکڑا وہ بھی اُس کے
ذریعہ سے بلند ہو گیا۔ پھر اُس کو ایک اور شخص نے پکڑا تو وہ ٹوٹ
گئی، پھر جڑ گئی اور وہ بھی اُس کے ذریعہ سے بلند ہو گیا؛ ابوبکر
نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے باپ آپ پر قربان واللہ آپ مجھے
اجازت دیدیجئے کہ میں اس کی تعبیر دوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اچھا بیان کرو۔ کہا کہ ظلہ (یعنی سائبان) سے اسلام
مراد ہے اور وہ جو شہد اور گھی ٹپک رہا ہے وہ قرآن ہے اُس کی حلاوت
ٹپک رہی ہے اور زیادہ لینے والے قرآن سے مراد ہیں اور کم لینے والے
بھی۔ رہی رسی جو آسمان سے زمین تک پہنچی ہوئی ہے تو اُس سے
وہ حق مراد ہے جس پر آپ ہیں تو آپ کو اللہ تعالےٰ بلندی عطا
کرے گا۔ پھر اُس کو ایک شخص آپ کے بعد پکڑے گا تو وہ اس کے
سبب سے بلند ہو گا۔ پھر اُس کو دوسرا آدمی پکڑے گا وہ اُس کے سبب سے
بلند ہو گا۔ پھر اس کو ایک اور شخص پکڑے گا تو وہ ٹوٹ جائے گی
اُس سے تو پھر اُس کے لئے جوڑی جائے گی تو وہ اس کے سبب سے
بلند ہو گا۔ یا رسول اللہ میرے باپ آپ پر قربان مجھے بتائیے کہ
میں نے ٹھیک تعبیر دی یا خطا کی ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ بعض تو ٹھیک بیان کیا اور بعض میں خطا کی۔ انھوں نے
عرض کیا تو خدا کی قسم یا رسول اللہ آپ مجھ سے بیان کر دیجئے جو
میں نے خطا کی ہے۔ فرمایا کہ قسم نہ دو۔ یہ تمام احادیث اس بات
پر دلالت کرتی ہیں کہ جو کام پیغمبر کی بعثت سے مطلوب تھے وہ ان
بزرگوں کے ہاتھوں سے ظہور پذیر ہوئے ترتیب کے ساتھ اور اس
امر میں کوئی دوسرا ان کا سہیم و شریک نہیں ہے تو تکمیل کار کے
اعتبار سے اُن ہی کو فضیلت حاصل ہوگی کسی دوسرے کو نہ ہوگی۔

چھٹی حدیث حذیفہ رض کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر رض و عمر رض دونوں کی اقتدار کرو۔ اور
مروی ہے ابن مسعود رض سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے کہ میرے بعد ابوبکر رض و عمر رض دونوں کی اقتداء کرو۔ یہ
حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

قائم در مقام آنحضرت ؐ خواہند بود۔

ہفتم حدیث بنی مصطلق عن انس بن مالک قال بعثنی بنو المصطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا سل لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی من ندفع صدقاتنا بعدک قال فاتیتہ فسألتہ فقال الی ابی بکر فاتیتہم فاخبرتہم قالوا ارجع الیہ فاسألہ فان حدث بابی بکر حدث فالی من فاتیتہ فاخبرتہ فقال الی عمر فقالوا ارجع الیہ فاسألہ فان حدث بعمر حدث فالی من فاتیتہ فسألتہ فقال الی عثمان فاتیتہم فاخبرتہم فقالوا ارجع فاسألہ فان حدث بعثمان حدث فالی من فاتیتہ فسألتہ فقال ان حدث بعثمان حدث فتبا لکم الدھر تبا۔

ہشتم حدیث وضع احجار عن عائشۃ قالت اول حجر حملہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبناء المسجد ثم حمل ابوبکر حجرا آخر ثم حمل عمر حجرا آخر ثم حمل عثمان حجرا آخر فقلت یا رسول اللہ الا تری الی ھولاء کیف یسعدونک فقال یا عائشۃ ھولاء الخلفاء من بعدی۔

شیخین رض آپ کے قائم مقام ہوں گے۔

ساتویں حدیث بنی مصطلق کی ہے

مروی ہے انس رض بن مالک سے۔ کہا کہ مجھ کو بنو مصطلق نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور انھوں نے کہا کہ ہماری طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرو کہ ہم اپنے صدقات آپ کے بعد کس کو دیں۔ انس رض نے کہا کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر رض کو دینا۔ میں نے جاکر بنو مصطلق سے کہدیا۔ انھوں نے کہا کہ پھر آپ کے پاس جاؤ اور یہ پوچھو کہ اگر ابوبکر رض کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو پھر کس کو دیں؟ میں نے آپ کے پاس اس سوال کی اطلاع کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ عمر رض کو دینا۔ (یہ سنکر) پھر ان لوگوں نے کہا کہ آپ کے پاس واپس جاکر یہ پوچھو کہ اگر عمر رض کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے تو کس کو دیں؟ تو میں نے پھر آپ کے پاس پہنچکر یہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ عثمان رض کو۔ پھر میں ان کے پاس آیا اور ان کو اطلاع دی۔ تو انھوں نے کہا کہ واپس جاؤ اور یہ سوال کرو کہ اگر عثمان رض کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو کس کو دیں۔ تو میں نے آپ کی خدمت میں جاکر یہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر عثمان رض کو بھی کوئی حادثہ پیش آگیا تو پھر زمانہ دراز تک تمہارے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہوگی۔

آٹھویں حدیث وضع احجار والی

مروی ہے عائشہ رض سے مسجد کی بنیاد کے لئے سب سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پتھر اٹھایا تھا۔ پھر دوسرا پتھر ابوبکر رض نے اٹھایا۔ پھر اور پتھر عمر رض نے اٹھایا، پھر اور پتھر عثمان رض نے اٹھایا۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ کیونکر آپ کی موافقت کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ رض یہ لوگ خلفاء ہوں گے میرے بعد۔

ل؎ سوال کا منشاء دراصل زکوٰۃ و صدقات نہ تھا یہ تو ایک عنوان تھا اس امر کا پتہ چلانے کے لئے کہ آپ کا خلیفہ کون ہوگا اور خلیفہ کے بعد پھر کون والی امور ہوگا اور اس کے بعد کون، جہاں تک پتہ چلنا ممکن ہو۔ آپ اس منشا کو بخوبی سمجھ رہے تھے، آپ نے تین مرتبہ میں تو جواب میں عنوان سوال کی پابندی کی کہ فلاں کو دینا اور پھر فلاں کو دینا۔ چوتھی مرتبہ کے سوال پر آپ نے جو اصل منشاء سوال اور دل کی بات تھی اسی کے پیش نظر جواب دیا جس میں آپ نے عثمان رض کے بعد ہونے والے فسادات کی خبر کردی اور صدقات کے بارے میں کچھ نہ فرمایا کہ مقصود بالذات سوال کرنیوالوں کا صدقات سے متعلق ہی نہ تھا ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ ع؎ المنتب الہلاک یعنی اگر بہ عثمان موت خواہد آمد پس تمام عمر برائے شما ہلاکت است

نہم حدیث جبیر بن مطعم قال أتت امرأۃ إلى النبی صلے اللہ علیہ وسلم فأمرہا ان ترجع الیہ قال رأیت ان جئت ولم اجدک کأنہا تقول الموت قال ان لم تجدینی فأتی بابی بکر۔

دہم حدیث عرباض بن ساریۃ انہ یقول وعظنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موعظۃ ذرفت منہا العیون ووجلت منہا القلوب فقلنا یا رسول اللہ ان ہذہ لموعظۃ مودع فماذا تعہد الینا قال قد ترکتکم على البیضاء لیلہا کنہارہا لا یزیغ منہا بعدی الا ہالک من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بما عرفتم من سنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ وعلیکم بالطاعۃ وان عبدا حبشیا فانما المؤمن کالجمل الانف حیث ما قید انقاد بعد از آن تفسیر کردند خلافت را بوجہے کہ منطبق باشد بر خلفاء ثلثہ لاغیر از حدیث ابی ہریرۃ الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام اخرجہ الحاکم آدیم بآنکہ صدیق رض بہتر بود از فاروق رض وفاروق رض بہتر بود از ذی النورین رض این معنی مفہوم است از حدیث مستفیض و آن

یازدہم است از احادیث این باب عن سفینۃ مولى ام سلمۃ رضی اللہ عنہا، قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا صلى الصبح ثم اقبل

نویں حدیث جبیر بن مطعم کی، کہا کہ ایک عورت آئی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ آپ کے پاس پھر آئے (وہ مالی امداد چاہتی تھی اور مال آنے والا تھا بالفعل موجود نہیں تھا) اس نے کہا کہ یہ بتائیے کہ اگر میں آپ کے پاس آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ گویا وہ موت کے خیال سے کہہ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر رض کے پاس آجانا۔

دسویں حدیث عرباض بن ساریہ کی، وہ کہتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نصیحتیں کیں جن سے ہماری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل ان کی وجہ سے خوف زدہ ہوگئے ہم نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو رخصت کرنے والے کی سی نصیحتیں ہیں تو آپ ہمیں کس پر چھوڑیں گے؟ فرمایا کہ میں تم کو ایسے روشن کردار والے پر چھوڑوں گا جس کی رات اس کے دن کی طرح ہوگی۔ اس سے میرے بعد کوئی سرکشی نہ کریگا مگر وہی جو ہلاک ہونیوالا ہوگا جو تم میں زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا تو تم پر لازم ہے کہ میرے طریقہ کی پیروی کرو جس کو تم پہچان گئے ہو اور خلفاء راشدین رض کے طریقہ کی جو ہدایت یافتہ ہیں، تم اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو اور تم پر فرمانبرداری لازم ہے اگرچہ کسی حبشی غلام کی ہو کیونکہ مومن (یعنی فساد سے بچنے اور پرامن رہنے والے مسلمان) کی مثال نکیل پڑے ہوتے اونٹ کی سی ہے جس طرف اس کو ہنکایا جائیگا ادھر ہی چل پڑے گا۔ اس کے بعد آپ نے خلافت کی ایسے طریقے سے تفسیر کی جو صرف تینوں خلفاء رض پر ہی منطبق ہوتی ہے اور کسی پر نہیں۔ حدیث ابوہریرہ رض میں ہے خلافت مدینہ میں ہوگی اور بادشاہی شام میں، اخذ کیا اس کو حاکم نے اب ہم اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ صدیق رض بہتر تھے فاروق رض سے اور فاروق رض بہتر تھے ذی النورین رض سے۔ یہ حقیقت مفہوم ہوتی ہے حدیث مستفیض سے اور وہ اس باب کی احادیث میں سے

گیارہویں حدیث ہے مروی ہے سفینہ سے جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ تھے۔ انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اس کے بعد اپنے

علیٰ اصحابہ فقال ایکم رأی رؤیا فقال رجل انا
یارسول اللہ کان میزاناً نزل بہ من السماء فوضعت
فی کفۃ و وضع ابوبکر فی کفۃ اخری فرجحت بابی بکر
فرفعت ونزل ابوبکر مکانہ فجئ بعمر بن الخطاب
فوضع فی الکفۃ الاخری فرجح ابوبکر ثم
رفع ابوبکر و وضع عثمان فرجح عمر ثم رفع عمر
و رفع المیزان قال فتغیر وجہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ثم قال خلافۃ النبوۃ ثلثون عاماً
ثم یکون ملک - وعن ابی بکرۃ ان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم من رای منکم
رؤیا فقال رجل انا رایت کان میزاناً نزل
من السماء فوزنت انت بابی بکر فرجحت انت
بابی بکر ثم وزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ثم
وزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فرأینا
الکراہیۃ فی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وعن عرفجۃ نحو من ذلک اینجا باید دانست کہ مضمون
حدیث ابن عمر دیگر است وآن موازنہ باسائر
امت است ومضمون حدیث ابی بکرہ وعرفجہ دیگر
وآن موازنۂ خلفا است بایکدیگر وہر دو معنی
صحیح است روایۃً ودرایۃً ونیز باید دانست کہ
دارمی روایت میکند عن ابی ذر الغفاری
قال قلت یارسول اللہ کیف علمت انک نبی
حین استنبئت فقال یا اباذر اتانی
ملکان وانا ببعض بطحاء مکۃ
فوقع احدہما

اصحاب کی جانب متوجہ ہو کر فرماتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب
دیکھا ہے؟ تو ایک شخص نے کہا کہ میں نے یارسول اللہ، گویا ایک ترازو
آسمان سے اُتاری گئی اور آپ کو اُس کے ایک پلّے میں رکھا گیا اور
ابوبکرؓ کو دوسرے پلّے میں تو آپ وزنی رہے ابوبکرؓ سے۔ پھر آپ
اُٹھالئے گئے اور ابوبکرؓ آپ کی جگہ اُتر گئے۔ پھر عمرؓ بن الخطاب
لائے گئے اور اُن کو دوسرے پلّے میں رکھا گیا تو ابوبکرؓ وزنی نکلے
پھر ابوبکرؓ کو اُٹھا دیا گیا اور عثمانؓ کو رکھا گیا تو عمرؓ وزنی رہے
پھر عمرؓ کو اُٹھا دیا گیا اور ترازو بھی اُٹھالی گئی۔ راوی نے کہا کہ
پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا[1]
پھر فرمایا کہ خلافتِ نبوت تیس سال رہے گی پھر بادشاہی ہو جائیگی۔
اور مروی ہے ابوبکرہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن
فرمایا کون ہے جس نے تم میں سے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک شخص نے
کہا میں نے دیکھا گویا ایک ترازو آسمان سے نازل ہوئی پھر آپ
تولے گئے ابوبکرؓ کے ساتھ تو آپ ابوبکرؓ سے بھاری رہے۔ پھر
تولا گیا ابوبکرؓ اور عمرؓ کو تو ابوبکرؓ بھاری رہے۔ پھر تولا گیا عمرؓ
وعثمانؓ کو تو عمرؓ بھاری رہے۔ پھر ترازو اٹھالی گئی تو ہم نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے ناگواری کا مشاہدہ
کیا۔ اور عرفجہ سے بھی اسی کی طرح مروی ہے۔ یہاں یہ جاننا چاہیئے
کہ حدیث ابن عمرؓ کا مضمون دوسرا ہے اور وہ موازنہ تمام اُمت
کے ساتھ ہے اور ابوبکرہ اور عرفجہ کی حدیث کا مضمون دوسرا
ہے اور یہ موازنہ خلفاء کا ہے ایک دوسرے کے ساتھ اور روایۃً و
درایۃً دونوں معنے صحیح ہیں۔ اور نیز جاننا چاہیئے کہ دارمی روایت
کرتے ہیں ابوذر غفاریؓ سے اُنھوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا یا
رسول اللہ جب آپ نبی بنائے گئے تھے تو کیونکر سمجھے کہ آپ نبی
ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوذرؓ میرے پاس (خواب میں) دو
فرشتے آئے جب کہ میں بطحاءِ مکہ کے بعض مقام پر تھا۔ اُن دونوں میں

[1] بصیرتِ محمدی اس تنزّلِ وزن کے سلسلہ کو دیکھتی ہوئی مستقبل کی جانب میں دُور تک بڑھ گئی اور اُمت میں جو سخت تنزّلات ہونیوالے تھے
ان کے مشاہدے سے آپ کو رنج ہوا۔ ورنہ اپنا اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ اور ذی النورینؓ کے مراتب کا تفاوت آپ کے لئے اس وقت کوئی نیا
علم نہ تھا اور نہ یہ تفاوت کسی ملالِ خاطر کا موجب ہو سکتا تھا ۱۲ مترجم

الارض وکان الآخر بین السماء والارض فقال
احدہما لصاحبہ أ ہو ہو قال نعم فزنہ برجل فوزن
بہ فوزنتہ ثم قال فزنہ بعشرۃ فوزنت بہم
فرجحتہم ثم قال زنہ بمائۃ فوزنت بہم فرجحتہم
ثم قال زنہ بالف فوزنت بہم فرجحتہم کانی انظر
الیہم ینتشرون من خفۃ المیزان قال فقال احدہما
لصاحبہ لو وزنتہ بامتہ لرجحہا آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم آنجا از رؤیا وزن نبوت خود
راشناختند زیرا کہ وزن بر رجحان عند اللہ
دلالت کرد اینجا ازین واقعہ خلافت و افضلیت
خلفائے ثلثہ معلوم فرمودند و اما باعتبار
اعانت اسلام در وقت غربت و قیام
بنصرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
درحالت ایذاء کفار و شدت حال پس شیخین
را افضلیت ثابت است باحادیث بسیاری
ازان کہ دوازدہم است از احادیث
این سلک حدیث ابی سعید خدری قال
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم مامن نبی الا ولہ وزیران
من اہل السماء و وزیران من اہل الارض
فاما وزیرای من اہل السماء فجبرئیل و
میکائیل و اما وزیرای من اہل الارض
فابوبکر و عمر و عن سعید بن المسیب مرسلاً
قال کان ابوبکر الصدیق من النبی
مکان الوزیر فکان یشاورہ فی جمیع
امورہ و کان ثانیہ فی الاسلام
و کان ثانیہ فی الغار
و کان ثانیہ فی العریش
یوم بدر

ایک تو زمین پر آگیا اور دوسرا آسمان اور زمین کے بیچ میں ٹھہر گیا
پھر اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا یہ وہی ہے اُس نے کہا کہ
ہاں! تو اس کو ایک مرد کے ساتھ تولو۔ پھر میں اُس کے ساتھ تولا
گیا تو میں وزنی نکلا پھر کہا کہ اب اس کو دس کے ساتھ تولو پھر میں
اُن کے ساتھ تولا گیا تو میں اُن سے بھی جھکارہا۔ پھر کہا کہ اس کو
سو کے ساتھ تولو تو پھر مجھے اُن کے ساتھ تولا گیا تو میں اُن سے
بھی جھکارہا۔ پھر کہا کہ اس کو ہزار سے تولو۔ پھر اُن کے ساتھ مجھے
تولا گیا تو میں ہی جھکارہا گویا کہ میں اُن لوگوں کو دیکھ رہا ہوں ترازو
کے ہلکے پن سے بکھر کر منتشر ہوتے ہوتے۔ کہا کہ ایک نے اپنے ساتھی سے
کہا کہ اگر تو اس کو اس کی تمام اُمت کے ساتھ تولے گا تو بھی ان
سے جھکا رہے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ خواب سے
اپنی نبوت کا وزن پہچانا۔ کیونکہ وزن نے اللہ کے نزدیک رجحان
پر دلالت کی (اسی طرح) اس جگہ آپ نے اس واقعہ سے تینوں
خلفاء کی خلافت اور افضلیت معلوم کی۔ رہا اعانت اسلام کا اعتبار
غربت کے زمانہ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے
لئے کھڑے ہونے کا اعتبار ایذاء کفار اور شدت حال کی حالت
میں تو شیخین رض کی افضلیت بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ تو
اُن میں سے ایک ہے جو اس سلسلہ کی احادیث میں سے بارہویں
حدیث ہے حدیث ابو سعید خدری رض کی۔ کہا کہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی نبی نہیں مگر اس کے لئے دو وزیر
(یعنی مددگار) ہوئے ہیں آسمان والوں میں سے اور دو وزیر
ہوئے ہیں زمین والوں میں سے۔ تو میرے دو وزیر آسمان والوں
میں سے جبرئیل اور میکائیل ہیں اور جو دو وزیر زمین والوں میں
سے ہیں تو وہ ابوبکر رض اور عمر رض ہیں۔ اور سعید بن المسیب سے
مرسلاً مروی ہے کہا کہ ابوبکر صدیق رض نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ وزیر کے مرتبہ میں تھے تو آپ اُن سے تمام امور میں
مشورہ کیا کرتے تھے اور وہ آپ کے دوسرے تھے اسلام میں اور
دوسرے تھے غار میں اور دوسرے تھے بدر کے دن عریش میں
(بدر کی جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میدان

وکانَ ثانیہ فی القبرِ ولم یکن رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یُقَدِّمُ علیہ اَحَدًا۔

سیزدہم عن لمبے اروی الدوسی قال کنتُ جالسًا عندَ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاطّلعَ ابوبکرٍ وعمرُ فقال رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحمدُ للہ الذی ایدنی بہما وعن حذیفۃ بن الیمانِ قال سمعتُ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقولُ لقد ہممتُ ان ابعثَ الے الآفاقِ رجالاً یُعلّمونَ الناسَ السُّنَنَ والفرائضَ کما بعثَ عیسی بنُ مریمَ الحواریّینَ قیلَ لہٗ فاینَ انتَ عن ابی بکرٍ وعمر قال انہ لاغنا بی عنہما انہما من الدین کالسمع والبصر۔

چہاردہم۔ اثباتِ منتِ صدّیق برخود وآن مستفیض است از حدیثِ ابی سعید خدری وابی ہریرۃ وحضرت مرتضے عن ابی سعید الخدری قال قال رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انّ اٰمنَ النّاسِ علےّ فی مالہ وصحبتہ ابوبکرٍ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مالاحدٍ عندنا یدٌ الّا وقد کافیناہ ماخلا ابابکرٍ فانّ لہ عندنا یدًا یکافیہ اللہُ بہا یومَ القیامۃِ وما نفعنی مالُ احدٍ قطّ مانفعنی مالُ ابی بکرٍ واین اشارت است بافضلیت باعتبارِ اعانتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وترویجِ اسلام۔

پانزدہم اولیتِ اسلام صدیقِ اکبر از میانِ احرار بالغین وظاہر است کہ بکاہت در ملّتِ کفر از غیرِ بالغ حُرّ ظہور

میں ایک جگہ بنادی گئی تھی جس میں صرف ابوبکر رض اور آپ ٹھہرے تھے عریش یعنی چھپر سے وہی مراد ہے) اور دوسرے ہوتے آپ کے ساتھ قبر میں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو ان پر مقدم نہیں کرتے تھے۔

تیرھویں حدیث مروی ہے ابوارویٰ دوسی سے کہا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ابوبکر رض و عمر رض نمودار ہوتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کا شکر ہے جس نے ان دونوں سے مجھے تقویت بخشی۔ اور حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے پختہ ارادہ کیا ہے کہ اطراف ملک میں لوگوں کو بھیجوں جو عوام کو سنن اور فرائض سکھائیں جیساکہ عیسےٰ بن مریم نے حواریین کو بھیجا تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ ابوبکر رض و عمر رض کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں ان دونوں سے مستغنی نہیں ہوسکتا کہ یہ دونوں دین کے لئے سمع وبصر کی مانند ہیں۔

چودھویں فضیلت اپنے اوپر صدیق رض کے احسان کا اثبات اور یہ مستفیض ہے ابوسعید خدری رض اور ابوہریرہ رض اور حضرت مرتضے رض کی حدیثوں سے۔ ابوسعید خدری رض سے مروی ہے، کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا اپنا مال اور ساتھ دینے میں ابوبکر رض ہے۔ اور ابوہریرہ رض سے مروی ہے، کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم پر کسی کا احسان نہیں جس کی ہم نے مکافات نہ کردی ہو بجز ابوبکر رض کے کیونکہ ان کے ہم پر اتنے احسان ہیں کہ اُن کی مکافات بروز قیامت ان کے ساتھ اللہ کریگا اور مجھے کسی کے مال نے کبھی اتنا نفع نہیں پہنچایا جس قدر نفع ابوبکر رض کے مال نے پہنچایا۔ اور یہ اشارہ اُس افضلیت کی طرف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت اور ترویج اسلام کے اعتبار سے ہے۔

پندرھویں فضیلت۔ احرار بالغین میں صدیق اکبر رض کے اسلام کی اولیت۔ اور ظاہر ہے کہ ملت کفر پر بغیر بالغ اور آزاد کے اسلام کے

نمی تواند نمود و این نیز مستفیض است از حدیث ابی درداء و عمرو بن عبسہ و مقدام و عمار عن ابی الدرداء فی قصۃ مغامرۃ عمر معہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت و قال ابوبکر صدق و واسانی بنفسہ ومالہ فہل انتم تارکون لی صاحبی۔

شانزدہم دعای آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دربارۂ فاروق اللہم اعز الاسلام و ظہور اجابت این دعا بابلغ وجوہ و این نیز مستفیض است از حدیث ابن عمر و ابن عباس و عائشہ و ابن مسعود عن ابن عمر قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہم اعز الاسلام باحب ہذین الرجلین الیک بابی جہل او بعمر بن الخطاب قال وکان احبہما الیہ عمر و اما حصول عزت اسلام باسلام فاروق از حدیث ابن مسعود و ابن عباس و حذیفۃ عن ابن مسعود ما زلنا اعزۃ منذ اسلم عمر و فی روایۃ واللہ ما استطعنا ان نصلی عند الکعبۃ ظاہرین حتی اسلم عمر۔

ہفدہم استبشار اہل سموات باسلام فاروق و این نیز تلویح است باعانت اسلام و مسلمین از حدیث ابن عباس قال لما اسلم عمر نزل جبریل فقال یا محمد لقد استبشر اہل السماء باسلام عمر۔

ہیجدہم حدیث عمر غلق فتنہ است و غلق جہنم است و این حدیث مستفیض است عن حذیفۃ

کوئی چوٹ نہیں پڑ سکتی تھی اور یہ بھی مستفیض ہے ابودرداء اور عمرو[1] بن عبسہ اور مقدام اور عمار کی احادیث سے۔ اور مروی ہے ابودرداء سے حضرت ابوبکر رض کے ساتھ حضرت عمر رض کی رنجش واقع ہونے کے زمانہ میں۔ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تم نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا تو تم نے مجھے جھوٹا کہا اور ابوبکر رض نے میری تصدیق کی اور میرا ساتھ دیا اپنی جان سے اور اپنے مال سے تو کیا تم میرے لئے میرے رفیق کو چھوڑ دو گے؟

سولھویں فضیلت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء فاروق رض کے بارے میں۔ اللہم اعز الاسلام اور اعلیٰ طریقہ پر اس دعاء کی قبولیت کا ظہور اور یہ بھی مستفیض ہے ابن عمر رض اور ابن عباس رض اور عائشہ رض اور ابن مسعود رض کی حدیث سے، مروی ہے ابن عمر رض سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی کہ اے اللہ ابوجہل اور عمر بن الخطاب دونوں میں سے کسی ایک سے جو آپ کو زیادہ پسند ہو اسلام کو عزت دے۔ کہا کہ ان دونوں میں سے اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمر رض تھے۔ اور رہا عزت اسلام کا حصول فاروق رض کے اسلام سے تو یہ مستفیض ہے ابن مسعود رض و ابن عباس رض اور حذیفہ رض کی حدیث سے۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ جب عمر رض اسلام لائے ہم برابر عزت کے ساتھ رہے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم میں یہ استطاعت نہ تھی کہ ہم کھلم کھلا کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ لیں یہاں تک کہ عمر رض اسلام لے آئے۔

سترھویں فضیلت۔ آسمان والوں کا ایک دوسرے کو عمر رض کے اسلام سے خوشخبری دینا۔ اور یہ بھی اعانتِ اسلام و مسلمین کی طرف اشارہ ہے ماخوذ حدیث ابن عباس رض سے کہا کہ جب عمر رض اسلام لائے تو جبرئیل ع نازل ہوئے اور انھوں نے کہا اے محمد! اہلِ آسمان نے عمر رض کے اسلام لانے پر ایک دوسرے کو بشارت دی۔

اٹھارھویں حدیث عمر رض فتنہ کا بند دروازہ تھے اور جہنم کا بند دروازہ تھے اور یہ حدیث مستفیض ہے۔ مروی ہے

[1] یہ سب احادیث ان مسانید میں درج ہو چکی ہیں جو اس کتاب کے ربع اول میں لکھی جا چکی ہیں۔ عمرو بن عبسہ کی یہ حدیث صفحہ ۱۸۵ میں دیکھو ۱۲ مترجم

و قد سألنا عمر عن فتنۃ التی تموج کموج البحر
لیس علیک منہا باسٌ یا امیر المؤمنین ان بینک
و بینہا باباً مغلقاً ثم فسّر الباب بعمر بعد ازآن
در خارج مثل الشمس فی رابعۃ النہار ظاہر شد
کہ فتح فارس و روم کہ در بعثتِ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم ملفوف بود بدستِ ایشان بظہور
رسید بے دخل غیری و جمع قرآن کہ در کتاب اللہ
موعود بود باہتمام ایشان بعمل آمد بغیر مشارکت
احدے و اجماع کہ اصل ثالث است از اصول شرع
بسعی ایشان برروئے کار آمد بدون سعی دیگرے
و ہمچنین تحقیق مقاماتِ تصوف وغیر آن تاآنکہ
برطبق اشارۃ این احادیث رأس برأس اختصاص
این مشائخ ظاہر شد و نیز بتواتر رسید کہ
صدیق پیش از ہمہ ایمان آورد و بنصرتِ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قائم شد در
مواطنِ بسیار و نزدیک شش سال از نبوت
فاروق اسلام آورد و عزتِ اسلام بسبب
او ظاہر گردید و این ہمہ برہانِ واضح است
بر افضلیت ایشان و تفسیر این احادیث است
والحمد للہ آمدیم باآنکہ صدیقؓ بہتر است از فاروقؓ
در این وصف این معنی مفہوم است از خطاب کردن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در قصہ مشاجرہ صدیق
بر فاروق ہل انتم تارکون لی صاحبی و آن
نوزدہم است از احادیث این مسلک
اخرج البخاری عن ابی الدرداء قال کنتُ
جالساً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِذ
اَقبل ابوبکر آخذاً بطرفِ ثوبہ حتی
ابدیٰ عن رکبتیہ فقال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم

حذیفہؓ سے اور اُن سے حضرت عمرؓ نے اُس فتنہ کے بارے میں سوال
کیا تھا جس کی موجیں دریا کی موجوں کی طرح اٹھیں گی (تو
حذیفہؓ نے یہ جواب دیا تھا کہ) اے امیر المؤمنینؓ اُس فتنہ سے
آپ کو کوئی اندیشہ نہیں تمہارے اور اس فتنہ کے درمیان ایک
بند دروازہ ہے پھر (مسروقؒ کے پوچھنے پر) انہوں نے بند دروازے
کی تفسیر حضرت عمرؓ کے وجود سے کی۔ اس کے بعد خارج میں دوپہر
کے سورج کی طرح ظاہر ہو گیا کہ فارس اور روم کی فتح آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں ملفوف تھی جس کا ظہور اُن کے
ہاتھ پر ہوا بغیر کسی دوسرے کے دخل کے۔ اور جمع قرآن جس کا
کتاب اللہ میں وعدہ کیا گیا تھا ان ہی کے اہتمام سے بغیر کسی کی
مشارکت کے عمل میں آیا۔ اور اجماع جو کہ اصول شریعت میں کی
تیسری اصل ہے اُن ہی کی کوشش سے بروئے کار آئی بغیر کسی
دوسرے کی سعی کے اور اسی کی طرح مقامات تصوف وغیرہ
کی تحقیق یہاں تک کہ ان احادیث کے اشارے کے مطابق ہو بہو
ان مشائخ کا اختصاص ظاہر ہو گیا۔ اور نیز یہ خبر تواتر کے ساتھ
پہنچی ہے کہ صدیقؓ سب سے پہلے ایمان لاتے اور آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے تھے بہت سے مواقع
میں اور نبوت کے تقریباً چھٹے سال میں فاروقؓ اسلام لائے اور
اُن کے سبب سے اسلام کی عزت نمایاں ہوئی اور یہ سب اُن کی افضلیت
پر واضح دلیل ہے اور ان احادیث کی تفسیر ہے، والحمد للہ۔ اب
ہم اس پر آتے ہیں کہ صدیقؓ افضل ہیں فاروقؓ سے اس
وصف (سابقیت) میں۔ یہ معنے مفہوم ہوتے ہیں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے اُس قصہ میں خطاب کرنے سے جو صدیقؓ و
فاروقؓ کے مابین ایک جھگڑا پیش آگیا تھا، (ان الفاظ کے ساتھ)
ہل انتم تارکون لی صاحبی اور اس مسلک کی احادیث میں سے یہ
انیسویں حدیث ہے۔ اخرج کیا بخاری نے۔ روایت ہے ابو درداءؓ
سے کہا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب کہ
ابو بکرؓ آئے اپنے کپڑوں کو سمیٹتے ہوئے یہاں تک کہ ان کے دونوں
زانو بھی ظاہر ہو رہے تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اما صاحبکم فقد غامر فسلم فقال انی کان بینی و بین ابن الخطاب شیئ فاسرعت الیہ ثم ندمت فسالتہ ان یغفر لی فابی علی فاقبلت الیک فقال یغفر اللہ لک[1] یا ابا بکر ثلثا ثم ان عمر ندم فاتی منزل ابی بکر فسال اثم ابو بکر قالوا لا فاتی الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فسلم فجعل وجہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم یتمعر حتی اشفق ابو بکر فجثا علی رکبتیہ فقال یا رسول اللہ واللہ انا کنت اظلم مرتین فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابو بکر صدق وواسانی بنفسہ ومالہ فہل انتم[2] تارکون لی صاحبی مرتین فما اوذی بعدہا

اما آنکہ فاروق رض بہتر است از ذی النورین رض پس مفہوم است از قصہ مغامرت ذی النورین رض با فاروق رض در نصر ابی جحش کہ رضاء عمر رحمۃ و آن بستم است از احادیث این مسلک

حدیث عبد اللہ بن عمر رض فی قصۃ طویلۃ فیہا مغامرۃ عمر مع ابی جحش فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

تمہارے ساتھی سے کوئی جھگڑا ہو گیا۔ (انہوں نے آکر) سلام کیا پھر کہا کہ میرے اور ابن الخطاب کے درمیان کچھ بات ہو گئی تھی تو میں نے ان کی طرف پیش قدمی میں جلدی کی پھر نادم ہوا اور ان سے سوال کیا کہ وہ مجھے معاف کر دیں مگر انہوں نے مجھ سے انکار کر دیا تو میں آپ کی خدمت میں آگیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تجھے[1] معاف کرے اے ابو بکر رض تین مرتبہ فرمایا۔ پھر عمر رض نادم ہوئے اور ابو بکر رض کے مکان پہنچے اور پوچھا کہ کیا یہاں ابو بکر رض موجود ہیں گھر والوں نے کہا نہیں۔ پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور سلام کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصہ سے متغیر ہونے لگا یہاں تک کہ ابو بکر رض ڈر گئے اور اپنے زانوؤں کے بل کھڑے ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ میں ہی بڑا ظالم تھا (یعنے خطا میری ہی تھی) دو مرتبہ کہا۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا اور تم نے کہا تو کاذب ہے اور ابو بکر رض نے کہا تم سچے ہو اور میرا ساتھ دیا اپنی جان سے اور اپنے مال سے تو کیا تم[2] میری وجہ سے میرے رفیق کو (ستانا) چھوڑ دوگے؟ دو مرتبہ فرمایا۔ پھر اس کے بعد ابو بکر رض کو کبھی ایذاء نہیں دی گئی۔ (یعنی کوئی ایسی گفتگو کسی نے نہیں کی جو خلاف ادب ہو)۔ رہی یہ بات کہ فاروق رض افضل ہیں ذی النورین رض سے تو یہ بات مفہوم ہوتی ہے ذی النورین رض کی اس کہاسنی میں جو فاروق رض کے ساتھ پیش آئی تھی ابو جحش کو مدد دینے کے بارے میں کہ آپ نے فرمایا کہ عمر رض کی رضا رحمت ہے اور وہ اس مسلک کی احادیث میں سے **بیسویں حدیث** ہے عبد اللہ بن عمر رض کی ایک لمبے قصہ کے بارے میں جس میں ابو جحش سے حضرت عمر رض کی لڑائی کا بیان ہے۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

[1] آپ کا یغفر اللہ لک یا ابا بکر فرمانا اس بنا پر نہ تھا کہ ان سے کسی معصیت کا مشاہدہ کر کے آپ نے دعاء مغفرت کی بلکہ صرف اظہار شفقت و دلداری کے لئے ان کلمات کا استعمال کیا۔ محاورۂ کلام میں ایسے الفاظ بولے جاتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عفا اللہ عنک لم اذنت لہم فرمایا ۱۲ مترجم [2] آپ کا یہ کلام ابو بکر رض کے کلام پر متفرع ہے کہ اگر بالفرض ابو بکر رض ہی کی زیادتی تھی تو تمہیں میری رفاقت دیرینہ اور ان کی عظیم خدمات اور سابق علی الاسلام ہونے کی وجہ سے ان کے بڑے مرتبہ کو پیش نظر رکھ کر درگزر کرنا چاہیئے تھا چہ جائیکہ یہ معافی مانگنے کے لئے سبقت کریں اور تم معاف نہ کرو اور ان کی بڑائی اور افضلیت کو بھلا دو ۱۲ مترجم عفا اللہ عنہ۔

رضاء عمر رحمۃ اخرجہ الحاکم آما باعتبار کمالِ نفسانی و بودن از طبقۂ علیائے اُمّت پس ثابت است باحادیث بسیار یکے ازآنہا گواہی دادن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صدیق را بصدیقیت و فاروقِ اعظم و ذی النورین را بشہیدیت و آن بیست و یکم است از احادیثِ این مسلک و آن حدیث مُستفیض است بروایتِ عثمان و انس و ابوہریرہ و سعید ابن زید و صحابی مبہم در مسند احمد عن ثمامۃ بن حزن القشیری فی قصۃ طویلۃ قال عثمان انشدکم باللّٰہ و الاسلام ہل تعلمونَ انَّ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کانَ علےٰ ثبیر مکۃ ومعہ ابوبکر و عُمر و انا فتحرک الجبلُ حتے تساقطت حجارتہ بالحضیض قال فرکضہ برجلہٖ فقال اسکن ثبیر فانّما علیکَ نبیٌّ وصدیق وشہیدانِ قالوا اللّٰھم نعم قال اللّٰہ اکبر شہدُوا لِیْ و رَبِّ الکعبۃِ انّی شہیدٌ۔

بیست و دوم اثبات مرتبہ کہ تلو خلت باشد صدیق را و آن نیز حدیث مستفیض است جیّد الاسانید از حدیث ابن عباس رض و ابن الزبیر رض و ابوسعید خدری و عبد اللّٰہ رض بن مسعود و ابو المعلے عن ابنِ عباس عن النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال لو کنتُ متخذًا مِنْ اُمّتِی

عمر رض کی رضا رحمت ہے۔ اس کو اخذ کیا حاکم نے۔ (ابو جحش لیثی کو حضرت عمر رض نے پکڑ رکھا تھا اور نیچے گرا کر اس کا سر زمین سے رگڑ رہے تھے حضرت عثمان رض آئے تو انھوں نے چھوڑا دیا۔ یہ بات حضرت عمر رض کو ناگوار ہوئی اور انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اُس نے ایک رات ان کی دعوت کی تھی اس لئے انھوں نے اس کی حمایت کی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا تھا۔ چند صفحات قبل یہ حدیث مُفصّل تحریر کی جاچکی ہے) رہا کمالِ نفسانی کے اعتبار سے اور اُمّت کے طبقۂ علیاء میں ہونے کے لحاظ سے افضل ہونا تو یہ بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ اُن میں سے ایک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدّیقیت کی گواہی دینا صدیقِ اکبر رض کے لئے اور شہیدیت کی گواہی دینا فاروقِ اعظم رض اور ذی النورین رض کے لئے اور وہ اس مسلک کی احادیث میں سے **اکیسویں حدیث** ہے اور یہ حدیث مُستفیض ہے بروایتِ عثمان رض وانس رض وابوہریرہ رض وسعید رض بن زید اور ایک اور صحابی کی روایت سے جن کا نام معلوم نہیں۔ مسند احمد میں ثمامہ بن حزن القشیری سے ایک طویل قِصّہ میں مروی ہے کہ عثمان رض نے کہا کہ میں تمھیں اللہ کا اور اسلام کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثبیرِ مکہ پر تھے (ثبیر مکہ کی ایک پہاڑی کا نام ہے) اور آپ کے ساتھ ابوبکر و عمر تھے اور میں تھا تو پہاڑ نے حرکت کی یہاں تک کہ اُس کے پتھر لڑھک کر نشیب میں گرے کہا پھر آپ نے اس پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا اے ثبیر ساکن ہو کیونکہ تجھ پر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ بیشک عثمان رض نے کہا اللہ اکبر سب لوگوں نے شہادت دی ربِّ کعبہ کی قسم کہ میں شہید ہوں۔

بائیسویں حدیث صدیق رض کے لئے ایسے مرتبہ کے اثبات میں جو قریب ہے خلت کے اور وہ بھی حدیث مُستفیض ہے جس کی اسناد جیّد ہیں۔ حدیث ابن عباس رض و ابن الزبیر رض و ابوسعید خدری رض و عبداللہ بن مسعود رض و ابو المعلے سے۔ مروی ہے ابن عباس رض سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی اُمّت میں سے کسی کو

خلیلاً لاتخذت ابابکر ولکن اخی وصاحبی۔

بیست و سوم موافقت رائ صدیقؓ بوحی در چندین واقعہ تا آنکہ قدر مشترک متواتر بالمعنی گشتہ از آنجملہ قصہ فنحاص یہودی کہ عکرمہ ومجاہد وسدی آن را روایت کردہ روی عن عکرمۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعث ابابکر الی فنحاص الیہودی یستمدہ وکتب الیہ وقال لابی بکر لاتفتت علی بشئ حتی ترجع الی فلما قرأ فنحاص الکتاب قال قد احتاج ربکم قال ابوبکر فہممت ان اکرہ بالسیف ثم ذکرت قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لاتفتت علی بشئ فنزلت لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء وقولہ ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وقال ابن جریج حدثت ان ابا قحافۃ سب النبی صلے اللہ علیہ وسلم فصکہ ابوبکر صکۃ فسقط فذکر ذلک للنبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال أفعلت یا ابابکر فقال واللہ لو کان السیف قریبا منی لضربتہ فنزلت لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر الآیۃ وعن ابی ایوب الانصاری عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال انی رأیت فی المنام غنما سودا

خلیل بناتا (یعنی ایسا دوست جس سے زیادہ کوئی محبوب نہ ہو) تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن وہ میرا بھائی اور رفیق ہے۔

تیئیسویں حدیث کتنے ہی واقعات میں صدیقؓ کی رائے کی موافقت وحی کے ساتھ، یہاں تک کہ قدر مشترک متواتر بالمعنی ہوگیا۔ ان میں سے ایک ہے فنحاص یہودی کا قصہ کہ عکرمہ اور مجاہد اور سدی نے اس کو روایت کیا۔ روایت ہے عکرمہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو بھیجا فنحاص یہودی کے پاس اس سے کچھ امداد لینے کے لئے اور اس کے پاس خط لکھ کر بھیجا اور ابوبکرؓ سے یہ فرمایا کہ مجھ سے کوئی بات نہ اٹھا رکھنا (یعنی مجھ سے پوچھے بغیر کوئی کام نہ کرنا) یہاں تک کہ تم میرے پاس واپس آؤ۔ تو جب فنحاص نے خط کو پڑھا تو اس نے کہا کہ تمہارا رب بیشک محتاج ہوگیا۔ ابوبکرؓ نے کہا تو میں نے قصد کرلیا کہ اس کو تلوار سے ٹھنڈا کردوں پھر مجھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا یاد آگیا کہ کوئی کام مجھ سے پوچھے بغیر نہ کرنا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لقد سمع اللہ قول الذین الخ (۳: ۱۸۱) بیشک اللہ تعالے نے سن لیا ہے ان لوگوں کا قول جنھوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالے مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اور یہ آیت ولتسمعن الخ (۳: ۱۸۶) اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں۔ اور ابن جریج نے کہا کہ ہم سے نقل کیا گیا کہ ابوقحافہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو ابوبکرؓ نے اس کے اتنے زور سے تھپڑ مارا کہ وہ گر گیا۔ اس واقعہ کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو آپ نے کہا کیا اے ابوبکرؓ تم نے ایسا کیا؟ تو انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تلوار میرے قریب ہوتی تو اس پر چلا دیتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لاتجد قوما الخ (۵۸: ۲۲) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں الخ۔ ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا سیاہ بکریوں کو

وخلت فیہا غنم عفرٌ یا ابا بکر اعبُرہا فقال ابوبکر یارسولَ اللہ ہی العربُ تتبعک ثم تتبعہا العجمُ حتے تغمرہا فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہکذا عبرہا الملک سحر عن ابن عباس قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم بدر اللہم انشدک عہدک ووعدک اللہم ان شئت لم تعبد فاخذ ابوبکر بیدہ فقال حسبک فخرج وہو یقول سیہزم الجمع ویولون الدبر وفی الحدیبیۃ قال لعمر مثل ما قال لہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وقال یا ایہا الرجل انہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولیس یعصی ربہ وہو ناصرہ فاستمسک بغرزہ فواللہ انہ علے الحق

بیست و چہارم تعبیر پرسیدن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از صدیق در واقعہائے بسیارے واین دلالت می نماید بر موافقت قوت عاقلہ او با قوت عاقلہ پیغامبر

قال محمد بن اسحق وقد بلغنی ان رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر الصدیق رضے اللہ عنہ وہو محاصرٌ ثقیفًا یا ابا بکر انی رأیتُ انی اہدیت الیَّ قعبۃ مملوۃ زبدًا فنقرہا دیکٌ فہراق ما فیہا فقال ابوبکر ما اظن ان تدرک منہم یومک ہذا ما ترید فقال رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانا لا اری ذلک قال ابن ہشام حدثنے بعض اہل العلم عن ابراہیم بن جعفر المحمدی قال قال رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

جن میں سفید رنگ بکریاں داخل ہوگئیں - اے ابوبکرؓ اس کی تعبیر دو- تو ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ (سیاہ بکریاں) عرب ہیں جو آپؐ کا اتباع کریں گے پھر ان کے پیچھے عجم کے لوگ آجائیں گے یہاں تک کہ اُن پر چھاجائیں گے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی تعبیر سحر کے وقت فرشتے نے اسی طرح دی تھی۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر میں کہا اے اللہ میں آپ کو واسطہ دیتا ہوں آپ کے عہد کا اور آپ کے وعدے کا اے اللہ اگر آپ چاہیں کہ آپ کی عبادتؑ کی جاتے تو ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا بس کافی ہے۔ تو آپ یہ کہتے ہوتے نکلے سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ (یعنی عنقریب اس جماعت کو شکست دی جائیگی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے) اور ابوبکرؓ نے بھی حدیبیہ میں عمرؓ سے وہی کہا جو کچھ ان سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور (یہ بھی) اے شخص وہ اللہ کے رسول ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) اور وہ ایسے نہیں کہ اپنے رب کی نافرمانی کریں اور وہ ان کا مددگار ہے۔ بس اُن کی رکاب مضبوط پکڑے رکھو۔ خدا کی قسم وہی حق پر ہیں (جو کارروائی مصالحت آپ کر رہے ہیں بالکل درست اور منشائے حق کے مطابق ہے)۔

چوبیسویں فضیلت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صدیقؓ سے بہت سے واقعات میں تعبیر پوچھنا یہ دلالت کرتا ہے ان کی قوتِ عاقلہ کی موافقت پر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ عاقلہ کے ساتھ۔

محمد بن اسحق نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب وہ ثقیف کا محاصرہ کئے ہوتے تھے کہ اے ابوبکرؓ میں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک پیالی مکھن سے بھری ہوئی رکھی ہوئی ہے جو بطور ہدیہ میرے پاس بھیجی گئی۔ اس پر ایک مرغ نے چونچ ماری تو جو اس میں تھا وہ سب بہہ گیا تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ اس دن میں آپ جو ارادہ کئے ہوتے ہیں وہ اُن سے حاصل کرلیں گے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور مجھ کو درحقیقت یہی دکھایا جارہا ہے۔ اور ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے روایت کی بعض اہل علم نے ابراہیم ابن جعفر المحمدی سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رأیتُ انّی لقمتُ لقمةً من حیسٍ فالتذذتُ طعمها فاعترض فی حلقی منها شیٔ حین ابتلعتُها فادخل علیٌّ یدَهٗ و نزعه فقال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ هذه سریّة من سرایاک تبعثها فیاتیک منها بعض ما تحبّ ویکون فی بعضها اعتراض فتبعث علیًّا فیسهّله۔

بیست و پنجم نزع خیلا از صدرِ صدیق رض واین دلالت میکند بر موافقتِ قوتِ عاملہ او با قوتِ عاملہ پیغامبر واین تلو عصمت است از حدیث عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من جرّ ثوبه خیلاء لم ینظر اللہ الیه یوم القیٰمة فقال ابوبکر الصدیق ان احد شقّی ثوبی یسترخی الّا ان اتعاهد ذٰلک منه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انّک لست تصنع ذٰلک خیلاء۔

بیست و ششم جمع کردنِ صدیق رض انواع برّ را و آن دال است بر موافقتِ قوتِ عاملہ انبیاء از حدیث ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من اصبح منکم الیوم صائمًا قال ابوبکر انا قال فمن تبع الیوم منکم جنازةً قال ابوبکر انا قال فمن اطعم الیوم مسکینًا قال ابوبکر انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضًا قال ابوبکر انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما اجتمعن فی امرءٍ

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے کھجور کے مالیدے[1] میں سے ایک لقمہ کھایا اور اس سے لذت اندوز ہوا۔ پھر جب میں نے اُس کو نگلا تو اس میں سے کچھ میرے حلق میں پھنس گیا تو علی رض نے اپنا ہاتھ داخل کر کے اُس کو کھینچ لیا۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کے سرایا میں سے یہ سریّہ جس کو آپ بھیج رہے ہیں اس سے وہ چیز جس کو آپ پسند کرتے ہیں کچھ تو آپ کو ملے گی اور اس کے بعض میں رکاوٹ پیش آئیگی پھر آپ علی رض کو بھیجیں گے وہ اُس کو آسان کر دیں گے۔

پچیسویں فضیلت خود بینی (گھمنڈ) کو صدیق رض کے سینہ سے نکال دینا۔ اور یہ دلالت کرتا ہے اُن کی قوتِ عاملہ کی موافقت پیغمبر کی قوتِ عاملہ کے ساتھ اور یہ صفت عصمت کے ساتھ ملحق ہے، یہ ثابت ہے حدیث عبداللہ بن عمر رض سے، کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے اپنا کپڑا کھینچا غرور اور گھمنڈ سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کو (بنظر رحمت) نہ دیکھے گا۔ تو ابو بکر صدیق رض نے کہا کہ میرے کپڑے کا ایک سرا لٹک جاتا ہے۔ اب میں ہمیشہ اس کا خیال رکھوں گا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ازراہِ غرور ایسا نہیں کرتے۔

چھبیسویں فضیلت نیکی کی انواع میں صدیق اکبر رض کی جامعیت اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کی قوتِ عاملہ انبیاء کی قوتِ عاملہ کے موافق تھی۔ یہ ثابت ہے حدیث ابو ہریرہ رض سے کہا کہ (ایک دن) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تم میں سے کون روزے سے ہے۔ ابو بکر رض نے کہا کہ میں۔ پھر فرمایا کہ آج تم میں کون کسی جنازے کے ساتھ گیا۔ ابو بکر رض نے کہا کہ میں۔ پھر فرمایا کہ آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ابو بکر رض نے کہا کہ میں نے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ آج کسی مریض کی عیادت تم میں سے کس نے کی۔ ابو بکر رض نے کہا کہ میں نے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میں یہ خصلتیں جمع ہو جائیں گی

[1] حیس کے معنے ہیں ملانا اور اُس کھانے کو بھی کہتے ہیں جو کھجور۔ اور گھی اور پنیر وغیرہ سے بنایا جاتا ہے (لغات الحدیث) اس لئے احقر نے اس کا ترجمہ کھجور کا مالیدہ کیا ہے ۱۲ مترجم

الا دخل الجنۃ۔

بست وہفتم ندا کردن ملائکہ صدیق رض را از ابواب ثمانیہ جنت از حدیث ابی ہریرہ رض ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من انفق زوجین[1] فی سبیل اللہ نودی من ابواب الجنۃ یا عبد اللہ ھذا خیر فمن کان من اہل الصلوٰۃ دعی من باب الصلوٰۃ ومن کان من اہل الجہاد دعی من باب الجہاد ومن کان من اہل الصیام دعی من باب الریان ومن کان من اہل الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ فقال ابوبکر بابی انت وامی یا رسول اللہ ما علی من دعی من تلک الابواب من ضرورۃ فہل یدعی احد من تلک الابواب کلہا قال نعم وارجو ان تکون منہم اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی ومالک فی الموطا۔

بست وہشتم وضع اللہ الحق علی لسان عمر و این فضیلتے است در فاروق رض کہ تلو وحی است در انبیاء و این حدیث مستفیض است از حدیث ابن عمر و ابی ذر و مرتضے وغیر ایشان عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال جعل اللہ الحق علی لسان عمر وقلبہ اخرجہ الترمذی۔

بست ونہم اثبات محدثیۃ کہ تلو وحی است فاروق را و آن مستفیض است از حدیث ابی ہریرہ رض و عائشہ و عقبہ بن عامر عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس محدثون فان یکن فی امتی منہم

وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ستائیسویں فضیلت حضرت صدیق رض کو ملائکہ کا جنت کے آٹھوں دروازوں سے پکارنا۔ یہ ثابت ہے حدیث ابوہریرہ رض سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایک جوڑا خرچ کیا راہِ خدا میں اُس کو پکارا جائے گا جنت کے دروازوں سے کہ اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے (یعنی جنت خیر کا مقام) تو جو اہلِ صلوٰۃ میں سے ہوگا اُس کو باب الصلوٰۃ سے پکارا جائیگا اور جو اہل جہاد میں سے ہوگا اُس کو باب الجہاد سے پکارا جائیگا اور جو اہلِ صیام (یعنی روزے داروں) میں سے ہوگا اُس کو بابُ الریان سے پکارا جائے گا اور جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اُس کو بابُ الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ تو ابوبکر رض نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ جو شخص ان دروازوں سے پکارا جائیگا اُس پر ہر دروازے پر جانا ضروری تو نہ ہوگا تو کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو ہر دروازے سے پکارا جائے گا۔ فرمایا ہاں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تو ان ہی میں سے ہوگا۔ اخذ کیا اس کو بخاری اور مسلم اور ترمذی نے اور امام مالک نے مؤطا میں۔

اٹھائیسویں فضیلت۔ اللہ تعالیٰ کا عمر رض کی زبان پر حق کو رکھنا اور فاروق رض میں یہ فضیلت ہے جو مماثل وحی ہے جو انبیاء کے حق میں ہوتی ہے۔ یہ حدیث مستفیض ہے ابن عمر رض اور ابوذر رض اور مرتضے رض وغیرہم سے۔ مروی ہے ابن عمر رض سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر رض کی زبان اور اس کے قلب میں رکھدیا ہے۔ اس کو اخذ کیا ترمذی نے۔

اُنتیسویں فضیلت محدثیت کا اثبات فاروق رض کے لئے جو مماثل وحی ہے۔ اور یہ مستفیض ہے حدیث ابوہریرہ رض و عائشہ رض و عقبہ بن عامر رض سے۔ مروی ہے ابوہریرہ رض سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم سے پہلے جو اُمتیں گزر چکی ہیں اُن میں محدث لوگ ہوتے تھے تو اگر میری امت میں اُن میں سے کوئی

---

[1] بخاری کی روایت میں زوجین کے بعد "من شئی من الاشیاء" بھی مذکور ہے یعنی کسی چیز کا بھی ایک جوڑا ہو مثلاً دو روپے یا دو اشرفی، دو کپڑے وغیرہ ۱۲ مترجم

احدٌ فانہٗ عمر اخرجہ البخاری۔

سی ام فرار شیطان از ظل عمر و آن تلو عصمت است و این نیز مستفیض است از حدیث سعد ابن ابی وقاص و ابی ہریرہ و بریدہ اسلمی و عائشہ
عن سعد بن ابی وقاص قال استاذن عمر علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعندہ نساء من قریش یکلمنہ ویستکثرنہ عالیۃ اصواتہن فذکر الحدیث الی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمر والذی نفسی بیدہ مالقیک الشیطان قط سالکا فجا غیر فجک اخرجہ البخاری ومسلم۔

سی ویکم دادن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لبن فاروق رضہ را در منام از حدیث عبداللہ ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا انا نائم شربت یعنی اللبن حتی انظر الی الری یجری فی ظفری او فی اظفاری ثم ناولت عمر قالوا فما اولت قال العلم اخرجہ البخاری ومسلم۔

سی و دوم موافقت رای فاروق رضہ با وحی الٰہی و آن تلو وحی است و این حدیث مستفیض است از حدیث عمر رضی اللہ عنہ قال وافقت ربی فی ثلث فی مقام ابراہیم و فی الحجاب و فی اساری بدر اخرجہ مسلم والبخاری نحوہ

سی و سوم دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادت دین فاروق رضہ عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بینا انا نائم رأیت الناس عرضوا علی

شخص ہے تو وہ عمر رضہ ہے۔ اس کو اخذ کیا بخاری نے۔

تیسویں فضیلت شیطان کا بھاگنا عمر رضہ کے سایہ سے اور یہ عصمت کے مماثل ہے اور یہ بھی مستفیض ہے سعد رضہ بن ابی وقاص اور ابوہریرہ رضہ اور بریدہ اسلمی رضہ اور عائشہ رضہ کی احادیث سے۔ مروی ہے سعد رضہ بن ابی وقاص سے کہا کہ عمر رضہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی اور قریش کی عورتیں آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور بہت بول رہی تھیں اور اُن کی آوازیں اونچی ہو رہی تھیں۔ اس حدیث کا بیان کرتے کرتے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضہ سے فرمایا کہ جب شیطان کا کسی گلی میں چلتے ہوئے تم سے سامنا ہو جاتا ہے تو وہ گلی سے ہٹ کر دوسری گلی میں چلنے لگتا ہے۔ اس کو اخذ کیا بخاری اور مسلم نے۔

اکتیسویں فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاروق رضہ کو خواب میں دودھ عطا کرنا۔ یہ ثابت ہے عبداللہ بن عمر رضہ کی حدیث سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سوتے ہوئے (خواب میں) پیا یعنی دودھ یہاں تک کہ میں اُس کی تراوٹ کو دیکھتا تھا کہ میرے ناخن یا ناخنوں میں (فرمایا) جاری ہو رہی تھی۔ پھر وہ میں نے عمر رضہ کو دیدیا۔ لوگوں نے کہا کہ پھر آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ فرمایا کہ علم۔ اس کو اخذ کیا بخاری اور مسلم نے۔

بتیسویں فضیلت۔ فاروق رضہ کی رائے کا وحی الٰہی کے موافق ہونا اور وہ مماثل وحی ہے اور یہ حدیث مستفیض ہے حدیث عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تین امور میں میری رائے موافق رہی میرے رب کے حکم سے مقام ابراہیم کے بارے میں اور پردے اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔ مسلم اور بخاری نے ایسی روایات اخذ کی ہیں۔

تینتیسویں فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاروق رضہ میں دین کی زیادتی کو دیکھنا۔ مروی ہے ابوسعید خدری رضہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کہ میں نے سوتے ہوئے (خواب میں) لوگوں کو دیکھا جو میرے سامنے پیش کیے گئے

وعلیہم قُمُصٌ فمنہا ما یبلغ الثُدِیّ ومنہا ما یبلغ
دون ذٰلک وعُرِضَ علیّ عمر وعلیہ قمیصٌ
یجرّہٗ، قالوا فما اولتہ یا رسول اللہ قال
الدین اخرجہ البخاری ومسلم۔

اما فضیلتِ شیخین رض باعتبار اکثریتِ ثواب
و اعلیٰ بودن درجۂ ایشان در بہشت پس
ثابت است باحادیث بسیار یکی حدیث
سیدا کہول الجنۃ وآن سی وچہارم است
از احادیثِ این مسلک وآن مستفیض است
از حدیث انس ومرتضیٰ و ابی جحیفہ عن
انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لابی بکر وعمر ہٰذان سیدا کہول
اہل الجنۃ من الاولین والآخرین الا
النبیین والمرسلین لا تخبرہما یا علیّ
اخرجہ الترمذی وعن علیؓ بطرقٍ مختلفۃ منہا
طریق علی بن الحسین بن علیؓ عن علی بن
ابی طالب قال کنتُ مع رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اذ طلع ابوبکرٍ وعمر فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہٰذان
سیدا کہول اہل الجنۃ من الاولین و
الآخرین الا النبیین والمرسلین یا علیّ
لا تخبرہما۔

سی وپنجم اختصاص ایشان بغُرف
جنت از حدیث ابی سعید خدری رض
قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ان اہل الدرجات العُلیٰ
لیراہم من تحتہم کما ترون
النجم الطالع فی اُفق السماء
و ان ابابکر

اس حالت میں کہ وہ قمیصیں پہنے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض
کی قمیص چھاتی تک تھی اور بعض کی اس سے نیچے پہنچی ہوئی تھی
اور میرے سامنے عمر رض کو پیش کیا گیا اور اس کے اوپر ایسی قمیص
تھی جس کو وہ کھینچتا ہوا جا رہا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ
آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ فرمایا کہ دین۔ اس روایت کو بخاری
اور مسلم نے ذکر کیا۔

رہی فضیلت شیخین رض کی اکثریت ثواب اور بہشت میں ان کا
اعلیٰ مقام ہونے کے اعتبار سے تو یہ بہت سی احادیث سے ثابت
ہے۔ ایک حدیث ہے سیدا کہول اہل الجنۃ (کہ یہ دونوں ادھیڑ
عمر والے اہل جنت کے سردار ہیں) اور وہ چونتیسویں حدیث
ہے اس مسلک کی احادیث میں سے۔ اور وہ مستفیض ہے انس رض
کی اور مرتضیٰ رض کی و ابو جحیفہ رض کی احادیث سے۔ مروی ہے انس رض سے
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رض اور عمر رض کے بارے
میں فرمایا کہ یہ دونوں ادھیڑ عمر والے اہل جنت کے سردار ہیں۔
(وہ اہل جنت) اوّلین میں سے ہوں (جو ان سے پہلے گزر چکے) یا
آخرین میں سے ہوں (جو ان کے بعد پیدا ہونے والے ہیں) بجز
نبیین و مرسلین کے، اے علی رض ان دونوں کو خبر نہ کرنا۔ اس کا ذکر
کیا ترمذی نے۔ اور مختلف اسناد کے ساتھ حضرت علی رض سے مروی
ہے ان میں سے ایک سند ہے علی (زین العابدین) ابن الحسین بن
علی از علی رض بن ابی طالب، فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ تھا جب کہ سامنے دکھائی دیئے ابوبکر رض و عمر رض تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں بجز انبیاء و
مرسلین کے تمام اہل جنت کے خواہ اوّلین میں سے ہوں یا آخرین
میں سے سب کے سردار ہیں، اے علی ان کو خبر نہ کرنا۔

پینتیسویں فضیلت۔ جنت کے بالاخانوں کے ساتھ ان کا اختصاص
ثابت ہے ابو سعید خدری رض کی حدیث سے۔ کہا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درجات عالیہ والے اہل جنت کو ان سے
نیچے درجات والے اہل جنت اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم اس
ستارے کو دیکھتے ہو جو آسمان کے اُفق پر طلوع ہو رہا ہو۔ اور ابوبکر رض

وعمر منہم و انعما۔

سی و ششم تقدم شیخین رضی اللہ عنہما بامت در حشر از حدیث ابن عمر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابو بکر وعمر احدہما عن یمینہ و الآخر عن شمالہ وہو آخذ بایدیہما وقال ہکذا نبعث یوم القیامۃ وفی روایۃ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اول من تنشق الارض عنہ انا ثم ابو بکر ثم عمر۔

سی و ہفتم اول کسے کہ در بہشت آید صدیق خواہد بود از حدیث ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل علیہ السلام فاخذ بیدی فارانی باب الجنۃ الذی تدخل منہ امتی فقال ابو بکر یا رسول اللہ وددت انی کنت معک حتے انظر الیہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اما انک یا ابا بکر اول من یدخل الجنۃ من امتی۔

سی و ہشتم تجلی کردن خدائے عز وجل خاصتہً برائے صدیق رضی اللہ عنہ از حدیث جابر فی قصۃ وفد عبد القیس قال فاجابہم ابو بکر رضی اللہ عنہ بجواب و اجاد الجواب فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر اعطاک اللہ الرضوان الاکبر فقال بعض القوم وما الرضوان الاکبر۔

وعمر رضی اللہ عنہ ان ہی میں سے ہیں بلکہ ان سے زیادہ اچھے۔

چھتیسویں فضیلت۔ قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے میں شیخین رضی اللہ عنہما کا امت پر مقدم ہونا۔ یہ ثابت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ دونوں میں سے ایک آپ کے داہنے تھا اور ایک بائیں اور آپ ان دونوں کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا کہ ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پہلا شخص جس پر سے زمین پھٹے گی میں ہوں پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ۔

سینتیسویں فضیلت۔ اول جو شخص بہشت میں داخل ہوگا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ یہ ثابت ہے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا پھر انھوں نے جنت کا وہ دروازہ مجھے دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے شوق ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہوتا اور میں بھی اس کو دیکھتا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمجھ لے اے ابو بکر رضی اللہ عنہ میری امت میں سے تو وہ پہلا شخص ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا۔

اڑتیسویں فضیلت۔ خدائے عز وجل کا صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خاص طور پر تجلی کرنا۔ یہ ثابت ہے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے وفد عبد القیس[1] کے قصہ میں کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب دیا اور اچھا جواب دیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تم کو اللہ تعالےٰ نے رضوان اکبر عطا کیا۔ تو بعض لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ

---

[1] قبیلہ عبد القیس کا ایک وفد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا جس کے شرکاء کی تعداد باختلاف روایات چودہ سے چالیس تک تھی ان میں سے بعضوں نے کچھ گفتگو کی اور عمدہ تقریر کی پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ جو کچھ انھوں نے کہا تم نے سنا؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں یا رسول اللہ اور اس کو سمجھا بھی۔ پھر آپ نے فرمایا تو تم ان کو جواب دو۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں بہت عمدہ تقریر کی۔ یہ حدیث صفحہ ۳۲۹ ربع اول میں مذکور ہے ۱۲ مترجم

یارسول اللہ قال یتجلی اللہ لعبادہ فی الآخرۃ عامۃ و
یتجلی لابی بکر خاصۃ۔

سی و نہم حاضر شدنِ صدیق رضی اللہ عنہ بر
حوض کوثر ہمراہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از
حدیث عبداللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم قال لابی بکر انت صاحبی علی الحوض
وصاحبی فی الغار۔

چہلم اوّل کسے کہ خدای تعالیٰ با او مصافحہ و معانقہ
کند فاروقؓ باشد از حدیث ابی بن کعب قال
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اوّل من یصافحہ الحق
عمر واوّل من یسلم علیہ واوّل من یأخذ بیدہ فید خلہ
الجنۃ وفی روایۃ آخر عنہ اوّل من یعانقہ الحق
یوم القیمۃ عمر واوّل من یأخذ بیدہ فینطلق بہ
الی الجنۃ عمر بن الخطاب۔ آمدیم بآنکہ افضلیت
صدیقؓ بر فاروقؓ از کجا مفہوم می شود آن مفہوم
است از حدیث عمار وعائشہ وآن چہل و یکم
است از احادیث این مسلک عن عمار بن
یاسر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یا عمار اتانی جبرئیل آنفاً فقلت یا جبرئیل
حدثنی بفضائل عمر بن الخطاب فی السماء فقال
یا محمد لو حدثتک بفضائل عمر مثل مالبث نوح
فی قومہ الف سنۃ الا خمسین عاماً ما نفدت
فضائل عمر وان عمر لحسنۃ من حسنات
ابی بکر وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا
قالت بینا رأس رسول اللہ صلے

رضوان اکبر کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے لئے ایک عام
تجلی کرے گا اور ابو بکرؓ کے لئے خاص طور پر تجلی کرے گا۔

انتالیسویں فضیلت۔ صدیق رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حوض کوثر پر حاضر ہونا۔ یہ ثابت ہے عبداللہ
ابن عمرؓ کی حدیث سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ سے
فرمایا کہ تم میرے ساتھی ہوگے حوض پر اور میرے غار کے ساتھی ہو۔

چالیسویں فضیلت۔ سب سے پہلے جس شخص سے اللہ تعالیٰ مصافحہ
اور معانقہ فرمائے گا وہ فاروقؓ ہوں گے۔ ثابت ہے اُبَی بن
کعب کی حدیث سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
کہ پہلا شخص جس سے اللہ تعالےٰ مصافحہ کریگا عمرؓ ہوگا اور
سب سے پہلے اس پر سلام فرمائیگا اور سب سے پہلے اس کا ہاتھ پکڑ کر
جنت میں داخل کریگا۔ اور دوسری روایت میں اُبَیؓ سے یوں مروی
ہے کہ پہلا شخص جس سے حق تعالےٰ قیامت کے دن معانقہ کریگا
عمرؓ ہوں گے اور پہلا شخص جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کی طرف لیکر
چلے گا عمرؓ بن الخطاب ہیں۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فاروقؓ
پر صدیقؓ کی فضیلت کہاں سے مفہوم ہوتی ہے۔ اور یہ ثابت
ہوتی ہے عمارؓ اور عائشہؓ کی حدیث سے اور یہ اس مسلک کی
احادیث میں سے **اکتالیسویں** حدیث ہے۔ مروی ہے عمار بن
یاسر سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اے عمار
میرے پاس ابھی جبرئیلؑ آئے تھے۔ میں نے کہا اے جبرئیلؑ مجھ سے
عمرؓ بن الخطاب کے فضائل جو کہ آسمان میں (مشہور) ہیں بیان
کرو۔ تو انھوں نے کہا اے محمدؐ اگر میں تم سے عمرؓ کے فضائل بیان
کروں اتنے زمانہ تک جتنے زمانہ تک نوحؑ[لہ] اپنی قوم میں ٹھہرا
تھا یعنی پچاس کم ایک ہزار سال تو عمرؓ کے فضائل ختم نہ ہوں گے
اور عمرؓ ابو بکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے۔ اور عائشہ
رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس دوران میں کہ رسول اللہ صلے

لہ بعض روایات میں ہے کہ عمرؓ زمین سے زیادہ آسمان میں مشہور ہے اور یہ بھی کہ خدا کے فرشتے اتنے ہیں کہ آسمان کا کوئی حصہ ان سے خالی نہیں ہے،
اللہ جس کی محبوبیت عام ہوتی ہے اُس کے بارے میں ہر ایک کچھ تعریف کرتا ہے تو اگر اس کروڑوں مخلوق کے مقولات ہی کو بیان کیا جائے تو سیکڑوں برس
صرف ہونے میں کوئی عقلی استبعاد نہیں ہے۔ اس لئے اس کو مبالغہ نہ سمجھا جائے ۱۲ مترجم

اللہ علیہ وسلم فی حجری فی لیلۃٍ صاحیۃٍ
اذ قلتُ یا رسول اللہ ہل یکونُ لاحدٍ من
الحسناتِ عدد نجومِ السماءِ قال نعم عمر قلتُ
فاین حسناتُ ابی بکر قال انما جمیع حسناتِ
عمر کحسنۃٍ واحدۃٍ من حسناتِ ابی بکر۔

امّا افضلیت ایشان مطلقاً بدونِ اعتبار
چیزی وآن مبہم است راجع بیکے از خصال اربع
پس ثابت ست باحادیث بسیار از آنجملہ حدیث
عمرو بن العاص وآن چہل و دوم است از احادیث
این مسلک عن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم بعثہ علی جیش ذات السلاسل فاتیتہ
فقلتُ ای الناس احبُّ الیک قال عائشۃ
فقلتُ من الرجال قال ابوہا قلتُ ثم من قال
عمر بن الخطاب وآن کنایت است از افضلیت
مطلقاً۔

چہل و سوم افضلیتِ فاروق رض از حدیث جابر
موقوفاً و مرفوعاً و از حدیث ابی سعید خدری
عن جابر بن عبد اللہ قال قال عمر
لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر
اما انک ان قلت ذاک فلقد سمعتُ
رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقولُ ما طلعتِ الشمسُ علی رجلٍ خیرٍ من عمر
وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ذاک
الرجلُ ارفع امتی درجۃً فی
الجنۃِ قال ابو سعید واللہِ ما کنا
نرٰی ذلک الرجلَ الا عمر بن الخطاب
حتی مضٰی بسبیلہ

ای فات ۱۲

اللہ علیہ وسلم کا سر میری گود میں تھا ایسی رات میں جب کہ آسمان
بالکل صاف تھا (تارے چمک رہے تھے) کہ میں نے کہا یا رسول اللہ
کیا کسی کی نیکیاں اتنی ہوں گی جتنی شمار آسمان کے ستاروں کی
ہے۔ فرمایا ہاں! وہ عمر رض ہے۔ میں نے کہا پھر حسناتِ ابو بکر رض کا کیا
مرتبہ ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یقیناً عمر رض کی تمام حسنات کا مجموعہ ابو بکر رض
کی ایک حسنہ (یعنی نیکی) کے برابر ہے۔

رہی اُن کی فضیلت مطلقاً، کسی خاص چیز کا اعتبار کئے بغیر۔
اور وہ مبہم ہے اُن چار خصال (مذکورہ) میں سے کسی ایک خصلت
کی طرف راجع ہوگی یہ (فضیلت مطلقہ) بہت سی احادیث سے ثابت
ہے۔ اُن میں سے عمرو بن العاص کی حدیث ہے اور وہ اس مسلک کی
احادیث میں سے **بیالیسویں** حدیث ہے۔ مروی ہے عمرو بن العاص
سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو غزوۂ ذات السلاسل
میں سردار لشکر بنا کر بھیجا۔ میں نے آپ کی خدمت میں جا کر پوچھا کہ
آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا کہ عائشہ رض سے۔ پھر میں نے
کہا کہ مردوں میں سے؟ فرمایا کہ اُن کے باپ سے۔ میں نے کہا کہ پھر کس سے؟
تو فرمایا کہ عمر رض بن الخطاب سے۔ اور یہ (اظہار محبت) کنایہ ہے مطلقاً
فضیلت سے۔

تینتالیسویں فضیلت۔ افضلیت فاروق رض کی حدیث جابر رض
سے موقوفاً اور مرفوعاً اور ابو سعید خدری رض کی حدیث سے۔ مروی
ہے جابر رض بن عبد اللہ سے کہا کہ (ایک مرتبہ) عمر رض نے ابو بکر رض کو اس
طرح مخاطب کیا اے سب لوگوں سے بہتر بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے تو ابو بکر رض نے کہا۔ اب کہ تم نے ایسا کہا ہے تو (مجھ سے
بھی سن لو) واللہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا
ہے آپ فرماتے تھے کہ کسی ایسے شخص پر جو عمر رض سے بہتر ہو آفتاب
طلوع نہیں ہوا۔ اور مروی ہے ابو سعید خدری رض سے کہا کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ شخص میری اُمت میں سب سے
بلند مرتبہ ہوگا جنت میں۔ ابو سعید رض نے کہا کہ واللہ ہم نہیں سمجھتے
تھے "ذلک الرجل" (یعنی یہ شخص کا مشار الیہ) مگر عمر رض بن الخطاب
کو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی راہ (زندگی سے) گزر گئے۔

چہل و چہارم امر کردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بامامت در حالِ مرض ونہی از امامتِ غیر ابی بکر و قطعاً معلوم است کہ امام می باید افضل باشد و آن حدیث مستفیض است من عائشۃ وابن عمر وابی موسیٰ وعبد اللہ بن زمعۃ وعمر بن الخطاب وابن عباس وابن مسعود وعلی بن ابی طالب والزبیر بن العوام وغیرہم عن عائشۃ انّ النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال مُروا ابابکر فلیصلّ بالناس فقالت عائشۃ یارسولَ اللہ انّ ابابکر اذا قامَ مقامک لم یُسمِع الناسَ من البکاء فأمُر عمر فلیصلّ بالناس قالت فقالَ مُروا ابابکر فلیصلّ بالناس قالت عائشۃُ فقلتُ لحفصۃَ قولی لہٗ انّ ابابکر اذا قامَ مقامکَ لم یُسمِع الناسَ من البکاء فأمُر عمر فلیصلّ بالناس ففعلتْ حفصۃُ فقالَ رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انّکنّ لانتنّ صواحبُ یوسفَ مُروا ابابکر فلیصلّ بالناس فقالت حفصۃُ لعائشۃَ ماکنتُ لاُصیبَ منکِ خیرًا اخرجہ الجماعۃ وعنہا قالت قالَ رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا ینبغی لقومٍ فیہم ابوبکر ان یؤمّہم غیرہٗ وعن ابن عمر لمّا اشتدّ برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وجعُہٗ قیل لہٗ فی الصلوٰۃ فقال مُروا ابابکر فلیصلّ بالناس قالت عائشۃُ انّ ابابکر رجلٌ رقیقٌ اذا قرأ غلبہ البکاءُ قال مُروہُ فلیصلّ فعاودتہ مُروہُ فلیصلّ انّکنّ صواحبُ یوسف اخرجہ البخاری۔

چہل و پنجم تنویہ کردنِ آنحضرت صلے اللہ

چوالیسویں فضیلت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بحالت بیماری امامت کے لئے حکم دینا اور ابوبکرؓ کے سوا دوسروں کو امامت سے منع کرنا۔ اور یہ معلوم قطعی ہے کہ امام کو افضل ہونا چاہیئے اور یہ حدیث مستفیض ہے عائشہؓ اور ابن عمرؓ اور ابو موسےٰؓ اور عبداللہؓ بن زمعہ اور عمر بن الخطابؓ اور ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ اور علی بن ابی طالبؓ اور زبیر بن العوامؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے۔ مروی ہے عائشہؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہدو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو عائشہؓ نے کہا یارسول اللہؐ ابوبکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو (روئیں گے اور) رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرارت نہ سُنا سکیں گے تو آپ عمرؓ کو حکم دیجیے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہؓ نے بیان کیا کہ آپؐ نے پھر کہا کہ ابوبکرؓ سے کہدو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہؓ نے کہا کہ میں نے پھر حفصہؓ سے کہا کہ ان سے تم کہدو کہ ابوبکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو نہ سُنا سکیں گے آپؐ عمرؓ کو حکم دیجیے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو حفصہؓ نے ایسا کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً تم عورتیں یوسفؑ والی عورتوں کی مانند ہو کہدو ابوبکرؓ کو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تو حفصہؓ نے عائشہؓ سے کہا کہ کبھی مجھے تجھ سے بھلائی نہ ملی۔ اس کو ایک جماعت نے ذکر کیا۔ اور عائشہؓ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی قوم کے لئے زیبا نہیں جن میں ابوبکرؓ موجود ہو کہ اُن کے سوا کسی اور کو امام بنائے۔ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف شدید ہوگئی تو اُن سے نماز کے بارے میں کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہدو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ نرم دل شخص ہیں جب قرارت شروع کریں گے تو اُن پر گریہ غالب آجائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اُن سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ تم یوسفؑ والی عورتیں ہو۔ اس کو اخذ کیا بخاری نے۔

پینتالیسویں فضیلت۔ شاندار طور پر ذکر کرنا آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم بمناقب شیخین رض با جمعے از صحابہ
وآن مستفیض است از حدیث مرتضے
رضی اللہ عنہ وانس و ابی محجن عن علی
رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم رحم اللہ ابابکر زوجنی ابنتہ
وحملنی الٰی دار الہجرۃ و اعتق بلالاً من
مالہ رحم اللہ عمر یقول الحق و ان کان
مرًّا ترکہ الحق و مالہ صدیق رحم اللہ
عثمان تستحیی منہ الملٰئکۃ رحم اللہ
علیًّا اللّٰھم ادر الحق معہ حیث دار۔

چہل وششم تشبیہ دادن آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم شیخین را بملکین مقربین و بدو
پیغامبر اولی العزم اخرج الطبرانی بسندٍ حسن
عن ام سلمۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم
قال ان فی السماء ملکین احدھما یامر بالشدۃ
والاٰخر یامر باللین وکلٌّ مصیبٌ و ذکر
جبرئیل ومیکائیل ونبیان احدھما یامر باللین
والاٰخر بالشدۃ وکلٌّ مصیبٌ وذکر ابراہیم
ونوحًا ولی صاحبان احدھما یامر باللین والاٰخر
بالشدۃ وکلٌّ مصیبٌ وذکر ابابکر وعمر وعن
عبداللہ بن عمرو قال جاء رفیام من الناس الی
النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقالوا یارسول اللہ زعم ابوبکر
ان الحسنات من اللہ والسیات من العباد وقال
عمر الحسنات والسیات من اللہ فتابع ہذا قوم و
تابع ہذا قوم فقال رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم لاقضین بینکما
بقضاء اسرافیل بین جبرئیل
ومیکائیل ان
میکائیل قال

علیہ وسلم کا مناقب شیخین رض کو صحابہ رض کی ایک جماعت کے سامنے۔
اور یہ مستفیض ہے حدیث مرتضے رض وانس رض وابو محجن رضی اللہ عنہم
سے۔ تو مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ رحم کرے اللہ ابو بکر رض پر کہ اس نے اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ
دی اور مجھے دار الہجرت تک سوار کرکے لایا اور بلال رض کو اپنے مال
سے (خرید کر) آزاد کیا۔ رحم کرے اللہ عمر رض پر حق بات کہتا ہے اگرچہ
کڑوی ہو۔ اس کو حق گوئی نے ایسے حال پر چھوڑا ہے کہ اس کا کوئی
مخلص دوست نہ رہا۔ اللہ رحم کرے عثمان رض پر اس سے ملائکہ بھی
شرم کرتے ہیں۔ رحم کرے اللہ علی رض پر۔ اے اللہ جس طرف وہ پھرے
حق کو (بھی) اسی طرف پھیر دے۔

چھیالیسویں نضیلت۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شیخین رض
کو دو مقرب فرشتوں اور دو اولوالعزم پیغمبروں سے تشبیہ دینا۔
اخذ کیا طبرانی نے بسند حسن ام سلمہ رض سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
سے آپ نے فرمایا کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں ان میں سے ایک کے
حکم میں سختی ہوتی ہے اور دوسرے کے حکم میں نرمی اور ہر ایک کا
حکم درست ہوتا ہے اور آپ نے ذکر کیا جبرئیل ع اور میکائیل ع کا،
اور دو نبی ہیں ان میں سے ایک کے حکم میں نرمی ہے اور دوسرے کے
حکم میں سختی اور ہر ایک کا حکم درست ہے اور آپ نے ذکر کیا ابراہیم ع
اور نوح ع کا۔ اور میرے دو ساتھی ہیں، ان میں سے ایک کے حکم
میں نرمی ہوتی ہے اور دوسرے کے حکم میں سختی اور ہر ایک کا حکم
درست ہوتا ہے اور آپ نے ذکر کیا ابو بکر رض اور عمر رض کا۔ اور عبداللہ
ابن عمرو رض سے مروی ہے کہا کہ ایک جماعت کے لوگ نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ابو بکر رض یہ
گمان کرتے ہیں کہ بھلائیاں اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں اور برائیاں
بندوں کی طرف سے۔ اور عمر رض یہ کہتے ہیں کہ بھلائیاں اور برائیاں
سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں تو ایک جماعت ان کی ہم نوا
ہے اور ایک ان کی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ میں تم دونوں کے درمیان وہ فیصلہ کروں گا جو اسرافیل ع نے
کیا جبرئیل ع اور میکائیل ع کے درمیان۔ میکائیل ع نے وہ کہا جو

بقولِ ابی بکر و قالَ جبریلُ بقولِ عُمرَ فقال جبریلُ لمیکائیلَ اِنّا متٰی نختلفُ اہلُ السَّمآءِ یختلفُ اہلُ الارضِ فلنتحاکمُ الیٰ اسرافیلَ فتحاکما الیہ فقضٰی بینہما بحقیقۃ القدرِ خیرِہٖ وشرِّہٖ وحُلوِہٖ ومُرِّہٖ وکلُّہٗ من اللّٰہِ ثُمّ قال یا ابا بکرٍ انّ اللّٰہ لو اراد ان لا یُعصٰی لم یخلُق ابلیسَ فقال ابو بکر صدقَ اللّٰہُ ورسولُہٗ و اخرج الحاکم من حدیثِ عبداللّٰہ بن مسعودٍ فی قصّۃِ بدرٍ واشارۃِ ابی بکر الی الفِدآءِ واشارۃِ عُمرَ وابنِ رواحۃَ الی القتلِ قال رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما تقولونَ فی ہٰؤلآءِ ان مثلَ ہٰؤلآءِ کمثلِ اخوۃٍ لہم کانوا من قبلہم قال نوح رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا وقال موسٰی رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ الآیۃ وقال ابراہیم فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وقال عیسٰی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

چہل و ہفتم حدیث ابن عمر کُنّا نُخیّرُ بینَ النّاسِ فی زمانِ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فنُخیّرُ ابا بکرٍ ثُمّ عُمرَ ثُمّ عثمانَ بن عفانَ اخرجہ البخاری وفی روایۃٍ کُنّا فی زمنِ النّبیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا نعدِلُ بابی بکرٍ احدًا

ابوبکرؓ کہتے ہیں اور جبرئیلؑ نے وہ کہا جو عمرؓ کہتے ہیں۔ پھر جبرئیلؑ نے میکائیلؑ سے (یہ بھی) کہا کہ ہم آسمان والے جب کسی چیز میں اختلاف کرتے ہیں تو زمین والے بھی اختلاف کرنے لگتے ہیں۔ تو اب ہم کو اپنا حکم بنانا چاہیئے اسرافیلؑ کو تو دونوں نے ان کو حکم بنالیا۔ انھوں نے قدر کی حقیقت پر فیصلہ کیا کہ اُس کا بھلا اور بُرا، میٹھا اور کڑوا سب اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا کہ اُس کی نافرمانی نہ کی جائے تو وہ ابلیس کو پیدا نہ کرتا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا۔ اور اخذ کیا حاکم نے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے قصہ بدر میں اور ابوبکرؓ کے اشارہ کرنے میں فدیہ کی طرف اور عمرؓ اور ابن رواحہؓ کے اشارہ کرنے میں قتل کی طرف۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کہتے ہو ان لوگوں کے بارے میں۔ ان لوگوں کی مثال ان کے اُن بھائیوں جیسی ہے جو ان سے پہلے ہوچکے ہیں۔ نوحؑ نے کہا رَبِّ لَا تَذَرْ الخ (۷۱: ۲۶) اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر کوئی باشندہ نہ چھوڑ؛ اور موسٰےؑ نے کہا رَبَّنَا اطْمِسْ الخ (۱۰: ۸۸) اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو (زیادہ) سخت کر دیجئے الخ؛ اور ابراہیمؑ نے کہا فَمَنْ تَبِعَنِيْ الخ (۱۴: ۳۶) پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے سو آپ کثیر المغفرت اور کثیر الرحمت ہیں؛ اور عیسٰیؑ نے کہا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ (۵: ۱۱۸) اگر آپ ان کو سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں؛

سینتالیسویں فضیلت۔ ابن عمرؓ کی حدیث کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس پر گفتگو کرتے تھے کہ سب سے بہتر کون ہے؟ تو کہا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ سب سے بہتر ہیں۔ ان کے بعد عمرؓ، ان کے بعد عثمانؓ بن عفان۔ اس کو اخذ کیا بخاری نے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم کسی کو (اصحابؓ میں سے) ابوبکرؓ کے برابر نہیں سمجھتے تھے

ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم اخرجہ ابوداؤد
و این حدیث خبر واحد است لیکن اصح شیٔ
است شیخین وغیر ایشان بہ صحت آن جازم
اند این را در مسلک سنت ہم توان آورد باعتبار
آنکہ این صیغہ تقریر است و در مسلک اجماع
نیز باعتبار منطوق خود۔

چہل وہشتم قبول فرمودن آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم مشورہ شیخین را در وقائع بسیار
عن عبد الرحمن بن غنم الاشعری ان النبی صلے
اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر وعمر لو اجتمعتما فی
مشورۃ ما خالفتکما رواہ احمد واخرج مسلم فی
قصۃ طویلۃ عن ابی ہریرۃ فقال یعنی عمر
یا رسول اللہ بابی انت وامی أبعثت ابا ہریرۃ
بنعلیک من لقی یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا
بہا قلبہ بشرہ بالجنۃ قال نعم قال فلا تفعل فانی
اخشٰی ان یتکل الناس علیہا فخلہم یعملون
فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فخلہم

چہل ونہم تشریف صدیق اکبرؓ بلقب صدیق
از حدیث مرتضٰی وعائشہ رضی اللہ عنہما عن
النزال بن سبرۃ قال وافقنا علیا
رضی اللہ عنہ طیب النفس وہو
یمزح فقلنا حدثنا عن اصحابک
قال کل اصحاب رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اصحابی فقلنا
حدثنا عن ابی بکر فقال ذاک
امرؤ سماہ اللہ صدیقا علی
لسان جبرئیل و محمد صلے اللہ
علیہ وسلم اخرجہ

اُن کے بعد عمرؓ کے اور پھر عثمانؓ کے برابر (نہیں سمجھتے تھے) پھر ہم
اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مابین تفاضل چھوڑ دیتے
تھے۔ اس کو ابوداؤد نے ذکر کیا اور یہ حدیث خبر واحد ہے لیکن
ایک بہت صحیح چیز ہے۔ شیخین اور ان کے علاوہ دوسرے اس کی
صحت کا یقین رکھتے ہیں۔ اس کو مسلکِ سُنّت میں بھی لا سکتے ہیں
اس اعتبار سے کہ یہ کلام قرار پائے ہوئے امر کو بیان کرتا ہے اور اس
کلام کے اعتبار سے یہ مفہوم اجماع میں شامل ہو گیا ہے۔

اڑتالیسویں فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت
سے واقعات میں شیخینؓ کے مشورے کو قبول کرنا۔ مروی ہے
عبدالرحمن بن غنم الاشعری سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ
وعمرؓ سے فرمایا کہ جب تم دونوں کسی مشورے میں متفق ہو جاتے ہو
تو میں تمہاری رائے کے خلاف نہیں کرتا۔ روایت کیا اس کو احمد نے
اور ذکر کیا مسلم نے ایک طویل قصہ میں جو ابوہریرہؓ سے مروی ہے
تو کہا یعنی عمرؓ نے یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا
آپؐ نے اپنے نعلین دے کر ابوہریرہؓ کو بھیجا ہے کہ جو ملے اور اس
بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا
دل اس پر یقین رکھتا ہو تو اُس کو جنت کی بشارت دیدے۔ فرمایا
کہ ہاں۔ عمرؓ نے کہا کہ (یا رسول اللہؐ) یہ (اعلان) نہ کیجئے مجھے
اندیشہ ہے کہ لوگ اس کا سہارا لیں گے تو ان کو رہنے دیجئے کہ
اعمال کرتے رہیں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا
رہنے دو۔

انچاسویں فضیلت۔ صدیق اکبرؓ کا لقب صدیق سے مشرف
ہونا۔ یہ ثابت ہے حدیث مرتضٰی وعائشہ رضی اللہ عنہما سے۔
نزال بن سبرہ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت علی رضؓ کو پاکیزہ نفس
پایا اور وہ مزاح (بھی) کرتے تھے۔ ہم نے اُن سے کہا کہ ہمیں اپنے
اصحاب کا حال سُنائیے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
تمام اصحاب میرے اصحاب تھے تو ہم نے کہا کہ ہمیں ابوبکرؓ کا حال
سُنائیے تو فرمایا کہ وہ ایسے شخص تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے صدیق کے نام
سے موسوم کیا جبرئیلؑ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر۔ اس کو نقل کیا

الحاکم وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لما اُسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصیٰ اصبح یتحدث الناس بذلک فارتد ناس ممن کان آمنوا بہ وصدقوہ وسعوا بذلک الی ابی بکر فقالوا ہل لک الی صاحبک یزعم انہ اُسری بہ اللیلۃ الی بیت المقدس قال اوقال ذلک قالوا نعم قال لئن کان قال ذلک لقد صدق قالوا وتصدقہ انہ ذہب اللیلۃ الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال نعم انی لاصدقہ فیما ہو ابعد من ذلک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ او روحۃ فلذلک سمی ابوبکر الصدیق۔

پنجاہم اختیار کردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر را برائے امارت حج اخرج الحاکم عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث ابابکر رضی اللہ عنہ وامرہ ان ینادی بہؤلاء الکلمات الخ واخرج البخاری عن ابی ہریرۃ فی مثل معناہ۔

امارت حج یکے از امور عظیمہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آن را بنابر نبوت بجا می آوردند مثل امامت صلوٰۃ بلکہ اَدَل است بر استخلاف از امامت صلوٰۃ زیراکہ امامت صلوٰۃ در ہر مسجد بشخصے راجع میگردد و امارت حج در تمام عالم بیکے عائد می شود و امامت صلوٰۃ تقدم است بر قوم محصور و امارت حج تقدم بر اقوام غیر محصورین و بحقیقت امارت حج در ملت ما

حاکم نے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہا کہ جب رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ کی طرف لیجایا گیا اور صبح کو آپ نے لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا تو ان میں سے جو آپ پر ایمان لاچکے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے کچھ لوگ پھر گئے اور اس قصہ کو لے کر ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور بولے کہ کیا آپ کو اپنے صاحب کا حال معلوم ہے وہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ان کو آج رات بیت المقدس لیجایا گیا۔ ابوبکرؓ نے کہا کیا انھوں نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں! ابوبکرؓ نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے کہ انھوں نے یہ کہا ہے تو یقیناً سچ کہا۔ لوگوں نے کہا اور تم ایسی بات میں اس کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات میں بیت المقدس جا کر صبح سے پہلے واپس بھی آگیا۔ ابوبکرؓ نے کہا ہاں میں تو اس بات میں ان کی تصدیق کرتا ہوں جو اس سے زیادہ بعید ہے۔ میں ان کی تصدیق آسمان کی خبروں میں کرتا ہوں (جو) صبح یا شام میں (ان کے پاس آجاتی ہیں)۔ اسی وجہ سے ان کا لقب صدیق ہوا۔

پچاسویں فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبرؓ کو امارت حج کے لئے متعین کرنا۔ حاکم نے اخذ کی ابن عباسؓ کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کلمات کے ساتھ ندا کریں (یعنی ابتدائی آیات سورۂ توبہ کے ساتھ)۔ اور بخاری نے اخذ کی ابوہریرہؓ کی روایت جو اسی روایت کے مثل ہے۔

امارت حج ایک امور عظیمہ میں سے ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنابر نبوت انجام دیتے تھے نماز کی امامت کی طرح بلکہ استخلاف پر نماز کی امامت سے یہ زیادہ قوی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز کی امامت تو ہر مسجد میں ایک شخص کی طرف راجع ہوتی ہے اور امارت حج تمام عالم میں صرف ایک شخص کی طرف عائد ہوتی ہے۔ امامت نماز میں ایک (چھوٹی) جماعت پر تقدم ہوتا ہے جو ایک محدود احاطہ میں ہوتی ہے اور امارت حج میں تقدم غیر محصور جماعتوں پر ہوتا ہے اور استخلاف کی طرف اشارہ ہونے کے بارے میں درحقیقت امارت حج ہماری ملت اسلام میں تو اتنا بڑا رتبہ رکھتی ہے

مانند نشستن است بر تخت یا مانند نزول در کوشک
شاہانِ بزرگ در دولتِ ساسانیان و عباسیان غیر
ایشان در اشارہ باستخلاف لیکن صحابہ استدلال نمودند
بامامت بجہت قربِ عہد او بخلاف امارتِ حج۔

پنجاہ و یکم اختیار کردن آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فاروقؓ را بجہت اخذ بیعت از ایشان و آن اٰل
دلیل است بر افضلیتِ او۔ این است آنچہ درین
اوراق از روایتِ احادیثِ افضلیت میسر شد و آن
نمونہ ای است از احادیث بسیار غرض از ایرادِ این
احادیث آن است کہ خصالِ اربع کہ مدارِ افضلیت
است شناختہ شود و شناختہ شود کہ ہر یکی ازین چہار
ثابت است باحادیث متواتر بالمعنیٰ امّا افضلیت
باشخاص متعددہ از اہلِ فضل بتعیین اسماء آنہا
اینجا قطعی نمی باشد در قطعیتِ آن رجوع بمسالکِ
دیگر باید کرد۔

مسلک سوم اجماع اُمت است بر افضلیت
مشائخ ثلثہ بترتیبِ خلافت و اجماع اُمت را بدو
وجہ تقریر نمائیم حکایتِ انعقاد و اجماع از زبانِ
ثقات و روایتِ اقوال جمّ غفیر از صحابہ و تابعین
تا آنجا کہ حافظہ عبد ضعیف کفایت نماید
و وقت گنجائش کند متفق باہم در اصل معنی افضلیت
ہرچند طرقِ دلالت متغایر باشند اما وجہ اوّل
دو مرتبہ است مرتبہ اولیٰ نقل صریح اجماع
از حدیث عبد اللہ بن عمر قال کنا نخیر بین الناس
فی زمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فنخیر ابابکر ثم عمر ثم عثمان بن عفان
اخرجہ البخاری وفی روایۃ لا نعدل
بأبی بکر احدًا ثم
عمر ثم

جیسے دولتِ ساسانیان و عباسیان میں تخت پر بیٹھنے یا شہنشاہوں
کے قصر شاہی میں نزول کرنے کا مرتبہ۔ لیکن صحابہؓ نے امامت نماز
سے استدلال کیا اُس کے قریب زمانہ ہونے کی وجہ سے بخلاف امارت
حج کے کہ اُس پر زیادہ عرصہ گزر گیا تھا)۔

اکیاونویں فضیلت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاروقؓ
کو لوگوں سے بیعت لینے کے لئے مقرر کرنا اور یہ اُن کی افضلیت پر
بڑی دلیل ہے۔ یہ وہ روایاتِ احادیث ہیں جو افضلیتِ شیخینؓ
پر ان اوراق میں آسانی سے لکھی گئیں اور یہ بہت سی احادیث
میں سے نمونہ کے طور پر ہیں۔ ان احادیث کے ایراد سے یہ غرض
ہے کہ خصالِ اربع (جن کا شروع میں ذکر کیا گیا ہے) جو کہ مدارِ افضلیت
ہیں (ان بزرگوں میں) پہچانی جا سکیں۔ اور یہ بھی پہچان لیا جائے
کہ ان چاروں میں سے ہر ایک خصلت احادیث متواتر بالمعنے سے ثابت ہے۔
رہی فضیلت اہلِ فضل میں سے اشخاص متعددہ پر اُن کے ناموں کے
تعیین کے ساتھ تو یہ بات قطعی طور پر اس جگہ نہ ملیگی۔ اس کی
قطعیت کے لئے دوسرے مسالک کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

مسلک سوم مشائخ ثلاثہؓ کی بترتیب خلافت افضلیت
پر اجماعِ اُمت ہے۔ اور اجماع امت کی تقریر ہم دو صورتوں کے
ساتھ کریں گے۔ اجماع منعقد ہونے کی حکایت ثقہ لوگوں کی
زبان سے۔ صحابہ و تابعین کے بہت بڑے گروہ کے اقوال کی روایت
جہاں تک کہ اس بندۂ ضعیف کا حافظہ کام دے سکے اور وقت
میں گنجائش نکلے۔ (یہ روایات ایسی ہوں گی) جو اصل معنے افضلیت
میں باہم متفق ہوں گی چاہے دلالت کے طریقے الگ الگ ہو جائیں۔
پہلی صورت کو لیجیے۔ اُس کے دو مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ اجماع کی
نقلِ صریح۔ یہ ثابت ہے حدیث عبد اللہ بن عمرؓ کے ایک حصہ
سے۔ انھوں نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ میں اس پر گفتگو کرتے تھے کہ سب سے بہتر کون ہے تو کہا کرتے
تھے کہ ابوبکرؓ سب سے بہتر ہیں ان کے بعد عمرؓ ان کے بعد عثمانؓ
اس کو اخذ کیا بخاری نے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم ابوبکرؓ
کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے ان کے بعد عمرؓ کو ان کے بعد

عثمانَ ثم نترکُ اَصحاب رسولِ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلّم لانفاضل بینہم اخرجہ ابوداؤد و ہرچند این حدیث خبر واحد است اصح شئ است درین باب و محفوف است بقرائن بسیار کہ نزدیک اجتماع آنہا قطع حاصل شود زیراکہ در نقلِ اجماع دلالۃً و در روایتِ اقوال جمّ غفیر بیان خواہیم کرد کہ ہر وقت کہ در استخلافِ خلیفہ سخن رفتہ است لفظ خیرُ الاُمّۃ و افضلُ النّاس و اَحقُّ بالخلافۃ و احق بہٰذا الامر گفتہ اند و آن ما بوجہے سر دادہ اند کہ گویا پیش ازین در نظرِ ایشان محقق بودہ است و احتیاجِ استدلال و تحقیقِ مقال نداشتہ اند مرتبۂ ثانیہ نقلِ اجماع دلالۃً و بنایِ آن بر اصلے است و آن آن است کہ سکوت قبل از تدوینِ مذاہب اجماع است و آن را در پنج نوع تقریر کنیم۔

نوعِ اوّل وقتِ انعقادِ خلافتِ صدیق جمعے از فقہائے صحابہ صدیق را افضل امت گفتند و بآن استدلال کردند بر استخلافِ او و دیگران تسلیم نمودند و موافقت کردند در اوّل حال یا بعد توقف و سکوت و تسلیم قبل تدوین مذاہب اجماع است کما بیّنَ فی محلّہٖ از حدیث فاروق رضؓ قالَ قلتُ یا معشرَ الاَنصارِ یا معشرَ المُسلمینَ انّ اولی النّاس باَمرِ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلّم مِن بعدہٖ ثانیَ اثنینِ اِذ ھُما فی الغارِ ابوبکر

عثمانؓ کے برابر (کسی کو نہ سمجھتے تھے) پھر ہم اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے تھے اور ان میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دیتے تھے۔ اس کو ذکر کیا ابوداؤد نے۔ اگرچہ یہ حدیث خبر واحد ہے مگر اس باب میں بہت صحیح چیز ہے اور بہت سے قرائن اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں جن کے اجتماع سے قطعیت حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ اجماع پر جو دلالت کے اعتبار سے ہم نقل کریں گے اور بہت بڑے گروہ کے اقوال کی روایت جو ہم بیان کریں گے کہ جس وقت خلیفہ کے استخلاف پر گفتگو ہوتی ہے تو لوگوں نے لفظ خیر الاُمّۃ اور افضل النّاس اور احق بالخلافۃ (یعنی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق) اور احق بہٰذا الامر (اس امر کے سب سے زیادہ حقدار) کہے اور اس طرح استعمال کئے ہیں کہ گویا ان کی نظر میں پہلے ہی سے یہ بات محقق رہی ہے اور اس مقولہ پر ان کو کسی تحقیق اور استدلال کی ضرورت نہیں پڑی۔ (یہ سب قرائن مذکورہ بالا خبر واحد کو قطعیت کا مرتبہ دینے والے ہیں)۔ (پہلی صورت کا) دوسرا مرتبہ ہے نقلِ اجماع دلالۃً۔ اور اُس کی بنا ایک اصل پر ہے اور وہ یہ ہے کہ سکوت قبل از تدوین مذاہب اجماع ہے (یعنی مذاہب کے بننے سے پہلے اُس پر کسی کا کلام نہ کرنا بھی مسلّم اور متفق علیہ بات سمجھی جائیگی) اور اس کی تقریر ہم پانچ نوع کے ساتھ کریں گے۔

نوعِ اوّل خلافتِ صدیق کے انعقاد کے وقت فقہاء صحابہ کی ایک جماعت نے صدیق کو افضلِ اُمّت کہا اور اس سے اُن کی خلافت پر استدلال کیا اور دوسروں نے تسلیم کیا اور موافقت کی، اوّل حال میں یا بعد توقف کے۔ اور سکوت و تسلیم قبل تدوین مذاہب اجماع ہے جیساکہ اس کے موقع پر بیان کیا جا چکا ہے حضرت فاروق رضؓ کی حدیث سے۔ فرمایا کہ میں نے کہا اے جماعتِ انصار اے جماعتِ مسلمین! تمام لوگوں سے زیادہ اولویت رکھنے والا شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے لئے اُن کے بعد ثانی اثنین اذ ہما فی الغار (یہ آیت کی طرف تلمیح ہے یعنی دو میں کا دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے) ابوبکرؓ ہے جو

السَّابِقُ المبینُ ثم اخذت بیدہ الحدیث۔
اخرجہ ابنِ ابی شیبۃ مِن حدیث ابنِ عباسٍ
فی قصۃِ سقیفۃ بنی ساعدۃ و نیز از حدیث
فاروقؓ در قصۃ بیعتِ عامّہ عن انسِ بن
مالک انہٗ سَمِعَ خُطبۃ عمر الآخرۃَ حین جلس
علے المنبرِ و ذٰلک الغدَ من یوم تُوُفّیَ
النبیُّ صلے اللہ علیہ وسلم فتشہّد وابوبکر
صامتٌ لایتکلّم قال کنتُ ارجُو ان یعیشَ
رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حتے
یدبرنا یُریدُ بذٰلک ان یکون آخرہم فان
یکُ محمدٌ قد ماتَ فانَّ اللہَ عزوجلَّ
قد جعلَ بینَ اظہرکم نورًا تہتدونَ
بہٖ وبہٖ ہدی اللہُ محمدًا و انَّ ابابکر صاحبُ
رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثانی
اثنینِ و انّہٗ اَولےٰ بالمسلمینَ باُمورکم فقوموا
فبایعُوہ اخرجہ البخاری و نیز از حدیث
فاروقؓ بروایتِ ابن مسعود قال لمّا قُبِضَ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالتِ
الانصارُ مِنّا امیرٌ و منکم امیرٌ قال فاتاہُم عمر
فقال یا معشرَ الانصارِ اَلستم تعلمونَ انّ رسولَ اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم امر ابابکرٍ ان یُصلّے بالناسِ
قالوا بلےٰ قال فایّکم تطیبُ نفسُہٗ ان یتقدم
ابابکرٍ قالوا نعوذ باللہِ ان نتقدمَ
ابابکر و از حدیث ابو عبیدۃ بن الجراح
فقال تأتُونِی و فیکم ثالثُ الثلٰثۃِ[1]
یعنی ابابکر اخرجہ

(دین پر) کھلم کھلا سبقت کرنے والا شخص ہے۔ پھر میں نے اُن کا
ہاتھ پکڑلیا آخر حدیث تک۔ اس کو اخذ کیا ابن ابی شیبہ نے ابن عباس
کی حدیث سے سقیفہ بنی ساعدہ کے قصہ میں۔ اور نیز حضرت فاروق
کی حدیث سے بیعتِ عامّہ کے قصہ میں۔ انس بن مالک سے
مروی ہے کہ انھوں نے عمرؓ کا دوسرا خطبہ سنا جب کہ وہ منبر
پر بیٹھے اور یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اگلے دن
کی بات ہے۔ عمرؓ نے کلمہ شہادت پڑھا اور ابوبکرؓ خاموش تھے
کچھ نہیں بول رہے تھے۔ عمرؓ نے کہا میں امید (یعنی آرزو) کرتا تھا
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ رہیں گے یہاں تک کہ
وہ ہمارے پیچھے ہوں اس سے مراد یہ تھی کہ ہمارے بعد اُن کی وفات
ہوتی۔ لیکن ہوا یہ کہ آپؐ کی وفات پہلے ہوئی (اور ہم رہ گئے)
اور اللہ تعالےٰ نے تمھارے درمیان اُس نور کو باقی رکھا جس سے
تم ہدایت پاتے رہو اور اسی سے اللہ نے ہدایت کی تھی محمد صلے
اللہ علیہ وسلم کی اور یہ کہ ابوبکرؓ (کو باقی رکھا جو) رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحب اور ثانی اثنین ہیں اور وہ مسلمانو
میں سے تمھارے امور کی ولایت کے لئے سب سے بہتر ہیں اس لئے اٹھو
اور اُن سے بیعت کرو۔ اس کو ذکر کیا بخاری نے۔ اور نیز اس حدیث
فاروقؓ سے جس کے راوی ابن مسعودؓ ہیں۔ کہا کہ جب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو انصار نے کہا کہ ایک امیر
ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ کہا کہ پھر اُن کے پاس عمرؓ
پہنچے اور اُنھوں نے کہا اے گروہ انصار کیا تم جانتے نہیں ہو کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں
کو نماز پڑھائیں اُنھوں نے کہا بیشک، کہا کہ پھر تم میں کون ہے
جس کا نفس اِس سے خوش ہو کہ وہ ابوبکرؓ سے آگے بڑھے؟ انھوں
نے کہا کہ خدا کی پناہ ہم ابوبکرؓ سے آگے بڑھیں۔ اور ابو عبیدہؓ
ابن الجراح کی حدیث سے۔ تو ابو عبیدہؓ نے کہا کہ تم میرے پاس
آئے ہو اور تم میں ثالث ثلاثہ[1] یعنی ابوبکرؓ موجود ہیں۔ اخذ کیا

[1] حضرت ابوبکرؓ کی نہایت عظمت کا اظہار کیا کہ غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے فرمایا تھا لا تحزن اِنَّ اللہَ مَعَنَا جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہاں ہم دونوں ہی نہیں ہیں بلکہ تیسرا خدا بھی ہے۔ اسی سے حضرت ابو عبیدہؓ نے آپ کو ثالث ثلاثہ یعنی تین میں کا تیسرا کہا ۱۲ مترجم

ابن ابی شیبۃ و اخرج احمد معناہ غیر انہ ذکر استدلال ابی عبیدۃ لاستخلافہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ و از حدیث مرتضےٰ وزبیر رضی اللہ عنہما مین رجعا الی البیعۃ ما غضبنا الا انا اخرنا عن المشاورۃ و انا نرٰی ابابکر احق الناس بہا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ لصاحب الغار و ثانی اثنین وانا لنعلم شرفہ و کبرہ و لقد امرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ بالناس و ہو حی اخرجہ الحاکم۔

نوع دوم آنکہ فاروق رضی اللہ عنہ در مجالس متعددہ افضلیت صدیق رضی اللہ عنہ بر منبر بیان می کرد و از کسے ردّے و سوالے درمیان نیامد از حدیث عبداللہ بن عباس قال عمر کان و اللہ ان اقدم فتضرب عنقی لایقربنی ذلک من حیث اثم احب الیّ من ان اتأمّر علے قوم فیہم ابوبکر اللہم الا ان تسوّل لی نفسی عند الموت شیئا لا اجدہ الآن اخرجہ البخاری و نیز از حدیث ابن عباس قال عمر فی جواب من قال انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ و تمت الا وانہا قد کانت کذلک ولکن اللہ وقٰی شرہا ولیس فیکم من تقطع الاعناق الیہ مثل ابی بکر اخرجہ البخاری حالانکہ عادت قوم در سوال و اعتراض در محل خفا معلوم است

اس کو ابن ابی شیبہ نے۔ اور احمد نے بھی اسی کے ہم معنے روایت کی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ انھوں نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے استدلال کا بھی ذکر کیا ہے نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنانے سے۔ اور حدیث مرتضےٰ وزبیر رضی اللہ عنہما سے جب کہ ان دونوں نے بیعت کی طرف رجوع کیا کہ ہم کو غصہ صرف اس بات پر آیا کہ مشاورت سے ہم کو پیچھے کر دیا گیا حالانکہ ہماری رائے یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے کیونکہ وہ آپ کے یار غار اور ثانی اثنین تھے اور ہم خوب اچھی طرح ان کے شرف اور بزرگی کو جانتے ہیں اور واللہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ اس روایت کو حاکم نے لیا ہے۔

نوع دوم یہ کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بہت سی مجالس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت برسر منبر بیان کرتے رہے اور کسی کی طرف سے نہ کبھی کوئی تردید پیش آئی نہ سوال۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حال یہ تھا کہ خدا کی قسم مجھے آگے بڑھایا جاتے اور بغیر کسی گناہ کے سرزد ہوتے میری گردن ماردی جاتے تو یہ مجھے پسند ہے اس سے کہ میں ایسی قوم پر امیر بنوں جن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں یا اللہ! (اب تک تو دل کا حال یہی ہے) مگر موت کے وقت میرا نفس اور کوئی بات بنالے تو میں اب اس کو نہیں جانتا۔ بخاری نے اس روایت کو لیا۔ اور نیز حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے جواب میں فرمایا جس نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی اور پوری ہوگئی کہ یاد رکھو کہ وہ ہوئی تو اسی طرح لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا اس کے شر سے (ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہم میں باقی رکھ کر) اور تم میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کے سامنے لوگوں کی گردنیں جھکتی ہوں مثل ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ بخاری نے اس روایت کو لیا۔ (کسی نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر عمر رضی اللہ عنہ سے کبھی معارضہ نہیں کیا) حالانکہ محل خفا میں سوال اور اعتراض کے بارے میں قوم کی عادت معلوم ہے[1]

[1] حضرت مصنف رحمہ اللہ اس اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں جو کوئی معترض کہہ سکتا ہے کہ قوم کے سکوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے کسی کو اختلاف نہیں تھا ہو سکتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے رعب کی وجہ سے کوئی اختلاف کی جرأت نہ کر سکا ہو جواب میں فرماتے ہیں کہ قوم کی عادت کے پیش نظر یہ لزوم ماننا پڑے گا۔ اس بنا پر قوم کی عادت بیان کرکے اس پر ایک واقعہ بھی تحریر فرمایا۔ مزید تفصیل آگے ایک نکتہ میں کی جائے گی ۱۲ مترجم

ماخوذ از نقول بسیار تا آنکہ متواتر بالمعنی گشتہ
و در مقالات فاروق بسیارے از آن مقالات
مذکور کردیم و روی انہ قال یوما علے المنبر
یا معاشر المسلمین ماذا تقولون لو ملت برأسی
الی الدنیا کذا و میّل رأسہ فقام الیہ رجل فسلّ
سیفہ قال أجل کنا نقول بالسیف کذا
و اشار الی قطعہ فقال ایای تعنی بقولک قال
نعم ایاک اعنی بقولی فنہرہ عمر ثلثا وہو
ینہر عمر فقال رحمک اللہ الحمد للہ الذی
جعل فی رعیتی اذا تعوّجت قوّمنی۔

نوع سوم صدیق در وقت استخلاف
فاروقؓ بیان افضلیت فاروقؓ نمود و
بردّ و انکارے پیش نیامد از حدیث
زبید بن الحارث ان ابا بکر حین حضرہ
الموت ارسل الی عمر یستخلفہ فقال
الناس تستخلف علینا فظا غلیظا
و لو قد ولینا کان افظ و اغلظ
فما تقول لربک اذا لقیتہ
و قد استخلفت علینا عمر قال
ابوبکر أبربی تخوفونی اقول اللہم
استخلفت علیہم خیر خلقک ثم
ارسل الی عمر فقال انی
موصیک بوصیۃ الحدیث اخرجہ
ابن ابی شیبۃ و از حدیث صدیقؓ
عن جابر بن عبد اللہ قال قال عمر لابی بکر یا خیر
الناس بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال
ابوبکر اما ان قلت ذاک فلقد سمعت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس
علے رجل خیر من عمر اخرجہ

بہت سی نقول سے ماخوذ ہے یہاں تک کہ متواتر بالمعنیٰ ہوگئی۔ اور مقالات
فاروقیہ میں ہم نے ان میں سے بہت سے مقالات ذکر کر دیئے ہیں۔ اور
روایت ہے کہ ایک دن انھوں نے منبر پر کہا کہ اے مسلمانوں کی جماعت
تم کیا کہتے ہو اگر میں اپنا سر دنیا کی طرف پھیر لوں اس طرح اور اپنے سر
کو آپ نے پھیرا تو اُن کے سامنے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اُس نے اپنی
تلوار کھینچی اور کہا ہاں تو ہم تلوار سے ایسا کریں گے اور اشارہ کیا
اُن کی گردن کاٹنے کی طرف۔ آپ نے کہا کہ تو اپنے قول سے میری ذات
کو مُراد لے رہا ہے؟ اُس نے کہا آپ ہی کی ذات کو مُراد لے رہا ہوں تو
اُس کو عمرؓ نے تین مرتبہ جھڑکا اور وہ عمرؓ کو جھڑکتا رہا۔ اس کے بعد
عمرؓ نے کہا خدا تجھ پر رحم کرے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری رعیت
میں ایسے لوگ رکھے کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کردیں۔

نوع سوم حضرت صدیقؓ نے فاروقؓ کو خلیفہ بنانے کے
وقت فاروقؓ کی فضیلت بیان کی اور کوئی شخص ردّ و انکار سے
پیش نہیں آیا۔ زبید بن الحارث کی حدیث سے، کہ جب ابوبکرؓ پر
موت کا وقت آیا تو انھوں نے عمرؓ کو بلوایا وہ اُن کو خلیفہ بنانا چاہتے
تھے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ آپ ہم پر ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتے
ہیں جو تیز کلام اور سخت مزاج ہے اور اگر وہ ہم پر حاکم بن گئے تو اور
بھی زیادہ سخت گو اور تند مزاج ہو جائیں گے تو آپ اپنے خدا کو کیا
جواب دیں گے جب اس سے ملیں گے اس صورت میں کہ آپ نے ہمارے
اُوپر عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا۔ ابوبکرؓ نے کہا کیا تم مجھے میرے رب سے
ڈراتے ہو؟ میں یہ کہوں گا کہ یا اللہ میں نے ان پر ایسے شخص کو خلیفہ
بنایا جو آپ کی مخلوق میں سب سے بہتر تھا۔ پھر عمرؓ کو بلایا اور فرمایا
کہ میں تم کو ایک وصیت کرنا چاہتا ہوں، آخر حدیث تک۔ اخذ کیا
اس کو ابن ابی شیبہ نے۔ اور حدیث صدیقؓ سے جو جابر بن عبد اللہ
سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ (ایک مرتبہ) عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ
اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر شخص! تو ابوبکرؓ
نے کہا کہ جب کہ تم نے مجھ سے ایسا کہا تو (اب مجھ سے بھی سُن لو) میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کسی ایسے
شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا جو عمرؓ سے بہتر ہو۔ اخذ کیا اس کو

الترمذی والحاکم والمعنے انہ خیرہم فی ایّام الخلافۃ

نوع چہارم عبدالرحمٰن بن عوف در وقتِ استخلافِ ذی النورین در مجمع عظیم شرط کرد کہ بر سیرت شیخین رض عمل کنید و حاضران تسلیم نمودند و مرتضٰے رضی اللہ عنہ در افضلیتِ ذی النورین رض بر خود مناقشہ کرد نہ برین شرط پس این معنی دلیلِ قاطع شد بر افضلیتِ شیخین رض زیراکہ حوالہ کردن احد المجتہدین بر مفضول یا مساوی غیر معقول است آز حدیث مسور بن مخرمۃ فارسلَ یعنی عبدالرحمٰن الی من کان حاضراً من المہاجرینَ والانصارِ و ارسل الی امراءِ الاجناد وکانوا وافوا تلک الحجۃ معَ عمر فلما اجتمعوا تشہّد عبدالرحمٰن ثم قال اما بعد یا علیُّ انی قد نظرتُ فی امر الناس فلم اَرَہم یعدِلون بعثمانَ و لا تجعلنَّ علٰے نفسک سبیلاً فقال اُبایعک علٰی سُنّۃِ اللہ ورسولہ والخلیفتین من بعدِہٖ فبایعہ عبدالرحمٰن وبایعہ الناسُ و المہاجرونَ والانصارُ و امراءُ الاجنادِ و المسلمونَ اخرجہ البخاری وازحدیث ابی الطفیل قال لما اُحتضِرَ عمرُ جعلہا شوریٰ بین علیٍّ و عثمانَ وطلحۃَ والزبیر وعبدِالرحمٰن و سعدٍ فقال لہم علیٌّ انشدکم اللہ ہل فیکم احدٌ آخا رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بینہٗ و بینہم اذا آخا بینَ المسلمینَ غیری قالوا

ترمذی اور حاکم نے اور معنے یہ ہیں کہ یہ اپنے زمانۂ خلافت میں سب سے بہتر ہوگا۔

نوع چہارم عبدالرحمٰن رض بن عوف نے ذی النورین رض کو خلیفہ بنانے کے وقت مجمع عظیم میں شرط کی کہ سیرتِ شیخین رض پر عمل کرو اور حاضرین نے اس کو تسلیم کیا اور مرتضٰے رضی اللہ عنہ نے جو مناقشہ حضرت ذی النورین رض سے کیا وہ اپنی ذات کے مقابلہ پر کیا نہ کہ اس شرط پر۔ تو یہ معنے افضلیتِ شیخین رض پر دلیل قاطع ہوتے کیونکہ ہر دو اجتہاد کرنے والوں (یعنی خلافت کے امیدواروں) کو مفضول (یعنی کم مرتبہ) یا برابر مرتبہ والے کا حوالہ دینا کہ تم کو اُن کی سیرت پر عمل کرنا ہوگا) عقل میں آنے والی بات نہیں۔ آز حدیث مسور بن مخرمہ سے، پھر انھوں نے یعنی عبدالرحمٰن رض بن عوف نے جو مہاجرین و انصار موجود تھے اُن کو بُلوایا اور اُمراءِ جیوش کو بلوایا جو اس سال حضرت عمر رض کے پاس آئے ہوئے تھے۔ جب کہ سب لوگ جمع ہوگئے تو عبدالرحمٰن رض نے خطبہ پڑھا پھر کہا اما بعد اے علی رض! میں نے لوگوں کی رائے معلوم کرنے کی کوشش کی تو میں نے اُن کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی کو عثمان رض کے برابر سمجھتے ہوں تو آپ اپنی ذات کے لئے اب اس خیال کو چھوڑ دیجئے۔ تو (حضرت علی رض نے حضرت عثمان رض سے) کہا کہ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں اللہ کی اور رسول کی اور اُن دونوں خلیفہ کے طریقہ پر جو اُن کے بعد ہوئے ہیں۔ پھر اُن کے بعد اُن سے عبدالرحمٰن رض بن عوف نے بیعت کی اور عام لوگوں نے بیعت کی اور مہاجرین و انصار اور اُمرائے جیوش اور سب مسلمانوں نے۔ اس روایت کو بخاری نے اخذ کیا۔ آور حدیث ابی الطفیل سے، کہا کہ جب عمر رض کا وفات کا وقت آیا تو انھوں نے خلافت کو علی رض اور عثمان رض اور طلحہ رض و زبیر رض اور عبدالرحمٰن رض (بن عوف) و سعد رض (بن ابی وقاص) کے مشورہ پر موقوف کردیا۔ تو اُن سے علی رض نے کہا کہ میں تم سے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ اس کے اور اپنے درمیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مواخات قائم کی ہو میرے سوا جب آپ نے مسلمانوں کے درمیان مواخات قائم کی تھی۔ سب نے جواب دیا کہ

اللّٰہم لا اخرجہ ابو عمر و اخرج البخاری فی قصۃ الاتفاق علی عثمان من حدیث عمرو بن میمون فلما فرغ من دفنہ اجتمع ہؤلاء الرہط فقال عبد الرحمٰن اجعلوا امرکم الی ثلثۃ منکم قال الزبیر قد جعلت امری الی علی وقال طلحۃ قد جعلت امری الی عثمان وقال سعد قد جعلت امری الی عبد الرحمٰن فقال عبد الرحمٰن ایکما تبرأ من ہذا الامر فنجعلہ الیہ واللّٰہ علیہ والاسلام لینظرن افضلہم فی نفسہ فاسکت الشیخان فقال عبد الرحمٰن افتجعلونہ الی واللّٰہ علی لا آلو عن افضلکم قالا نعم فاخذ بید احدہما وقال لک قرابۃ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والقدم فی الاسلام ما قد علمت فاللّٰہ علیک لئن امرتک لتعدلن ولئن امرت عثمان لتسمعن ولتطیعن ثم خلا بالآخر فقال لہ مثل ذلک فلما اخذ المیثاق قال ارفع یدک یا عثمان فبایعہ وبایع لہ علی وولج اہل الدار

اللہ جانتا ہے کوئی نہیں۔ اخذ کیا اس کو ابو عمر نے۔ اور بخاری نے ذکر کیا عثمان رض پر متفق ہونے کے قصہ میں عمرو بن میمون کی حدیث میں کہ جب لوگ حضرت عمر رض کے دفن سے فارغ ہوئے تو اس جماعت کے حضرات (ممبران شوریٰ) مجتمع ہوئے تو عبد الرحمٰن رض نے کہا کہ اپنے اختیار کو اپنے میں سے تین کے سپرد کردو۔ اس پر زبیر رض نے کہا کہ میں نے اپنا اختیار علی رض کو دیا اور طلحہ رض نے کہا کہ میں نے اپنا اختیار عثمان رض کو دیا اور سعد رض نے کہا کہ میں نے اپنا اختیار عبد الرحمٰن رض کو دیا۔ پھر عبد الرحمٰن رض نے کہا کہ تم دونوں میں سے کون اس (دعوے سے) دست بردار ہوتا ہے۔ تاکہ ہم اس امر کا فیصلہ کرنا اسی سے متعلق کردیں اور اس کے اوپر اللہ کا اور اسلام کا یہ حق ہوگا کہ وہ خود جس کو افضل سمجھے منتخب کرلے۔ اس پر دونوں بزرگ (حضرت عثمان رض و حضرت علی رض) خاموش رہے۔ پھر عبد الرحمٰن رض نے کہا کیا تم دونوں اپنا اختیار میری طرف منتقل کرتے ہو اور خدا کے واسطے یہ میرے ذمہ ہے کہ تم میں جو افضل ہو میں اس سے روگردانی نہ کروں دونوں نے کہا کہ ہاں! پھر انھوں نے دونوں میں سے ایک (یعنی علی رض) کا ہاتھ پکڑا اور (تنہائی میں لے جاکر) کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تمہاری قرابت خاص ہے اور تم کو اسلام میں تقدم حاصل ہے میں یہ سب جانتا ہوں تو اللہ کی قسم دے کر میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر میں نے آپ کو خلیفہ بنایا تو آپ عہد کریں کہ آپ عدل کریں گے اور اگر میں نے عثمان رض کو خلیفہ بنایا تو آپ اس کا حکم سنیں اور اطاعت کریں گے پھر دوسرے کو تخلیہ میں لیجاکر ویسی ہی اس سے گفتگو کی۔ پھر جب عہد لے لیا تو کہا کہ اے عثمان رض اپنا ہاتھ اٹھاؤ تو ان سے عبد الرحمٰن رض نے بیعت کی اور علی رض نے ان سے بیعت کی اور سب اہل مدینہ آگئے

ل دونوں حضرات اس لئے خاموش رہے کہ دونوں دیانۃً اس امر کا اپنے کو زیادہ اہل سمجھتے تھے۔ اب دعویٰ سے دست بردار ہوکر حکم بنتے تو یہ مشکل پیش آتی کہ اگر اپنے حق میں فیصلہ دیتے تو مطعون ہوتے اور دوسرے کے حق میں فیصلہ دینا اس حق کے خلاف جاتا جس کو دونوں بجا طور پر خود دیانۃً صحیح سمجھے ہوئے تھے اس لئے دونوں نے اس کو پسند نہ کیا ۱۲ اشتیاق احمد ؎ یہاں راوی نے اختصار کردیا ہے اس کے بعد کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن رض نے تین روز کی مہلت مانگی اور اس تین روز میں تمام مسلمانوں کا عندیہ لیا۔ اتفاق سے اس وقت بوجہ موسم حج کے اطراف وجوانب کے بھی بہت سے مسلمان جمع تھے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے کسی مسلمان کو ایسا نہ پایا جو حضرت علی رض کو حضرت عثمان رض پر ترجیح دیتا ہو۔ مولانا عبد الشکور مرحوم مترجم جلد اول ازالۃ الخفاء۔

نمایند۔

نوعِ پنجم مرتضیٰ در ایامِ خلافتِ خود در مجالسِ متعددہ افضلیتِ شیخین رضی اللہ عنہما را بترتیب بیان نمود و جمعے را کہ درین مسئلہ ظنِ فاسد داشتند زجر فرمود و فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر بودند و از کسی منعے و اعتراضے ظاہر نشد و این آثار بحدِ تواتر رسیدہ اند چنانکہ عنقریب ذکر می کنیم و پیش از آنکہ بروایتِ آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین مشغول شویم بریک نکتہ مطلع سازیم صحابی یا تابعی و غیرِ ایشان از عدول و ثقات قبل از تمذہب بمذہب سلف و تعصبِ ہر شخصے برائی مذہب خود و قبل از جمع احادیث بلدان و تکلمِ ہر یک در تطبیق و تاویلِ آن اگر حدیثی روایت کند و بصحتِ آن جزم نماید ظاہر آنست کہ بمنطوقِ آن قائل است زیرا کہ باوجود صحتِ حدیث نزدیکِ او اگر بمنطوقِ آن قائل نباشد ساقط العدالت گردد و قیدِ قبلیت ازین جہت نمودیم کہ بعد ازین حوادث ترکِ عمل بر حدیث بعلت آنکہ عمل بحدیث نمی تواند کرد الا مجتہدِ مطلق و درین زمانہ اجتہاد مفقود است شائع و عادتِ مستمرہ گشتہ ہر چند آن ہمہ خطا است لیکن نزدیکِ خویش عذری درست ساختہ اند و ہمچنین آرای در تطبیقِ احادیث و تاویلِ آن مختلف شدہ پس ممکن است بلکہ واقع است کہ علماء حدیثی روایت کنند و بصحتِ آن جازم باشند و بر منطوقِ آن عمل ننمایند و سببِ آن خطائے اجتہادی باشد و عدالتِ ایشان ساقط نگردد بخلافِ زمانِ پیشین کہ این چیزہا آنجا نبود و قیدِ منطوق ازین جہت گفتیم کہ ممکن است کہ عدل حدیثی روایت کند و بصحتِ آن جازم باشد و آن حدیث مفہومی یا مقتضائے دارد

ان سے بیعت کی۔

نوعِ پنجم مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایامِ خلافت میں بہت سی مجالس میں شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کو ترتیب کے ساتھ بیان کیا اور اس جماعت کو جو اس مسئلہ میں ظن فاسد رکھتے تھے ڈانٹا اور فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم موجود ہوتے تھے اور کسی سے کوئی منع اور اعتراض ظاہر نہ ہوا اور یہ آثار حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے اور اس سے پہلے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے آثار بیان کرنے میں مشغول ہوں ایک نکتہ پر مطلع کرتے ہیں۔ سلف کے خاص خاص مذہب بننے سے پہلے اور ہر شخص کو اپنے مذہب پر تعصب پیدا ہو جانے سے پہلے اور شہروں سے احادیث کے جمع ہونے اور ہر ایک کے ان کی تطبیق اور تاویل میں کلام کرنے سے پہلے اگر کوئی صحابی یا تابعی یا ان کے سوا کوئی اور کسی حدیث کی روایت کرے اور اس کی صحت پر یقین کرے تو ظاہر ہے کہ جو کچھ اس کلامِ مروی کا مفہوم اور منشاء ہے وہ اس کا قائل ہے اس لئے کہ اس کے باوجود کہ اس کے نزدیک حدیث صحیح ہے اگر وہ اس کے مفہوم کا قائل نہ ہوگا تو وہ عدالت سے ساقط ہو جائے گا۔ اور ہم نے "پہلے" کی قید اس لئے لگائی ہے کہ ان حوادث کے بعد اس علت کی بنا پر حدیث پر عمل صرف مجتہد مطلق ہی کر سکتا ہے اور اس زمانہ میں اجتہاد مفقود ہے حدیث پر عمل کا ترک کرنا شائع اور عادتِ مستمرہ ہو چکا ہے، ہر چند کہ یہ سب خطا ہے لیکن اپنے نزدیک ایک عذرِ درست بنا رکھا ہے! اسی طرح احادیث کی تطبیق اور تاویل میں لوگوں کی آراء مختلف ہو گئیں، تو یہ بات ممکن بلکہ واقع ہے کہ علماء ایک حدیث کو روایت کریں اور اس کی صحت کا یقین بھی رکھتے ہوں اور اس کے منطوق پر عمل نہ کریں اور اس کا سبب ایک خطائے اجتہادی ہوگا اور اُن کی عدالت ساقط نہ ہوگی۔ بخلاف پہلے زمانے کے کہ یہ چیزیں وہاں نہیں تھیں اور "منطوق" کی قید ہم نے اس لئے بڑھائی کہ ممکن ہے کہ ایک راویِ عدل کسی حدیث کی روایت کرے اور وہ اس کی صحت کا یقین بھی رکھتا ہو اور وہ حدیث ایک ایسا مفہوم یا مقتضاء رکھتی ہے

دقیق المأخذ و آن را اصلاً نمی فہمد و ذہن او بآن انتقال نماید فضلاً از آنکہ بآن قائل شود و مذہب خود گیرد زیراکہ نفوس در ادراک مفہومات و مقتضیات مختلف اند و در ردّ و قبول آن مذاہب پراگندہ دارند و این سخن بہمان می ماند کہ اصولیان گفتہ اند کہ سکوت قوم از ردّ قولی اجماع است بر آن قول پیش از تدوین مذاہب نہ بعد از آن پس ہر کہ حدیثی را کہ بر افضلیت شیخین دلالت کند بمنطوق روایت کردہ است آن را در عداد اجماع و اتفاق می توان شمرد چون این نکتہ ذکر کردہ شد باصل غرض متوجہ شویم۔

اما حکایت اقوال فقہائے صحابہ رض و تابعین رح مسئلہ افضلیت شیخین رض تفصیلاً استیعاب آن متعذر است برنمودجی اکتفا کنیم۔ اما اقوال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ در افضلیت خود اخرج الترمذی عن ابی سعید الخدری قال قال ابوبکر الستُ احقّ الناس بہا الستُ اوّل من اسلمَ الستُ صاحبَ کذا الستُ صاحبَ کذا و قد اختلف فی ارسال ہذا الحدیث ووصلہ وعن عمرو ابن الحارث عن ابیہ انّ ابابکر الصدّیق قال ایکم یقرأ سورۃَ التوبۃ قالَ رجلٌ انا قال اقرأ فلما بلغ اِذْ یقولُ لِصاحبہٖ لاتحزنْ بکیٰ وقالَ واللہِ انا صاحبُہ۔

واما اقوال صدیق رض در افضلیت فاروق رض۔ اخرج الترمذی عن جابر بن عبد اللہ قالَ قالَ عمرُ لابی بکر یا خیرَ الناسِ بعدَ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر اما انّک قلتَ ذاک فلقد سمعتُ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقولُ ما طلعت الشمسُ علٰی رجلٍ خیرٍ من عمر

جو دقیق الماخذ ہے اور وہ اس کو قطعاً نہ سمجھے اور اس کا ذہن اس کی جانب منتقل نہ ہو چہ جائیکہ اُس کا قائل ہو اور اُس کو اپنا مذہب بنائے کیونکہ مفہومات و مقتضیات کے ادراک میں نفوس مختلف ہیں اور اُن کے ردّ اور قبول کی بناء پر الگ الگ مذاہب رکھتے ہیں اور بات اسی طرح کی ہے جو اصولی حضرات نے کہی ہے کہ قوم کا سکوت کسی قول کے رد سے اُس قول پر اجماع ہوتا ہے (بشرطیکہ وہ) قول تدوینِ مذاہب سے پہلا ہو، اُن سے بعد کا نہ ہو۔ تو جس نے کسی ایسی حدیث کی روایت کی ہے جو کہ افضلیتِ شیخین رض پر دلالت کرتی ہو اُس کو اجماع و اتفاق کے زمرہ میں شمار کر سکتے ہیں۔ یہ نکتہ ذکر کر دینے کے بعد اب ہم اصل غرض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

رہی فقہاء صحابہ رض و تابعین رح کے اقوال کی حکایت افضلیت شیخین کے بارے میں تو اُن سب کو اکٹھا کرنا تو دشوار ہے بطور نمونہ (چند اقوال) پر ہم اکتفاء کرتے ہیں۔ اب صدیق اکبر رض کے اقوال کو لیجئے اپنی افضلیت میں۔ ترمذی نے روایت کیا ہے ابوسعید خدری رض سے کہا کہ ابوبکر رض نے فرمایا کہ کیا میں اس کا سب لوگوں سے زیادہ حقدار نہیں ہوں۔ کیا میں وہ شخص نہیں ہوں جو سب سے پہلے اسلام لایا۔ کیا میں صاحب فلاں وصف اور صاحب فلاں وصف نہیں ہوں۔ اور اس حدیث کے ارسال اور وصل میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اور عمرو بن الحارث سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رض نے فرمایا کہ تم میں کون سورۃ توبہ پڑھ سکتا ہے ایک شخص نے کہا کہ میں۔ فرمایا کہ پڑھو۔ جب وہ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ پر پہنچا تو رونے لگے اور کہا واللہ وہ صاحب آپ کا میں تھا۔

اور اب لیجئے صدیق رض کے اقوال فاروق رض کی افضلیت میں۔ ترمذی نے روایت کیا جابر بن عبد اللہ رض سے، کہا کہ (ایک مرتبہ) عمر رض نے ابوبکر رض سے کہا کہ اے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے بہتر شخص تو ابوبکر رض نے کہا کہ جب تم نے یہ کہا تو (مجھ سے بھی سن لو) واللہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ آفتاب طلوع نہیں ہوا کسی ایسے شخص پر جو عمر رض سے بہتر ہو

وَاخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ عَنْ زُبید بن الحارث اِنَّ ابابکر حین حضرہُ الموتُ ارسَلَ اِلےٰ عمر لیستخلفہ فقالَ النّاسُ تَستَخلِفُ علینا فظًّا غلیظًا ولَو قد وَلِیَنَا کانَ افظّ واَغلَظ فما تقولُ لِرَبِّکَ اذا لقیتَہٗ وقد استخلفتَ علینا عُمَر قالَ ابوبکر اَبِرَبّی تُخَوِّفُونی اقول اللّٰھم استخلفتُ علیھم خیرَ خلقِکَ الحدیث وَاخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ عن محمّد عن رَجُلٍ من بنی زُرَیق فی قصّۃٍ طویلۃٍ قالَ ابوبکر لعُمَر انتَ اَقوٰی مِنّی فقالَ عُمَر انتَ اَفضَلُ مِنّی۔

اما اقوال فاروق رضی اللہ عنہ در افضلیتِ صدیق رضی اللہ عنہ بیرون از حدِّ شمار است تا آنکہ بحدِّ تواتر رسیدہ است در بعض روایات خیر النّاس گفتہ است و در بعض سَبّاق اِلے الخیر و در بعض اَحَقُّ بالخلافۃ و معلوم است کہ خلافت مشروط است بشروطِ کمال و اَحقُّ بالخلافۃ اکملِ مردمان است درآن صفات فَمِن حدیثِ عائشۃ اخرج البخاری عَنْ عائشۃ فی قصّۃ سقیفۃ بنی ساعدۃ فقال عُمَر بَل نُبایِعُکَ انتَ فانتَ سیّدُنا وخیرُنا واَحبُّنا اِلےٰ رسولِ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وَاخرج الحاکم عَن ہشام بن عروۃ عن اَبیہ عن عائشۃ عن عمر قال کان ابوبکر سیّدنا وخیرنا و احبّنا اِلےٰ رسولِ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وَمِن حدیثِ ابن عباسٍ اخرج البخاری عن ابن عباسٍ خطبۃ عمر فی قصّۃِ الاتفاقِ علےٰ ابی بکرٍ و جواب مَن قال انما کانَ بیعۃُ ابی بکرٍ

اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا زُبید بن الحارث سے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو اُنھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو بُلوایا تاکہ اُن کو خلیفہ بنائیں تو لوگوں نے کہا کہ آپ ہم پر ایک تیز کلام اور سخت مزاج شخص کو خلیفہ بناتے ہیں اور جب کہ وہ خود ہمارا والیٔ امور ہو جائے گا تو اور بھی زیادہ درشت کلام اور تُند خُو ہو جائے گا تو آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے جب کہ آپ عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر اُس سے ملیں گے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم میرے رب سے مجھے ڈراتے ہو۔ میں کہوں گا کہ اے اللہ میں نے ایسے شخص کو اُن پر خلیفہ بنایا جو آپ کی مخلوق میں سب سے اچھا تھا، آخر تک۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا محمد سے اُنھوں نے بنی زُریق کے ایک شخص سے ایک طویل قصہ میں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم مجھ سے زیادہ قوی ہو۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم مجھ سے افضل ہو۔

یہ ہے فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوال صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں۔ تو وہ حدِ شمار سے باہر ہیں یہاں تک کہ حدِ تواتر پر پہنچے ہوتے ہیں۔ بعض روایات میں آپ نے خیر النّاس (سب لوگوں سے بہتر) اور بعض میں سبّاق الی الخیر (خیر کی طرف سب سے زیادہ بڑھنے والے) اور بعض میں خلافت کے سب سے زیادہ مستحق کہا ہے اور معلوم ہے کہ خلافت شروطِ کمال کے ساتھ مشروط ہے، اور جو احق بالخلافت ہے وہ اِن صفات (کمال) میں سب لوگوں سے کامل تر ہے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ بخاری نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا سقیفہ بنی ساعدہ کے قصہ میں کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بلکہ ہم بیعت کریں گے آپ سے، صرف آپ سے، کیونکہ آپ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں۔ اور روایت کیا حاکم نے ہشام بن عروہ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ (زُبیر) سے وہ (اپنی خالہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ عمر رضی اللہ عنہ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے تھے۔ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ روایت کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بیعت کے متفق ہونے کے بارے میں اُس شخص کے جواب میں جس نے کہا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت

فلتةً وفي تلك الخطبة قال عمر ثم انه بلغني ان قائلا منكم يقول والله لو مات عمر بايعت فلانا فلا يغترن امرء ان يقول انما كان بيعة ابي بكر فلتة وتمت الا وانها قد كانت كذلك ولكن الله وقى شرها وليس فيكم من يقطع الاعناق اليه مثل ابي بكر وفي هذا الحديث ايضا كان والله ان اقدم فيضرب عنقي لا يقربني ذلك من اثم احب الي من ان اتأمر على قوم فيهم ابوبكر ومن حديث انس اخرج البخاري عن انس انه سمع خطبة عمر الآخرة وفيها فان يك محمد صلى الله عليه وسلم قد مات فان الله قد جعل بين اظهركم نورا تهتدون به هدى الله محمدا صلى الله عليه وسلم وان ابابكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وثاني اثنين وانه اولى المسلمين بامورکم فقوموا فبايعوه ومن حديث شيبة اخرج البخاري عن ابي وائل قال جلست مع شيبة على الكرسي في الكعبة فقال لقد جلس هذا المجلس عمر فقال هممت ان لا ادع فيها صفراء ولا بيضاء الا قسمته قلت ان صاحبيك لم يفعلا قال هما المرءان اقتدي بهما

اچانک ہوگئی۔ اور اس خطبہ میں عمر رض نے کہا، پھر مجھے یہ بات پہنچی کہ تم میں سے کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ واللہ اگر عمر رض کا انتقال ہوجائے تو میں فلاں سے بیعت کروں گا تو کوئی شخص ہرگز اس دھوکے میں نہ پڑے کہ ابوبکر رض کی بیعت تو صرف اچانک ہوگئی اور مکمل بھی ہوگئی (یعنی اچھی طرح سوچ سمجھ کر نہیں کی گئی اور جلد مکمل ہوجانے کی وجہ سے اس پر کلام کرنے کا موقع نہ نکل سکا) یاد رکھو وہ ہوئی اسی طرح سے ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا اس کے شر سے (ایک سب سے بہترین شخص پر لوگوں کو متفق بنا کر سوچنے سمجھنے کے بعد بھی کرنا پڑتا) اور تم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کی جانب اس طرح لوگوں کی گردنیں جھکتی ہوں جس طرح ابوبکر رض کے سامنے جھکتی تھیں۔ اور اس حدیث میں یہ بھی ہے، حال یہ تھا واللہ کہ میں آگے بڑھایا جاؤں اور میری گردن ماردی جاتے اور اس حال پر مجھے کسی گناہ کی حیثیت نہ پہنچاتے (یعنی بے گناہ قتل ہوجاؤں) یہ مجھے پسند تھا اس سے کہ میں امیر بنوں اس قوم پر جس میں ابوبکر رض موجود ہو۔ اور حدیث انس رض سے۔ روایت کیا بخاری نے انس رض سے کہ انہوں نے عمر رض کا آخر کا خطبہ سنا اور اس میں تھا اب یہ حادثہ واقع ہوچکا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے ایسا نور بھیجدیا جس سے تم ہدایت حاصل کرتے ہو اور اسی سے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی تھی اور یہ (نعمت بھی تم کو میسر ہے) کہ ابوبکر رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب (خاص موجود) ہیں اور ثانی اثنین اور تمہارے امور کے بارے میں تمام مسلمانوں سے اولیٰ ہیں تو اٹھو اور ان سے بیعت کرو۔ اور حدیث شیبہ سے۔ روایت کیا بخاری نے ابووائل سے کہا کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا تھا۔ شیبہ نے کہا کہ اس مقام پر (ایک مرتبہ) عمر رض بیٹھے ہوتے تھے اور یہ فرمایا تھا کہ میں نے ارادہ کیا کہ کعبہ میں زرد اور سفید (یعنی سونا چاندی) نہ چھوڑوں سب تقسیم کرڈالوں۔ میں نے کہا کہ آپ کے دونوں صاحبوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رض) نے تو ایسا نہیں کیا۔ فرمایا وہی دونوں شخص تو ہیں جن کی اقتداء کررہا ہوں (اور ان کو یہاں چھوڑے

وَمن حديث رجلٍ من بني زُريق اخرج ابوبكر بن ابي شيبة في قصة الاتفاق على ابي بكر قال عُمر فبايعوا ابا بكرٍ فقال ابو بكرٍ لعُمر انت اقوى مني فقال عُمر انت افضل مني فقالاها الثانية فلما كانت الثالثة قال له عُمر انّ قوّتي لك مع فضلك قال فبايعوا ابا بكرٍ ومن حديث جابر بن عبد الله قال عُمر لابي بكرٍ يا خيرَ الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابو بكر اما انك ان قلتَ ذلك فلقد سمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول ما طلعت الشمسُ على رجلٍ خيرٍ من عمر اخرجه الترمذي ومن حديث ابن عمر قال قيل لعُمر الا تستخلف قال ان استخلف فقد استخلف مَن هو خيرٌ مني ابو بكرٍ وان اترك فقد ترك مَن هو خيرٌ مني رسولُ الله صلى الله عليه وسلم اخرجه البخاري ومن ضبة بن محصن قال قلتُ لعُمر بن الخطاب انت خيرٌ من ابي بكرٍ فبكى وقال والله لليلةٌ من ابي بكرٍ ويومٌ خيرٌ من عُمر عُمر هل لك ان احدثك عن ليلته ويومه قال قلتُ نعم يا امير المؤمنين قال اما ليلته فلما خرج رسولُ الله صلى الله عليه وسلم هارباً من اهل مكة خرج ليلاً فتبعه ابو بكرٍ فجعل يمشي مرةً امامه ومرةً خلفه ومرةً عن يمينه ومرةً عن يساره فقال له رسولُ الله صلى الله عليه وسلم ما هٰذا يا ابا بكر من فعلك قال يا رسولَ الله اذكر الرصد فاكون امامك و اذكر الطلب

ہوتے ہوں)۔ اور بنی زُریق کے ایک شخص کی حدیث سے۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا حضرت ابوبکر رض پر اتفاق کے قصہ میں کہ عمر رض نے لوگوں سے کہا کہ ابوبکر رض سے بیعت کرو۔ تو ابوبکر رض نے کہا کہ تم مجھ سے زیادہ قوی ہو۔ اس پر عمر رض نے کہا کہ تم مجھ سے افضل ہو۔ یہی بات پھر دوبارہ ہوتی۔ پھر جب تیسری مرتبہ کی نوبت آئی تو اُن سے عمر رض نے کہا کہ میری قوت آپ کے لئے آپ کی فضیلت کے ساتھ (مل جائیگی) تو لوگوں نے ابوبکر رض سے بیعت کی۔ اور جابر بن عبد اللہ رض کی حدیث سے۔ عمر رض نے ابوبکر رض سے کہا اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر تو ابوبکر رض نے کہا کہ جب تم نے یہ کہا (تو مجھ سے بھی سُن لو) واللہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ آفتاب طلوع نہیں ہوا کسی ایسے شخص پر جو عمر رض سے بہتر ہو، اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور ابن عمر رض کی حدیث سے۔ کہا کہ عمر رض سے کہا گیا کہ آپ (کسی کو) خلیفہ نہیں بناتے۔ کہا کہ اگر میں خلیفہ بناؤں تو (گنجائش ہے کہ) جو شخص مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکر رض اس نے خلیفہ بنایا اور اگر چھوڑ دوں تو۔ (اس کی بھی گنجائش ہے کہ) اُس نے اس کام کو چھوڑا جو مجھ سے بہتر تھا یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ضبہ بن محصن سے مروی ہے کہا کہ میں نے عمر بن الخطاب رض سے کہا کہ آپ ابوبکر رض سے بہتر ہیں تو رو پڑے اور کہا کہ واللہ ابوبکر رض کی ایک رات اور ایک دن عمر رض کی تمام عمر سے بہتر ہے۔ کیا میں تم سے اُنکی اُس رات اور اُن کے اُس دن کی بات بیان کردوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیر المؤمنین رض ضرور فرمایئے۔ کہا کہ ان کی رات کی بات تو یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے بھاگ کر نکلے تو رات کے وقت نکلے اور ابوبکر رض ان کے ساتھ ہوئے تو چلنا شروع کیا کبھی اُن کے آگے چلنا شروع کردیتے تھے اور کبھی اُن کے پیچھے اور کبھی اُن کے دائیں اور کبھی اُن کے بائیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے ابوبکر رض یہ تم کیا کررہے ہو تو ابوبکر رض نے کہا کہ یا رسول اللہ گھات لگانے والوں کا خیال آجاتا ہے تو میں آپ سے آگے ہوجاتا ہوں اور تعاقب کرنیوالوں کا خیال آتا ہے تو

فأكون خلفك ومرة عن يمينك ومرة عن يسارك لا آمن عليك قال فمشى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلته على أطراف أصابعه حتى حفيت رجلاه فلما رآها أبوبكر رضي الله عنه أنهما قد حفيت حمله على كاهله جعل يشتد به حتى أتى به فم الغار فأنزله ثم قال له والذي بعثك بالحق لا تدخله حتى أدخله فإن كان فيه شيء نزل بي قبلك فدخل فلم ير شيئا فحمله فأدخله وكان في الغار خرق فيه حيات وأفاعي فخشي أبوبكر أن يخرج منهن شيء فيؤذي رسول الله صلى الله عليه وسلم فألقمه قدمه فجعلن يضربنه وتلسعه الحيات والأفاعي وجعلت دموعه تنحدر ورسول الله صلى الله عليه وسلم يقول له يا أبابكر لا تحزن إن الله معنا فأنزل الله سكينته الطمأنينة لأبي بكر فهذه ليلته وأما يومه فلما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وارتدت العرب فقال بعضهم نصلي ولا نزكي وقال بعضهم لا نصلي ولا نزكي

آپ کے پیچھے ہوتا ہوں اور کبھی آپ کے دائیں ہوتا ہوں اور کبھی آپ کے بائیں مجھے آپ کی نسبت (دشمنوں کے شر سے بچنے کا) اطمینان نہیں ہو رہا ہے۔ عمر رض نے بیان کیا کہ اس رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (کھوج لگانے والوں کے اندیشہ سے) پنجوں پر چل رہے تھے (ننگے پاؤں سے) یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں تھک گئے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حالت کو دیکھا کہ آپ کے دونوں پاؤں تھک چکے ہیں تو آپ کو اپنے کندھے پر سوار کیا اور آپ کو لے کر تیز چلنا شروع کیا یہاں تک کہ آپ کو غار کے دہانے تک لے آئے۔ پھر آپ کو اُتارا۔ پھر آپ سے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ اس میں داخل نہ ہوں جب تک اس میں میں نہ پہنچ جاؤں کہ اس میں اگر کوئی (موذی) چیز ہوئی تو وہ آپ سے پہلے مجھ پر آپڑے۔ تو غار میں داخل ہوئے۔ جب کوئی چیز نہ دیکھی (یعنی خطرہ باقی نہ چھوڑا) تو پھر آپ کو اُٹھا کر اندر داخل کیا۔ اور غار میں سوراخ تھے (جو کپڑا ختم ہو جانے کی وجہ سے بند نہ ہو سکے تھے) چھوٹے بڑے اور افعی کی قسم کے سانپ تھے تو ابوبکر رض کو اندیشہ ہوا کہ ان میں سے کچھ نہ نکل آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائے تو اُن پر اُنھوں نے اپنا قدم رکھدیا اب ان سانپوں اور افاعی نے مُنہ مارنا اور ڈسنا شروع کر دیا اور اُن کے آنسو بہنے شروع[1] ہو گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن سے فرما رہے تھے اے ابوبکر رض غم نہ کر بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ تعالےٰ نے اپنی سکینت یعنی طمانینت ابوبکر رض پر نازل کر دی۔ تو یہ تو آپ کی رات تھی۔ رہا دن تو اُس کا حال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور عرب مرتد ہو گیا کہ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہ دیں گے اور اُن میں سے بعض نے کہا کہ نہ ہم نماز پڑھیں گے اور نہ زکوٰۃ دینگے

[1] احقر عرض کرتا ہے کہ مقاماتِ عالیہ کے لئے مجاہدات ضروری ہوتے ہیں حضرت ابوبکر رض کو اس عظیم الشان ریاضت اور مجاہدے کا موقع کیسے ملتا اگر غار میں داخل ہونے کا یہ ابتلاء نہ پیش آتا اور جو مقاماتِ رفیعہ اس ابتلاء کے بعد ملنے والے تھے ان پر کیونکر فائز ہوتے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اِس طرح اور ایسے خطرات سے گزارنے میں بڑی مصالح مضمر تھیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے یعنی ابوبکر رض کو ایک عظیم الشان مجاہدے کا موقع دینا ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

فانيته ولا آلوه نصحا فقلت يا خليفة رسول الله تألف الناس وارفق بهم فقال جبار في الجاهلية خوار في الإسلام فبما ذا أتألفهم بشعر مفتعل او بشعر مفترى قبض النبي صلى الله عليه وسلم وارتفع الوحي فوالله لو منعوني عقالا مما كانوا يعطون رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم عليه فقاتلنا معه وكان والله رشيد الامر فهذا يومه ومن حديث علقمة بن قيس قال جاء رجل الى عمر وهو بعرفة فذكر قصة عبد الله بن مسعود وبشارة النبي صلى الله عليه وسلم له قال عمر قلت والله لاغدون اليه فلابشرنه قال فغدوت اليه لابشره فوجدت ابا بكر قد سبقني اليه فبشره ولا والله ما سابقته الى خير قط الا سبقني اليه اخرجه احمد ومن حديث اسلم مولى عمر قال سمعت عمر بن الخطاب يقول امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نتصدق فذكر الحديث الى ان قال قلت لا اسبقه الى شئ ابدا اخرجه الترمذي ومن حديث مالك ابن اوس بن حدثان النضري اخرج البخاري في قصة بني النضير ومخاصمة عباس وعلي والله يعلم انه بار راشد تابع

میں اُن کے پاس آیا اور میں اُن کی خیرخواہی میں کوتاہی نہ کرتا تھا۔ میں نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ! لوگوں کی دلجوئی کیجئے اور ان کے ساتھ نرمی کیجئے تو فرمایا کہ تو جاہلیت میں تو بیباک تھا اور اِسلام میں بزدل بن گیا۔ کس بات سے میں اُن کی دلجوئی کروں کیا (شعرا کے) بنائے ہوئے اشعار کے ساتھ یا (خود) جھوٹے اشعار بناکر اُن کی (دلجوئی کروں) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوچکی اور وحی اُٹھ چکی، تو واللہ اگر ان لوگوں نے مجھ سے اونٹ باندھنے کی ایک چھوٹی سی رسّی بھی روکی ان اشیاء میں سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس پران سے قتال کروں گا تو اُن کے ساتھ مل کر ہم نے قتال کیا اور ابوبکرؓ واللہ اس امر میں صائب الرّای تھے (کہ اُنھوں نے اسلام کو ضائع ہونے سے بچالیا) تو یہ اُن کا وہ دن ہے۔ اور حدیث علقمہ بن قیس سے، کہا کہ ایک شخص عمرؓ کے پاس آیا جب کہ وہ عرفہ میں تھے اور اُس نے عبداللہ بن مسعودؓ کے قصہ کا اور اُن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بشارت دینے کا ذکر کیا۔ عمرؓ نے بیان کیا کہ میں نے سوچا کہ واللہ صبح ہی میں عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس جاکر اُن کو ضرور بشارت دے کر آؤں گا۔ فرمایا کہ میں صبح کو بشارت دینے کے لئے ان کے پاس پہنچا تو میں نے وہاں ابوبکرؓ کو پایا جو اُن کے پاس مجھ سے پہلے پہنچ چکے اور بشارت دے چکے تھے اور واللہ جب بھی میں نے کسی خیر میں اُن کے ساتھ دوڑ لگائی تو وہی خیر کی طرف مجھ سے سبقت لے گئے۔ اس کو روایت کیا احمد نے۔ اور اسلم مولے عمرؓ کی حدیث سے۔ کہا کہ میں نے سنا عمرؓ بن الخطاب سے فرماتے تھے کہ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ صدقہ دیں۔ اس حدیث کو ذکر کیا یہاں تک کہ عمرؓ نے کہا کہ میں نے سمجھ لیا کہ میں ابوبکرؓ سے کسی چیز میں کبھی آگے نہ بڑھ سکوں گا، اس کو روایت کیا ترمذی نے۔ اور مالک بن اوس بن حدثان النضری کی حدیث سے۔ روایت کیا بخاری نے بنی نضیر کے قصّہ میں اور عباسؓ و علیؓ کی مخاصمت میں (جو اپنا جھگڑا لے کر بغرض فیصلہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تھے۔ عمرؓ نے کہا) اور اللہ جانتا ہے کہ وہ (یعنی ابوبکرؓ) نیکی کرنے والے صائب الرّای

للحق۔

اما اقوال فاروق رض در افضلیت خود پس از آں جملہ است قول او وافقت ربی فی ثلٰث فی مقام ابراہیم وفی الحجاب وفی اساریٰ بدر اخرجہ مسلم والبخاری نحوہ ودر صحیح مسلم حدیث ابن عباس رض کہ سوال کرد عمر رض را از آں دو زن کہ صغت قلوبکما در شان ایشان نازل شدہ صریح تر مذکور است اخرجہ مسلم واخرج محمد بن الحسن فی الموطا عن سالم بن عبداللہ قال قال عمر بن الخطاب لو علمت ان احدا اقوی علی ہذا الامر منی لکان ان اقدم فیضرب عنقی اہون علی فمن ولی ہذا الامر بعدی فلیعلم ان سیردہ عنہ القریب والبعید وایم اللہ ان کنت لاقاتل الناس عن نفسی۔

واما اقوال فاروق رضی اللہ عنہ در فضیلت ستہ کہ وصیت خلافت برای ایشان کرد از انجملہ است حدیث مسلم فان عجل بی امر فالخلافۃ شوریٰ بین ہولاء الستۃ الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو عنہم راض۔

واما اقوال ذی النورین رضی اللہ عنہ کہ در فضیلت شیخین رض وافضلیت خود گفتہ از انجملہ است حدیث مرفوع کہ آنرا در جواب منکران خلافت خود روایت کردہ قال عثمان انشدکم باللہ والاسلام ہل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حق کا اتباع کرنے والے تھے۔

اب لیجئے فاروق رض کے اقوال اپنی افضلیت میں۔ تو ان میں سے ان کا یہ قول ہے میری رائے تین چیزوں میں میرے رب کے (حکم کے) موافق رہی مقام ابراہیم کے اور پردے کے اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے اور بخاری نے بھی اسی طرح۔ اور صحیح مسلم میں ابن عباس رض کی حدیث مذکور ہے کہ انھوں نے عمر رض سے ان عورتوں کے بارے میں سوال کیا جن کی شان میں صغت قلوبکما (۶۶: ۴) وارد ہوا ہے اس میں زیادہ صریح مذکور ہے، اخرجہ مسلم۔ اور محمد بن الحسن نے موطا میں سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہا کہ فرمایا عمر بن الخطاب رض نے کہ اگر میں جانتا کہ اس امر (خلافت) کے (سنبھالنے کے) لئے کوئی مجھ سے زیادہ قوی موجود ہے تو ایسا ہوتا کہ مجھے کھڑا کر کے میری گردن ماردینا مجھ پر آسان ہوتا (بہ نسبت خلافت قبول کرنے کے)، تو جو شخص والی امر (یعنی خلیفہ) بنے میرے بعد اس کو جان لینا چاہیئے کہ نزدیک اور دور والوں کی طرف سے اس پر ردّ و قدح (بھی) ہوگا اور خدا کی قسم میں ہوتا تو لوگوں سے لڑ بھڑ کر اپنی ذات کی طرف سے مدافعت کرلیتا۔ (اور یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے)۔

اب لیجئے فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوال ان چھ حضرات کے حق میں جن کے واسطے خلافت کی وصیت کی تھی ان میں سے حدیث مسلم ہے کہ اگر میرے ساتھ امر (الٰہی) نے جلدی کی (یعنی موت آگئی) تو خلافت ان چھ[1] اصحاب کے مشورے سے طے کیجائے جن کی شان یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک ان سے خوش رہے۔

اب لیجئے ذی النورین رضی اللہ عنہ کے اقوال جو انھوں نے شیخین رض کی فضیلت اور اپنی افضلیت پر فرمائے۔ ان میں سے ایک حدیث مرفوع ہے جس کو اپنی خلافت سے انکار کرنے والوں کے جواب میں روایت کیا۔ عثمان رض نے کہا میں تم کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] وہ چھ اصحاب یہ ہیں۔ علی رض بن ابی طالب۔ عثمان رض بن عفان۔ زبیر رض بن العوام۔ طلحہ رض۔ سعد رض بن ابی وقاص۔ عبدالرحمن رض بن عوف ۱۲ مترجم

کانَ علی ثَبِیرِ مکۃ ومعہ ابوبکر وعمر وانا فتحرک
الجبلُ حتی تسا قطت حجارتہ بالحضیض قال فرکضہ
برجلہ فقال اسکُنْ ثبیر فانما علیک نبیّ وصدیقٌ
وشہیدان قالوا اللّٰھم نعم قال اللّٰہ اکبر شہدوا لی
وربِّ الکعبۃِ انی شہیدٌ ثلٰثا واز انجملہ است ذکر
فضائلِ خود وبشاراتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم درحقِ خود وآن بابی است مبسوط از مآثرِ
ذی النورین رضی اللہ عنہ می باید جُست واز آن جملہ قولِ
او در مسئلہ جَد چون فاروق رضی اللہ عنہ بتشریک قائل
شد وانْ نتبع الشیخَ تبلکَ فنِعْمَ الشیخُ کانَ
یعنی ابابکر وقولِ او در حدیث ما نجاۃُ ہذا الامرِ
صدیق را کنتَ احقّ بہٰذا وقولِ او در
جواب تعریضاتِ عبدالرحمٰن بن عوف بطعن
او قولہ اِنّی لم اترک سُنّۃَ عُمر فانی لااطیقہا
ولاہو اخرجہ احمد وعبداللہ بن عدی
ابن خیار روایت کردہ است قال عثمان رضی اللہ عنہ
اما بعد فانّ اللّٰہ بعثَ محمدًا صلی اللہ علیہ
وسلم بالحقِ فکنتُ ممن استجاب للّٰہ و
رسولہ وآمنتُ بما بُعِثَ بہ وہاجرتُ
الہجرتین کما قلتم وصحبتُ رسولَ اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلم وبایعتُہ
فواللّٰہ ما عصیتُہ ولا غششتُہ حتی
توفاہ اللّٰہ عزّ وجلّ ثم
ابوبکر مثلہ ثم عمر مثلہ ثم
استُخلفتُ افلیس لی من الحق
مثلُ الذی لہم قلتُ بلٰی
قال فما ھٰذہ
الاحادیثُ التی

ثبیر مکہ پر تھے (ثبیر مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) اور آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ
اور عمر رضی اللہ عنہ تھے اور میں۔ تو پہاڑ ہلنے لگا یہاں تک کہ اُس کے پتھر لڑھک کر
نیچے گرے۔ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں مار کر
فرمایا کہ اے ثبیر ساکن ہو۔ بس تجھ پر ایک نبی ہے اور صدیق ہے اور
دو شہید ہیں۔ لوگوں نے کہا یا اللہ! بیشک آپ نے کہا اللہ اکبر لوگوں نے
میری گواہی دی، قسم ہے رب کعبہ کی بیشک میں شہید ہوں۔ تین
مرتبہ فرمایا۔ اور اُن میں سے ہے ذکر اپنے فضائل اور آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کا اپنے حق میں اور یہ ایک طویل الذیل
مضمون ہے۔ ذی النورین رضی اللہ عنہ کے مآثر میں مطالعہ کر لیا جائے۔ اور اُن
میں سے ہے آپ کا قول دادا کے مسئلہ میں مثل فاروق رضی اللہ عنہ کے شریک
قرار دینے کے قائل ہوتے کہ اگر ہم اُن شیخ کا اتباع کریں جو آپ
سے پہلے تھے تو وہ بھی بہترین شیخ تھے اس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مراد لے
رہے تھے۔ اور اُن میں سے ہے اُن کا قول ما نجاۃُ ہٰذا الامر والی حدیث
میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہ آپ سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے اور اُن کا
قول عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کی تعریضات کے جواب میں جس میں اُن کا
طعن تھے یعنی یہ قول کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ ترک نہیں کیا (ترک
تو اختیار کر کے چھوڑنے پر صادق آتا ہے لیکن میں نے اختیار ہی
نہیں کیا) کیونکہ مجھ میں اُس کی طاقت نہیں اور نہ اُن میں (یعنی
عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ میں) ہے۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور عبداللہ بن عدی
ابن خیار نے روایت کیا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اما بعد اللہ تعالیٰ نے
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا حق کے ساتھ تو میں اُن لوگوں
میں سے ہوں جنھوں نے اللہ تعالیٰ و رسول کی دعوت کو قبول کیا اور
جس چیز کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے تھے میں اس پر ایمان لایا اور میں نے
دو ہجرتیں کی ہیں جیسا کہ میں اس کو بیان کر چکا ہوں اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا تو واللہ میں نے نہ کبھی اُن کی
نافرمانی کی اور نہ کبھی اُن کے ساتھ خیانت کی یہاں تک کہ اللہ عز
وجل نے اُن کو وفات دی۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی معاملہ رہا۔
پھر عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی معاملہ رہا۔ تو کیا پھر میرا ایسا حق نہیں ہے
جیسا اُن کا تھا۔ میں نے کہا بیشک۔ پھر یہ باتیں کیسی ہیں جو

تبلغنی عنکم الحدیث۔

اما اقوال علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

پس باید دانست کہ ہرچند افضلیت شیخین رض
مذہب جمیع اہل حق است اما ہیچ کس آن
را مصرح تر و محکم تر چون علی مرتضیٰ بیان
نہ نمودہ است مرفوعاً و موقوفاً و ہر صحابی
تصریح و تلویح کردہ است بافضلیت شیخین رض
بیکے از خصائل اربع کہ سابقاً تقریر کردیم و
علی مرتضیٰ بہر چہار تصریح فرمودہ و از دیگران
مستفیض است یا خبر واحد و از وی رضی اللہ
عنہ و از فاروق اعظم متواتر است اما مرفوعہ
فحدیث ابوبکر و عمر سیدا کہول اہل الجنۃ من
الاولین والآخرین ماخلا النبیین والمرسلین
لا تخبرہما یا علی اخرجہ الترمذی و ابن ماجۃ
و این حدیث مصرح است بافضلیت ایشان بر
جمیع صحابہ و مستفیض است از مرتضیٰ بروایت
شعبی عن الحارث عن علی عند الترمذی و ابن ماجۃ
وبروایۃ الحسن بن زید بن الحسن عن ابیہ عن جدہ
عن علی عند عبداللہ بن احمد فی زوائد المسند
وبروایۃ الزہری عن علی بن الحسین عن علی بن ابی طالب
عند الترمذی و قد وافق علیاً علی ہذا الحدیث غیرہ
فقد روی انس مثلہ وحدیثہ عند الترمذی و
ابو جحیفۃ مثلہ و حدیثہ عند ابن ماجۃ
و حدیث النجباء الرقباء اخرج
الترمذی عن علی و حدیث ان تؤمروا
ابابکر تجدوہ ھادیا امینا
اخرجہ الترمذی و حدیث رحم
اللہ ابابکر اخرج الترمذی

تمہاری طرف سے میرے پاس پہنچ رہی ہیں، آخر تک۔ (یہ اس تقریر
کا ایک حصہ ہے جس میں آپ نے محاصرہ کرنے والوں کو اپنے مکان کے
اوپر سے خطاب کیا تھا)۔

اب لیجئے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال۔ تو جاننا چاہیئے کہ
اگرچہ افضلیت شیخین رض تمام اہل حق کا مذہب ہے مگر کسی نے اس کو اس
قدر مصرح اور اس قدر قوت کے ساتھ بیان نہیں کیا جس قدر
حضرت علی مرتضیٰ رض نے بیان کیا ہے مرفوعاً اور موقوفاً ہر دو اسلوب
کے ساتھ۔ اور ہر صحابی نے شیخین رض کی افضلیت پر خصائل اربع میں
سے جن کی ہم تقریر کر چکے ہیں کسی ایک خصلت کے پیش نظر صراحت یا
اشارات کے ساتھ کلام کیا ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رض نے چاروں
خصائل کی تصریح فرمائی ہے۔ اور دوسروں سے جو روایات ہیں
وہ مستفیض ہیں یا خبر واحد از حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ کی روایات متواتر ہیں۔ آپ کی مرفوع حدیث
یہ ہے کہ ابوبکر رض و عمر رض دونوں سردار ہیں ادھیڑ عمر والے اہل جنت
کے اولین کے بھی اور آخرین کے بھی سوائے انبیاء اور مرسلین کے
اے علی رض ان کو خبر نہ کرنا۔ اس کو روایت کیا ترمذی اور ابن ماجہ
نے۔ اور تمام اصحاب پر ان کی افضلیت کے بارے میں یہ حدیث
مصرح ہے اور حضرت مرتضیٰ رض سے بطریق مستفیض ثابت ہے
بروایت شعبی از حارث از علی رض، ترمذی اور ابن ماجہ کے نزدیک
اور بروایت حسن بن زید بن الحسن از زید از حسن از علی رض زوائد المسند
میں عبداللہ بن احمد کے نزدیک۔ اور بروایت زہری از علی بن
الحسین از علی بن ابی طالب، ترمذی کے نزدیک۔ اور اس حدیث
میں حضرت علی رض کی موافقت دوسروں نے بھی کی ہے۔ چنانچہ
انس رض نے ایسی ہی روایت کی ہے ان کی حدیث کو ترمذی نے لیا
ہے اور ابو جحیفہ نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ اور ان کی حدیث
کو ابن ماجہ نے لیا ہے۔ اور نجباء رقباء والی حدیث جس کو ترمذی
نے حضرت علی رض سے روایت کیا۔ اور یہ حدیث کہ اگر تم ابوبکر رض
کو امیر بناؤ گے تو ان کو ہادی اور امین پاؤ گے۔ اس کو ترمذی
نے روایت کیا۔ اور حدیث رحم اللہ ابابکر والی کو ترمذی نے

من حدیث ابی حیان التیمی عن ابیہ عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رحم اللہ ابابکر زوجنی ابنتہ۔

و اما موقوفہ فمنہ خیر ہٰذہ الاُمۃ ابوبکر ثم عمر متواترٌ رواہ ثمانون نفسًا عن علیؓ منہم ابنہ محمد بن الحنفیۃ عند البخاری و منہم عبد اللہ بن سلمۃ و علقمۃ بن قیس و عبد الخیر صاحب لواء علیؓ روی ذٰلک عن ابی الخیر بطرق متکثرۃ و منہم ابوجحیفۃ روی عنہ جماعات منہم عاصم عن زر عن ابی جحیفۃ والشعبی عن ابی جحیفۃ و ابو اسحٰق عن ابی جحیفۃ و من عون بن ابی جحیفہ عن ابیہ و منہم نزال بن سبرۃ عن علیؓ و من موقوفہ سبق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و صلّی ابوبکر و ثلث عمر و روی عن ابی جحیفۃ وجابر نحوہ و من موقوفہ حکمہ بالتعزیر علی من فضل علیًا علی الشیخین اخرج ابوعمر فی الاستیعاب عن الحکم بن جحل قال قال علیؓ لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد المفتری و اخرج ابو القاسم الطلحی فی کتاب السنۃ لہ من طریق سعید بن ابی عروبۃ عن منصور عن ابراہیم عن علقمۃ قال بلغ علیًا ان اقوامًا یفضلونہ علی ابی بکر و عمر فصعد المنبر فحمد اللہ و اثنیٰ علیہ ثم قال ایہا الناس انہ بلغنی ان قومًا یفضلونی علی ابی بکر و عمر و لو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ فمن

روایت کیا حدیث ابی حیان تیمی سے وہ روایت کہتے ہیں اپنے باپ سے وہ علیؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم کرے اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر کہ اُس نے اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دی الخ۔

اب ان کی حدیث موقوف کو لیا جاتے اُن میں سے یہ ہے اس اُمت کے سب سے بہتر فرد ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ۔ یہ حدیث متواتر ہے اس کو اسّی لوگوں نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے۔ اُن میں سے اُن کے بیٹے محمد بن الحنفیہ ہیں بخاری کے نزدیک اور ان میں سے عبداللہ بن سلمہ اور علقمہ بن قیس اور عبد الخیر حضرت علیؓ کے علمبردار ہیں مروی ہے ابوالخیر سے بہت سے طریقوں سے اور ان میں سے ابوجحیفہ ہیں ان سے جماعتوں نے روایت کیا۔ اُن میں سے عاصم از زر از ابی جحیفہ ہیں اور شعبی از ابی جحیفہ اور ابو اسحٰق از ابوجحیفہ اور عون بن ابی جحیفہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کہتے ہیں۔ اور ان میں سے ہے نزال بن سبرہ از علیؓ۔ اور ان کی موقوف حدیثوں میں سے ہے کہ (افضلیت میں) سبقت لے گئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ان سے ملے رہے ابوبکرؓ (یعنی آپ کے بعد ابوبکرؓ کا مرتبہ ہے) اور تیسرے درجہ پر عمرؓ ہیں اور ابوجحیفہ اور جابرؓ نے بھی اسی طرح روایت کیا۔ اور ان کی موقوف حدیثوں میں سے ایک ہے آپ کا اُس شخص پر (افتراء و بہتان کی) حد جاری کرنے کا حکم دینا جو علیؓ کو شیخینؓ پر فضیلت دے۔ اخذ کیا ابوعمر نے استیعاب میں بروایت حکم بن جحل کہا کہ فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ کوئی مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت نہ دے ورنہ میں اُس کے کوڑے لگاؤں گا مفتری کی حد کے۔ اور روایت کیا ابوالقاسم الطلحی نے اپنی کتاب السنۃ میں از طریق سعید بن ابی عروبہ از منصور از ابراہیم از علقمہ۔ کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع پہنچی کہ کچھ ایسی جماعتیں ہیں جو اُن کو ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دیتی ہیں تو آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو! مجھے معلوم ہوا کہ کچھ ایسی جماعتیں ہیں جو مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دیتی ہیں اگر مجھے پہلے اس کی اطلاع ہو جاتی تو میں اس پر گرفت کرتا تو میں جس شخص سے

سمعتہ بعد ہٰذا الیوم یقول ہٰذا فہو مفتر علیہ حدّ المفتری ثم قال انّ خیر ہٰذہ الامۃ بعد نبیہا ابوبکر ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخیر بعدُ قال وفی المجلس الحسن بن علیّ فقال واللہ لو سمّی الثالث لسمّی عثمان و اخرج ابوالقاسم الطلحی عن عبد خیر صاحب لواء علیّ انّ علیًّا قال الا اخبرکم باوّل من یدخل الجنّۃ من ہٰذہ الامۃ بعد نبیہا فقیل لہ بلی یا امیرالمؤمنین قال ابوبکر ثم عمر قیل فیدخلانہا قبلک یا امیرالمؤمنین فقال علیٌّ ای و الذی فلق الحبّۃ و برأ النسمۃ لیدخلانہا و انّی لمع معاویۃ موقوف فی الحساب۔

اما اقوال سادات اہل بیت در افضلیت شیخینؓ پس بسیار است بر نموذجی اکتفا کنیم اما عباس بن عبد المطلب کہ اسنّ اہل بیت و اکبر ایشان بود عن ابن عباس قال لمّا نزلت اذا جاء نصر اللہ و الفتح جاء العباس الی علیّ رضی اللہ عنہ فقال انطلق بنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان کان ہٰذا الامر لنا من بعدہ لم تشاحنا فیہ قریش وان کان لغیرنا سألناہ الوصاۃ بنا قال لا قال العباس فجئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرًّا فذکرت ذلک لہ فقال انّ جعل ابوبکر خلیفتی علٰی دین اللہ و وحیہ وہو مستوصی فاسمعوا لہ واطیعوا تہتدوا و تفلحوا و اقتدوا بہ ترشدوا قال ابن عباس

اس دن کے بعد سنوں گا کہ وہ ایسا کہتا ہے تو وہ مفتری ہے اُس پر مفتری کی حد جاری کی جائے گی۔ پھر فرمایا کہ بیشک اس اُمّت کے نبیؐ کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر اللہ سب سے بہتر جانتا ہے کہ کون اچھا ہے۔ راوی نے کہا اور اس مجلس میں حسن بن علیؓ موجود تھے اُنھوں نے کہا واللہ اگر وہ تیسرے کا نام لیتے تو عثمانؓ کا نام لیتے۔ اور روایت کیا ابوالقاسم طلحی نے حضرت علیؓ کے علمبردار عبدالخیر سے کہ علیؓ نے فرمایا کہ میں تم کو بتا دوں کہ اس اُمّت میں سے سب سے پہلے کون جنّت میں داخل ہوگا اُس کے نبیؐ کے بعد تو اُن سے کہا گیا کہ ضرور بتایئے اے امیرالمؤمنینؓ۔ فرمایا کہ ابوبکرؓ پھر عمرؓ۔ آپ سے کہا گیا تو کیا یہ دونوں آپ سے پہلے داخل ہوں گے اے امیرالمؤمنین تو علیؓ نے کہا ہاں قسم ہے اُس ذات کی جو بیج پھاڑ کر درخت بناتا ہے اور جان پیدا کرتا ہے وہ دونوں داخل ہو جائیں گے جنّت میں اور میں معاویہؓ کے ساتھ حساب میں کھڑا ہوا ہوں گا۔

اب لیجئے اقوالِ سادات اہل بیت کے فضیلتِ شیخینؓ کے بارے میں تو وہ بہت ہیں ان میں سے چند پر بطور نمونہ ہم اکتفا کرتے ہیں۔ عباسؓ بن عبدالمطلب کو لیجئے جو اُن سب سے بڑے عمر کے اور رشتہ کے اعتبار سے) سب سے بڑے تھے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہا کہ جب نازل ہوئی اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ تو عباس گئے حضرت علی رضی اللہ عنہما کے پاس اور کہا کہ ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو تو اگر یہ امر (خلافت) اُن کے بعد ہمارے لئے ہوگا تو قریش اس بارے میں ہم سے نہ جھگڑیں گے اور اگر کسی اور کے لئے ہو تو ہم اپنے حق میں اُن سے وصیت کر دینے کی درخواست کریں۔ علیؓ نے کہا نہیں۔ عباسؓ نے بیان کیا کہ پھر میں خفیہ طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور میں نے اُن سے اس کا ذکر کیا تو کہا کہ صرف ابوبکرؓ ہی اللہ کے دین پر اور اس کی وحی سے میرے خلیفہ بنا دیئے گئے اور اس کے لئے وصیت ہوگئی ہے تو آپ ان کی بات سنو اور اُن کی اطاعت کرو اور فلاح پاؤ اور ان کی اقتدار کر کے راہِ صواب پر چلو۔ کہا ابن عباسؓ نے

فما وافق ابابکر علیٰ رأیہ ولا وازرہ علیٰ امرہ و لا اعانہ علیٰ شانہ اذ خالفہ اصحابہ فی ارتداد العرب الا العباس قال فواللہ ماعدل رأیہما وحدہما رأی اہل الارض اجمعین و اما علی بن ابی طالب پس اقوال و آثار او ذکر کردیم۔

و اما عبداللہ بن عباس پس اقوال او ذکر خواہیم کرد و اما عبداللہ بن جعفر فقد اخرج الحاکم من جعفر بن محمد عن ابیہ عن عبد اللہ بن جعفر قال ولینا ابوبکر فکان خیر خلیفۃ اللہ وارحمہ بنا وارضاہ علینا۔

و اما حسن مجتبیٰ اخرج ابو یعلیٰ من طریق ابی مریم رضیع الجارود قال کنت بالکوفۃ فقام الحسن بن علی خطیبا فقال ایہا الناس رأیت البارحۃ فی منامی عجبا رأیت الرب تعالیٰ فوق عرشہ فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی قام عند قائمۃ من قوائم العرش فجاء ابوبکر فوضع یدہ علیٰ منکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم جاء عمر فوضع یدہ علیٰ منکب ابی بکر ثم جاء عثمان فکان بیدہ رأسہ فقال رب سل عبادک فیم قتلونی قال فانبعث من السماء میزابان من دم فی الارض قال فقیل لعلی الا ترٰی مایحدث بہ الحسن قال یحدث بما رأی وذکر المحب الطبری عن ابن السمان انہ اخرج فی کتابہ عن الحسن بن علی قال لا اعلم علیا

تو ارتدادِ عرب کے موقع پر ابوبکر رض کی رائے کی موافقت اور انکی پشت پناہی اُن کے کام پر اور ان کی اعانت اُن کے مطمح نظر پر کسی نے بھی نہ کی تھی بجز عباس رض کے جب اُن کے تمام اصحاب اُن کی رائے کے مخالف تھے۔ تو واللہ تمام اہلِ ارض ان دونوں کی رائے کی نہ برابری کر سکے اور نہ اُن کو ہٹا سکے۔ رہے اہلِ بیت میں سے علی رض بن ابی طالب تو اُن کے اقوال اور آثار کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

اب لیجئے عبداللہ بن عباس رض کو تو اُن کے اقوال آئندہ ہم ذکر کریں گے۔ اور رہے عبداللہ بن جعفر تو حاکم نے روایت کی جعفر بن محمد سے وہ اپنے باپ سے وہ عبداللہ بن جعفر سے انھوں نے کہا کہ ہم پر والی بنے ابوبکر رض تو وہ بہترین خلیفۃ اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ ان کو بڑی مہربانی کرنے والا اور ہم پر بہت شفقت کرنے والا بنایا۔

اب لیجئے حسن مجتبیٰ رض کو روایت کیا ابو یعلیٰ نے بروایت ابو مریم جو جارود کے دودھ شریک بھائی تھے کہا میں کوفہ میں تھا میں نے دیکھا کہ حسن بن علی رض خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوتے اور فرمایا کہ لوگو! آج رات میں نے عجیب خواب دیکھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو عرش کے اُوپر دیکھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ کے پاس کھڑے ہو گئے پھر ابوبکر رض آئے اور انھوں نے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانے پر رکھا۔ پھر عمر رض آئے اور انھوں نے اپنا ہاتھ ابوبکر رض کے شانے پر رکھا۔ پھر عثمان رض آئے اور اُن کا سر اُن کے ہاتھ میں تھا۔ پھر بولے کہ اے رب اپنے بندوں سے پوچھئے انھوں نے مجھے کس گناہ میں قتل کیا۔ کہا پھر آسمان سے خون کے دو پرنالے زمین کی طرف جاری ہو گئے۔ راوی نے کہا کہ پھر علی رض سے کہا گیا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حسن رض کیا بات کہہ رہے ہیں؛ فرمایا کہ جو کچھ دیکھا وہ بیان کر رہے ہیں۔ اور محب طبری نے ذکر کیا کہ مروی ہے ابن السمان سے کہ انھوں نے اپنی کتاب میں حسن بن علی رض سے ایک روایت درج کی کہ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ علی رض نے

خالف عمرُ و لا غیّر شیئاً مما صنع حین
قدم الکوفۃ. وذکر ایضاً عنہ فی کتاب الموافقۃ
عن ابی جعفر قال بینما عمر یمشی فی
طریق من طرق المدینۃ اذ لقیہ علیؓ
و معہ الحسنُ و الحسینُ رضی اللہ عنہم
واخذ بیدہٖ فاکتنفاہما الحسنُ و الحسینُ
عن یمینہما و شمالہما قال فعرض لہ من
البکاء ما کان یعرض لہ فقال لہ علیؓ
ما یبکیک یا امیر المؤمنین قال عمر و من
احق منی بالبکاء یا علیؓ وقد وُلّیتُ
امر ہذہ الامۃ احکم فیہا و لا
ادری امسیئٌ انا ام محسنٌ فقال
لہ علیؓ واللہ انک لتعدل فی کذا
وتعدل فی کذا قال فما منعہ ذلک من البکاء ثم
تکلم الحسنُ بما شاء اللہ فذکر من ولایتہ
و عدلہ فلم یمنعہ ذلک فتکلم الحسین بمثل
کلام الحسن فقال أتشہدان بذلک
یا ابنیّ اخی فسکتا فنظرا الی ابیہما
فقال علیؓ اشہدا انا معکما شہیدٌ۔

آنا اولادِ حسن مجتبٰی اخرج عبداللہ
ابن احمد فی زوائد المسند عن الحسن بن
زید بن حسن قال حدثنی ابی عن ابیہ
عن علیؓ قال کنتُ عند النبی صلے اللہ
علیہ وسلم فاقبل ابوبکر وعمر فقال
یا علیؓ ہذان سیدا کہول اہل الجنۃ و
شبابہا بعد النبیین و المرسلین
و ذکر المحب الطبری عن
عبد اللہ بن الحسن بن الحسن

کبھی عمرؓ کی مخالفت کی اور نہ انھوں نے عمرؓ کے کئے ہوئے کسی
کام میں تغیّر کیا جب وہ کوفہ میں آئے۔ اور کتاب الموافقہ میں اُن
سے یہ روایت بھی لکھی ہے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمرؓ مدینہ کے
کوچوں میں سے ایک کوچہ میں جا رہے تھے کہ ان کی ملاقات علیؓ
سے ہوئی اور اُن کے ساتھ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم بھی تھے
اور عمرؓ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور حسنؓ اور حسینؓ دونوں کے
دائیں اور بائیں کھڑے ہو گئے۔ کہا کہ پھر اُن کو رونا آ گیا جیسا
کہ اکثر اُن کو عارض ہوتا رہتا تھا تو اُن سے علیؓ نے کہا کہ اے
امیر المؤمنینؓ آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ عمرؓ نے کہا کہ اے
علیؓ اور مجھ سے زیادہ رونے کے قابل کون ہے اس حال میں کہ
اُمّت کے کاموں کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہوں اُن کے بارے میں حکم
دیتا ہوں اور نہیں جانتا کہ (اللہ کے نزدیک) میں بُرے کام کرنے
والا ہوں یا اچھے کام کرنے والا۔ تو علیؓ نے کہا کہ واللہ آپ تو
یقیناً عدل کر رہے ہیں فلاں کام میں اور فلاں کام میں۔ کہا کہ
اس جواب نے اُن کو رونے سے نہ روکا۔ پھر حسنؓ نے گفتگو کی جو
اللہ نے چاہی اُن کی ولایت اور اُن کے عدل کا ذکر کیا۔ یہ بات
بھی اُن کو نہ روک سکی۔ پھر حسینؓ نے مثل کلام حسنؓ کے تقریر
کی تو عمرؓ نے کہا اے میرے دونوں بھتیجو کیا تم دونوں اس کی
شہادت دیتے ہو تو دونوں نے خاموش ہو کر اپنے باپ کی طرف
دیکھا۔ تو علیؓ نے کہا کہ تم دونوں گواہی دو اور میں بھی تم دونو
کے ساتھ گواہ ہوں۔

آب لیجیے حسن مجتبٰیؓ کی اولاد کے اقوال۔ عبداللہ بن احمد
نے زوائد المسند میں یہ روایت لی ہے کہ مروی ہے حسن بن زید
ابن حسن سے انھوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے باپ نے اپنے
باپ کی روایت سے وہ حضرت علیؓ سے انھوں نے کہا کہ میں نبی
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ پھر سامنے آئے ابوبکرؓ
اور عمرؓ تو آپ نے فرمایا کہ اے علیؓ یہ دونوں ادھیڑ عمر والے اور
جوان اہل جنّت کے سردار ہیں انبیاء اور مرسلین کے بعد۔ اور محب
طبری نے ذکر کیا کہ روایت ہے عبداللہ بن الحسن بن الحسن

ابن علی بن ابی طالب وقد سُئِل عن ابی بکر وعمر فقال اُفَضِّلُهما واَستغفرُ لهما فقیل له لعلَّ هٰذا تقیّةٌ وفی نفسک خلافه قال لا نالتنی شفاعةُ محمّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم ان کنتُ اقولُ خلافَ ما فی نفسی وعنه قد سُئِل عنهما فقال صلّی الله علیهما وسلّم ولا صلّی علٰی من لم یصلِّ علیهما۔

ومِن اقوالِ اولاد الحسین رضی اللہ عنہ اما مرفوعًا فقد اخرج الترمذیُّ عن الزہری عن علی بن الحسین عن علی بن ابی طالب قالَ کنتُ معَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ طلع ابوبکر وعمر فقالَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہٰذانِ سیّدا کہولِ اہل الجنة من الاوّلینَ والآخرینَ اِلّا النّبیّینَ والمرسلینَ لا تُخبِرْہما واَمّا موقوفًا فقد اخرج احمدُ فی مسند ذی الیدین عن ابی حازم قال جآء رجلٌ الی علی بن الحسین فقالَ ماکانَ منزلةُ ابی بکرٍ وعمرُ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال منزلتُهما الساعةَ واخرج الحاکم من طریق عبداللہ بن عمر بن ابان قال حدثنا سفیانُ بن عیینة عن جعفر بن محمّد عن ابیه عن جابر بن عبد اللہ انَّ علیًّا دخلَ علٰی عمرَ وهو مُسَجًّى فقالَ صلی اللہُ علیکَ ثم قالَ ما مِنَ النّاسِ احدٌ اَحَبَّ الیَّ ان القَی اللہَ بما فی صحیفتہ من ہٰذا المسجّٰی واخرج محمّد بن الحسن عن ابی حنیفةَ قال حدثنا ابوجعفر محمد بنُ علیٍّ قال جآء علیٌّ بن ابی طالب الی عمرَ بن الخطّاب

ابن علی بن ابی طالب سے اور ان سے پوچھا گیا تھا ابوبکرؓ اور عمرؓ کے متعلق تو اُنھوں نے کہا کہ ہم اُن دونوں کے لئے دعائے رحمت اور دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ پھر اُن سے کہا گیا کہ شاید یہ قول بر بنا رتقیہ ہے اور آپ کے نفس میں جو بات ہے وہ اُس کے خلاف ہے تو فرمایا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں نے وہ بات کہی ہو جو میرے نفس کے خلاف ہو۔ اور اُن سے مروی ہے کہ جب اُن سے ابوبکرؓ وعمرؓ کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا اُن دونوں پر اللہ رحمت نازل کرے اور سلام اور جو اُن پر دعائے رحمت نہ کرے اللہ اس پر رحمت نہ کرے۔

اور اولادِ حسین رضی اللہ عنہ کے اقوال میں سے مرفوعًا تو یہ ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا زُہری سے وہ علی بن الحسین سے وہ علی بن ابی طالبؓ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ابوبکرؓ وعمرؓ دکھائی دیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں ادھیڑ عمر والے اہلِ جنت کے سردار ہیں اوّلین کے بھی و آخرین کے بجز انبیاءؑ و مُرسلینؑ کے۔ ان دونوں سے یہ بیان نہ کرنا۔ اور موقوفًا یہ ہے جس کو احمد نے ذی الیدین کی مسند میں ابوحازم سے روایت کیا ہے کہا کہ ایک شخص آیا علی بن الحسینؓ کے پاس اور اُس نے کہا کہ ابوبکرؓ وعمرؓ کا مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کیا تھا تو فرمایا کہ جو اُن کا مرتبہ اس ساعت میں ہے (کہ دونوں آپؐ کے برابر مدفون ہیں)۔ حاکم نے عبداللہ بن عمر بن ابان کی سند سے اخذ کیا ہے کہا کہ ہم سے بیان کیا سفیان بن عیینہ نے وہ روایت کرتے ہیں جعفر بن محمد سے وہ اپنے باپ سے وہ جابر بن عبداللہؓ سے کہ علیؓ عمرؓ کے پاس پہنچے جب کہ وہ چادر میں لپٹے ہوئے تھے اور کہا کہ اللہ تم پر رحمت نازل کرے پھر فرمایا کہ لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اُس کے جیسے نامۂ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملنا مجھے محبوب ہو اس کفن پوش سے زیادہ۔ اور محمد بن الحسن نے ابوحنیفہ سے روایت کیا، کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوجعفر محمد بن علی نے، کہا کہ علیؓ بن ابیطالب عمرؓ بن الخطاب

حین طُعِن فقال رحمک اللہ فو اللہ ما فی الارض احدٌ کنتُ القی اللہ بصحیفتہ احبَّ الیَّ منک وروی عن ابن ابی حفصۃ قال سالتُ محمدَ ابنَ علیّ و جعفر بن محمد عن ابی بکر و عمر فقالا اِمامَا عدلٍ نتولّٰہما ونتبرّأ من عدوّہما ثم التفتَ الیَّ جعفر بن محمد فقالَ یاسالمُ اَیَسُبُّ الرجلُ جدّہ ابوبکر الصدیقُ جدّی لاتنالُ شفاعۃُ جدّی محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم ان لم اکنْ اَتولّٰہما واَتبرّأُ من عدوّہما وعن ابی جعفر انّہ قال من جہل فضلَ ابی بکر و عمر جہل السُّنّۃ و قیل لہٗ ماترٰے فی ابی بکر و عمر فقالَ انّی اَتولّاہما و اَستغفرُ لہما فما رأیتُ احدًا من اَہلِ بیتی اِلّا و ہو یتولّاہما وعنہ قال مَن شکّ فیہما کمن شکّ فی السُّنّۃ وبُغضُ ابی بکر و عمر نفاقٌ وبُغضُ الانصار نفاقٌ انّہ کانَ بینَ بنی ہاشم و بینَ بنی عَدی و بنی تیم شحناءُ فی الجاہلیۃ فلمّا اسلموا نزع اللہ ذٰلک من قلوبہم حتّٰے اِنّ ابابکر اشتکٰے خاصرتہ فکانَ علیٌّ یسخّن یدَہٗ بالنارِ و یکمدُ بہا خاصرۃ ابی بکر و نزلت فیہم ہٰذہ الآیۃ وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِہِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔

کے پاس آئے جب آپ مجروح کئے گئے اور کہا کہ اللہ آپ پر رحمت کرے خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی نہیں کہ اُس کے جیسے اعمال کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے ملوں وہ تم سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ اور ابن ابی حفصہ سے مروی ہے کہ میں نے سوال کیا محمد بن علی اور جعفر بن محمد سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں تو دونوں نے کہا کہ امام عادل تھے ہم دونوں سے محبت کرتے ہیں اور اُن کے دشمن سے اظہار بیزاری کرتے ہیں۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے جعفر بن محمد اور کہا اے سالم کیا کوئی شخص اپنے دادا کو گالی دیتا ہے۔ ابوبکر صدیقؓ میرے دادا ہیں۔ مجھے اپنے دادا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں سے محبت نہ کرتا ہوں اور میں ان ہر دو کے دشمن سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ اور ابو جعفر سے مروی ہے اُنھوں نے فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت نہیں جانتا وہ سُنّت نہیں جانتا۔ اور اُن سے کہا گیا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو فرمایا کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور اُن کے لئے دُعائے مغفرت کرتا ہوں اور میں نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ وہ ان دونوں سے محبت کرتا تھا۔ اور اُن سے مروی ہے کہا کہ جس نے ان دونوں میں شک کیا وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے سُنّت میں شک کیا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ سے بُغض رکھنا نفاق ہے اور انصار سے بُغض رکھنا نفاق ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بنی ہاشم اور بنی عدی اور بنی تیم میں عداوت تھی۔ پھر جب (یہ خاندان) اسلام لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس عداوت کو ان کے دلوں سے نکال دیا یہاں تک کہ (ایک مرتبہ) ابوبکرؓ کے پہلو میں (جو بنی تیم میں سے تھے) درد ہوا علیؓ (جو بنی ہاشم میں سے تھے) اپنے ہاتھ کو آگ سے گرم کرتے تھے اور اس سے ابوبکرؓ کے پہلو کی سینکائی کرتے تھے اور اُن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِہِمْ (۱۵: ۴۷) اور اُن کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم نے وہ سب دور کردیا کہ سب بھائی بھائی کی طرح تختوں پر آمنے سامنے ہوتے ہیں۔

و اما اقوال المہاجرین الاولین فمنہم الزبیر
ابن العوام اخرج الحاکم من حدیث ابراہیم
ابن عبدالرحمٰن بن عوف فی حدیث طویل
فیہ خطبۃ ابی بکرؓ و فی آخر الحدیث قال
علیؓ رضی اللہ عنہ و الزبیر ما غضبنا الا انا
قد اخرنا عن المشاورۃ و انا نری ابابکر احق
الناس بہا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انہ لصاحب الغار وثانی اثنین و انا
لنعلم بشرفہ وکبرہ ولقد امرہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ بالناس و
ہو حیٌّ ومنہم طلحۃ بن عبید اللہ ذکر المحب
الطبری عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان
عمر شاور الناس فی الزحف الی قتال ملوک
فارس التی اجتمعت بنہاوند فقام طلحۃ
ابن عبید اللہ وکان من خطباء الصحابۃ
تشہد ثم قال اما بعد یا امیر المؤمنین
فقد احکمتک الامور وجرستک البلایا وحنکتک
التجارب فانت وشانک وانت ورایک الیک
ہذا الامر فمرنا نطع وادعنا نجب واحملنا
نرکب و قدنا ننقد فانک ولی ہذہ
الامور و قد بلوت واختبرت وجربت فلم
ینکشف لک عن شیء من عواقب قضاء
اللہ عزوجل الا عن خیار ثم جلس ومنہم
عبدالرحمٰن بن عوف روی حدیث
بشارۃ العشرۃ بالجنۃ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عشرۃ فی الجنۃ ابوبکر فی الجنۃ و عمر
فی الجنۃ الحدیث واخرج الحاکم عن
ابراہیم بن عبدالرحمٰن ان عبدالرحمٰن

لیکن مہاجرین اولین کے اقوال تو اُن میں سے زبیر بن العوام
ہیں۔ حاکم نے ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کی ایک طویل حدیث
روایت کی ہے جس میں ابوبکرؓ کا خطبہ ہے اور آخر حدیث میں ہے
کہ علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم ناراض نہیں ہوئے مگر
صرف اس وجہ سے کہ مشاورت میں ہم کو پیچھے کر دیا گیا اور ابوبکرؓ
کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
بعد وہ سب لوگوں سے زیادہ امامت کے مستحق ہیں۔ وہ صاحبِ
غار ہیں اور ثانی اثنین ہیں اور اُن کے شرف اور بزرگی کو ہم خوب
جانتے ہیں۔ اور ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں
کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا جب کہ وہ زندہ تھے۔ اور ان میں سے
طلحہ بن عبید اللہ ہیں۔ ذکر کیا محب طبری نے کہ روایت ہے ابن
مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ عمرؓ نے ملوکِ فارس جو نہاوند میں جمع
ہو رہے تھے جنگ کے لئے لشکر بھیجنے کے بارے میں مشورہ کیا تو
طلحہ بن عُبید اللہ کھڑے ہوئے اور وہ مقررین صحابہؓ میں سے
تھے اُنھوں نے بعد کلمۂ شہادت وحمد وثنا کہا کہ اے امیرالمؤمنینؓ
آپ کو (پیش آنے والے) امور نے پختہ کر دیا اور جفاکشی آپ کے خمیر
میں داخل ہو گئی اور تجربات نے آپ کو مضبوط کر دیا۔ آپ جانیں اور
آپ کا کام، آپ جانیں اور آپ کی رائے۔ یہ کام آپ ہی کی ذات سے
متعلق ہے۔ ہمیں تو آپ حکم دیجئے ہم اطاعت کریں گے، آپ ہمیں
بلائیے ہم حاضر ہو جائیں گے۔ آپ ہمیں بھیجیں ہم فوراً اسوار ہو جائیں گے
آپ ہمیں چلائیے ہم چلیں گے کیونکہ ان تمام امور کا اختیار آپ کو
ہے اور آپ (ہم کو) آزما چکے اور حال معلوم کر چکے اور تجربہ کر چکے
تو قضاء خداوندی عزوجل کے نتائج میں سے بجز بہترین انجام کے
اور کوئی (بُری) چیز آپ پر منکشف نہیں ہوتی۔ پھر بیٹھ گئے۔
اور اُن میں سے عبدالرحمٰن بن عوف ہیں اُنھوں نے اُس حدیث
کو روایت کیا جس میں دس آدمیوں کو جنت کی بشارت دی
گئی ہے۔ کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی
جنت میں ہوں گے ابوبکرؓ جنت میں عمرؓ جنت میں، آخر حدیث
تک۔ اور حاکم نے روایت کیا ابراہیم بن عبدالرحمٰن سے کہ عبدالرحمٰن

کانَ مع عمرَ بن الخطّاب رضی اللہ عنہ
یعنی فی تفضیلِ ابی بکر و التعمّق فی
اقامتِہ خلافتہ و الیہ رجع امر الشورٰی
قال أفتجعلونہ الیَّ و اللہُ علیَّ ان
لا آلو عن أفضلِکم قالا نعم فبایع
عثمانَ و منہم سعدُ بن ابی وقاص
روٰی حدیثَ والذی نفسی بیدہٖ
ما لقیکَ الشیطانُ قطّ سالکًا فجًّا
الّا سلک فجًّا غیر فجّک یعنی لعمرَ
و اخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ من
حدیث ابی سلمۃ قال سعدٌ اما واللہِ
ما کان بأقدمِنا إسلامًا ولا اقدمِنا
ہجرۃً ولکن قد عرفتُ بأیِّ شیءٍ
فضلَنا کان ازہدَنا فی الدنیا یعنی
عمر بن الخطاب وقال عند فتنۃ عثمانَ
اشہد لسمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال انہا ستکونُ فتنۃٌ القاعدُ فیہا
خیرٌ من القائم و القائم خیرٌ من الماشی
و الماشی خیرٌ من الساعی قالَ
ارأیتَ إن دخلَ علیَّ بیتی و
بسطَ یدَہ لیقتلنی قال کن کابنِ
آدم و منہم سعید بن زید روٰی
حدیثَ بشارۃ العشرۃ بالجنّۃ ابوبکر
فی الجنّۃ و عمر فی الجنّۃ الخ و حدیث اثبات
الصدیقیّۃ و الشہیدیّۃ اختبأنا مع
رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فوقَ الحراء فلمّا استوینا
رجف بنا فضربہ رسولُ اللہ

عمر بن الخطاب کے ساتھ رہے ہیں یعنی ابوبکر رضہ کی افضلیت کے
اظہار میں اور اُن کی خلافت قائم کرنے کی کوشش میں اور اُن ہی
کی طرف راجع ہوا معاملہ شوریٰ کا اُنھوں نے کہا تھا (عثمان رضہ
اور علی رضہ سے) کہ کیا تم اس کو میری طرف راجع کرتے ہو اور خدا
گواہ ہے کہ یہ میرے ذمہ ہوگا کہ تم میں جو افضل ہے میں اُس کے
ساتھ کوتاہی نہ کروں۔ دونوں نے کہا ہاں۔ پھر بیعت کی عثمان رضہ
سے۔ اور ان میں سے سعد بن ابی وقاص ہیں۔ اُنھوں نے اس
حدیث کی روایت کی جس میں یہ مذکور ہے کہ قسم ہے اُس ذات
کی میرا نفس جس کے ہاتھ میں ہے تجھ سے (یعنی عمر رضہ سے) شیطان
کبھی نہیں ملتا کسی راستہ پر جاتے ہوئے مگر وہ تیرے راستے کے
سوا دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ اور اخذ کیا ابوبکر بن ابی شیبہ
نے ابو سلمہ کی حدیث سے کہ کہا سعد رضہ نے یاد رکھو بخدا (عمر رضہ) ہم
سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے نہیں ہیں اور نہ ہم سے پہلے
ہجرت کرنے والوں میں سے لیکن میں خوب پہچانتا ہوں کہ کونسی
چیز ہے جس سے وہ ہم سے افضل ہوئے۔ وہ ہم سب سے زیادہ دنیا
سے بے رغبت تھے یعنی عمر بن الخطاب رضہ۔ اور اُنھوں نے حضرت عثمان رضہ
کے فتنہ کے وقت کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سُنا رسول
صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ ایسا فتنہ اُٹھے گا کہ جس
میں بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا
چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔
(میں نے) کہا (یا رسول اللہ) میں کیا کروں اگر وہ میرے گھر میں
گھس کر مجھ پر آپڑے اور مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے کہا
کہ (بس) ابن آدم (ہابیل) کی طرح بن جانا (یعنی تو ہاتھ نہ بڑھانا)
اور اُن میں سے سعید بن زید ہیں اُنھوں نے روایت کی حدیث بشارت
عشرہ یعنی دس آدمیوں کو (خصوصیت کے ساتھ) جنت کے لئے۔
ابوبکر رضہ جنت میں جائیگا۔ عمر رضہ جنت میں جائیگا الخ۔ اور وہ حدیث
جس میں صدیقیت اور شہیدیت کا اثبات ہے کہ ہم چھپے (یعنی
یکسو ہو کر بیٹھے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرا کے
اوپر تو جب ہم اچھی طرح بیٹھ گئے تو پہاڑ ہلنے لگا تو اُس پر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم بکفہ ثم قال اسکن
حراء فانہ لیس علیک الا نبی او صدیق او
شہید و علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر و
سعد وعبدالرحمن وسعید بن زید الذی حکی
الحدیث وہو القائل لو ان احدا ارفض للذ
صنعتم بعثمان لکان ومنہم ابوعبیدۃ بن الجراح
وکونہ مع عمر فی استخلاف ابی بکر مشہور وہو
القائل تاتونی وفیکم ثالث ثلاثۃ یعنی ابابکر
وروی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ بدا
ہذا الامر نبوۃ ورحمۃ ثم کائن خلافۃ و
رحمۃ ثم کائن ملکا عضوضا الحدیث وحمل
قولہ خلافۃ ورحمۃ علی خلافۃ الشیخین ومنہم
عبداللہ بن مسعود وروی حدیث بشارۃ
الشیخین بالجنۃ وحدیث اقتدوا بالذین
من بعدی ابی بکر وعمر واخرج ابوعمر فی
الاستیعاب عن ابن مسعود اجعلوا امامکم افضلکم
فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعل
ابابکر امامہم واخرج ابوعمر عنہ انہ قال لان
اجلس مع عمر ساعۃ خیر عندی من عبادۃ
سنۃ واخرج الحاکم عن ابن مسعود قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم
اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جہل
ابن ہشام فجعل اللہ دعوۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لعمر فبنی علیہ
ملک الاسلام وہدم بہ الاوثان و
اخرج الدارمی عن ابراہیم قال
عبداللہ کان عمر اذا سلک
بنا طریقا وجدناہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی ماری پھر فرمایا ساکن ہو اے
حراء کیونکہ تیرے اوپر نبی یا صدیق یا شہید ہیں اور اس کے اوپر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابوبکر رضہ اور عمر رضہ اور عثمان رضہ
اور علی رضہ اور طلحہ رضہ اور زبیر رضہ اور سعد رضہ اور عبدالرحمن رضہ اور سعید رضہ
ابن زید جنھوں نے حدیث بیان کی۔ اور اس قول کے کہنے والے
وہی ہیں کہ اگر اُحد پہاڑ تمہاری اس حرکت سے پھر جائے (یعنی
کانپ اٹھے) جو تم نے عثمان رضہ کے ساتھ کی تو ہو سکتا ہے۔ اور ان
میں سے ابوعبیدہ رضہ بن الجراح ہیں اور ابوبکر رضہ کو خلیفہ بنانے کے
وقت ان کا عمر رضہ کا ساتھ دینا مشہور ہے اور وہی یہ کہنے والے
تھے کہ تم میرے پاس آتے ہو اور تم میں ثالث ثلاثہ یعنی ابوبکر رضہ
موجود ہیں اور روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ یہ امر شروع
ہوا نبوت اور رحمت سے، پھر ہونے والا ہے خلافت اور رحمت،
پھر ہونے والا ہے بادشاہت مارکاٹ والی، آخر حدیث تک اور
آپ کا قول خلافت و رحمت محمول ہے خلافت شیخین رضہ پر۔ اور ان
میں سے عبداللہ بن مسعود رضہ ہیں اور وہی اس حدیث کے راوی
ہیں جس میں شیخین رضہ کو جنت کی بشارت دی گئی۔ اور اس حدیث
کے کہ اقتدا کرو ان دونوں میرے بعد والوں ابوبکر رضہ و عمر رضہ
کی۔ اور ابوعمر نے استیعاب میں یہ روایت لی ہے مروی ہے ابن
مسعود رضہ سے کہ اپنا امام اس کو بناؤ جو تم میں افضل ہو کیونکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا امام ابوبکر رضہ کو بنایا تھا۔
ابوعمر نے اُن سے یہ بھی روایت کیا کہ انھوں نے کہا یقیناً میرا عمر رضہ
کے ساتھ ایک ساعت بیٹھنا میرے نزدیک ایک سال کی عبادت
سے بہتر ہے۔ اور حاکم نے روایت کی ابن مسعود رضہ سے کہا کہ دعا کی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے اللہ اسلام کو غلبہ عطا
کر دیجئے عمر رضہ بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو عمر رضہ کے حق میں قبول
کر لیا اور اس پر اسلام کی حکومت کی بنیاد رکھی اور اسی سے
بتوں کو منہدم کیا۔ اور دارمی نے روایت لی ابراہیم سے کہا کہ
عبداللہ رضہ نے فرمایا کہ عمر رضہ نے جب ہم کو ایک طریق پر چلایا تو ہم نے

سهلاً و لما بلغه انهم استخلفوا عثمان قال
ما آلونا عن أعلانا ذا فوق اخرجه
ابن ابی شیبة وقال و الله لو
قتلوا عثمان لا يصيبوا منه خلفا
ومنهم عمار بن ياسر روى حديث أتاني
جبرئيل آنفاً فقلت يا جبرئيل حدثني
بفضائل عمر بن الخطاب في السماء فقال
يا محمد لو حدثتك بفضائل عمر مثل
ما لبث نوح في قومه ألف سنة
إلا خمسين عاماً ما انفدت فضائل عمر
و ان عمر لحسنة من حسنات
ابى بكر وله شعر فى سوابق
ابى بكر ؎

جزى الله خيراً عن بلال وصحبه
عتيقاً و اخزى فاكهاً و ابا جهل
عشية هما فى بلال بسوءة
ولم يحذرا ما يحذر المرء ذو العقل
بتوحيده رب الانام و قوله
شهدت بان الله ربي على مهل
فان تقتلوني تقتلوني و لم أكن
لأشرك بالرحمن من خيفة القتل
فيا رب ابراهيم و العبد يونس
و موسى و عيسى نجني ثم لا تملي
لمن ظل يهوى الغي من آل غالب
على غير بر كان منه و لا عدل

ومنهم حذيفة بن اليمان روى حديث انهما من الدين
كالسمع والبصر وحديث اقتدوا بالذين من بعدي
ابى بكر و عمر و هو القائل كان
الاسلام فى زمان عمر

اُس کو نرم (صاف ستھرا) پایا اور جب اُن کو یہ خبر پہنچی کہ لوگوں نے
عثمانؓ کو خلیفہ بنا لیا تو کہا کہ ہم نے اپنے اعلیٰ مرتبہ والے کے ساتھ
جو صاحبِ فوقیت ہے کوتاہی نہیں کی۔ ابن ابی شیبہ نے یہ روایت
لی، اور عبداللہؓ نے کہا واللہ اگر لوگوں نے عثمانؓ کو قتل کر دیا
تو اُن کو اُن کا جانشین نصیب نہ ہوگا۔ اور اُن میں سے عمار بن یاسر
ہیں اُنھوں نے اس حدیث کی روایت کی کہ میرے پاس ابھی جبرئیل
آیا تھا تو میں نے کہا اے جبرئیل مجھ سے عمرؓ بن الخطاب کے فضائل
بیان کرو جو آسمان میں (مشہور) ہیں تو اُنھوں نے کہا اے محمد
اگر میں آپ سے عمرؓ کے فضائل اتنے زمانے تک بیان کروں جتنے
زمانہ تک نوحؑ اپنی قوم میں ٹھہرے تھے یعنی پچاس کم ایک ہزار
برس تو عمرؓ کے فضائل ختم نہ ہوں گے اور یہ کہ عمرؓ (کے تمام فضائل)
ایک نیکی (کے برابر) ہیں ابوبکرؓ کی نیکیوں میں سے۔ اور ابوبکرؓ کے
حسناتِ سابقہ پر ان کے چند اشعار ہیں (ترجمہ) ؎

اللہ تعالیٰ عتیق (یعنی ابوبکرؓ) کو جزائے خیر دے بلالؓ
اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے، اور رُسوا کرے فاکہ اور ابوجہل کو
جس دن کہ ان دونوں نے پکا ارادہ کر لیا تھا بلالؓ کے بارے میں سخت
ایذا رسانی کا، اور دونوں نے اُس چیز سے نہ بچنا چاہا جس سے ہر صاحب عقل بچا کرتا ہے
اس کے پروردگار عالم کی توحید کو ماننے کی وجہ سے اور اُس کے اس قول
کی وجہ سے کہ میں بلا تامل اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میرا رب اللہ ہے
پھر اگر یہ مجھے قتل کرنا چاہیں تو قتل کر دیں، اور میں قتل کیے جانے کے
خوف سے رحمٰن کے ساتھ شرک کرنے والا نہیں ہوں
تو اے ابراہیمؑ اور اپنے بندے یونسؑ اور موسیٰؑ
اور عیسیٰؑ کے رب! مجھے نجات دے۔
پھر اولادِ غالب کے ان لوگوں کو مہلت نہ دے جو برابر گمراہی میں لگے رہتے
ہیں بغیر اس کے کہ ان سے کوئی نیکی سرزد ہوتی ہو یا انصاف کی بات۔

اور ان میں سے حذیفہؓ بن الیمان ہیں جنھوں نے اس حدیث کی
روایت کی کہ وہ دونوں (شیخینؓ) دین کے حق میں سمع و بصر
کی مانند ہیں۔ اور اس حدیث کی کہ اقتدا کرو ان دونوں میرے
بعد والوں ابوبکرؓ و عمرؓ کی۔ اور اُن ہی کا یہ قول ہے کہ عمرؓ کے زمانہ میں

كالرجل المقبل لايزداد الا قربا فلما قتل
عمر كان كالرجل المدبر لايزداد الا بعدا
ومنهم ابوذر روى حديث الحصيات
السبع واخرج الحاكم عن ابى ذر قال
مر فتى على عمر فقال عمر نعم الفتى قال
فتبعه ابوذر فقال يا فتى استغفر لى
فقال يا باذر استغفر لك وانت صاحب
رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال استغفر لى قال لا او تخبرنى
فقال انك مررت على عمر فقال نعم
الفتى وانى سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول ان الله جعل الحق
على لسان عمر وقلبه ومنهم بريدة
الاسلمى روى حديث اثبت حراء فانما
عليك نبى او صديق او شهيدان وحديث
رؤيا قصر فى الجنة لعمر وحديث ان الشيطان
ليفرق منك يا عمر ومنهم سفينة روى
رؤيا الميزان وقول النبى صلى الله عليه وسلم
خلافة النبوة ثلثون عاما ومنهم عبدالرحمن
ابن غنم الاشعرى روى حديث قال
النبى صلى الله عليه وسلم لابى بكر
وعمر لو اجتمعتما فى مشورة ماخالفتكما
ومنهم ابوموسى الاشعرى روى
حديث بشارة الثلثة بالجنة
ومنهم ابوامامة الباهلى فسر قوله
تعالى وصالح المؤمنين ابوبكر
وعمر ومنهم ابو اروى الدوسى
روى حديث الحمد لله الذى

اسلام اُس شخص کی مانند تھا جو (دُور سے) آنے والا ہو کہ اُس کا
قرب برابر بڑھتا ہی رہتا ہے۔ پھر جب عمرؓ قتل ہو گئے تو اسلام اُس
شخص کی مانند ہو گیا جو پُشت پھیر کر جا رہا ہو کہ اُس کا بُعد برابر بڑھتا
ہی رہتا ہے۔ اور اُن میں سے ابوذرؓ ہیں۔ یہ راوی ہیں سات کنکریوں
والی حدیث کے۔ اور حاکم نے ابوذرؓ سے یہ روایت لی ہے کہا کہ (ایک
مرتبہ) ایک جوان عمرؓ کے سامنے سے گزرا تو عمرؓ نے کہا کہ اچھا جوان
ہے (راوی نے) کہا کہ ابوذرؓ اس کے پیچھے ہو لئے اور کہا کہ اے جوان
میرے لئے دُعاءِ مغفرت کر۔ اُس نے کہا کہ اے ابوذرؓ میں آپ کے لئے
مغفرت کی دُعاء کروں؟ حالانکہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے اصحاب میں سے ہیں۔ ابوذرؓ نے کہا کہ تو میرے لئے دُعائے مغفرت
کر دے۔ اُس نے کہا کہ نہیں جبتک آپ وجہ نہ بتائیں گے۔ تو ابوذرؓ
نے کہا کہ تو عمرؓ کے سامنے سے گزرا تو اُنھوں نے کہا اچھا جوان ہے اور
میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ
اللہ تعالےٰ نے حق کو قائم کر دیا ہے عمرؓ کی زبان اور قلب پر۔ اور اُن
میں سے بریدہ اسلمی ہیں اُنھوں نے اُس حدیث کی روایت کی جس میں
ہے اے حراء ساکن رہ تیرے اُوپر صرف ایک نبی ہے یا صدیق اور دو
شہید۔ اور اُس حدیث کی جس میں اُس خواب کا بیان ہے جس میں جنت
میں عمرؓ کا محل دیکھنے کا ذکر ہے، اور اُس حدیث کی جس میں ارشاد
ہوا کہ شیطان تجھ سے الگ رہتا ہے اے عمرؓ۔ اور اُن میں سے سفینہ
ہیں اُنھوں نے ترازو والے خواب کی روایت کی اور نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کے اس قول کی کہ خلافتِ نبوت تیس برس ہوگی۔ اور اُن میں
سے عبدالرحمٰن بن غنم الاشعری ہیں۔ اُنھوں نے وہ حدیث روایت
کی جس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ و عمرؓ سے فرمایا کہ جب
تم دونوں کسی مسئلہ میں متفق ہو جاتے ہو تو میں تمہارا خلاف نہیں
کرتا۔ اور اُن میں سے ابو موسیٰ اشعری ہیں۔ اُنھوں نے تینوں شیوخ
کے لئے جنت کی بشارت والی حدیث کو روایت کیا۔ اور اُن میں سے
ابو امامہ باہلی ہیں۔ اُنھوں نے قولہ تعالیٰ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ کی
تفسیر کی ابوبکرؓ و عمرؓ۔ اور اُن میں سے ابو اروےٰ دوسی ہیں۔ اُنھوں
نے اس ارشاد والی حدیث کو روایت کیا اللہ کا شکر ہے جس نے ان دونو

۳۴

اَیَّدَنِی بِهَا و منهم عرفجة الاشجعی روی حدیث الوزن.

واما الانصار فمنهم معاذ بن جبل روی حدیث ان هٰذا الامر بدأ نبوة ورحمة ثم یکون خلافة ورحمة ثم یکون ملکا عضوضا و منهم ابی بن کعب روی حدیث اول من یعانقه الحق یوم القیمة عمر و منهم ابو ایوب روی حدیث رؤیا النبی صلی الله علیه وسلم ربه و تعبیر ابی بکر و قول النبی صلی الله علیه وسلم هٰکذا عبّرها الملک سحر و منهم ابو الدرداء روی حدیث هل انتم تارکون لی صاحبی و منهم زید بن ثابت و هو ممن حمل الانصار علی بیعة ابی بکر و منهم اسید بن حضیر و هو ایضا ممن حمل الانصار علی بیعة ابی بکر و منهم رفاعة بن رافع و رافع بن خدیج رویا حدیث فضل اهل بدر و منهم زید بن خارجة تکلم بفضائل الثلاثة بعد موته و منهم ابو سعید بن المعلی روی خطبة النبی صلی الله علیه وسلم قریبا من وفاته فی فضائل ابی بکر و عمر و منهم سهل بن سعد روی ان احدا ارتج و علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابو بکر و عمر و

کے ذریعہ سے میری مدد کی۔ اور ان میں سے عرفجہ اشجعیؓ ہیں۔ انھوں نے وزن والی حدیث کو روایت کیا۔

اب انصار کے اقوال لیجئے۔ ان میں سے معاذؓ بن جبل ہیں۔ انھوں نے اس حدیث کو روایت کیا کہ یہ امر شروع ہوا نبوت اور رحمت سے پھر ہو جائے گا خلافت و رحمت پھر ہو جائے گی مار کاٹ کی بادشاہی۔ اور ان میں سے اُبی بن کعب ہیں انھوں نے اس حدیث کو روایت کیا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حق تعالیٰ جس سے معانقہ کرے گا وہ عمرؓ ہے۔ اور ان میں سے ابو ایوبؓ ہیں انھوں نے اس حدیث کو روایت کیا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا بیان ہے کہ آپؐ نے اپنے رب کو خواب میں دیکھا اور ابو بکرؓ کا تعبیر دینا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ صبح کے وقت اس کی تعبیر اسی طرح فرشتہ نے دی۔ اور ان میں سے ابو درداءؓ ہیں۔ انھوں نے اس حدیث کی روایت کی جس میں یہ ہے کہ کیا تم میری وجہ سے میرے ساتھی کو (اذیت دینا) چھوڑ دوگے۔ اور ان میں سے زیدؓ بن ثابت ہیں اور وہ اُن لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے انصار کو ابو بکرؓ سے بیعت کرنے پر آمادہ کیا۔ اور اُن میں سے اُسیدؓ بن حضیر ہیں اور وہ بھی ان ہی میں سے ہیں جنھوں نے انصار کو ابو بکرؓ سے بیعت پر آمادہ کیا تھا۔ اور اُن میں سے رفاعہؓ بن رافع اور رافعؓ بن خدیج ہیں دونوں نے اہل بدر کی فضیلت والی حدیث کو روایت کیا۔ اور ان میں سے زیدؓ بن خارجہ ہیں۔ انھوں نے تینوں خلفاءؓ کے فضائل پر اپنی موت کے بعد گفتگو کی[1]۔ اور اُن میں سے ابو سعیدؓ بن المعلّٰی ہیں انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس خطبہ کو روایت کیا جو آپؐ نے ابو بکرؓ و عمرؓ کے فضائل میں اپنی وفات کے قریب دیا تھا۔ اور ان میں سے سہلؓ بن سعد ہیں۔ انھوں نے روایت کیا کہ احد کانپنے[2] لگا اور اس کے اُوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ اور

[1] یہ عجیب واقعہ بنو حنیفہ سے جنگ کے وقت پیش آیا تھا۔ یہ شہید ہوئے اور بعد موت کے ان کی زبان پر خلفاء ثلاثہ کی مدح جاری ہوگئی تھی ۱۲ مترجم۔

[2] اُحد کے پہاڑ کے کانپنے کی وجہ ثابت نہیں ہوئی۔ اکابر اولیاء کے کلام سے ثابت ہے کہ انوار و تجلیات کا تحمل زمین کا ہر مقام نہیں کر سکتا موسیٰ علیہ السلام اسی لئے [illegible] لینے کے لئے طور پر پہنچے تھے کہ اس مقام مقدس میں انوار کا جو تحمل تھا وہ ہر مقام کو حاصل نہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خاص اصحاب کے انوار عظیمہ کی وجہ سے ان پہاڑوں کو کپکپی طاری ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ یا پاؤں مارنا ایک تصرف ہو اس میں قوت برداشت عطا کرنے کے لئے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

عثمانُ فقال رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اثبت أُحُد فما علیک الا نبیٌّ او صدیقٌ او شہیدان ومنہم عُویمُ بن ساعدۃ اخرج الحاکمُ من حدیث عبد الرحمٰن بن سالم بن عبد الرحمٰن بن عُویم بن ساعدۃ عن ابیہ عن جدہ عن عویم بن ساعدۃ انّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال انّ اللہ تبارکَ وتعالےٰ اختارنی و اختار لی اصحابا فجعل لی منہم وُزرآء وانصارًا و اصہارًا فمن سبّہم فعلیہ لعنۃُ اللہ والملٰئکۃِ والناسِ اجمعین لایقبلُ منہُ یومَ القیٰمۃِ صرفٌ ولا عدلٌ ومنہم حسّان بن ثابت المنشدُ بین یدے النبی صلے اللہ علیہ وسلم شعرًا[1] فی الثنآءِ علےٰ ابی بکر وثانی اثنین فی الغارِ المُنیف ومنہم ابو الہیثم بن التیہانِ القائلُ انّی ارجو ان یقومَ بامرنا۔

واما المکثرون من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فمنہم عبداللہ ابن عمر القائلُ کُنّا نُخیّر بین الناس فی زمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نخیّر ابا بکر ثم عمر ثم عثمان وروےٰ حدیث رؤیا القلیب و حدیث اَرْاَفُ اُمّتی بامّتی ابو بکر واشدُّہم فی الاسلام عُمر واصدقہم حیآء عثمان الحدیث و روےٰ انّہما

عثمانؓ تھے تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قائم رہ اے اُحُد تجھ پر نہیں ہیں مگر ایک نبی یا صدیق یا دو شہید ہیں اور اُن میں سے عُوَیم بن ساعدہ ہیں۔ حاکم نے اخذ کیا از روایت عبد الرحمٰن ابن سالم بن عبد الرحمٰن بن عُوَیم بن ساعدہ۔ روایت کیا اپنے باپ سے انھوں نے ان کے دادا سے۔ عویم بن ساعدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے مجھے پسند فرمایا (یعنی فضیلت بخشی) اور میرے لئے میرے اصحاب کو پسند فرمایا تو اُن میں سے بعض کو میرے لئے وزراء بنایا اور بعض انصار بنایا اور داماد بنائے تو جو اُن کو گالی دے اُس کے اوپر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی سب کی لعنت اُس سے قیامت کے دن نہ توبہ قبول کی جائے گی اور نہ فدیہ۔ اور اُن میں سے حسانؓ بن ثابت ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھنے والے ہیں ابو بکرؓ کی مدح میں وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد (حضرت صدیقؓ غار شریف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثانی اثنین تھے الخ) اور اُن میں سے ابو الہیثمؓ بن التیہان ہیں جو یہ کہنے والے تھے کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ (ابو بکرؓ) ہمارے امر کے لئے قائم ہوجائیں گے۔

اب لیجئے ان حضرات کے اقوال جو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بکثرت روایت کرنے والے ہیں۔ تو اُن میں سے ہیں عبداللہ بن عمرؓ جن کا یہ قول ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب آپس میں لوگوں کی افضلیت پر گفتگو کرتے تھے تو سب سے افضل ابو بکرؓ کو قرار دیتے تھے پھر عمرؓ کو پھر عثمانؓ کو۔ اور انھوں نے قلیب والے خواب کی روایت کی (جس میں کنویں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ڈول کھینچنے کا ذکر ہے) اور اس حدیث کی روایت کی کہ میری اُمت میں سے سب سے زیادہ مہربان میری اُمت پر ابو بکرؓ ہے اور اسلام کے بارے میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہے اور حیاء کے لحاظ سے سب سے زیادہ صادق عثمانؓ ہے الخ۔ اور انھوں نے یہ روایت کی کہ وہ دونوں (یعنی

[1] یہ اشعار مع ترجمہ جلد اول صفحہ ۷۲۳ پر دیکھو ۱۲ مترجم

يتبعان مع النبي صلى الله عليه وسلم وروى من مناقب الشيخين شيئاً كثيراً ومنهم عبد الله ابن عباس روى حديث لو كنت متخذاً خليلاً غير ربي لاتخذت ابا بكر خليلاً وحديث لما اسلم عمر نزل جبرئيل فقال يا محمد استبشر اهل السماء باسلام عمر وهو القائل لعمر لما طعن لقد صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحسنت صحبته ثم فارقته وهو عنك راض ثم صحبت ابا بكر فاحسنت صحبته الحديث وهو القائل في حديث النهي عن الركعتين بعد العصر اخبرني رجال مرضيون وارضاهم عندي عمر ومنهم عبد الله بن عمرو بن العاص روى حديث دفع الكفار عنه صلى الله عليه وسلم ومنهم ابو هريرة روى حديث القليب وحديث ما نفعني مال احد ما نفعني مال ابي بكر وحديث ارجو ان تكون منهم يعني ممن يدعى من جميع ابواب الجنة وحديث رؤيا قصر في الجنة لعمر وحديث المحدثين وانما عليك نبي او صديق او شهيد ومنهم ام المؤمنين عائشة رضي الله عنها القائلة لو استخلف استخلف ابا بكر ثم عمر والقائلة كان ابو بكر احب الناس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم عمر

شیخین رضؓ) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُٹھیں گے۔ اور اُنھوں نے شیخین رضؓ کے مناقب میں بہت کچھ روایت کیا ہے۔ اور ان میں سے عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ انھوں نے اس حدیث کی روایت کی کہ اگر میں کسی کو دوستِ جانی بنانے والا ہوتا بجز اپنے رب کے تو ابوبکر رضؓ کو دوست جانی بناتا۔ اور اُس حدیث کی کہ جب عمر رضؓ اسلام لائے تو جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ! اہلِ آسمان عمر رضؓ کے اسلام سے بشارت لے رہے ہیں۔ اور حضرت عمر رضؓ کے جب خنجر مارا گیا تو اُنھوں نے اُن سے کہا تھا بیشک آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور حقِ صحبت خوبی کے ساتھ ادا کیا۔ پھر آپ اُن سے جُدا ہوتے اور وہ آپ سے خوش تھے پھر آپ ابوبکر رضؓ کی صحبت میں رہے اور حقِ صحبت خوب ادا کیا، الخ۔ اور جس حدیث میں بعد العصر دو رکعت پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اُس میں یہ کہنے والے وہی ہیں کہ مجھے اس کی خبر دی ایسے لوگوں نے جو مقبول ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ مقبول میرے نزدیک ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ ہیں۔ اور اُن میں سے عبداللہ رضؓ ابن عمرو بن العاص ہیں اُنھوں نے اس حدیث کی روایت کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (ابوبکر رضؓ کا) کُفار کو دفع کرنے کا بیان ہے۔ اور اُن میں سے ابوہریرہ رضؓ ہیں۔ اُنھوں نے قلیب والی حدیث کو (یعنی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں کنوئیں سے ڈول کھینچنے کا ذکر ہے پھر ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کا) روایت کیا اور اُس حدیث کو کہ کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر رضؓ کے مال نے نفع پہنچایا۔ اور اُس حدیث کو جس میں یہ ارشاد ہے کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ تو اُن میں سے ہوگا۔ یعنی ان میں سے جن کو جنّت کے ہر دروازے سے بُلایا جائے گا۔ اور اُس خواب والی حدیث کو جس میں آپؐ نے جنّت میں عمر رضؓ کا محل دیکھا تھا۔ اور روایت کیا محدَّثین والی حدیث کو اور اس حدیث کو جس میں یہ ہے کہ تجھ پر نبی ہے یا صدیق یا شہید۔ اور ان میں سے اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ جن کا قول ہے کہ اگر آپؐ خلیفہ بناتے تو ابوبکر رضؓ کو پھر عمر رضؓ کو بناتے اور جن کا قول ہے کہ ابوبکر رضؓ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے، پھر عمر رضؓ۔ انھوں نے

روت حدیث الامامۃ فی مرضہ صلے اللہ
علیہ وسلم و حدیث تلقیب النبی صلے
اللہ علیہ وسلم ابابکر بالعتیق و حدیث
انظر الی شیاطین الجن و الانس
قد فروا من عمر و حدیث ہم الخلفاء
من بعدی فی قصۃ تاسیس المسجد
والقائلۃ کان عمر اخوذیا نسیج وحدہ
خلق لاعلاء کلمۃ الاسلام و منہم انس بن
مالک روی حدیث انما علیک نبی وصدیق
و شہیدان وحدیث سیدا کہول اہل الجنۃ
و حدیث ارحم امتی بامتی ابوبکر و
اشدہم فی امر اللہ عمر واصدقہم حیاء
عثمان و روی حدیث انت مع من احببت
ثم قال انا احب النبی صلے اللہ علیہ
وسلم و ابابکر و عمر و ارجو ان اکون
معہم بحبی ایاہم وان لم اعمل مثل
اعمالہم و منہم ابوسعید الخدری روی
حدیث ان امن الناس علی فی صحبتہ
و مالہ ابوبکر لو کنت متخذا خلیلا الحدیث
و حدیث رؤیا القمیص لعمر و حدیث
و ان ابابکر و عمر منہم و انعما یعنی
من اہل الدرجات العلی فی الجنۃ
و منہم جابر بن عبد اللہ روی حدیث
یا ابابکر اعطاک اللہ الرضوان الاکبر
و حدیث رؤیا قصر فی الجنۃ لعمر۔
و اما سائر اصحاب النبی صلے
اللہ علیہ وسلم منہم معاویۃ بن
ابی سفیان القائل علیکم من
الاحادیث

روایت کی حدیث امامت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری
کے زمانہ میں اور اس حدیث کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے صدیق رض کو عتیق کا لقب دینے کا ذکر ہے۔ اور اس حدیث
کی کہ میں دیکھتا ہوں شیاطین الجن والانس کو کہ عمر رض سے بھاگے
اور اس حدیث کی کہ یہ خلفاء ہوں گے میرے بعد۔ مسجد کی بنا
رکھنے کے قصہ میں۔ اور ان کا قول ہے کہ عمر رض بڑے ذہین، بے نظیر
تھے، کلمۂ اسلام کو بلند کرنے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ اور ان میں
سے ہیں انس بن مالک رض۔ اس حدیث کی روایت کی کہ یہی بات
ہے کہ تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔ اور اس حدیث
کی کہ یہ دونوں سردار ہیں ادھیڑ عمر والے اہل جنت کے اور
اس حدیث کی کہ میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے میری
امت پر ابوبکر رض ہیں اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت
عمر رض ہیں اور حیاء کے اعتبار سے سب سے زیادہ صادق عثمان رض ہیں۔
اور اس حدیث کی کہ تو اس کے ساتھ ہوگا جس کو دوست رکھتا ہے
پھر کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور
ابوبکر رض اور عمر رض کو اور امید کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ ہوں گا
اپنی محبت کی وجہ سے جو ان سے ہے اگرچہ میں نے ان کے جیسے اعمال
نہیں کئے۔ اور ان میں سے ہیں ابوسعید خدری رض اس حدیث کی
روایت کی کہ سب سے زیادہ احسان کرنیوالا مجھ پر اپنی صحبت سے
(یعنی شدائد میں ہر موقع پر ساتھ دینے سے) اور مال سے ابوبکر رض ہے۔
اگر میں کسی کو دوست جانی بنانے والا ہوتا، آخر حدیث تک اور
اس حدیث کی جس میں خواب میں عمر رض کی قمیص کا بیان ہے۔
اور اس حدیث کی کہ ابوبکر رض وعمر رض ان میں سے ہیں اور ان سے
زیادہ نعمت والے یعنی جنت میں بلند درجات والوں میں سے اور
ان میں سے جابر رض بن عبداللہ ہیں انھوں نے اس حدیث کی روایت
کی کہ اے ابوبکر رض اللہ تعالیٰ نے تجھ کو رضوان اکبر عطاء کیا اور اس
رؤیا والی حدیث کی جس میں عمر رض کے قصر کا جنت میں دیکھنا مذکور ہے۔
اب لیجئے دیگر اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان میں سے معاویہ
ابن ابی سفیان رض ہیں، جن کا یہ قول ہے تم پر ان احادیث کا جمع کرنا ضروری ہے

ربما کان یُروی فی زمانِ عمر فانہ کان تخیف
الناسَ فی اللہ و منہم عمرو بن العاص القائل
و اللہ لئن کان ابوبکر و عمر ترکا ہذا المالَ
و ہُوَ یَحِلُّ لہما شییٔ لقد غُبِنا و نقص رأیُہما
و ایمُ اللہِ ما کانا بمغبونینَ و لا ناقصی الرای
و لئن کانا امرأین یحرم علیہما من ہٰذا
المالِ الذی اَصَبْنَا بعدہما لقد ہلکنا و
ایمُ اللہِ ما الوہنُ الّا من قِبَلِنا اخرجہ ابن
ابی شیبۃ روی احبُّ الناس الی رسولِ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃُ و من
الرجال ابوبکر ثم عمرُ و منہم عبدالرحمٰن
ابن ابی بکر روٰی حدیثَ اکتُبْ لکم
کتاباً لا تضلّوا بعدہ ابداً ثم اقبل
علینا فقال یأبَی اللہُ و المؤمنون الّا
ابابکر و منہم عمران بن حصین الراوی
حدیثَ خیر القرونِ قرنی ثم الذین یلونہم
و منہم عبداللہ بن ہشام بن زہرۃ
الراوی حدیثَ قال عمرُ یارسولَ اللہِ
انک اَحبُّ الیّ من کلِّ شیئٍ الّا
نفسی فقالَ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم
لا والذی نفسی بیدہ حتّٰی اکونَ احبَّ الیکَ
من نفسِکَ فقال لہٗ عمرُ فانہ الآنَ واللہِ
لانتَ احبُّ الیَّ من نفسی فقال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم الآنَ یا عمرُ اخرجہ البخاری
و منہم عثمان بن ارقم الراوی حدیثَ
اللّٰہم اَعِزّ الاسلام باحبّ الرجلین
الیک عمرَ بن الخطاب او عمرو
ابن ہشام و منہم الاسود
ابن سریع الراوی

جو عمرؓ کے زمانہ میں روایت کی جاتی تھیں کیونکہ وہ اللہ کے بارے میں لوگوں
کو ڈراتے رہتے تھے۔ اور ان میں سے عمروؓ بن العاص ہیں جو اس
بات کے کہنے والے ہیں واللہ اگر ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں نے اس مال
کو چھوڑ دیا تھا حالانکہ وہ ان کے لئے حلال تھا تو (کہا جائیگا کہ) دونوں
کو فریب دیا گیا اور دونوں کی سمجھ ناقص تھی حالانکہ خدا کی قسم
نہ وہ دونوں فریب خوردہ تھے اور نہ ناقص الرائے تھے اور واللہ
اگر وہ دونوں ایسے شخص ہوتے کہ ان پر حرام ہوتا اس مال میں سے
لینا جو اُن کے بعد ہمارے ہاتھ لگا تو ہم یقیناً ہلاک ہو گئے اور خدا
کی قسم کوتاہی جو کچھ بھی ہے وہ ہماری جانب سے ہے۔ اس کو ابن
ابی شیبہ نے اخذ کیا۔ اُنھوں نے یہ روایت کی کہ رسول اللہ کو سب
سے زیادہ محبوب عائشہؓ تھیں اور مردوں میں سے ابوبکرؓ پھر عمرؓ۔
اور اُن میں سے عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر ہیں۔ اُنھوں نے اس حدیث
کی روایت کی کہ میں تمھیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد تم
کبھی نہ بھٹک سکو پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اللہ تعالےٰ
اور مؤمنین کو سب سے انکار ہے بجز ابوبکرؓ کے۔ اور ان میں سے
عمرانؓ بن ابی شیبہ ہیں جو راوی ہیں اس حدیث کے کہ تمام زمانوں
سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جو اُس زمانہ کے لوگوں سے ملتے
ہیں۔ اور ان میں سے عبداللہ بن ہشام بن زہرہ ہیں جو اس
حدیث کے راوی ہیں کہ عمرؓ نے کہا یارسول اللہ آپ مجھے ہر چیز
سے زیادہ محبوب ہیں بجز میرے نفس کے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا، نہیں قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان
ہے جب تک میں تجھ کو تیرے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ تو
آپ سے عمرؓ نے کہا کہ اب (یہ حالت پیدا ہو گئی ہے) یارسولَ اللہ
بیشک آپ مجھ کو میرے نفس سے بھی زیادہ عزیز ہیں، تو نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اے عمرؓ (تمھارا ایمان کامل ہوا)۔
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ان میں سے عثمان بن ارقم ہیں
جو اس حدیث کے راوی ہیں کہ اے اللہ اسلام کو عزت عطا فرما
دو آدمیوں میں سے ایک ایسے کے سبب سے جو آپ کو پسند ہو عمرؓ بن الخطاب
یا عمرو بن ہشام۔ اور ان میں سے اسود بن سریع ہیں جو اس حدیث کے

حدیث لیس من الباطل فی شیٔ قالہ
لعمر و منہم ابو جحیفۃ السوائی الراوی
حدیث سیدا کہول اہل الجنۃ و منہم
ابو بکرۃ الثقفی الراوی رؤیا المیزان و
منہم سمرۃ بن جندب الراوی رؤیا
الدلو و منہم ابو الطفیل الراوی رؤیا
القلیب و منہم جبیر بن مطعم الراوی
حدیث ان لم تجدینی فأتی ابابکر ولہ
قصۃ فی ذہابہ الی الشام ورؤیتہ
تصاویر الانبیاء فیہا تصویر النبی صلی
اللہ علیہ وسلم وابوبکر آخذ بقدمیہ و
اخبار اہل الکتاب انہ خلیفۃ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم من بعدہ و منہم عبداللہ بن
الزبیر الراوی حدیث لو کنت متخذا خلیلا
لاتخذت ابابکر خلیلا والراوی سبب نزول
آیۃ لا ترفعوا اصواتکم و منہم جندب بن
عبداللہ الراوی حدیث لو کنت متخذا
خلیلا لاتخذت الخ۔

واما علماء التابعین فمنہم سعید بن المسیب قال کان
ابوبکر الصدیق من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکان الوزیر
فکان یشاورہ فی جمیع امورہ وکان ثانیہ فی الاسلام
وکان ثانیہ فی الغار وکان ثانیہ فی العریش یوم
بدر وکان ثانیہ فی القبر ولم یکن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقدم علیہ احدا اخرجہ
الحاکم و منہم قاسم بن محمد روی ان رجلا من ابناء اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مجلس فیہ القاسم بن محمد
ابن ابی بکر الصدیق واللہ ما کان لرسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من موطن الا
وعلی معہ فیہ

راوی ہیں کہ باطل کی کوئی چیز اس میں نہیں ہے جس بات کو عمرؓ
نے کہا۔ اور اُن میں سے ابو جحیفہ سوائی ہیں جو حدیث ہر دو سردار
کہولِ اہلِ جنت الخ کے راوی ہیں۔ اور اُن میں سے ابو بکرہ ثقفی
ہیں جو راوی ہیں ترازو والے خواب کے۔ اور اُن میں سے سمرہ بن جندب
ہیں جو راوی ہیں ڈول والے خواب کے۔ اور اُن میں سے ابو الطفیل
ہیں جو راوی ہیں قلیب (کنویں) والے خواب کے اور اُن میں سے
جبیر بن مطعم ہیں جو راوی ہیں اس حدیث کے کہ اگر تو مجھے
نہ پائے تو ابو بکرؓ کے پاس آجانا الخ اور اُن کا شام کی طرف جانیکا
ایک خاص قصہ ہے اور اُن کا دیکھنا انبیاءؑ کی تصاویر کو جن میں
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر تھی اور اُس میں ابو بکرؓ آپکے
دونوں قدم پکڑے ہوئے تھے اور اہلِ کتاب کا خبر دینا کہ وہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے اُن کے بعد۔ اور اُن میں
سے عبداللہ بن زبیر ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں کہ اگر میں
کسی کو دوستِ جانی بنانے والا ہوتا تو ابو بکرؓ کو دوست جانی بناتا
اور راوی ہیں اس آیت کے سببِ نزول کے لا ترفعوا اصواتکم
اور اُن میں سے جندب بن عبداللہ ہیں جو راوی ہیں حدیث لو
کنت متخذا خلیلا لاتخذت الخ کے۔

اب لیجئے **علمائے تابعین** کے اقوال۔ اُن میں سے سعید
ابن المسیب ہیں فرمایا کہ ابو بکر صدیقؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
حضور میں وزیر کے مرتبہ میں تھے۔ آپ اُن سے اپنے تمام امور میں
مشورہ کیا کرتے تھے اور آپ کے دوسرے تھے غار میں اور دوسرے
تھے عریش میں (یعنی اُس عارضی قیام گاہ میں جو بدر میں آپ کے
لئے بنائی گئی تھی) بدر کے دن۔ اور آپ کے دوسرے تھے قبر میں
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان پر کسی کو مقدم نہیں کیا
کرتے تھے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے قاسم بن
محمد ہیں۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے جو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھا ایک مجلس میں جس میں قاسم بن
محمد بن ابی بکر الصدیق موجود تھے یہ کہا کہ واللہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کا کوئی مقام نہیں تھا مگر اس میں علیؓ آپکے ساتھ ہوتے

فقال القاسمُ لاتحلِف قال ہَلُمّ قال بلٰے مالاتردّہ قال اللّٰہ عزّ وجلّ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اخرجہ ابو عمر فی الاستیعاب ومنہم مسروق قال حبُّ ابی بکر وعمر ومعرفۃ فضلہما من السُّنّۃ اخرجہ ابو عمر ومنہم الحسنُ البصری روٰی عن یونس قال کان الحسنُ رُبّما ذکر عمر فیقولُ واللّٰہ ماکان باوّلہم اسلاماً ولا بافضلہم نفقۃً فی سبیل اللّٰہ ولکن غلب الناس بالزہد فی الدنیا والصرامۃ فی امر اللّٰہ ولایخافُ لومۃ لائم اخرجہ ابن ابی شیبۃ ومنہم محمد بن سیرین قال ما اظنّ رجلاً ینتقص ابابکر وعمر ویحبّ النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم اخرجہ الترمذی ومنہم عمرو بن میمون وابراہیم النخعی رُوِی عن عمرو بن میمون انہ قال ذہب عمر بثلثی العلم فذکر لابراہیم فقال ذہب عمر بتسعۃ اعشار العلم اخرجہُ الدارمیّ ومنہم ابوالعالیۃ فسّر الصراط المستقیم بابی بکر وعمر فصدّقہ الحسن البصری ومنہم عکرمۃ والکلبی فسّرا واولی الامر منکم بابی بکر وعمر ومنہم قتادۃ قال کنا نتحدّث ان ہذہ الآیۃ فی ابی بکر واصحابہ فسوف یأتی اللّٰہ بقوم یحبہم ویحبونہ ومنہم الضحاک قال فی ہذہ الآیۃ ابوبکر واصحابہ ومنہم الحسنُ قال فی ہذہ الآیۃ

یہ سنکر قاسم نے کہا میرے بھائی قسم نہ کھاؤ۔ اُس نے کہا آپ ایسے موقع کو بتائیں اُنھوں نے کہا ہاں! ایسا کہ تم اُس کو رد نہ کرسکوگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ثانی اثنین اِذ ہُما فِی الغارِ۔ اس کو ذکر کیا ابو عمر نے استیعاب میں۔ اور اُن میں سے مسروق ہیں، اُن کا قول ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی محبت اور اُن کی فضیلت کو پہچاننا سنّت میں سے ہے۔ اس کو ذکر کیا ابو عمر نے۔ اور اُن میں سے حسن بصری ہیں، مروی ہے یونس سے کہا کہ حسنؒ بسا اوقات عمرؓ کا ذکر کرتے اور کہتے کہ واللہ یہ اوّل اسلام لانے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں اُن سے بڑھے ہوتے تھے لیکن (فضیلت میں) لوگوں پر غلبہ پاگئے دنیا سے بے رغبت اور اللہ کے کام میں بہادر ہونے کی وجہ سے، وہ کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہیں کرتے تھے اس کو ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا۔ اور اُن میں سے محمد بن سیرین ہیں، ان کا قول ہے کہ میں نہیں خیال کرتا اُس شخص کے بارے میں جو ابوبکرؓ اور عمرؓ میں عیب لگاتا ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبّت کرتا ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا اور اُن میں سے عمرو بن میمون اور ابراہیم نخعی ہیں۔ روایت کیا گیا ہے عمرو بن میمون سے کہ اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ دو تہائی علم لے گئے۔ اِس کا ذکر کیا گیا ابراہیم سے تو اُنھوں نے کہا کہ دس حصوں میں سے نو حصے لے گئے، اس کو دارمی نے ذکر کیا۔ اور اُن میں سے ابوالعالیہ ہیں اُنھوں نے الصراطَ المستقیم کی تفسیر کی ابوبکرؓ وعمرؓ (کی راہ) سے تو اُن کی تصدیق کی حسن بصریؒ نے۔ اور اُن میں سے عکرمہ اور کلبی ہیں۔ اُن دونوں نے واُولی الامرِ منکم کی تفسیر کی ابوبکرؓ وعمرؓ۔ اور اُن میں سے قتادہ ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم ایک دوسرے کو بتایا کرتے تھے کہ یہ آیت ابوبکرؓ اور ان کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی فَسَوفَ یَأتِی اللّٰہُ الخ (۵:۵۴) تو اللہ تعالےٰ بہت جلد ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالےٰ سے محبت ہوگی۔ اور ان میں سے ضحاک ہیں۔ اُنھوں نے اس آیت کی تفسیر میں ابوبکرؓ اور اُن کے اصحاب کہا۔ اور اُن میں سے حسن ہیں، اُنھوں نے اس آیت میں

ابوبکر و اصحابہ و منہم زید بن اسلم قال فی آیۃ اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتاً فَاَحْیَیْنَاہُ نزلت فی عمر بن الخطاب و ابی جہل و مثلہ عن الحسن و الضحاک و ابی سنان و منہم کعب الاحبار عن ابن ابی ملیکۃ قال لما طعن عمر جاء کعب فجعل یبکی بالباب و یقول واللہ لو ان امیر المؤمنین یقسم علی اللہ ان یؤخرہ لاخرہ فدخل ابن عباس فقال یا امیر المؤمنین ہذا کعب یقول کذا و کذا قال اذًا واللہ لا اسألہ و ہو القائل فی کتب اللہ المنزل من السماء ابوبکر و عمر و عثمان و منہم عروۃ بن الزبیر قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر امیرًا علی الناس سنۃ تسع و کتب سنن الحج و بعث معہ علی بن ابی طالب و اصل القصۃ متواتر عن ابن عمر و جابر و انس و ابی ہریرۃ و ابن عباس و عن الحسن انہ سئل عن یوم الحج الاکبر فقال ذاک عام حج فیہ ابوبکر استخلفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحج بالناس و من الذین ذہبوا الی ان خلافۃ ابی بکر و عمر انما کان بنص من النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٌّ و ابن عباس و میمون بن مہران و حبیب بن ابی ثابت و الضحاک و مجاہد کلہم قالوا امارۃ ابی بکر و عمر لفی کتاب اللہ اسر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہا الی عائشۃ و من الذین ذہبوا الی ان ابابکر و عمر مرادان من قولہ تعالی و صالح المؤمنین ابیّ و ابن عمر و ابن عباس و ابن مسعود و ابو امامۃ و عکرمۃ و

ابوبکر رض اور ان کے اصحاب کہا۔ اور ان میں سے زید بن اسلم ہیں انھوں نے اس آیت میں اَوَ مَنْ کَانَ الخ (۶: ۱۲۲) ایسا شخص جو کہ پہلے مُردہ تھا پھر ہم نے اُس کو زندہ بنا دیا الخ؛ کہا کہ نازل ہوئی عمر رض بن الخطاب اور ابوجہل بن ہشام کے بارے میں اور یہی قول ہے حسن کا اور ضحاک اور ابوسنان کا۔ اور اُن میں سے کعب الاحبار ہیں۔ مروی ہے کعب الاحبار سے کہ جب عمر رض کو زخم پہنچایا گیا تو کعب آئے اور اُنھوں نے دروازے پر رونا شروع کر دیا اور یہ کہنا کہ واللہ اگر امیر المؤمنین رض اللہ کو قسم دیں کہ وہ ان کی موت کے وقت کو مؤخر کر دے تو وہ ضرور مؤخر کر دے گا۔ اس کے بعد ابن عباس رض اندر داخل ہوئے اور اُنھوں نے کہا اے امیر المؤمنین رض یہ کعب ایسا اور ایسا کہہ رہے ہیں۔ فرمایا ایسا ہے تو واللہ میں یہ سوال نہ کروں گا۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی آسمان سے نازل کی ہوئی کتابوں میں ابوبکر رض اور عمر رض اور عثمان رض موجود ہیں۔ اور اُن میں سے عروہ بن الزبیر ہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رض کو لوگوں پر امیر الحاج بنا کر بھیجا سن نو ہجری میں اور حج کے طریقے لکھے اور اُن کے ساتھ علی رض بن ابی طالب کو بھیجا۔ اور اصل قصہ متواتر ہے ابن عمر رض اور جابر رض اور انس رض اور ابوہریرہ رض اور ابن عباس رض سے اور حسن رض سے مروی ہے کہ ان سے یوم حج اکبر کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ یہ وہ سال ہے جس میں ابوبکر رض نے حج کیا تھا۔ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا تھا تو اُنھوں نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور ان لوگوں میں سے جو اس طرف گئے کہ ابوبکر رض و عمر رض کی خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منصوص تھی، وہ علی رض ہیں اور ابن عباس رض اور میمون بن مہران اور حبیب بن ابی ثابت اور ضحاک اور مجاہد، یہ سب کے سب اس بات کے قائل ہیں کہ ابوبکر رض و عمر رض کی خلافت کتاب اللہ میں موجود ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راز کے طور پر یہ بات عائشہ رض کو بتائی تھی۔ اور جو لوگ اس طرف گئے کہ قولہ تعالی وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ سے ابوبکر رض و عمر رض دونوں مراد ہیں وہ اُبی ہیں اور ابن عمر اور ابن عباس رض اور ابن مسعود رض اور ابوامامہ اور عکرمہ اور

میمون بن مہران و عبداللہ بن بریدۃ و سعید
ابن جبیر والحسن و مقاتل بن سلیمان ومن
الذین ذہبوا الیٰ ان آیۃ وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقَی
نزلت فی ابی بکر الصدیق ابن مسعود و ابن
عباس و عبداللہ و عروۃ ابنا الزبیر و سعید بن
المسیب۔

ومن علماء تبع التابعین سفیان الثوری اخرج
ابوداؤد عن محمد الفریابی قال سمعت سفیان
یقول من زعم ان علیاً کان احق بالولایۃ منہما
فقد خطأ ابابکر وعمر والمہاجرین والانصار رضی
اللہ عنہم جمیعہم وما اراہ یرتفع مع ہذا لہ عمل
الی السماء ومنہم مالک بن انس اشتہر عنہ
انہ قائل بتفضیل الشیخین وحب الختنین وقد
صنف الطحاوی کتاباً فی عقائد ابی حنیفۃ وصاحبیہ
والبیہقی کتاباً فی عقیدۃ الشافعی فافصحا ان
مذہبہم تفضیل الشیخین بعد ازان مذاہب
جماہیر مسلمین مانند اشاعرہ و ماتریدیہ چنانکہ
معلوم است کہ بہ تفضیل شیخین رض قائل شدند
بلکہ اوائل معتزلہ ہم بآن قائل بودند بعد ازان
فقہاء از ہر طبقہ و متصوفین از ہر طبقہ بآن
قائل اند این است آنچہ درین مسلک میسر
شد و شاید آنچہ ترک کردیم درین باب اکثر است
از آنچہ ذکر کردہ ایم، واللہ اعلم بالحال می باید دانست
کہ این مسلک را بر دو نکتہ مہمہ ختم نمائیم۔

نکتۂ اولیٰ حظ متفطن لبیب آن است
کہ در اقاویل صحابہ و تابعین تأمل کند
کہ کدام خصلت را وجہ افضلیت
نہادہ اند درین مسئلہ اگر فکر صائب
را کار فرما شویم بدانیم

میمون بن مہران اور عبداللہ بن بریدہ اور سعید بن جبیر اور حسن
اور مقاتل بن سلیمان ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے جو اس طرف
گئے کہ آیت وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقَی ابوبکر صدیق رض کے بارے میں نازل
ہوئی ابن مسعود رض ہیں اور ابن عباس رض اور عبداللہ بن زبیر و عروہ
ابن زبیر اور سعید بن المسیب ہیں۔

اور علمائے **تبع تابعین** میں سے سفیان ثوری ہیں۔ ابوداؤد
نے روایت کیا محمد الفریابی سے کہا کہ میں نے سفیان سے سنا کہ فرماتے
تھے کہ جو اس بات کا گمان رکھتا ہے کہ علی رض خلافت کے زیادہ مستحق
تھے ان دونوں سے، اس نے خطاکار بتایا ابوبکر کو اور عمر کو اور
سب مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اجمعین کو اور میں نہیں خیال
کرتا کہ اس عقیدے کے ہوتے ہوئے اس کا کوئی بھی ایسا عمل ہو جو
(مقبول ہوکر) آسمان کی طرف اٹھ جائے۔ اور ان میں سے مالک
ابن انس رح ہیں اور ان سے یہ روایت مشہور ہے کہ وہ تفضیل شیخین رض
اور محبت ختنین (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں
دامادوں عثمان رض و علی رض کی محبت) کے قائل تھے۔ اور طحاوی رح نے
ایک کتاب تصنیف کی ہے عقائد ابو حنیفہ رح وصاحبین (امام ابو یوسف
وامام محمد رح) کے بارے میں۔ اور بیہقی نے ایک کتاب لکھی عقیدۂ شافعی
پر۔ دونوں نے صاف صاف لکھا ہے کہ ان کا مذہب تفضیل شیخین رض
ہے۔ اس کے بعد جمہور مسلمین کے مذاہب کو لیجیے مانند اشاعرہ و ماتریدیہ
کے یہ سب جیسا کہ معلوم ہے تفضیل شیخین رض کے قائل رہے ہیں۔ اس کے
بعد ہر طبقہ کے فقہاء اور ہر طبقہ کے متصوفین کو لیجیے تو وہ بھی اسی
کے قائل ہیں۔ یہ ہے جو کچھ اس مسلک میں آسانی کے ساتھ فراہم
ہوگیا اور شاید جو ہم نے اس باب میں ترک کیا ہے وہ اس سے
زیادہ ہے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے اور اللہ ہی پورے حال کا جاننے
والا ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ اس مسلک کو ہم دو اہم نکتوں پر ختم
کریں گے۔

پہلا نکتہ۔ ایک ذہین اور صاحب عقل کا کام یہ ہے کہ صحابہ رض اور
تابعین رح کے اقوال پر غور و فکر کرے کہ کونسی خصلت کو وجہ افضلیت
قرار دیا ہے۔ اس مسئلہ میں اگر فکر صائب کو ہم کام میں لائیں تو جان لیں گے

کہ اکثر صحابہ و تابعین افضلیت شیخین رضہ را مبہم بیان کردہ اند و بخصلتے از خصال محمودہ زمام آن را بند نہ ساختہ اند بروش آنچہ ذکر کردیم از وجہ خامس در مسلک سنت سنیہ و فقہائے ایشان کہ بمزید تفطن مخصوص اند بوجہ افضلیت در سوق کلام خود اشارہ نمودہ اند بیکے از وجوہ چہارگانہ چنانکہ علی مرتضے رضہ باحکام خلافت و ترویج دین اشارہ کردہ است جائیکہ گفتہ اُستُخلِفَ ابوبکر رحمۃ اللّٰہ علٰی ابی بکر فاقام واستقام ثم اُستُخلِفَ عُمَرُ رحمۃ اللّٰہ علٰی عمر فاقام واستقام حتّٰی ضرب الدّینُ بجرانہ و بارتفاع مکانت در آخرت اشارہ کردہ است جائیکہ گفتہ در ثنائے فاروق رضہ ما من النّاس احدٌ احبُّ الیّ ان القی اللّٰہ بما فی صحیفتہٖ من ھٰذا المُسَجّٰی و سوابق اسلامیہ صدیق رضہ روز موت او بصریح ترین عبارتی بیان کردہ است و عائشہ صدیقہ رضہ صدیق رضہ و فاروق رضہ را بترویج اسلام وصف کردہ جائی کہ گفتہ ما رأی نقطۃً الّا طار ابی بحظّھا و غنائھا فی الاسلام و ابن مسعود رضہ سوابق اسلامیہ فاروق رضہ تقریر کردہ است جائی کہ گفتہ ما زلنا اعزّۃً منذ اسلم عمر و حذیفۃ بن الیمان حسن قیام بحقوق خلافت بیان کردہ است جائیکہ گفتہ کان الاسلام فی زمان عمر کالرّجل المُقبِل لا یزداد الّا قرباً فلمّا قُتِل عمر رضہ کان کالرّجل المُدبِر لا یزداد الّا بُعداً و عبد اللّٰہ بن عمر رضہ جِدّ در عبادت و زہد بیان نمودہ جائے کہ گفتہ ما رأیتُ احداً بعد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اَجَدَّ و اَجوَد

کہ اکثر صحابہ رضہ اور تابعین نے شیخین رضہ کی افضلیت کو مبہم بیان کیا ہے اور خصال محمودہ میں کسی خاص خصلت پر انحصار نہیں کر دیا ہے۔ جس روش پر ہم نے ذکر کیا ہے نوع پنجم میں سنت سنیہ اور ان فقہاء کے مسلک کے تحت جو عمدہ ذہانت کے ساتھ مخصوص ہیں انھوں نے اپنے سیاق کلام میں اُن وجوہ چہارگانہ میں سے کسی وجہ کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ علی مرتضے رضہ نے خلافت کے مضبوط کرنے اور ترویج دین کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں کہ یہ فرمایا گیا خلیفہ بنائے گئے ابوبکر رضہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو ابوبکر رضہ پر (نظم خلافت کو) قائم کیا اور جمے رہے۔ پھر خلیفہ بنائے گئے عمر رضہ انھوں نے (نظم) قائم کیا اور جمے رہے یہاں تک کہ دین نے اپنی گردن ٹیک دی (یعنی جزئیات دین واضح ہو گئیں اور کوئی بات خفا میں نہ رہی) اور آخرت میں ان کے بلند مقامات کی طرف اشارہ کیا ہے جس جگہ حضرت فاروق رضہ کی تعریف میں یہ فرمایا کہ اب دنیا میں کوئی ایسا نہیں رہا جو میرا ایسا پسندیدہ ہو کہ اس کے جیسے اعمال نامے کے ساتھ میں اللہ سے ملنا چاہوں جیسے اس چادر میں لپٹے ہوئے شخص کے ہیں۔ اور حضرت صدیق رضہ کے سوابق اسلامیہ کو اُن کی وفات کے دن بہت واضح عبارت میں بیان کیا ہے۔ اور عائشہ صدیقہ رضہ نے صدیق رضہ اور فاروق رضہ کی تعریف میں ترویج اسلام کا وصف بیان کیا جس جگہ یہ کہا کہ کوئی نقطہ بھی نہیں دیکھا مگر میرے باپ اُس کی طرف اُڑ کر پہنچے اسلام کی طرف اُن کا بڑا حصہ اور کارِ قابل توجہ ہونے کی وجہ سے۔ اور ابن مسعود رضہ نے فاروق رضہ کے سوابق اسلامیہ کی تقریر کی جہاں یہ کہا جب سے عمر رضہ اسلام لائے ہم برابر عزت سے رہے۔ اور حذیفہ بن یمان رضہ نے حقوق خلافت پر حسن قیام کا ذکر کیا جس جگہ یہ ذکر کیا کہ اسلام عمر رضہ کے زمانہ میں آنے والے شخص کی مانند تھا کہ اُس کا قرب برابر بڑھتا ہی رہتا ہے۔ پھر جب عمر رضہ قتل ہو گئے تو اُس شخص کی مانند ہو گیا جو پیٹھ پھیر کر جانے والا ہو کہ اُس کا بُعد برابر بڑھتا رہتا ہے۔ اور عبد اللہ بن عمر رضہ نے عبادت اور زہد میں جدّ و جہد کا بیان کیا، جس جگہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد (عبادت میں) بہت کوشش اور بہت

من عمر حتے انتہیٰ و علیٰ ہذا القیاس اکثر فقہاء صحابہ
اشارہ بیکی ازاں خصال اربع یا دو یا سہ ازآن
کردہ است و این معنیٰ بادنیٰ تأمل از مقالات ایشان
فہمیدہ میشود باقی ماند آنکہ فقہای صحابہ باوصاف دیگر
نیز بیان افضلیت کردہ اند از آنجملہ علم است
اخرج الدارمی عن ابن مسعود ما سلک عمر طریقا
الا وجدناہ سہلاً و اخرج الدارمی عن حذیفۃ
قال انما یفتی الناس ثلثۃ رجل امام و رجل
یعلم ناسخ القرآن من المنسوخ قالوا یا حذیفۃ و
من ذلک قال عمر بن الخطاب او احمق متکلف
و اخرج الدارمی عن عمرو بن میمون انہ قال
ذہب عمر بثلثی العلم فذکر لابراہیم فقال ذہب
بتسعۃ اعشار العلم و باین خصلت در حدیث نیز
اشارہ واقع شدہ است قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر
و قال لقد کان فیما کان قبلکم من الامم
ناس محدثون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن
فی امتی احد فانہ عمر و قال بینا انا نائم اتیت
بقدح من لبن فشربت منہ حتے انی لاری
الری یخرج من اظفاری ثم اعطیت فضلی عمر
ابن الخطاب قالوا فما اولتہ قال العلم لیکن در
حدیث شریف این خصلت را در تحقیق و تاکید
معنی قرب باطن و محدثیت سر دادہ اند و مراد
ازآن علم وہبی است کہ بفیضان حاصل
شود و مراد قوم علم کتاب و سنت است
و اہتدا بطرق استنباط از آن و از
آنجملہ اخلاق قویہ است کہ در جبلت
آدمی نہادہ اند و در حقیقت کافر
و مسلم متقی و فاسق ہمہ

عطا کرنے والا عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہیں دیکھا زمانہ وفات تک۔ علیٰ ہذا القیاس
اکثر فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان خصائل اربعہ میں سے ایک یا دو یا تین کی
طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بات اُن کے مقالات میں تھوڑا سا تأمل کرنے
سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ باقی رہا یہ کہ فقہائے صحابہ رض نے دوسرے
اوصاف سے بھی اُن کی افضلیت بیان کی ہے۔ اُن میں سے ایک
علم ہے۔ دارمی نے روایت لی ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ عمرؓ نے کوئی
طریقہ جاری نہیں کیا مگر ہم نے اس کو آسان پایا۔ اور دارمی نے
روایت کیا حذیفہ رض سے، کہا کہ لوگوں کو صرف تین قسم کے لوگ فتوے
دیتے ہیں، کوئی شخص امام ہو اور ایسا شخص جو ممتاز کر لیتا ہو قرآن
کے ناسخ کو منسوخ سے۔ لوگوں نے کہا کہ اے حذیفہ رض ایسا کون ہے؟
کہا کہ عمر رض بن الخطاب۔ یا احمق تکلف کرنیوالا (یعنی آیت یا حدیث
کے مصداق میں کھینچ تان کرنے والا)۔ اور دارمی نے روایت کیا
عمرو بن میمون سے کہ انھوں نے کہا کہ عمر رض دو تہائی علم لے گئے۔ یہ قول
ابراہیم نخعی سے ذکر کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ دس میں سے نو حصے
لے گئے۔ اور اس خصلت کی طرف حدیث میں بھی اشارہ واقع ہوا
ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حق
کو عمر رض کی زبان پر (قائم) کردیا ہے۔ اور فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں
میں کچھ لوگ محدَّث ہوتے تھے (یعنی اہل کشف) بغیر اس کے کہ وہ
انبیاء ہوں اب میری اُمت میں اگر کوئی ایسا ہے تو عمر رض ہے۔ اور
فرمایا کہ ایسے وقت جب کہ میں سو رہا تھا مجھے ایک دودھ کا پیالہ دیا
گیا۔ میں نے اس کو پیا یہاں تک کہ میں اس سے تروتازگی کا اثر دیکھ
رہا تھا کہ میرے ناخنوں میں سے نکل رہا ہے، پھر میں نے اپنا پس خوردہ
عمر رض بن الخطاب کو دیدیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے اس کی کیا تعبیر
لی، فرمایا کہ علم۔ لیکن حدیث شریف میں اس خصلت کو قرب باطن
اور محدثیت کے معنے کی تحقیق و تاکید میں داخل فرمایا گیا ہے اور
اس سے مراد علم وہبی ہے جو کہ فیضان سے حاصل ہو اور قوم کی مراد
کتاب و سنت کا علم ہے اور استنباط کے طریقوں سے (کام لے کر) ہدایت
حاصل کرنا۔ اور اُن میں سے وہ اخلاق قویہ ہیں جو انسان کی جبلت
میں رکھدیئے ہیں اور در حقیقت کافر اور مسلم اور متقی و فاسق سب

بآن اخلاق فائز میشوند لیکن در سابقین مقربین
مُمِد کمالاتِ معنویِ ایشان میگردد و معین در
اتمامِ حقوقِ خلافت میشود و در غیرِ ایشان بچیزی
از کمالات ممِد و معین نہ قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم لما سُئل عن الاکرم عَنْ مَعادِنِ العربِ
تَسْئَلُونِی خیارُہُم فی الجاہلیۃ خیارُہم فِی الاسلام
اذا فَقِہُوا و عقل درمی یابد کہ صدورِ افعال از منبع
اخلاق است ہر کرا خُلق قوی افعالِ او محکم و متین
ظاہر خواہند شد و تحقیق درین باب آنست کہ در
خلافتِ خاصّہ اوصاف چنداست از کمالاتِ کسبیہ
کہ در شریعت مدارِ فضائل آن را نہادہ اند و آن اوصافِ
ہفتگانہ است کہ از لوازمِ خلافتِ خاصہ شمردیم
و اوصاف چند است از کمالاتِ جبلیہ کہ مدارِ خلافتِ
راشدہ آن را دانستہ اند مانند قریشیت و سمع و بصر
و شجاعت و کفایت و اوصاف چنداست از کمالات
جبلّیہ کہ حُسن سیادت قوم موقوف است بر آن
صحابہ و تابعین در وقتِ مشورہ خلافت و وقتِ
ثنایِ خلفاء ذکر آن اوصاف کردہ اند صدیق اکبرؓ
فاروقِ اعظم رضؓ را اَقْوٰی میگفت و فاروقِ اعظم رضؓ حضرت
صدّیق رضؓ را افضل میگفت پس افضل عبارت است
از زیادتِ فضائلِ شرعیہ کہ صدّیقیت و شہیدیّت
از آن قبیل است و سوابقِ اسلامیہ نیز از آن
جملہ و اَقْوٰی عبارت است از زیادتِ اخلاقِ
جبلّیہ کہ معین بر احکامِ خلافت و مُمِد بر حُسنِ سیاستِ
اُمّت تواند بود روایتے چند ازین باب بنویسیم
اخرج ابو عمر فی الاستیعاب عن ابن عباسؓ
قال بینا انا اَمْشِی مع عُمر یومًا اذ تنفّس نفسًا
ظَنَنتُ انہ قد قُضِبتْ اضلاعُہ فقلتُ
سُبْحانَ اللہ

ان اخلاق سے بہرہ مند ہوتے ہیں لیکن سابقین مقربین میں یہ ان کے
باطنی کمالات کے لئے مُمِد و معاون ہوتے ہیں اور حقوق کی تکمیل میں
ان سے مدد پہنچتی ہے اور دوسرے لوگوں میں کوئی ایسی چیز جو کہ
کمالات میں ممد و معین بنے موجود نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آپ سے پوچھا گیا' تم مجھ سے سوال کرتے ہو
عرب کے خاندانوں میں بزرگتر کے بارے میں (تو سمجھ لو) کہ ان
میں سے جو جاہلیت کے زمانہ میں (یعنی قبل از اسلام) اچھے تھے وہی
اسلام کے دَور میں بھی اچھے ہیں جب کہ وہ (دین میں) فہم سے کام
لیتے ہوں۔ عقل اس کو باور کرتی ہے کہ افعال کے صادر ہونے کا
تعلق منبع اخلاق سے ہے جس کا خُلق قوی تر ہوگا اُس سے افعال بھی
مضبوط اور سنجیدہ ظاہر ہوں گے۔ اور اس بارے میں تحقیق یہ
ہے کہ خلافتِ خاصّہ میں چند اوصاف تو ہیں کمالاتِ کسبیہ میں سے کہ
شریعت میں مدارِ فضائل اُن پر رکھاہے اور یہ وہی ساتوں اوصاف
ہیں جن کو خلافتِ خاصّہ کے لوازم میں سے ہم نے شمار کیاہے اور
چند اوصاف ہیں کمالاتِ جبلیہ میں سے کہ خلافتِ راشدہ کا مدار
اُن پر رکھاہے، جیسے قریشیت اور سمع و بصر اور شجاعت و کفایت۔
اور کمالاتِ جبلیۃ میں سے چند اوصاف ایسے ہیں کہ عمدگی کے ساتھ
قوم پر حکمرانی کرنا اُن پر موقوف ہے۔ صحابہ رضؓ و تابعین نے خلافت
کے مشورے کے وقت اور خلفاء کی تعریف و توصیف کے وقت اُن
اوصاف کا ذکر کیاہے۔ صدیقِ اکبر رضؓ فاروقِ اعظم رضؓ کو اقوٰی کہہ
رہے تھے اور فاروقِ اعظم رضؓ حضرتِ صدّیق رضؓ کو افضل کہہ رہے
تھے۔ تو افضل عبارت ہے فضائلِ شرعیہ کی زیادتی سے کہ صدّیقیت
اور شہیدیت اسی قسم میں سے ہیں اور تمام سوابقِ اسلامیہ اسی میں
داخل ہیں اور اقوٰی عبارت ہے اخلاقِ جبلّیہ کی زیادتی سے جو کہ
خلافت کے مستحکم کرنے پر معین اور اُمت پر عمدگی کے ساتھ سیاست
پر مُمِد ہو سکتے ہیں۔ اس باب سے متعلق چند روایتیں لکھتے ہیں۔ ابوعمر
نے استیعاب میں روایت کیاہے ابن عباس رضؓ سے کہ ایک دن میں عمر رضؓ
کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ اُنھوں نے کچھ اس طرح سانس لیا کہ جیسے
اُن کی پسلیاں ٹوٹ گئی ہوں۔ میں نے کہا سبحان اللہ اے امیر المؤمنین رضؓ

واللہ ما أخرج ہذا منک یا امیر المؤمنین الا امر عظیم۔ قال ویحک یا ابن عباس ما أدری ما اصنع بأمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قلت ولم وانت بحمد اللہ قادر ان تضع ذلک مکان الثقۃ قال انی اراک تقول ان صاحبک اولی الناس یعنی علیاً قلت اجل واللہ انی لاقول ذلک فی سابقتہ وعلمہ وقرابتہ وصہرہ قال انہ کما ذکرت ولکنہ کثیر الدعابۃ قلت فعثمان قال واللہ لو فعلت لجعل بنی ابی معیط علی رقاب الناس یعملون فیہم بمعصیۃ اللہ واللہ لو فعلت لفعل ولو فعل لفعلوا فوثب الناس الیہ فقتلوہ قلت طلحۃ بن عبید اللہ قال الاکیسع ہو ازہی من ذلک ما کان اللہ لیرینی اولیہ امر امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہو علی ما فیہ من الزہو قلت الزبیر بن العوام قال اذا کان یظل یلاطم الناس

واللہ آپ کے اندر سے یہ سانس تو کسی بڑے امر نے نکالا ہے۔ فرمایا اے ابن عباسؓ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کروں (یعنی کس کے سپرد کروں) میں نے کہا اور کیوں (اس سے آپ پریشان ہوتے) جب کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پر قادر ہیں کہ اس امر (خلافت) کو قابل وثوق ثقہ شخص کے سپرد کردیں۔ فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو خیال کر رہا ہے کہ تیرا ساتھی (یعنی علیؓ) سب سے زیادہ قریب ہے اس امر سے۔ میں نے کہا ہاں واللہ میں ان ہی کا خیال کر رہا ہوں اُن کے سابق ہونے کی وجہ سے (اسلام لانے پر) اور ان کے علم کی وجہ سے اور ان کی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) قرابت کی وجہ سے اور آپ کا داماد ہونے کی وجہ سے۔ فرمایا کہ جیسا تو نے بیان کیا وہ ایسا ہی ہے مگر وہ بہت مزاح کرنے والا ہے۔ میں نے کہا کہ پھر عثمانؓ۔ تو کہا واللہ اگر میں نے ایسا کردیا تو وہ ابو معیط کی اولاد کو لوگوں کی گردنوں پر سوار کردے گا جو اُن میں اللہ کی معصیت کے کام کریں گے واللہ اگر میں نے ایسا کیا تو وہ ضرور یہی کرے گا اور جب وہ یہ کرے گا تو (اولاد ابو معیط) ضرور (غلط کاریاں) کریں گے۔ پھر (نتیجہ یہ ہوگا کہ) لوگ عثمانؓ پر حملہ کرکے اُسے قتل کردیں گے۔ میں نے کہا طلحہؓ بن عبید اللہ کو تجویز کرلیجیے تو فرمایا کہ اُکیسعؓ سے وہ اور آگے بڑھا ہوا ہے۔ اللہ نہ کرے کہ میری یہ رائے ہوجائے کہ میں اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کو والی بنادوں۔ اور وہ اپنی اُسی بڑائی جتانے کی صفت پر ہو۔ میں نے کہا تو زبیر بن العوام کو تجویز کرلیجیے۔ فرمایا کہ اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ وہ (اہم کاموں کو چھوڑ کر) صاع اور مد کے سلسلہ میں لوگوں کو تھپڑ

لہ طلحہؓ بن عبید اللہ حضرت عثمانؓ کے مخالفین میں ابتداءً شامل ہوگئے تھے۔ پھر جدا ہوگئے اور کہا ندمتُ ندامۃ الکُسعی یعنی میں کُسعی کی طرح (عثمانؓ کے بارے میں) شرمندہ ہوں؛ انھوں نے بھی اپنے حق میں خود ہی محاورہ استعمال کیا۔ کسی ایک شخص تھا بنی الکسع قبیلہ کا اس کا نام محارب ابن قیس تھا عرب لوگ شرمندگی اور ندامت میں اس کی مثال لاتے ہیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ اس نے ایک مضبوط کمان بنائی تھی اور وہ بڑا تیر انداز تھا رات کو تاریکی میں بیٹھ کر اس نے گدھوں کو تیر مارے اور ہر ایک تیر گدھے میں سے پار ہوکر پہاڑ کے پتھر پر لگا اس میں سے آگ نکلتی رہی وہ یہ سمجھا کہ میرے تیروں نے خطا کی اور نشانے پر نہ لگے اور غصہ میں آکر کمان توڑ ڈالی یا اپنی انگلی کاٹ ڈالی جب صبح کی روشنی ہوئی تو دیکھتا ہے کہ سب گدھے خون آلود پڑے ہیں اور تیر اُن کے پار ہوکر خون میں لتھڑے ہوئے ہیں اس وقت اس کو سخت ندامت ہوئی۔ اس روز سے یہ مثل ہوگئی۔ (لغات حدیث) یہاں بھی یہی مطلب ہے کہ طلحہؓ جذبات کی رَو میں بہہ کر غلط کام کر جانے والا اور پھر پچھتانے والا شخص ہے۔ واضح رہے کہ ان روایات کے پیش نظر ہمیں ان بزرگوں کے بارے میں بری رائے قائم کرنے سے پرہیز کرنا ضروری ہے ان کے محاسن کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ طلحہؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انھوں نے اُحد کے دن اپنے جسم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنا رکھا تھا۔ آپ کو بچانے کے لئے چوبیس زخم کھائے۔ ۱۲۔ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

فی الشّاعۃ والمَدّ قلتُ سعد بن ابی وقاص
قال لیس بصاحبِ ذٰلک صاحبُ
مِقنَبٍ یقاتلُ فیہ قلتُ عبدالرحمٰن بن
عوف قال نِعمَ الرجلُ ذکرتَ ولکنّہ
ضعیفٌ عن ذٰلک واللّٰہِ یا ابنَ عباس
مایَصلحُ ہٰذا الامرِ اِلاّ القویُّ فی غیرِ عُنفٍ اللیّن
فی غیرِ ضعفٍ الجوّادُ فی غیرِ سَرَفٍ الممسکُ
فی غیرِ بُخلٍ قال ابن عباس کانَ واللّٰہِ عمر
کذٰلک واخرج ابوعمر فی الاستیعاب قیل لابن
عباس اَخبِرنا عن اصحابِ رسولِ اللّٰہ صلی
اللّٰہ علیہ وسلم اخبِرنا عن اَبی بکر قال کانَ و
اللّٰہِ خیرًا کلّہٗ مع حِدّۃٍ کانت فیہ قلنا فعُمَر
قال واللّٰہِ کانَ کَیِّسًا حَذِرًا کالطّیرِ الّذی قد
نُصِبَ لہٗ فہو یراہ ویخشیٰ ان یَقعَ فیہ مع
العُنفِ وشِدّۃِ السّیاقِ قلنا فعثمانَ قال
واللّٰہ کان صوّامًا قوّامًا من رجلٍ غلبتہ رقدتہ قلنا
فعلیٌّ قال کانَ واللّٰہِ قد مُلِیَٔ عِلمًا وحِلمًا من رجلٍ
غرّتہُ سابقتہٗ وقرابتہٗ فقلّما اَشرَفَ علیٰ شیئٍ
من الدّنیا اِلاّ فاتہٗ واخرج ابوعمر فی الاستیعاب
قولَ عثمانَ ہل استطیعُ اَن اکونَ مثلَ لقمانَ
الحکیم واخرج ابویوسف عن ابی الملیح بن اُسامۃ
الہذلی قالَ خطبَ عمرُ بن الخطّاب فقال ایّہا
الرِّعاء اِنّ لنا علیکم حقَّ النّصیحۃِ بالغیب و
المعونۃَ علی الخیرِ ایّہا الرِّعاء انّہ لیس من حلمٍ
اَحبَّ الی اللّٰہِ ولا اَعمَّ نفعًا من
حلمِ امامٍ ورِفقہٖ ولیس من جہلٍ
اَبغضَ الی اللّٰہِ واَعمَّ ضررًا
من جہلِ امامٍ وخُرقہٖ وانّہ
من یاخذ

مارتا پھرتا رہے گا۔ میں نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص کو تجویز کر لیجئے۔ فرمایا
کہ وہ اس کے اہل نہیں وہ تو سواران جنگ پر افسری کے قابل
ہے کہ قتال کرتا رہے۔ میں نے کہا تو عبدالرحمٰن بن عوف کو تجویز کر لیجئے۔
فرمایا کہ بہت اچھا شخص ہے جس کا تو نے ذکر کیا۔ لیکن وہ اس کام میں
کمزور رہے گا۔ واللہ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ اس امر کے قابل وہی شخص
ہے جو قوی ہو بغیر اس کے کہ تند خو ہو، نرم ہو بغیر اس کے کہ کمزور
ہو، جواد ہو بغیر فضول خرچی کے، مال کو روکنے والا ہو بغیر بخل
کے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ عمر رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔ اور ابو عمر نے
استیعاب میں روایت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہمیں اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سنائیے، ہمیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے
حالات بتائیے تو کہا کہ واللہ وہ مکمل خیر ہی خیر تھے باوجود اس بات
کے کہ ان میں تیزی تھی۔ ہم نے کہا اور عمر رضی اللہ عنہ کیسے تھے تو انھوں نے
کہا واللہ بڑے ہوشیار محتاط تھے اس پرندے کی طرح جس کے لئے
جال بچھایا گیا ہو اور وہ اس کو دیکھتا ہو اور ڈر رہا ہو کہ اس میں پھنس
جائے باوجود سخت مزاجی کے اور تیزی سے آگے بڑھنے کی عادت کے۔
ہم نے کہا عثمان رضی اللہ عنہ کا کیا حال تھا، کہا کہ بہت روزے رکھنے والے بہت نماز
پڑھنے والے ایسے حال میں بھی کہ جیسے کسی شخص پر نیند کا غلبہ ہو رہا ہو
ہم نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کا حال بتائیے کہا واللہ وہ علم اور بردباری سے بھرے
ہوئے تھے، ان کی شان اس شخص سے بالا و برتر تھی کہ اس میں سوابق
اسلامیہ کی صفت یا اس کی قرابت کا امتیاز غرور پیدا کر دے۔ جب
کبھی ان کو متاعِ دنیا حاصل کرنے کا موقع ملا اس کو چھوڑ دیا۔ اور ابوعمر
نے استیعاب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ کیا میں یہ
استطاعت رکھتا ہوں کہ مثل لقمان حکیم کے ہو جاؤں۔ اور روایت
کیا ابو یوسف نے ابوالملیح بن اسامۃ الہذلی سے بیان کیا کہ خطبہ دیا
عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے کہ اے حاکمو بیشک تمہارے اوپر ہمارا حق ہے پیٹھ
پیچھے خیر خواہ رہنے اور خیر پر مدد کرنے کا۔ اے حاکمو (یاد رکھو) حلم
سے زیادہ کوئی صفت اللہ کو پسند نہیں اور امام کے حلم اور اس کی
نرمی سے کوئی چیز عام نفع نہیں رکھتی اور امام کے جہل اور اس کے حمق
سے زیادہ کوئی چیز عام ضرر نہیں رکھتی اور جو شخص ان لوگوں کے حق میں

بالعافية فيما بين ظهرانيه يعطى العافية
من فوقه ۔ واخرج ابو يوسف عن مسعر عن
رجل عن عمر قال لا يقيم امر الله الا رجل
لا يصانع ولا يضارع ولا يتبع المطامع
ولا يقيم امر الله الا رجل لا ينتقص غربه
ولا يكظم في الحق على حزبه ۔ وذكر المحب
الطبري عن ابي بكر العنسي قال دخلت مع
عمر وعثمان وعلي مكان الصدقة فجلس
عثمان في الظل يكتب وقام علي على
راسه يملي عليه ما يقول عمر وعمر قائم في
الشمس في يوم شديد الحر عليه بردتان
سوداوان متزر بواحدة وقد وضع
الاخرى على راسه وهو يتفقد ابل
الصدقة يكتب الوانها واسنانها
فقال علي لعثمن اما سمعت
قول ابنة شعيب في كتاب الله
عز وجل يا ابت استاجره ان
خير من استاجرت القوي الامين
واشار الى عمر وقال هذا
القوي الامين ۔ وعن عروة بن رويم
اللخمي قال كتب ابن الخطاب
الى ابي عبيدة بن الجراح كتابا يقرأه على
الناس بالجابية اما بعد فانه لا يقيم
امر الله في الناس الا حصيف
العقدة بعيد الغرة ولا يطلع
الناس منه على عورة ولا يحنق
في الحق على جرة

معافی و درگزر اختیار کرے گا جو اس کے آگے کھڑے ہوتے ہیں اُس
کو (اُس کی خطاؤں پر) معافی اُس کے اوپر سے (یعنی اللہ کی طرف سے)
عطا کی جائیگی۔ اور ابو یوسف نے روایت کی مسعر سے انھوں نے ایک
اور شخص سے روایت کی کہ عمر رض نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو قائم نہیں
کرسکتا مگر وہ شخص جو لاگ لپیٹ کرنیوالا نہ ہو (جو لوگوں کے مناسب
و مشابہ طبع باتیں کرنے لگے) اور نہ مصنوعی افعال کرنے والا ہو اور
نہ مقامات طمع کے پیچھے پڑے اور نہیں قائم کرسکتا اللہ کے امر کو مگر
وہ شخص جس کے ڈول میں اوچھا پن نہ ہو (یعنی خلق خدا کی
فیض رسانی میں کوتاہی کرنے والا نہ ہو) اور اپنی جماعت پر حق
کے بارے میں خاموشی نہ اختیار کرے۔ اور محب طبری نے ذکر کیا
بروایت ابوبکر عنسی کہا کہ میں داخل ہوا عمر رض اور عثمان رض اور علی رض
کے ساتھ صدقہ کے (جانوروں کے) مقام میں تو عثمان رض سایہ میں بیٹھ کر
لکھنے لگے اور علی رض اُن کے سر پر کھڑے ہوئے اُن کو بولتے جاتے تھے
جو عمر رض فرماتے رہتے تھے اور عمر رض دھوپ میں کھڑے ہوتے تھے۔ سخت
گرمی کا دن تھا اور ان کے بدن پر سیاہ رنگ کی دو چادریں تھیں
ایک کو لنگی بنا رکھا تھا دوسری کو اوڑھ رکھا تھا (اور سیاہ کپڑا دھوپ
کی تیزی سے بہت زیادہ گرم ہو جاتا ہے) اور صدقے کے اونٹوں کو بغور
دیکھتے جاتے اور اُن کے رنگ اور دانت لکھواتے جاتے تھے تو علی رض
نے عثمان رض سے کہا کیا تم نے نہیں سنا شعیب کی بیٹی کا قول کتاب اللہ
عزوجل میں یا ابت استاجره الخ (۲۶:۲۸) اے ابا ان کو نوکر رکھ
لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ ہے جو قوی اور امانت دار ہو۔ اور عمر رض
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہے قوی امین۔ اور عروہ بن رویم
اللخمی سے مروی ہے کہا کہ عمر رض بن الخطاب نے ابو عبیدہ بن الجراح کو
یہ خط لکھ کر جابیہ بھیجا کہ اس کو لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔ بعد حمد
و صلوٰۃ لوگوں میں اللہ کے امر کو قائم نہیں کرسکتا مگر وہ شخص جو پختہ
عقل و تدبیر والا ہو، غفلت سے دور رہنے والا ہو۔ لوگ اس کے کسی
عیب پر مطلع نہ ہوں (یعنی عیاناً قابل گرفت کام نہ کرتا ہو) اور حق
کے بارے میں لوگوں سے غضبناک نہ ہو بربنائے ننگ و ناموس اللہ کے

لے یہ ترجمہ حضرت مصنف کی روایت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں علی جرۃ ہے جیم کسرہ کے ساتھ جِرّۃ اس کو کہتے ہیں جو اونٹ جگالی کرتے وقت پیٹ سے نکالتا ہے۔ اب معنے یہ ہوں گے کہ ہوائے نفس کے اتباع سے حق کے بارے میں غضبناک نہ ہو ۱۲ مترجم

ولا يخاف في الله لومة لائم والسلام
و في رواية و لا يبالي في الحق على
قرابة مكان و لا يحنق في الحق
على حرة قلت و الحرة ما يحافظ
عليه الاحرار من الحماية لقراباتهم و الانفة
عن ما يخل في قدرهم و عن محمد
ابن علي بن الحسين عن مولى
لعثمان بن عفان قال بينا انا
مع عثمان في مال له بالعالية
في يوم صائف اذ رأى رجلا
يسوق بكرين و على الارض مثل
الفراش من الحر فقال عثمان
ما على هذا لو اقام بالمدينة حتى يبرد ثم
يروح ثم دنى الرجل فقال انظر
من هذا فنظرت فقلت أرى رجلا
معتما بردائه يسوق بكرين ثم دنى
الرجل فقال انظر فنظرت فاذا هو عمر بن
الخطاب فقلت هذا امير المؤمنين فقام
عثمان فاخرج رأسه من الباب فاذا
لفح السموم فاعاد رأسه حتى اذ حاذاه
قال ما اخرجك هذه الساعة فقال بكران
من ابل الصدقة تخلفا و قد
مضي بابل الصدقة فاردت ان
الحقهما بالحمى و خشيت ان تضيعا
فيسألني الله عنهما فقال عثمان
يا امير المؤمنين هلم الى
الماء و الظل و
نكفيك

بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کرے، والسلام
اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حق کے بارے میں درگزر نہ کرے قرب
مکان (یعنی پڑوسی) کی بنا پر اور حق کے بارے میں لوگوں سے
غضبناک ہو بربنا ننگ ناموس۔ میں کہتا ہوں کہ حَرَّۃ اُس چیز کو
کہتے ہیں جس کی احرار پابندی اور خیال رکھتے ہیں اپنی قرابت اور
ننگ عار کی وجہ سے ایسے امور سے بچنا ضروری سمجھتے ہیں جو اُن کی
قدر و منزلت میں خلل انداز ہوں۔ مروی ہے محمد بن علی بن الحسین سے
وہ روایت کرتے ہیں ایک مولیٰ (آزاد کردہ) عثمانؓ بن عفان سے۔
بیان کیا کہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ اُن کے کچھ مال کے سلسلہ میں
ایک سخت گرمی کے دن (مدینہ طیبہ کی جانب شرق کے ایک مقام) عالیہ
میں تھا، کہ عثمانؓ نے ایک (دُور سے آنے والے) شخص کو دیکھا جو کہ
دو جوان اُونٹوں کو ہنکاتا ہوا آرہا ہے اور حال یہ تھا کہ زمین کے اوپر
سخت حرارت کی وجہ سے پروانوں کی مانند چنگاریاں اُٹھتی ہوئی
نظر آرہی تھیں، تو عثمانؓ نے کہا کہ کیا ہوا اس شخص کو (ایسی سخت
فضا میں چلا آرہا ہے) اس کو ٹھنڈا وقت ہوجانے تک شہر میں
ٹھہرنا چاہیئے تھا پھر شام کو نکلتا۔ پھر وہ شخص کچھ اور قریب ہوا
تو مجھ سے کہا کہ دیکھ تو سہی یہ کون ہے میں نے غور سے دیکھا اور
کہا ایک ایسا شخص نظر آرہا ہے جو اپنی چادر کو سر پر عمامہ کے طور پر
باندھے ہوئے ہے اور دو اُونٹوں کو ہنکار رہا ہے۔ پھر وہ اور قریب
ہوا تو عثمانؓ نے کہا پھر دیکھ تو میں نے دیکھا کہ وہ تو عمرؓ بن الخطاب
ہیں۔ میں نے عثمانؓ سے کہا کہ یہ تو امیر المومنینؓ ہیں۔ تو عثمانؓ کھڑے
ہوگئے اور انھوں نے اپنا سر دروازے سے باہر نکالا ہی تھا کہ لُو
کا ایک جھونکا لگا تو پھر سر کو اندر کرلیا۔ یہاں تک کہ جب عمرؓ ان کے
برابر آگئے تو اُن سے کہا کہ ایسے وقت میں کس چیز نے آپ کو باہر نکالا
تو فرمایا کہ صدقہ کے اُونٹوں میں کے دو اُونٹ پیچھے رہ گئے تھے اور
باقی سب آگے بڑھ گئے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کو محافظوں تک پہنچادوں
اور مجھے یہ ڈر ہوگیا کہ اگر یہ دونوں ضائع ہوگئے تو ان کے بارے
میں اللہ تعالیٰ مجھ سے بازپرس کرےگا۔ پھر عثمانؓ نے کہا کہ اے امیرالمومنین
آپ پانی اور سایہ کی طرف آجائیے اور یہ کام ہمارے سپرد کردیجئے۔

قال عمرُ الیٰ ظلّکَ و مضٰے فقال عثمانُ مَن احبَّ ان ینظرَ الیٰ القویّ الاَمینِ فلینظرْ الیٰ ہٰذا اخرجہ الشافعیؒ فی مسندہٖ و اوصافِ چند است از رعایتِ حقوقِ عباد و تورّع در آن کہ حضرت مرتضٰیؓ بآن اوصاف تفضیل دادہ است شیخینؓ را بر خود بلکہ جمیع فقہاء صحابہؓ و تابعین بتفضیلِ شیخینؓ بآن اوصاف رفتہ اند قالَ علیٌّ رضی اللہ عنہ سَبَقَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَصَلّٰی ابوبکر و ثَلَّثَ عمرُ ثم خَبَطَتْنَا فِتْنَۃٌ و قیل لعلیٍّ آیدخلانِہا قبلکَ ای یدخلُ ابوبکر و عمرُ الجنّۃَ قبلکَ فقالَ علیٌّ اِیْ و الّذی فَلَقَ الحَبّۃَ و بَرَءَ النسمۃَ لَیدخلانِہا و انّی لمعَ معاویۃَ موقوفٌ فی الحساب۔

نکتۂ ثانیہ اگر سوال کنی کہ در کتاب اللہ دو۲ صفت را سببِ تفضیلِ بعضِ صحابہ بر بعضِ ساختہ اند کہ سوابقِ اسلامیہ باشد و اوصافِ قربِ معنوی کہ صدّیقیت و شہیدیت رمزی است از آن و در سنّتِ سنیّہ چہار خصلت را سببِ تفضیلِ بعض صحابہ بر بعض اختیار کردہ اند دو۲ صفتِ متقدم و دو دیگر یکے ارتفاعِ درجات در جنّت و تقدّم است روزِ حشر و دیگر قیام بموعودِ خدائے تعالےٰ برائے پیغامبر خود صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ اوصاف دیگر بر آن زیادہ کردند یکی۱ از آن علم بکتاب و سنّت است دو۲ دیگر کفایت و حزم و حسنِ سیاستِ اُمّت و سوم۳ اجتناب از شبہات در قتالِ مسلمین و در رعایتِ بیت المال و مانند آن

جواب دیا کہ تم سایہ کی طرف واپس جاؤ اور چلدیئے۔ تو عثمان رضؓ نے کہا کہ جو قویّ امین کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ اس کو شافعیؒ نے اپنی مُسند میں ذکر کیا۔ اور چند اوصاف ہیں حقوق عباد کی رعایت اور ان میں تقوےٰ کو قائم رکھنے سے متعلق کہ ان اوصاف میں حضرت مرتضٰی رضؓ نے شیخین رضؓ کو اپنے اوپر فضیلت دی ہے، بلکہ تمام فقہاء صحابہ رضؓ و تابعین فضیلتِ شیخین رضؓ کے بیان میں ان اوصاف کی طرف گئے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبقت کر گئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور نماز پڑھائی ابوبکر رضؓ نے (یعنی آپؐ کے خلیفہ ہوئے) اور تیسرے مرتبہ پر رہے عمر رضؓ پھر ہم کو روند ڈالا فتنہ نے۔ اور پوچھا گیا علی رضؓ سے کیا یہ دونوں آپ سے پہلے داخل ہوں گے۔ سائل کی مراد یہ تھی کیا ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ جنت میں آپ سے پہلے جائیں گے فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس نے بیج کو پھاڑا (اور درخت بنایا) اور جان کو پیدا کیا وہ دونوں البتہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور میں معاویہ رضؓ کے ساتھ موقف حساب میں کھڑا ہوں گا۔

دوسرا نکتہ اگر تم یہ سوال کرو کہ کتاب اللہ میں دو۲ صفتوں کو بعض صحابہ کی بعض پر افضلیت کا سبب قرار دیا ہے یعنی سوابقِ اسلامیہ اور اوصاف قربِ معنوی کہ (الفاظ) صدیقیت اور شہیدیت اُسی طرف اشارہ کرتے ہیں اور سنّتِ سنیہ (یعنی احادیث) میں بعض صحابہ رضؓ کی بعض پر افضلیت کا سبب چار صفات کو اختیار کیا ہے، دو۲ صفات مذکورہ اور دوسری دو۲ میں سے ایک۱ ہے جنت میں اونچے مقام پر ہونا اور روزِ حشر میں ان کا تقدّم اور دوسری۲ ہے ان کا قیام اُن فتوحات کے حصول کے لئے جن کا وعدہ حق تعالےٰ کی طرف سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تھا اور صحابہ رضؓ نے اُن پر اور اوصاف بڑھا دیئے۔ اُن میں سے ایک۱ ہے کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ کا علم اور دوسرا۲ وصف ہے کفایت (یعنی مہمات امور میں کافی ہو جانا) اور حزم (کہ غافل نہ ہو امورِ مہمّہ کے تمام پہلوؤں پر اُس کی نظر ہو) اور اُمّت پر خوبی کے ساتھ سیاست کرنا اور تیسرا۳ وصف ہے قتالِ مسلمین اور بیت المال کی رعایت میں شبہات سے پرہیز کرنا۔ اور ان کے مانند

پس تطبیق درمیان ہر سہ چگونہ باشد گوئیم تطبیق درمیان این اختلاف موافق تطبیق فقہاء می باید کرد در اختلاف واقع در مسئلۂ قتل در قرآن عظیم قسمت ثنائیہ فرمودہ اند کہ قتل یا عمد است یا خطاء و در سنّت سنیہ قسمت ثلاثیہ تقریر نمودہ اند کہ قتل یا عمد است یا خطاء خالص یا خطای شبہ عمد و فقہای حنفیہ بقسمت خماسیہ قائل شدہ اند پس این قسمت ثلاثیہ را بقسمت ثنائیہ راجع ساختہ اند و خماسیہ را بثلاثیہ ہمچنین اینجا میگوئیم کہ دو صفت زائدہ در سنّت راجع است بآن دو صفت مذکور در کتاب اللہ و تفصیل اوست و شرح و بیان او است زیراکہ ارتفاع مکان در جنّت بسبب این دو خصلت است یا کمالِ نفسانی شخص بآن می رساند یا سعی در اعانت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و قیام بموعود خدای تعالٰی نوعی از سوابق اسلامیہ است زیراکہ اصل در سوابق اسلامیہ اعانت آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم در ترویج دین صلی اللہ علیہ وسلم و این گاہی در بدأ اسلام می باشد و گاہے در آخر آن بعد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برفیق اعلٰی و سہ صفت زائدہ در اقاویل صحابہؓ راجع است باین خصلت آخرہ کہ اتمام موعود آن حضرت است صلے اللہ علیہ وسلم زیراکہ اعانت باعتبار

دیگر صفات۔ تو ان تینوں (یعنی کتابؔ و سنّتؔ و اقوال صحابہؓ) کے درمیان تطبیق کی کیا صورت ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ اس اختلاف میں تطبیق اسی طرح کر لیجائے جس طرح فقہاء اس اختلاف میں کرتے ہیں جو کہ مسئلۂ قتل میں واقع ہوا۔ قرآن عظیم میں اس کو دوؔ قسموں پر تقسیم فرمایا ہے کہ قتل یا عمدؔ ہے یا خطاءؔ اور سنّتِ سنیہ میں تین قسمیں مقرر کی گئی ہیں کہ قتل یا عمدؔ ہے یا خطائے خالص یا خطائے شبہ عمد اور فقہاء حنفیہ پانچ قسموں[1] کے قائل ہوئے ہیں۔ تطبیق اس طرح کی گئی کہ قسمتِ ثلاثیہ یعنی تین کی تقسیم کو قسمتِ ثنائیہ یعنی دو قسموں والی تقسیم کی طرف راجع کیا اور خماسیہ یعنی پانچ والی تقسیم کو تین والی تقسیم کی طرف۔ اسی طرح ہم یہاں کہتے ہیں کہ سنّت میں جو دوؔ صفت زائدہ ہیں وہ ان دوؔ صفت کی طرف راجع ہیں جو کتاب اللہ میں مذکور ہوئیں اور یہ ان کی تفصیل اور ان کی شرح اور بیان ہے کیونکہ جنّت میں جو ارتفاع مکان ہے وہ ان ہی دوؔ خصلتوں کے سبب سے ہے کہ یا تو کسی شخص کا کمالِ نفسانی وہاں پہنچا رہا ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اعانت میں سعی نے پہنچایا۔ اور قیام بموعود خدا تعالٰے (یعنی مذکورہ بالا چوتھی صفت) سوابق اسلامیہ کی ایک نوع ہے۔ کیونکہ سوابقِ اسلامیہ میں جو بنیادی بات ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آپ کے دین میں اعانت ہے اور یہ کبھی اسلام کے شروع میں ہوتی ہے کبھی آخر میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اعلٰے کی طرف انتقال فرمانے کے بعد۔ اور اقوال صحابہؓ میں جو تینؔ صفات زائد ہیں وہ اسی آخری خصلت یعنی موعودِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پورا کرنے کی طرف راجع ہیں۔ کیونکہ اعانت کے (مختلف اعتبارات ہیں) باعتبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی

[1] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قتل کی پانچ قسمیں حسب ذیل ہیں قتلِ عمد جس میں قاتل نے کوئی ہتھیار تلوار، خنجر، بندوق وغیرہ کا استعمال کیا ہو یا جو ان ہتھیاروں کے قائم مقام ہو جیسے دھاردار لکڑی یا آگ وغیرہ۔ قتل شبہ جس میں قاتل نے کوئی ایسی شے استعمال نہ کی ہو جس کو ہتھیار کہا جائے یا جسم کو کاٹنے میں وہ ہتھیار کو قائم مقام ہو۔ قتل خطا یہ ہے کہ کسی نے تیر یا بندوق وغیرہ کا نشانہ شکار کا جانور سمجھتے ہوئے لگایا مگر وہ آدمی تھا اس سے وہ ہلاک ہوگیا یا نشانے کی مشق کرتے ہوئے تیر یا گولی بڑھ کر آدمی کے جا لگی۔ چوتھی قسم ہے قتل جاری مجرٰی الخطا۔ جیسا کہ کوئی سوتا ہوا شخص کروٹ بدلتا ہوا دوسرے پر گر کر اس کو مار ڈالے۔ پانچویں قسم ہے قتل بالسبب جیسا کسی شخص نے کنواں کھودا کسی دوسرے کی ملوکہ زمین میں اور اس پر منڈیر نہ بنائی۔ اس میں مالکِ زمین اندھیرے میں چلتا ہوا گر کر فوت ہوگیا۔ آخر کی دونوں قسمیں قتل خطا کی طرف راجع ہیں اور شبہ عمد قتل عمد کی طرف ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

ترویج علم آنحضرت ؐ موقوف است بر اتساع
علم کتاب و سنت و اجماعیات اجماع امت باعتبار
کثرت فتوح و امن مسلمین از شر کفار موقوف
است بر کفایت و حزم و حسن سیاست و باعتبار تعلیم
زہد موقوف است بر اجتناب از شبہات کہ شان
شیخین بود و چون دماءِ مسلمین اہم امور است تورع
در آن بمزید اہتمام مخصوص گشت پس این ہمہ
شرح و تفصیل سنتِ سنیہ است و سنتِ سنیہ
شرح و تفصیل قرآنِ عظیم۔

سوال اگر گوئی کہ در اقوالِ صحابہ ؓ قرب
نسب با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و وجاہت
در میانِ ناس و مانند آن از فضائل شمردہ
اند و در قرآنِ عظیم نفیِ فضیلت باعتبارِ نسب و
وجاہت بیان کردہ شد از فضائل حضرتِ ذی
النورین ؓ ذکر کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم دو جگر پارۂ خود را بوے تزویج فرمود از فضائل
مرتضیٰ ؓ ذکر کردہ اند کہ ابن عم آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم بود و زوج بتول زہرا رضی اللہ عنہا و
ہمچنین بعض فضائل جبلیہ مثل شجاعت و فصاحت
در تضاعیفِ فضائلِ مرتضیٰ ؓ تقریر نمودہ اند پس
تطبیق در میان این دو قولِ مخالف چگونہ نمائیم۔

گوئیم فضائل دو قسم است یکے آنکہ در حدِ ذات
خود فضیلتِ آدمی و سعادتِ او ہست و تشبہ بانبیاء بر آن
حاصل میشود از جہتِ پیغامبری و این قسم ہمان است
کہ سنتِ سنیہ بآن تصریح و تلویح نمود قسم دوم
آنکہ در حدِ ذاتِ خود فضیلتِ معتبرہ در شرع نیست مثل نسب و
مصاہرہ و قوتِ بدن و شجاعتِ دل و فصاحتِ لسان
و وجاہت در میانِ مردمان لہٰذا کافر و مسلمان
را آن فضائل حاصل مے شود

ترویج کے موقوف ہے کتاب اللہ اور سنت اور اجماع امت سے ثابت
شدہ تمام مسائل کے وسیع علم پر۔ اور اعانت باعتبار کثرت فتوحات
اور شر کفار سے مسلمانوں کے مامون و محفوظ رہنے کے موقوف ہے
کفایت اور حزم اور حسن سیاست پر اور اعانت باعتبار تعلیم زہد
کے موقوف ہے اجتناب از شبہات پر جو کہ شیخین ؓ کی شان تھی
اور چونکہ مسلمانوں کا خون اہم امور میں سے ہے اسی لئے اس کے بارے
میں تورع و احتیاط کو مزید اہتمام کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔ الغرض یہ
سب شرح و تفصیل ہے سنتِ سنیہ کی اور سنتِ سنیہ شرح و تفصیل
قرآنِ عظیم کی۔

سوال اگر تم یہ کہو کہ اقوالِ صحابہ ؓ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ قربِ نسب کو اور لوگوں کے درمیان وجاہت کو اور
اسی طرح کی صفات کو فضائل میں شمار کیا گیا ہے اور قرآنِ عظیم میں
نسب و وجاہت کے اعتبار سے فضیلت کی نفی کی گئی ہے۔ حضرت ذی
النورین ؓ کے فضائل میں ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اپنی دو لختِ جگر (یعنی بیٹیاں) اُن کے نکاح میں دیدیں اور
حضرت مرتضیٰ ؓ کے فضائل میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے تھے اور حضرت (فاطمہ) بتول
زہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے اور اسی طرح بعض فضائلِ جبلیہ
کی جیسے شجاعت اور فصاحت ہے حضرتِ مرتضیٰ ؓ کے فضائل کی ہتات
میں تقریر کی ہے۔ تو ان دو مخالف اقوال کے درمیان تطبیق کیسے کریں۔

ہم کہتے ہیں کہ فضائل دو قسم کے ہیں۔ ایک ۱ ایسے ہیں کہ اپنی
حدِ ذات میں آدمی کی فضیلت اور سعادت ہوتے ہیں اور اُن کے
سبب سے پیغمبر کے ساتھ بجہت پیغمبری تشبہ حاصل ہو جاتا ہے اور یہ قسم
وہی ہے جس کی سنتِ سنیہ نے کہیں صراحت کی ہے اور کہیں اس کی
جانب اشارات کئے ہیں۔ دوسری ۲ قسم وہ ہے کہ اپنی حدِ ذات میں شرع
کے نزدیک فضیلت اعتبار نہیں کئے گئے مثل نسب اور تعلق مصاہرت
کے (یعنی داماد ہونے یا خسر ہونے یا سالا سالی ہونے کا تعلق) اور
جسمانی قوت اور دلیری اور فصاحتِ لسان اور لوگوں کے درمیان
وجاہت اس لئے کافر اور مسلمان (سب کو) یہ فضائل حاصل ہو جاتے ہیں،

متقی و فاسق ہر دو بآن متصف می توانند شد لیکن گاہی وسیلہ فضیلتے از فضائل معتبرہ در شرع میگردد و باین اعتبار می توان از فضائل مذکور ساخت مثلاً تزویج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جگر پارۂ خود را متضمن عنایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشانِ اوست و سنۃ اللہ چنین جاری شدہ کہ صہر بہترین انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نگردانند مگر شخصے را کہ حالِ او در شرع محمود باشد اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ پس باین اعتبار بر بعض فضائل نفسانیہ دلالت میکند و ہمچنین ابنِ عم بودن سببِ عنایت آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبتِ او و اعتناء بتعلیم و تثقیف او و ہمچنین شجاعت و فصاحت گاہی صرف کردہ میشود در نصرتِ اسلام و اعلاء کلمۃ اللہ پس باین اعتبار بافضائل معتبرہ نسبتی پیدا میکند و چہ ماناست باین مبحث بیت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ

علم را بر تن زنی مارے بود
علم گر بر دل زنی یارے بود

پس اسقاطِ این صفات از درجۂ اعتبار باین معنی است کہ در حدِ ذاتِ خود فضیلتِ معتبرہ نیست و اثباتِ این معانی در ذیلِ مناقب بآن معنی است کہ در مادۂ خاص وسیلہ کسبِ فضائل معتبرہ شدہ پس نام این چیزہا میگیرند و مُرد ہمان فضائلِ معتبرہ دارند و بونِ بائن است در منازلِ این دو قسم قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا پس اگر ثابت شود وجودِ فضائل از قسمِ اول قسمِ ثانی زیادہ رونق او خواہد افزود

متقی اور فاسق دونوں اُن سے متصف ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ کبھی اُن فضائل میں سے جو شریعت میں معتبر ہیں کسی فضیلت کا وسیلہ بن جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے کسی کا ذکر ان فضائل کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی جگر پارہ (صاحبزادی) کو نکاح میں دیدینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایتِ (خاصہ) کو متضمن ہے۔ آپ کی شان کے مناسب بھی ہے اور سنت اللہ بھی یوں ہی جاری ہوتی ہے کہ بہترینِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا داماد صرف ایسے ہی شخص کو بنائیں جس کا حال شرع میں محمود ہو اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ۔ تو اس اعتبار سے بعض فضائل نفسانیہ پر دلالت کر دیتے ہیں (کہ وہ دلالتِ معتبرہ کو متضمن ہوتے ہیں) اور اسی طرح ابنِ عم (چچا کا بیٹا) ہونا اُن کی نسبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت کا سبب ہے اور اُن کی تعلیم و اصلاح کا۔ اور اسی طرح شجاعت و فصاحت کبھی نصرتِ اسلام و اعلاء کلمۃ اللہ میں صرف کی جاتی ہے تو اس اعتبار سے یہ صفات فضائلِ معتبرہ کے ساتھ نسبت حاصل کر لیتی ہیں۔ اور اس مبحث میں کس قدر مناسب بیت ہے مولانا رومی قدس سرہٗ کا ؎ علم را بر تن زنی الخ۔ (ترجمہ) علم کو اگر تو تن پر مارے گا (یعنی علم کا مقصد تن پروری قرار دے گا) تو یہ ایک سانپ ہوگا (جو تجھے ہلاک کردیگا) اور اگر علم کو دل پر مارے گا (یعنی اُس کو دل کی اصلاح کا ذریعہ بنائیگا کہ اس کو نورِ معرفت حاصل ہو جائے) تو وہ تیرا یار (و مددگار) ہوگا (تجھ کو نفس کے فریب اور شیطان کے جال سے باخبر کرتا رہیگا)۔ تو ان صفات کا درجۂ اعتبار سے ساقط کرنا اس معنے سے ہے کہ وہ اپنی حد ذات میں فضیلتِ معتبرہ میں سے نہیں ہیں۔ اور بذیل مناقب ان کا اثبات اس معنے سے ہوتا ہے کہ مادۂ خاص میں یہ فضائل معتبرہ کے کسب کا وسیلہ ہوتے ہیں۔ یوں کہیئے کہ نام تو ان چیزوں کا لیتے ہیں اور مُراد رکھتے ہیں وہی فضائل معتبرہ اور ان دونوں قسموں کے مواقع میں کھلا ہوا بُعد ہے۔ قد جعل اللہ لکل شئی قدرا (اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر دیا ہے) تو اگر قسمِ اول کے فضائل کا وجود ثابت ہو جائے تو قسمِ ثانی اُس کی رونق بڑھا دے گی اور

دگواہی بر تحقق او خواہد داد و اگر قسم اول
ثابت نشود یا دون مرتبۂ دیگران ثابت شود این فضائل
در شریعت مرورا بالا نخواہد نشاند۔

مسلک رابع در اثبات افضلیت شیخین رض
از جہت ملازمت خلافت خاصہ افضلیت را و
این مسلکے است دقیق المأخذ کہ محققین از صحابہ و
غیر ایشان آن را اثبات نمودہ اند و باسالیب متعددہ
بیان آن کردہ و اصل درین مسئلہ آنست کہ حقیقت
خلافت خاصہ ارادۂ حق است تبارک و تعالے
اصلاح عالم را بوجہے کہ آن تلو اصلاح
عالم است ببعثت انبیاء چون عالم ممتلی شود بکفر
و فسوق و تظالم مدبر حق جل شانہ شخصے را کہ
جوہر نفس او اشبہ باشد بملائکہ مقربین برگزیند
و از بطنان عرش ارادہ تعلیم آن شخص و
شیوع علم او در میان مردم پیدا شود و
جبرئیل را ندا کنند کہ فلان بندہ مراد حق است
غلبۂ او بر عالم و جمع عالم بر انقیاد علم او
و باز شیوع علم او در آفاق و تہذیب
نفوس بنی آدم بآن علم حق باز درہم
شکستن مخالفان او بعد از آن جبرئیل ندا
کند در ملکوت سموات الا ان اللہ احب
فلانا فاحبوہ پس ہمہ ملائکہ محب او شوند
و لعنت بر مخالفان او نمایند و استغفار و طلب خیر
برائے تابعان او کنند کما قال اللہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ
یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِ
حَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ
لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ
كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا
فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ

اس کے تحقق پر گواہی دے گی۔ اور اگر قسم اول ثابت نہ ہو یا دوسروں
سے کم مرتبہ ثابت ہو تو یہ فضائل شریعت میں اس کو بلند مرتبہ پر
نہیں بٹھائیں گے۔

مسلک چہارم افضلیت شیخین رض کے اثبات میں اس جہت سے
کہ خلافت خاصہ کو افضلیت لازم ہے۔ اور یہ ایسا مسلک ہے جس کا
ماخذ دقیق ہے۔ صحابہ رض اور غیر صحابہ میں سے جو محققین ہیں انھوں نے
اس کو ثابت کیا ہے اور کئی اسلوب سے اس کا اظہار کیا ہے۔ اور اصل
اس مسئلہ میں یہ ہے کہ خلافت خاصہ کی حقیقت اصلاح عالم کے لئے
اللہ تبارک و تعالے کا ارادہ ہے اس صورت کے ساتھ کہ وہ اس
اصلاح عالم کے مماثل ہو جو بعثت انبیاء سے مقصود تھی۔ جب
عالم کفر اور فسق اور ایک دوسرے پر ظلم سے بھر جاتا ہے تو مدبر عالم
حق جل شانہ ایک شخص کو جس کا جوہر نفس ملائکہ مقربین سے زیادہ
مشابہ ہوتا ہے شرف قبول عطا فرماتا ہے اور بطون عرش سے اس شخص
کی تعلیم دینے اور اس کے علم کو لوگوں میں شائع کرنے کا ارادہ پیدا
ہوتا ہے اور جبرئیل کو آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ مقبول حق ہے۔
مراد حق ہے اس کا غلبہ عالم پر اور اس کے علم کی فرمانبرداری پر عالم
کو جمع کرنا پھر اس کے علم کو ہر طرف شائع کرنا اور اس علم حق کے ساتھ
بنی آدم کے نفوس کو مہذب بنانا پھر اس کے مخالفوں کو درہم برہم
کر دینا۔ اس کے بعد جبرئیل ندا کرتے ہیں آسمانوں کے فرشتوں کو کہ آگاہ
ہو جاؤ کہ اللہ تعالے نے فلاں بندے کو اپنا محبوب بنا لیا ہے تم اس سے
محبت کرو۔ تو تمام فرشتے اس کے محب ہو جاتے ہیں اور اس کے
مخالفین پر لعنت کرتے ہیں اور اس کی پیروی کرنے والوں کے لئے
استغفار اور دعائے خیر کرتے ہیں جیسا کہ حق تعالے نے فرمایا ہے۔
اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ الخ (م: ۷) جو فرشتے کہ عرش الٰہی کو
اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب
کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان
والوں کے لئے اس طرح استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار
آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو
بخش دیجئے جنھوں نے (شرک و کفر سے) توبہ کر لی ہے اور آپ کے

اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۔ بعد از آن قبولِ او نازل شود در زمین و افواجِ ملائکہ سفلیہ باشاعتِ دینِ او و نصرِ موافقینِ او قائم شوند تا آنکہ مرادِ حق بکمال متحقق گردد این است حقیقت نبوت و چون نبی در عالم پیدا شود و جماعہ را مہذب گرداند و مرادِ حق از بعثت پیغامبر بکمال ظاہر ناشدہ ایامِ حیاتِ پیغامبر آخر شود کما قال عز من قائل وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ تدبیرِ الٰہی شخصے را بر خلافتِ او بگمارد از یارانِ او کہ اصلِ فطرت جوہرِ نفسِ او را نزدیک بجوہرِ نفسِ پیغامبر آفریدہ باشند چنانکہ حالِ مؤمنِ آلِ فرعون و مؤمنِ انطاکیہ دانستہ باشی بعد از آن آن عزیز در اعانتِ پیغامبر سعی بلیغ بتقدیم رسانیدہ باشد و در ضمنِ آن اعانت ہا رحمتِ الٰہی مکرر شاملِ حالِ او گشتہ باشد و نفسِ پیغامبر چندین بار نفسِ او را بقوتِ قدسیہ در گرفتہ باشد و چندین بار آن را زیر و زبر ساختہ تا آنکہ بواسطۂ نفسِ قدسیہ پیغامبر نفسِ او مستعدِ الہامِ الٰہی گردد کہ محدثیت و صدیقیت شعبہ است از آن انگاہ تدبیرِ الٰہی در اتمامِ موعود برائے پیغامبر نفسِ این شخص را جارحۂ خود سازد و فوج فوج عنایتِ الٰہی در نفسِ قدسیۂ او فرو ریزند و مانندِ چراغ کہ در وسطِ خانہ نگاہ داشتہ باشند و اجسامِ صقیلۂ خانہ بواسطہ او منور گردند نفوسِ بنی آدم اثر پذیرِ آن خلیفہ باشند و ہمہ بہمان حرکت کہ مبدأ آن در غیب است متحرک شوند گاہے دادِ قتال دہند و گاہے افشاءِ علم نمایند و گاہے قولاً و حالاً

رستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیجیے"۔ اس کے بعد اُس کی مقبولیت زمین پر نازل ہوتی ہے اور افواج ملائکہ سفلیہ (یعنی آسمانِ دُنیا سے نیچے کے فرشتے) اُس کے دین کی اشاعت اور اُس کے ساتھ موافقت کرنے والوں کی مدد کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ جو ارادہ حق تعالٰی نے کیا وہ متحقق ہوجائے۔ یہ ہے حقیقت نبوت کی۔ اور جب نبی عالم میں پیدا ہوجائے اور وہ ایک جماعت کو مہذب بنادے اور بعثتِ پیغمبر سے جو ارادہ اللہ تعالٰی نے کیا تھا وہ پُورے طور پر ظاہر ہوئے بغیر اُس کے ایامِ حیات ختم ہوجائیں جیساکہ سب سے بڑے صاحبِ عزت کہنے والے نے فرمایا ہے وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ الخ (۱۰:۴۶) اور جس (عذاب) کا اُن سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپ کو دکھا دیں یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات دیدیں الخ" تو تدبیرِ الٰہی اُس کے اصحاب میں سے ایسے شخص کو اُس کی خلافت کے لئے مقرر کرتی ہے جس کے جوہرِ نفس کو اصل فطرت میں پیغمبر کے جوہرِ نفس کے قریب پیدا کیا ہو جیساکہ مؤمنِ آلِ فرعون اور مؤمنِ انطاکیہ کا حال تم کو معلوم ہوگا۔ اِس کے بعد وہ بزرگ (خلیفہ) پیغمبر کی اعانت میں سعی بلیغ کرتا رہا ہو اور ان اعانتوں کے ضمن میں رحمتِ الٰہی دوبارہ اُس کے شاملِ حال ہوگئی ہو اور پیغمبر کا نفس بہت مرتبہ اس کو اپنی قوتِ قدسیہ کی گرفت میں لے کر کتنی ہی بار اس کو زیر و زبر کرچکا ہو یہاں تک کہ نفسِ قدسیۂ پیغمبر کے ذریعہ سے اس کے نفس میں الہامِ الٰہی کی استعداد رُونما ہوجائے کہ محدثیت اور صدیقیت اسی کا ایک شعبہ ہے۔ اُس وقت جو وعدے پیغمبر سے کئے تھے ان کو پُورا کرنے کے لئے تدبیرِ الٰہی اُس شخص کو اپنا آلۂ کار بناتی ہے اور عنایتِ الٰہی کا فراواں فیضان اُس کے نفسِ قدسیہ پر گراتے ہیں اور اُس چراغ کی مانند جس کو وسط مکان میں رکھدیا گیا ہو جس کے ذریعہ سے صیقل شدہ اجسام منوّر ہوجائیں، نفوسِ بنی آدم اُس خلیفہ سے اثر پذیر ہوتے ہیں اور پھر سب اُس حرکت سے جس کا مبدأ غیب میں ہے متحرک ہوجاتے ہیں کبھی دادِ قتال دیتے ہیں کبھی علم (حقائق) کا افشاء کرتے ہیں اور کبھی قولاً و حالاً طالبین کے نفوس پر

افاضہ برکات بر نفوس طالبان کنند این نفس
کہ در خارج شبیہ بچراغ مبدأ این فیض خاص
است خلیفہ پیغامبر است مانند دل بنسبت اعضا
آدمی واز لوازم خلافت خاصہ است نصرت او
بر عالم و الاّ جارحہ فیض نشود وآن موعود
بر دست او ظاہر نگردد قال تعالیٰ ولقد
سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین o انہم
لہم المنصورون وان جندنا لہم
الغالبون o واز لوازم خلافت خاص است
ظہور مواعید الٰہی بر دست او ہو الذی ارسل
رسولہ بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین
کلہ ولو کرہ المشرکون o واز لوازم خلافت
خاص است تالیف مسلمین فیما بینہم و عدم اختلاف امت
ورحمت درمیان خویش وکبت کافران و روز بروز
شکست افتادن برایشان تا کلمہ اشداء علی الکفار
رحماء بینہم متحقق گردد و این است خلافت خاصہ پیغامبر کہ
خلافت ورحمت کنایہ است از آن جمعی از محققین فضیلت
شیخین رض از اصطفاء خدای عز وجل ایشان را برای خلافت
پیغامبر خود دانستہ اند اخرج ابو عمر فی الاستیعاب عن
عبد اللہ بن مسعود قال ان اللہ تعالیٰ نظر فی قلوب
العباد فوجد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر قلوب
العباد فاصطفاہ وبعثہ برسالتہ ثم نظر فی قلوب
العباد فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد
فجعلہم وزراء نبیہ یقاتلون عن دینہ وجمعی
از افاضت خیر کہ عبارت از ایتلاف
مسلمین وبرہم شکستن جموع کفار
است دانستند اخرج الحاکم عن
ابی وائل قال قیل لعلی
استخلف

افاضہ برکات کرتے ہیں۔ یہ نفس جو کہ خارج میں چراغ کی مانند اس
فیض خاص کا مبدأ ہے پیغمبر کا خلیفہ ہے جیسے دل کو نسبت ہوتی ہے
آدمی کے اعضاء کے ساتھ۔ اور خلافت خاصہ کے لوازم میں سے ہے
عالم پر اس کی مدد کرنا ورنہ وہ فیض ربانی کا ذریعہ نہ بنے گا
اور وہ وعدہ (جو پیغمبر سے کیا گیا تھا) اُس کے ہاتھ پر ظاہر نہیں
ہوگا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ولقد سبقت کلمتنا الخ (۳۷: ۱۷۱
۔ ۱۷۳) اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول
پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی غالب کئے جائیں گے اور
ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔ اور خلافت خاصہ کے لوازم میں سے
ہے اُس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ظہور میں آنا ہو الذی
ارسل رسولہ الخ (۶۱: ۹) وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول
کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اُس (دین) کو تمام (بقیہ)
دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔ اور خلافت
خاصہ کے لوازم میں سے مسلمانوں میں باہمی اُلفت پیدا کرنا اور اُمت
میں عدم اختلاف اور اپنے درمیان رحم کا برتاؤ کرنا اور کافروں کی سرکوبی
اور روز بروز ان پر شکست واقع ہونا تاکلمہ اشداء علی الکفار
رحماء بینہم متحقق ہو جائے۔ یہ ہے "خلافت خاصہ پیغمبر" کہ
"خلافت ورحمت" (کے الفاظ) سے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔
محققین کی ایک جماعت نے اپنے پیغمبر کی خلافت کے لئے ان بزرگوں
کو اللہ عز وجل کے برگزیدہ کرنے کا نتیجہ سمجھا ہے۔ ابو عمر نے استیعاب
میں عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں
کے قلوب پر نظر ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تمام بندوں
کے قلوب سے اچھا پایا تو اُن کو منتخب کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ
مبعوث کیا۔ پھر بندوں کے قلوب پر نظر ڈالی تو ان کے اصحاب کے
قلوب کو تمام بندوں کے قلوب سے بہتر پایا تو ان کو اپنے نبی کے
وزراء بنایا جو اُس کے دین کی طرف سے قتال کرتے ہیں۔ اور ایک
جماعت خیر کے افاضہ کرنے کا مطلب یہی سمجھی ہے کہ اس سے مراد
ہے اتحاد فیما بین مسلمین اور جماعات کفار کو درہم برہم کرنا۔ حاکم نے
ابو وائل سے روایت کی ہے کہا کہ حضرت علی رض سے کہا گیا کہ ہم پر کسی کو

علینا قال ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستخلف ولکن ان یرد اللہ بالناس خیرا فسیجمعہم بعدی علی خیرہم و اخرج ابو عمر فی الاستیعاب عن علی قال خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ابو بکر و عمر ثم بین وجہ الخیریۃ فی حدیث آخر قال استخلف ابو بکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر فاقام واستقام ثم استخلف عمر رحمۃ اللہ علی عمر فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ و بعض محققین فضلیت شیخین رضی اللہ عنہما از اجماع صحابہ دانستند بر استخلاف شیخین رضی اللہ عنہما قال سفیان الثوری من قال ان علیا افضل من ابی بکر فقد خطأ المہاجرین و الانصار و لا ارے ان عملہ یقبل چون اصل حقیقت خلافت خاص معلوم شد ارتباط ہر استنباط بوصفے از آن اوصاف کہ داخل در حقیقت استخلاف است یا لازم اوست بادنے تأمل می توان شناخت و تقریر این مسلک وقتی تمام شود کہ بیان سہ مقدمہ کنیم اول ملازمت خلافت خاص و افضلیت بر رعیت خویش ثانیہ ثبوت خلافت خاص این بزرگواران بنص کتاب و سنت سنیۃ و اجماع امت و معقول بوجہے کہ حقیقت خلافت خاص مبرہن گردد چون مقدمہ ثانیہ سابقا بطول و عرض مبین شدہ لاجرم اینجا نکتہائے چند اکتفا کنیم سوم بیان آنکہ خلافت خاص در ایام حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ منتظم نہ شد ہر چند حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ متصف بصفات کمال بود کہ در خلافت خاص در کار است لیکن با وجود آن اوصاف

خلیفہ بنا دیجئے (یعنی اپنا ولی عہد قرار دید یجئے) فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا کہ میں خلیفہ بناؤں لیکن اگر اللہ تعالےٰ لوگوں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو وہ لوگوں کو میرے بعد کسی ان میں کے بہتر شخص پر جمع کر دے گا۔ اور ابو عمر نے استیعاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ اس امت کے سب سے بہتر شخص اُس کے نبی کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر بہتر ہونے کی وجہ دوسری حدیث میں بیان کی فرمایا کہ خلیفہ بنائے گئے ابو بکر رضی اللہ عنہ رحمت اللہ کی ابو بکر رضی اللہ عنہ پر انھوں نے (دین کو) قائم (یعنی مضبوط) کیا اور اس پر جمے رہے۔ پھر خلیفہ بنائے گئے عمر رضی اللہ عنہ رحمت اللہ کی عمر رضی اللہ عنہ پر انھوں نے (دین کو) قائم کیا یہاں تک کر دین نے اپنی گردن زمین پر ٹیک دی (یعنی کامل جماؤ حاصل ہو گیا) اور بعض محققین نے شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کو اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے جانا جو شیخین رضی اللہ عنہما کے خلیفہ بنانے کے وقت منعقد ہوا تھا۔ سفیان ثوری کا قول ہے کہ جس نے یہ کہا کہ علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اُس نے تمام مہاجرین و انصار کو خطا کار کہا۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اُس کا کوئی عمل قبول کیا جائیگا۔ جب خلافت خاص کی اصل حقیقت معلوم ہو گئی تو ہر استنباط کا ربط کسی وصف کے ساتھ اُن اوصاف میں سے جو حقیقتِ استخلاف میں داخل ہیں یا استخلاف کو لازم ہیں ادنےٰ تأمل سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اور اس مسلک کی تقریر اُس وقت پوری ہو گی کہ ہم تین مقدمات کو بیان کر دیں۔ اول خلافت خاص اور اپنی رعیت پر (خلیفہ کی) افضلیت کا ایک دوسرے کو لازم ہونا دوم ان بزرگواروں کی خلافتِ خاص کا ثبوت کتاب اللہ اور سنت سنیۃ کی نص سے اور اجماعِ امت سے ایسی معقول وجہ کے ساتھ کہ خلافتِ خاصہ کی حقیقت بھی واضح ہو جائے۔ اور چونکہ مقدمہ ثانیہ (کا مضمون) بسط و تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اس لئے اس موقع پر ہم منتخب نکتوں پر اکتفا کریں گے۔ سوم اس امر کے بیان میں کہ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایام میں خلافتِ خاص منتظم نہیں ہوتی۔ ہر چند کہ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اُن صفاتِ کمال سے موصوف تھے جو کہ خلافتِ خاص کے لئے درکار ہیں لیکن اُن اوصاف کے باوجود

درسابق ازل نصرتِ او منصم نگشت و در خارج بروفق
ہمان مقدّر انتظام نیافت بسبب حکمتِ موزّع برزمان
و این مقدمہ ثالثہ ازین سبب ضرورت شد کہ از مہاجرین
اوّلین ہیچ کس غیر مرتضیٰ بعد مشائخ ثلثہ رض مسمّی بخلیفہ
نشد تا بمزید بیان احتیاج افتد آنچہ محتاج بیان میشود
عدم انتظام خلافتِ حضرتِ مرتضیٰ رض است۔

مقدمہ اولیٰ بیانِ ملازمت درمیان خلافت
خاصہ و افضلیتِ شخصی کہ باین خلافت مکرمش ساختہ
اند براہلِ زمان او پس این ملازمت گاہی تقریر کردہ
میشود باعتبار سنۃ اللہ در وقتِ ارادہ رحمتِ خاص بہ نسبت
امت کہ در حدیث شریف خلافت و رحمت اشارہ
بآن است زیرا کہ حکیم مطلق در وقت ارادہ رحمت خاص
تسلیط مفضول نمی فرماید و گاہی تقریر کردہ میشود باعتبار
ظہور داعیہ در نفس شخص کہ غیر افضل اہلِ زمان این
داعیہ را قبول نمی کند الطیبات للطیبین و گاہی تقریر
کردہ میشود باعتبار تعین آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
شخصے را برائے خلافتِ خاص خود کہ تعین شخصے برائے
این امر عظیم از پیغامبر نمی آید مگر افضل امت را و
گاہی تقریر کردہ می شود باعتبار اتفاق صحابہ بر شخصے
خاص بوجہے کہ افضلیت او را بنائے اتفاق خود گردانند
زیرا کہ اجماع صحابہ بلکہ مسلمین قاطبتہم نمی باشد
الا بر آنچہ حق است نزدیک خدائے تعالیٰ
و این ہمہ وجوہ متوافق اند
یکے لازم دیگر است و یکے مبشر
بدیگرے

عباراتنا شتّٰی و حسنک واحد
و کل الٰی ذاک الجمال یشیر

ازلِ سابق میں اُن کی نصرت منصم نہیں ہوئی تھی بسبب اُس خاص
حکمت کے جو ہر زمانہ پر تقسیم کی گئی ہے اور وہ خارج میں اُسی مقدّر
کے موافق منتظم نہ ہو سکی۔ اور اس تیسرے مقدمہ کی اس سبب سے ضرورت
ہوئی کہ مہاجرین اوّلین میں سے کوئی شخص بعد مشائخ ثلاثہ رض کے بجز
حضرت مرتضیٰ رض کے "خلیفہ" کے ساتھ موسوم نہیں کیا گیا کہ کچھ زیادہ
بیان کرنے کی ضرورت پڑے۔ جو بات محتاج بیان ہو رہی ہے وہ حضرت
مرتضیٰ رض کی خلافت کا عدمِ انتظام ہے۔

پہلا مقدمہ - اُس ملازمہ[1] کے بیان میں جو خلافتِ خاصّہ اور اُس
شخص کی افضلیت کے درمیان ہے جس کو اُس کے اہلِ زمانہ میں سے
(اللہ تعالیٰ نے) خلافت پر مکرّم کیا۔ تو اس ملازمہ کی کبھی تقریر کیجاتی ہے
باعتبار سنت اللہ کے جو اُمت پر رحمت کے خاص ارادے کے وقت جاری
ہوتی ہے کہ حدیث شریف میں "خلافت و رحمت" اُسی کی طرف اشارہ
ہے کیونکہ حکیم مطلق ارادۂ رحمت خاص کے وقت (افضل کو چھوڑ کر)
مفضول کو مسلّط نہیں فرماتا اور کبھی تقریر کیجاتی ہے کسی شخص کے
نفس میں ایسے داعیہ کے ظہور سے کہ جو اہلِ زمانہ میں سے غیر افضل ہیں
وہ اس داعیہ کو قبول نہیں کرتے الطیبات للطیبین (پاکیزہ یعنی عالی
مقام لوگوں کے داعیئے بھی عالی ہی ہوں گے)، اور کبھی تقریر کیجاتی
ہے کسی شخص کے متعلق اپنی خلافتِ خاص کے لئے آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے تعین کرنے کے اعتبار سے۔ کیونکہ اس امر عظیم کا تعین
پیغمبر سے صادر نہیں ہوسکتا مگر افضل اُمت کے لئے اور کبھی تقریر
کی جاتی ہے صحابہ رض کے اتفاق کے اعتبار سے کسی خاص شخص پر اس
وجہ کے ساتھ کہ اس کی افضلیت کو اپنے اتفاق کا مبنےٰ بنائیں۔ اس لئے
کہ صحابہ رض کا اجماع بلکہ کُل مسلمانوں کا نہیں ہوسکتا مگر اُسی چیز پر
جو خدا تعالیٰ کے نزدیک حق ہے اور یہ تمام وجوہ ایک دوسری
کے ساتھ موافق اور ہر ایک دوسری کے لئے لازم ہے اور ہر ایک
دوسری کے لئے مبشر ہے۔ عباراتنا شتّٰی الخ (ترجمہ) ہماری عبارات
مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے اور ہر ایک (عبارت) اُسی جمال
کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

[1] ملازمہ کے معنے ہیں دو چیزوں میں باہم لزوم کا تعلق ہونا ۱۲ مترجم

وجہ اوّل را از ملازمتِ حضرت مرتضیٰؓ
تقریر کردہ است اِن یُرِدِ اللہ بالناسِ خیراً
فیجمعہم علیٰ خیرہم ۔ و وجہ ثانی را عبداللہ
ابن مسعود ذکر نمودہ ثم اِنَّ اللہ نظر
الیٰ قلوبِ العباد فوجد قلوبَ اصحابہ
خیرَ قلوبِ العباد فجعلہم وزراء نبیہ
یقاتلون عن دینہ ۔ و وجہ ثالث
را ابوبکر صدیقؓ و عبداللہ بن عباسؓ
بیان فرمودہ بحدیث مرفوع و مقتضائے
نص او و وجہ رابع را نیز عبداللہ بن
مسعودؓ تقریر کردہ است و سفیان ثوریؒ
شرح و بیان آن نمودہ مارآہ المسلمون
حسناً فہو عند اللہ حسن و قد رأی
المسلمون استخلاف ابی بکر ثم قال
فی استخلاف عمر افرس الناس ثلثۃ
الیٰ ان قال و ابوبکر حین استخلف عمر
و قال سفیان الثوری من فضّل علیاً علی
الشیخین فقد اخطأ المہاجرین و الانصار و گاہی
تقریر کردہ می شود بآنکہ در کتاب اللہ امر معروف
و نہی منکر را تعلیق کردہ اند بتمکین فی الارض و مجموع
تمکین و این صفات حقیقتِ خلافتِ خاصہ است و
جای دیگر می فرماید کنتم خیر امۃ اخرجت للناس
پس خیریت لازم امر بمعروف و نہی از منکر
ساختہ شد و امر بمعروف و نہی از منکر داخل خلافتِ
خاصہ است پس افضلیت از خواص خلیفۂ خاص
باشد و گاہی تقریر کردہ می شود بآنکہ تسلیط
خلیفہ فی حکم اللہ و شریعت

ملازمہ کی پہلی صورت کی حضرت مرتضیٰؓ نے تقریر فرمائی اِن یُرِدِ
اللہ بالناس الخ اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ خیر کا ارادہ
کیا تو وہ لوگوں کو اُن میں کے بہترین شخص پر جمع کردے گا؛ اور
دوسری صورت کو عبداللہ بن مسعودؓ نے ذکر کیا ثم اِنَّ اللہ
نظر الخ یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے نظر ڈالی بندوں کے قلوب پر تو اُس نے
اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قلوب کو تمام بندوں کے قلوب
سے بہتر پایا تو اُن کو اپنے نبیؐ کے وزراء بنایا جو اُس کے دین کی
طرف سے قتال کرتے ہیں۔ اور تیسری صورت کو ابوبکر صدیقؓ اور
عبداللہ بن عباسؓ نے بیان فرمایا حدیث مرفوع اور اس کے مقتضائے
نص کے ساتھ۔ اور چوتھی صورت کی بھی عبداللہ بن مسعودؓ نے
تقریر کی ہے اور سفیان ثوریؒ نے اُس کی تشریح و توضیح کی ہے
مارآہ المسلمون الخ جس کو مسلمان حسن سمجھیں تو وہ اللہ کے
نزدیک حسن ہے اور سب مسلمانوں نے اچھا سمجھا ابوبکرؓ کے خلیفہ
بنانے کو۔ پھر انھوں نے عمرؓ کے استخلاف کے متعلق کہا اور سب سے
بڑے اہل فراست تین ہیں، یہاں تک کہ آگے کہا، اور ابوبکرؓ
جب اُنھوں نے عمرؓ کو خلیفہ قرار دیا۔ اور سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ
جس نے علیؓ کو فضیلت دی شیخینؓ پر اُس نے سب مہاجرین و
انصار کو خطا کار ٹھہرایا۔ اور کبھی تقریر کیجاتی ہے اس طرح کہ کتاب
میں امر بالمعروف اور نہی از منکر (نیک کام کا امر کرنے اور بُرے
کام سے روکنے) کو معلق کیا تمکین فی الارض کے ساتھ اور مجموعہ
تمکین اور ان صفات کا حقیقت ہے خلافت خاصہ کی؛ اور دوسری
جگہ فرماتے ہیں کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الخ (جتنی اُمتیں
نکالی گئی ہیں تم اُن میں سب سے اچھی اُمت ہو الخ) پھر خیریت (یعنی
افضلیت) کو امر بمعروف اور نہی از منکر کا لازم قرار دیا اور
امر بمعروف اور نہی از منکر خلافتِ خاصہ میں داخل ہیں لہٰذا افضلیت
خلیفۂ خاص کے خواص میں سے ہوئی۔ اور کبھی اس طرح تقریر کی
جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور شریعت کے اجراء میں خلیفہ کو مسلط کرنا

لہ حضرت ابوبکرؓ نے عمرؓ کے استخلاف کے وقت فرمایا تھا کہ میں خدا سے عرض کروں گا کہ میں نے آپ کے سب سے اچھے بندے کو خلیفہ بنایا۔ یہ روایت پہلے گزر چکی ہے اور بذیل تقریر وجہ ثالث آگے آنے والی ہے عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بھی اسی کے ذیل میں مذکور ہوگی ۱۲ مترجم

و وجوب انقیاد قوم مراو را در آن امور کہ منسوب
بخلافتِ اوست نوعی از افضلیت است این
نوع افضلیت لازمِ خلافتِ خاصہ است و الیہ
الاشارۃ فی قولہ تعالیٰ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ
اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ و گاہی تقریر کردہ می
شود اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ
آمَنُوا الآیۃ کہ باسباق و سیاق خود اشارہ است
بآنکہ ولایتِ مسلمین سزاوار نیست اِلّا قومی را
کہ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ الی آخر ما قال صفتِ
ایشان باشد۔

چون اصل ملازمت بوجوہ شتی تقریر
کردیم حالاً باک نیست کہ مفصل تر برنگاریم۔
تقریر وجہ اول خدای تعالیٰ باستخلاف مشایخ
ثلاثہؓ ارادہ کردہ است تمکین دین مرتضیٰ و
رحمت بامتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و دفع
کفار و اقامتِ ارکانِ اسلام و شیوع امر معروف
و نہی منکر و این معنی مستلزم خلیفہ ساختنِ افضل
امت است و احقِ ایشان بخلافت و اقوم
ایشان بحقوق او زیراکہ اگر احق را خلیفہ کنند
لابد تمکینِ دین و رحمتِ امت و سائر
معانی مذکورہ زیادہ تر ظاہر گردد و نزدیک
ارادۂ تمکینِ دینِ مرتضیٰ کہ مشعر است بکمال
او و شیوع او علی الوجہ الابلغ استخلافِ
غیر احق سفہ باشد و خدای
تعالیٰ حکیم است و افعال او متقن است
غیر متہافت و خدای تعالیٰ ارادہ کردہ
است دفع دینِ مرتدین بقومی
کہ صفتِ ایشان این است
یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ الآیۃ

اور ان امور میں جو اس کی خلافت کی طرف منسوب ہیں قوم پر اسکی
فرمانبرداری کا وجوب افضلیت کی ایک نوع ہے اور یہ نوع افضلیت
خلافتِ خاصہ کو لازم ہے۔ اور حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسکی طرف
اشارہ کیا گیا ہے سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ الخ (۴۸: ۱۶) عنقریب تم لوگ
ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے
ہوں گے۔ اور کبھی تقریر کیجاتی ہے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ الخ (۵: ۵۵)
تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ
ہیں۔ یہ آیت اپنے سباق اور سیاق کے ساتھ اشارہ ہے اس طرف کہ ولایت
مسلمین کسی کو سزاوار نہیں بجز اس قوم کے جن کی یہ صفت ہو یُحِبُّهُمْ
وَیُحِبُّوْنَهٗ الخ (۵: ۵۴) جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان
کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی، آخر تک۔

جب ہم نے اصل ملازمہ کی مختلف وجوہ کے ساتھ تقریر کردی
اب کوئی حرج نہیں ہے کہ زیادہ مفصل لکھدیں۔ **تقریر وجہ اول**
خدا تعالیٰ نے مشایخ ثلاثہؓ (صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم و ذی
النورین رضی اللہ عنہم) کے استخلاف سے ارادہ کیا ہے دین برگزیدہ
کی تمکین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ رحمت
کا اور کفار کو دفع کرنے اور ارکانِ اسلام کو قائم کرنے اور نیک
کاموں کا امر کرنے اور برے کاموں سے روکنے کا اور یہ معنے مستلزم ہیں
اس امر کے لئے کہ افضل امت کو خلیفہ بنایا جائے اور وہ ایسا ہو کہ سب سے
زیادہ خلافت کا مستحق اور سب سے زیادہ اس کے حقوق کو قائم رکھنے والا
ہو۔ کیونکہ اگر احق کو خلیفہ بنایا جائے گا تو ضروری ہے کہ تمکین دین یعنی
دین کا جماؤ اور رحمتِ امت اور تمام معانی مذکورہ زیادہ تر ظاہر ہوں گے
اور دین برگزیدہ و مقبول کی تمکین کے ارادے کی صورت میں جو کہ اس کے
کمال اور پورے طور پر اشاعت پذیر کئے جانے پر دلالت کرتا ہے کسی غیر
احق کو خلیفہ بنا دینا نادانی ہوگی اور خدا تعالیٰ حکیم ہے اور اس کے
افعال پختہ و مضبوط ہیں (صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ)
بغیر اس کے کہ ان میں کوئی گراوٹ ہو اور خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا
مرتدین کے دین کو شکست دینے کا ایسی قوم کے ذریعہ سے جن کی صفت
ہے یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے

نہ مطلق دفع و ارادہ کردہ است کبتِ ملل کفر و استخلاص بلاد شام از دستِ کافران بسعی صالحان نہ بسعی غیر ایشان و در حدیث شریف آمدہ است استقامتکم ما استقامت ائمتکم چون استقامتِ امت مراد باشد لازم آمد استقامتِ ائمہ و آن نمی باشد مگر بتسلیطِ احق بالخلافۃ و آنکہ گفتیم کہ نزدیکِ ارادۂ تمکین و رحمت چنین می باشد از آن جہت گفتیم کہ اگر ارادۂ اضلالِ قوم باشد استخلافِ جابر و کافر مناسب است چنانکہ در زمانِ جاہلیت واقع شد قال اللہ تعالیٰ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا ای کثرناہم وجعلناہم الولاۃ قالہ ابن مسعود و در زمانِ ارادۂ ہدایت من وجہ و اضلال من وجہ استخلافِ مفضول جائز است قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یکون ملکٌ عضوضٌ۔

تقریر وجہ ثانی خدائے تعالیٰ میفرماید اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ و عقل مضطر میگردد بجزم آنکہ الہام علوم حقہ و نزول دواعی کلیہ نمی باشد الا بر نفسِ قدسیہ و ہرچند نفس پاک تر نزولِ دواعی الٰہیہ بروے عظیم تر و اگر نزولِ الہام نباشد و مانندِ سنگ و چوب تحریک کند از قبیل ان اللہ یؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر خواہد بود و این معنیٰ از خلافتِ خاصہ بمراحل بعید است۔

تقریر وجہ ثالث اخرج الحاکم عن عبد اللہ بن عباس رض

محبت کرتے ہیں) مطلق شکست کا نہیں (بلکہ مخصوص قوم کے ہاتھوں سے شکست دینے کا) اور ارادہ کیا ہے کفر کی ملتوں کی سرکوبی کا اور شام کے شہروں کو کافروں کے قبضہ سے رہائی دلانے کا صالحین کی سعی سے غیر صالحین کی سعی سے نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے استقامتکم ما استقامت ائمتکم (امت کا حال اس وقت تک ٹھیک رہیگا جب تک ائمہ کا حال ٹھیک رہیگا) جب کہ استقامتِ امت مراد ٹھہری تو ائمہ کی استقامت لازم آگئی۔ اور وہ وجود میں نہیں آتی مگر احق بالخلافت کے تسلط سے۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ دین کی تمکین اور رحمت کے ارادے کے وقت ایسا ہوتا ہے یہ ہم نے اس لئے کہا کہ اگر کسی قوم کو گمراہ کرنے کا ارادہ ہوگا تو جابر اور کافر کا استخلاف (یعنی حاکم بنانا مناسب ہوگا۔ جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں واقع ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ (۱۶:۱۷) اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اُس کے خوش عیش لوگوں کو امر کرتے ہیں۔ تو وہ اس میں شرارتیں کرتے ہیں؛ (امر کرتے ہیں) یعنی اُن کی کثرت کر دیتے ہیں اور ان کو حاکم بنا دیتے ہیں۔ یہ قول ابن مسعود رض کا ہے۔ اور ایسے زمانہ میں جب کہ من وجہٍ ہدایت کا ارادہ ہو اور من وجہٍ گمراہ کرنے کا تو مفضول کا استخلاف جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مار کاٹ کی بادشاہت ہوجائیگی۔

تقریر وجہ ثانی خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کہاں اپنی رسالت کو بھیجتا ہے) اور عقل مضطر ہوجاتی ہے اس امر کے یقین پر کہ علوم حقہ کا الہام اور دواعی کلیہ کا نزول نہیں ہوتا مگر نفس قدسیہ پر اور جس قدر بھی نفس پاکیزہ تر ہوگا دواعیہ الٰہیہ کا نزول اس پر اتنا ہی عظیم تر ہوگا اور اگر نزول الہام نہ ہو اور وہ پتھر اور لکڑی کی مانند تحریک کرے تو یہ بات اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ کی قسم میں سے ہوگی (یعنے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید ایسے شخص سے بھی کرا لیتا ہے جو بدکار ہو) اور یہ معنے خلافتِ خاصہ سے کوسوں دور ہیں۔

تقریر وجہ ثالث حاکم نے روایت کیا عبد اللہ بن عباس رض سے

قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من استعمل رجلا
من عصابۃ وفی تلک العصابۃ من ہو ارضیٰ للہ منہ فقد
خان اللہ وخان رسولہ وخان المسلمین این است
حکم امراء سرایا وبعوث پس حال خلیفہ مطلق کہ زمام اختیار
جمہور بدست او افتد و در جمیع امور چہ دینیہ وچہ دنیویہ
تصرف او نافذ باشد چہ خواہد بود پس چون ثابت شد کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق را تصریحاً تارۃ
وتلویحاً اخری خلیفہ خود ساختند لازم شد کہ وی افضل
امت باشد وہمچنین حضرت صدیق فاروق اعظم رض
را خلیفہ خود ساخت وی افضل امت باشد در آن زمان۔

سوال اگر گوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اسامۃ بن زید را بر مہاجرین اولین خلیفہ ساختند
گوئیم وی ثار پدر خود میخواست در ثار پدر وے
متفرد بود وہمچنین ہر جا استخلاف مفضول واقع
شدہ بنا بر وجہے بودہ است خاص بآن شخص اما
استخلاف مطلق کہ بنا بر خالص اعلاء کلمۃ اللہ
باشد غیر افضل را سزاوار نیست کیفیت واستقراء
سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در مجاری
احوال دلالت می کند بر آنکہ تقدیم شخصے
باستخلاف نباشد الا از جہت رجحان او بر
سائر ناس در دین چنانکہ حضرت مرتضے رض فرمود
وکان قریبہم عندہ علی حسب الدین او کما قال
اخرجہ الترمذی فی الشمائل وقال رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبّرہ
کبّرہ ای قدم الاکبر وخلافت
نبوت ریاست عامہ است در دین
ودنیا ظاہراً

کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے عامل (یعنی
حاکم) بنایا جماعت میں سے کسی شخص کو اور اس جماعت میں کوئی ایسا
شخص بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بہتر ہے تو اس نے
اللہ کی خیانت کی اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی خیانت کی اور مسلمانوں کی
خیانت کی، یہ حکم ہے سریوں[1] اور لشکروں کا تو حال خلیفہ مطلق
کا کیا ہوگا جس کے ہاتھ میں جمہور مسلمین کی زمام اختیار پڑتی ہے اور
تمام امور میں کیا دینی اور کیا دنیوی اسی کا تصرف چلتا ہے۔ تو جب
یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رض کو
کبھی تصریحاً اور کبھی اشارۃً اپنا خلیفہ بنایا تو لازم آیا کہ وہ افضل
امت ہوں اور اسی طرح حضرت صدیق رض نے فاروق اعظم رض کو اپنا
خلیفہ بنایا تو وہ بھی اپنے زمانہ میں افضل امت ہوئے۔

سوال اگر تم کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رض
ابن زید کو مہاجرین اولین پر خلیفہ بنایا تھا تو ہم کہتے ہیں کہ اسامہ
اپنے باپ[2] کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ وہ اپنے باپ کے خون کے
معاملہ میں متفرد تھے۔ اسی طرح جس جگہ بھی مفضول کا استخلاف
واقع ہوا ہے کسی خاص وجہ کی بنا پر ہوا ہے جو خاص ہے اس شخص
کے ساتھ۔ رہا استخلاف مطلق جو خاص اعلاء کلمۃ اللہ کی بنا پر ہوگا
غیر افضل کو سزاوار نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ
جو عام حالات میں ہمیشہ معمول رہی ہے اس پر تفصیلی نظر ڈالنے سے جو
کیفیت واضح ہوتی ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کسی شخص کو
استخلاف کے لئے آگے بڑھانا کبھی واقع نہیں ہوا مگر صرف اس بنا پر
کہ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے یہ شخص دین پر زیادہ رجحان رکھتا ہو۔
جیسا کہ حضرت مرتضے رض نے فرمایا کہ وکان قریبہم الخ یعنی مجلس میں سب
سے زیادہ آپ کے قریب وہ ہوتا تھا جو دین کے اعتبار سے افضل ہوتا
تھا، او کما قال۔ اس کو ترمذی نے شمائل میں ذکر کیا اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبّرہ کبّرہ یعنی بڑے کو آگے کرو۔ اور
خلافت نبوت تو ایک ریاست عامہ ہے دین اور دنیا میں ظاہراً بھی

[1] سریہ فوج کی ایک ٹکڑی کو کہتے ہیں جس کی تعداد چار سو تک ہو ۱۲ مترجم [2] ان کے باپ زید بن حارثہ غزوۂ موتہ میں جب یہ لشکر کے امیر تھے ۸ھ
میں شہید کر دیئے گئے تھے جب کہ ان کی عمر پچپن سال کی تھی اس میں اختلاف ہے ۱۲ مترجم

وباطناً و لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
تلویح استخلاف فرمود بتقدیم در صلوٰۃ زیراکہ
صلوٰۃ بہترین عبادات است و قد بیّنہ المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ کما مرّ و معنیٰ ریاست تبلیغ مروسین
است بدرجۂ کمال و مکمل قوم بہتر است از
رعیتِ خود کہ مکملین اند بخلاف ملک عضوض
کہ ریاست است ظاہراً فقط اگر این چنین
نباشد فرقی پیدا نشود در خلافتِ نبوت و
غیرآن و خلافتِ نبوت بسی سال موقوف
نباشد و بخلفاتی اربعہ مخصوص نگردد و حکیم
مشفق ناصح خلیفہ نمی گرداند در حلقۂ خودگر
افضل جماعت را و شبہ ایشان را بخود و
اگر این چنین نبود آن ناصح نباشد یا حکیم نہ
باشد پس خلیفہ گردانیدنِ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کہ ناصح ترین خلق و اعلم
خلق است باللہ کما قال اللہ تعالیٰ اَلنَّبِیُّ
اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وقال
حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ
رَّحِیْمٌ وقال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ و اَخْشَاکُمْ
صدیقِ اکبر را اول دلیل است بر آنکہ
آنجناب افضلِ مسلمین بود و اشبہ ایشان
بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واگر جمعی در استحقاق خلا
مستوی الاقدام بودند یَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُسْلِمُوْنَ چہ
معنی میداشت و اباکردنِ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم از امامتِ غیری بآکید وجہ چرامی بود و در
بعض احادیث رجحان در وزن باین ترتیب ظاہر
شد و آن نہ باعتبار کثرت فتوح است زیراکہ
باعتبار کثرتِ فتوح درباب ابوبکر صدیق رض

اور باطناً بھی اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استخلاف
کی طرف اشارہ فرمایا (حضرت صدیق رض کو) نماز میں آگے بڑھایا کیونکہ نماز
بہترین عبادات میں سے ہے اور حضرت مرتضیٰ رض نے اس کی وضاحت کی
ہے جیساکہ گزر چکا اور ریاست کے معنے ہیں مرؤسین کو (یعنی رعایا کو جو
محکوم ہیں) درجۂ کمال پر پہنچانا اور مکمل قوم بہتر ہے اپنی رعیّت سے جو
مکملین ہیں بخلاف مارکاٹ والی حکومت کے کہ ریاست فقط ظاہراً
ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو خلافتِ نبوت میں اور اس کی غیر میں کوئی فرق
ہی نہ رہے گا اور خلافتِ نبوت تیس سال پر موقوف نہ رہیگی اور نہ خلفاءِ
اربع کے ساتھ مخصوص رہیگی۔ اور کوئی دانشمند جو (اپنی جماعت پر)
مہربان اور ان کا خیرخواہ ہو اپنے حلقہ میں سے بجز ایسے شخص کے کسی کو
خلیفہ نہیں بنائیگا جو جماعت میں سب سے افضل ہو اور ان میں سے اس
کو اپنے سے مشابہ پائے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ شخص یا تو جماعت کا خیرخواہ
نہ ہوگا یا دانشمند نہ ہوگا تو صدیق اکبر رض کو خلیفہ قرار دینا آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا جو کہ خلق کے سب سے زیادہ خیرخواہ تھے اور خلق میں
کے سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے تھے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلنَّبِیُّ
اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ الخ (۳۳:۶) نبی مومنوں کے ساتھ خود اُن کے
نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھنے والے ہیں؛ اور فرمایا حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ الخ
(۹:۱۲۸) جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں ایمانداروں
کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں؛ اور رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کو پہچاننے والا اور
اس سے ڈرنے والا ہوں۔ بڑی مضبوط دلیل ہے اس بات پر کہ آنجناب رض
افضل المسلمین تھے اور سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے مشابہ تھے۔ اور اگر استحقاق خلافت میں ایک جماعت برابر کے مرتبہ
کی تھی تو یَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُسْلِمُوْنَ کا (یعنی اللہ تعالیٰ اور مسلمان
غیر ابوبکر رض کا انکار کرتے ہیں) کیا مطلب تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا دوسرے کی امامت سے بہت موکد صورت کے ساتھ انکار کیوں
ہوا تھا۔ اور بعض احادیث میں وزن کا اسی ترتیب کے ساتھ جھکاؤ
ظاہر ہوا۔ اور وہ (فضیلت) باعتبار کثرت فتوح کے نہیں ہے کیونکہ
کثرتِ فتوح کے اعتبار سے (تطبیق والے رؤیا کی حدیث میں) حضرت ابوبکر

آمده وفی نزعه ضعف پس این ترتیب نباشد
الا از جهت افضلیت نزدیک خدای تعالیٰ۔

تقریر وجه رابع فقهای صحابه مثل عمر فاروق و علی مرتضیٰ و ابن مسعود رضی الله عنهم استنباط کردند از استخلاف افضلیت ایشان را کما قالوا احق بها پس ایشان که ائمه امت اند در وجوه استنباط و فهم معانی شرائع استنباط نمی کردند تا آنکه ملازمت قویه متحقق نمی بود قال عمر ایکم تطیب نفسه ان یتقدم علی ابا بکر و قد رویناه من قبل و قال علی والزبیر ما غضبنا الا انا قد اخرنا عن المشاورة و انا نرى ابا بكر احق الناس بها بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم انه لصاحب الغار ثانی اثنین و انا لنعلم بشرفه و کبره و لقد امره رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصلوة للناس وهو حی رواه الحاکم و قال ابن مسعود اجعلوا امامكم خیرکم فان رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل امامنا خيرنا بعده رواه ابو عمر فی الاستیعاب و اگر استقراء کرده شود در عین عقد استخلاف ذکر افضلیت بمیان آمده عمر فاروق رض احق بهذا الامر گفته و صدیق رض در استخلاف فاروق رض گفته است ابا الله تخوفونی اقول استخلفت علیهم خیر خلقک و چون امر بشورای بسوی عبد الرحمن بن عوف راجع شد گفت والله علی ان لا آلو عن افضلهم

صدیق رض کے بارے میں آیا ہے کہ وفی نزعه ضعف (یعنی ان کے ڈول کھینچنے میں کمزوری تھی)، تو یہ ترتیب نہیں ہو سکتی مگر افضلیت عند اللہ کی بنا پر۔

تقریر وجہ رابع فقہائے صحابہ نے مثل عمر فاروق اور علی مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کے استخلاف سے افضلیت کا استنباط کیا چنانچہ یہ سب احق بہا کہتے رہے ہے تو یہ حضرات جو کہ وجوہ استنباط اور معانی شرائع کے سمجھنے میں ائمہ امت ہیں وہ استخلاف سے افضلیت کا، استنباط نہ کرتے اگر (استخلاف اور افضلیت میں) باہمی لزوم متحقق نہ ہوتا۔ حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تم میں کون ایسا شخص ہے جس کا نفس اس سے خوش ہو کہ وہ ابوبکر رض سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو۔ اور اس روایت کو اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور علی رض اور زبیر رض نے یہ کہا کہ ہم ناراض صرف اس وجہ سے ہوئے کہ ہم کو مشورہ کرنے میں موخر (یعنی نظر انداز) کر دیا گیا اور ہم جانتے ہیں کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر رض سب سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں بیشک وہ صاحب غار ہیں، ثانی اثنین ہیں اور ہم یقیناً جانتے ہیں ان کی بزرگی اور بڑائی کو اور بیشک ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھانے کا اس وقت حکم دیا تھا جب کہ آپ زندہ تھے، اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور ابن مسعود رض نے فرمایا کہ تم اپنا امام ایسے شخص کو بناؤ جو تم میں سب سے بہتر ہو، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ایسے شخص کو امام بنایا تھا جو آپ کے بعد ہم میں سب سے بہتر تھا۔ اس کو روایت کیا ابو عمر نے استیعاب میں۔ اور اگر استقراء کیا جائے تو (واضح ہو جائیگا کہ) عین عقد استخلاف کے موقع پر افضلیت کا ذکر درمیان میں آیا عمر فاروق نے (حضرت صدیق رض کو) احق بہذا الامر (یعنی اس امر کے سب سے زیادہ حقدار) کہا۔ اور صدیق رض نے فاروق رض کے استخلاف کے موقع پر فرمایا تھا کہ کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہو۔ میں کہوں گا کہ میں نے ان پر ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو آپ کی مخلوق میں سب سے بہتر ہے۔ اور جب شوریٰ کا معاملہ عبدالرحمٰن رض بن عوف کی طرف راجع ہوا تو انہوں نے یہ کہا کہ بخدا مجھ پر ضروری ہے کہ میں جو ان میں افضل ہو اس سے کوتاہی نہ کروں

ثم بایع عثمان ہیچگاہ استخلاف از اعتقادِ افضلیت جدا نبودہ است۔

تقریر وجہ خامس قال اللہ تعالیٰ فی المہاجرین الاولین الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ الآیۃ پس ثابت شد کہ اگر تمکین شخصے از مہاجرین اولین واقع شود لابد حقیقت خلافت عبارت از انضمام تمکین باوصافِ اربعہ مذکورہ خواہد بود و جائے دیگر می فرماید كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ الآیۃ واین آیت را دو تاویل است یکی آنکہ خطاب بفضلای امت است نہ بجمیع امت یعنی فضلائے امت شما بہترین امتی ہستید کہ برآوردہ شدہ برائے مردمان واین تاویل اشبہ است بآیت دیگر وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ والقرآن نزل متشابہا مثانی یشبہ بعضہ بعضاً دوم آنکہ مہاجرین اولین اند یعنی این امت کہ از مہاجرین اولین اند بہترین اند از جمیع امتہا کہ برائی ناس برآوردہ شدہ اند وحینئذٍ بمفہوم موافق فہمیدہ میشود کہ ہرکہ ازین جماعت بمزید امر معروف ونہی منکر ودعا الی الخیر متصف باشد افضل است از ما دونِ خود وبہر تقدیر لازم دعائے ناس بخیر وامر معروف ونہی منکر آمد واین داخل است درحقیقتِ خلافتِ خاصہ وجزء اوست پس افضلیت لازم خلافتِ خاصہ آمد۔

تقریر وجہ سادس قال اللہ تعالیٰ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ الآیۃ ازینجا معلوم شد کہ

پھر عثمانؓ سے بیعت کر لی۔ کسی زمانہ میں بھی افضلیت کے اعتقاد سے استخلاف جدا نہیں ہوا۔

تقریر وجہ خامس اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اولین کے بارے میں فرمایا الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ الخ (۲۲: ۴۱) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم اُن کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں الخ اس سے ثابت ہے کہ اگر مہاجرین اولین میں سے کسی شخص کی تمکین واقع ہو تو لازمی طور پر حقیقتِ خلافت نام ہوگا ہر چہار اوصاف مذکورہ کے ساتھ تمکین کے منضم ہونے کا۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ الخ (۳: ۱۱۰) تم لوگ اچھی جماعت ہو جو کہ لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو الخ۔ اور اس آیت کی دو تاویلیں ہیں ایک یہ کہ یہ خطاب فضلاءِ امت سے ہے تمام امت سے نہیں۔ یعنی اے فضلائے امت تم بہترین امتی ہو جو لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو۔ اور یہ تاویل ملتی جلتی ہے اس دوسری آیت سے وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ الخ (۳: ۱۰۴) اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کام کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔ اور قرآن نازل ہوا ہے متشابہ اور مثانی (یعنے باہم ملتی جلتی بار بار دہرائی گئی) اس کا بعض بعض کے مشابہ ہے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ (مخاطب) مہاجرین اولین ہیں۔ یعنی یہ امت جو کہ مہاجرین اولین میں سے ہیں بہترین ہیں تمام امتوں سے جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہیں۔ اور اس صورت میں مفہوم موافق سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس جماعت میں سے جو کہ مزید امر معروف نہی منکر و دعوت الی الخیر سے متصف ہوگا وہ افضل ہے دوسروں سے۔ بہر صورت خیر کی طرف دعوت اور امر معروف اور نہی منکر لازم ہے اور یہ خلافتِ خاصہ کی حقیقت میں داخل اور اس کا جزو ہے تو افضلیت خلافتِ خاصہ کے لئے لازم آگئی۔

تقریر وجہ سادس اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ الخ (۴۸: ۱۶) عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے الخ۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ

حکم خلیفۂ خاص نافذ است بر قوم زیراکہ وے نائب پیغامبر است و خلیفۂ خاص را فی حکم اللہ والشریعۃ تسلط است بر رعیت خود واین نوع افضلیت او را ثابت است بر رعیت اگر کسے صفت انصاف دانستہ باشد یقین می داند کہ نبی گردانیدن شخصے را دلالت می کند بر افضلیت او بہ نسبت قوم مبعوث الیہم ہمچنین استخلاف شخصے بخلافت خاصہ دلالت می نماید بر افضلیت او بر رعیت او وجامع ارادۂ انتظام است باکمل وجوہ بلکہ مردم ارباب دل میدانند کہ ارادۂ اصلاح عالم بر دست شخصے و ایجاب انقیاد او بر قوم عین افضلیت اوست و سخن ما درہمان فضیلت است کہ بمعنی تشبیہ بہ پیغامبر از جہت پیغامبری باشد نہ وجوہ دیگر از افضلیت۔

تقریر وجہ سابع آنست کہ خدای تعالیٰ درآیت یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ الآیۃ اشارہ فرمودہ است بآنکہ متولی رفع فتنۂ ارتداد نخواہد بود الا جمعے کہ یُحِبُّہُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ یُجَاہِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ صفت ایشان باشد واین خاص بآن جماعہ است کہ فتنۂ ارتداد از دست ایشان مندفع گردد بعد ازآن فرمود اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ واین عام است یعنی ہمچنین ولایت مسلمین خاص است بافاضل امت پس افضلیت لازم خلافت خاصہ گشت واللہ اعلم۔

مقدمۂ ثانیہ خدای عزوجل فرمودہ است وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

خلیفۂ خاص کا حکم نافذ ہے قوم پر کیونکہ وہ نائب پیغمبر ہے اور خلیفۂ خاص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلط دیا جاتا ہے اپنی رعیت پر اور رعیت پر افضلیت کی یہ نوع اُن کے لئے ثابت ہے۔ اگر کسی شخص میں انصاف ہوگا تو وہ جان لیگا اور یقین کرے گا کہ جس طرح کسی شخص کو نبی بنانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس تمام قوم سے افضل ہے جن کی طرف وہ مبعوث ہوا ہے، اسی طرح خلافت خاصہ کے ساتھ کسی کو خلیفہ بنانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنی رعیت پر افضل ہے اور انتظام (عالم) کے ارادۂ (الٰہی) کا جامع ہے اکمل وجوہ کے ساتھ۔ بلکہ صاحب دل لوگ جانتے ہیں کہ کسی شخص کے ہاتھ سے عالم کی اصلاح کرنے کا ارادہ اور قوم پر اُس کی فرمانبرداری کرنے کا وجوب ہی اُس کی عین افضلیت ہے۔ اور ہماری گفتگو اُسی افضلیت میں ہے جو پیغمبر کے ساتھ تشبہ کے معنے میں ہے اُس کی پیغمبری کی جہت سے، افضلیت کی دوسری وجوہ میں نہیں۔

تقریر وجہ سابع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ الخ (۵:۵۴) اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے، آخر تک۔ اشارہ فرمایا ہے اِس طرف کہ فتنۂ ارتداد کے دفع کرنے کی متولی صرف وہی جماعت ہوگی جن کی صفت یہ ہوگی کہ یُحِبُّہُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ الخ (۵:۵۴) جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے کافروں پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے؛ اور یہ اُس جماعت کے ساتھ خاص ہے کہ جس کے ہاتھ سے فتنۂ ارتداد دفع ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ (۵:۵۵) تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ اور ایماندار لوگ ہیں؛ اور یہ عام ہے یعنی اسی طرح ولایت مسلمین خاص ہے افاضل اُمّت کے ساتھ۔ تو افضلیت خلافت خاصہ کو لازم ہوگئی۔

دوسرا مقدمہ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (۲۴:۵۵) تم میں سے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے اُن سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے

الیٰ ان قال وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ و مصداقِ این آیت مشائخ ثلاثہ آمدہ اند پس در غیب الغیب نزدیکِ او سبحانہ تعالیٰ تمکینِ دینِ مرتضیٰ مراد بود از استخلافِ این بزرگواران و خدای تعالیٰ فرمودہ است الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ الآیۃ بعد ازآن کہ در صدرِ مبحث فرمودہ است وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ و در سیاق آیت فرمود وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ازین آیت دانستہ شد کہ از استخلافِ این عزیزان دفعِ کفار و احیائے اسلام مراد است و خدای تعالیٰ فرمودہ است وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ازین آیت دانستہ میشود کہ مرادِ حق در غیب الغیب پیش از بعثتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این بود کہ ارضِ شام بدستِ صالحین مفتوح شود و چون فتحِ این دیار بدستِ شیخین رض واقع شد آن صالحان ایشان بودہ اند و خدائی تعالیٰ فرمودہ است يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ الآیۃ ازینجا مفہوم شد کہ پیش از وقوعِ فتنۂ ارتداد در علم مصمم بود کہ قوم کذا و کذا این فتنہ را خواہند نشانید و خدای تعالیٰ فرمودہ است سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ ازین آیت مفہوم شد کہ دعوت بجہادِ فارس و روم شخصے کہ نائبِ پیغامبر باشد خواہد نمود و حکمِ او در شریعت واجب الانقیاد گردد

یہاں تک کہ فرمایا اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفعِ آخرت) کے لئے قوت دیگا؛ اور بمصداق اس آیت کے خلفاءِ ثلاثہ رض ظاہر ہوتے۔ تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک غیب الغیب میں دینِ پسندیدہ کو قوت دینے کا ارادہ کیا گیا تھا ان بزرگواروں کو خلیفہ بنانے سے۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ (۲۲: ۴۱) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں الخ بعد اس کے کہ ابتداءِ مبحث میں یہ فرمایا وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ (۲۲: ۴۰) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک کا دوسرے (کے ہاتھ) سے زور نہ گھٹواتا رہتا اور سیاق آیت میں فرمایا اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے (۲۲: ۴۱) اس آیت سے سمجھ میں آگیا ہے کہ ان عزیزوں کے استخلاف سے ارادۂ الٰہی دفعِ کفار اور احیاءِ اسلام کا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ (۲۱: ۱۰۵) اور ہم (آسمانی) کتابوں میں لوحِ محفوظ میں لکھنے کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے؛ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ مرادِ حق غیب الغیب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہ تھی کہ سرزمینِ شام صالحین کے ہاتھوں سے فتح ہو اور جب ان شہروں کی فتح شیخین رض کے ہاتھوں پر واقع ہو گئی تو واضح ہو گیا کہ وہ صالحین یہ تھے۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ الخ (۵: ۵۴) اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاویگا تو جلد اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئیگا جن سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں؛ یہاں سے یہ مفہوم ہو گیا ہے کہ فتنۂ ارتداد کے واقع ہونے سے پہلے علمِ (الٰہی) میں یہ بات پختہ ہو چکی تھی کہ فلاں فلاں قوم اس فتنہ کو بٹھائیں گی۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ الخ۔ (۴۸: ۱۶) عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے الخ اس آیت سے مفہوم ہوا کہ جہادِ فارس اور روم کی طرف ایسا شخص دعوت دیگا جو نائبِ پیغمبر ہوگا اور اس کا حکم شریعت میں واجب الاطاعت ہوگا۔

وخدای تعالیٰ فرمودہ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا ۝ مضمون این آیت علیٰ احد التاویلات آنست کہ بارخدایا در آر مرا بعالَم اعلیٰ در آوردنِ نیک وبرآر مرا از عالَم برآوردنِ نیک بساز در دنیا بعدِ وفات من غلبہ نصرت دادہ شد چون خلفا ثلثہ غالب شدند واز غیب فوج فوج نصرت وتائید برای ایشان وتابعانِ ایشان فرود آمدہ رأی العین دیدیم کہ اجابتِ ہمان دعاء است بلکہ امر باین دعاء بشارت است بخلافتِ این بزرگواران۔ بالجملہ ازین آیات وامثالِ این آیات واضح شد کہ قومی از فضلائے اُمت وکبرائے ایشان کہ صفتِ ایشان بہترین صفات باشد خلفائی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خواہند بُود چون خلافتِ این عزیزان متحقق شد وآن موعودات بر دستِ ایشان منجز گشت بہ یقین دانستیم کہ خبر ایشان است کہ بطریقِ اجمال مذکور شد لیکن تا وقتیکہ این عزیزان متصدیٔ خلافت نشدہ بودند وموعودات سرانجام نیافتہ بُود احتمالاتِ شتیٰ روی می نمود خاطر بہر جانبے آمد ورفت می کرد درین حالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بجانبِ غیب متوجہ گشتند برؤیا قلیب ورؤیا میزان ورؤیا دلو وغیر آن حقیقتِ کار واضح شد وآن معمّٰی حل گشت بعد ازآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قولاً وفعلاً رجحانِ ایشان بر سائرِ قوم بیان فرمود و وصیتِ اقتدائے ایشان نمود کہ اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَر

اور خدا تعالیٰ نے فرمایا وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ الخ (۱۷: ۸۰) اور آپ یوں دُعاء کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو"۔ اس آیت کا مضمون متعدد تاویلوں میں سے ایک کے مطابق یہ ہے کہ اے خدا مجھ کو داخل کر عالَمِ اعلیٰ میں خوبی کے داخلہ کے ساتھ اور نکال عالَم سے خوبی کے ساتھ اور قائم کر دے میری وفات کے بعد دُنیا میں غلبہ جو آپ کی مدد سے ہو"۔ جب کہ خلفائے ثلاثہ رض غالب آگئے اور غیب سے فوج فوج اُن کے اور اُن کے تابعین کے لئے نصرت اور مدد نازل ہوئی تو ہم کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں کہ یہ اُسی دعاء کی مقبولیت ہے، بلکہ اس دعاء کا حکم دینا ان بزرگواروں کی خلافت کی بشارت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان آیات سے اور ان کی مانند دوسری آیات سے واضح ہے کہ اُمت کے فضلاء اور کبراء میں سے ایک قوم کے لوگ کہ جن کی صفات بہترین اور اعلیٰ ہوں گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہوں گے اور جب ان عزیزوں کی خلافت متحقق ہو گئی اور اللہ کے وعدے ان کے ہاتھوں پر پورے ہو گئے تو ہم نے یقین کے ساتھ جان لیا کہ جو بات بطریقِ اجمال مذکور ہوئی تھی وہ ان ہی کی خبر (یعنی پیشین گوئی) تھی۔ لیکن جب تک یہ بزرگ حضرات خلافت کی انجام دہی میں نہیں لگے اور خداوندی وعدوں نے سرانجام نہ پایا تھا تو مختلف انواع کے احتمالات پیدا ہوتے تھے اور (مفہوم آیات میں) دھیان کی ہر جگہ آمد ورفت ہو رہی تھی۔ اس حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غیب کی طرف متوجہ ہوئے تو کنویں والے خواب سے (جس میں آپ کا اور حضرت ابوبکر رض وحضرت عمر رض کا ڈول کھینچنا مذکور ہے) اور ترازو والے خواب سے (جس میں آپ کے بعد شیخین رض کو وزن کرنا مذکور ہے) اور ڈول والے خواب سے (جس میں آسمان سے ڈول کے لٹکنے اور حضرات خلفاء رض کے پانی لینے کا ذکر ہے) اور دوسرے خوابوں سے حقیقتِ امر واضح ہوئی اور وہ معمّٰی حل ہو گیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً فعلاً ان حضرات کی ترجیحات کو تمام قوم پر ظاہر فرمایا اور اُن کے اقتداء کی وصیت فرمائی کہ میرے بعد ان دونوں یعنی (ابوبکر رض وعمر رض) کا اقتداء کرو

واین معنے در بسیارے از احادیث مبرہن و
ہویدا گردید تا آنکہ ہمہ بہیئتِ اجتماعیہ درجۂ
تواتر بہم رسانید و بآن معنے یقین کلی حاصل
شد اِلّا لِکلِّ مارِدٍ متمرِّدٍ اِبِیٰ اَن یّقبل
الحقّ مع وضوحہ عناداً و تعنّتاً بعد ازآن
در مرض اخیر اشارات اَبلغ مِن التصریح
بعمل آمد این ہمہ اقوال و اشاراتِ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تفصیل ہمان اجمال
است گویا ہمہ آن اوصافِ کاملہ کہ اسم خلافتِ
خاصّہ بآن درست شدہ است مندرج در کلام آن
حضرت است صلی اللہ علیہ وسلم پس تعیناتِ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باین معنی است
کہ موصوفین در قرآن این عزیزان اند لاغیر بعد ازآن صحابہ
موفق شدند بانقیادِ شیخین و بیعت برائے ایشان ہرچند
نوعی از اجتہاد را کار فرما شدند امّا اجتہادے کہ اوّلش
صورتِ ظن است و آخرش حقیقتِ یقین۔

مقدمۂ ثالثہ خدای تعالیٰ حوادثِ خیر و شر را بر
اجزاءِ زمان متوزّع ساخت و در عالمِ غیب ہر حادثہ
بزمانہ باز بست از آن حوادثِ موزّعہ بر اوقات چیزی کہ در
شریعت معرفت آن درکار بود بر السنۂ پیغامبران بیان فرمود
تا آن حوادث را پیش از وقوع بدانند و در ہر حادثہ حکمی معین نمود
تا حکمتِ ابتلاء باتمام رسد قال اللہ تعالیٰ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ
عُلُوًّا كَبِيْرًا ۔ ہمچنین بر لسان پیغامبر ما صلی اللہ علیہ
وسلم بیان فرمودہ کہ بعد زمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا مدتے
زمانِ خیر خواہد بود پس ازآن تغیرِ کلی ظہور خواہد نمود و فتن
عظیمہ پیدا شوند و از جملۂ آن حوادث سہ فتنہ و
دو ہدنہ کہ متخلل باشد درمیان آنہا مبین ساخت
و طرق این

اور یہ مفہوم بہت سی احادیث سے صاف اور واضح ہو گیا یہاں تک کہ
سب نے مل کر ہیئتِ اجتماعی سے تواتر کا درجہ حاصل کر لیا اور اس معنے پر
یقین کلی (سب کو) حاصل ہو گیا۔ بجز ایسے ہر گم کردہ راہ سرکش شخص
کے کہ وہ تمرّد کرنے والا ہو حق کو قبول کرنے سے اس کے واضح ہو جانے
کے باوجود از راہِ بغض و افتراء پردازی۔ اس کے بعد آپ نے مرض
اخیر میں ایسے اشارات فرمائے جو تصریح سے زیادہ اَبلغ تھے۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام اقوال و اشارات اُسی اجمال کی تفصیل
ہیں۔ گویا کہ وہ تمام اوصافِ کاملہ کہ جن سے خلافت کو خلافتِ خاصہ
کہنا درست ہوا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مندرج
ہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُن کو متعیّن کرنا اس معنے
سے ہے کہ جن لوگوں کے اوصاف قرآن میں مذکور ہوئے وہ یہ حضرات
ہیں کوئی دوسرا نہیں اِس کے بعد صحابہ رض کو توفیق دی گئی شیخین رض
کی اطاعت اور ان کے لئے بیعت کرنے کی اگرچہ انھوں نے ایک
گونہ اجتہاد سے (بروقت استخلاف) کام لیا مگر وہ ایسا اجتہاد تھا کہ
جس کا شروع ظن کی صورت رکھتا تھا اور اُس کا آخر یقین کی حقیقت

تیسرا مقدمہ خدا تعالےٰ نے حوادثِ خیر و شر کو اجزاءِ زمانہ
پر تقسیم کیا اور عالمِ غیب میں ہر حادثہ کو ایک زمانہ سے مربوط فرما دیا
ہے۔ اُن اوقات پر تقسیم شدہ حوادث میں سے ایسی چیز کو کہ جس کی
معرفت شریعت میں درکار تھی پیغمبروں کی زبانوں پر بیان فرما دیا
تاکہ لوگ ان حوادث کو واقع ہونے سے پہلے جان لیں اور ہر حادثہ
کا ایک حکم مُعیّن کر دیا تاکہ ابتلاء کی حکمت پوری ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ
نے فرمایا وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الخ (۱۷: ۴) اور ہم نے
بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات (بطور پیشین گوئی) بتلا دی تھی
کہ تم سرزمین (شام) میں دوبار خرابی کروگے اور بڑا زور چلانے
لگوگے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی
زبان پر بیان فرما دیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے
بعد ایک مدّت تک خیر کا زمانہ ہوگا اس کے بعد تغیرِ کلی ظہور کریگا اور
بڑے فتنے پیدا ہوں گے۔ اُن حوادث میں سے تین فتنوں اور دو صلحوں
کو جو اِن فتنوں کے درمیان میں حائل ہوں گی واضح کیا اور ان

احادیث در نہایت کثرت است تا آنکہ بحدِّ تواتر
رسید و علم بآن از شریعت یقینی گشت از آنجملہ
حدیث صحیح خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم ثم
الذین یلونہم ثم ینشأ اقوام تسبق ایمانہم شہادتہم و
شہادتہم ایمانہم و فی اسانیدہ العدد و الثقۃ رواہ
عمر بن الخطاب و عمران بن حصین و سہل بن سعد
وغیرہم و بعد تأمل واضح میشود کہ قرن اول زمان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از قبیل ہجرت تا وفات
و قرن ثانی خلافت حضرت صدیق و فاروق است
و قرن ثالث خلافت حضرت عثمانؓ تا مدت دوازدہ
سال برآمد و فتنہا برخاست بعد از آن نشار اقوامی
کہ صفت آنہا خواندہ پیدا شد و از آنجملہ حدیث عبد اللہ
ابن مسعودؓ تزول رحی الاسلام بخمس و ثلثین سنۃ
فان یہلکوا فسبیل من ہلک الخ و حدیث ابی ہریرۃ
الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام و حدیث حذیفۃ
لا تقوم الساعۃ حتی تقتلوا امامکم و تجتلدوا باسیافکم و
یرث دنیاکم شرارکم و حدیث کرز بن علقمۃ قال
اعرابی ہل للاسلام منتہی قال نعم ایما اہل بیت
من العرب والعجم اراد اللہ بہم خیرا ادخل اللہ
علیہم الاسلام قال ثم ماذا یا رسول اللہ قال ثم تقع
الفتن کانہا الظلل قال الاعرابی کلا یا رسول اللہ
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلی والذی نفسی
بیدہ ثم لتعودن فیہا اساود صبا و حدیث
عتبۃ بن غزوان وانہا لم تکن نبوۃ قط الا تناسخت
حین یکون آخرہا ملکا فستخبرون و تجربون
الامراء بعدنا و حدیث ابی عبیدۃ و
معاذ بن جبل قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث کی روایات نہایت کثرت میں ہیں یہاں تک کہ حدِّ تواتر کو پہنچ
گئیں اور شریعت کی رُو سے اُن کا علم یقینی ہوگیا۔ اُن میں سے یہ صحیح
حدیث ہے کہ سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر وہ لوگ جو اُن
سے ملیں گے پھر وہ جو اُن سے ملیں گے۔ پھر ایسی قومیں پیدا ہوں گی
جن کی قسمیں سبقت کریں گی ان کی شہادت پر اور اُن کی شہادت سبقت
کرے گی ان کی قسموں پر اور اس کی متعدد سندیں ہیں اور سب راوی
ثقہ ہیں۔ اس کو روایت کیا عمر بن الخطابؓ اور عمران بن حصین اور سہل
ابن سعد نے اور بعد تأمل کے واضح ہوتا ہے کہ قرنِ اوّل آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے ہجرت سے کچھ پہلے سے وفات تک اور
قرنِ ثانی حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کی خلافت ہے اور قرنِ
ثالث حضرت عثمانؓ کی خلافت مدّت بارہ سال تک جب پوری ہوگئی
اور فتنے اُٹھے تو اس کے بعد وہ اقوام پیدا ہوئیں جن کا حال تم نے پڑھا
ہے۔ اور ان میں سے حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کی ہے کہ اسلام کی چکی گھومنا
بند ہوجائیگا پینتیسؔ سال میں پھر اگر لوگ ہلاک ہوں تو اپنے پیش رو مفسدین
(اُمم سابقہ) کی راہ پر ہوں گے (فی سبیل اللہ نہ ہوں گے) الخ۔ اور ابوہریرہؓ
کی حدیث ہے کہ خلافت مدینہ میں اور بادشاہی شام میں۔ اور حدیث ابو حذیفہؓ
کی کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتے کہ تم اپنے امام کو قتل کرو اور اپنی تلواریں
چلاؤ اور تمھارے بدکردار تمھاری دُنیا کے وارث ہوجائیں۔ اور حدیث
کرز بن علقمہ کی کہ اعرابی نے کہا کیا اسلام کے لئے کوئی آخری حد ہے۔
فرمایا کہ ہاں جتنے بھی گھر والے عرب وعجم میں ہیں جن کے ساتھ اللہ نے
خیر کا ارادہ کیا اللہ ان پر اسلام کو داخل کردیگا۔ اُس نے کہا پھر کیا ہوگا
یارسول اللہ۔ فرمایا پھر فتنے بارش کی طرح برسیں گے۔ تو اعرابی نے
کہا ہرگز نہ ہو (یعنی خدا کرے ایسا کبھی نہ ہو) یارسول اللہ تو فرمایا نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے ضرور ہوگا قسم ہے اُس ذات کی کہ میری جان
جس کے قبضہ میں ہے تم عنقریب (حملہ کرنیوالے) سانپوں کی طرح
اس میں جا پڑوگے۔ اور حدیث عتبہ بن غزوان کی کہ کبھی کوئی نبوت
قائم نہیں ہوئی مگر بدل ڈالی گئی جب کہ اُس کا انجام بادشاہی ہوگیا
تو عنقریب تم کو خبر ہوجائیگی اور ہمارے بعد کے اُمراء کا تم تجربہ کروگے
اور حدیث ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بدأ ہذا الامر نبوۃ ورحمۃ ثم کائن خلافۃ ورحمۃ ثم کائن ملکا عضوضا ثم کائن عتوا وجبریۃ وفسادا فی الامۃ الخ وحدیث عبد اللہ بن عمرو ان امتکم جعلت عافیتہا فی اولہا وان آخرہم یصیبہم بلاء وامور تنکرونہا ثم تجیئ فتن ترقق بعضہا بعضا الخ وحدیث ابی بکرۃ ثقفی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رای منکم رؤیا قال رجل انا رایت کان میزانا نزل الی ان قال ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان وحدیث سمرۃ بن جندب قال رجل رایت کان دلوا دلی من السماء الی ان قال ثم جاء علی فاخذ بعراقیہا فانتشطت فانتضح علیہ منہا شیئ وحدیث انس وسوال بنی مصطلق الی من ندفع صدقاتنا بعدک الی ان قال فان حدث بعثمان حدث فتبا لکم الدہر تبا وحدیث سہل بن حثمہ وربیع الاعرابی منہ صلی اللہ علیہ وسلم وقولہ من یقضیہ الی ان قال اذا اتی علی ابی بکر اجلہ وعمر اجلہ وعثمان اجلہ فان استطعت ان تموت فمت وحدیث عمر رفعہ رایت عمودا من نور خرج من تحت راسی

کہ شروع ہوا یہ امر (یعنی نظمِ ملت) نبوت اور رحمت ہو کر پھر ہونیوالا ہے خلافت اور رحمت پھر ہونیوالا ہے مار کاٹ کی بادشاہی پھر ہونیوالا ہے تکبّر اور ظلم و فساد اُمت میں، آخر تک۔ اور حدیث عبداللہ بن عمرو کی کہ تمھاری اُمت کے اوّل حصّہ میں عافیت رکھی گئی ہے اور اُن کے آخر کا یہ حال ہوگا کہ ان پر بلائیں پڑیں گی اور ایسے امور جن کو تم بُرا سمجھتے ہو۔ پھر فتنے[1] آئیں گے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر۔ اور حدیث ابوبکرہ ثقفی کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اُتری .... یہاں تک کہ اُس نے بیان کیا اور وزن کئے گئے عمرؓ اور عثمانؓ تو عمرؓ راجح رہے پھر ترازو اُٹھالی گئی۔ اور حدیث سمرہ بن جُندب کی کہ ایک شخص نے (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے) کہا کہ میں نے دیکھا کہ ایک ڈول آسمان سے لٹکا.... یہاں تک کہ بیان کیا پھر علیؓ آئے پھر اُنھوں نے ڈول کی دونوں لکڑیاں (جن میں رسی باندھی جاتی ہے) پکڑیں تو وہ کھل گئیں پھر اُس میں سے کچھ چھینٹے اُن کے اوپر گرے۔ اور حدیث انسؓ کی اور سوال بنی المصطلق کا کہ آپؐ کے بعد ہم اپنے صدقات کس کو دیں..... یہاں تک کہ ذکر کیا کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی حادثہ عثمانؓ پر آپڑے تو پھر ہمیشہ کے لئے تمھاری ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اور حدیث سہل بن حثمہ کی اور ربیع اعرابی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکالمہ اور اس کا پُوچھنا کہ اس کی قیمت کون ادا کریگا .... یہاں تک کہ فرمایا کہ جب ابوبکرؓ کی موت آجائیگی اور عمرؓ کی موت آجائیگی اور عثمانؓ کی موت بھی آجائیگی تو اگر تجھ سے یہ ہوسکے کہ تو مرجائے تو تُو بھی مرجانا۔ اور حدیث مرفوع عمرؓ کی (کہ آپؐ نے فرمایا) کہ میں نے ایک نُور کا ستون دیکھا جو میرے سر کے نیچے سے نکلا

[1] اس کا ترجمہ کئی طرح کیا گیا ہے۔ پھر فتنے آئیں گے اِس میں طرح طرح کے فسادات ہوں گے اور ایک فساد دوسرے فساد کا شوق دِلائیگا۔ بعض نے کہا کہ ایسا فساد جو دوسرے فساد کو بے حقیقت اور بے قدر کردیگا کیونکہ دوسرا فساد پہلے فساد سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ بعض نے کہا کہ ایک فساد دوسرے فساد سے مِلتا جُلتا ہوگا۔ بعض نے کہا کہ ایک فساد دوسرے فساد میں دَورہ کریگا۔ خود جائیگا اُس کو لیکر آئیگا۔ بعض نے کہا کہ ایک فساد دوسرے فساد کے لئے محرک ہوگا۔ ایک روایت میں ہے فیُزَفِّقُ یعنی ایک فساد دوسرے فساد کا رفیق بنے گا۔ ایک روایت میں ہے فیُدَفِّقُ یعنی ایک فساد دوسرے فساد کو دھکیل دیگا (یا دوسرے فساد کے بعد کود کر آئیگا) ماخوذ از لغاتِ حدیث ۱۲ مترجم

حتے استقرت بالشام و حدیث عرفجۃ ثم رُفع المیزان بعد عثمان وحدیث ابی ہریرۃ ہلاک اُمتی علےٰ ایدی غلمۃ من قریش وحدیث اُمّ بہز الاسدیۃ ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتنۃ فقربہا قلتُ یارسول اللہ من خیرُ الناس فیہا قال رجلٌ فی ماشیتہ الخ ومن حدیث سعد بن ابی وقاص قال عند فتنۃ عثمان اشہد انّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال انہا ستکونُ فتنۃ القاعدُ فیہا خیر من القائم الخ و حدیث اہبان صیفی جارہ علیؓ بن ابیطالب فدعاہ الی الخروج معہ فقالَ انّ خلیلی و ابن عمک عہد الیّ اذا اختلفَ الناسُ ان اتّخذ سیفًا من خشب وحدیث ابی موسیٰ قولہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الفتنۃ کسّروا فیہا قِسِیّکم واقطعوا فیہا اوتارکم و حدیث خبّاب بن الارتّ ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتنۃً القاعدُ فیہا خیرٌ من القائم والقائم خیرٌ من الماشیؐ وحدیث عبد اللہ بن مسعودؓ رفعہ تکون فتنۃ المضطجعُ فیہا خیرٌ من القاعد والقاعد خیرٌ من القائم الخ و حدیث ابی ہریرۃ ایہا الناسُ اظلّکم فِتَنٌ کانّہا قطع اللّیل المظلم الخ وحدیث ابی بکرۃ الا انّہا ستکون فِتَن الا ثم تکون فتنۃ القاعد فیہا خیرٌ من القائم و حدیث محمد بن مسلمۃ قلتُ یارسولَ اللہ کیف اَصنعُ اذا اختلف المصلّون قال تخرج بسیفک الی الحرّۃ فتضربُہا بہ ثم تدخل بیتک الخ و حدیث حسن بن علیؓ ان رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رأی بنی اُمیّۃ یخطبُون علےٰ منبرہ رجلًا رجلًا فساءہٗ ذٰلک فنزلتْ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ و حدیث وائل بن حُجر رفع رسول اللہ صلے اللہُ علیہ وسلم رأسہٗ نحو المشرق

اور شام میں جاکر ٹھہر گیا۔ اور حدیث عرفجہ کی کہ پھر عثمانؓ کے بعد ترازو اُٹھالی گئی۔ اور حدیث ابوہریرہؓ کی کہ میری اُمّت کی ہلاکت واقع ہوگی قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں سے۔ اور حدیث اُمّ بہز اسدیہ کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر کیا اور اس کا نزدیک ہونا بیان کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ اس میں سب لوگوں سے اچھا کون رہیگا؟ فرمایا کہ وہ شخص جو اپنے مویشیوں کے ساتھ (جنگل میں) ہوگا، آخر تک۔ اور حدیث سعدؓ بن ابی وقاص سے، اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کے فتنہ کے وقت کہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایسا فتنہ اُٹھے گا کہ اس میں بیٹھنے والا بہتر ہوگا کھڑے ہونے والے سے الخ۔ اور حدیث اہبان صیفیؓ کی کہ اُن کے پاس علیؓ بن ابی طالب آئے اور اُن کو دعوت دی ان کے ساتھ (لڑائی کے لئے) نکلنے کی تو اُنھوں نے کہا کہ میرے محبوب اور آپ کے چچا کے بیٹے (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے عہد لیا کہ جب لوگوں میں اختلاف واقع ہوجائے تو میں لکڑی کی تلوار بنالوں۔ اور حدیث ابو موسیٰؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فتنہ کے بارے میں کہ اُس زمانہ میں تم اپنی کمانیں توڑ دینا اور کمانوں کے چلّے کاٹ ڈالنا۔ اور حدیث خبّاب بن الارتّ کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا جس میں بیٹھنے والا بہتر ہوگا کھڑا ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا بہتر ہوگا چلنے والے سے۔ اور حدیث مرفوع عبد اللہ بن مسعودؓ کی کہ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ ایسا فتنہ اُٹھے گا جس میں لیٹنے والا بیٹھنے والے سے اور بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ اور حدیث محمد بن مسلمہ کی کہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ میں کیا کروں جب نماز پڑھنے والوں میں اختلاف پڑ جائے، فرمایا کہ اپنی تلوار حرّہ (پتھریلے مقام کا نام) کی طرف لیجا اور اس کو پتھروں پر مار پھر اپنے گھر میں داخل ہوجا الخ۔ اور حدیث حسن بن علیؓ کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا بنو اُمیّہ کو کہ آپؐ کے منبر پر اُن میں کا ایک ایک شخص خطبہ دے رہا ہے یہ آپؐ کو ناگوار ہوا تو نازل ہوئی اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ اور حدیث وائل بن حُجر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مشرق

فقال اتتکم الفتن کقطع اللیل المظلم فشدّد امرہا وعجّلہ وقبّحہ فقلت لہ من بین القوم یا رسول اللہ وما الفتن قال یا وائل اذا اختلف سیفان فی الاسلام فاعتزلہما وحدیث مرۃ بن کعب ذکر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃ فقربہا فمر رجل متقنع فی ثوب فقال ہذا یومئذ علی الہدی فاذا ہو عثمان وحدیث علی مرتضیٰ ما عہد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الامۃ ستغدر بی بعدہ وحدیث ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی اما انک ستلقی بعدی جہدا قال فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک ونیز از حدیث مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آخرہ وان تؤمروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ ہادیا مہدیا یاخذ بکم الطریق المستقیم وحدیث جابر بن سمرۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انک مؤمر مستخلف وان ہذہ مخضوبۃ من ہذہ یعنی لحیتہ من رأسہ وحدیث حذیفۃ ذکر فتنتین وہدنۃ فقال فی الفتنۃ الاولی جاءنا اللہ بہذا الخیر فہل بعد ہذا الخیر من شر قال نعم دعاۃ الی ابواب جہنم وکلام سعید بن المسیب ثارت الفتنۃ الاولی فلم یبق ممن شہد بدرا احد ثم کانت الثانیۃ فلم یبق ممن شہد الحدیبیۃ احد قال البغوی اراد بالفتنۃ الاولی مقتل عثمان وبالثانیۃ الحرۃ وحدیث عبد اللہ بن مسعود انکم سترون بعدی اثرۃ و

کی طرف اُٹھایا اور فرمایا کہ تم پر فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح آئیں گے پھر آپ نے اُن کی سختی کا بیان کیا اور اُن کے جلد آنے اور بدتر ہونے کا ذکر کیا تو قوم (حاضرین) میں سے میں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیسے فتنے۔ فرمایا کہ اے وائل جب دو تلواریں ایک دوسرے پر اسلام میں چلیں تو تو دونوں سے الگ رہ۔ اور حدیث مُرّہ بن کعب کی، ذکر کیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا اور اُس کے قریب آنے کا پھر ایک شخص سر پر کپڑا لپیٹے ہوئے گزرا تو فرمایا کہ یہ اُس دن ہدایت پر ہوگا۔ دیکھا تو وہ عثمان رض تھے۔ اور حدیث علی مرتضیٰ رض کی کہ جن امور کی مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اُمت اُن کے بعد مجھ سے نفرت کرے گی۔ اور حدیث ابن عباس رض کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رض سے فرمایا کہ تجھ پر میرے بعد پریشانیاں آئیں گی۔ علی رض نے کہا کہ کیا میرے دین کی سلامتی کی حالت میں؟ فرمایا کہ تیرے دین کی سلامتی میں (نقصان نہ ہوگا) اور نیز حدیث مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جس کے آخر میں یہ ہے اور اگر تم امیر بناؤ گے علی کو اور میں نہیں سمجھتا کہ تم ایسا کرنیوالے ہوگے تو تم اُس کو ہدایت کرنے والا ہدایت یافتہ پاؤ گے وہ تم کو سیدھی راہ پر چلائیگا۔ اور حدیث جابر ابن سمرہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رض سے فرمایا کہ بیشک تجھ کو امیر بنایا جائیگا خلیفہ بنایا جائیگا اور بیشک یہ خضاب کیجائیگی اس سے یعنی اُن کی ڈاڑھی اُن کے سر (کے خون) سے رنگین ہوگی) اور حدیث حذیفہ کی، انھوں نے دو فتنوں اور ایک وقفۂ صلح کا ذکر کیا اور کہا کہ پہلے فتنہ کے بعد اللہ تعالیٰ ہمارے پاس خیر کو لائے گا۔ اُن سے پوچھا گیا کہ کیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر آئیگا؟ فرمایا کہ ہاں جہنم کے دروازوں کی طرف دعوت دینے والے (فتنے) آئیں گے اور کلام سعید بن المسیب کا کہ پہلا فتنہ اُٹھے گا تو اُن لوگوں میں سے کوئی باقی نہ رہے گا جو بدر میں حاضر تھے۔ پھر دوسرا فتنہ اُٹھے گا تو حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ بغوی کا قول ہے کہ پہلے فتنہ سے مراد ہے قتل عثمان رض کا فتنہ اور دوسرے سے فتنۂ حرہ۔ اور حدیث عبد اللہ بن مسعود رض کی کہ تم عنقریب میرے بعد حق تلفیاں اور

اموراً تنکرونہا الخ و حدیث ابی ذر کیف
انت اذا کانت علیک امراء یمیتون
الصلوٰۃ و یؤخرونہا عن وقتہا و حدیث
ابی ذر ایضاً کیف انت اذا غمر الدم
احجار الزیت الخ و حدیث ابی سعید
الخدری یوشک ان یکون خیر مال
المسلم الغنم یتبع بہا شعف الجبال و حدیث
ابی ثعلبۃ الخشنی فی تفسیر قولہ تعالیٰ علیکم
انفسکم حدیث صلی اللہ علیہ وسلم فی
آخرہ فان ورائکم ایام الصبر فمن صبر
فیہن کان کمن قبض علی الجمرۃ و حدیث
عبداللہ بن عمرو کیف انت اذا بقیت فی حثالۃ
من الناس مرجت عہودہم و اماناتہم واختلفوا
فکانوا ہٰکذا و شبک بین اصابعہ الخ و حدیث
ذی الزوائد فی خطبۃ حجۃ الوداع الا ہل بلغت
قالوا اللّٰہم نعم ثم قال اذا تجاحفت
قریش الملک فیما بینہا و عاد العطاء
رشاً فدعوہ و حدیث ابن مسعود رفعہ
ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ فی
قبلی الا کان لہ من امتہ حواریون
واصحاب یأخذون بسنتہ و یقتدون بامرہ ثم انہا
تخلف من بعدہم خلوف یقولون ما لا یفعلون
و یفعلون ما لا یؤمرون فمن جاہدہم بیدہ فہو
مؤمن الخ و حدیث عرباض بن ساریۃ ذکر
خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہا
و سترون من بعدی اختلافاً
شدیداً فعلیکم بسنتی و سنۃ
الخلفاء الراشدین المہدیین

ایسے امور دیکھوگے جن کو تم برا سمجھتے ہوگے الخ۔ اور حدیث ابوذر
کی کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو نماز
کو فوت کرنے والے اور اس کو اس کے وقت سے موخر کردینے والے
ہوں گے۔ اور ابوذر ہی کی ایک حدیث میں ہے کہ تمہارا کیا حال ہوگا
جب خون بھر دے گا احجار الزیت کو الخ (یہ ایک مقام کا نام ہے)۔
اور حدیث ابو سعید خدری رض کی وہ زمانہ قریب ہے جب مسلمان
کا اچھا مال بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہے
اور حدیث ابو ثعلبہ خشنی کی آیت علیکم انفسکم کی تفسیر میں نبی
صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جس کے آخر میں ہے کہ بیشک تمہارے
پیچھے (یعنی آئندہ) صبر کے ایام (آنیوالے) ہیں۔ جس نے ان میں صبر
کرلیا ایسا ہوگا کہ جیسے کسی نے انگارے پر قبضہ کرلیا۔ اور حدیث
عبداللہ بن عمرو رض کی کہ تیری کیا کیفیت ہوگی جب تو کمینہ لوگوں میں
رہ جائے گا جن کے عہد و امانتیں سب فاسد ہوں گی اور آپس میں
مختلف ہوکر ایسے ہوجائیں گے۔ اور اپنی انگلیوں کے درمیان جالی
کرکے دکھائی الخ۔ اور حدیث ذی الزوائد کی حجۃ الوداع کے خطبہ میں
فرمایا لوگو! کیا میں نے تم کو (پیغام حق) پہنچادیا؟ لوگوں نے کہا اللہ
اللہ! بیشک۔ پھر فرمایا کہ جب قریش میں بادشاہی پر آپس میں قتال
ہونے لگے اور عطیات رشوت (برائے نام) رہ جائیں تو تم ان کو
چھوڑ دینا۔ اور حدیث مرفوع ابن مسعود رض کی کہ کوئی نبی جس کو اللہ تعالیٰ نے
اس کی امت میں بھیجا مجھ سے پہلے نہیں ہوا مگر اس کی امت میں سے
اس کے حواری اور اصحاب ہوتے ہیں جو اس کی سنت کو اخذ کرتے
اور اس کے امر کی اقتداء کرتے رہے ہیں۔ پھر یہ ہوا کہ ان کے بعد
ان کے ایسے جانشین ہوتے کہ وہ جو کچھ کہتے تھے ویسا خود نہیں
کرتے تھے۔ اور ایسے کام کرتے تھے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا
تو جو ایسے لوگوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے تو وہ مومن ہے۔
اور حدیث عرباض بن ساریہ کی، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کے خطبہ کا ذکر کیا جس میں یہ ہے کہ اور تم عنقریب میرے بعد سخت
اختلاف دیکھوگے تو تم پر لازم ہے میرے طریقے پر عمل کرتے رہنا اور
میرے خلفائے راشدین کے طریقے پر عمل کرنا جو ہدایت یافتہ ہوں گے،

عضوا علیہا بالنواجذ بالجملہ ما نماز و روزہ و زکوۃ
و حج را بیقین میدانیم کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم بعد زمانِ خود مدتی بخیریت وصف نمود و
خلافتِ آن ایام را خلافت و رحمت گفتہ و آن را
زمانِ عافیت شمردہ و بعد ازان از فتنۂ عظیمہ
اِنذار کرد و آن را ملک عضوض خواندہ و زمانِ
بلا شمردہ در زمانِ اوّل مردمان را ترغیب بجہاد
فرمود و بقتال تحت رایت امام وقت تاکید نمود
و در زمانِ ثانی بہ تکسیر قسیّ و قطع اوتار و دور بودن
از میانِ مردمان ارشاد فرمود چنانکہ بیقین می
دانیم کہ معراج البتہ بودہ است و عذاب قبر البتہ
بودنی است و دجّال پیدا شدنی است و امام مہدی
خلیفہ خواہد بود و حضرت عیسیٰ ع نزول خواہد نمود
و در ہمین وزن بیقین می دانیم کہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم بقتل حضرت عثمان رض و آنچہ مترتب
است بر وی اشارہ کردہ و آن را زمانِ فتنۂ اولی
نام نہادہ و این معنی از جہت قرائن بسیار بوضوح
پیوست تعیینِ زمان نمودہ اند کہ تدور رحی الاسلام
بخمس و ثلثین سنۃ و تعیینِ مکان فرمودہ کہ شرقی
مدینہ خواہد بود چنانکہ گفتہ الا ان الفتنۃ ہہنا حیث
یطلع قرن الشیطان و صورتِ فتنہ بیان کردہ اند
حتے تقتلوا امامکم و تجتلدوا باسیافکم و یرث دنیاکم
شرارکم و سہ کس را نام بردہ اند کہ در زمانِ خیر متولی
خلافت خواہند بود صدیق اکبر رض و عمر فاروق رض
وذی النورین رض و در زمانِ فتنہ بحضرت مرتضے رض
بیعت کنند لیکن خلافتِ او منتظم نشود
و قوم بروے مجتمع نشوند الی غیر
ذٰلک تا آنکہ بہ رأی العین دانستیم
کہ مراد ہمین حالت است

اُس کو دانتوں سے پکڑ لینا۔ الحاصل ہم نماز اور روزے اور زکوٰۃ اور
حج کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم
کو اس کا امر فرمایا اور اسی مرتبہ میں ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے بعد کی ایک خاص مدت کو
خیریت کے ساتھ موصوف فرمایا اور ان ایام کی خلافت کو خلافت اور
رحمت فرمایا اور اُس کو عافیت کا زمانہ شمار کیا اور اس کے بعد ایک
فتنۂ عظیمہ سے آپ ڈراتے رہے اور اس کو آپ نے "ملک عضوض" فرمایا
اور بلا کا زمانہ شمار کیا۔ زمانۂ اوّل میں آپ نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب
دی اور امامِ وقت کے جھنڈے کے نیچے قتال کی تاکید فرمائی اور زمانۂ
ثانی کے بارے میں آپ نے کمانوں کو توڑ دینے اور چلّوں کو کاٹ ڈالنے اور لوگوں
کے درمیان سے دُور رہنے کا ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ ہم یقین کے ساتھ جانتے
ہیں کہ البتہ معراج ہوئی ہے اور عذابِ قبر ضرور ہونیوالا ہے (اس کے
مستحقین کو) اور دجّال ظاہر ہونے والا ہے اور امام مہدی خلیفہ
ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اسی مرتبہ میں
ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی اور اس پر جو نتائج مترتب ہونیوالے
تھے اُن کی طرف اشارہ کر دیا اور اُس کا زمانہ فتنۂ اُولیٰ نام رکھا اور
بہت سے قرائن سے یہ معنے واضح ہو چکے ہیں آپ نے تعیّن زمانہ بھی
فرمادیا ہے کہ "اسلام کی چکّی پینتیس سال گھومیگی"۔ اور مکان (یعنی
مبدأ فتنہ) کا تعیّن بھی فرمادیا کہ وہ مدینہ کی مشرقی جانب ہوگا
جیسا کہ فرمایا کہ "یاد رکھو کہ فتنہ وہاں ہے جہاں سے شیطان کا سینگ
طلوع ہوتا ہے" اور فتنہ کی صورت بھی بیان کر دی کہ یہاں تک ہوگا
کہ تم اپنے امام کو قتل کر دوگے اور اپنی تلواریں چلاؤگے اور تمھاری
دنیا کے وارث تمھارے بدکردار لوگ ہو جائیں گے اور تین شخصوں
کے آپ نے نام بھی لئے کہ یہ زمانۂ خیر میں متولی خلافت ہوں گے۔
صدیق اکبر رض اور عمر فاروق رض اور ذی النورین رض اور فتنہ کے زمانہ
میں لوگ حضرت مرتضےٰ رض سے بیعت کریں گے لیکن ان کی خلافت
منتظم نہ ہوگی اور قوم (کے سب لوگ) اُس پر مجتمع نہ ہوں گے، وغیر
ذٰلک یہاں تک کہ آنکھ سے دیکھ کر ہم نے جان لیا کہ آپ کی مراد یہی حالت ہے

کہ بعدِ قتلِ حضرت عثمان بظہور آمد از اختلافِ ناس
در حربِ جمل و صفین بعد این ہمہ بضرورتِ عقل دریافتہ
شد کہ ہر چند برائے مرتضٰی بیعت کردہ اند و خلافت
منعقد ساختند و در حکمِ شرع کہ بنائے آن مظنات
است لازم شد اطاعتِ او لیکن مرادِ حق اصلاحِ
عالم است کہ خلافت وسیلۂ آنست کہ برائے تقریبِ
آن مقصود مشروع ساختہ اند و اگر مرادِ حق می بود
از وجود متخلف نمی شد و مرتضٰی درین خلافت
مانندِ نے در دہانِ نائی نبود و نہ مانندِ جارحہ برائے
اتمامِ مرادِ حق و قوم مامور نشدند کہ تحتِ رایتِ
او قتال کنند چنانکہ مامور شدند بقتال تحتِ رایتِ
مشائخِ ثلثہ و مطابق آنچہ ازین احادیث مفہوم
شد بمعاتنہ در خارج دیدیم کہ در زمانِ حضرتِ مرتضٰی
عنایتِ الٰہی کہ سابق فوج فوج نازل می شد مستتر
گشت کوششِ بسیار فائدہ اندکے ہم نداد و خیریت
کہ عبارت از اُلفتِ مسلمین فیما بینہم و
ترکِ منازعہ است و اتفاق بر جہادِ کفار و
روز بروز شکست بر کفار افتادن رو با ستتار
نہاد و معنی وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمْ دِیْنَہُمُ الَّذِیْ
ارْتَضٰی لَہُمْ یعنی لیمکنن بسببہم دینہم صورت
نبست و تمکین فی الارض برائے دفعِ کفار
و اعلاءِ کلمۃ الاسلام مقرر بود واقع نشد وَاجْعَلْ
لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا درین زمان
متحقق نگشت و در تمامِ مسلمین حکمِ او
نافذ نشد و مسلمین کلہم تحتِ حکمِ او در نیامدند
و ہیچ عاقلے برین معنے انکار نمے تواند کرد
چنانکہ نمی تواند انکار نمود کہ آفتاب
امروز از مشرق طالع شدہ
است

جو کہ حضرت عثمان رض کے قتل کے بعد ظہور میں آئی کہ لوگوں میں اختلاف
ہوا جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں۔ اس سب کے بعد بضرورتِ عقل
ثابت ہو گیا کہ اگرچہ حضرتِ مرتضٰی رض کے لئے لوگوں نے بیعت کر لی اور
خلافت منعقد کی اور حکمِ شرع میں کہ جس کی بنا مظنات (ظاہری)
پر ہے اُن کی اطاعت بھی لازم ہو گئی، لیکن مرادِ حق اصلاحِ عالم
ہے کہ خلافت اس کا ایک وسیلہ ہے جس کو (اسی) مقصود کے لئے
مشروع فرمایا ہے، اگر مرادِ حق ہوتی تو وہ وجود میں آنے سے متخلف
نہ ہوتی اور مرتضٰی رض اس خلافت میں مانند نے کے نے نواز کے
دہن میں نہیں تھے اور نہ مرادِ حق کے اتمام کے لئے آلے کے مانند
تھے۔ اور قوم اُن کے جھنڈے کے نیچے قتال کرنے کے لئے اس طرح
مامور نہ ہوئی جس طرح مشائخِ ثلاثہ رض کے جھنڈے کے نیچے قتال کے
لئے مامور تھی۔ اور جو کچھ ان احادیث سے مفہوم ہوا اُس کے مطابق
خارج میں ہم نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ حضرت مرتضٰی رض کے زمانہ
میں وہ عنایتِ الٰہی جو پہلے دور میں فوج فوج (یعنی فراوانی کے ساتھ)
نازل ہوتی تھی مستتر ہو گئی۔ بہت سی کوشش نے تھوڑا فائدہ بھی
نہ دیا اور خیریت نے کہ عبارت ہے مسلمانوں کے باہم محبت میل جول
اور نزاعات کے ترک سے اور کفار سے جہاد پر متفق ہو جانے سے اور
کفار پر روز بروز شکست واقع ہونے سے اپنا منہ چھپا لیا۔ اور وَلَیُمَکِّنَنَّ
لَہُمْ دِیْنَہُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَہُمْ یعنی لَیُمَکِّنَنَّ بِسَبَبِہِمْ کے
معنے کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی (ترجمہ: اور تا کہ اللہ اُن کے لئے
یعنی اُن کے سبب اُن کے دین کو قوت بخشے جس کو اُس نے اُن کے لئے
پسند کیا) اور جو تمکین فی الارض (یعنی طاقتور حکومت) کفار کے دفع
کرنے اور کلمۂ اسلام کو بلند کرنے کے لئے مقرر تھی واقع نہ ہوئی اور
وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (اور مجھ کو اپنے پاس سے
ایسا غلبہ دیجئے جس کے ساتھ نصرت ہو) اس زمانہ میں متحقق نہ ہوا
اور تمام مسلمانوں میں اُس کا حکم نافذ نہ ہوا اور مسلمان سب کے
سب اُس کے حکم کے تحت نہ آئے اور کوئی صاحبِ عقل جس طرح
اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ آج آفتاب مشرق سے طلوع ہوا ہے اسی
طرح اس معنے کا انکار نہیں کر سکتا۔

لیکن نکتہ دیگر است کہ غیر اہل بصیرت نمی شناسد ؎

بہر نظر مہِ من جلوہ می کند لیکن
کس آن کرشمہ نہ بیند کہ من ہمے نگرم

وآن نکتہ آن است کہ انبیاء بر اُمت خود و خلفاء بر رعیت خود فضیلتے کہ یافتہ اند سِرّ آن و مخ دران جارحہ تدبیر الٰہی بودن است و واسطہ اصلاح عالم شدن واین سِرّ و مخ در خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم علیٰ وجہہ متحقق بود بشہادۃ النقل والعقل و در حضرت مرتضیٰ نہ ہرچند این معنے درحق وی رضی اللہ عنہ نقصے پیدا نہ کرد زیراکہ وی سامی بود در اقامتِ دین اگرچہ میسّر نہ شد لیکن فضیلتِ جارحہ الٰہی بودن دیگر است وآن اگر می بود احکام خلافت خاصہ از وی متخلف نمی شد واین اقوی وجوہ افضلیتِ مشائخ ثلثہ است بر حضرت مرتضیٰ تفاضل اصحاب یمین باہم باعتبار صحتِ نیّت و کثرتِ عمل است و تفاضل این بزرگوار باہم باعتبار مانندِ نَے در دستِ نائی بودن است و مانند حجر در دستِ رامی وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى بوئے است ازین بوستان وَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ رمزے است ازین داستان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار صحتِ نیت افضل نشدند ازان انبیاء کہ اُمتِ ایشان کم بُوَد از اُمتِ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ ہرچند اُمت بیشتر جارحیتِ فیوضِ الٰہی قوی تر ؎

لیکن ایک نکتہ اور ہے جس کو اہلِ بصیرت کے سوا دوسرا نہیں پہچان سکتا ؎ بہر نظر الخ

یعنی میرا چاند (یوں تو) ہر نظر پر جلوہ کر رہا ہے۔
لیکن کوئی وہ کرشمہ نہیں دیکھتا جو میں دیکھ رہا ہوں۔

اور وہ نکتہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اُمت پر اور خلفاء رضی اللہ عنہم نے اپنی رعیت پر جو فضیلت پائی ہے اس کا راز اور اس کا مغز اس بارے میں ان کا جارحہ (یعنی آلہ) تدبیرِ الٰہی ہونا ہے اور واسطۂ اصلاحِ عالم ہونا اور یہ سِرّ اور مغز خلفائے ثلثہ میں اپنی صحیح صورت میں متحقق تھا عقل اور نقل دونوں اس پر شاہد ہیں اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں اگرچہ اس معنے نے کوئی نقص پیدا نہیں کیا کیونکہ وہ اقامتِ دین میں ساعی تھے اگرچہ میسّر نہ ہوئی، لیکن جارحۂ الٰہی بننے کی فضیلت ہونا اور بات ہے۔ اور وہ اگر ہوتی تو خلافتِ خاصہ کے احکام اُن سے متخلف نہ ہوتے اور مشائخ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کی وجوہ میں سے جو حضرت علی مرتضیٰ پر اُن کو ہے یہ سب سے قوی وجہ ہے۔ اصحاب یمین کا تفاضل باہم صحتِ نیت اور کثرتِ عمل کے اعتبار سے ہے اور ان بزرگواروں کا تفاضل باہم باعتبار مثل نے کے بن جانے کے ہے نَے نواز کے ہاتھ میں اور مثل پتھر کے، پھینکنے والے کے ہاتھ میں وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ایک خوشبو اسی باغ کی ہے (یعنی وہ خاک کی مٹھی جب (بظاہر) تم نے پھینکی تھی (درحقیقت) تم نے نہیں پھینکی تھی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی) اور وَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ (یعنی میں دوسری اُمتوں کے سامنے (بروزِ قیامت) تم پر فخر کرنے والا ہوں گا) اسی داستان کی ایک رمز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن انبیاء سے جن کی اُمت آپ کی اُمت سے کم تھی باعتبار صحتِ نیت کے افضل نہیں ہوئے، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جس قدر اُمت زیادہ ہوگی فیوضِ الٰہی کی جارحیت قوی تر ہوگی ؎ تشریف دست[1]

---

[1] حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎ گوئے توفیق وکرامت درمیاں افگندہ اند؛ کس بمیدان درنمی آرد سواراں راچہ شُد؛ (توفیق وکرامت کی گیند درمیان میں ڈال دی گئی ہے، سواروں کو کیا ہوگیا کہ کوئی بھی میدان کا رُخ نہیں کرتا) شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کا منشا یہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد اب وہ گوئے توفیق وکرامت میدان سے اٹھائی جاچکی تھی۔ دستِ سلطان (شاہِ مرداں رضی اللہ عنہ) کی قوت میں کلام نہیں اور اس نے چوگان بھی پورے زور سے مارا مگر لا حاصل رہا جب کہ وہ گوئے توفیق وکرامت موجود ہی نہ تھی تو وار خالی گیا۔ اس لئے اب مسابقت اور تفضیل کا سوال ہی باقی نہ رہا واللہ اعلم ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

۵ تشریف دستِ سُلطان چوگان بَرد لیکن
بے گوئی روز میدان چوگان چہ کار دارد؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسبب فتح مکہ متزاید نشدند در نبوّت خود و اوصافِ باطنیۂ خود کہ خدائے تعالیٰ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم بآن مخصوص گردانیدہ بود بلکہ ہر چند بدن فتوح بالیدہ تر رُوح اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِیناً لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ الآیۃ روشن تر۔

سوال اگر گوئی این سخن در حرب جمل و صفین مسلّم است زیرا کہ این حرکاتِ عنیفہ مقتضے تنجیز نشدند بلکہ ساعت بساعت اختلاف مسلمین و نقد جمعیتِ ایشان برروئے کار آمد لیکن در حرب نہروان جارحۂ فیض الٰہی بودہ است زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حق آنجماعہ فرمودہ لَئِنْ اَدْرَکْتُھُمْ لَاَقْتُلَنَّھُمْ قَتْلَ عَادٍ۔

گوئیم اینجا تحقیقے است شریف فرق است در آنکہ شیوعِ اسلام و ایتلافِ مُسلمین فیما بینھم و کبتِ کفّار و شکستِ ایشان روز بروز متزاید شود و در آنکہ از میانِ مُسلمین فرقۂ مارقہ بسبب شبہہ کہ از بعض احکام خلیفہ ناشی شدہ است سر برآرند و با مُسلمانان بہ پیچند و خلیفہ سعی در کبتِ آنجماعہ فرماید مثلِ اوّل آنست کہ طفل را پرورش دہند تا از مرتبۂ طِفلی بسن ترعرع برسد و از آن مرتبہ بحدِ جوانی ترقی نماید و مثل ثانی مثل آنکہ استادِ نجّار برائے مصلحتے ہمتہ تیشہ بر چوب می زد اتفاقاً خطا کرد تیشہ بر پائی خودش رسید درین حالت واجب شُد بروی کہ ترک شغلِ نجّاری کند و باصلاحِ پائی خود مشغول گردد و درین مبحث غلط نہ کنی

سُلطان الخ (ترجمہ: بادشاہ کے دستِ ذی شرف نے بلّا مار دیا
لیکن بغیر گیند کے میدان کے دن بلّا کیا کام کرے گا!)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف بسبب فتح مکہ کے زیادہ بلند مرتبہ نہیں ہوئے اپنی نبوّت اور اپنے اوصافِ باطنی میں جن کے ساتھ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخصوص کیا تھا، بلکہ جسقدر بھی فتوحات کا بدن (یعنی دائرہ) بڑھتا گیا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ الخ کی رُوح زیادہ سے زیادہ روشن ہوتی چلی گئی۔

سوال اگر تم یہ کہو کہ یہ بات جنگِ جمل وصفین میں تو مسلّم ہے کیونکہ (اس سے اصلاح نہ ہو سکی اور) یہ ناشائستہ حرکات بند نہ ہوئیں بلکہ ساعت بساعت اختلاف مسلمین اور جمعیت کا فقدان ہی ظہور میں آتا رہا۔ لیکن نہروان کی جنگ میں (جو ۳۸ھ میں خوارج سے ہوئی تھی) حضرت علیؓ جارحہ فیضِ الٰہی بنے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس جماعت کے حق میں فرمایا ہے کہ اگر میں نے اُن لوگوں کا زمانہ پایا تو میں ان کو ضرور قتل کروں گا مثل قتلِ قومِ عاد کے (کہ کسی کو باقی نہ چھوڑا جائے)۔

ہم کہتے ہیں اس موقع پر ایک قابل قدر تحقیق ہے۔ فرق ہے اس میں کہ اسلام کا شیوع اور مسلمانوں میں اُلفت یگانگت باہمی اور سرکوبی کفّار اور ان پر شکست کا وقوع روز بروز بڑھتا رہے، اور اس میں کہ ایک فرقۂ مارقہ بسبب ایک شبہ کے جو کہ خلیفہ کے بعض احکام سے پیدا ہوا سر اُٹھائیں اور مُسلمانوں کو لپٹ جائیں اور خلیفہ اُس جماعت کی سرکوبی میں سعی کرے۔ پہلے کی مثال یہ ہے کہ ایک لڑکے کی پرورش کیجائے یہاں تک کہ وہ طفلی کے مرتبہ سے نکل کر اُبھار کی عمر سے بڑھتا ہوا جوانی کی حد تک ترقی کرے۔ اور دوسری قسم کی مثال یہ ہے کہ ایک اُستاد بڑھئی کسی اعلیٰ قسم کی چیز کی تیاری کے لئے لکڑی پہ بسولا مار رہا تھا کہ اتفاقاً ہاتھ خطا کر گیا اور بسولا اُس کے اپنے ہی پاؤں پر آ پڑا۔ اس حالت میں اُس کے لئے یہ بات ضروری ہوگئی کہ شغل نجاری کو ترک کرے اور اپنے پاؤں کی اصلاح میں مشغول ہو جائے۔ تم اس مبحث میں مغالطے میں نہ پڑ جانا

واین نکتہ دقیقہ را بر غیر محل آن فرود نیاری غرض من آن نیست کہ حضرت مرتضےٰ رضؓ خلیفہ نبود یا در حکم شرع خلافت او منعقد نگشت یا سعی او در حروبے کہ پیش آمد للہ فی اللہ نبود اعوذ باللہ من جمیع ماکرہ اللہ بلکہ مقصود من این است کہ فضیلت جارحہ فیض الٰہی بودن ظاہر نشد درین مقاتلات والا خیریت و اصلاح خلق فوج فوج ظہور می نمود واین دقیقہ کہ زبان فقہاء و متکلمین از تقریر آن کوتاہ است اثباتاً ونفیاً ازان گفتگو نہ رانند وفقہاء صحابہ ببرکت صحبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم این نکتہ را شناختہ اند ودر احادیث صحیحہ بآن نکتہ اشارہ رفتہ ؛

اور اس دقیق نکتہ کو غیر محل پر چسپاں نہ کر لینا۔ میری غرض یہ نہیں ہے کہ حضرت مرتضےٰ رضؓ خلیفہ نہیں تھے یا حکم شریعت میں اُن کی خلافت منعقد نہیں ہوئی یا جو لڑائیاں اُن کو پیش آئیں اُن میں اُن کی سعی للہ فی اللہ نہیں تھی۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی تمام چیزوں سے جو اللہ کو ناپسند ہوں۔ بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ ان جنگوں میں فیض الٰہی کا جارحہ (آلہ) بننے کی فضیلت اُن میں ظاہر نہیں ہوئی۔ ورنہ آپ کا خیر ہونا مسلّم ہے) اور اصلاحِ خلق بہت فراوانی کے ساتھ واضح ہوتی رہی ہے۔ اور اس باریک نکتہ میں فقہاء اور متکلمین کی زبانیں اُس کی تقریر سے کوتاہ ہیں۔ اثبات کے یا نفی کے طور پر کسی نے کلام نہیں کیا۔ ہاں فقہاء صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اس نکتہ کو پہچانا ہے اور احادیث صحیحہ میں اس نکتہ کی طرف اشارات کئے گئے ہیں ؛

تمت

کتاب کا مختصر حال جلد اوّل کے دیباچہ میں لکھا جا چکا ہے اور اس مطبوعہ کتاب کا بھی جس کو ترجمہ کے لئے پیش نظر رکھا گیا جو کہ سنہ ۱۲۸۶ھ میں مدار المہام صاحب ریاست بھوپال نے چھپوائی تھی۔ اسی کا ایک نسخہ اس جلد ثانی کے ترجمہ کے لئے بھی اصل قرار دیا گیا۔ حضرت مصنفؒ نے فصل ہشتم کو ۲ دو مقصد پر منقسم کیا ہے۔ مقصد اوّل میں دلائل نقلیہ اور مقصد دوم میں دلائل عقلیہ لیکن یہ دوسرا جزء یعنی مقصد دوم غائب ہے۔ نیز مقصد اوّل میں بھی کمی محسوس ہو رہی ہے کیونکہ مصنفؒ نے کسی موقع میں اجمال سے کام نہیں لیا جو کچھ فرمایا اس کو دلائل اور شواہد سے خوب واضح کیا ہے لیکن یہاں آخر حصہ میں اس قول کے بعد "فقہاء صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اس نکتہ کو پہچانا ہے اور احادیث صحیحہ میں اس نکتہ کی طرف اشارات کئے گئے ہیں" نہ فقہائے صحابہؓ کا کوئی قول درج ہے اور نہ اس نکتہ پر اشارہ کرنے والی کوئی حدیث۔ یہ بات مصنف رحمہ اللہ کے معمول کے خلاف ہے۔ طباعت کا انصرام کرنے والوں نے خاتمۃ الطبع میں کتاب کی زبان یعنی فارسی میں اس کمی پر اپنے احساس کا اظہار کیا ہے جس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

خاتمۃ الطبع: احقر محمد احسن عرض کرتا ہے کہ چھاپنے کے وقت جو کتابیں موجود تھیں اُن میں سے صرف ایک کتاب میں مقصد اوّل کی عبارت یہاں تک دستیاب ہوئی اور باقی کتابوں میں اس سے بھی تین ورق کم تھے۔ سیاق عبارت اور مصنفؒ کی عادت ہے کہ خاتمہ رسائل کے موقع پر جا بجا لکھتے ہیں "ہٰذا آخر ما اردنا ایرادہٗ" وغیر ذٰلک معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقصد کچھ ناتمام رہ گیا ہے۔ فقیر نے بہت تلاش کے باوجود اس کے تتمہ پر قدرت نہ پائی۔ ناظرین سے اُمید ہے کہ اگر کہیں اُس کا نشان مل جائے تو اس میں اضافہ فرما دیں اور فقیر کو بھی اطلاع کر دیں۔ والحمد للہ اوّلاً وآخراً وصلے اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔"

الحمد للہ علےٰ احسانہٖ کہ ترجمہ جلد ثانی ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء سے مورخہ ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۸۳ھ بیوم پنجشنبہ فراغت ہوئی وصلے اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین ؛

اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ - دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

جیسا کہ ناظرین نے گزشتہ صفحہ میں ملاحظہ فرمایا "ازالۃ الخفا" کے مقصدِ اول کی فصل ہشتم کا نصف آخر جو اس کے مقصد دوم پر مشتمل تھا اور جس میں "افضلیت شیخین رض پر دلائلِ عقلیہ کا بیان تھا، مولانا احسن نانوتوی رح کو نہ مل سکا جنہوں نے اس کتاب کا فارسی متن بہت محنت اور تلاش و جستجو کے بعد ۱۲۸۶ھ میں شائع فرمایا تھا۔ مولانا مرحوم نے خواہش ظاہر کی تھی کہ اگر کسی صاحب کو یہ حصہ مل جائے تو وہ کتاب میں اس کا اضافہ کر دیں۔

الحمد للہ! کہ اُن کی یہ خواہش اب سوا سو سال بعد پوری ہو رہی ہے۔ اور ہم یہ حصہ اگلے صفحات میں شائع کر رہے ہیں۔ اس حصہ کی شمولیت سے یہ کتاب اب مکمل ہو گئی ہے۔ راقم کو یہ گم شدہ حصہ حضرت شاہ ولی اللہ رح کی ایک دوسری تصنیف "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" میں پورا کا پورا مل گیا۔ یہ کتاب کے مجتبائی ایڈیشن مطبوعہ ۱۳۱۰ھ کے صفحہ ۳۶ کے آخر سے صفحہ ۴۹ تک اور پھر صفحہ ۱۴۹ سے صفحہ ۱۷۷ تک پھیلا ہوا ہے۔

محققین جانتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ رح نے پہلے "قرۃ العینین" تصنیف کی اور پھر اسی کو بنیاد بنا کر "ازالۃ الخفا" تالیف فرمائی۔ اس طرح انہوں نے "ازالۃ الخفا" میں "قرۃ العینین" کے تمام مضامین تنقیح اور تہذیب کے بعد شامل فرمالیے اور اُن میں مزید اضافے کیے۔ اسی وجہ سے ازالۃ الخفا، قرۃ العینین سے حجم میں چار یا پانچ گنی ہو گئی ہے۔

اغلب یہ ہے کہ "قرۃ العینین" کے ان صفحات کو تنقیح و نظرِ ثانی کے بعد شاہ ولی اللہ رح نے "ازالۃ الخفا" میں شامل کر لیا تھا، مگر وہ صفحات "ازالۃ الخفا" کے اُن قلمی نسخوں میں سے ضائع ہو گئے جو مولانا احسن نانوتوی رح کو ملے، لہٰذا اُن کی مطبوعہ "ازالۃ الخفا" میں فصل ہشتم ناقص رہ گئی۔

۱۲۸۶ھ میں "ازالۃ الخفا" کی طباعت کے وقت مولانا نانوتوی رح کو یہ حصہ اس لیے نہ مل سکا کہ اُس وقت تک "قرۃ العینین" شائع نہیں ہوئی تھی، اور غالباً انہیں اس کا کوئی مخطوطہ بھی نہیں ملا۔ یا اگر ملا تو یہ حصہ ان کی نظر سے اوجھل رہ گیا۔

بہر حال اب "ازالۃ الخفا" اپنی مکمل شکل میں پیش خدمت ہے "قدیمی کتب خانہ" بجا طور پر فخر کرتا ہے کہ اس نے شاہ ولی اللہ رح کی اس اہم تصنیف کا گمشدہ حصہ تلاش کر کے اس کو مکمل کیا اور عام قارئین و محققین کی اس تشنگی کو دور کیا جسے وہ ایک عرصے سے محسوس کر رہے تھے۔

ہمارے کرم فرما پروفیسر علی محسن صدیقی صاحب نے اس حصہ کا اردو ترجمہ بڑے خلوص اور ذمہ داری کے ساتھ کیا ہے، اور مطبوعہ متن کی کاتبانہ غلطیوں کو بھی درست کیا ہے۔ نیز آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے حوالے بھی شامل کیے ہیں اور بعض تشریحات بھی کی ہیں جس سے اس کی افادیت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

ہماری کوشش ہے کہ شاہ صاحب کی دیگر تصانیف کو بھی اسی طرح بہتر سے بہتر صورت میں پیش کرتے رہیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

خادم العلم والعلماء: معراج محمد

قدیمی کتب خانہ۔ کراچی

"ازالۃ الخفا" کا گمشدہ حصّہ

تتمہ فصل ہشتم

فصل ہشتم

کا

مقصد دوم

افضلیتِ شیخینؓ پر دلائلِ عقلیہ

تالیف:۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

مترجم:۔ پروفیسر علی محسن صدیقی صاحب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

افضلیتِ شیخین رض پر دلائلِ عقلیہ

امّا دلیل عقلی بر افضلیت شیخین، پس تقریر آن موقوف است بر ہفت مقدمہ، چون آن ہفت مقدمہ معلوم شود ترتیب شکل اول از قیاس اقترانی سہل گردد کہ شیخین بہتر اند از سائر صحابہ در صفات کذا و کذا، و صفات کذا و کذا فضل کلی است، پس شیخین متمیز ند از سائر صحابہ بفضل کلی۔

مقدمہ اولیٰ، بیان حقیقت فضل مطلقاً

بدانکہ حقیقت فضل چیزی بر چیزی اشتراک ہر دو است در اصلے و زیادۃ اول است بر ثانی در آن اصل، و دلیل این مقدمہ استقراء موضع استعمال لفظ فضل است کما لا یخفی، پس اگر در اصل واحد اشتراک را ملاحظہ نکنیم لفظ فضل استعمال کردن ممتنع باشد، نتوان گفت کہ نار در میل بجانب علو افضل است از حمار در بلادت، یا این دار از طول و عرض است از حقیقت انسان و اگر تساوی شیئین باشد در چیزی یا ثانی زائد باشد در ان چیز از اول نتوان گفت کہ اول افضل است۔

سوال۔ اگر کوئی کہ در بعض استعمالات میگوئیم کہ یاقوت افضل است از حجر فی نفسہ یا آدمی افضل است فی نفسہ از فرس، و فرس از گاو، و گاو از حمار

یہ شیخین کی افضلیت پر دلائل عقلیہ تو اس کا بیان سات مقدموں پر موقوف ہے۔ جب ان سات مقدمات کا علم ہو جائے گا تو قیاس اقترانی کی شکل اول کی ترتیب آسان ہو جائے گی یعنی یہ کہ شیخین فلاں فلاں صفات میں تمام صحابہ سے بہتر ہیں اور یہی صفات فضل کلی (کی اساس) ہیں، تو شیخین فضائل کلی کے سبب تمام صحابہ سے ممتاز و نمایاں ہیں۔

پہلا مقدمہ، مطلقاً فضل یا فضیلت کی حقیقت کا بیان

جاننا چاہیئے کہ ایک چیز کی دوسری چیز پر فضیلت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں چیزیں کسی ایک اصل میں مشترک ہوں اور پہلی چیز دوسری چیز سے اس اصل میں زیادہ ہو جیسا کہ مخفی نہیں۔ اس مقدمہ کی دلیل لفظ فضیلت کے محلِ استعمال کا تتبع ہے۔ سو اگر ہم دو چیزوں کے ایک اصل میں اشتراک کا لحاظ نہ رکھیں تو لفظ فضیلت کا استعمال ناممکن ہو جائیگا کیونکہ یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ آگ بلندی کی جانب مائل ہونے میں گدھے سے اس کی حماقت میں افضل ہے یا یہ کہ یہ گھر انسان کی حقیقت کے مقابلے میں زیادہ لمبا اور چوڑا ہے۔ اور اگر کسی ایک بات میں دو اشیاء برابر ہوں یا اس بات میں دوسری شئے پہلی سے زائد ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پہلی شئے دوسری شئے سے افضل ہے۔

(یہاں یہ) سوال کیا جا سکتا ہے کہ ہم بعض استعمالات میں جو یہ کہتے ہیں کہ یاقوت، (عام) پتھر سے فی نفسہ بہتر ہے یا آدمی فی نفسہ گھوڑے سے افضل ہے، اور گھوڑا بیل سے، اور بیل گدھے سے افضل و بہتر

و لاحظہ آں واحد درین جا نمیکنیم جواب گوئیم جملہ از
اوصاف و علوم در اہل تخاطب بیشتر متداول شد و
التفات بآنہا زیادہ تر متحقق گردید پس در خیال مردمان
چنان صورت بست کہ تفضیل یکے بر دیگری امری حقیقی
است نہ باعتبار شئی مخصوص واین خیال از قبیل خلط خطابیات
وشعریات است بہ برہانیات، واین داء عضال است
کہ جز بآراء صائبہ ناشیہ از خلق حکمت و عدالت و
سلامت فطرت علاج آن میسر نیست۔

علامت این خلط آنست کہ چون سخن در خواص
احجار بحسب طب یا بحسب سہولت نحت وحکاکت
واقع شود گاہی بلور وفادزہر راجح باشد از یاقوت
وچون سخن در حمل اثقال ورفتن راہ واقع شود میل
کنند بہ رجحان فرس بر انسان وچون سخن در حراثت
افتد گاو را بہتر دانند از فرس، وچون سخن در موافقت
مزاج لحم بمزاج انسان افتد گوسفند را ترجیح دہند
بر گاو، وچون سخن در سہولت اقتناء وکفایت حاجت
خفیفہ واقع شود خر را اختیار کنند بر گاو اما درین
صورت ہا لفظ تفضیل نگویند بملاحظہ ادب مجالس،
ولفظی دیگر بجای تفضیل استعمال نمایند، کار ما با معنی
فضل است نہ با ادب مجالس واستعمال الفاظ خطابیہ۔

بالجملہ ہرگاہ تفتیش حقیقت مراد ما افتد چارہ نیست
از تصریح آن اوصاف کہ فضل باعتبار آنہا است،
زیرا کہ تا وقتیکہ تصریح بآن اوصاف نکنیم اختلاف
برانداختہ نشود وپردہ خفا از روی حقیقت منکشف
نگردد۔

ہے۔ تو یہاں ہم اصل واحد (مشترک اصل) کا لحاظ نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں ہم
یہ کہتے ہیں کہ اوصاف وعلوم کے ضمن میں یہ جملہ اہل تخاطب میں بہت زیادہ عام ہوگیا
ہے اور ان کی جانب بہت زیادہ توجہ والتفات کیا جانے لگا ہے، پس لوگوں
کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ایک کی دوسرے پر فضیلت وبرتری ایک امر
حقیقی ہے کسی مخصوص شئے کے اعتبار سے نہیں ہے۔ یہ خیال خطابیات
وشعریات کو برہانیات کے ساتھ خلط ملط کردینے کے قبیل سے ہے اور ایسی
کہنہ بیماری ہے جس کا علاج حکمت، عدالت اور سلامت فطرت سے پیدا
ہونے والی درست رائے کے سوا کسی اور چیز سے ممکن نہیں ہے۔

اس خلط مبحث کی علامت یہ ہے کہ جب پتھروں کے خواص کے بارے
میں طب یا تراش خراش کرنے اور گھسنے کے اعتبار سے بات کی جائے گی تو
کبھی بلور اور فادزہر یاقوت سے بہتر قرار پائے گا (اس طرح) جب بار
برداری اور راستہ چلنے سے متعلق گفتگو ہوگی تو انسان پر گھوڑے کو
فوقیت ہوگی۔ اور جب کاشت کی بات چھڑے گی تو بیل کو گھوڑے
سے بہتر سمجھا جائیگا اور جب یہ بات ہوگی کہ انسان کے مزاج کو کونسا
گوشت موافق آتا ہے تو بھیڑ بکری کو بیل پر ترجیح ہوگی اور جب معاملہ آسانی سے حاصل
کرنے اور معمولی ضروریات کے لئے کافی ہونے کا ہو تو بیل کے مقابلے میں گدھے کو
ترجیح دی جائے گی۔ لیکن ان تمام صورتوں میں آداب مجلس کا لحاظ کرتے
ہوئے تفضیل (فضیلت) کا لفظ نہیں بولتے بلکہ اس کے بجائے دوسرا
لفظ استعمال کرتے ہیں مگر ہمیں لفظ فضل (فضیلت) سے سروکار ہے
آداب مجالس اور الفاظ خطابیہ کے استعمال سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ جب ہمارا مقصد حقیقت کی تلاش وجستجو ہے تو جن اوصاف
کی بنا پر برتری حاصل ہوتی ہے ان کی تصریح ضروری ہے کیونکہ جب
تک ہم ان اوصاف کی تصریح ووضاحت نہ کریں گے اختلاف کا
خاتمہ نہ ہوگا۔ اور حقیقت کے چہرے سے پردہ نہیں اٹھے گا۔

مقدمہ ثانیہ:- بیان حقیقت فضل کلی

بدانکہ فضل کلی عبارت است از زیادت
بحسب اوصافی کہ در اکثر احوال واحسن احوال
عقلا آنہا اعتبار نمایند وبحسب اوصافی کہ نفع آن در اکثر

دوسرا مقدمہ:- فضل کلی کی حقیقت کا بیان

جاننا چاہئے کہ فضل کلی (مکمل فضیلت وبرتری) ان اوصاف کے
اعتبار سے زائد وبرتر ہونے کا نام ہے جن کا ارباب عقل اکثر حالات
اور بہتر احوال میں لحاظ رکھتے ہیں اور ان صفات کے اعتبار سے بھی

امور عقلا ادراک کنند، مانند آنکہ گویند یاقوت افضل است از حجر، و ذہب افضل است از نحاس، و فرس افضل است از گاو، و مطمح نظر عقلا در تفضیل یاقوت و ذہب تزیین است بآن، و رغبت ملوک در آن، و غلاء ثمن آن، و آنچہ بدان مانند، و در تفضیل فرس استعداد آن برای سواری ملوک و جہاد اعداء، و تزیین برکوب آن، و ربح در تجارت آن، و چون احسن و انفع بحسب رسوم و حاجات و صناعات مختلف است لاجرم فضل کلی را دو حد پیدا شد، فضل کلی بحسب عرف عام و بحسب عرف خاص۔

جن کے فائدے کا اکثر امور میں عقلمند لوگ ادراک کرتے ہیں، مثلاً یہ کہا جائے کہ یاقوت (عام) پتھر سے افضل ہے، سونا تانبے سے افضل ہے، گھوڑا بیل سے افضل ہے، صاحبان عقل یاقوت اور سونے کو اس لئے افضل کہتے ہیں کہ وہ (یاقوت اور سونا) ذریعۂ زینت، بادشاہوں کی رغبت اور اپنی بیش قیمتی کے سبب افضل ہیں۔ اور ایسے ہی دوسرے مقاصد وغیرہ ہیں (اسی طرح) گھوڑے کو فضیلت دینے کے اسباب ہیں اس کا بادشاہوں کی سواری کے قابل ہونا، دشمنوں سے جہاد کرنا، اس پہ سواری سے آرائش و تزیین اور تجارت میں اس سے نفع اندوزی ہے۔ اور چونکہ احسن و انفع ہونے کا (معیار) رسوم و احتیاجات اور پیشوں کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اسلئے ضروری ہے کہ فضل کلی کی دو حدیں (یا درجے) پیدا ہو جائیں (اول) فضل کلی عرف عام کے لحاظ سے اور دوم عرف خاص کے اعتبار سے۔

و فضل کلی بحسب عرف عام در ان اشیا باشد کہ ہمہ مردم بحسب جبلت و رسم عام احسن و انفع شمرند، بسبب آنکہ آن صفات اکثر باشد و متداول در مردمان، خصوصا افاضل ایشان در ہر طبقہ مانند گندم بہ نسبت جو و ذہب بہ نسبت نحاس۔

عرف عام کے لحاظ سے فضل کلی ان اشیاء میں ہوگا جنہیں سبھی لوگ اپنی جبلت اور رسم عام کے لحاظ سے اس لئے احسن اور انفع سمجھتے ہیں کہ وہ صفات لوگوں کے ہر طبقہ خصوصاً فاضل حضرات میں متداول ہوتی ہیں، مثلاً جو کے مقابلے میں گیہوں اور تانبے کی بہ نسبت سونے کی برتری و فضیلت۔

و فضل کلی بحسب عرف خاص مختلف باشد بحسب حاجات و اغراض طبقات و امم، مثلا از افراد انسان در اصطلاح طبقہ کہ بتدبیر ملک مشغول اند، فضل کلی کسی را باشد کہ بجمع رجال و نصب مکائد قتال و جبایت و تفریق اموال و سیاست مدن در جمیع احوال احذق و اقدر باشد و در عرف طبقہ کہ باستنباط علوم و درس آنہا مشغول اند، فضل کلی کسی را باشد کہ احفظ و اقدر باشد بر اقتناء علوم و تحریر و تقریر آن، و در زمرہ حدادان فضل کلی کسی را باشد کہ آلات حرب و ادوات ارتفاق با حسن وجہ میتواند ساخت، و اگر فضیلتی در کسی از غیر جہتی کہ غرض این طبقات بدان متعلق است ظاہر شود، مانند براعت جمال یا شرافت نسب، آنرا فضل جزئی گویند و گاہی ہمی مشغول باختلا

عرف خاص کے لحاظ سے فضل کلی طبقات و اقوام کی احتیاجات و اغراض کی مناسبت سے مختلف ہوتا ہے مثال کے طور پر انسان کے افراد (کو لیجئے تو) اس گروہ کی اصطلاح میں جو ملک کے انتظام و انصرام میں مشغول ہے، فضل کلی اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو لوگوں کو اکٹھا کرنے، جنگ کے حیلوں کو قائم کرنے، محاصل نافذ کرنے، اموال کو تقسیم کرنے اور تمام حالات میں ملکی سیاست میں سب سے زیادہ ماہر اور سب سے زیادہ قدرت والا ہوتا ہے۔ (اسی طرح) اس طبقہ کے عرف (رسم و رواج) میں جو علوم کی تحصیل اور ان کی تدریس میں مشغول ہے، فضل کلی اس کو حاصل ہوتا ہے جو علوم کے اکتساب اور انہیں تحریر و تقریر میں لانے پر سب سے زیادہ قوی الحافظہ اور صاحب قدرت ہوتا ہے، (ایسے ہی) لوہاروں کے زمرہ میں اسے فضل کلی ہوتا ہے جو جنگی اسلحے اور عام منفعت کے اوزار نہایت عمدہ طریقہ سے بنا سکتا ہے اور اگر کسی شخص میں کوئی فضیلت کسی ایسے امر (وصف) میں ظاہر ہو جن سے ان طبقات کی اغراض وابستہ نہ ہوں مثلاً حسن و جمال یا شرافت نسب تو

بدو فن در عرف ایشان مستخرج باشد نہ ہر دو فن معا
مانند خاندانی از سادات کہ بنجابت و یسار ہر دو
مفتخر باشند، و مانند خاندانی از قریش کہ بعلم و نجابت
ہر دو مبتہج باشند پس درمیان ایشان اگر
شخصی علم و یسار ندارد و نجابت کاملہ دارد اورا
فضل کلی بعرف ایشان نتوان داد و این مقدمہ
از تفتیش استعمالات فرق و امم واضح گردد۔

مقدمہ ثالثہ:۔ ہرگاہ اہل ملت کہ جامع باشند
ہمت خود را بر پیغامبری مبعوث من عند اللہ تعالیٰ بعلمی
و کتابی جدا، و معتقد باشند بآنکہ سعادت محصور است در
اتباع این پیغمبر و این پیغمبر میزان خیریت و فضیلت است
چنانکہ در حدیث شریف آمدہ و احسن الہدی ھدی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم، و این پیغمبر افضل بشر است
بلکہ افضل از ملائکہ نیز فضل کلی استعمال کنند در علوم ملت
خود بحکم مقدمہ سابقہ مراد ایشان نباشد الا اشبہ بودن
بہ پیغامبر خود در صفاتی کہ پیغامبر را از جہت پیغامبری او
ثابت است، و تحمل اعباء ترویج و نشر آن ملت، و
واسطہ بودن درمیان پیغامبر و امت او در ان علوم، و
تربیت کردن امت بر منہاج تربیت پیغامبر، نظیر
آنکہ در مذہب شافعی ابو اسحاق شیرازی و بعد از وی
امام محمد غزالی و بعد از وی امام رافعی و بعد از وی امام
نووی افضل اصحاب او شدند کما لایخفی علی متتبعی مذہبہ
و در مذہب حنفی امام ابو یوسف و امام محمد و بعد از ایشان
طحاوی و کرخی و بعد از ایشان قدوری و برہان الدین
مرغینانی و ابو البرکات نسفی افضل اصحاب ابی حنیفہ
بودند، و در طریق نقشبندیہ شیخ علاء الدین عطار
و بعد از ایشان خواجہ عبید اللہ احرار افضل اصحاب
او شدند الی غیر ذلک من الامثلۃ والنظائر بفہم

اسے فضل جزئی کہتے ہیں، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ دو فن یا ہنر کی
تحصیل میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کا عرف ان دونوں فنون سے بیک وقت مستخرج
(حاصل) ہوتا ہے جیسے سادات کا خاندان جنہیں نجابت اور تونگری دونوں ہی فخر
حاصل ہیں یا مثلاً قریش کا کوئی گھرانہ جسے علم اور نجابت دونوں ہی (اوصاف کی
بدولت) فخر و شرف ملا ہو۔ تو اگر لوگوں میں سے کسی میں علم اور تونگری نہ ہو مگر کامل نجابت
(بھرپور نسلی شرافت) ہو تو ایسے شخص کو ان کے عرف کے مطابق فضل کلی نہیں حاصل ہو سکتا
اور یہ مقدمہ مختلف گروہوں اور قوموں کے استعمالوں (کے طریقوں) کی تفتیش و جستجو سے
واضح ہو جاتا ہے۔

تیسرا مقدمہ:۔ ایک مذہب و ملت کے ماننے والے جنہوں نے اپنی ہمت
کو ایک ایسے پیغمبر پر جمع کر لیا ہے جو اللہ کی جانب سے ایک خاص علم
اور ایک علیحدہ کتاب کے ساتھ مبعوث ہوا اور یہ کہ وہ لوگ اس بات کے
معتقد ہیں کہ اس پیغمبر کی پیروی میں سعادت و فلاح کا انحصار ہے اور
یہ کہ یہ پیغمبر خیر اور فضیلت کی میزان اور معیار ہے جیسا کہ حدیث شریف
میں آیا ہے کہ "سب سے اچھی راہ ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ ہدایت ہے"
اور یہ کہ یہ پیغمبر تمام انسانوں بلکہ فرشتوں سے بھی افضل ہے، جب یہ
لوگ اپنی ملت کے علوم (کے بارے) میں فضل کلی (کا لفظ) استعمال کرتے
ہیں تو مقدمہ سابقہ کی بنا پر ان کا مقصد صرف اپنے پیغمبر سے ان
صفات میں سب سے زیادہ مشابہ ہوتا ہے جو پیغمبر ہونے کے سبب
ان کے لئے ثابت ہیں اور اس ملت کی ترویج و اشاعت کی ذمہ داری
سنبھالنا ہے اور ان علوم میں پیغمبر اور ان کی امت کے درمیان واسطہ
بننا ہے اور پیغمبر کے طریقہ پر اس امت کی تربیت کرنا ہے۔ اس کی
مثال یہ ہے کہ امام شافعی کے مذہب میں ابو اسحاق شیرازی، ان کے
بعد امام محمد غزالی، ان کے بعد امام رافعی اور ان کے بعد امام نووی ان (امام
شافعی) کے اصحاب میں افضل ہوئے اور یہ بات ان کے مذہب کے
پیروؤں پر پوشیدہ نہیں ہے (اسی طرح) مذہب حنفی میں امام ابو یوسف
اور امام محمد، ان کے بعد طحاوی، کرخی اور ان کے بعد قدوری و برہان الدین
مرغینانی اور ابو البرکات نسفی (امام) ابو حنیفہ کے اصحاب میں سب سے
افضل تھے (اسی طرح) طریق نقشبندیہ میں شیخ علاء الدین عطار اور ان کے
بعد خواجہ عبید اللہ احرار ان کے اصحاب میں سب سے افضل ہوئے

اگر میتوانی فہمید کہ نظام ملت بوجہی از وجوہ
مشابہت دارد بانظام سیاست مدینہ، وچنانکہ
در سیاست مدنیہ امر ملک تمامی نمی شود بغیر اعانت
اعوان کہ بمنزلہ جوارح ملک اند، امر ملت نیز تمامی
نمی شود بدون اعوان پیغامبر کہ بمنزلہ جوارح پیغامبر
باشند، باز اعوان مختلف اند بعض اہل قلم وبعض
اہل سیف وہر شخصی از ہزاران ہزار دخل وارد در
اتمام امر او بر حسب مقدار خود، وافضل اعوان کسی
است کہ بمنزلہ وزیر وبخشی باشد در جمع جنود وتدبیر
نصب وعزل، وشریک بادشاہ شود در حل وعقد
وجمع وتفریق، ہمچنان سیاست ملت تمام نمیشود
بدون قراء وغزاۃ وعلماء ودیگر راانند ہزاران ہزار دخلے
ہست در اتمام امر او بر حسب مقدار خود، وافضل
اعوان کسی است کہ عضد او شد در وقت تنہائی
او وعزت اسلام داد در وقت غربت او، وکسر
جماعت متعصبین نمود در وقت غلبۂ اعداء، وبعد
از انکہ پیغامبر برفیق اعلیٰ صعود فرمود علم او را شہرہ
ساخت، ودین او را در عرب وعجم شائع گردانید،
واینکہ گفتیم کہ تشبہ در صفاتے کہ از جہت نبوت
حاصل شدہ است می باید، از ان جہت گفتیم کہ
حضرت پیغامبر را صلوات اللہ وسلامہ علیہ
اوصاف کمال ہمہ جمع فرمودہ بود کہ بعض آن
با اصل نبوت لازم نیست، مثل جمال رائع ونسب
بالغ وصوت حسن وقوت بطش وباءت وغیر آن
ع آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری ٭
لیکن سخن در فضیلتی می رود کہ ہمہ انبیاء را
بہ امت خود ہا متحقق است وتشبہ بآن واعانت
دران۔

ان مثالوں اور نظائر کے علاوہ دوسری مثالیں اور نظیریں بھی موجود ہیں۔ اگر
سمجھ سکتے ہو تو اچھی طرح سمجھ لو کہ ملت کا نظام بوجوہ سیاست مدنیہ (ملکی
سیاست) کے مشابہ ہوتا ہے، اور جس طرح سیاست مدنیہ میں اعوان وانصار
کی مدد کے بغیر جو بادشاہ (ملک) کے جوارح کے مانند ہوتے ہیں۔ ملک کے
معاملات مکمل نہیں ہوتے، بالکل اسی طرح ملت کے معاملات بھی پیغمبر کے
اعوان وانصار کے بغیر جو پیغمبر کے جوارح کے بمنزلہ ہوتے ہیں، تمام ومکمل
نہیں ہوتے۔ پھر اعوان بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں ان میں سے بعض اہل قلم
ہوتے ہیں اور بعض اہل سیف ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک شخص پیغمبر کے امور
کے اتمام وتکمیل میں اپنی حیثیت ومقدرت کے مطابق ہزار ہا طریقوں سے حصہ لیتا
ہے اور بادشاہ کے اعوان وانصار میں سب سے زیادہ افضل وہ شخص ہوتا ہے
جو سپاہیوں کے جمع کرنے اور تقرر وعزل میں وزیر وبخشی کی طرح ہو اور حل و
عقد میں (توڑ جوڑ میں) اور لوگوں کے اکٹھا کرنے اور ان کو الگ کرنے میں
بادشاہ کا شریک ہو۔ اسی طرح ملت اور مذہب کی سیاست قاریوں،
غازیوں اور عالموں کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اور ان میں سے ہر شخص اس
(پیغمبر) کے امور کی تکمیل واتمام میں اپنی مقدرت کے مطابق ہزار ہا ہزار طریقوں
سے حصہ لیتا ہے اور (پیغمبر کے) اعوان وانصار میں سب سے زیادہ بافضیلت
وافضل وہ شخص ہوتا ہے جو پیغمبر کے تنہا ہونے کی حالت میں اس کا (قوت) بازو رہا
ہو، اور جس نے اسلام کو اس کی بے کسی کے وقت عزت دی ہو اور دشمنوں کے
غلبہ کے وقت متعصبین (دشمنان اسلام) کی جماعت کو شکست دی ہو، اور
پیغمبر کے اپنے رفیق اعلیٰ سے مل جانے کے بعد اس کے علم کو عام کیا ہو اور ان
کے دین کو عرب وعجم میں پھیلایا ہو۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ (پیغمبر کو) جو صفات
نبوت کی جہت سے حاصل ہوتی ہیں انہیں صفات میں (اعوان وانصار) کی
مشابہت ضروری ہے، تو یہ بات ہم نے اس وجہ سے کہی ہے کہ ہمارے پیغمبر کو ان پر
اللہ کا درود اور سلام ہو ہر طرح کے اوصاف کمال کے جامع تھے جن میں سے بعض
کمالات نبوت کے ساتھ لازم وضروری نہیں تھے مثلاً حسن وجمال کامل نسب اعلیٰ
خوبصورت آواز، قوت بطش (حملہ کی قوت) نکاح (کی قوت) وغیرہ ؎ آنچہ
خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری (جو خوبیاں تمام ارباب حسن میں بحیثیت مجموعی موجود
ہیں وہ سب کی سب آپ میں تنہا جمع ہو گئی ہیں) مگر یہاں ایسی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو
رہی ہے جو تمام انبیاء کو اپنی امتوں پر حاصل ہیں اور انہیں صفات میں مشابہت اور انہیں میں اعانت

سوال:- اگر گوئی کہ خدا تعالیٰ می فرماید إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ، واز ینجا فہمیدہ میشود کہ افضلیت منوط بحالتی است کہ فیما بین العبد وبین اللہ باشد۔

جواب:- گوئیم کہ تقوی امتثال اوامر واجتناب مناہی است، اوامر ونواہی در حالتی کہ فیما بین اللہ وبین العبد فقط باشد محصور نیست، جہاد از اوامر است، وامر معروف ونہی منکر از اوامر است، وتعلم علم از اوامر است، بسا اوقات کہ ذکر نفل وصلوٰۃ نفل وصدقہ نفل مفضول باشد بکثیری از جہاد ومشغول شدن بامر لشکر ومانند آن ع

ہر سخن وقتی وہر نکتہ مکانی دارد

ودر حدیث شریف آمدہ عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بمجلسین فی مسجدہ فقال کلاھما علی خیر واحدھما افضل من صاحبہ اما ھؤلاء فیدعون اللہ ویرغبون الیہ فان شاء اعطاھم وان شاء منعھم واما ھؤلاء فیتعلمون الفقہ اوالعلم ویعلمون الجاھل فھم افضل وانما بعثت معلما ثم جلس فیھم رواہ الدارمی وتفضیل عالم بر عابد امر مقرر است در دین، آری ازین آیہ بعد ملاحظہ سباق وشان نزول فہمیدہ می شود کہ جمال رائع ونسب بارع ومانند آن در اکرمیت دخل ندارد وہمین است حاصل این مقالہ ما۔

مقدمہ رابعہ:- تعین صفاتی کہ نبی را از جہت نبوت حاصل شدہ۔

باید دانست کہ اصل نبوت پیغامبران اولے

سوال:- اگر آپ یہ کہیں کہ اللہ فرماتا ہے إن اکرمکم عند اللہ اتقاکم (بیشک تم سب سے زیادہ بزرگ وبرتر وہ شخص ہے جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ متقی ہے) اور اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ افضلیت کا تعلق بندے اور اللہ کے مابین ایک خاص حالت سے ہے۔

جواب:- ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ تقویٰ نام ہے اوامر کی فرمانبرداری اور نواہی سے اجتناب کا۔ اور اوامر و نواہی جس حالت میں صرف اللہ اور بندے کے مابین ہوتے ہیں محصور و محدود نہیں ہیں (کیونکہ مثلاً) جہاد اوامر میں شمار ہوتا ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اوامر سے ہیں۔ علم سکھانا بھی اوامر سے ہے بسا اوقات ذکر نفل، نماز نفل اور صدقہ نفل جہاد اور لشکر کے انتظامات اور ان جیسے دوسرے امور میں مشغولیت سے بدرجہا مفضول (فضیلت میں کم) ہوتے ہیں ۔ ہر سخن وقتی وہر نکتہ مکانی دارد (ہر بات کا ایک وقت اور ہر نکتہ کا ایک محل ہوتا ہے)۔

حدیث شریف میں (حضرت) عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ (جناب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں لوگوں کے دو اجتماعات کے پاس سے گزرے اور یہ فرمایا کہ یہ دونوں ہی بھلائی اور نیکی پر ہیں لیکن ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے۔ سو جو لوگ اللہ سے دعا کررہے ہیں اور اس کی جانب مائل ہیں تو اگر اللہ نے چاہا تو ان کو (ان کا مدعا) عطا کرے گا اور اگر اس نے نہ چاہا تو نہ کرےگا۔ مگر (دوسرے) لوگ جو فقہ (علم) کی تعلیم دے رہے اور جاہلوں کو علم سکھا رہے ہیں تو یہ (پہلے گروہ) سے افضل ہیں، بیشک میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، اس کے بعد (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں میں بیٹھ گئے (اس حدیث کو) دارمی نے روایت کیا ہے۔ عالم کی عابد پر فضیلت دین میں ایک طے شدہ بات ہے۔ ہاں اس آیت (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) کے سباق وشان نزول کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ جمال رائع (حسن صورت) اور نسب بارع (اعلیٰ نسب) اور ایسی دوسری باتوں کا اکرمیت (سب سے زیادہ برتر و مشرف ہونے) میں کوئی دخل نہیں ہے اور ہمارے اس مقالہ کا حاصل یہی ہے۔

چوتھا مقدمہ:- ان صفات کے تعین (سے متعلق) جو نبی کو نبوت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ اولوالعزم پیغمبروں کی نبوت کا مقصد اساسی

العزم ارادہ حق تبارک وتعالی است لطف بہ بندگان خود وتقریب ایشان بخیر ببعث پیغامبری از میان ایشان، واعلاء کلمہ او واظہار حجج او وشائع گردانیدن علم او قال اللہ تعالی ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ۝ انہم لہم المنصورون ۝ وان جندنا لہم الغالبون[1] ۝ وعن عیاض بن حمار المجاشعی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم فی خطبتہ الا ان ربی امرنی ان اعلمکم ما جہلتم وان مما علمنی یومی ہذا کل مال نحلتہ[2] عبدا حلال، وانی خلقت عبادی حنفاء کلہم وانہم اتتہم الشیاطین فاختالتہم[3] عن دینہم وحرمت علیہم ما احللت لہم وامرتہم ان یشرکوا بی ما لم انزل بہ سلطانا، وان اللہ نظر الی اہل الارض فمقتہم عربہم وعجمہم الا بقایا من اہل الکتاب، وقال انما بعثتک لابتلیک وابتلی بک وانزلت علیک کتابا لا یغسلہ[4] الماء تقرؤہ نائما ویقظان، وان اللہ امرنی ان احرق قریشا فقلت رب اذا یثلغوا راسی فیدعوہ خبزۃ قال استخرجہم کما اخرجوک واغزہم نغزک وانفق فسننفق علیک وابعث جیشا نبعث خمسۃ مثلہ وقاتل بمن اطاعک من عصاک، رواہ مسلم[5]۔

بعد ازان چون تامل بلیغ بکار بریم معلوم شود کہ از لوازم نبوت واجزاء آن تمیز نبی است از سائر بشر در ہر

تبارک تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف وعنایت کا ارادہ، ان کے درمیان ایک پیغمبر کو مبعوث فرما کر ان کو بھلائی سے قریب کرنا، اپنے کلمہ کی سربلندی، اپنے دلائل وبراہین کو ظاہر کرنا اور اپنے علم کو شائع کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور اپنے پیغمبر بندوں کے حق میں پہلے ہی ہمارا ارشاد ہو چکا ہے کہ بیشک انہیں کی مدد ہوتی ہے اور بیشک ہمارا لشکر ضرور غالب ہوگا۔" (الصافات ۱۷۱-۱۷۳)

عیاض بن حمار مجاشعی سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ میں فرمایا: "سنو! میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں بتاؤں جو تم نہیں جانتے۔ اور اللہ نے مجھے جو بات آج بتائی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے بندے کو جو کچھ مال عطا کیا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے۔ اور میں نے اپنے تمام بندوں کو حنفاء (عقیدۂ شرک سے پاک) پیدا کیا ہے۔ مگر شیاطین ان کے پاس آئے اور انہیں (فطری) دین سے ہٹا دیا۔ اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی ہیں وہ (شیاطین نے) ان پر حرام کر دیں اور انہیں سکھایا کہ وہ میرے ساتھ اسکو شریک بنائیں جس کی سند ودلیل میں نے نازل نہیں کی تھی اور یہ کہ اللہ نے تمام روئے زمین کے لوگوں کی طرف دیکھا تو سب کو ناپسند کیا عربوں کو بھی اور عجمیوں کو بھی سوائے چند اہل کتاب کے (جو اصلی دین پر باقی تھے) اور (اللہ نے) فرمایا (اے محمد!) بیشک میں نے تم کو اسلئے مبعوث کیا ہے تاکہ ان لوگوں کے ذریعہ تمہاری آزمائش کروں اور تمہارے ذریعہ ان لوگوں کی آزمائش کروں۔ اور (فرمایا) میں نے تم پر ایک ایسی کتاب اتاری ہے جسے پانی نہ دھو سکیگا (وہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ رہے گی) تم اسے سوتے اور جاگتے پڑھتے ہو۔ اور سنو! اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں (کفار) قریش کو جلا دوں (ہلاک کر دوں) اور پھر میں نے کہا اگر میں نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو (قریش) میرے سر کو چور چور کر کے روٹی کے مائدہ کی طرح کر دیں گے۔ تو اللہ نے فرمایا میں انہیں اس طرح (مکہ سے) نکالوں گا جس طرح انہوں نے تم کو نکالا ہے اور تم ان سے جہاد کرو ہم تم کو جہاد کی قوت عنایت کرینگے تم (جہاد کیلئے) خرچ کرو ہم تمہیں دیں گے۔ اور تم ان (قریش) کے خلاف ایک لشکر بھیجو ہم اس جیسے پانچ لشکر بھیجیں گے، اور تم ان لوگوں کے ساتھ مل کر جنہوں نے تمہاری اطاعت کی ان لوگوں سے قتال کرو جنہوں نے تمہاری نافرمانی کی ہے۔" (مسلم)

اس کے بعد اگر ہم اس امر پر خوب غور کریں تو ہمیں یہ بات معلوم ہوگی کہ نبوت کے لوازم اور اس کے اجزاء میں یہ بات شامل ہے کہ نفس ناطقہ کی دونوں قوتوں میں

[1] الصافات ۱۷۱-۱۷۳ [2] وہبتہ تونے عطا کیا [3] وفی نسخۃ "فاختالتہم" ای حبستہم عن دینہم وصدتہم عنہ [4] ای محفوظ فی الصدور [5] مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۸۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

و در قوت نفس ناطقہ کہ قوت عاملہ و عاقلہ است، پس خدا تعالیٰ پیغامبر را بفضل و نعمت خود بی سابقۂ عملی در قوت عاقلہ زیادتی عطا میفرماید کہ بسبب آن وحی از جانب غیب باو میرسد و جنت و نار را مشاہدہ میفرماید و ملائکہ را بصور آنہا بیند و در واقعات در رویار صالحہ واقعات آئندہ را بصور مثالیہ در می یابد، و بسوئی این جزو اشارت واقع شدہ است در حدیث الرویا جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ، و ہمچنین در قوت عاملہ او مددی میدہد کہ بسبب آن سمت صالح نصیب او میگردد، و در رعایت آداب عبادات و تدبیر منزل و سیاست مدنیہ بطوری کہ از ان خوبتر متصور نشود اہتمام میفرماید، و خلق شجاعت و سیاست و عدالت و کفایت و شناختن مصلحت ہر وقتی او را عطا میکند، و بسوی این جزء اشارت واقع شد در حدیث السمت الصالح جزء من خمسۃ وعشرین جزء من اجزاء النبوۃ،

جو کہ قوتِ عاملہ اور قوت عاقلہ ہیں، نبی تمام انسانوں سے ممتاز و نمایاں ہوتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ اپنے فضل و نعمت سے کسی پہلے عمل کے بغیر پیغمبر کی قوتِ عاقلہ میں اضافہ کر دیتا ہے، کہ اسی کے سبب سے غیب سے وحی اس تک پہونچتی ہے، وہ جنت و دوزخ کا مشاہدہ کرتا ہے، فرشتوں کو ان کی اپنی صورتوں میں دیکھتا ہے اور واقعات و رؤیائے صالحہ میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کو مثالی صورتوں میں پا لیتا ہے۔ اسی بات کی جانب اس حدیث میں اشارہ ہوا ہے کہ رؤیا (خواب) نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے اسی طرح (اللہ تعالیٰ نبی کی) قوت عاملہ کو مدد دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کو سمت صالح[1] نصیب ہوتی ہے اور وہ عبادات، تدبیر منزل و سیاست مدنیہ کے آداب کو ملحوظ رکھنے میں ایسا اہتمام کرتا ہے کہ اس سے بہتر تصور میں نہیں آسکتا (اسی طرح اللہ) اسے شجاعت، سیاست، عدالت، کفایت کی صفات اور مصلحت وقت کو سمجھنے کی صلاحیت عطا کرتا ہے۔ اسی جزء کی جانب اس حدیث میں اشارہ ہوا ہے "سمت صالح نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے"۔

اگر میخواہی کہ خواص نبی را بفہمی فرض کن کہ چہار شخص را در یک تن جمع کردہ اند و نام آن مجموع را نبی گذاشتہ، بادشاہی کہ صاحب حکمت عملی او را انسان مدنی میگویند، یعنی انسانی کہ ظل نفس ناطقہ او بر مردمان می افتد، و بسبب آن ظل التیامی و انتظامی در میان افراد بشر واقع می شود و ہر یکے بر جای خود قرار گرفتہ تربیتی مناسب عادت میگیرد از انواع اہل قلم و ابطال و مدبران جیش و سیاست کنندگان در بلدان و مزارعان و تجار و غیر ایشان، پس اگر اجتماع و ترتیب در میان این فرق متحقق نباشد بسبب ظل نفس ناطقہ او کہ بر ایشاں می افتد

اگر تم نبی کی خصوصیات کو سمجھنا چاہتے ہو تو یہ فرض کر لو کہ ایک جسم میں چار اشخاص کو جمع کر دیا گیا ہے اور اس مجموعہ کا نام نبی رکھ دیا گیا ہے (ان میں پہلا شخص) ایک بادشاہ ہے جسے حکمت عملی (سیاسیات) کے عالم میں "انسانِ مدنی" کہتے ہیں۔ یعنی ایک ایسا انسان جس کے نفس ناطقہ کا سایہ (ظل) لوگوں پر پڑتا ہے اور اس سائے (ظل) کی وجہ سے سب افرادِ بشر (یعنی قلم کاروں، شمشیر زنوں، فوجی سپہ سالاروں، شہروں کا انتظام کرنے والوں، کاشتکاروں اور تاجروں وغیرہ) کے درمیان ایک طرح کا ربط و نظم پیدا ہو جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی صلاحیتوں اور ذوق کے مطابق تربیت حاصل کرتا ہے۔ سو اگر ان لوگوں میں جمعیت و ترتیب پہلے سے موجود نہیں ہوتی تو اب اس (بادشاہ) کے نفس ناطقہ کے سایے (ظل) کی وجہ سے جو اس کے اقوال و افعال

[1] سمت صالح یعنی نیکی و خیر کی ہیئت و حالت اور سنجیدہ وضع۔

بواسطہ افعال واقوال او از سرنو متحقق گردد، واگر متحقق باشد بکمال خود رسد، دہرنا بایستنی کہ دروی ہست زائل گردد، قصہ مختصر کنم ہرچہ درین انسان می باید از بخت وحکمت وعدالت وشجاعت وکفایت وغیر آن ہمہ در نبی بہ بین۔

وحکیمی کہ در حکمت عملی بسرآمدہ، وعلم اخلاق وتدبیر منازل وسیاست مدن نیک شناختہ، واصول و فروع آن علوم را حاوی شدہ، وبرعلم اکتفا نمودہ بلکہ ہمہ آن صفات تحقیقا وتخلقا دروی نمایاں شدہ، وآثار آن صفات حینا فحینا از وی میترا ودکہ کل اناء یترشح بما فیہ۔

وصوفی مرشدی کہ درمیان زمرۂ صوفیان نشستہ مصدر کرامات عجیبہ وخوارق غریبہ گشتہ، وبقوۂ ارشاد خود بادیہ پیمایان ضلال را راہ نجات نمودہ، بعد از انکہ طریق تہذیب نفس بطاعات وریاضت نیک شناختہ، وحس مشترک او مرآۃ علوم حقہ گشتہ، وخفایای عالم ملک وخبایای عالم ملکوت بروی مفاض شدہ، وخواص اعمال جوارح واذکار زبان نیک ورزیدہ، بجزئی وکلی این فنون ماہر گردیدہ مثل آنچہ در مقامات مشائخ بامثل بہجۃ الاسرار و مقامات خواجہ نقشبند خواندہ باشی۔

وجبرئیلی کہ جارحہ از جوارح تدبیر الٰہی گشتہ، و واسطہ اخذ علوم حقہ از منبع آن شدہ، ولا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون وصف او شدہ، واز جذر جبلت او راہی بحظیرۃ القدس کشادہ، واز ان راہ علوم مجردہ عالیہ در عقل وقالب او ریختہ، واطمینانی وثلجی ویقینی و عظمتی میسر او شدہ۔

باز تامل باید کرد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ایام

کے توسط سے ان پر سایہ فگن ہوتا ہے (وہ جمع وترتیب) نئے سرے سے وجود میں آجاتی ہے۔ اور اگر (یہ جمع وترتیب اور ربط ونظم پہلے ہی سے) موجود ہو تو (اس بادشاہ کی وجہ سے) اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے اور ہر نامناسب بات جو اس میں ہوتی ہے زائل ہو جاتی ہے قصہ مختصر یہ کہ اس شخص (بادشاہ) میں بخت، حکمت عدالت شجاعت کفایت وغیرہ جو بھی (صفات) ہونی چاہئیں وہ سب کی سب نبی میں ہوتی ہیں۔

دوسرا شخص ایک ایسا حکیم (فلسفی) ہے کہ حکمت عملی میں سرآمد روزگار ہے اور علم اخلاق، تدبیر منازل وسیاست مدن کو اچھی طرح جانتا ہے اور ان علوم کے تمام اصول وفروع پر حاوی ہے۔ اور اس نے صرف علم ہی پہ اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ وہ تمام اوصاف عملاً وعادتاً اس میں نمایاں ہو چکے ہیں اور ان اوصاف کے آثار وقتاً فوقتاً اس سے مترشح ہوتے ہیں کہ ”ہر برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے“۔

تیسرا شخص ایک ایسا صوفی مرشد ہے جو صوفیوں کے گروہ میں بیٹھا ہوا ہے اور اس سے عجیب عجیب کرامتوں اور نادر الوجود خوارق کا صدور ہو رہا ہے اور وہ اپنی رہنمائی کی قوت سے گمراہی کے صحرا نوردوں کو نجات کا راستہ دکھا رہا ہے۔ بعد اسکے کہ اس نے اطاعت خداوندی اور مشق وریاضت کی بدولت تہذیب نفس کے طریقوں کو خوب جان لیا ہے اور اسکی حس مشترک علوم حقہ کا آئینہ بن گئی ہے اور عالم ملائکہ و عالم ملکوت کی پوشیدہ وخفیہ باتیں اس کی ذات پر عیاں ہو گئی ہیں۔ اور اس نے جوارح (ظاہری اعضاء کے اعمال) کے خواص اور زبان کے اذکار ووظائف کو اچھی طرح اختیار کیا اور ان کی مشق بہم پہنچائی کہ ان فنون کی تمام جزئیات وکلیات کا ماہر ہو گیا ہے۔ جیسا کہ تم نے مقامات مشائخ میں مثلاً بہجۃ الاسرار و مقامات خواجہ نقشبند میں پڑھا ہوگا۔

چوتھا جبرئیل ہے کہ جو تدبیر الٰہی کے جوارح (آلات) میں سے ایک جارحہ (آلہ) ہے اور (اصل) منبع علوم سے علوم حقہ کی تحصیل کا واسطہ وذریعہ بنا ہوا ہے۔ اور اس کا وصف یہ ہے کہ اللہ (فرشتوں کو) جو حکم دیتا ہے وہ اسکی نافرمانی نہیں کرتے اور جس بات کا حکم انہیں دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں“ اور ان کی جبلت کی اصل سے حظیرۃ القدس کی جانب ایک راہ کھلی ہوئی ہے اور اس راہ سے اس کی عقل وقالب (جسم) پر علوم مجردہ عالیہ القاء کئے گئے ہیں اور ایک طرح کا اطمینان وسکون اور یقین وعظمت اس کو میسر ہے۔

پھر اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

بود، بچہ چیز اعتنا تمام نمودند، واثر آثار آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم در عالم چہ چیز باقی ماند و ہر چند این
سخن دراز است اما از جزئیات بکلیات انتقال
می باید کرد، وحدس ذہن را کار باید فرمود، قال اللہ
تعالیٰ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا
منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم
یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من
قبل لفی ضلال مبین واٰخرین منھم
لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔

پس باید دانست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
در زمانی مبعوث شدند کہ شرک در عبادت شائع
بود، و معاد را اثبات نمیکردند، وعبادات را فراموش
ساختہ بودند، و در دین حنیفی کہ منسوب است بحضرت
ابراہیم تحریفہا راہ یافتہ بود، در اول بعث ابطال
شرک نمودند، و اثبات مجازاۃ فرمودند، و تحریفات
را برانداختند، آنگاہ عرب عامہ و قریش خاصہ بتعصب
برخاستند و ایذا ہا دادند، آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بقوت خداداد در مقابلہ ومجادلہ ایشان
استقامت نمودند تا آنکہ راہی واضح شد، و اسلام
از کفر ممتاز گشت، و مردمان در دین حق در آمدند،
بعد از ان مامور شدند بہجرۃ و بجہاد، دران باب
بتائید الٰہی سعی کہ زیادہ بر آن مقدور بشر نباشد بجا آوردند،
و فتحہا واقع شد، و ہزیمت ہا بر کفار افتاد،
و دین جاہلیت از ہم پاشید، و مظالم و مخالفت
بسنت عادلہ کہ شیوع تمام یافتہ بود در مکمن
عدم رفت، و علمی کہ ہرگز باآن آشنا نبودند درمیان
ایشان شائع شد، و آن دہ علم است علم[1] قرآن و
علم[2] ایمان یعنی ارکان پنجگانہ اسلام با توقیت
اوقات و تعیین آداب و مانند آن و علم[3] معاد

اپنے زمانہ میں کس چیز کی طرف پوری توجہ کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں سے
کیا چیز دنیا میں باقی رہی۔ ہر چند کہ یہ بات (تفصیل طلب) ہے مگر جزئیات سے
کلیات کی جانب منتقل ہونا چاہئے اور ذہانت و قیاس سے کام لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے "وہ اللہ ہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا
جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے۔ ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور
انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی
ہوئی گمراہی میں تھے۔ اور نیز اللہ نے اس رسول کو دوسرے لوگوں کی طرف
بھی بھیجا ہے جو ابھی تک ان (عرب کے مسلمانوں) میں شامل نہیں ہوئے ہیں (مگر
آخر کار آئیں گے) اور اللہ غالب و حکمت والا ہے"۔ (جمعہ ۱)

پس جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے زمانے میں مبعوث ہوئے
جبکہ عبادت میں شرک عام تھا۔ آخرت (حیات بعد الممات) کو لوگ نہ مانتے
تھے۔ عبادات کو لوگوں نے فراموش کر دیا تھا، دین حنیفی میں جو کہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی جانب منسوب ہے، تحریفات ہو گئی تھیں، سو (آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بعثت کے آغاز میں شرک کا ابطال کیا، اور جزا
وسزا کا اثبات کیا، تحریفات کو ختم کیا، اس وقت عرب بالعموم اور قریش بالخصوص
تعصب سے آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو تکلیفیں پہنچائیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خداداد قوت سے ان کے مقابلہ اور
ان سے مجادلہ میں ثابت قدمی دکھائی جس کی بدولت راہ (حق) واضح
ہو گئی اور اسلام کفر سے نمایاں ہو گیا، لوگ دین حق میں داخل ہوئے۔ اس
کے بعد (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہجرت اور جہاد کا حکم دیا گیا، اسی
سلسلہ میں آپ نے تائید خداوندی سے ایسی کوشش کی جس سے زیادہ انسان
کے بس میں نہیں تھی۔ (نتیجتاً) فتوحات حاصل ہوئیں، کافروں کو شکستیں اٹھانی
پڑیں۔ جاہلیت کا دین پاش پاش ہو گیا، سنت عادلہ (منصفانہ طریقوں)
کی مخالفت اور ظلم و ستم نے جن کا چلن اور رواج ہو گیا تھا، عدم کی راہ
لی، ایسا علم جس سے وہ (عرب)۔۔۔۔ بالکل ناآشنا تھے ان میں
رائج ہو گیا۔ اور یہ دس علم ہیں۔

علم قرآن[1]، علم الایمان[2]، یعنی اسلام کے ارکان پنجگانہ اپنے
اوقات کی پابندی اور آداب کی تعیین وغیرہ کے ساتھ۔ علم[3] معاد
(آخرت) یعنی برزخ، حشر، جنت و دوزخ کے حالات کی تشریح

یعنی شرح احوال برزخ وحشر وجنت ونار وعلم
احسان یعنی از قوالب عبادات بارواح آن واز
صور طاعات بانوار آن ترقی نمودن ونام احسان
امروز طریقت ومعرفت است وعلم شرائع وتدبیر
منازل وسیاست مدن وطریق معاش وعلم اخلاق
وعلم آداب وعلم فتن یعنی حوادث آئندہ وعلم
فضائل اعمال وعلم مناقب عمال، واین ہمہ علوم را بوجہی
شرح وتفصیل داد وشائع ومشہور گردانید کہ
باقاصی وادانی وصغیر وکبیر وذکی وغبی رسید، الاہر
نصیبی کہ شقاوت ازلی او را درگرفتہ باشد وتربیت
فرمود اہل زمان خود را تا آنکہ اہل بدو ومکان صحرا
محسنین ومقربین گشتند، واین تربیت بفیض صحبت
بابرکت بود، وامر معروف ونہی منکر در ہر حالتی
بقدر آن حالت، وبہمین منن عظمی کہ اشارہ واقع
شد درین آیت اگر عمری در تامل بگذرانی مثل این
منقح ومحصل نیابی۔

مقدمہ خامسہ۔ بیان آنکہ حالتی کہ بسبب
آن غیر نبی بانبی تشبہ کند چیست، واعانت کلی پیغمبر
در اموری کہ پیغامبر برائے او مبعوث شدہ وباعتنا
تمام آنرا سرانجام داد بچہ قسم متصور گردد، بدانکہ تشبہ
در خصلت اولی کہ ارادہ بعث است بآن طریق
تواند بود کہ ارادہ منعقد شود بآنکہ اتمام این کار بر
دست بعضی امتیان کنند واین معنی را پیغامبر
ارشاد فرماید، قال اللہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ
اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون
عن المنکر وتؤمنون باللہ۔

عن بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ انہ
سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول
فی قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ الآیۃ قال

علم احسان یعنی عبادات کے قالب (ظاہری پہلو) سے ان کی ارواح (باطنی
پہلو) کی جانب اور طاعات کی صورتوں (مادی پہلو) سے ان کے انوار
(روحانی پہلو) کی جانب ترقی کرنا۔ اور احسان کا نام آجکل طریقت و
معرفت ہے، تدبیر منازل شہروں کی سیاست اور طریق معاش سے
متعلق شریعت کا علم، علم اخلاق۔ علم آداب۔ علم فتن یعنی وقوع پذیر
ہونے والے حادثات وواقعات (کا علم) علم فضائل اعمال اور علم مناقب عمال
(نیکوکاروں کے محاسن وفضائل کا علم) (آنحضرت نے) ان تمام علوم کی اس طرح
تشریح اور ان کی ایسی تفصیل کی اور انہیں شائع ومشہور کیا کہ یہ (سارے علوم)
دور ونزدیک کے لوگوں، چھوٹے اور بڑے، ذکی وغبی (سب تک) پہنچ
گئے، سوائے ایسے بدنصیب کے جس کو ازلی بدبختی نے دبوچ لیا تھا (نیز)
آپ نے اپنے زمانے کے لوگوں کی تربیت فرمائی جس سے بدو اور صحرا
نشین (تک) محسنین ومقربین بن گئے۔ یہ تربیت آپ کی صحبت با
برکت کے فیض سے تھی، نیز ہر شخص کے حسب حال اور موقع محل کی مناسبت
سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا نتیجہ تھی۔ مذکورۃ الصدر آیت میں
خدا تعالیٰ نے اپنے جن عظیم احسانات کی طرف اشارہ فرمایا ہے اگر ان پر
ایک عمر تک غور وفکر کروگے تو بھی اس جیسی وضاحت وتفصیل نہ پاؤگے،

پانچواں مقدمہ:۔ یہ بیان کہ وہ کونسی حالت ہے جس کی وجہ سے نبی
کے ساتھ غیر نبی مشابہ ہوتا ہے اور جن امور کے لئے پیغمبر مبعوث کیا گیا
اور جن کو اس نے پوری توجہ سے سرانجام دیا، ان امور میں پیغمبر کی مکمل اعانت
کس طور سے متصور ہوتی ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ غیر نبی کا نبی کے
ساتھ تشبہ پہلے اور بنیادی امر میں جو کہ ارادۂ بعثت یا مقصد بعثت
ہے اس طرح ہوسکتا ہے کہ مشیت وارادۂ الٰہی یہ ہو کہ (نبی کے) اس کام کی
تکمیل بعض امتیوں کے ہاتھوں ہو اور اس بات کو خود پیغمبر بیان فرمائے
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "تم ایک بہترین امت (گروہ) ہو جو لوگوں کے
لئے نکالی گئی ہے تم نیک کام کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے
ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو" (آل عمران ۱۱۰)

بہز بن حکیم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے باپ اور انہوں نے اپنے
دادا سے یہ روایت کیا کہ انہوں نے نبی (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم
کو "کنتم خیر امۃ" کی آیت سے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

انتم تتمون سبعين امة انتم خيرها واكرمها على الله اخرجه الترمذي

تم لوگ ستر امتوں کا تکملہ و تتمہ ہو اور تم اللہ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور سب سے مکرم ہو۔ (ترمذی)

وعن ابن عباس في قوله عز وجل كنتم خير امة اخرجت للناس قال هم الذين هاجروا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من مكة الى المدينة اخرجه الحاكم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رض نے اس آیت قرآنی (کنتم الخ) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ (مستدرک حاکم)

وقال اللہ تعالیٰ وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدونني لا يشركون بي شيئا ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان سے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں اسی طرح زمین میں اپنا نائب و خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان سے اگلوں کو خلیفہ و نائب بنایا تھا اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے جما کر رہے گا۔ اور خوف و خطر جو ان کو لاحق ہے اس کے بعد عنقریب ان کو اس کے بدلے میں امن دے گا کہ ہماری عبادت کیا کریں گے اور کسی کو ہمارا شریک نہ گردانیں گے اور جو ان (تمام احسانات) کے بعد بھی ناشکری کرے تو ایسے ہی لوگ بدکار اور فاسق ہیں" (النور ۵۵)

عن ابي بن كعب قال لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه المدينة وآواهم الانصار رمتهم العرب عن قوس واحدة كانوا لا يبيتون الا بالسلاح ولا يصبحون الا فيه فقالوا اترون انا نعيش حتى نبيت آمنين مطمئنين لا نخاف الا الله فنزلت وعد الله الذين آمنوا منكم الآية۔ اخرجه الحاكم۔

حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مدینہ آئے اور انصار نے انہیں پناہ دی اور تمام عرب نے انہیں ایک کمان سے مارا (سارا عرب ان کا دشمن ہو گیا) تو وہ لوگ رات کو ہتھیار لگا کر سوتے تھے اور جب صبح کو اٹھتے تو ہتھیار بند رہتے تھے۔ سو انہوں نے کہا کیا ہم اس وقت تک جئیں گے کہ رات کو سلامتی و سکون کے ساتھ سو سکیں اور اللہ کے سوا کسی اور کا خوف نہ ہو۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مستدرک حاکم)

وعن ابي عروة قال كنا عند مالك بن انس فذكروا رجلا ينتقص اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مالك من اصبح من الناس وفي قلبه غيظ على اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقد اصابته هذه

ابو عروہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت مالک بن انس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی برائی کرتا تھا، اس پر حضرت مالک بن انس رض نے فرمایا: "جس شخص کے دل میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ہوگی تو اس پر آیت (وعد اللہ الذین الآیۃ) کی مار پڑے گی"۔ (واحدی)

الآیۃ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت اخرجہ الواحدی۔

وقد بینا ان اللہ تعالیٰ کشف علی نبیہ بما رأی اصحابہ ان المراد بذلک استخلاف اصحابہ ثلثین سنۃ۔ وقال اللہ تعالیٰ ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت منھم مغفرۃ و اجرا عظیما

عن خیثمۃ قال قرأ رجل علی عبد اللہ سورۃ الفتح فلما بلغ کزرع اخرج شطأہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار قال لیغیظ اللہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وباصحابہ الکفار قال ثم قال عبد اللہ انتم الزراع وقد دنا حصادہ اخرجہ الحاکم۔ وعن عائشۃ فی قولہ تعالیٰ لیغیظ بھم الکفار قالت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امروا بالاستغفار لھم فسبوھم اخرجہ الحاکم و قال الواحدی ھذا مثل ضربہ اللہ تعالیٰ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم فالزرع محمد والشطأ اصحابہ والمؤمنون حولہ وکانوا فی ضعف وقلۃ کما کان اول الزرع دقیقا ثم غلظ وقوی وتلاحق کذلک المؤمنون قوی بعضھم بعضا حتی استغلظوا واستووا علی امرھم

ہم یہ (پہلے) بیان کر چکے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی پر آپ کے صحابہ کے خوابوں کے ذریعہ یہ بات منکشف کر دی تھی کہ اس سے مراد آپ کے اصحاب کا تیس سال تک منصب خلافت پر فائز رہنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یہی اوصاف ان (اصحاب محمدؐ) کے تورات میں بھی (مذکور) ہیں اور (یہی) اوصاف ان کے انجیل میں بھی ہیں (اور وہ روز بروز اس طرح ترقی کرتے جائیں گے) جیسے کھیتی کہ اس نے (پہلے زمین سے) کونپل نکالی پھر اس نے (اپنی اس کونپل کو) قوی کیا چنانچہ وہ (رفتہ رفتہ) موٹی ہوتی (یہاں تک کہ) اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی (اور اپنی سرسبزی سے) کسانوں کو خوش کرنے لگی (اور خدا نے ان کو روز افزوں ترقی اسلئے (دی ہے) کہ ان (کی ترقی) سے کافروں کو جلاتے اس گروہ کے لوگ (جو سچے دل سے) ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان سے خدا نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

خیثمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ کے سامنے ایک شخص نے سورۂ فتح کی تلاوت کی اور جب وہ آیت کے اس حصہ "کزرع الخ" پر پہونچا تو انہوں نے کہا "تاکہ اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے ذریعہ کافروں کو جلائے اور مبتلائے غیظ و غضب کرے"، اس راوی کا بیان ہے کہ بعد از اں حضرت عبد اللہ نے کہا کہ "تم لوگ کسان ہو اور کھیتی کے کٹنے کا وقت آپہنچا ہے" (مستدرک حاکم) اور حضرت عائشہ نے اللہ کے اس ارشاد "لیغیظ بھم الکفار" کے بارے میں فرمایا (مسلمانوں کو) اصحاب رسول اللہ کے بارے میں مغفرت چاہنے کا حکم دیا گیا مگر انہوں نے ان (اصحاب رسول) کو گالیاں دیں" (مستدرک حاکم) واحدی کا قول ہے کہ یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان کیا ہے۔ سو زرع (کھیتی) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "شطأہ" (کونپل) ان کے اصحاب اور ان کے گرد (جمع ہونے والے) مؤمنین ہیں، یہ کمزور اور قلیل تھے۔ جس طرح کھیتی ابتدا میں پتلی اور کمزور ہوتی ہے، پھر موٹی اور مضبوط ہو جاتی ہے اس طرح مومنین ہیں کہ انہوں نے ایک دوسرے کو مضبوط کیا تا آنکہ وہ مضبوط و قوی ہو گئے اور ان کی حالت (معاملات) درست اور اعلیٰ ہو گئی" لیغیظ بھم الکفار" (کی تفسیر یہ ہے کہ) اللہ نے (اصحاب

لیغیظ بھم الکفار ای انما کثرھم وقواھم
لیکونوا غیظا للکافرین۔
اما تشبہ در زیادتی کہ در جزو علمی نفس ناطقہ
دہند بایں وجہ تواند بود کہ کسی را از امت محدث و
ملہم کنند تا بعض بروق غیب در دل او لمعان نماید،
وایں معنی بدو طریق تواند بود یکی آنکہ بمجرد شنیدن
سخن پیغامبر متنبہ شود باصل کار گویا آنرا بی واسطہ
می بیند ومی داند واز لوازم ایں معنی تصدیق دل است
بغیر اکتراث ونیز از لوازم او صحبت دائمہ با پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم با وصف فنا وفدا وتسلیم وترک
مخالفت اگرچہ در ادنی شی باشد، وامام ایں طریقہ
صدیق اکبر است، ودوم آنکہ فراست صادقہ او را
نصیب کنند وعقل او را از حظیرۃ القدس تائیدی دہند
کہ غالبا اصابت کنند در مجتہدات خود واز لوازم
ایں معنی آنست کہ وحی برحسب رای او نازل شود
ونیز از لوازم او آنست کہ ممتاز شود در میان ابناء
جنس خود بآنکہ ہر چیزی را کہ ظن کند موافق واقع افتد،
وامام ایں طریقہ فاروق اعظم است۔
اما تشبہ در زیادتی کہ در جزو عملی نفس ناطقہ دہند
بدو وجہ تواند بود وجہ اول آنکہ سمت صالح داشتہ
باشد وعدالت کاملہ ودر امور ملک رانی وسیاست
مدن داد آن دہد وبوجہی معاملہ کند کہ امت بروی
مختلف نشود، وتا مقدور بدون سل سیف در میان
مسلمین کار سرانجام دہد وجہاد عرب وعجم بنوعی کہ بہتر
از ان منصور نباشد بجا آرد، وحق شخصی از ہزاران
ہزار کہ در امر ملت سعی کنند جدا جدا شناسد، واز ہر
یکی کاری کہ از وی می آید بگیرد علماً وعملاً، ونصرت
دین را باقصی ہمت مطمح نظر خود سازد، گویا برای
ہمیں کار مخلوق شدہ وایں امر غایت سعادت

اور مومنین کی) تعداد بڑھائی اور انہیں قوی کیا تاکہ وہ کفار کے لئے
غیظ وصدمہ کا سبب ہوں۔
اب رہا نفس ناطقہ کے جزو علمی کی زیادتی میں (نبی سے) تشبہ، تو وہ
اس طور سے ہوسکتا ہے کہ امت (محمدیہ) میں سے کسی کو محدث وملہم
فرمائیں (یعنی اس کو الہام الٰہی ہو) تاکہ غیب کی بعض بجلیاں اس کے دل میں
اپنی چمک دکھائیں۔ اور یہ امر دو طریقوں سے ظہور میں آسکتا ہے۔ ایک
تو یہ کہ وہ شخص پیغمبر کی بات سنتے ہی اس کے اصل مدعا کو جان لے۔ گویا وہ شخص
اس بات کو کسی واسطہ کے بغیر دیکھتا اور جانتا ہے اور اس امر کے لوازم
میں سے یہ ہے کہ کسی جھجک کے بغیر فوراً دل سے (نبی کی) تصدیق کرے
اور اس امر کے لوازم میں یہ بات بھی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ہمیشہ اس طور سے رہے کہ اپنے کو ان کی ذات میں فنا وفدا کردے۔
ان کی ہر بات کو مانے اور ان کی مخالفت خواہ ادنی سے ادنی بات ہی میں کیوں
نہ ہو ترک کردے۔ اس طریقے کے امام حضرت صدیق اکبر ہیں۔ دوسرے یہ کہ
اس شخص کو فراست صادقہ بخشی گئی ہو اور حظیرۃ القدس سے اس کی عقل کی تائید
ومدد ہو کہ اس کے اجتہادات اکثر درست ہوں۔ اس امر کے لوازم یہ ہیں کہ
وحی اس کی رائے کے مطابق نازل ہو اور وہ اپنے ساتھیوں میں اس وصف میں
ممتاز ہو کہ وہ جس بات کا گمان کرے وہ حقیقت وواقع کے مطابق
نکلے۔ اس طریقے کے امام حضرت فاروق اعظمؓ ہیں۔
اب رہا نفس ناطقہ کے جزو عملی کی زیادتی میں (نبی سے) تشبہ تو وہ دو طرح
سے ہوسکتا ہے۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ اسے سمت صالح اور عدالت کاملہ
حاصل ہوں اور وہ جہاں بانی اور شہری سیاست میں اس سے ماہرانہ کام لے
اور اس طور سے عمل کرے کہ امت (محمدیہ) اس سے اختلاف نہ کرے اور اپنے
مقدور بھر تلوار کھینچے بغیر مسلمانوں کے مابین امور کو انجام دے عرب وعجم کے
خلاف اس طور سے جہاد کرے جس سے بہتر خیال میں نہ آسکے
اور ملت کے امور میں کوشش کرنے والے لاکھوں لوگوں میں سے ایک ایک
شخص کو الگ الگ پہچانے اور ہر شخص سے اس کی صلاحیت کے مطابق علم و
عمل کی رو سے کام لے اور دین (اسلام) کی نصرت ومدد کو انتہائی بامردی
(بلند ہمتی) کے ساتھ اپنا مطمح نظر بنائے کہ گویا وہ اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا
ہے اور یہی اس کی سعادت ونیک بختی کی انتہا ہے۔ وہ کسی بات کو

او است، ورد و قبول او ہمہ بر موافقت ملت و
مخالفت آن باشد، یا اصابت رای و فطانت المغیہ
بآن مشابہ گویا رای او مرآۃ ارادہ الٰہی افتادہ ہرچہ
می اندیشد از مکمن غیب بر حسب اندیشہ او ظاہر
شود، چنانکہ حضرت مرتضی فرمود ان عمر کان رشید
الرأی و فرمود تازیانہ عمر بہتر از سیف ما است۔

وجہ ثانی آنکہ تربیت کند جمیع اصحاب خود
را بتاثیر صحبت، وہرکی را امر معروف کند در ہر حالتی
بقدر آن حالت، و مواعظ و خطب بلیغہ او
موثر ترین کلمات باشد در نفوس و کرامات عجیبہ
و خوارق غریبہ از وی مشاہدہ افتند۔

اما تشبہ او با پیغامبر در تحمل اعباء دعوت بآن
وجہ تواند بود کہ مرد جلیل القدر کہ در نظر مردمان محترم
باشد، و از وی در حل و عقد خویش حساب میگرفتہ
باشند، و باوی از ہر بطن جماعتی موتلف باشند
باقصی ہمت در اسلام قدم راسخ زند و بمجرد دخول او
در اسلام جمعے در اسلام در آیند و بمجرد دخول او عزۃ
اسلام ظاہر شود، و در نظر مردمان پر ظاہر گردد کہ این
ملت را ظہوری شدنی است و دست متعصبان
از تطاول این ملت بسبب قیام او بستہ گردد، و
توقع غلبہ از خاطر ایشان بسبب رسوخ قدم او از ہم
باشد، باز چون جہاد در میان آید بہر وقعی او را دخل
باشد در حل و عقد و جمع رجال و نصب قتال، و
مشورت او را پذیرای تمام باشد پیش آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم۔

و اما تشبہ او با پیغمبر در نشر علوم بآن تواند بود
کہ تصرف کند در علوم مرویہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بارشاد طرق روایت و حل ناس بر تعلیم علوم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، و اگر در مسئلہ اقوال

رد کرتا ہے تو اس بنا پر کہ وہ مذہب کے مخالف ہے اور کسی بات کو
قبول کرتا ہے تو اس بنا پر کہ وہ مذہب کے موافق ہے، یا اس کی رائے
کی درستگی اور اس کی اعلیٰ فہم ایسی ہوتی ہے کہ گویا اس کی رائے و ارادہ مشیئت
الٰہی کا آئینہ ہے، وہ جو کچھ سوچتا ہے پردۂ غیب سے اس کی سوچ کے مطابق ظاہر
ہوتا ہے چنانچہ حضرت (علی) مرتضیٰ کا قول ہے کہ حضرت عمر صائب الرائے تھے۔
(حضرت علی نے) یہ بھی فرمایا کہ "حضرت عمر کا درہ ہماری تلوار سے بہتر ہے"۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص اپنی تاثیر صحبت سے اپنے تمام
اصحاب کی تربیت کرے۔ اور ہر شخص کو اس کے حال کے مطابق
نیکی کا حکم دے۔ اس کے بلیغ مواعظ اور خطبے کا لوگوں کے نفوس میں
سب سے زیادہ اثر ہو اور عجیب و غریب کرامتیں اور حیرت انگیز
خوارق اس سے ظہور میں آئیں۔

دعوت و تبلیغ (اسلامیہ) کی ذمہ داری اٹھانے میں اس شخص کا (نبی سے)
تشبہ اس طور سے ہو سکتا ہے کہ ایسا جلیل القدر شخص جو لوگوں کی نظر میں لائق
احترام ہو اور لوگ اس سے اپنے امور کے سلجھانے اور مسائل حل کرانے میں اس کی
طرف رجوع کریں اور ہر بطن (قبیلے کی شاخ) سے ایک گروہ اس کے ساتھ
وابستہ ہو (وہ شخص) اپنی انتہائی پامردی (و بلند ہمتی) سے صدق دل سے اسلام
قبول کرے اور اس کے اسلام میں داخل ہوتے ہی بہت سے لوگ اسلام کے
حلقہ بگوش ہو جائیں اور اس کے دائرہ اسلام میں آنے کے ساتھ ہی اسلام کو غلبہ
ہو اور یہ بات لوگوں کی نظر میں بالکل واضح ہو جائے کہ یہ مذہب غالب ہو کر رہے
گا، اور اس کے کھڑے ہو جانے کی وجہ سے دشمنوں کے ہاتھ اس ملت پر ظلم
کرنے سے رک جائیں۔ اور اس شخص کے اسلام میں ثبات و استقلال کے باعث
دشمنوں کے دلوں سے اپنے غلبہ کی امید جاتی رہے۔ پھر جب جہاد درمیان میں
آئے تو ہر معرکہ میں اس کا دخل ہو (امور کے) حل و عقد، لوگوں کو اکٹھا کرنے
قتال برپا کرنے میں اس کا دخل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور
اس کے مشورے کو پوری پذیرائی حاصل ہو۔

علوم کی اشاعت میں اس کا پیغمبر کے ساتھ تشبہ یوں ہو سکتا ہے کہ
وہ روایت کے طریقوں کی جانب صحیح رہنمائی کرے اور آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے علوم کی تعلیم پر لوگوں کو آمادہ کر کے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے مروی علوم میں تصرف کرے، اور اگر کسی مسئلہ میں دو یا

روات مختلف شوند خروج نماید از مضیق اختلاف
بقضاء و اجماع و ارشاد نماید طریق اجتہاد را
و سد کند طرق تحریف را بالجملہ احکام نماید اخذ
علم از پیغامبر، و امام باشد درین راہ و واسطہ
باشد درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و
امت او در اخذ علوم۔

فائدہ:۔ در حدیث متواتر آمدہ است
خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم
الحدیث، و سر در تفضیل صحابہ بر ہر کہ بعد از ایشان
آمد آنست کہ ایشان واسطہ اند میان پیغامبر
و این جماعت متاخرہ و از جہت غلبہ اسلام
بواسطہ ایشان و رسیدن علم بسبب ایشان
بفہم اگر میتوانی فہمید کہ امر ملت مشابہت تمام
دارد بدیواری کہ ہر خشت فوقانی متفرع است
بر خشت تحتانی و واسطہ استقامت او است
تا آنکہ کار باساس رسد، ہمچنین ہر قرن متاخر
مستمد و منت پذیر قرن متقدم است در شرائع
اسلام و علوم و ہدایت و شرع تا آنکہ امر منتہی
گردد بصاحب شرع کہ از جانب خدا تعالیٰ شریعت
را بی واسطہ آوردہ نمی بینی کہ امروز کافری چون
میخواہد کہ مسلمان شود چہ قدر حرکات عنیفہ
می بایدش کرد کہ از میان اہل کفر و رسم کفر بر آمدہ
از اہل اسلام یاد گیرد و بآن متخلق گردد خدا تعالیٰ
رحمت تامہ نازل گرداناد برآباء و اجداد و اساتذہ
و مشائخ ما کہ در حجر تربیت خود ما را پرورش
دادند و اول کلمہ کہ بما رسانیدند کلمہ اسلام بود
و اول رسمی کہ بما نمودند رسم اسلام بود آن مؤنت
دشوار از سر ما بر داشتند رب ارحمھما کما
ربیانی صغیرا و رحمت دیگر ادفی و اتم

کے اقوال مختلف ہوں تو وہ اختلاف کی تنگ نائے سے
قضاء (فیصلہ) اور اجماع کے ذریعہ نکل جائے۔ اجتہاد کے
راستے کی طرف صحیح رہ نمائی کرے اور تحریف کے راستے کو
بند کردے، وہ تمام احکام میں پیغمبر سے علم حاصل کرے اس راستہ کا
امام ہو، اور علوم کی تحصیل و اخذ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان
کی امت کے درمیان واسطہ و ذریعہ ہو۔

فائدہ:۔ حدیث متواتر میں آیا ہے کہ سب سے اچھا قرن (زمانہ)
میرا قرن ہے، پھر ان لوگوں کا جو میرے بعد آئیں گے الی آخر الحدیث
اپنے بعد آنے والے تمام لوگوں سے صحابہ کرام کے افضل ہونے
کا راز یہ ہے کہ وہ پیغمبر اور بعد میں آنے والی جماعت کے درمیان
ایک واسطہ و ذریعہ ہیں اور یہ کہ انہیں کے ذریعہ اسلام کو غلبہ حاصل
ہوا، اور یہ کہ انہیں کی بدولت علم (بعد میں آنے والوں تک) پہنچا
اگر سمجھ سکتے ہو تو سمجھو کہ ملت کے امور و معاملات دیوار سے
پوری مشابہت رکھتے ہیں جس کی ہر اوپر والی اینٹ، نچلی اینٹ
پر قائم ہے اور وہی اس کی پائیداری کا سبب ہے اور اس کا سلسلہ
بنیاد تک پہنچتا ہے۔ بالکل اسی طرح اسلامی شریعت و علوم ہدایت
میں ہر متاخر قرن (بعد میں آنے والا زمانہ) اپنے متقدم قرن (اگلے زمانہ و
عصر) سے مدد حاصل کرتا ہے اور اس کا احسان مند ہوتا ہے تا آنکہ یہ
بات صاحب شریعت پر جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے شریعت کو کسی
واسطہ و ذریعہ کے بغیر لاتا ہے آکر ختم ہو جاتی ہے۔ کیا تم یہ نہیں
دیکھتے کہ آج اگر کوئی کافر مسلمان ہونا چاہتا ہے تو اسے کتنی پریشانیاں
اٹھانی پڑتی ہیں اور اسے اہل کفر اور کفر کی رسم سے نکل کر اہل اسلام
(کی رسوم و عادات کو) یاد کرنے اور ان کا عادی ہونے میں کس قدر
سخت محنت و مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ خدا تعالیٰ ہمارے باپ
دادا، اساتذہ و مشائخ پر پوری رحمت نازل کرے کہ انہوں نے ہمیں
اپنی آغوش تربیت میں پالا اور ہم تک جو پہلی بات انہوں نے
پہنچائی وہ کلمہ اسلام تھی اور پہلی رسم جو انہوں نے ہمیں سکھائی ہے اسلام
کی رسم تھی اور انہوں نے اس زحمت و مشقت کو ہمارے لئے برداشت کیا
اے میرے پالنے والے ہمارے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا

ازان نصیب اصول ایشان گرداناد کہ ایشانرا ہمچنین
در حجر خود تربیت کردہ اند واین مؤنت خلاص
گردانیدہ اند وہمچنین تا آنکہ صلوات تامہ وتحیات
کاملہ تحفہ جناب عالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
گردد بعدد ہر مسلمانی کہ باین ملت حقہ بہرہ مند
گردید علماً وعملاً این چنین باید دانست این چنین
منت را بر جان خود باید نہاد تا بر آبای ظاہری
وباطنی کردہ باشیم واز عقوق ایشان دور شویم
والحمد للہ رب العالمین ۔

مقدمہ سادسہ بیان تحقق این خصال در شیخین بوجہ کمال ۔

اما متضمن بودن بعثت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم
بعثت ایشانرا واعلام از جانب غیب باین معنی
پس فصلی ازان در مسلک اول تقریر کردہ شد
وازین باب است قصہ اسقف عن الاقرع
مؤذن عمر بن الخطاب قال بعثنی عمر بن
الخطاب الی اسقف فدعوتہ فقال لہ
عمر ہل تجدنی فی الکتاب قال نعم قال
کیف تجدنی قال اجدک قرنا قال فرفع
علیہ الدرۃ فقال قرن مہ قال قرن
حدید امیر شدید قال کیف تجد
الذی یجیئ بعدی قال اجدہ خلیفۃ
صالحا غیر انہ یؤثر قرابتہ قال عمر
یرحم اللہ عثمان ثلثا قال کیف تجد
الذی بعدہ قال اجدہ صدأ حدید
قال فوضع عمر یدہ علی رأسہ فقال
یا دفراہ فقال یا امیر المؤمنین انہ خلیفۃ
صالح ولکنہ یستخلف حین یستخلف
والسیف مسلول والدم مہراق قال

اور اس سے بھی زیادہ بھرپور اور پوری رحمت ان (والدین) کے اصول
(آباء و اجداد) پر نازل فرما کہ انہیں ان لوگوں نے بھی اسی طرح اپنی آغوش
میں پالا ہے اور مشقت و پریشانی سے نجات دلائی ہے ، اور
اسی طرح رحمت فرما تا آنکہ مکمل درود و کامل سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
بارگاہ عالی میں ان سب مسلمانوں کی تعداد کے برابر جو اس مذہب (اسلامیہ)
سے علم و عمل کی رو سے بہرہ مند ہوئے ہیں بطور تحفہ پہنچے۔ علم و عمل کی رو سے ایسا ہی جاننا
چاہئے اور ایسا ہی احسان اپنی جان پر رکھنا چاہئے تاکہ ہم اپنے ظاہری و
باطنی آباء کے حق میں دعا کریں اور ان کی نافرمانی سے دور رہیں، اور ساری
تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو اہل عالم کا پالنے والا ہے ۔

چھٹا مقدمہ:۔ ان فضائل (یا اوصاف) کے شیخین میں بدرجۂ کمال پائے جانے کا بیان ۔

رہا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت میں ان (شیخین) کی بعثت کا داخل و
شامل ہونا اور اس مفہوم کی غیب سے اطلاع دینا تو اس سے متعلق مسلک اول
میں ایک فصل مقرر کی جا چکی ہے۔ اور اسقف (عیسائی پادری راہب) کا قصہ
بھی اس باب سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے مؤذن اقرع کا
بیان ہے کہ مجھے (حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے اسقف
(راہب) کے پاس بھیجا سو میں اسے بلا لایا۔ اس سے حضرت عمر نے پوچھا کہ
تمہاری کتاب میں میرا ذکر ہے؟ اسقف (راہب) نے جواب دیا ہاں ہے۔
حضرت عمر نے فرمایا میرا ذکر کس طور سے ہے؟ اسقف نے کہا آپ کا
ذکر ایک قرن (قلعہ) کے طور پر ہے۔ اس پر حضرت عمر نے اس پر درہ اٹھا
لیا اور فرمایا کیسا کس کا قلعہ (قرن) اسقف (راہب) نے جواب دیا کہ لوہے کا
قلعہ ایک سخت امیر پھر حضرت عمر نے دریافت فرمایا کہ جو (خلیفہ) میرے
بعد آنے والا ہے اس کا ذکر تمہاری کتاب میں کس طرح ہے؟ اسقف (راہب)
نے کہا وہ ایک صالح خلیفہ ہوں گے بجز اس کے کہ وہ اپنے قرابتداروں کو حکومت
کے عہدے دینگے۔ اس پر حضرت عمر نے تین بار فرمایا کہ اللہ عثمان پر رحم کرے
پھر پوچھا جو (خلیفہ) ان (عثمان) کے بعد آئیگا وہ کیسا ہوگا؟ اسقف
(راہب) نے کہا وہ ہمیشہ زرہ پوش و مسلح رہے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سنکر
حضرت عمر نے اپنے سر پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا کیسی بدبو ہے؟ (یا دفراہ) اس پر
اسقف (راہب) بولا اے امیر المؤمنین وہ ایک صالح خلیفہ ہونگے مگر جب

ابو داؤد والدفرۃ النتن اخرجہ ابو داؤد فی بعض النسخ۔

وازیں باب است رؤیای عوف بن مالک عن عوف بن مالک الاشجعی انہ رأی فی المنام کان الناس جمعوا واذا فیہم رجل فرعہم فہو فوقہم ثلث اذرع قال فقلت من ھذا قال عمر قلت لم قالوا لان فیہ ثلث خصال لانہ لایخاف فی اللہ لومۃ لائم وانہ لخلیفۃ مستخلف وشہید مستشہد قال فاتی ابا بکر فقصہا علیہ فارسل الی عمر فدعاہ لیبشرہ قال فجاء عمر قال فقال لی ابو بکر اقصص رؤیاک قال فلما بلغت خلیفۃ مستخلف زجرنی عمر وکہرنی وقال اسکت تقول ھذا وابو بکر حی قال فلما کان بعد ان ولی عمر مررت بالشام وھو علی المنبر قال فدعانی وقال اقصص رؤیاک فقصصتہا فلما قلت انہ لایخاف فی اللہ لومۃ لائم قال انی لارجوان یجعلنی اللہ منہم قال فلما قلت خلیفۃ مستخلف قال قد استخلفنی اللہ فسلہ ان یعیننی علی ماولانی فلما ان ذکرت شہید مستشہد قال انی لی بالشہادۃ وانا بین اظہرکم تغزون ولا اغزو ثم قال بلی یأت اللہ بہا ان شاء اللہ اخرجہ ابو عمر فی الاستیعاب۔

انہیں خلافت ملے گی اس وقت تلوار کھنچی ہوگی اور خون بہہ رہا ہوگا (خونریزی اور جنگ کا بازار گرم ہوگا) ابو داؤد کا بیان ہے کہ دفرۃ بدبو کو کہتے ہیں۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے اپنے بعض نسخوں میں روایت کیا ہے۔

عوف بن مالک کا خواب بھی اسی سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے، عوف بن مالک اشجعی سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ گویا لوگ اکٹھے ہوں انہیں میں ایک شخص ایسا ہے جو غور سے دیکھنے پر ان سب سے تین ہاتھ اونچا ہے عوف نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ جواب ملا کہ یہ عمر ہیں، (راوی کا بیان ہے کہ) میں نے پھر دریافت کیا کہ یہ تین ہاتھ اونچے کیوں ہیں؟ لوگوں نے جواب میں کہا یہ اسلئے کہ ان میں تین اوصاف ہیں (اول یہ کہ) وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے (دوم یہ کہ) وہ ایسے خلیفہ ہیں جنہیں خلیفہ سابق نے اپنا جانشین مقرر کیا ہے اور (سوم یہ کہ) وہ شہید مستشہد ہیں۔ عوف کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر کے پاس آکر یہ خواب انہیں سنایا۔ اس پر (حضرت ابو بکر نے) حضرت عمر کو بشارت دینے کی غرض سے بلوا بھیجا جب حضرت عمر آئے تو حضرت ابو بکر نے راوی سے فرمایا کہ اپنا خواب بیان کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں "خلیفہ مستخلف" پر پہنچا تو حضرت عمر نے مجھے ڈانٹا اور کہا کہ خاموش رہو تم یہ بات ابو بکر کی زندگی میں کہہ رہے ہو؟ راوی نے مزید کہا کہ جب حضرت عمر منصب خلافت پر فائز ہوئے تو میں ملک شام سے گذرا وہاں وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے انہوں نے مجھے بلا کر خواب والی بات بیان کرنے کو کہا میں نے اسے بیان کیا جب میں اس بات پر پہنچا کہ وہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے ایسے ہی لوگوں میں شامل کریگا۔ راوی نے جب "خلیفہ مستخلف" کہا تو فرمایا اللہ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اللہ سے دعا کرو کہ جس منصب پر اس نے مجھے فائز کیا ہے اس میں میری مدد فرمائے۔ راوی نے کہا کہ جب میں نے شہید مستشہد کہا تو حضرت عمر نے فرمایا مجھے شہادت کیسے نصیب ہوگی کیونکہ میں تو تم لوگوں کے درمیان ہوں تم لوگ جہاد کرتے ہو اور میں جہاد نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ اگر اللہ کی مشیت یہی ہے تو اس (شہادت) کو بھی لائے گا۔ استیعاب میں اس روایت کو ابو عمر نے نقل کیا ہے۔

واما تشبہ شیخین بحضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم در جزر عقلی نفس ناطقہ بآن دو طریقہ کہ بیان کردیم پس شواہد بسیار دارد، از انجملہ حدیث ابی درداء قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت وواسانی بنفسہ ومالہ فہل انتم تارکوالی صاحبی مرتین فما اوذی بعدہا اخرجہ البخاری۔

وحدیث عائشۃ قال لما اسری النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصی اصبح یتحدث الناس بذلک فارتد ناس ممن کان آمنوا بہ وصدقوہ وسعوا بذلک الی ابی بکر رضی اللہ عنہ فقالوا ہل لک الی صاحبک یزعم انہ اسری بہ اللیلۃ الی بیت المقدس قال لوقال ذلک لقد صدق قالوا او تصدقہ انہ ذہب اللیلۃ الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال نعم انی لاصدقہ فیما ہو ابعد من ذلک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ او روحۃ فلذلک سمی ابوبکر الصدیق اخرجہ الحاکم۔

قال ابو عمر سمی الصدیق لبدارہ الی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل ما جاء بہ وقیل بل قیل لہ الصدیق لتصدیقہ فی خبر الاسراء وفی حدیث التخییر قال علی فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اب رہا شیخین کا جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفس ناطقہ کے جزو عقلی میں ان دو طریقوں سے تشبہ جنہیں ہم نے بیان کیا ہے، تو (تشبہ) کے شواہد بہت سے ہیں۔ انہیں میں حضرت ابو درداء کی حدیث ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کہ اللہ نے مجھے تم لوگوں کی طرف مبعوث کیا تو تم نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو جبکہ ابوبکر نے کہا کہ آپ سچے ہیں۔ انہوں نے اپنی ذات اور اپنے مال سے میری غمخواری کی تو کیا تم لوگ میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑ دوگے، یہ بات (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) دوبار کہی، اس کے بعد (حضرت ابوبکر کو) کوئی اذیت نہ دی گئی۔ یہ حدیث بخاری نے بیان کی ہے۔

(اسی سلسلہ کی) حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مسجد اقصیٰ تک تشریف لیگئے تو آپ نے صبح کے وقت لوگوں سے اس واقعہ کو بیان کیا (اس پر) کچھ لوگ جو آپ پر ایمان لاچکے اور آپ کی تصدیق کرچکے تھے دین سے پھر گئے (مرتد ہوگئے) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر کہا کہ کیا آپ نے سنا کہ آپ کے ساتھی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہہ رہے ہیں کہ انہیں رات کے وقت بیت المقدس کی سیر کرائی گئی (یہ سنکر) حضرت ابوبکر نے کہا اگر انہوں نے یہ کہا ہے تو سچ کہا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ (اے ابوبکر) کیا تم اس بات پر ان کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات کو بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے وہاں سے واپس آگئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں! میں تو ان باتوں میں بھی ان کی تصدیق کرتا ہوں جو اس (واقعۂ اسراء) سے بھی زیادہ بعید القیاس ہیں۔ صبح وشام آسمان (غیب) کی خبریں دینے پر بھی میں ان کی تصدیق کرتا ہوں (راوی کا بیان ہے کہ) حضرت ابوبکر کو اسی وجہ سے صدیق کا لقب ملا۔ یہ روایت حاکم نے بیان کی۔

ابو عمر کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر کو صدیق اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام باتوں کی جو آپ نے پیش کیں فوراً سب سے پہلے تصدیق کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں اسی لئے صدیق کا نام دیا گیا کہ انہوں نے اسراء (معراج) کی خبر کی تصدیق کی تھی۔ حدیث تخییر کے ضمن میں حضرت علی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخیر تھے اور ابوبکر

هو المخير فكان ابو بكر اعلمنا به، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم دعوا لي صاحبي فانكم قلتم لي كذبت وقال لي صدقت وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم في كلام البقرة والذئب آمنت به انا وابوبكر وعمر وما هما ثمّ علماً منه بما كانا عليه من اليقين والايمان انتهى قول ابي عمر۔

ان کے بارے میں ہم سب سے زیادہ جانتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھی (دوست) کو میری خاطر چھوڑ دو کیونکہ تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر نے میری تصدیق کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "گائے اور بھیڑیئے کی بات" کے متعلق فرمایا "اس پر میں اور ابوبکر وعمر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر وعمرؓ کے یقین اور ایمان سے واقفیت کی بنار پر ان کی طرف سے تصدیق فرمائی۔ ابو عمر کا قول ختم ہوا۔

وعن ابي سعيد الخدري ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جلس على المنبر فقال ان عبدا خيره الله بين ان يؤتيه من زهرة الدنيا ماشاء وبين ما عنده فاختار ما عنده فقال ابوبكر فديناك يا رسول الله بآبائنا وامهاتنا قال فعجبنا، فقال الناس انظروا الى هذا الشيخ يخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عبد خيره الله بين ان يؤتيه من زهرة الدنيا ما شاء وبين ما عند الله وهو يقول فديناك بآبائنا وامهاتنا فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم هو المخير وكان ابوبكر هو اعلمنا به فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان من امنّ الناس علي في صحبته وماله ابوبكر ولو كنت متخذا خليلا لاتخذت ابا بكر خليلا ولكن اخوة الاسلام لا يبقين في المسجد خوخة الا خوخة ابي بكر اخرجه الترمذي وللشيخين

ابو سعید خدری رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا ایک بندہ کو اللہ نے اس بارے میں اختیار دیا کہ خواہ دنیا کی نعمت جتنی وہ چاہے اللہ اسے دیدے یا جو اللہ کے ہاں ہے (آخرت میں) وہ لے لے۔ سو اس بندے نے وہ پسند کیا جو اللہ کے ہاں ہے۔" یہ سنکر حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس پر ہمیں تعجب ہوا اور لوگوں نے کہا کہ ذرہ اس مرد بزرگ کو تو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے بندے کے بارے میں خبر دے رہے ہیں جسے اللہ نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتیں جتنی چاہے لے لے یا وہ پسند کرے جو اللہ کے ہاں ہے"، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ "ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں"۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخیر تھے (انہیں اختیار دیا گیا تھا کہ وہ دنیا اور اللہ میں سے ایک کو پسند کر لیں) اور حضرت ابوبکر کو (اس بات کا سب سے زیادہ علم تھا) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی دوستی (محبت) اور مال سے متعلق لوگوں میں سب سے زیادہ ابوبکر کا مجھ پر احسان ہے۔ اور اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ضرور ابوبکر کو دوست بناتا لیکن (اخوت تو اسلام کی ہے) مسجد میں کوئی (دروازہ) ابوبکر کے (دروازے) کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔ اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا ہے اور شیخین (بخاری ومسلم) نے بھی ایسی ہی حدیث متعدد

نحوه من طريق متعددة ۔

سلسلوں سے روایت کی ہے ۔

وعن عائشة ان ابا بكر لم يقل بيت شعر في الاسلام حتى مات وانه كان قد حرما الخمر في الجاهلية هو وعثمان رضي الله عنهما اخرجه ابو عمر في الاستيعاب ۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی وفات تک کوئی شعر نہ کہا اور یہ کہ انہوں نے اور حضرت عثمان نے زمانہ جاہلیت (ہی) میں شراب کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ اس روایت کو ابو عمر نے استیعاب میں نقل کیا ہے۔

وعن سعيد بن المسيب ان رجلا من اسلم جاء الى ابي بكر الصديق فقال له ان الاخر زنى فقال له ابو بكر هل ذكرت هذا لاحد غيري فقال لا فقال له ابو بكر فتب الى الله واستتر بستر الله فان الله يقبل التوبة عن عباده فلم تقرره نفسه حتى اتى عمر بن الخطاب فقال له مثل ما قال لابي بكر فقال له عمر مثل ما قال له ابو بكر قال فلم تقرره نفسه حتى جاء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له ان الاخر زنى قال سعيد فاعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث مرات كل ذلك يعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اذا اكثر بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اهله فقال ايشتكي او به جنة فقالوا يا رسول الله والله انه لصحيح فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابكر ام ثيب قالوا بل ثيب يا رسول الله فامر به رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجم اخرجه مالك ۔

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک آدمی حضرت صدیق کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مجھ بدبخت نے زنا کی ہے ۔ حضرت ابوبکر نے اس سے کہا کہ کیا تم نے اس بات کا میرے سوا کسی اور سے بھی ذکر کیا ہے؟ اس آدمی نے کہا نہیں، تب اس سے حضرت ابوبکر نے کہا اللہ سے توبہ کرو اور اس گناہ کو چھپا، اللہ بھی اسے چھپائے گا۔ کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے"۔ مگر اس بات سے اس آدمی کا دل مطمئن نہ ہوا۔ اور وہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا اور ان سے بھی وہی کہا جو حضرت ابوبکر سے کہا تھا۔ حضرت عمر نے بھی اسے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر نے دیا تھا۔ لیکن اس سے بھی اس کا ضمیر مطمئن نہ ہوا۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ ذلیل نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ (راوی) سعید (بن مسیب) کا بیان ہے کہ یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ اس شخص نے یہ بات تین بار دہرائی اور ہر بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ موڑ لیا۔ مگر جب اس نے یہ بات بار بار کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گھر والوں کو بلا بھیجا اور ان سے فرمایا کہ کیا اسے کسی قسم کی بیماری ہے؟ یا یہ دیوانہ ہے؟ ان لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول یہ صحت مند ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا یہ کنوارا ہے یا شادی شدہ؟ اس کے گھر والوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول یہ شخص شادی شدہ ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ یہ روایت مالک کی ہے۔

وعن المسور بن مخرمة في قصة الحديبية

حدیبیہ اور ابوجندل کے واقعہ سے متعلق مسور بن مخرمہ سے

وحديث ابي جندل فقال عمر بن الخطاب فاتيت نبي الله صلى الله عليه وسلم فقلت الست نبي الله حقا قال بلى قلت لسنا على الحق وعدونا على الباطل قال بلى قلت فلم نعطي الدنية في ديننا اذاً قال اني رسول الله ولست اعصيه وهو ناصري قلت اوليس كنت تحدثنا انا سنأتي البيت فنطوف به قال بلى افاخبرتك انا نأتيه العام قلت لا قال فانك آتيه ومطوف به قال فاتيت ابا بكر فقلت يا ابا بكر اليس هذا نبي الله حقا قال بلى قلت لسنا على الحق وعدونا على الباطل قال بلى قلت فلم نعطي الدنية في ديننا اذاً قال ايها الرجل انه رسول الله وليس يعصي ربه وهو ناصره فاستمسك بغرزه فوالله انه على الحق قلت اليس كان يحدثنا انا سنأتي البيت فنطوف به قال بلى افاخبرك انك تاتيه العام قلت لا قال فانك آتيه ومطوف به اخرجه البخاري۔

وعن ابن عباس قال لما اخرج اهل مكة النبي صلى الله عليه وسلم قال ابوبكر الصديق رضي الله عنه إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اخرجوا نبيهم ليهلكوا قال فنزلت اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير قال ابوبكر الصديق فعلمت انها قتال

مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے کہا "کیا آپ اللہ کے نبی نہیں ہیں؟" رسول اللہ نے فرمایا "ہاں ہوں!" پھر میں نے کہا "کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟" اس کا جواب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں دیا۔ اب میں نے کہا "تو پھر ہم اپنے دین میں کمزوری کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہیں؟" جواب میں رسول اکرمؐ نے فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میرا ناصر و مددگار ہے۔" میں نے کہا "کیا آپ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب خانہ کعبہ آئیں گے اور اسکا طواف کریں گے؟" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب یہ دیا "ہاں! مگر کیا میں نے یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال خانہ کعبہ آئیں گے؟" میں نے عرض کیا کہ "نہیں" رسول کریمؐ نے فرمایا "تم خانہ کعبہ آؤ گے اس کی زیارت کرو گے اور اس کا طواف بھی کرو گے" حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا "اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے نبی نہیں ہیں؟" انہوں نے کہا ہاں! (وہ اللہ کے نبی ہیں) میں نے کہا "کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟" انہوں نے اس کا جواب ہاں میں دیا۔ اب میں نے کہا "تو پھر ہم کیوں اپنے دین میں کمزوری کا مظاہرہ کر رہے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب میں فرمایا "اے بندۂ خدا! وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور (اللہ) ان کا حامی و ناصر ہے سو ان کی رکاب کو مضبوطی سے پکڑے رہو کیونکہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔" میں نے کہا کیا وہ ہم سے یہ بیان نہیں کرتے تھے کہ ہم جلد ہی بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے"۔ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں! مگر کیا انہوں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ تم اسی سال کعبہ کی زیارت کرو گے؟ "میں نے کہا نہیں"! اب حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "تم خانہ کعبہ آؤ گے اس کی زیارت کرو گے اور اس کا طواف کرو گے۔" یہ حدیث بخاری نے بیان کی ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب اہل مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (شہر سے) نکال دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا "انا للہ وانا الیہ راجعون" انہوں نے اپنے نبی کو نکال دیا اب یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اس بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی "جن مسلمانوں سے کافر لڑتے ہیں ان کو ان کافروں سے لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے (الحج ۳۹) تب حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ مجھے معلوم

اخرجہ الحاکم۔

وفی قصۃ رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم غنما کثیرۃ سودا دخلت فیہا غنم کثیرۃ بیض وفی روایۃ ابی ایوب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر اعبرہا فقال ابوبکر یارسول اللہ ھی العرب تتبعک ثم تتبعہا العجم حتی تغمرہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھکذا اعبرہا الملک السحر اخرجہ الحاکم۔

وقال ابن ھشام حدثنی بعض اھل العلم عن ابراھیم بن جعفر المحمودی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت انی لقمت لقمۃ من حیس فالتذت طعمہا فاعترض فی حلقی منہا شئ حین ابتلعتہا فادخل علی یدہ ونزعہ فقال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ یارسول اللہ ھذہ سریۃ من سرایاک تبعثہا فیاتیک منہا بعض ما تحب ویکون فی بعضہا اعراض فتبعث علیا فیسلہ۔

وعن عائشۃ قالت رأیت ثلثۃ اقمار سقطن فی حجرتی فقصصت رؤیای علی ابی بکر الصدیق قالت فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودفن فی بیتہا قال لہا ابوبکر ھذا احد اقمارک وھو خیرہا، اخرجہ مالک فی الموطا۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ

ہوگیا کہ یہ جہاد (قتال) کا حکم ہے۔ اسے حاکم نے بیان کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رویا کے قصہ میں کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ سیاہ بھیڑوں کی بہت بڑی تعداد میں سفید بھیڑوں کی بھاری تعداد گھس آئی ہے۔ ابوایوب کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے اپنے اس (خواب) کی تعبیر بیان کرنے کو فرمایا سو حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول یہ (سیاہ بھیڑیں) عرب ہیں جو آپ کی پیروی کریں گے بعدازاں عجم اس کثرت سے آپ کے متبع ہوں گے کہ عربوں کو ڈھانپ لیں گے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریئل (علیہ السلام) نے بھی یہی تعبیر کی ہے۔ اس حدیث کی تخریج حاکم نے کی ہے۔

ابن ہشام کا قول ہے کہ ان سے بعض اہل علم نے ابراہیم بن جعفر محمودی کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے حیس (خرما اور گھی سے تیار کردہ ایک کھانے) کا لقمہ کھایا (وہ مجھے بڑا لذیذ معلوم ہوا) مگر جب میں نے اسے نگلا تو اس میں سے تھوڑا سا میرے حلق میں پھنس گیا علی نے اپنا ہاتھ ڈال کر اسے باہر نکال دیا" (یہ خواب سنکر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول یہ آپ کے سرایا (دستہ فوج) میں سے ایک سریہ ہے جسے آپ (دشمنوں کے خلاف) بھیجیں گے پس ان سے کچھ ایسی باتیں آپ تک آئیں گی جنہیں آپ پسند فرمائیں گے اور ان کی بعض باتوں سے آپ کو تکدر و تکلف ہوگی آپ علیؓ کو بھیجیں گے اور وہ اس (مشکل) کو آسان کر دیں گے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے حجرہ میں تین چاند ٹوٹ کر گرے ہیں۔ میں نے اس خواب کو حضرت ابوبکرؓ سے بیان کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور انہیں حضرت عائشہؓ کے گھر (حجرہ) میں سپرد خاک کیا گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سے کہا کہ تمہارے (حجرے میں گرنے والے) چاندوں میں سے یہ ایک ہے اور یہ دوسرے چاندوں سے بہتر ہے۔ امام مالک نے الموطأ میں اس کی تخریج کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فانہ عمر، اخرجہ البخاری۔

نے فرمایا، تم سے پہلے کی امتوں میں محدثون[1] تھے۔ سو اگر ان میں سے میری امت میں کوئی (محدث) ہوا، تو وہ عمر ہوں گے۔ اس روایت کی تخریج بخاری نے کی ہے۔

قال ابوعمر من حدیث ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ ونزل القرآن بموافقتہ فی اساری بدر، وفی الحجاب وفی تحریم الخمر وفی مقام ابراھیم۔

ابوعمر نے حضرت (عبداللہ) ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اللہ نے عمر کی زبان اور دل پر حق (صحیح) کو (رواں) کر دیا ہے۔ "اسیرانِ بدر"، "حجاب" (عورتوں کا پردہ) "حرمتِ شراب" اور "مقامِ ابراہیم" کے بارے میں (حضرت عمر) کی رائے کے مطابق قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں۔

وروی من حدیث عقبۃ بن عامر وابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لو کان بعدی نبی لکان عمر۔

عقبہ بن عامر اور ابوہریرہ (رضی اللہ عنہما) کی حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

ومن حدیث ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینا انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت حتی رأیت الری یخرج من اظفاری ثم اعطیت فضلی عمر، قالوا فما اولت ذلک یا رسول اللہ قال العلم، و قال علی ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر۔

(عبداللہ) ابن عمر کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حالت خواب میں تھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا میں نے اسے پیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے (بھرپور سیراب ہو گیا) پھر میں نے اپنا جوٹھا عمر کو دیا۔" (اس پر صحابہ نے) کہا کہ اے اللہ کے رسول اس کی کیا تاویل ہے؟ آپ نے فرمایا "علم"، اور حضرت علی نے کہا کہ ہم اس بات کو بعید از قیاس نہیں جانتے تھے کہ سکینہ[2] عمر کی زبان پر بولتی ہے (ان کی گفتگو سے لوگوں کو تسکینِ قلب حاصل ہوتی تھی)۔

عن ابن سیرین قال کعب لعمر یا امیر المؤمنین ھل تری فی منامک شیئا فانتھرہ فقال انا اجد رجلا یری امر الامۃ فی منامہ معزوٌ لابن عساکر۔

ابن سیرین سے مروی ہے کہ کعب (احبار) نے حضرت عمر سے عرض کی کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ کو خواب میں کچھ دکھائی دیتا ہے۔ اس پر حضرت عمر نے انہیں ڈانٹا۔ (کعب نے) کہا "مجھے اپنی کتابوں میں ایک شخص ایسا دکھائی دیتا ہے جو امت (مسلمہ) کے معاملات کو اپنے خواب میں صحیح صحیح دیکھتا ہے۔" یہ روایت ابن عساکر کی ہے۔

ذکر ابن ابی داؤد فی کتاب المصاحف

ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف میں بیان کیا ہے کہ حضرت

[1] محدث وہ شخص ہے جس کے دل پر کوئی بات الہام کی جائے اور وہ اپنی ذات و گمان سے اس کی خبر دے یعنی شخص صادق و راست گمان [2] ایسی گفتگو جس سے لوگوں کے دلوں کو تسکین ملے۔

انه كان ابوبكر يسمع مناجاة جبرئيل للنبي صلى الله عليه وسلم ولا يراه من كتاب الخصائص في باب ما كان يظهر عليه في الوحي من الأيات، وقال حذيفة كان علم الناس كلهم قد دس في جحر مع علم عمر۔

ابوبکرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبرئیل کی سرگوشی کو سنتے تھے مگر انہیں (جبرئیل کو) دیکھتے نہ تھے۔ (یہ روایت کتاب الخصائص کے اس باب میں (مندرج) ہے جو ان آیات وحی سے متعلق ہیں جو ان پر ظاہر ہوتی تھیں۔ حضرت حذیفہ کا بیان ہے کہ "تمام لوگوں کا علم، حضرت عمر کے علم کے ساتھ ایک سوراخ میں پنہاں کر دیا گیا تھا"۔ (یعنی حضرت عمر کا تنہا علم سب کے علم پر بھاری تھا۔)

وقال ابن مسعود لو وضع علم احياء العرب في كفة ميزان ووضع علم عمر في كفة لرجح علم عمر ولقد كانوا يرون انه ذهب بتسعة اعشار العلم ولمجلس كنت اجلسه من عمر اوثق في نفسي من عمل سنة انتهى كلام ابي عمر۔

اور (عبداللہ) ابن مسعود کا قول ہے کہ اگر تمام قبائل عرب کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں عمر کا علم رکھا جائے تو عمر کے علم کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور (صحابہ) کی یہ رائے تھی کہ علم کے دس حصوں میں سے نو حضرت عمر کے حصے میں آئے۔ میں حضرت عمر کی جس مجلس میں بیٹھتا تھا وہ میرے ایک سال کے عمل سے بھی زیادہ ثقہ و موثق ہے ابو عمر کا کلام ختم ہوا۔[1]

عن عبد الله بن عمر قال ما سمعت عمر لشيء قط فيقول اني لاظنه كذا الا كان كما يظن، اخرجه البخاري۔

عبداللہ ابن عمر کی روایت ہے کہ میں نے جب بھی حضرت عمر کو یہ کہتے سنا کہ "میرا خیال (گمان) یہ ہے" تو وہ امر واقعہ ان کے گمان (خیال) کے مطابق ہی ہوتا تھا۔ یہ روایت بخاری کی ہے۔

وعنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله جعل الحق على لسان عمر وقلبه، وقال ابن عمر ما نزل بالناس امر قط فقالوا فيه وقال فيه عمر الا نزل فيه القرآن على نحو ما قال عمر۔ اخرجه الترمذي۔

انہیں سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ نے حق کو عمر کی زبان و دل پر (جاری) کر دیا ہے"۔ ابن عمر نے کہا جب بھی لوگوں کو کوئی واقعہ پیش آیا اور اس سے متعلق لوگوں نے ایک رائے ظاہر کی اور حضرت عمر نے اپنی الگ رائے ظاہر کی تو قرآن حضرت عمر کی رائے کے مطابق ہی نازل ہوا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

وعن عمر بن شرحبيل عن عمر بن الخطاب انه قال اللهم بين لنا في الخمر بيان شفاء فنزلت التي في البقرة يسألونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير[2] الأية فدعي عمر

عمر بن شرحبیل سے مروی ہے حضرت عمر بن خطاب کا یہ قول مروی ہے کہ "اے میرے اللہ خمر (شراب) سے متعلق ہمارے (مسلمانوں کے لئے) ایک شافی بیان ظاہر فرما"، اس پر وہ آیت نازل ہوئی جو سورۃ البقرہ میں ہے کہ يسألونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير الخ[2] (لوگ آپ سے خمر اور میسر (جوئے) کے

---

[1] یعنی علامہ ابن عبدالبر کا کلام۔ [2] سورۃ البقرہ : ۲۱۹

فقرأت علیه ثم قال اللهم بین لنا فی الخمر بیان شفاء فنزلت التی فی النساء یآ ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری فدعی عمر فقرأت علیه ثم قال اللهم بین لنا فی الخمر بیان شفاء فنزلت التی فی المائدۃ انما یرید الشیطان الی قوله فهل انتم منتهون فدعی عمر فقرأت علیه فقال انتهینا انتهینا۔

اخرجه الترمذی

مقدمہ سابعہ:۔ دربیان رجحان شیخین بر غیر خویش دریں خصال کہ مناط فضل کلی آنرا نہاد ایم، و پیش از خوض دریں مقدمہ نکتہ چند تقریر کنیم تا خوض در مقصود بروجہ بصیرت واقع شود۔

نکتہ اولیٰ:۔ باید دانست کہ سنۃ اللہ بداں جاری شدہ کہ بندگان مقرب او تعالیٰ در ہمہ صفات کمال برابر نباشند بلکہ متفاوت باشند در کارخانہ الٰہی رحم ابوبکر درکار است چنانکہ شدت عمر ہم درکار است، نمی بینی کہ انبیاء صلوات اللہ علیہم کہ خلاصہ بشر و افضل بنی آدم ایشانند و نقصان بہیچ وجہ درمیان ایشان نیست در صفات کمال مختلف اند، داؤد و سلیمان ملوک بودند و عیسی و یونس اہل تجرید، نمی بینی کہ قاعدہ سلطنت بدون امراء و سپاہیان

بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے[1] حضرت عمر کو بلا کر یہ آیت سنائی گئی۔ بعد ازاں حضرت عمر نے دعا کی کہ "اے میرے اللہ! ہمارے (مسلمانوں کے) لئے خمر کے بارے میں ایک شافی بیان فرما"، اس پر سورۃ النساء کی یہ آیت نازل ہوئی کہ یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب جاؤ[1] پس حضرت عمر کو بلا کر یہ آیت سنائی گئی۔ اسکے بعد پھر انہوں نے کہا "اے اللہ! ہمارے (مسلمانوں کے) لئے خمر سے متعلق ایک شافی بیان ظاہر فرما"، اس پر سورۃ المائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی کہ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ تا قول خداوندی فَہَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَہُوْنَ۔ اے ایمان والو! شراب (خمر) اور جوا (میسر) اور بت (انصاب) اور پانسے (ازلام) یہ سب ہر ایک ناپاک شیطانی کام ہے تم اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ، شیطان چاہتا ہے کہ شراب (خمر) اور جوئے (میسر) کی وجہ سے تم میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے اور تم کو یاد الٰہی اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم (شیطان) کے مکر سے باز آؤ گے؟[2] حضرت عمر کو بلا کر یہ آیت ان کے سامنے پڑھی گئی تو انہوں نے کہا ہم باز آگئے، باز آگئے۔" یہ ترمذی کی روایت ہے۔

ساتواں مقدمہ:۔ اس بیان میں کہ ان اوصاف میں جنہیں ہم نے فضل کلی کی اساس قرار دیا ہے، شیخین کو دوسروں پر ترجیح حاصل ہے۔ اس مقدمہ پر غور کرنے سے پہلے ہم چند نکات بیان کرتے ہیں۔ تاکہ مقصود میں غور و خوض علی وجہ البصیرت واقع ہو۔

پہلا نکتہ:۔ جاننا چاہئے کہ اللہ کی عادت یہ جاری ہے کہ اسکے مقرب بندے تمام صفات کمال میں ایک دوسرے کے برابر نہیں ہوتے بلکہ ان میں باہم دگر تفاوت و فرق ہوتا ہے۔ اللہ کے کارخانہ قدرت میں حضرت ابوبکر کا رحم اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ حضرت عمر کی سختی ضروری ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ انبیاء علیہم السلام جو خلاصہ بشر اور اولاد آدم میں سب سے افضل ہیں اور ان میں کسی طرح کی کمی نہیں ہے وہ بھی صفات کمال میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ حضرات داؤد و سلیمان بادشاہ تھے اور حضرات عیسیٰ و یونس اہل تجرید (دنیا کے بکھیڑوں سے علیحدہ) تھے اور کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ امراء، سپاہیوں اور اہل قلم کے بغیر

[1] النساء: ۴۳ - [2] المائدۃ: ۹۱

واہل قلم راست نمی نشیند، در امرا صفتِ ریاست وفوج کشی وحل وعقد مصالح ملکی مطلوب است، ودر سپاہیان صفتِ شجاعت وپہلوانی مطلوب است، ودر اہلِ قلم کیاست وکاروانی مطلوب است، کارِ ملک بدون اجتماع این ہمہ میسر نمیشود، و کاری کہ از یکی می آید از دیگری نمی آید، ودر ہیئتِ اجتماعیہ سلطنت ہمہ مطلوب اند، ہمچنین در نبوت کبری کہ جامع خلافت و رسالت باشد ہمہ این امور مطلوب اند، حسان بن ثابت بشعر ومدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبشر بہ بہشت شد، واُبی بن کعب بحفظ قرآن، وعبداللہ بن مسعود بفقہ وقرآن، وخالد بشمشیر زنی، وخلفاء اربعہ ہر چند جامع بودند در اکثر صفات کمال اما باعتبار کثرت وقلت مختلف ومتفاوت بودند، صحبت دائمہ باخلوص محبت وفناء کلی او خود را در مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گم کردن بوجہی کہ در ہیچ حال راہ مخالفت اگرچہ در ادنی چیزی باشد نہ پیماید، وجان فشانی، و بذل مال وجاہ در حُبِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ودر افشاء اسلام، خصیصہ ایست کہ حضرت صدّیق بآن تفوق نمود، وقیام بحل وعقد ملت، وتمہید اسلام در اقطار ارض، با ملاحظہ جانب تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خصیصہ ایست کہ حضرت فاروق بان تفوق نمود، واعانت بمال در ہر موطنی وحسنِ سلوک با صبیتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، وصلہ ارحام بوجہی کہ خوبتر از ان،

سلطنت کا نظام درست نہیں بیٹھتا۔ امراء میں ریاست، فوج کشی ملکی مصالح کا بندوبست مطلوب ومقصود ہوتا ہے۔ اور سپاہیوں میں بہادری اور پہلوانی کی صفت مطلوب ہوتی ہے اور اہل قلم میں ذہانت، معاملہ فہمی اور کارگزاری کی صفت مطلوب ہوتی ہے۔ ملکی امور ان تمام شرائط کے اجتماع کے بغیر آسانی سے سرانجام نہیں ہو پاتے، اور جو کام ایک فرد سے انجام پاتا ہے وہ دوسرے سے نہیں ہو پاتا۔ سلطنت کی ہیئت اجتماعی میں ان سبھی (باتوں) کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح نبوت کبریٰ میں کہ خلافت ورسالت کی جامع ہوتی ہے، یہ ساری باتیں مطلوب ہوتی ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شعر کہنے سے جنت کی بشارت ملی، حضرت اُبی بن کعب کو حفظ قرآن کے سبب سے، حضرت عبداللہ بن مسعود کو فقہ وقرآن کی وجہ سے، حضرت خالد کو شمشیر زنی کے باعث (سرافرازی حاصل ہوئی) اور ہر چند کہ خلفائے اربعہ میں اکثر صفاتِ کمال موجود تھیں لیکن (ان اوصاف کی) کثرت وقلت کے اعتبار سے ان میں باہم فرق تھا۔ خلوص ومحبت کے ساتھ (رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی) صحبت میں ہمیشہ رہنا اپنے کو (ذات رسول میں) بالکل فنا کر دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی میں خود کو اس طور سے محو وگم کر دینا کہ کسی حال میں معمولی سی بات میں بھی مخالفت نہ کرنا، جاں فشانی کرنا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اسلام کی اشاعت وتبلیغ میں مال وجاہ خرچ کرنا ایسی خصوصیات ہیں جن میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو (دوسروں پر) فوقیت وبرتری حاصل ہے۔ اسی طرح ملت کے حل وعقد کا انصرام روئے زمین کے مختلف علاقوں میں اسلام کی ترویج اور اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا ایسی خصوصیات ہیں جن میں حضرت فاروق کو (دوسروں پر) فوقیت وبرتری حاصل ہے۔ ہر موقع پر مالی اعانت کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحب زادیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، اس طرح صلہ رحم کرنا جس سے بہتر تصور نہ کیا جا سکے۔ اور فرط حیاء کہ تمام سے شہوت وغصہ کے بھڑک اٹھنے کے وقت انکسارِ نفس کا، نورِ طہارت عبادت و

منتصور نشود، وکمال حیا کہ عبارت از انجام نفس است در وقت توران داعیہ شہوت و غضب باحظے وافر از نور طہارت، وعبادت، وتلاوت، وقیام بعبادات مالیہ از اعتاق و انفاق خصیصہ الیست کہ حضرت ذی النورینؓ بآن تفوق نمود، وقرابت قریبہ بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہمیشہ در تربیت آنحضرت بمنزلہ فرزند در تربیت والد خود بودن، بانجابت کاملہ وشجاعت وافرہ کہ بہ پہلوانے معتبر شود وزہد کامل وورع عظیم، کہ بولایت مناسب است، وذکار ثاقب، وسرعت انتقال باخذ مسئلہ در قضایا، وفصاحت کاملہ خصیصہ الیست کہ حضرت مرتضیٰ بآن تفوق نمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتفوق ہر یکی باین خصال از سائر مسلمین گواہی دادند۔

تلاوت سے حظِّ وافر پانا، اور مالی عبادات مثلاً غلاموں کو آزاد کرنا اور راہ خدا میں خرچ کرنا، یہ ایسی خصوصیات ہیں جن میں حضرت ذوالنورینؓ (دوسروں سے) برتر و فائق ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریبی قرابت، اور ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں یوں رہنا جیسے بیٹا باپ کی تربیت میں رہتا ہے، نجابت کاملہ (مکمل خاندانی شرافت) ایسی شجاعتِ وافرہ جو کسی پہلوان میں معتبر ہو اور ایسا زہد کامل وورع عظیم جو ولیوں کے مناسب حال ہو، ذکار ثاقب (بات کی تہہ تک پہونچ جانے والی حاضر دماغی) فیصلوں میں مسئلے کو اخذ کرنے میں ذہن کا نہایت سرعت سے (اصل مناسب حل کی طرف) منتقل ہونا اور فصاحت کاملہ ایسی خصوصیتیں ہیں جن میں حضرت مرتضیٰ کو فوقیت و برتری حاصل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (چاروں خلفاء کے) ان خصال واوصاف میں تمام مسلمانوں سے برتر ہونے کی گواہی دی ہے۔

اخرج الترمذی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ارحم امتی بامتی ابوبکر واشد ھم فی امر اللہ عمر واشد ھم حیاءً عثمان واقضاھم علی واعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل وافرضھم زید بن ثابت واقرأھم أبی بن کعب ولکل قوم امین وامین ھذہ الامۃ ابوعبیدۃ بن الجراح وما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء اصدق لھجۃ من ابی ذر شبہ عیسی فی ورعہ،

ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں، اور ان میں اللہ کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، اور ان میں سب سے زیادہ باحیا عثمان ہیں اور مقدمات اور فصلِ خصومات میں سب سے اقضیٰ (اچھا فیصلہ کرنے والے اور نظر رکھنے والے) علی ہیں۔ حلال وحرام کو ان میں سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں، علم فرائض سے سب سے زیادہ واقف زید بن ثابت ہیں اور قرأت قرآن کا سب سے زیادہ علم اُبی کو ہے ہر قوم کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں، اور آسمان کے نیچے (روئے زمین پر) ابوذر سے زیادہ راست گفتار کوئی نہیں ہے، وہ اپنی پارسائی میں (حضرت) عیسیٰ کے مانند ہیں۔

واخرج الحاکم عن النزال بن سبرۃ قال وافقنا علیا طیب النفس

حاکم نے نزال بن سبرۃ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا "ایک مرتبہ حضرت علی بڑے خوشگوار مزاج میں تھے اور

وھو یمزح فقلنا لہ حدثنا عن اصحابك فقال كل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی فقلنا حدثنا عن ابی بكر فقال ذلك امرءٌ سماہ اللہ صدیقا علی لسان جبرئیل و محمد صلی اللہ علیہما۔

وہ مزاح فرما رہے تھے، ہم نے ان سے کہا آپ اپنے اصحاب کے بارے میں ہمیں بتائیے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اصحاب میرے اصحاب ہیں، سو ہم نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں حضرت ابوبکر کے بارے میں بتائیے، حضرت علی نے کہا وہ ایسے آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل اور حضرت محمد صلی اللہ علیہما کی زبان سے صدیق کا لقب دیا۔"

واخرج ابن عبد البر عن طارق قال جاء ناس الی ابن عباس فقالوا جئناك نسألك فقال سلوا عما شئتم فقالوا ای رجل كان ابوبكر قال كان خیرا كلہ او قال كالخیر كلہ علی حدۃ كانت فیہ قالوا فای رجل كان عمر قال كان كالطیر الحذر الذی یظن ان لہ فی كل طریق شرا كا قالوا فای رجل كان عثمان قال رجل الهتہ نومتہ عن یقظتہ قالوا فای رجل كان علی قال كان قد ملئ جوفہ حلما وعلما وبأسا ونجدۃ مع قرابتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وكان یظن ان لن یمد یدہ الی شئ الا نالہ فما مد یدہ الی شئ فنالہ۔

ابن عبدالبر نے طارق سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آئے اور کہا ہم آپ سے کچھ پوچھنے کے لئے آئے ہیں۔ ابن عباس نے کہا جو چاہو پوچھو، ان لوگوں نے کہا حضرت ابوبکر کیسے آدمی تھے؟ ابن عباس نے کہا "وہ سب کا سب خیر تھے"، یا یہ کہا کہ "وہ مکمل خیر کی مانند تھے، جو الگ الگ ان میں تھیں"۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر کیسے آدمی تھے؟ ابن عباس نے کہا "وہ اس محتاط چوکنا پرندے کے مانند تھے جو یہ سمجھتا ہے کہ ہر راستے میں اس کے لئے جال بچھا ہوا ہے"۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ حضرت عثمان کیسے تھے؟ ابن عباس نے جواب دیا "وہ ایسے آدمی تھے جنہیں ان کی نیند نے اپنی بیداری سے غافل کر دیا"۔ پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ حضرت علی کیسے تھے؟ ابن عباس بولے "ان کا بطن (جوف) حلم، علم، بہادری اور شجاعت سے پُر تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت بھی حاصل تھی۔ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ وہ جس چیز کی طرف بھی ہاتھ بڑھائیں گے اسے حاصل کر لیں گے۔"

بالجملہ ہیچکس از اہل عقل نمیتواند گفت کہ غیر حضرت مرتضیٰ در ہاشمیہ نسب و مبارزت اقران مانند حضرت مرتضیٰ بود، چنانکہ نمیتواند گفت کہ غیر فاروق در حسن سیاست است و تدبیر امور فتح و دور بینی مانند فاروق بود، چنانکہ نمیتواند گفت کہ در صحبت دائمہ با رضا جوئی وفنا و فدا بنسبت آنحضرت

مختصر یہ کہ کوئی عقل مند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت مرتضیٰ کے علاوہ کوئی اور شخص ہاشمی نسب اور مقابل سے جنگ آزمائی میں ان جیسا تھا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ امت کی اچھی سیاست، فتوحات کے امور کے انتظام اور دور اندیشی میں کوئی شخص حضرت فاروق کے مانند تھا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ رضا جوئی کے ساتھ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت میں ہمیشہ رہنے میں اور اول اسلام سے اخیر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم از اول اسلام تا آخر در بذل اموال در ہیچ مثل صدیق بود، چنانکہ نمیتوانند گفت کہ غیر ذی النورین در انفاق و اعتاق و حیا و کظم غیظ و ترک خوض در فتنہ نزدیک مہیا بودن آن مانند ذی النورین بود ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند

نکتہ ثانیہ: باید دانست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترجمان غیب بود در انچہ از مناقب ہر یکے از صحابہ بیان فرمود ہر کسے را بفضیلتے کہ در وی بود عاقبۃ الامر ہمان فضیلت بر روی کار آمد اختصاص داد اُبی بن کعب را سید القراء گفت و فرمود کہ خدا تعالی مرا فرمودہ است کہ سورۂ لم یکن را تعلیم تو کنم ابی گفت آؤ سمانی اللہ قال نعم فذرفت عینا اُبی ہیچ میدانی کہ نکتہ در تخصیص ابی چیست آنست کہ سلسلہ جماعہ عظیمہ از قراء امت مرحومہ بواسطہ او بجناب رسالت رسیدن مقدر بود، و عبد اللہ بن مسعود را چرا فرمود کہ ما امرکم ابن ام عبد فخذوہ وما اقرأکم فاقرؤہ، برای آنکہ سلسلہ فقہ و قرارت جم غفیر از امت بجناب رسالت بواسطہ او رسیدن مقدر بود و در حق خالد چرا فرمود سیف من سیوف اللہ، برای آنکہ فتوح بسیار بر دست او شدنی بود و در حق سعد چرا فرمود عسیٰ ان تبقی حتی ینتفع بک اقوام و یضر بک آخرون، برای آنکہ فتح عراق و حکومت آن بر دست او شدنی بود و در حق ابو عبیدہ چرا گفت امین ھذہ الامۃ ابو عبیدۃ، برای آنکہ حل عقد شام بر دست

کی نسبت سے فنا و فدا میں اور مال و دولت خرچ کرنے میں حضرت صدیق جیسا کوئی اور تھا۔ اسی طرح یہ کہنا بھی ممکن نہیں ہے کہ مال خرچ کرنے، غلاموں کو آزاد کرنے، حیاء، غصہ کو پینے اور فتنہ کے پیش آنے کے وقت اس فتنہ میں پڑنے سے رُکنے میں ذوالنورین جیسا کوئی دوسرا بھی تھا ؎

ہر شخص کو ایک خاص کام کے لئے بنایا گیا۔ اور
اس کام کی محبت اس کے دل میں ڈال دی گئی۔

دوسرا نکتہ: جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہر صحابی کے متعلق فرمایا اس میں وہ غیب کے ترجمان تھے۔ ہر شخص میں جو فضیلت تھی آخر کار اسے اسی فضیلت میں خصوصیت حاصل ہوئی۔ آپ نے حضرت اُبی بن کعب کو سید القراء کہا اور فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں سورۂ لم یکن کی تعلیم دوں۔ حضرت اُبی نے عرض کیا کہ کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں (یہ سنکر) حضرت اُبی آبدیدہ ہوگئے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اُبی کو مخصوص کرنے میں کیا باریکی تھی؟ وہ (نکتہ) یہ تھا کہ امت مرحومہ کے قاریوں کی ایک جماعت کا سلسلہ انہیں کے واسطے سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا مقدر ہو چکا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بارے میں یہ کیوں فرمایا کہ ام عبد کے بیٹے (عبد اللہ بن مسعود) تمہیں جو حکم دیں اسے لے لو اور جو قرآن پڑھائیں اسے پڑھ لو؟ یہ اس لئے فرمایا کہ امت (محمدی) کی ایک بڑی جماعت کی فقہ و قرأت کا سلسلہ ان کے واسطے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا مقدر ہو چکا تھا۔ اور آپؐ نے حضرت خالد کو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کیوں کہا؟ یہ اسلئے فرمایا کہ ان کے ذریعہ بہت سی فتوحات ہونی تھیں۔ اور حضرت سعد (بن ابی وقاص) کے حق میں یہ کیوں فرمایا کہ ممکن ہے کہ تم باقی رہو تاکہ تم سے کچھ لوگوں کو فائدہ پہونچے اور کچھ کو نقصان، یہ اس لئے ارشاد ہوا کہ انہیں کے ہاتھ پر عراق کی تسخیر اور حکومت . . . . حاصل ہوئی تھیں۔ اور حضرت ابو عبیدہ کے بارے میں یہ کیوں کہا کہ اس امت کے امین حضرت ابو عبیدہ ہیں؟ اس وجہ سے یہ فرمایا کہ شام کی عقدہ کشائی ان کے ہاتھوں ہونے والی تھی۔ حضرت

اوافتادن بود ودرحق عمرو بن العاص چرا گفت نعم
المال الصالح للرجل الصالح، برائے آن گفت
کہ ایالت مصر اورا بودنی بود ودرحق معاویہ
چرا گفت ان ولیت امر الناس فاحسن
الیھم، برای آن گفت کہ خلافت آخر بوی رسیدنی
بود ودرحق ابن عباس چرا دعا کرد اللھم علمہ الکتاب
برائے آن گفت کہ تفسیر قرآن بردست او شدنی بود ودرحق
انس چرا دعا کرد اللھم اکثر مالہ وولدہ، برای آنکہ اورا
این معنی شدنی بود ودرحق ابوذر چرا گفت شبیہ عیسیٰ
فی الزھد برائے آنکہ این صفت در وی کامل بود وابوہریرہ
را چرا جنیات علم داد، کہ دریخت وا کثار روایت حدیث
مشاہدہ فرمودہ بود ودرحق شیخین چرا گفت اقتدوا
بالذین من بعدی ابی بکر وعمر، برای
آنکہ خلافت ایشان مقدر بود۔

بالجملہ ترجمانیت غیب وکمال اوفر این مظہر
اتم نشناختہ است کسی کہ ہر یکی از مناقب صحابہ
را جداگانہ نشناختہ، ومنزلت ہر یکی از دیگرے
علیحدہ ندانستہ است، پس ممکن نیست کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم شخصی را بخلافت ولوازم آن
مثلا مبشر کند واین معنی برفے کار نیاید، پس کسے
اگر بشارت صحیحہ برائے غیر آنکہ آثار آن امر از وی
ظاہر شوند روایت کند محال گفتہ است' واگر
بشارت بچیزی کہ واقع شد روایت کردہ شود
صورت واقعہ پیش از تتبع سند تصحیح او میکند
غامض تر ازین آنست کہ زیدیہ گمان میبرند کہ
در شرع امامت را حق فاطمیین ساختند،
فقیر میگوید این گمان ایشان فاسد است زیرا
کہ تکلیف بچیزے کہ ہیچگاہ نبود از مثل این مظہر
اتم نہایت مستبعد است، زیرا کہ این فیض از سماء

عمرو بن عاص کے متعلق یہ کیوں فرمایا کہ کیا ہی صالح مال ہے صالح آدمی کے لئے!
ایسا اسلئے فرمایا کہ مصر کے صوبہ کی ولایت (گورنری) انہیں ملنی تھی، حضرت معاویہ
کے حق میں یہ کیوں فرمایا کہ اگر تمہیں مسلمانوں کے امور کا والی بنایا جائے تو تم انکے
ساتھ بھلائی سے پیش آنا! یہ اس وجہ سے فرمایا کہ خلافت آخر کار ان کو ملنی
تھی، حضرت (عبداللہ) بن عباس کے حق میں یہ دعا کیوں کی کہ اے اللہ انہیں
کتاب (قرآن) کا علم دے؟ ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلئے کہا کہ انکے
ذریعہ قرآن کی تفسیر ہونی تھی۔ اور حضرت انس کیلئے یہ دعا کیوں کی کہ اے اللہ
انکے مال اور اولاد میں کثرت عطا فرما۔ یہ اس لئے کیا کہ انہیں یہ چیز نصیب ہونی
تھی، اور حضرت ابوذر کے بارے میں یہ کیوں فرمایا کہ وہ زہد میں حضرت عیسیٰ کے مشابہ
ہیں۔ اسلئے ایسا فرمایا کہ یہ صفت (زہد) ان میں بدرجہ کمال موجود تھی۔ اور حضرت
ابوہریرہ کو کیوں علم کی خبر دی (یہ کہ وہ صاحب علم ہونگے) یہ اس لئے کہ انکے نصیب
میں روایت حدیث کی کثرت کو آپنے مشاہدہ فرمالیا تھا۔ اور شیخین (حضرات ابوبکر و
عمر) کے متعلق یہ کیوں فرمایا ان لوگوں کی جو میرے بعد آنے والے ہیں یعنی ابوبکر و عمر کی پیروی
کرو۔ یہ اس لئے کہ ان دونوں کی خلافت مقدر ہو چکی تھی۔

مختصر یہ کہ جس شخص نے ہر ایک صحابی کے مناقب و فضائل کو علیحدہ علیحدہ
(جداگانہ) نہ پہچانا اور ہر ایک صحابی کے مرتبہ کو دوسرے صحابی سے علیحدہ نہ
جانا اس نے ان مظہر اتم (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی ترجمانی
غیب اور اعلیٰ و اتم کمال کو نہ پہچانا۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کسی کو خلافت اور اس کے لوازمات کی بشارت دیں اور یہ بات
وقوع میں نہ آئے۔ اس لئے اگر کوئی راوی اس شخص کے لئے صحیح بشارت کی
روایت کرے جس میں وہ امر ظاہر ہی نہ ہوا ہو، تو وہ محال و ناممکن بات
ہوگی۔ اور اگر کسی ایسی بات کی بشارت کی روایت کی جاتی ہے جو
واقع ہو گئی تو اسناد کی چھان بین کے بعد اصل واقعہ اس کی تصدیق
کرے گا۔ اس سے بھی زیادہ (عمیق) باریک بات یہ ہے کہ زیدیہ کا یہ خیال
ہے کہ امامت شرع کی رو سے اولاد فاطمہ کا حق ہے۔ یہ فقیر کہتا
ہے کہ ان (زیدیہ) کا یہ خیال فاسد اور غلط ہے کیونکہ اس مظہر اتم
(حضرت محمد مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے لوگوں کو
ایسے امر کا مکلف کرنا جو کبھی ہوا ہی نہیں، نہایت مستبعد اور
بعید ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اس فیض کا سرچشمہ وہی مقام ہے

موطن می آید کہ تقدیر حوادث از آنجا است ، واگر
ہمچنین بود لطف نباشد بلکہ تقریب باشد بمعصیت
نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد ، وچون
می فہمم کہ شارع مسائل عبادات ومعاملات و
مناکحات وجراحات وقضا وحدود بیان کرد و
شروط خلافت عظمیٰ بیان نکرد ، ہمیں سبب کہ در
اکثر امت خلافت بشروط خود بودنی نیست ،
پس شفقت برامت ترک تصریح بآن است
تا ضروریات دین را عاصی نشوند واللہ اعلم
بحقیقۃ الحال ۔

نکتۂ ثالثہ: ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
قدر شناس ترین مردمان بودند، واوفی ایشان
بذمم، واوصل ایشان ارحام را واحسن ایشان در
مراعات حقوق، پس بسیار است کہ صلہ ارحام را
رعایت فرماید وبرای ایشان غضب کند، ودر حق
عباس چرا نفرماید اوما شعرت یا عمر ان عم الرجل
صنو ابیہ، ودر حق سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا
چرا نگوید یریبنی ما رابہا ویؤذینی ما آذاہا
ان بنی فلان یستأذنونی ان ینکحوا
بنتہم علی بن ابی طالب فلا آذن لہم
ثم لا آذن لہم، درحق ابوبکر صدیق چرا
نفرماید ہل انتم تارکوا لی صاحبی، در
حق علی چرا نفرماید ہو منی وانا منہ
یؤذینی ما آذاہ ۔ من کنت مولاہ
فعلی مولاہ، من سب علیا فقد
سبنی، وبرای علی چرا خلف کند کہ ان علیا
وجد فی بطنہ مغصا ، درحق انصار
چرا نفرماید الانصار شعار ، والناس دثار
اللہم انتم من احب

جہاں سے حوادث وواقعات مقدر ہوتے ہیں ۔ اور اگر ایسا ہی
ہو (یعنی بندوں کو ایسی باتوں کا مکلف کیا جائے جو سرے سے
واقع ہی نہیں ہوئیں) تو یہ لطف وکرم خداوندی نہ ہوگا ، بلکہ
معصیت اور گناہ کے نزدیک ہوگا اور ہم بداعتقادی سے خدا کی پناہ
مانگتے ہیں ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صاحب شریعت نے عبادات ، معاملات
نکاح ، جراحات (قصاص) قضا اور حدود کے مسائل بیان فرمائے ۔ مگر
خلافت عظمیٰ کے شرائط بیان نہ کئے ۔ اس کا یہی سبب ہے کہ خلافت
اپنے شرائط کے ساتھ امت کے اکثر افراد میں نہیں ہوتی ہے ، سو امت پر
شفقت کا تقاضا یہی تھا کہ اس کی تصریح ووضاحت کو ترک کردیا جائے
تاکہ لوگ ضروریات دین (پر عمل نہ کرکے) گنہگار نہ ہوں، اللہ حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے

تیسرا نکتہ: ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سب سے
زیادہ قدرشناس ، ان میں عہد وپیمان کو سب سے بڑھ کر پورا کرنے
والے ، سب سے زیادہ صلہ رحم کرنے والے ، اور حقوق کی رعایت میں
سب سے اچھے تھے ، سو اکثر آپ صلہ رحم کا خیال فرماتے اور قرابت
داروں کی حمایت کرتے ۔ لہذا آپ حضرت عباس کے متعلق یہ کیوں نہ
فرماتے کہ "اے عمر کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کا بھائی
ہوتا ہے"۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیوں نہ فرماتے کہ جس
بات سے فاطمہ کو تشویش ہوتی ہے اس سے مجھے بھی تشویش ہوتی ہے اور جس چیز
سے فاطمہ کو تکلیف پہونچتی ہے اس سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے ۔ فلاں قبیلہ
کے لوگ علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنے کی اجازت مجھ سے طلب
کرتے ہیں ۔ مگر میں انہیں اس کی اجازت نہ دوں گا ہرگز نہ دونگا"۔ حضرت ابوبکر
صدیق کے حق میں کیوں نہ ارشاد فرماتے کہ "کیا تم لوگ میرے لئے میرے دوست
کی اذیت رسانی سے باز نہ آؤ گے؟" اور حضرت علی کے متعلق یہ کیوں نہ فرماتے
کہ "وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، جس بات سے انہیں تکلیف پہونچتی ہے اس
سے مجھے بھی تکلیف پہونچتی ہے ، جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں جس
نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی" اور جنگ بدر سے لوٹتے وقت) حضرت علی
کے لئے جب ان کے پیٹ میں مروڑ وپیچش کا درد ہوا آپ کیوں نہ لوگوں سے پیچھے
رہ جاتے اور جب اس تخلف کا لوگ سبب پوچھتے تو فرماتے کہ علی کو پیچش ہوگئی
تھی، اس لئے ان کے لئے پیچھے ٹھہرنا پڑا ۔ اور انصار کے بارے میں کیوں نہ فرماتے کہ

الناس الیٰ۔

پس مرد منصف را لابد است ازانکہ مراتب ارحام وخصوصیاتی کہ از قرابت خیزد اجدا بفہمد وانچہ مناط مدح در امور دینیہ کہ متعلق اتصاف بصفت خلافت نبوت باعتبار ہر دو شعبہ او باشد جدا اعتبار کند، مثلاً کلمہ انما ہو منی وانا منہ بیان کمال خصوصیت قرابت است، واداء حقوق ارحام است بامسئلہ فضل کلی مساس ندارد، بآن دلیل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ در حق حضرت مرتضیٰ وزہرا رضی اللہ عنہما این کلمہ گفت، ہمچناں در حق عباس ہمیں کلمہ نطق فرمود، باز فرود تر آمدہ در حق درۃ بنت ابی لہب ہمان کلمہ بعینہا ادا نمود، کما اخرجہ احمد عن درۃ بنت ابی لہب قالت کنت عند عائشۃ فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایتونی بوضوء قالت فابتدرت انا وعائشۃ الکوز فبدرت واخذتہ فتوضأ فرفع بصرہ الی او طرفہ الی قال انت منی وانا منک، ازینجا دانستہ شد کہ این کلمہ برائی صلہ رحم است نہ از باب فضل ودر صدقات بنی تمیم فرمود ہذہ صدقات قومنا، باز در فضائل اسلم وغفار وجہینہ ومزینہ را بر بنی تمیم تفضیل داد، پس دانستہ شد کہ این اضافت بمعنی صلہ ارحام است نہ از باب فضل، وہمچنین من سبہ فقد سبنی ومن اذاہ فقد اذانی از قبیل وصل ارحام است، بآن دلیل کہ بمثل این کلمہ در حق عباس ومانند او تکلم شدہ اند۔

نکتہ رابعہ۔ لفظ احب ومانند آن در حق جمعی وارد شدہ وآنرا بحسب قرائن و

انصار شعار ہیں اور بقیہ باقی لوگ دثار[1] ہیں اور اے انصار تم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہو"۔

پس انصاف پسند شخص کے لئے ضروری ہے کہ قرابت داری کے مراتب اور اس سے جو خصوصیات وابستہ ہیں انہیں علیحدہ سمجھے اور دونوں شعبوں کے اعتبار سے خلافت نبوت کی صفت کے ساتھ موصوف ہونے سے متعلق دینی معاملات میں مدح وستائش کے مواقع کو الگ سمجھے۔ مثلاً یہ جملہ کہ "بیشک وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں"۔ قرابتداری کی کامل خصوصیت کا بیان اور صلہ رحم کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ اس کا فضل کلی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حضرت مرتضیٰؓ اور زہراؓ کے بارے میں یہ جملہ کہا ہے ویسے ہی حضرت عباس کے متعلق بھی اسے ادا کیا ہے۔ پھر اس سے بھی نیچے اتر کر آپ نے درۃ بنت ابی لہب کے حق میں بھی بعینہ یہی جملہ ادا فرمایا ہے۔ جیسا کہ احمد (ابن حنبل) نے درۃ بنت ابی لہب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہ کے پاس بیٹھی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے اور وضو کے لئے پانی مانگا۔ درۃ کا بیان ہے کہ برتن (کوزہ) لینے کے لئے میں نے اور حضرت عائشہ نے ایک دوسرے پر سبقت لے جانی چاہی، مگر میں نے برتن پہلے اٹھا لیا سو اس سے آپ نے وضو فرمایا اور میری جانب دیکھ کر فرمایا "تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں"۔ اس سے یہ بات جانی گئی کہ یہ جملہ صلہ رحم کے بطور کہا گیا ہے نہ کہ فضیلت سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو تمیم کے صدقات سے متعلق فرمایا "یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں"۔ پھر فضائل میں قبائل اسلم، غفار، جہینہ اور مزینہ کو آپ نے بنی تمیم پر فضیلت دی۔ سو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ اضافت صلہ رحم کے مفہوم میں استعمال ہوئی ہے نہ کہ فضیلت کے ضمن میں۔ اس طرح یہ جملے "جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی"۔ اور جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی"۔ بھی صلہ ارحام کے قبیل سے ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اسی قسم کے جملے حضرت عباسؓ اور ان جیسے دوسروں کے متعلق بھی فرمائے گئے ہیں۔

چوتھا نکتہ:۔ "احب" (محبوب تر) اور ایسے ہی دوسرے الفاظ بہتوں کے حق میں وارد ہوئے ہیں اور انہیں قرائن اور حالات

[1] شعار وہ لباس جو انسانی جسم سے ملا ہو مثلاً قمیص، بنیان اور ٹوپی وغیرہ۔ دثار وہ لباس اور کپڑا جو شعار سے اوپر اوڑھا جائے مثلاً چادر، کمبل وغیرہ۔ سو اصل لباس شعار ہے اور دثار زائد ہے۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ انصار اصل ہیں باقی فرع یا انصار اہم ہیں اور دوسرے ان سے کم اہم

خصوصیات احوال بمعنی مناسبہ باید فرود آورد مثلاً گوئیم کہ حب بچند وجہ می باشد حب مرد نسار خود را، وحب مرد اولاد خود را، وحب کاملی کاملی را بسبب موافقت در کمال، و حب مرد یتیم را باعتبار آنکہ محل شفقت است ومحبت تلمیذ شیخ خود را، وہر یکے ازیں محبت ہا جدا از دیگری فہمیدہ میشود، و زیادت یک نوع بہ نسبت فردی و زیادت نوع دیگر بہ نسبت فرد دیگر معقول میگردد، پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یکبار عائشہ صدیقہ را احب الناس گویند و دیگر جا اسامہ را و سوم جا صدیق اکبر را وجائے چہارم علی مرتضیٰ را تناقض نباشد بلکہ در ہر حدیث اشارہ باشد بمحبت خاص، فافہم۔

نکتہ خامسہ:۔ سابقاً مذکور شد کہ حقیقت فضل وجود یک چیز است در دو شخص و رجحان یکے بر دیگرے دران خصلت، الآن باید دانست کہ این رجحان گاہی باعتبار انواع این خصلت باشد، پس در یکے نوعی ظاہر شود و در دیگری نوع دیگر، و نوع اول انفع باشد در صناعتی کہ سخن باعتبار آن صناعت میرود از نوع ثانی، مثلاً شجاعت دو قسم است شجاعت پہلوانی، وشجاعت ملوک، و شجاعت ملوک انفع است در خلافت کبریٰ، ومثلاً صفت علم شعبہ ہای بسیار دارد، سرعت انتقال ذہن باخذ مسئلہ، وخروج از محل اشتباہ و تعارض ادلّہ بوجہی کہ بآن فن کہ سخن دران میرود مناسب باشد، نظیر آنکہ در علم منقول ہر کہ اوثق باشد در حفظ، وحدیث او نکارت ندارد، بہتر است از کسے کہ فہم ثاقب دارد و او ہام در حدیث

کی خصوصیات کے مطابق مناسب مفہوم میں لینا چاہئے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ "حُبّ" (محبت) چند وجوہ سے ہوتی ہے، آدمی کی اپنی بیوی سے محبت، آدمی کی اپنی اولاد سے محبت، کسی کامل کی دوسرے کامل شخص سے کمال میں موافقت کے باعث محبت، آدمی کی یتیم سے اس لئے محبت کہ وہ شفقت کا مستحق ہے، شاگرد کی اپنے استاد سے محبت، ان تمام محبتوں میں سے ہر ایک کو دوسری محبت سے علیحدہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ایک فرد سے ایک نوع کی محبت میں زیادتی اور دوسرے فرد سے دوسری نوع کی محبت میں زیادتی قابل فہم اور معقول ہے۔ اس لئے اگر آنحضرت ؐ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ کو "احب الناس" (لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب) فرمائیں اور دوسرے موقع پر حضرت اسامہ کو اور تیسری بار حضرت صدیق اکبر کو اور چوتھے موقع پر حضرت علی کو تو اس میں کوئی تناقض یا تضاد نہیں ہے بلکہ ہر حدیث میں ایک خاص محبت کی جانب اشارہ ہوگا۔ اس نکتہ کو سمجھ لو۔

پانچواں نکتہ:۔ اس بات کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ فضیلت کی حقیقت یہ ہے کہ ایک بات دو آدمیوں میں پائی جائے اور اس بات (خصلت) میں ایک شخص دوسرے سے بڑھا ہوا ہو۔ اب یہ جاننا چاہئے کہ یہ تفوق و برتری کبھی تو اس خصلت کی نوعیتوں کے سبب ہوتی ہے۔ سو ایک شخص میں ایک نوع اس خصلت کی ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے شخص میں اس (خصلت) کی دوسری نوع ظاہر ہوتی ہے اور پہلی نوع دوسری نوع سے اس صنعت (ہنر) میں جس سے متعلق بات ہو رہی ہے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے۔ مثلاً شجاعت کی دو قسمیں ہیں، پہلوانوں کی شجاعت اور بادشاہوں کی شجاعت اور خلافت کبریٰ میں بادشاہوں کی شجاعت زیادہ نفع بخش ہے۔ اور مثلاً صفتِ علم کے بہت سے شعبے ہیں، ایک تو مسئلہ کو اخذ کرنے میں ذہن کا نہایت سرعت کے ساتھ منتقل ہونا دوسرے اشتباہ و دلائل کے باہم متعارض ہونے کے مقام سے اس طور سے نکل آنا جو اس فن کے مناسب ہو جس کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ منقولات کے علم میں اس شخص کو جس کا حافظہ زیادہ قابل اعتبار ہوگا اور جس کی حدیث منکر نہ ہوگی، اس شخص سے بہتر سمجھا جائیگا جس کی سمجھ تو اچھی ہے لیکن اس کی حدیث میں وہم و اشتباہ

او داخل شوند، ومثلاً زہد دو نوع است زہد اولیاء کہ نفرت است از دنیا وترک مداخلت نمایند راساً، وزہد انبیاء کہ طمع خود را طرح ساختہ اصلاح عالم کنند ومداخلت نمایند در مال وجاہ بوجہی کہ بہتر ازان متصور نگردد للہ و فی اللہ و این رجحان . . . . . گاہی باشد باعتبار ظہور آثار آن خصلت از یکی بتکرار، بوجہی کردانستہ شود کہ ملکہ یکے ارسخ است از ملکہ دیگر، فافہم۔

نکتہ سادسہ: عقل تجویز میکند کہ شخصے با پیغامبر صحبت نداشتہ باشد بلکہ آشنا نشدہ، تقدیر الٰہی جاری شود باینکہ این شخص را متمم بعض کارہائے مقصودہ پیغامبر سازند، وخدا تعالیٰ پیغامبر را باین سر مطلع فرماید، پس پیغامبر آنرا خلیفہ خود سازد، ووی بہترین امت باشد، ودیگران رعیت او، واین فضیلت علیحدہ است ونیز اعقل تجویز میکند کہ شخصی در اول بعثت پیغامبر باعتبار اتفاق وتالیف وسعی جمیل در افشائے دین وبرہم زدن اعداد ستقر ساختن قواعد ملت اعانتہا کردہ باشد، ونظر رحمت الٰہی کہ بجانب پیغامبری باشد، باعتبار این خصال درین شخص کار خود بکند، وبعد ازان ہم بحضور او پیغامبر متوفی شود، ووی افضل امت باشد ودیگران تابع او، واین فضیلت علیحدہ است۔ از منت الٰہی در حق شیخین آنست کہ ہر دو نوع فضیلت را جمع کردہ اند پس اگر در فضیلت ثانیہ جمعی با شیخین مساوی الاقدام در گمان کسے باشند لانسلم کہ فضل کلی بران دائر باشد، زیرا کہ ایشان جمع بین الفضیلتین کردہ اند۔

کو دخل ہے اور زہد کی دو قسمیں ہیں (ایک) اولیاء کا زہد کہ دنیا سے نفرت (کا نام) ہے اور وہ دنیا میں دخل اندازی کو بالکل ترک کر دیتے ہیں۔ (دوم) زہد انبیاء کہ وہ اپنی طمع کو چھوڑ کر دنیا والوں کی اصلاح کرتے ہیں اور مال وجاہ میں للہ فی اللہ اس طور سے مداخلت کرتے ہیں جس سے بہتر کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ اور کبھی (فضیلت میں) یہ تفوق اس خصلت (عادت) کے کسی سے بار بار اس طرح ظاہر ہونے کے سبب ہوتا ہے جس سے یہ بات جان لی جائے کہ ایک شخص کا ملکہ دوسرے شخص کے ملکہ سے زیادہ راسخ ہے۔ اس نکتہ کو سمجھ لو۔

چھٹا نکتہ: عقل تجویز کرتی ہے کہ ایک شخص ایسا ہے جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت میں نہ رہا ہو بلکہ ان سے واقف بھی نہ ہو۔ مگر اللہ نے یہ بات مقدر کی ہو کہ اس شخص کو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعض مطلوبہ کاموں کا تمام ومکمل کرنے والا بنا دیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ کو اس راز سے آگاہ کر دیا ہو۔ اس لئے پیغمبرؐ اس شخص کو اپنا خلیفہ (جانشین) مقرر فرمائیں اور وہ امت میں سب سے اچھا ہو اور دوسرے اس کی رعایا ہوں۔ یہ ایک علیحدہ فضیلت ہوئی۔ عقل یہ بات بھی تجویز کرتی ہے کہ ایک شخص نے پیغمبرؐ کی بعثت کے آغاز میں لوگوں کے اتفاق وتالیف قلوب کے اعتبار سے، اور دین کی اشاعت میں اور دشمنوں کو درہم برہم کرنے میں اور ملت کی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں (پیغمبرؐ کی) مدد کی ہو اور اللہ کی نظر رحمت جو پیغمبرؐ کی جانب ہو وہ اس شخص کے ان خصائل کے باعث اس شخص میں کام فرما ہو اور اس کے بعد اس کے سامنے پیغمبرؐ وفات پائیں اور وہ امت میں سب سے افضل ہو اور دوسرے اس کے تابع و پیرو ہوں۔ یہ ایک علیحدہ فضیلت ہوئی۔ شیخینؓ کے حق میں اللہ کا یہ احسان ہے کہ ان کی ذاتوں میں فضیلت کی یہ دونوں انواع جمع ہو گئی ہیں سو اگر دوسری فضیلت میں کسی کے خیال میں ایک جماعت شیخینؓ کے مساوی وبرابر ہو تو ہم یہ بات تسلیم نہیں کریں گے کہ اس بنا پر فضل کلی واقع ہو گا۔ کیونکہ شیخینؓ میں دونوں فضیلتیں جمع ہو گئی ہیں (جبکہ دوسرے حضرات میں صرف ایک طرح کی فضیلت موجود ہو گی۔)

نکتہ سابعہ: خدا تعالیٰ خواست کہ
دین خود را بواسطہ پیغمبر خود در آفاق منتشر
گرداند و این معنی بدون علماء و قراء کہ از
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علم قرآن و سنت
روایت کنند منصور نمیشد، پس بر زبان مبارک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فضائل جماعہ از
صحابہ جاری ساخت تا حث باشد بر اخذ
علم قرآن از ایشان، و آن فضائل بمنزلہ اجازت
نامہ ہای محدثین است برائے تلامذہ خود
تا قومی کہ رجال را باقوال نمی توانند شناخت
یاری اقوال را بر رجال بشناسند، و درین
فضائل جمیع علماء صحابہ مشترک اند چنانکہ از
کتب حدیث ظاہر است، انا مدینۃ
العلم وعلی بابھا ازین باب است،
واقراکم اُبی، واعلمکم بالحلال و
الحرام معاذ نیز ازین باب۔

چون این نکتہ ہا مذکور شد باصل سخن رویم
کہ شیخین افضل اند از سائر صحابہ، قال اللہ
تعالیٰ لا یستوی منکم من انفق من
قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم
درجۃ من الذین انفقوا من بعد
وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ
قال الواحدی لا یستوی منکم من
انفق من قبل الفتح وقاتل یعنی
فتح مکۃ، قال مقاتل لا یستوی فی
الفضل من انفق مالہ وقاتل العدو
من قبل فتح مکۃ مع من انفق من
بعد وقاتل، قال الکلبی فی روایۃ
محمد بن الفضل نزلت فی ابی بکر،

ساتواں نکتہ:۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی کہ اپنے دین
کو اپنے پیغمبرؐ کے ذریعہ دنیا میں پھیلائے اور یہ بات ان
عالموں اور قاریوں کے بغیر جنہوں نے آنحضرت سے قرآن
و سنت کے علم کو روایت کیا، تصور میں نہیں آسکتی۔ اس
بنا پر (اللہ نے) آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے صحابہ کی
ایک جماعت کے فضائل بیان فرمائے تاکہ ان سے قرآن کے
علم کو حاصل کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا جائے۔ اور یہ فضائل جو
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان صحابہ کے حق
میں بیان ہوئے) گویا ان اجازت ناموں کی طرح ہیں جو محدثین اپنے
شاگردوں کو دیتے ہیں (اور ایسا اس لئے کیا گیا) تاکہ وہ لوگ جو رجال
(حدیث) کو ان کے اقوال سے نہیں پہچان سکتے آخر اقوال کو رجال کے
ذریعہ سے پہچانیں۔ ان فضائل میں تمام علماء صحابہ مشترک ہیں، جیسا
کہ حدیث کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ "میں علم کا شہر ہوں اور علی
اس کا دروازہ" (والی حدیث) اسی قبیل سے ہے اور "تم میں
قرآن کا علم سب سے زیادہ اُبی کو حاصل ہے" اور "تم لوگ حلال و
حرام کا علم معاذ سے سیکھو" (یہ حدیثیں بھی) اسی قسم سے متعلق ہیں۔

جب ان نکات کا ذکر ہو چکا تو ہم اب اصل بات کی طرف رخ
کرتے ہیں اور وہ یہ کہ شیخینؓ تمام صحابہ سے افضل ہیں، اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے! "تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے مال
خرچ کئے اور دشمنوں سے لڑے وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں
ہو سکتے۔ یہ لوگ درجہ میں ان مسلمانوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے
بعد مال خرچ کئے اور لڑے، اور اللہ نے ان سبھوں سے حسن سلوک کا وعدہ
کیا ہے" (الحدید: ۱) (اس آیت کی تفسیر میں) واحدی کا قول ہے کہ "قبل الفتح" سے
مراد "فتح مکہ" سے پہلے ہے۔ مقاتل کا قول ہے (اس آیت کی تفسیر
یہ ہے) کہ "جن مسلمانوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کئے اور
دشمنوں سے قتال کیا فضیلت میں ان کے برابر نہیں جنہوں نے
فتح مکہ کے بعد مال خرچ کئے اور قتال کیا"۔

کلبی نے محمد بن فضل کی روایت کے مطابق یہ کہا ہے کہ یہ آیت
حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور یہ

تدل علی هذا انه کان اول من انفق
المال علی رسول الله صلی الله علیه وسلم
فی سبیل الله، واول من قاتل علی الاسلام
قال ابن مسعود اول من اظهر اسلامه
بسیفه النبی صلی الله علیه وسلم و
ابوبکر، وقد شهد له النبی صلی الله علیه
وسلم بانفاق ماله قبل الفتح فیما اخبرنا
عبد الله بن اسحٰق باسناده عن ابن عمر
قال بینا النبی صلی الله علیه وسلم
جالس وعنده ابوبکر الصدیق علیه عباءة
قد خللها علی صدره بخلال اذ نزل علیه
جبرئیل فاقرأه من الله السلام، فقال
یا محمد مالی اری ابا بکر علیه عباءة قد خللها
علی صدره بخلال قال یا جبرئیل انفق
ماله قبل الفتح علی قال فاقرأه من الله
السلام وقل له یقول لك ربك اراض انت
عنی فی فقرك هذا ام ساخط، فالتفت
النبی صلی الله علیه وسلم الی ابی بکر
فقال یا ابا بکر هذا جبرئیل یقرئك من الله
السلام ویقول لك ربك اراض انت عنی فی
فقرك هذا ام ساخط، قال فبکی ابوبکر،
فقال علی ربی اغضب، انا عن ربی راض،
انا عن ربی راض،

وقوله اولئك اعظم درجة من
الذین انفقوا من بعد وقاتلوا' قال عطاء
درجات الجنة تتفاضل فالذین انفقوا
من قبل الفتح فی افضلها' قال الزجاج
لان المتقدمین نالهم من المشقة اکثر

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے حسب الحکم راہ خدا میں مال خرچ کیا۔ اور اسلام کے لئے
لوگوں سے قتال کیا۔ حضرت ابن مسعود کا بیان ہے کہ جس نے سب
سے پہلے تلوار (طاقت) سے اپنے اسلام کو ظاہر کیا وہ خود نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ خود رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ سے پہلے حضرت ابوبکر کے انفاق
مال (مال خرچ کرنے) کی گواہی دی ہے۔ عبد اللہ بن اسحاق نے
اپنی سندوں کے ساتھ حضرت (عبد اللہ) بن عمر سے روایت کیا ہے
انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ
کے پاس حضرت ابوبکر صدیق بیٹھے تھے وہ ایک کمبل اوڑھے ہوئے
تھے جسے انہوں نے اپنے سینے پر کانٹے سے سی رکھا تھا۔[1] اسی
دوران حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سلام
پہنچایا، پھر جبرئیل نے پوچھا کہ اے محمد کیا بات ہے کہ ابوبکر نے کمبل کے سروں
کو اپنے سینے پر کانٹوں سے سی رکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اے جبرئیل انہوں
نے اپنا سارا مال مجھ پر فتح مکہ سے پہلے خرچ کر دیا ہے (اس لئے جسم پر کرتہ
تک نہیں ہے اور کمبل سے جسم کو ڈھانپے ہوتے ہیں) تب جبرئیل نے کہا آپ حضرت
ابوبکر کو اللہ کا سلام پہنچائیں اور ان سے کہہ دیں کہ آپ کے اللہ فرماتا ہے کہ "کیا تم
مجھ سے اپنے اس فقر و افلاس میں راضی ہو یا ناراض ہو؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
ابوبکر کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا "اے ابوبکر یہ جبرئیل ہیں تم کو اللہ کا سلام
پہنچاتے ہیں اور تم سے تمہارا رب یہ پوچھتا ہے کہ کیا تم مجھ سے اپنی غریبی
میں خوش ہو یا ناراض ہو؟ راوی کا بیان ہے کہ یہ سنکر حضرت ابوبکر رو پڑے
اور بولے "کیا میں اپنے رب سے ناراض ہوں گا؟ میں اپنے رب سے
راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں"۔

اور اس ارشاد قرآنی (اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من
بعد وقاتلوا) کی تفسیر میں عطاء کا بیان ہے کہ جنت کے درجات ایک
دوسرے سے فضیلت میں مختلف ہیں سو وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے
پہلے (اللہ کی راہ میں) مال خرچ کئے وہ سب سے افضل و اعلیٰ درجہ میں
ہوں گے۔ زجاج نے اس کی توجیہ یوں کی ہے کہ اگلوں (فتح مکہ سے قبل کے

[1] یعنی جسم پر صرف وہی کمبل تھا جسے انہوں نے اس لئے کانٹے سے سینے پر سی لیا تھا کہ جسم کی برہنگی ظاہر نہ ہونے پائے۔

مما نال من بعدهم و کانت بهما ثرهم
ایضا انفق، و کلا وعد الله الحسنی
کلا لفریقین وعد الله الجنة۔
اما افضلیت شیخین بر نسبت جمعی کہ بعد
فتح مکہ مسلمان شدند پس بمنطوق این آیہ کریمہ
و اما افضلیت شیخین نسبت
جمعی کثیر از انصار و مہاجرین اولین کہ در اصل
این صفات شریک اند، پس بمفہوم این آیہ
. . . . زیرا کہ فحوای آیت دلالت
میکند بر آنکہ ہر چند اعانت پیغمبر در قتال و
انفاق سابق تر فضل زیادہ تر، پس حال عباس
و خالد ظاہر شد، و ہمچنان جمعی کہ در اول اعانتہا
کردند امداد در آخر نماندند تا اعانت کنند مثل
حمزہ و مصعب بن عمیر، و ہمچنان آنانکہ نشر
علوم کردند لیکن نصرت اسلام باعتبار جہاد
از ایشان ظاہر نشد مانند ابی ابن کعب و
عبد اللہ بن مسعود و معاذ بن جبل۔
آنچہ در انجا می باید کرد حال مرتضی است،
پس میگوئیم اما افضلیت شیخین باعتبار تشبہ
بارادہ بعثت، پس بدو وجہ می باید دانست
یکی بشارات صریحہ کہ در منامات واقع شد
مصرح آمد بحال شیخین نہ بحال مرتضی دوم آنچہ
واقع شد در خارج، زیرا کہ وجود خارجی مبین
و مفسر بشارات صادق مصدوق است،
پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حق شیخین
بشارت دادند کہ خلیفہ خواہند شد، و کار دین
از دست ایشان منتظم خواہد شد، و فتوح
بسیار بر دست ایشان از مکمن غیب بظہور

مسلمانوں) کو پچھلوں (فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں) سے زیادہ تکلیفیں اٹھانی پڑی
ہیں، اور (اگلوں) کی بصیرتیں بھی زیادہ تیز تھیں (اور ارشاد خداوندی) کلاً وعد اللہ الحسنیٰ
سے مراد ہے کہ اللہ نے ان دونوں ہی فریقوں سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔
اب رہی شیخین کی افضلیت ان لوگوں پر جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام
قبول کیا تو وہ اس آیہ کریمہ کے منطوق سے (ثابت ہوتی ہے)۔ رہی
(شیخین کی افضلیت) مہاجرین اولین وانصار کی اس بڑی اور کثیر تعداد کی
نسبت سے جو ان اوصاف کی اصل میں (شیخین کے ساتھ) شریک ہیں
تو وہ بھی اس آیت کریمہ کے مفہوم سے (ثابت ہو جاتی) ہے۔
کیونکہ اس آیت کا مفہوم وفحویٰ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پیغمبر کی جنگ
اور مال خرچ کرنے میں جس قدر اعانت پہلے ہوگی، اسی قدر فضیلت
زیادہ ہوگی۔ سو حضرت عباس اور حضرت خالد کا یہی حال ہوا[1]۔
اسی طرح (صحابہ کی) وہ جماعت جس نے شروع میں (پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم) کی اعانت کی مگر آخر (بعد) میں مدد کرنے کے لئے (زندہ) نہ
رہے مثلاً حضرت حمزہؓ اور حضرت مصعبؓ بن عمیر (افضلیت میں شیخین سے کمتر ہیں)
اسی طرح وہ (اصحاب) جنہوں نے علم کی اشاعت کی مگر جہاد کے اعتبار سے ان سے
اسلام کی نصرت و اعانت ظاہر نہ ہوئی مثلاً حضرت ابی بن کعب، حضرت عبد اللہ بن
مسعود اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم (یہ بھی افضلیت میں شیخین کے ہم مرتبہ نہیں ہیں)
(اب) یہاں جو قابل بحث امر ہے وہ حضرت مرتضیٰ کا حال ہے، سو ہم
کہتے ہیں شیخین کی ارادۂ بعثت (نبوی) میں مشابہت کے اعتبار سے افضلیت
تو ان دو وجوہ سے ثابت ہے، ایک تو وہ صریح و واضح بشارات جو
عالم خواب میں واقع ہوئیں، شیخین کے حالات کی ان سے تصریح ہوتی ہے
نہ کہ مرتضیٰ کے حال کی، دوسرے وہ واقعات جو خارج میں وقوع
پذیر ہوئے۔ کیونکہ (ان واقعات کا) خارجی وجود نبی صادق ومصدوق
صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کی توضیح و تفسیر ہے۔ سو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کے حق میں بشارت دی کہ وہ خلیفہ
ہوں گے اور دین کے کام ان کے ہاتھ سے درست و منظم
ہوں گے اور ان کے ذریعہ بہت سی فتوحات پردۂ غیب
سے ظاہر ہوں گی۔ اور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) جو

۱؎ یعنی انہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا اسی لئے افضلیت میں شیخین کے ہم پلہ نہ ہوئے ۱۲

خواہد رسید، و واقع شد آنچہ بشارت دادند، بخلاف مرتضیٰ کہ فتوح اسلام در ایام خلافت وی متحقق نشد، و خود چہ امکان دارد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشارت دہد بچیزی کہ واقع نشود۔

سوال :۔ اگر گوئی ہر چیزی کہ در عالم حادث میشود بارادۂ الٰہیہ است چہ خیر و چہ شر و منامات مبین و مخبر امر آیندہ است، پس منامات و بشارات موجب فضیلت چرا باشند و تشبہ با نبیاء از جہت منامات چرا حاصل شود۔

جواب :۔ گوئیم آری ولیکن عدلی کہ از ملوک ظاہر می شود ہم بارادۂ الٰہیہ است، و عدلی کہ از انبیاء ظاہر میشود ہم بارادۂ الٰہیہ و ہمچنین تعلیم علمی کہ از علماء میباشد و تعلیم علمی کہ از انبیاء بوجود می آید، ولا بد میان ہر دو طبقہ بون بائن است، پس تامل باید کرد کہ فرق از کجا خاست، مبدء فرق آنست کہ این را بمنزلہ سنگ و چوب میگردانند و کار را سرانجام میدہند، و نفس او آنچہ او را برائے آن نصب کردہ اند نمی فہمد، و رنگ آن ارادہ را در خود جا نمی دہد و نفس او متلون بلون ارادۂ الٰہیہ نمیگردد، و متجرد نمیشود برای خدمت ارادۂ الٰہیہ، و مانند تیرے است کہ بجانب کفار آنرا اندازند و کافر را بآن کشتہ تقویت دین نمایند تیر را چہ فضیلت و کدام قربت، و پیغامبر بسبب لحوق بملأ اعلیٰ میشناسد کہ از وی چہ چیز ارادہ کردہ اند، و رنگی از ارادۂ الٰہیہ در نفس او فرو می رود، و از ان رنگ در نفس او شعبہ ہا بسیار ظاہر می گردد، بعد از ان قوی عقلیہ و

بشارت دی وہ پوری بھی ہوئی ۔ حضرت مرتضیٰ کے برخلاف کہ ان کے عہد خلافت میں فتوحات نہ ہوئیں اور (سوچنے کی بات ہے کہ) یہ کیسے ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات کی بشارت دیں جو سرے سے واقع ہی نہ ہو۔

سوال :۔ اگر آپ یہ کہیں کہ دنیا میں جو واقعہ خواہ خیر ہو خواہ شر پیش آتا ہے وہ اللہ کے ارادہ (حکم) سے ہوتا ہے اور منامات (خواب) آنے والی باتوں کو بیان کرتے اور ان کی خبر دیتے ہیں (یوں ان واقعات کو مشیئت ایزدی سے وقوع پذیر تو ہونا ہی تھا) تو یہ منامات (خواب) اور بشارات فضیلت کا سبب کیسے ہو سکتی ہیں اور ان منامات (خواب) کی بنا پر انبیاء کے ساتھ تشبہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟

جواب :۔ اس (سوال کے) جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہاں! مگر جو عدل بادشاہوں سے ظاہر ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے ارادہ (مشیئت وحکم) سے ہوتا ہے اور جو عدل کہ انبیاء سے ظہور پذیر ہوتا ہے وہ بھی اللہ ہی کے ارادے سے سرزد ہوتا ہے۔ اسی طرح جس علم کی تعلیم علماء دیتے ہیں اور وہ تعلیم جو انبیاء سے وجود میں آتی ہے (وہ بھی ارادۂ الٰہی سے ہی ہوتی ہے) اور یقیناً ان دونوں طبقوں (ملوک و انبیاء اور علماء و انبیاء) کے درمیان واضح فرق ہے (لیکن یوں انبیاء بھی ملوک و علماء سے افضل نہیں ٹھہریں گے) لہٰذا یہ غور کرنا چاہیے کہ فرق کہاں سے پیدا ہوا (سو) اس فرق کا مبدء و آغاز یہ ہے کہ اسے وہ لوگ بمنزلہ پتھر اور لکڑی کے قرار دیتے ہیں اور کام کو سرانجام دیتے ہیں اور ان کا نفس اس چیز کو جس کے لئے اسے مقرر کیا گیا ہے نہیں سمجھتا اور ارادۂ الٰہی کے رنگ میں اپنے کو رنگ نہیں پاتا۔ اور اس ارادۂ الٰہی کی خدمت کے لئے اپنے کو مجرد (خالی) نہیں کرتا۔ وہ اس تیر کے مانند ہے جس کو کافروں کی جانب چلائیں، کافر کو اس سے قتل کر کے دین کی تقویت کا سامان بہم پہنچائیں، تو اس تیر کو کونسی فضیلت اور کیسی قربت حاصل ہوگی؟ (مگر اس کے برعکس) پیغمبر ملأ اعلیٰ سے وابستگی کے باعث یہ جانتا ہے کہ اس سے کس بات کا ارادہ کیا گیا ہے اور یوں اس کے نفس میں ارادۂ الٰہی کا ایک رنگ اتر جاتا ہے اور اس رنگ کے ذریعہ اس (پیغمبر) کے نفس میں بہت سی شاخیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کے بعد اس کے تمام عقلی و قلبی قوی صرف

قلبیہ ہمہ روحی اللہ بکارہای خویش متوجہ میشوند، شتان بین المرتبتین، وچون نبوت منقطع شد تشبہ باین فضیلت بجز آن صورت نمیگیرد کہ ہمان ارادۂ الٰہیہ کہ در سینہ پیغامبر ظہور فرمودہ در بعض امور کہ صعود پیغامبر بملأ اعلیٰ پیش از اتمام آن مقدر شدہ تقاضا نماید کہ بنوعی از نسبت پیغامبر دران مداخلت کند، و بحسب صورت بر دستِ دیگرے ظہور نماید، پس این منامات مخبر اند باآنکہ اتمام این امور بر دست فلان و فلان واقع خواہد شد، و این منامات و بشارات باظہار کمال رضای خود دران باب، و تربیت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم ظاہراً و باطناً ایشان را و استخلاف ایشان بنص و اشارہ تمہید اصول آن کارہا و تاسیس قواعد آن مطلبہا مداخلت پیغامبر است دران امر، پس احساس میکند بہ نیابتِ پیغامبر دران امر، و رنگِ این معنی در نفس ناطقہ او فرو میرود، و قوی قلبیہ و عقلیہ او را در ہیجان می آرد، و گویا جارحہ از جوارح پیغامبر میگردد، و رحمت خاص الٰہی کہ در حق پیغامبر مصروف بود در حق او نیز ہمان رحمت کار میکند، ازین جہت این بشارات و استخلاف مناط فضیلت شدند، و چون این نکتہ بخاطر اکثر علماء نرسیدہ است ازین بشارات حسابی نگرفتہ اند و در باب فضائل بران اعتماد کلی نکردہ اند و لکن الحق ما قلت۔

اما فضیلتِ شیخین باعتبار تشبہ در جزء علمی پس از جہت آنست کہ علم را دو نوع است نوعی کہ مخصوص شیخین است ادخل

اللہ کے لئے اپنے کاموں کی طرف متوجہ و مشغول ہو جاتے ہیں۔ سبحان! دونوں مراتب میں (انبیاء، ملوک و علماء کے درجات میں) کس قدر فرق ہے۔ جب نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو اس فضیلت سے مشابہت (تشبہ) کی صرف یہی صورت ہے کہ وہی ارادۂ الٰہی جو پیغمبر کے سینہ میں ظاہر ہوا، ان بعض امور میں جن کی تکمیل سے قبل ہی پیغمبر ملأ اعلیٰ کی جانب تشریف لے گئے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اس میں مداخلت کا تقاضا کرے اور حسب صورت (حال) کسی اور کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ پس یہ منامات (خواب) اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ ان امور کی تکمیل فلاں فلاں کے ذریعہ سے ہوگی۔ اور یہ منامات اور اس باب میں اپنی انتہائی رضامندی کے اظہار کی بشارات اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ان کی ظاہراً و باطناً تربیت کرنا اور انہیں نص و اشارہ سے اپنا جانشین مقرر کرنا اور ان کاموں کے اصول کی ترتیب و تنظیم اور ان مطالب کے قواعد کی تاسیس (ایک گونہ) اس امر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مداخلت (کے مانند) ہیں۔ سو (ایسا شخص) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں اس امر میں (جس کی تکمیل سے قبل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا احساس کرتا ہے اور حقیقت کا رنگ اس کے نفس ناطقہ میں اتر جاتا ہے اور اس کے قلبی و عقلی قویٰ میں ہیجان برپا کر دیتا ہے۔ گویا وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جوارح (اعضائے ظاہری) میں سے ایک جارحہ (عضو) ہو جاتا ہے اور اللہ کی رحمت خاص جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مصروف (عمل) ہوتی ہے اس کے حق میں بھی وہی رحمت کام کرتی ہے۔ اس بنا پر یہ بشارات اور استخلاف (جانشینی) فضیلت و برتری کا باعث ہوئیں۔ چونکہ یہ نکتہ بیشتر علماء کے خیال میں نہ آیا تھا، انہوں نے ان بشارات کو کوئی اہمیت نہ دی اور فضائل کے ضمن میں ان پر مکمل اعتماد نہیں کیا ہے۔ لیکن حق وہی ہے جو میں نے بیان کیا۔

اب رہی جزءِ علمی میں تشبہ کے اعتبار سے حضرات شیخین کی فضیلت تو وہ اس بنا پر ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ وہ قسم جو حضرات شیخین کے ساتھ مخصوص ہے، اسے خلافتِ نبوت

است در خلافت نبوت از نوعی کہ مخصوص بمرتضیٰ است
وتفصیل این اجمال موقوف است بر دو تحقیق۔
تحقیق اول فاروق و مرتضیٰ ہر دو مبشرند
بزیادۃ جزء علمی بصریح احادیث، وصدیق اکبر
بدلالت تضمنی در حدیث اقتدوا بالذین
من بعدی ابی بکر وعمر، زیرا کہ مقتدا
نمی باشد الا ممتاز در علم لیکن از تتبع آثار منقولہ
از ایشان ظاہر میشود کہ حضرت مرتضیٰ زیادہ تر
بود در سرعت انتقال بماخذ مسئلہ لہٰذا
محاسبات عجیبہ وقیاسات دقیقہ از وے
بے شمار روایت کردہ شدہ است، وفاروق
در وقت انعقاد اجماع بوی بیشتر اعتنا
نمودی، چنانکہ در مسائل بسیار تحریر نمودیم،
عن حنش ابن المعتمر ان علیا کان
بالیمن فاحتفروا زبیۃ للاسد فجاء حتی
وقع، فوقع فیہا رجل وتعلق بآخر و
تعلق الآخر بآخر و تعلق الآخر بآخر
حتی صاروا اربعۃ فجرحہم الاسد
فیہا، فمنہم من مات فیہا ومنہم من
اخرج فمات، قال فتنازعوا فی ذلک
حتی اخذوا السلاح، قال فاتاہم علی
فقال ویلکم تقتلون مئتی انسان
فی شان اربعۃ اناسی تعالوا اقض
بینکم بقضاء فان رضیتم بہ والا
فارتفعوا الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم، قال، فقضی للاول ربع دیۃ
وللثانی ثلث دیۃ وللثالث نصف
دیۃ وللرابع الدیۃ الکاملۃ، قال،
فرضی بعضہم وکرہ بعضہم وجعل

میں (علم کی) اس قسم سے جو حضرت مرتضیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، زیادہ دخل
حاصل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل دو تحقیقوں پر موقوف ہے۔
پہلی تحقیق۔ حضرات فاروق و مرتضیٰ دونوں ہی کو جزء علمی میں
اضافہ کی صریح احادیث کی رو سے بشارت دی گئی ہے اور (ایسی ہی
بشارت) حضرت صدیق کو دلالت تضمنی کے ذریعہ دی گئی ہے۔
حدیث میں آیا ہے مسلمانو! اتباع کرو ابوبکر و عمر کی جو میرے بعد آئیں گے،
(اور تمہارے امیر ہوں گے) کیونکہ مقتدا (پیشوا یا امام جس کی اقتدار واتباع
کی جائے) صرف وہی ہو سکتا ہے جو علم میں ممتاز ہو، مگر (حضرات
صدیق، فاروق، و مرتضیٰ کے متعلق) جو آثار (روایات) مروی و منقول
ہیں ان کے تتبع سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مسئلہ کو اخذ کرنے میں حضرت
مرتضیٰ کا ذہن بڑی تیزی کے ساتھ منتقل ہوتا تھا۔ اس لئے بیشمار عجیب
عجیب حسابات اور باریک قیاسات ان سے روایت کئے گئے ہیں۔ اور
حضرت فاروق انعقاد اجماع کے وقت ان کی جانب بہت زیادہ
توجہ فرماتے تھے جیسا کہ ہم نے بہت سے مسائل میں تحریر کیا ہے (مثلاً) حنش
ابن المعتمر سے روایت ہے کہ حضرت علی یمن میں تھے وہاں لوگوں
نے شیر کو پھنسانے کی خاطر ایک گڑھا کھودا۔ شیر اس میں گر پڑا۔
بعد ازاں اس گڑھے میں ایک آدمی گر گیا۔ اس نے ایک دوسرے
آدمی کو پکڑنا چاہا وہ بھی گڑھے میں گر گیا۔ اس دوسرے شخص نے
ایک اور کو پکڑا اور اس نے ایک اور کو پکڑا یہاں تک کہ وہ
چاروں گڑھے میں جا گرے۔ اس گڑھے میں ان سبھوں کو شیر
نے زخمی کیا، سو ان میں سے کوئی گڑھے ہی میں مر گیا اور کوئی
گڑھے سے نکالے جانے کے بعد مر گیا وہاں کے لوگوں نے اس
بارے میں جھگڑا کیا یہاں تک کہ تلواریں نکل آئیں، یہ سنکر حضرت علیؓ ان
لوگوں کے پاس آئے اور کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ چار آدمیوں
کے لئے تم لوگ دو سو آدمیوں کو مارے ڈال رہے ہو۔ آؤ میں تمہارے
درمیان فیصلہ کرتا ہوں اگر تم اس پر راضی ہو گئے تو فبہا ورنہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے مرافعہ (اپیل کرنا) راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی نے پہلے کیلئے
ایک چوتھائی دیت، دوسرے کیلئے ایک تہائی دیت، تیسرے کیلئے آدھی
دیت اور چوتھے کیلئے پوری دیت کا فیصلہ سنایا۔ اس فیصلہ کو کچھ لوگوں نے

الدية على قبائل الذين ازدحموا قال فارتفعوا الى النبي صلى الله عليه وسلم وكان متكئا فاحتبى قال سأقضي بينكم بقضاء، قال فاخبر ان عليا قضى بكذا وكذا قال فامضى قضاءه۔ اخرجه احمد۔

وعن زيد بن ارقم قال بينا انا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ جاءه رجل من اهل اليمن فجعل يحدث النبي صلى الله عليه وسلم ويخبره، فقال يارسول الله اتى عليا ثلاثة نفر يختصمون في ولد وقعوا على امرأة في طهر واحد، فقال للاثنين طيبا نفسا بهذا الولد، ثم قال انتم شركاء متشاكسون اني اقرع بينكم فمن قرع له فعليه الولد وثلث الدية لصاحبيه، فاقرع بينهم فقرع احدهم فدفع اليه الولد، وضحك النبي صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه او اضراسه اخرجه الحاكم۔

وعن زر بن حبيش قال جلس رجلان يتغديان مع احدهما خمسة ارغفة ومع الآخر ثلاثة ارغفة، فلما وضعا الغداء بين ايديهما مر بهما رجل فسلم، فقالا اجلس للغداء او فجلس واكل معهما واستوفوا في اكلهم الارغفة الثمانية، فقام الرجل

پسند کیا اور کچھ نے ناپسند کیا اور حضرت علی نے ان قبائل پر دیت (خونبہا) عائد کیا جنہوں نے گڑھا کھودا تھا۔ ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مرافعہ کیا اس وقت آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے یہ سنکر آپ دو زانو ہو بیٹھے اور فرمایا میں تمہارے بارے میں جلد ہی فیصلہ کرتا ہوں پھر انھیں حضرت علی کے فیصلے سے آگاہ کیا گیا کہ انہوں نے ایسے ایسے یہ فیصلہ کیا ہے راوی کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی کے کئے ہوئے فیصلے کو قائم رکھا۔ اس روایت کو امام احمد نے بیان کیا ہے۔

اور زید بن ارقم سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک یمن کا باشندہ آپ کے پاس آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے اور آپ کو خبریں دینے لگا، اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول، علی کے پاس تین آدمی ایک بچے کے بارے میں تنازعہ لے کر حاضر ہوئے جو ایک ایسی عورت کے بطن سے پیدا ہوا تھا جس سے ان تینوں نے ایک ہی طہر میں صحبت کی تھی۔ سو حضرت علی نے کہا کہ دو کو یہ بچہ چھوڑنا پڑے گا پھر فرمایا کہ تم دعویٰ میں شریک اور باہم دگر اختلاف رکھتے ہو، میں تمہارے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہوں جس کے نام قرعہ نکل آئے بچہ اس کو ملے گا اور اس کے ہر ساتھی کو دیت کا ایک تہائی حصہ ملے گا۔ سو انہوں نے ان تینوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جس کے نام قرعہ نکلا بچہ اس کے حوالہ کر دیا۔ یہ سنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے آگے کے دانت ظاہر ہوئے۔

یہ روایت حاکم کی ہے۔

اور زر بن حبیش سے مروی ہے کہ دو آدمی کھانے کے لئے بیٹھے تھے ان میں سے ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں، جب ان دونوں نے اپنے آگے کھانا رکھا تو اُن کے سامنے سے ایک آدمی گزرا اور انہیں سلام کیا ان دونوں نے اسے کھانے میں شریک کر لیا سو اس نے بھی ان دونوں کے ساتھ کھایا اور ان سب نے ان آٹھ روٹیوں کے کھانے میں پورا پورا ساتھ دیا اور کھایا۔ جب یہ تیسرا شخص

فطرح الیہما ثمانیۃ دراھم وقال خذا ھذا عوضا مما اکلت لکما ونلتہ من طعامکما وقال صاحب الخمس الارغفۃ لی خمسۃ دراھم ولک ثلثۃ، وقال صاحب الارغفۃ الثلثۃ لا ارضی الا ان یکون الدراھم بیننا نصفین، وارتفعا الی امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب، فقصا علیہ قصتہما، فقال لصاحب الثلثۃ قد عرض علیک صاحبک ما عرض وخبزہ اکثر من خبزک فارض بالثلثۃ، فقال لا واللہ لارضیت منہ الا بمرّ الحق، فقال علی لیس لک فی مرّ الحق الا درھم واحد ولہ سبعۃ، فقال الرجل سبحان اللہ یا امیر المؤمنین ھو یعرض علی ثلثۃ فلم ارض واشرت علی باخذھا فلم ارض وتقول لی الان انہ لا یجب لی فی مرّ الحق الا درھم واحد، فقال لہ علی عرض علیک صاحبک ان تاخذ الثلثۃ صلحا فقلت لا ارضی الا بمرّ الحق ولا یجب لک فی مرّ الحق الا واحد، فقال لہ الرجل فعرفنی بالوجہ فی مرّ الحق حتی اقبلہ فقال علی الیس الثمانیۃ الارغفۃ اربعۃ وعشرین ثلثا اکلتموھا وانتم ثلثۃ انفس ولا یعلم الاکثر منکم اکلا ولا اقل فتحملون فی اکلکم علی السواد

کھا کر فارغ ہوا تو ان دونوں کے آگے آٹھ درہم ڈال دیئے، اور کہا کہ کھانے کے عوض ان درہموں کو لے لو، اب پانچ روٹیوں والے نے اپنے ساتھی سے کہا کہ پانچ درہم میرے اور تین درہم تیرے ہیں اور تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں صرف اس صورت میں راضی ہوں گا جب یہ درم ہم دونوں میں برابر بانٹے جائیں۔ اس پر یہ دونوں یہ مقدمہ حضرت علی کی خدمت میں لائے اور انہیں سارا قصہ سنایا۔ آپ نے تین روٹیوں کے مالک سے کہا کہ تمہارے ساتھی نے جس کی روٹیاں تم سے زیادہ تھیں جو پیش کش تمہیں کی ہے اس پر راضی ہو جاؤ۔ اس پر اس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم میں اس سے صرف بے رو رعایت انصاف ہی پر راضی ہوں گا۔ اس پر حضرت علی نے کہا کہ بے شائبہ انصاف تو یہ ہے کہ تجھے صرف ایک درم ملنا چاہئے اور تیرے ساتھی کو سات درم، اس پر اس شخص نے کہا سبحان اللہ امیر المؤمنین وہ مجھے تین درم دے رہا ہے اور میں اس پر راضی نہیں ہو رہا ہوں اور آپ نے مجھے اس کے لے لینے کا مشورہ دیا مگر میں نے اسے قبول نہ کیا اور اب آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ بے رو رعایت انصاف کی رو سے میرا حق صرف ایک درم ہے۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا تمہارے ساتھی نے صلح کی غرض سے تمہیں تین درموں کی پیش کش کی مگر تم نے کہا کہ میں صرف بے شائبہ انصاف ہی پر راضی ہوں گا اور بے رو رعایت انصاف کے مطابق تمہارا حق صرف ایک درم کا بنتا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ مجھے بے شائبہ انصاف کی بنیاد کا سبب سمجھا دیجئے میں قبول کر لوں گا اس پر حضرت علی نے کہا کیا آٹھ روٹیاں چوبیس ثلث[1] نہیں ہیں؟ جنہیں تم تینوں نے کھایا اور یہ معلوم نہیں کہ تم میں سے کس نے زیادہ کھایا اور کس نے کم سو تم سب نے گویا انہیں برابر کھایا ہے۔ اس شخص نے کہا ہاں! حضرت علی نے کہا تو تم نے آٹھ ثلث کھائیں اور تمہارے پاس تو ثلث تھیں اور تمہارے ساتھی نے بھی آٹھ ثلث کھائیں اور اس کے

[1] یعنی اگر ہر روٹی کے تین حصے کئے جائیں تو آٹھ روٹیوں کے کل چوبیس حصے ہوں گے ۱۲

قال بلى قال فاكلت انت ثمانية اثلاث
وانما لك تسعة اثلاث واكل
صاحبك ثمانية اثلاث وله
خمسة عشر ثلثا اكل منها ثمانية
وبقي له سبعة واكل لك واحدا من
تسعة ولك واحد بواحدك وله
سبعة فقال الرجل رضيت الآن
اخرجه ابوعمر فی الاستيعاب ودر
مسئلہ عول گفت صار ثمنها تسعا
وفاروق زیادہ تر بود در مناظرہ ومشاورہ
درمسائل شرعیہ، تا اقیسہ متعارضہ را بسنجد
وہمہ علماء را بانچہ مرجح است قائل کند، و
اختلاف از میان مردمان مرتفع شود، و
اصل ثالث کہ اجماع است متحقق گردد،
لہذا ابن مسعود گفتہ است کان عمر اذا
سلک مسلکا وجدناه سهلا، ودر
زمان حضرت مرتضی اجماعی منعقد نگشت
ومشاورتی با علماء درمیان نہ آمد وعلمی کہ
درہمہ اہل اسلام شائع گردد ظاہر نشد، و
این معنی بر ہر شخصے کہ ادنی معرفتی بآثار سلف
داشتہ باشد واضح وغیر محتاج بہ بیان است، و
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باختصاص ہر یکے
بصفتش اشارہ فرمودہ، جائے کہ درباب
فاروق فرمودہ فاولته الدين، ودرباب
مرتضی فرمودہ اقضاكم علي، وانا مدينة
العلم وعلي بابها، زیرا کہ قضا موقوف
برسرعت انتقال ذہن است وحکمت نیز
ہمچنان، ودین عبارت از چیز نیست کہ
مردمان بروی جمع شوند واز صاحب ملت

پاس پندرہ ثلث تھیں۔ اس نے اپنے حصہ کی روٹیوں میں سے آٹھ
(ثلث) کھائے اور اس کے پاس سات (ثلث) بچے سو تیسرے
آدمی نے) تمہارے نو ثلث میں سے ایک (ثلث) کھایا اور
ایک (ثلث) کے عوض تمہارا حق ایک درہم ہے اور (تیسرے
شخص نے تمہارے ساتھی کے سات ثلث کھائے) سو اس کا
حق سات درہموں کا بنتا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا اب میں
راضی اور مطمئن ہو گیا۔ اس روایت کو ابوعمر نے استیعاب
میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے عول کے مسئلہ
میں کہا" اس کا ثمن (آٹھ) تسع (نو) ہو گیا"
مگر حضرت فاروق مسائل شرعیہ میں غور و فکر کرنے (مناظرہ)
اور مشاورت میں بڑھے ہوئے تھے تاکہ ایک دوسرے سے
متعارض قیاسات میں موازنہ کر کے علماء کو اس رائے کا جو قابل
ترجیح ہو قائل کر لیں۔ لوگوں کے درمیان سے اختلاف کا خاتمہ
ہو جائے اور (ادلہ شرعیہ کی) تیسری اصل کہ اجماع ہے متحقق ہو جائے
اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے" جب حضرت عمر کسی
راستہ پر چلتے تو ہم اسے ہموار اور نرم پاتے تھے"۔ (حضرت عمر
جو رائے اختیار کرتے اس پر عمل آسان ہوتا) لیکن حضرت مرتضی
کے زمانے میں کوئی اجماع منعقد نہ ہوا اور علماء کے مابین کوئی
مشاورت نہ ہوئی اور وہ علم جو تمام مسلمانوں میں شائع ہو ظاہر
نہ ہوا۔ یہ بات ہر اس شخص پر جو آثار سلف سے معمولی واقفیت بھی
رکھتا ہے واضح ہے اور کسی بیان کی محتاج نہیں ہے، آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے ایک خاص صفت کے ساتھ مخصوص
ہونے کی جانب اشارہ فرمایا ہے، حضرت فاروق کے متعلق
فرمایا کہ انہیں "دین کا علم دیا گیا ہے"، اور جناب مرتضی کے
متعلق فرمایا کہ تم میں سے فصل خصومات کی سب سے زیادہ
صلاحیت علی میں ہے" اور یہ کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علی
اس کا دروازہ ہیں"۔ کیونکہ قضاء (فصل خصومات) ذہن کے
سرعت انتقال پر موقوف ہے اور حکمت کا بھی یہی حال ہے۔ دین اس
بات کا نام ہے جس پر لوگ مجتمع و متفق ہوں اور صاحب ملت سے

نقل کنند، واصحاب مرتضی مختلف شدند در
فہم کلام او و بمذاہب شتی رو نہادند، مثلاً
جمعی از وی روایت کردند تبریہ خود از شرکت
در دم عثمان، وجمعی از کلام وی رضا بقتل
وی فہم کردند کہ قتلہ اللہ وانا معہ
قالہ ابن سیرین رواہ ابن ابی شیبۃ،
ہمچنین در ہر حادثہ مشکلہ از فقہ وغیر آن مثل
تحریم متعہ وغسل رجلین کلمہائے دقیقہ از حضرت
مرتضی شنیدند و در تطبیق آن متحیر ماندند و فتح
باب اختلاف واقع شد، واصحاب حضرت
فاروق در اکثر احوال ہمیں یک مدعا از کلام
وی فہمیدند و بروی مختلف نشدند و در انچہ
رای او ست متحیر نگشتند، فاروق خود باین نکتہ
ایما نمودہ است جای کہ گفتہ ان الفجور ھکذا
وغطی راسہ الی حاجبیہ الا ان البر
ھکذا وکشف راسہ۔

واحتیاج بسنجیدن اقیسۂ متعارضہ بمثالی واضح
کنم، مثلاً وزن کردن شیر، سرعت انتقال بان خصیصہ
مرتضویہ است وسنجیدن او با ادلہ شرعیہ وتنبیہ
بآنکہ بسیاری از وجود معرفت حال کہ اطبا بآن
قائل اند وتجربہ بآن شہادت میدہد در شرع معتبر
نیست مثل آنکہ علامت بلوغ انشقاق ارنبہ اطبا
دانستہ اند و در شریعت بجز بلوغ خمسۃ عشر واحتلام
واحبال وحیض ونبات عانہ معتبر نداشتہ اند پس
وزن شیر ہر چند اصلی داشتہ باشد در مظان کلیۂ شرع
معتبر نداشتہ اند، ولہذا در مذاہب اربعہ حکم این
مسئلہ بجز شہادت یا یمین نگفتہ اند، این سنجیدن
خصیصۂ فاروقیہ است، ومثلاً تنبیہ بآنکہ قرعہ در
امور مشتبہ فیصل کنندہ است از خصائص مرتضویہ

اسے نقل کریں (حاصل کریں) اس کے برخلاف حضرت مرتضی کے ساتھی ان
کے کلام کو سمجھنے میں مختلف الخیال ہو گئے اور مختلف مذاہب انہوں نے
اختیار کر لیے مثلاً ایک گروہ نے ان سے یہ روایت کیا کہ وہ حضرت
عثمان کے قتل میں شرکت سے بری ہیں، اور ایک دوسری جماعت نے ان کے
کلام سے حضرت عثمان کے قتل پر ان کی رضامندی سمجھی کہ انہوں نے فرمایا۔
"عثمان کو اللہ نے قتل کیا اور میں اللہ کے ساتھ ہوں"، یہ ابن سیرین کی روایت
ہے۔ اور اسے ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے۔ اسی طرح فقہ وغیرہ
کے ہر مشکل مسئلہ کے بارے میں مثلاً تحریم متعہ اور وضو میں پاؤں کا دھونا (ان
مسائل میں) لوگوں نے حضرت مرتضی سے دقیق باتیں سماعت کیں، ان کی تطبیق میں
حیران و پریشان رہ گئے، اور اختلاف کا دروازہ کھل گیا، (اس کے برعکس)
حضرت فاروق کے صحابہ نے اکثر حالات میں ان کے کلام سے صرف ایک ہی
مفہوم ومطلب سمجھا اور اس کے بارے میں اختلاف نہ کیا اور ان کی رائے
کے بارے میں وہ حیران و پریشان نہ ہوتے حضرت فاروق نے خود بھی اس نکتہ
کی جانب اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے کہ "بیشک فجور (گناہ اور
فسق) یوں ہے" اور اپنے سر کو اپنی ابروؤں یعنی پیشانی تک ڈھانپ
لیا" اور یہ کہ آگاہ ہو جاؤ کہ بر (نیکوکاری) یوں ہے" اور اپنے سر کو کھول دیا۔

ایک دوسرے سے متعارض قیاسات کو پرکھنے اور ان کا باہم موازنہ کرنے کی
ضرورت کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں مثلاً دودھ کا وزن کرنا اس کی جانب
تیزی سے ذہن کا منتقل ہونا یہ حضرت مرتضی کی خصوصیت ہے۔ مگر شرعی دلائل
سے اس کا موازنہ کرنا اور اس بات پر آگاہ و متنبہ ہونا کہ بہت سے حالات کی
معرفت جن کے اطبا قائل ہیں اور جن کی تجربہ گواہی دیتا ہے شرع میں ان کا کوئی اعتبار
نہیں ہے۔ جیسے کہ اطبا کے نزدیک (آدمی کے) بلوغ کی علامت ناک کے
کناروں (نتھنوں) کا کھل جانا ہے مگر شریعت میں پندرہ سال کی عمر کو پہنچ
جانے، احتلام ہونے، حاملہ ہونے، حیض آنے اور موئے زیر ناف کے نکل آنے
کے سوا (بلوغ کے لئے) اور کوئی بات معتبر نہیں ہے۔ سو دودھ کا تولنا، ہر
چند کہ اس کی کوئی اصل اور بنیاد ہو مگر شرع کے کلیات میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے
اسلئے مذاہب اربعہ میں اس مسئلہ کا حکم گواہی یا قسم کے سوا بیان نہیں کیا گیا ہے
(مسائل کو یوں) تولنا (ان کا موازنہ کرنا) حضرت فاروق کی خصوصیت ہے
اور مثلاً اس بات سے واقفیت کہ مشتبہ امور میں قرعہ (اندازی) سے فیصلہ کیا

است و نشست دادن او بآنکہ قرعہ در جای است کہ حقوق متساویہ جمع شوند برای اثبات حقی و مثلاً درصورتیکہ شخصی خبر دہد بآنکہ بر مادر فلانی محتلم شدہ ام و بایں سبب اذیٰ بفلانی لاحق شود، علم مرتضوی حاکم بان است کہ او را در آفتاب ایستادہ کنند و بر سایہ او دُرّہ زنند زیرا کہ عالم خیال ظل عالم شہادت است، و علم فاروقی حاکم بآن است کہ او را زجری یا تنبیہی کنند تا ردع باشد از ایذا، مانند آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از سب اموات کافرین منع کردند کہ لَا تُؤْذُوا الْأَحْيَاءَ و مانند آنکہ حضرت عمر از ہجو منع نمود۔

جاتا ہے حضرت مرتضیٰ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور ان کا اس بات کو طے کرنا اور منظم کرنا کہ قرعہ ان معاملات میں (فیصلہ کن ہے) جہاں فریقین کے حقوق متساوی ہوں مگر وہ کسی کا حق ثابت کرنے کیلئے (فیصلہ کن) نہیں ہے۔ اور مثلاً ایسی صورت میں کہ کوئی یہ کہے کہ میں نے خواب میں فلاں شخص کی ماں سے صحبت کی ہے اور اس کی وجہ سے فلاں شخص کو ایک طرح کی اذیت پہنچے، حضرت مرتضیٰ کا علم اس بات کا حکم دیتا ہے کہ خواب دیکھنے والے شخص کو دھوپ میں کھڑا کر کے اسکے سایہ کو دُرّے سے پیٹا جائے۔ کیونکہ عالم خیال عالم شہادت (حقیقی عالم) کا سایہ ہے مگر حضرت فاروق کا علم یہ حکم دیتا ہے کہ اس شخص کو زجر (ڈانٹ ڈپٹ) یا تنبیہ کی جائے تاکہ ایذا رسانی سے اسے روکا جا سکے۔ یہ (حکم فاروق) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے (اس حکم کے) مانند ہے کہ آپ نے مرے ہوئے کافروں کو گالی دینے سے اس لئے منع فرمایا کہ (ان کے) زندہ (ورثہ) کو اس سے اذیت پہنچے گی (نیز یہ حکم) حضرت عمرؓ کے اس حکم کی طرح ہے جسکی رو سے آپ نے (شعراء کو) لوگوں کی ہجو کہنے سے روک دیا تھا۔

تحقیق ثانی اشبہ بخلافت نبوت آنست کہ ہمان علوم کہ از انبیا منقول است در مردمان مشہور کردہ آید، انچہ مجمل است او را در اجمال گذاشتہ شود، وانچہ مفصل است بتفصیل بیان کردہ آید، زیرا کہ شارع ہیچ چیز مجمل نگذاشتہ الا از جہت حکمتی در اجمال او، و مفصل نساختہ الا از جہت مصلحت در تفصیل او، و سنت انبیاء علیہم الصلوات آنست کہ عمل مقصودتر باشد از علم و علم بقدر تہذیب نفوس عالم القا فرمایند، و سخن دقیق با ایشان نگویند، و چنان نکنند کہ افہام مخاطبین متحیر شوند، یا مستشرف شوند بآنکہ ورای انچہ بر زبان گویند در دل چیزی دیگر پنہان کردہ باشند، باز علمی کہ بہ نیابت تعلیم آن کنند ہر چند حوالہ بصاحب علم بیشتر باشد و استبداد رای کمتر، و ہر چند تقلید زیادہ تر و خوض بعقل کمتر، و ہر چند خروج از

دوسری تحقیق خلافت نبوت سے مشابہ تر یہ بات ہے کہ جو علوم انبیا سے منقول ہیں لوگوں میں ان کی اشاعت کی جائے، جو مجمل ہے اسے اجمال و اختصار کی صورت میں رہنے دیا جائے اور جو مفصل ہے اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے کیونکہ شارع نے جس چیز کو بھی مجمل چھوڑا ہے اس کے اجمال و اختصار میں کوئی حکمت رکھی ہے اور جس چیز کو مفصل بیان کیا ہے تو اس کی تفصیل میں کوئی (دینی) مصلحت ہے۔ انبیا علیہم الصلوات کی سنت یہ رہی ہے کہ علم سے زیادہ عمل مقصود و مطلوب ہوتا ہے اور وہ اتنے ہی علم کا القاء فرماتے جتنا لوگوں کے نفوس کی تہذیب و آراستگی کے لئے ضروری ہو۔ وہ (عام آدمیوں سے) باریک باتیں نہیں کہتے اور وہ ایسا نہیں کرتے جس سے مخاطبین کی عقل حیرت زدہ رہ جائے یا وہ یہ سمجھنے لگیں کہ (انبیاء) جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں ان کے پیچھے ان کے دلوں میں کوئی اور بات چھپی ہوئی ہے (یعنی زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ اور رکھتے ہیں) پھر (خلفاء) جس علم کی (انبیاء کے) نائب کی حیثیت سے لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں اس میں صاحب علم (نبی) کا جتنا زیادہ حوالہ ہوگا اور اپنی رائے کی چیرہ دستی کم ہوگی جس قدر (نبی کی) تقلید زیادہ ہوگی اور عقل کی کارفرمائی کم ہوگی اور اختلاف کی تنگیوں سے خروج جتنا زیادہ ہوگا اور آراء میں اتفاق جس قدر بیشتر ہوگا تو (اس صورت میں) نبی کی نیابت زیادہ قوی اور خلافت

مضائق اختلاف بیشتر و اجماع آرا بیشتر ثابت قوی تر و خلافت محکم تر باشد۔

ازیں غامض تر گوئیم فضیلتی کہ خلفا را حاصل است آنست کہ علم موسس و محمد پیغامبر را کہ بدرجۂ شہرت نرسیدہ بشہرت رسانند تا جارحہ باشند از جوارح پیغامبر در اتمام امر او و علوم حادثہ اگرچہ بدقت نظر زیادہ باشد بجوی نمی ارزد در جنب جارحہ بودن از جوارح پیغامبر و لہذا اصحابہ باوجود آنکہ چندان تدقیق سخن نکردہ اند مقبول تر اند عند اللہ و عند الرسول و عند الصالحین من المؤمنین، و معقولیان زمان ما ہر چند دقیقہ شناس اند از فیض الہی دور تر اند

فدائے کوری خفاش چشم بینائی
کہ بے خبر ز رخ آفتاب نیم شبی است

و ایں سخن بہ نسبت معقولیان زمان ما کہ بعلوم مستحدثہ مشغول شدہ از میراث انبیا محروم ماندہ اند گفتہ، ھدانا اللہ تعالیٰ وایاھم طریق الحق۔

و از حضرت مرتضیٰ مردم چیزہا نقل کردہ اند چوں تفتیش آن چیزہا از جہت اسناد کردہ می شود آن ہمہ متلاشی میگردد، اما جفیر ابیض و مصحف فاطمہ پس باطل است بطریق تواتر از مرتضیٰ نقل کردہ شدہ، عن ابی الطفیل قال سئل علی ھل خصکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشئ فقال ما خصنا

زیادہ مستحکم ہو گی۔

ہم اس سے بھی زیادہ دقیق (باریک) و غامض بات کہتے ہیں، جو فضیلت خلفاء کو حاصل ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جس علم کی بنیاد استوار کی ہے اور جسے انھوں نے مرتب و منظم کیا ہے مگر اسے شہرت کا درجہ نہیں ملا ہے (خلفاء اس کی) تشہیر و اشاعت کریں تا کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں کے مکمل کرنے میں ان کے اعضا میں سے ایک عضو کے مانند ہو جائیں، علوم حادثہ (نئے علوم) اگرچہ دقتِ نظر سے زیادہ معلوم ہوں مگر وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جارحہ (عضو) ہونے کے مقابلے میں ایک جو کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اسی لئے صحابۂ (کرام) نے اگرچہ اتنی دقیقہ سنجیاں اور باریک بینیاں نہیں کی ہیں، مگر پھر بھی وہ اللہ، اسکے رسول اور صالح مسلمانوں کے نزدیک دوسروں سے زیادہ مقبول و پسندیدہ ہیں ہمارے زمانے کے معقولی اہل علم خواہ کتنے ہی دقیقہ شناس ہوں اللہ کے فیض سے دور ہیں ؎ وہ چشم بینا چمگادڑ کی کور چشمی پر قربان کر دیئے جانے کے قابل ہے جو آفتاب نیم شبی (یعنی معشوق) کے رخ درخشاں سے بے خبر ہے۔ یہ بات ہمارے زمانے کے اہل علم معقولیوں کے تعلق سے کہی گئی ہے جو نئے نئے علوم میں مشغول رہ کر انبیاء کی میراث (علوم دینی) سے محروم رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور انہیں سچائی کا راستہ دکھائے۔

حضرت مرتضیٰ سے لوگوں نے کچھ باتیں نقل کی ہیں (مگر) جب اسناد کے اعتبار سے ان چیزوں کی تحقیق و تدقیق کی جاتی ہے تو وہ ساری (روایات) پریشان خواب و معدوم ہو جاتی ہیں۔ سو سفید ترکش (جفیر ابیض[1]) اور مصحفِ فاطمہ[2] کی (روایتیں) باطل ہیں (کیونکہ) حضرت مرتضیٰ سے اس کے برخلاف باتیں بطور تواتر نقل کی گئی ہیں۔ ابو الطفیل سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مخصوص چیز عطاء کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ

[1] کہتے ہیں کہ حضرت علی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خصوصیات لکھ کر دی تھیں جنہیں وہ ایک سفید رنگ کے ترکش میں محفوظ رکھتے اور وہی جفیر ابیض (سفید ترکش) کہلاتا ہے ۱۲۔

[2] بقول شیعہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جبرئیل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور تسلی دیا کرتے اور ان کو بتاتے کہ آپ کی اولاد کن واقعات سے دوچار ہو گی حضرت علی ان سب باتوں کو لکھ لیا کرتے۔ اسی مجموعہ کا نام مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے (اعیان الشیعہ ج ۱ ص ۱۸۸)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشیئ لم یعم
بہ الناس کافۃ الا ما کان فی قراب سیفی
ھذا قال فاخرج صحیفۃ فیہا مکتوب
لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ، لعن اللہ من
سرق منار الارض، ولعن اللہ من لعن
والدیہ، ولعن اللہ من اوی محدثا
اخرجہ احمد واسانیدہ متواترۃ، این
حدیث ہرکہ خواہد در مسند امام احمد مطالعہ نماید۔

واما معارف دقیقہ علم وحدت وجود پس باطل
است باتفاق حملۂ علم از جناب مرتضیٰ، زیراکہ حملۂ علم
از جناب او یا اہل سنت اند یا امامیہ یا زیدیہ، و
باستقراء تام معلوم میشود کہ غیر ایں ہر سہ فریق جمع
ہمت بر حمل علم از آنجناب نکردہ اند، اما اہل سنت
پس علم وحدت وجود در طبقہ صحابہ و تابعین و تبع
تابعین اصلا مذکور نبود و علماء اہل نقل ہرگز آنرا
ندانستہ اند، از متاخرین آنانکہ بایں قائل شدہ اند
مستند ایشان کشف است نہ نقل، اگر بطریق اعتبار
سخن ازیں باب گفتہ باشند آنرا با بحث ما مساس
نیست، واما زیدیہ پس راہ ولایت را بالکلیہ منکر اند،
وایں راہ از ائمہ خود نقل میکنند خلفاً عن سلف، و اما
امامیہ پس آنہا نیز منکر اند کما لا یخفی، پس ایں علوم
اگر از حضرت مرتضیٰ مروی میبود لا محالہ یکے ازیں
سہ فریق آنرا نقل میکرد و بر آن قائل میشد، و اما
زبر و بینات پس حال آن ازان رسوا تر است کہ
احتیاج بمزید بیان داشتہ باشد، آنچہ ازان
جناب ثابت شدہ ہمیں علم سنت است و فقہ و
تہذیب نفس، و حملۂ علم ازوی در ہمیں ابواب

علیہ وسلم نے بھی کسی ایسی چیز کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جو تمام لوگوں کو علی العموم انہوں نے
عطا نہ کی ہو سوائے ان باتوں کے جو میری اس تلوار کے نیام میں ہیں۔ راوی کا بیان
ہے کہ بعد ازاں آپ نے ایک صحیفہ نکالا جس میں لکھا ہوا تھا "اللہ اس پر لعنت
کرے جو اللہ کے سوا کسی اور کے لئے جانور ذبح کرے، اللہ اس پر لعنت
کرے جس نے ہم سے زمین چوری کی، اللہ اس پر لعنت کرے جو اپنے والدین
پر لعنت بھیجتا ہے اور اللہ لعنت کرے اس شخص پر جو کسی محدث (دین میں بدعت پیدا
کرنیوالے شخص) کو پناہ دے۔ اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے اور اس
کی سندیں متواتر ہیں جس کا جی چاہے اس حدیث کو مسند احمد بن حنبل میں دیکھ سکتا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت علی کو وحدت الوجود کے دقیق علم کی معرفت تھی' تو یہ
بھی جناب مرتضیٰ سے علم حاصل کرنے والے گروہوں کے نزدیک بالاتفاق باطل وغلط ہے
کیونکہ جن لوگوں نے جناب مرتضیٰ سے علم حاصل کیا ہے وہ یا تو اہل سنت ہیں، یا
(شیعہ) امامیہ یا (شیعہ) زیدیہ۔ اور یہ بات وثوق سے معلوم ہے کہ ان تین فریقوں
کے علاوہ کسی اور نے آنجناب کے علم کو حاصل نہیں کیا ہے۔ جہاں تک اہل سنت کا
تعلق ہے تو وحدت الوجود کا علم صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے طبقوں میں بالکل
مذکور نہ تھا اور علمائے اہل النقل اس بات کو بالکل نہیں جانتے۔ متاخرین (اہل سنت)
میں سے جو لوگ اس بات کے قائل ہیں ان کی سند (دلیل) کشف ہے نقل
نہیں ہے (یعنی انہوں نے صوفیانہ کشف کے ذریعہ وحدت الوجود کے علم
کو جناب مرتضیٰ کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور اس ضمن میں کوئی روایت انکے
پاس نہیں ہے) سوا گر ان (متاخرین نے) اعتبار کے طریقہ پر اس بارے میں کوئی بات
کہی ہو تو اس کا ہماری بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ رہے زیدیہ تو ان کا یہ حال ہے کہ
وہ راہ ولایت کا بالکلیہ انکار کرتے ہیں۔ اور وہ اس راہ ولایت کو اپنے ائمہ سے
بطور خلف از سلف سے نقل کرتے ہیں[1]۔ رہے امامیہ تو وہ بھی جیسا کہ مخفی نہیں ہے
(حضرت علی کے علم وحدت الوجود کے) منکر ہیں۔ سو اگر یہ علوم حضرت علی مرتضیٰ
سے مروی ہوتے تو لامحالہ انہیں تین فریقوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ
ہوتے اور کوئی ایک فریق انہیں نقل کرتا اور اس کا قائل ہوتا۔ اب رہے
زُبر (کتب) و بینات (دلائل عقلی) تو انکا حال اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہے کہ
اسے بیان کرنے کی مزید ضرورت ہو۔ سو جو کچھ (حضرت علی سے) ثابت ہے یہی سنت

۱؎ لہٰذا ان کے ہاں حضرت علی رضہ کے علم وحدت الوجود کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ تو اولیاء اللہ یعنی تصوف کے سلسلہ کے ہی منکر ہیں
اور ان کے ائمہ خود ولایت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں ۱۲۔

بایک دیگر بہ بردوبات مشغول اند وگوی وچوگان
درمیان دارند، واگر بفرض چیزی ازین ابواب
ثابت شود از جنس خلافت نبوت نیست، و
بامبحث ما مساس ندارد، وانچہ ازین علوم از
حضرت مرتضیٰ روایت کردہ شدہ وی بآن
متفرد نیست یکی از علماء صحابہ است و روایات
او ہمدوش روایات عبداللہ بن مسعود مثلا
مزیتی کہ از وی ادراک کردہ میشود ہمان خصلت
است کہ ذکر آن کردیم۔

اما افضلیت شیخین باعتبار تشبہ در جزء عملی
نفس ناطقہ بنسبت سیاست مدن و ترتیب
جیوش، پس امری است ظاہر کالشمس فی
رابعۃ النہار، در وقت شیخین عالم مجتمع بود
بر رای واحد، واختلاف درمیان ایشان نے،
ہمہ باہم متفق مشغول بجہاد کفار بودند اَشِدَّآءُ
عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ صفت حال ایشان
بود، و در ایام حضرت مرتضیٰ اختلاف در اختلاف
واقع شد و مردمان احزاب متحزب گشتند،
سیوف مسلمین از کفار مغمود گشت و ازمیان
خود ہا مسلول، وہر تدبیری کہ برای رد این بے
انتظامی واقع شد خرق را متسع ساخت وعائد
بامنی واطمینانی نشد، تا آنکہ ہمہ امر از دست
مرتضیٰ برآمد و بجز حوالی کوفہ در تصرف نماند،
آن نیز با ہزاران منازعت و مزاحمت،
موافق و مخالف بر اصل این حکایت متفق اند
ہرچند در تصویب و تخطیہ و در معذور داشتن

فقہ وتہذیب نفس کے علوم ہیں۔ اور ان کے علم کو نقل کرنے والے ان ابواب
(موضوعات) سے متعلق ایک دوسرے کے ساتھ شطرنج کی بازی[1] میں مشغول ہیں
اور گیند اور چوگان درمیان میں رکھتے ہیں (یعنی ان کے مابین سخت اختلافات
ہیں اور وہ ایک دوسرے کے متناقض روایات کرتے ہیں) اور اگر کوئی بات
ان ابواب (موضوعات) کی حضرت علی سے ثابت بھی ہو تو وہ خلافت
نبوت کی قسم سے نہیں ہے اور ہماری بحث سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے
اور ان علوم سے جو کچھ حضرت مرتضیٰ سے مروی ہے ان میں وہ تنہا (منفرد) نہیں ہیں
بلکہ وہ علمائے صحابہ میں سے ایک ہیں اور ان کی روایات مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود
کی روایات کے مساوی ہیں حضرت مرتضیٰ کی جو خوبی وخصوصیت معلوم ہو سکی ہے وہ وہی
خصلت (صفت) ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔

رہی سیاست ملکی و ترتیب افواج کی نسبت سے نفس ناطقہ
کے جزو عملی میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مشابہت کے
اعتبار سے شیخین کی فضیلت تو یہ بات ایسی ظاہر و واضح ہے جیسے روز
روشن میں سورج، شیخین کے زمانے میں دنیائے (اسلام) ایک
رائے پر متفق تھی اور اس میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ سب آپس میں
متفق اور کافروں سے جہاد کرنے میں مشغول تھے۔ ان کا حال یہ
تھا کہ وہ کافروں کے ساتھ سخت اور آپس میں رحم دل تھے مگر حضرت
مرتضیٰ کے دور میں اختلاف در اختلاف واقع ہوا اور لوگ گروہ
در گروہ ہو گئے۔ مسلمانوں کی تلواریں کافروں کے مقابلے میں نیاموں
میں چلی گئیں اور آپس میں کھنچ گئیں۔ اس بے انتظامی کو دور کرنے
کی جو تدبیر بھی ہوئی اس نے شگاف کو وسیع کر دیا اور اس سے
کسی طرح کا امن و اطمینان نہ پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ تمام امور
حضرت مرتضیٰ کے ہاتھ سے نکل گئے۔ اور کوفہ کے اطراف وجوانب
کے سوا کچھ بھی ان کے قبضہ میں باقی نہ رہا۔ اور وہ بھی ہزاروں
جھگڑوں اور مزاحمتوں کے ساتھ (ان کے دست تصرف
میں رہا) اس واقعہ کی اصل پر موافق و مخالف دونوں متفق ہیں۔
اختلاف صرف اس میں ہے کہ حضرت علی صحیح تھے یا غلطی پر تھے

[1] بُرد شطرنج کی وہ بازی جس میں حریف کے تمام مہرے پٹ جائیں اور صرف بادشاہ باقی ہے اور یہ آدھی مات ہے اور مات شطرنج کی وہ بازی ہے جس میں حریف کا بادشاہ بھی قید ہو جائے اور یہ پوری مات ہے (غیاث اللغات)

وعکس آن مختلف باشند۔

سوال:۔ اگر گوئی کہ فتح عراق و شام و مصر و کسر کسریٰ و قصر قیصر و ہمہ امت را بمنزلہ یک تن ساختن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یحتمل کہ بسبب امور خارجیہ بودہ باشد مثلا تعلق ارادہ حق وعلا بتائید اسلام و غلبۂ مسلمین بر کافرین کما قال عز من قائل وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (الصافات۔ ۱۷۱۔ ۱۷۳) و مثلاً مردمان در عصر اول خوی فتنہ و فساد نداشتند و این خصلت آہستہ آہستہ درمیان ایشان پیدا شد و ببرکت صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رغبت قویہ داشتند در جہاد و چون زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعید شد آن برکت مستتر گشت، و درین صورت این امور مثبت افضلیت نباشند، اگر متقدم در زمان متاخر می بود احوال متاخر بروی کار می آمد و اگر متاخر در زمان متقدم میبود احوال متقدم متحقق می شد۔

جواب:۔ گوئیم کہ فیض الٰہی ہرچند متوقف نیست بر استعدادی دون استعدادی، لیکن سنۃ اللہ بران جاری شدہ کہ فیض الٰہی جاری نمی شود مگر بر دست کسی کہ مستعد آن باشد پس از جریان فیض الٰہی بر دست کسی فضل او میتوان شناخت، ولا نسلم کہ در عصر اول خوی فتنہ نداشتند نمی بینی کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسیاری مرتد گشتند و جمعہ قائم نمیشد الا در سہ مسجد مسجد حرام و

اور معذور تھے یا معذور نہیں تھے۔

سوال:۔ اگر آپ یہ کہیں کہ عراق، شام اور مصر کی فتوحات اور شہنشاہ ایران کی شکست[1] اور قیصر روم کی حدود مملکت کو تنگ کر دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت (مسلمہ) کو جسد واحد کی طرح بنا دینا ممکن ہے کہ خارجی اسباب کے باعث ہو۔ مثلاً یہ کہ اسلام کی تائید و نصرت اور کفار پر مسلمانوں کا غلبہ مشیت و ارادۂ خداوندی کے سبب ہوا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور اپنے پیغمبر بندوں کے حق میں پہلے ہی ہمارا اشارہ ہو چکا ہے کہ بیشک انہیں کی مدد ہونی ہے اور بیشک ہمارا لشکر ضرور غالب ہوگا (الصافات۔ ۱۷۱۔۱۷۳) اور مثلاً یہ کہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں لوگوں میں فتنہ و فساد کی عادت نہ تھی۔ اور یہ عادت ان میں آہستہ آہستہ پیدا ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت کی بدولت انہیں جہاد کرنے کی بڑی زبردست اور قوی خواہش تھی۔ جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دور ہوتا گیا (جہاد کی) جو برکت تھی جاتی رہی اور اس بنا پر ان باتوں (فتوحات عراق، شام و مصر وغیرہ) سے کسی طرح کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔ اگر وہ جو متقدم تھے (حضرات ابوبکر، عمر و عثمان) اس کے زمانے میں ہوتے جو متاخر (حضرت علی) تھا تو وہی حالات رونما ہوتے جو متاخر (حضرت علی) کے زمانے میں ظاہر ہوئے اور اگر متاخر (حضرت علی) متقدم (حضرات ابوبکر، عمر و عثمان) کے زمانے میں ہوتے تو متقدم (حضرات شیخین و عثمان) کے حالات (یعنی فتوحات و کثرت جہاد و اتفاق امت) یہاں بھی ظہور پذیر ہوتے۔

جواب:۔ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ فیض خداوندی کسی ایک استعداد کے بالمقابل کسی دوسری استعداد پر موقوف نہیں ہے[1] لیکن اللہ کی سنت یہی ہے کہ فیض الٰہی اس شخص کے ہاتھ پر جاری ہوتا ہے جو اس کی صلاحیت رکھتا ہو۔ سو اگر کسی کے ذریعہ فیض خداوندی جاری ہوتا ہے تو اس بات کو اس شخص کی فضیلت سمجھنا چاہئے۔ اور ہم یہ بات نہیں مانتے کہ عصر اول میں لوگوں میں فتنہ کی عادت نہ تھی۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے لوگ مرتد ہو گئے۔ اور جمعہ صرف تین مساجد یعنی مسجد حرام (در مکہ) مسجد مدینہ و مسجد جواثی

[1] یعنی ہر چند کہ خدا کا فیض و کرم اس بات پر منحصر نہیں ہے کہ کسی خاص صلاحیت پر کرم کرے اور دوسری صلاحیت سے اس فیض و کرم کو اٹھا لے۔

مسجد مدینہ و مسجد جواثی بتدبیر صائب شیخین ہمہ رجوع کردند باسلام، واگر جائز باشد کہ از شخصی اعمال حسنہ ظاہر میشود و براتفاق حمل کنند، وآن افعال را بخلقی راسخ منسوب نسازند قاعدہ عقل باطل شود و سفسطہ لازم آید، واگر بر سنت الٰہی حوالہ کنند وازان افعال مدحی و ذمی بصاحب آن راجع نشود قاعدہ امر معروف ونہی منکر وتفاضل بین الناس برانداختہ گردد، وہمیں مقال جاری شود در مرتضے واوصاف مدحیہ او را اعتدادی نباشد سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ یکے از دلائل بطلان ایں ظن آنست کہ صحابہ کہ ایں جماعہ را دیدند وصحبت داشتند، از افعال ایشاں باخلاق ایشاں پے بردند، وآن اخلاق را در وصف ہر یکے بیان نمودند، چنانکہ از ابن عباس نقل کردیم وبعد اللتیا واللتی انچہ مدار افضلیت در خلافت نبوت است، جارحہ از جوارح پیغامبر بودن است، واتمام کار پیغامبر بعد از صعود او برفیق اعلی بردست خلفائے او، باصل اخلاق مثل شجاعت وحکمت کار نداریم، چون ایں معنی در شیخین یافتیم معتقد افضلیت ایشاں شدیم۔

سوال ۷:۔ اگر گوئی کہ مقصود حضرت مرتضے ازیں حروب اظہار حق بود ونفی باطل، پس حروب او نیز بحقیقت نوعی از جہاد باشد۔

جواب:۔ گوئیم کہ شبہ نیست در آنکہ قصد حضرت مرتضی بجز اصلاح نبود، واز ہمیں جہت لوثی ازیں مقاتلات بدامن او نرسید، اما جارحہ بودن از جوارح پیغامبر غیر مسلم است، زیرا کہ اگر نفی ایں فسادہا مقدر میبود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بآن امر میکردند، وبنوعی از سبب دران

(در بحرین) میں باقی رہ گیا شیخین کے حسن تدبیر کے سبب لوگ پھر مسلمان ہوئے۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ جس شخص سے بھی اچھے کام (اعمال حسنہ) ظاہر ہوں ان کو اتفاق پر محمول کیا جائے اور ان اعمال حسنہ کو (اس کے) کسی پختہ اخلاق کی جانب منسوب نہ کیا جائے تو عقل کا قاعدہ باطل ہو جائے گا اور بے سند لال باطل لازم آئیگا اگر ان افعال حسنہ) کو سنت الٰہی کے حوالہ کر دیں اور اس پر محمول کریں اور ان سے ان کے کرنے والے پر کسی قسم کی مدح یا ذم (تعریف یا تنقیص) نہ لازم آئے تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور لوگوں کے درمیان فضیلت دینے کا قاعدہ درہم برہم ہو جائیگا اور یہی بات حضرت مرتضے کے بارے میں بھی کہی جائیگی اور ان کی قابل تعریف صفات) کی کوئی حقیقت اور ان کا کوئی شمار نہ رہے گا سبحان اللہ یہ کتنا بڑا بہتان ہے اس گمان (بد) کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ صحابہ (کرام) جنہوں نے اس جماعت کو دیکھا اور ان کی صحبت میں رہے انہوں نے ان لوگوں کے افعال سے ان کے اخلاق کا پتہ لگایا اور ان اخلاق کو انکے اوصاف کے طور پر بیان کیا جیسا کہ ہم نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا۔ مختصر یہ کہ جو بات خلافت نبوت کی افضلیت کی بنیاد و اساس ہے وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جوارح (اعضاء) میں سے ایک جارحہ ہو جانا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رفیق اعلیٰ (اللہ) کے ہاں چلے جانے کے بعد انکے خلفاء (جانشینوں) کے ذریعہ پیغمبر کے کام کو مکمل اور پورا کرنا ہے، سو ہم کو اصل اخلاق مثلاً شجاعت وحکمت سے کوئی تعلق نہیں (کہ افضلیت میں شجاعت وحکمت وغیرہ کا دخل نہیں ہے) اور جب یہ بات (اتمام امور پیغمبری) ہم نے شیخین میں پائی تو ہم ان کی افضلیت کے معتقد ہو گئے۔

سوال ۷۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ان جنگوں سے حضرت مرتضیٰ کا مقصد حق کا غلبہ اور باطل کی تباہی تھا۔ سو ان کے (عہد میں لڑی جانے والی) لڑائیاں بھی در اصل ایک طرح کا جہاد ہی ہیں۔

جواب۔ ہم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ (ان لڑائیوں سے) حضرت مرتضےٰ کا مقصد اصلاح کے سوا کچھ اور نہ تھا اور اس بنا پر ان جنگوں سے کوئی الزام ان کے دامن تک نہیں پہنچا مگر ان کے بارے میں (انکا) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جوارح (اعضاء) میں سے ایک جارحہ ہو جانا ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ان فسادات کی نفی (خاتمہ) مقصود ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم فرماتے اور کسی ایک طرح سے اس میں

مداخلت می نمودند چنانکہ در فتح شام وعراق
فرمودند وآن سعیہا منتج ثمرات خود می بود،
چون نقی این فساد ہا واقع نشد بلکہ ہر تدبیری
منعکس گشت، وانستیم کہ ازان جنس نیستند
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از نزدیک خدا
تعالیٰ بآن موعود شدہ باشند وچون پیش از
اتمام متوفی شدند دیگری بآن قیام نمود وبر
دست دیگری صورت گرفت، آری این معنی در
قتال خوارج متحقق است وبشارت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم دران حادثہ واقع، وحضرت
مرتضیٰ خود این واقعہ را بیان کرد۔ عن ابی
کثیر مولی الانصار قال کنت مع سیدی
مع علی بن ابی طالب حیث قتل
اھل النہروان کان الناس وجدوا
فی انفسھم من قتلھم، فقال علی یا ایھا
الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قد حدثنا باقوام یمرقون من
الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم
لا یرجعون فیہا ابدا حتی یرجع السھم
علی فوقہ وان آیۃ ذلک ان فیھم
رجلا اسود مخدج الید احدی یدیہ
کثدی المرأۃ لھا حلمۃ کحلمۃ ثدی
المرأۃ حولہ سبع بلبلات، فالتمسوہ
فانی اراہ فیھم، فالتمسوہ فوجدوہ
فکبر علی فقال اللہ اکبر صدق اللہ
ورسولہ وانہ لمتقلد قوسا لہ عربیۃ
فاخذھا بیدہ فجعل یطعن بہا
فی مخدجتہ ویقول صدق اللہ
ورسولہ وکبر الناس حین راوہ

مداخلت کرتے جیسا کہ آپ نے شام وعراق کی فتح کے بارے میں فرمایا
اور ان کوششوں کے اپنے نتائج برآمد ہوئے۔ (مگر) چونکہ حضرت
علی کے دور کے فسادات اور خانہ جنگیوں کا خاتمہ نہ ہوا بلکہ ان
کی ہر تدبیر الٹی ہو گئی، تو ہمیں یہ بات (معلوم ہو گئی) کہ یہ ان امور
کی جنس میں سے نہیں تھے جن کا وعدہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا اور جن کی تکمیل سے قبل
آپ کی وفات ہو گئی تو کسی دوسرے شخص نے اس کام کو اپنے ذمہ
لیا اور اس کے ذریعہ اس کی تکمیل ہوئی۔ ہاں یہ بات خوارج سے
قتال (جنگ) میں ضرور ثابت ہوئی اور اس حادثہ کے بارے میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت واقع ہوئی۔ حضرت مرتضیٰ
نے خود اس واقعہ کو بیان کیا ہے، انصار کے مولیٰ ابو کثیر نے روایت
کیا ہے کہ میں اپنے آقا کے ہمراہ حضرت علی کے ساتھ اس جگہ جہاں
اہل نہروان (خوارج) قتل ہوئے موجود تھا۔ ان کے قتل سے لوگوں
کو صدمہ ہوا۔ اس پر حضرت علی نے کہا "اے لوگو! ہم سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے گروہ کے بارے میں فرمایا تھا جو
دین سے ایسے نکل جائے گا جیسے کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے' اس
کے بعد یہ لوگ پھر کبھی دین میں واپس نہ آئیں گے تا آنکہ تیر اپنی
سوفار کی طرف لوٹ آئے۔ (یعنی اس گروہ کا دین میں دوبارہ واپس
آنا ناممکن ہے) اور اس بات کی (کہ یہی اہل نہروان وہ گمراہ گروہ
ہیں) علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام شخص ہوگا جس کا ہاتھ ناقص
الخلقت ہوگا۔ یعنی اس کا ایک ہاتھ عورت کی پستان کے مانند ہوگا۔
اس میں ایسی ہی گھنڈی (سر پستان) ہوگی جیسی کہ عورت کے پستان میں
ہوتی ہے اور اس کے گرد چاروں طرف سات (اونٹ جیسے) بال ہونگے
تو لوگو! اس آدمی کو تلاش کرو کیونکہ میں اسے ان (مقتولین نہروان) میں
دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے اس کی تلاش کی اور اسے پالیا۔ اس پر حضرت
علی نے کہا اللہ اکبر! اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا۔ لوگوں
نے بھی جب (اس کی لاش) دیکھی تو تکبیر کہی اور ایک
دوسرے کو خوشخبری دی اور ان کا صدمہ دور ہو گیا۔

واستبشروا وذهب عنهم ما كانوا يجدون، اخرجه احمد۔

وعن الحسن عن قيس بن عباد قال كنا مع علي فكان اذا شهد مشهدا او اشرف على اكمة او هبط واديا قال سبحان الله صدق الله ورسوله فقلت لرجل من بني يشكر انطلق بنا الى امير المؤمنين حتى نسأله عن قوله صدق الله ورسوله قال فانطلقنا اليه فقلنا يا امير المؤمنين رأيناك اذا شهدت مشهدا او هبطت واديا او اشرفت على اكمة قلت صدق الله ورسوله فهل عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم اليك شيئا في ذلك قال فاعرض عنا والححنا عليه فلما رأى ذلك قال والله ما عهد الي رسول الله صلى الله عليه وسلم عهدا الا شيئا عهده الى الناس ولكن الناس وقعوا على عثمان فقتلوه وكان غيري فيه اسوء حالا وفعلا مني ثم اني رأيت اني احقهم بهذا الامر فوثبت عليه فالله اعلم اصبنا ام اخطأنا اخرجه احمد۔

اما افضلیت شیخین باعتبار زیادت در جزء عملی نفس ناطقه بنسبت تاثیر صحبت در نفوس ہمنشینان و معامله کنندگان بواسطہ استماع این جماعہ اقوال ایشان را و مشاہدہ انجماعہ احوال و اقوال ایشان را پس ظاہر است اما تاثیر اقوال پس بیان آن آنست کہ مسلمین در زمان شیخین متفق بودند باخذ سنت ظاہرا کہ معتبر بفقہ است و باطنا کہ معتبر باحسان و طریقت است

اس کو احمد نے بیان کیا ہے۔

اور حسن نے قیس بن عباد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت علی کے ساتھ تھے سو وہ جب لوگوں کا کوئی مجمع دیکھتے یا کسی ٹیلے پر چڑھتے یا کسی وادی میں اترتے تو کہتے "سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا"، راوی کا بیان ہے کہ میں نے قبیلہ بنو یشکر کے ایک آدمی سے (جو ہمارے ساتھ تھا) کہا کہ ہمیں امیر المومنین کے پاس لے چلو تاکہ ہم ان سے انکے قول "اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا" (صدق اللہ ورسولہ) کے بارے میں پوچھیں۔ سو ہم ان کے پاس گئے اور ہم نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین ہم نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ لوگوں کے مجمع کو دیکھتے یا کسی وادی (نشیبی زمین) میں اترتے یا کسی ٹیلے پر چڑھتے تو فرماتے "اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا" تو کیا اس بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی عہد لیا تھا۔ (کوئی خاص بات فرمائی تھی) یہ سنکر حضرت علیؓ نے ہم سے منہ پھیر لیا مگر ہم نے اصرار کیا، انہوں نے جب یہ دیکھا تو کہا "خدا کی قسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی عہد نہ لیا اور مجھ سے کوئی خاص باتیں نہیں کہی مگر وہی باتیں جو انہوں نے سب لوگوں سے فرمائی تھیں لیکن لوگ حضرت عثمان کے مخالف ہو گئے ان پر الزام تراشی کی اور انہیں قتل کر دیا۔ اس سلسلے میں میرے علاوہ دوسرے کا حال و فعل مجھ سے بھی برا تھا۔ پھر میں نے یہ خیال کیا کہ میں اس امر (خلافت) کا زیادہ حقدار ہوں۔ پس میں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ سو خدا ہی جانتا ہے کہ آیا ہم نے صحیح کیا یا ہم سے غلطی ہوئی۔" اس روایت کو امام احمد نے بیان کیا ہے۔

اب رہی اپنے ہم نشینوں اور اپنے ساتھ معاملہ کرنے والوں کے نفوس میں (ان) کے اقوال سنکر اور ان کے احوال و اقوال کو مشاہدہ کر کے ان کی صحبت سے متاثر ہونے کے تعلق سے نفس ناطقہ کے جزو عملی میں اضافہ (زیادتی) کے اعتبار سے شیخین کی افضلیت تو یہ واضح و نمایاں ہے (اس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے) جہاں تک (شیخین کے) اقوال سے (انکے ہم نشینوں کے) متاثر ہونے کا تعلق ہے تو اس کا بیان یہ ہے کہ شیخین کے زمانے میں سنت کو اخذ کرنے میں (خواہ) ظاہر کے اعتبار سے ہو کہ فقہ میں معتبر ہے اور خواہ باطن کی رو سے ہو کہ احسان و طریقت میں اس کا اعتبار ہے

ومواخذہ شیخین اصحاب را باین دو طریق وتادیب
ایشان باوجود آنکہ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم دریافتہ بودند، وباشیخین در اصل
صحبت وعلم وجہاد ہمعنان بودند، مانند
سعد بن ابی وقاص ومعاذ بن جبل وابو عبیدۃ
ابن الجراح وحذیفہ وعبداللہ بن مسعود شواہد
این بسیار است تاجائی کہ ناظر متعجب شود
ودا ند کہ این تاثیر غیبی است ؎

ہیبت حق است این از خلق نیست
ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

قصہ بنا کردن سعد بن ابی وقاص خانہ را و
نصب کردن دروازہ براسلوب خانہ ہاے
اکاسرہ وباز شکستن آن بموعظت فاروق مشہور
است، وعزل خالد باآن ہمہ شجاعت وجلالت
کرداشت، ومواخذہ کردن فاروق او را بصلہ
شاعری وعدم ثوران فتنہ ازان، وتہدیدات
فاروق عمرو بن العاص را وامثال او در کتب
تاریخ ورقائق مذکور است، وتقریر او مسائل
را واجماع آرا بر انچہ مقتضای رای او بود،
مثل حادثہ وضع خراج، در کتب آثار مسطور
است، چوں نوبت خلافت بمرتضی رسید
قلوب ایشان متفرق شد ونفوس ایشان
سر برآوردند ودر مسئلہ اثبات خلافت و
جواز تحکیم وعذر از استیفاء قصاص حضرت
ذی النورین ✕ چند تقریر مطول تر شد، مغلق
تر گشت وشبہات بیشتر درمیان آمدند و
لاسیما از صحابہ ہیچکس از رائی خود برنگشت
وایں حکایتہا را موافق ومخالف ہر دو متفق
اند اگرچہ ہر یکے سر حکایت بمقتضاے مذہب

مسلمان متفق وہم خیال تھے۔ اور شیخین ان دو طریقوں سے اصحاب کا
مواخذہ اور ان کی تادیب کرتے تھے، ہر چند کہ وہ (اصحاب) آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف تھے۔ اور صحبت رسولؐ علم
وجہاد میں شیخین کے ہم پلہ تھے (ان اصحاب میں مثلاً) حضرات سعدؓ بن ابی
وقاص، معاذؓ بن جبل، ابو عبیدہؓ بن جراح، حذیفہؓ (بن یمان) وعبداللہ
ابن مسعود (وغیرہ) شامل ہیں جن کی شیخین نے گرفت اور تادیب کی
اس کی مثالیں (شواہد) بہت ہیں اس حد تک کہ دیکھنے والا متعجب
ہوجاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ غیبی تاثیر ہے ؎

یہ حق کی ہیبت (دبدبہ) ہے مخلوق کا (خوف) نہیں ہے۔
یہ اس خرقہ پوش شخص کی ہیبت (رعب) نہیں ہے۔

یہ واقعہ بڑی شہرت رکھتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص
نے (کوفہ میں) ایک مکان تعمیر کرایا اور اس میں ایران کے بادشاہوں
کی طرز کا دروازہ لگوایا مگر حضرت فاروق کی نصیحت پر اسے توڑ
دیا۔ (اسی طرح) حضرت خالد (بن ولید) کو ان کی تمام تر شجاعت و
جلالت شان کے باوجود معزول کر دیا، ایک شاعر کو انعام دینے پر
حضرت فاروق کا ان سے مواخذہ کرنا اور اس کے نتیجے میں کسی فتنہ کا
برپا نہ ہونا حضرت عمرو بن عاص کو حضرت فاروق کا ڈانٹنا اور اس
جیسے دوسرے واقعات تاریخ اور رقائق (زہد وموعظت) کی
کتابوں میں مذکور ہیں۔ (حضرت عمرؓ) کا مسائل (مہمہ) میں تقریر کرنا اور ان
کی رائے پر لوگوں کا اجماع ہوجانا مثلاً خراج کے نفاذ وتعین کے سلسلہ میں
(لوگوں کا اجماع وغیرہ) احادیث وآثار کی کتابوں میں مرقوم ہیں، مگر
جب خلافت کی نوبت حضرت مرتضےٰ تک پہنچی تو (لوگوں کے) دلوں میں
تفرقہ پڑ گیا اور ان کے نفوس (ذاتی اغراض) نے سر اٹھایا (انکی) خلافت
کے اثبات، تحکیم (ثالثوں کے تقرر) کے جواز اور حضرت ذوالنورینؓ کا قصاص
لینے سے انکی معذوری کے بارے میں گفتگو جتنی ہوئی اتنی ہی زیادہ پیچیدہ
ہوگئی اور لوگوں میں بہت زیادہ شبہات پیدا ہوئے۔ خصوصاً صحابہ
میں سے کوئی شخص بھی اپنی رائے سے نہ پھرا۔ ان واقعات پر موافق ومخالف
دونوں ہی متفق ہیں گو انہوں نے انکے بیان کرنے میں اپنے اپنے مذہب و
مسلک کے مطابق واقع نگاری داستان طرازی کی ہو مگر ان واقعات کے

خود کردہ باشد۔

واما تاثیر احوال پس از ان میتوان دانست کہ مصاحبان شیخین ہمہ متادب بادب شریعت وراغب باحسان، واز کسی حرکتی شنیعہ ظاہر نشد ومصاحبان حضرت مرتضی اکثر ایشان سپاہی منشان بودند اہل طمع وحرص وحقد وحسد وبا حضرت مرتضی خلوص محبت نداشتند ونہ رسوخ انقیاد، چنانکہ جناب مرتضی مکرر از ایشان بر سر منبر شکایت ہا میکرد کہ کاشکی اہل کوفہ را صرف کنیم با اہل شام مانند صرف دراہم ودنانیر دہ کس را دہیم ویکی بستانیم، وبیوفائی ہا از ایشان ظاہر شد چنانکہ تا حال الکوفی لا یوفی مثل سائر است وبا حسن مجتبی وحسین شہید کربلا رضی اللہ عنہما انچہ از بیوفائی ہا کردند محتاج بیان نیست، وجمعی کہ خلوص محبت ورسوخ انقیاد داشتند در اعتقاد خود شیر وگرہ افتادند جمعی افراط کردند در اعتقاد وتعظیم تا انجا رسانیدند کہ حد غیر نبی نباشد، وحضرت مرتضی ایشان را ازین افراط مکرر باز میداشت وایشان منزجر نشدند، چنانکہ قصہ ہاے بسیار بنسبۃ انجماعہ کہ در صحابہ طعن میکردند منقول است وجمعی تفریط کردند دون انچہ در حق او می بایست وجمعی متوسط الحال بودند وایشان اصحاب عبد اللہ بن مسعود اند، ودر حمل کلام او بر معنی مناسب نیز مختلف شدند، جمعی اینہمہ مبالغہ ہا وتاکیدہا کہ بر سر منبر میفرمود اصغا نمیکردند ومیگفتند مرد محارب است میگوید خلاف انچہ در خاطر دارد و

رونما ہونے پر موافق ومخالف دونوں ہی متفق ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ (شیخین کے) احوال کی تاثیر سے (ان کے ہم نشین واصحاب) کس حد تک متاثر ہوئے تو یہ بات اس بات سے جانی جا سکتی ہے کہ شیخین کے سبھی جلیس وہم نشین شریعت کا ادب کرنے اور احسان سے رغبت رکھتے تھے اوران میں سے کسی سے کبھی کوئی قابل اعتراض حرکت ظاہر نہ ہوئی (اسکے برعکس) حضرت مرتضیٰ کے زیادہ تر مصاحبین سپاہی منش، لالچی، حریص، کینہ پرور وحاسد تھے حضرت مرتضیٰ سے محبت کا خلوص ان میں نہ تھا اور نہ ان کی اطاعت کا جذبہ انکے دلوں میں راسخ تھا۔ چنانچہ جناب مرتضیٰ اکثر (مسجد کوفہ کے) منبر پر ان کی شکایتیں کرتے تھے کہ کاش اس طرح جیسے کہ درہم ودینار بدلے جاتے ہیں ہم اہل کوفہ کا اہل شام سے تبادلہ کر لیتے اور ہم دس کوفیوں کو دے کر ان کے بدلے میں صرف ایک شامی لے لیتا۔ ان کوفیوں سے اس قدر بے وفائیاں ظاہر ہوئیں کہ اب تک یہ کہاوت مشہور ہے کہ "کوفی سے وفا نہیں" (الکوفی لا یوفی) ان (کوفیوں) نے حضرت حسن مجتبیٰ وحضرت حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہما کے ساتھ جو بیوفائیاں کیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ (ان اہل کوفہ میں سے) جس گروہ کو (حضرت علی سے) محبت تھی اوران میں اطاعت کا (جذبہ) پختہ تھا وہ اپنے اعتقاد میں بے اعتدالی کا شکار ہو گیا۔ ان میں سے ایک جماعت نے (حضرت علی سے) اپنے اعتقاد اور تعظیم میں اس حد تک غلو کیا اور اس حد تک ان کو پہنچایا جو غیر نبی کی حد نہیں (یعنی انہیں اعتقاد وتعظیم میں انبیاء کا ہم پلہ کر دیا) اور حضرت مرتضیٰ نے ان لوگوں کو اس افراط ومبالغہ سے بار بار منع کیا مگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے۔ چنانچہ اس جماعت کی نسبت جو صحابہ (کرام) کو مطعون کرتی ہے بہت سے قصے نقل کیے گئے ہیں۔ (اسی طرح) ایک جماعت نے (حضرت علی سے اعتقاد ومحبت کے سلسلے میں) تفریط (کمی) سے کام لیا اس سے بھی کم جو ان کے حق میں ضروری ہے (یعنی حضرت علی کی تعظیم ومحبت ان لوگوں نے بالکل نہ کی) اور ایک جماعت متوسط الحال (اعتدال پر) رہی اور یہ لوگ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اصحاب ہیں۔ (اسی طرح) حضرت علی کے کلام کو مناسب معنی پر محمول کرنے میں بھی (اصحاب علی) باہم دگر مختلف الخیال ہو گئے۔ ایک گروہ والے ان تمام مبالغوں اور تاکیدوں کو جو حضرت علی (جامع کوفہ) کے منبر پر بیٹھ کر فرماتے تھے دھیان سے نہ سنتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ محارب شخص ہیں (بر سر جنگ ہیں) جو بات ان کے دل میں ہے اس کے برخلاف کہہ

ہمیں عقیدہ فاسدہ تخم مذاہب فاسدہ شد از
تقیہ و اختیار آنچہ مخالف جمہور باشد چنانکہ شیعہ
میگویند، وجمعی حمل کردند کلام او را و آنچہ بر
موافق جماعہ باشد، وایشاں اصحاب عبداللہ
بن مسعود بودند و روایات ایشاں ہمانست
عمدہ نزدیک اہل سنت وجماعت، پس اگر
تاثیر صحبت مرتضیٰ ایشاں را می گرفت ایں
اختلافہا پیدا نمی شد چنانکہ در زمان آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم وشیخین پیدا نشد۔

سوال ۷۔ اگر گوئی کہ حضرت مرتضیٰ بمر الحق
دعوت می نمود وشیخین از مر الحق یک پایہ
فرود تر می آمدند، و یا گوئی مخاطبات مرتضیٰ
غامض تر بود و عامہ را دست بمعانی کلام او
نرسید، وشیخین در کلام سہل التناول افتادہ
می گفتند، یا گوئی احوال مرتضیٰ بہ تجرد و ملکیت
مائل تر بود، و احوال شیخین بہ بشریت و اختلاط
مناسب تر و مناسبت شرط است درمیان
موثر و متاثر، پس اختلاف قوم ہم ناشی از
کمال و افضلیت مرتضیٰ است، و اگر مرتضیٰ
ایشاں را آنچہ می بایست ارشاد فرمود و ایشاں
بقول او کار نکردند نقص ایں جماعہ عاصیہ ثابت
میشود نہ نقص مرتضیٰ، چنانکہ جمعی با آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نگرویدند، و بسبب نگرویدن ایشاں
نقصی با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عائد نشد بلکہ
دائرہ شقاوت بر ایشاں افتاد۔

جواب ۷۔ گوئیم الحق، ہیچ نقصی بمرتضیٰ رضی اللہ عنہ
عائد نیست، ومذہب اہل سنت اثبات نقص
بمرتضیٰ بوجہی از وجوہ نیست، بحث در فضیلت و
افضلیت باعتبار تشبہ بہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم

رہے ہیں اور اسی عقیدۂ فاسدہ نے مذاہب فاسدہ کا بیج بویا مثلاً یہ تقیہ کا تخم
فاسد بنا۔ اور ہر اس بات کو اختیار کرنے کا سبب ہوا جو جمہور (امت) کے
خلاف ہو جیسا کہ شیعوں کا عقیدہ ہے اور ایک گروہ نے ان (حضرت علی) کے
کلام کو انہیں باتوں پر محمول کیا اور (ان سے وہی مفہوم لیا) جو جمہور امت کے
موافق تھا یہ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب تھے اور ان کی (حضرت
علی سے) روایتیں وہی ہیں جو اہل سنت جماعت کے نزدیک عمدہ و معتبر و مستند ہیں۔
سو اگر حضرت مرتضیٰ کی صحبت کا ان لوگوں (احباب علی) میں کچھ اثر ہوتا تو یہ سارے
اختلافات پیدا نہ ہوتے جس طرح کہ (کسی قسم کے اختلافات) آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور شیخین کے زمانے میں پیدا نہ ہوئے۔

سوال ۷۔ اگر آپ کہیں کہ حضرت مرتضیٰ بے لاگ حق و انصاف کی دعوت دیتے
تھے اور شیخین بے لاگ حق و انصاف سے ایک پایہ نیچے اتر آتے تھے۔ یا اگر آپ
یہ کہیں کہ حضرت مرتضیٰ کے مخاطبات (خطاب گفتگو) نہایت دقیق و مشکل ہوتے تھے
اور عام لوگ ان کے مفہوم و معنی کو نہ سمجھ پاتے تھے اور شیخین کی گفتگو آسانی سے سمجھ
میں آ جانے والی ہوتی تھی یا اگر آپ یہ کہیں کہ حضرت مرتضیٰ کے احوال قطع علائق
(تجرد) اور فرشتہ خصالی (ملکیت) کی جانب زیادہ مائل تھے اور شیخین کے
احوال بشریت اور لوگوں سے میل جول (اختلاط) سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے
اور چونکہ اثر انداز (موثر) و اثر پذیر (متاثر) کے درمیان مناسبت ضروری ہے
سو (حضرت علی سے تاثر پذیری میں) لوگوں کا باہم دگر اختلاف بھی حضرت مرتضیٰ کے
کمال افضلیت ہی کے باعث پیدا ہوا اور اگر حضرت مرتضیٰ ان لوگوں کو جو ضروری
حکم دیتے تھے اور وہ لوگ ان کے قول کے مطابق عمل نہ کرتے تھے تو اس سے اس گمراہ
جماعت کا نقص (عیب) ثابت ہوتا ہے نہ کہ جناب مرتضیٰ کا نقص۔ رہ یہ
ایسا ہی ہے جس طرح کہ ایک گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب توجہ نہ
کی اور ان کی بے توجہی کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی الزام
نہیں لگا۔ اور انہیں لوگوں پر ان کی شقاوت و بدبختی کا عذاب و
وبال آیا۔

جواب ۷۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ واقعی (ان لوگوں کی سرکشی سے)
جناب مرتضیٰ پر کسی طرح کا الزام عائد نہیں ہوتا اور اہل سنت کے مذہب
کی رو سے کسی سبب سے بھی نقص و عیب حضرت مرتضیٰ پر ثابت نہیں ہوتا مگر
یہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت (تشبہ) کے اعتبار سے فضیلت و

میرد، وخدا تعالیٰ در باب منت بر پیغامبر و بر اصحاب او میفرماید ھُوَ الَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وبالمؤمنین والف بین قلوبہم لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبہم (الانفال ۶۲) وقال وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا (آل عمران ۱۰۳) ومعلوم است بوجہی کہ امکان شک ندارد کہ عرب پیش از زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اجہل ناس واقطع ایشاں بودند بارحام، خدا تعالےٰ ہمہ را بفیض صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متفق ساخت وتالیف فرمود، واہل بدو وحراس ضب ویربوع را متادب بآداب انبیا گردانید، وہر کسی بر حسب استعداد خود از مائدہ کرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فائدہ گرفت، الا ہر مارد سے متمردی کہ ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ (بقرہ ۷) حال وی است، وہمچنیں در زمان شیخین اکثر ناس بر حسب استعداد بہرہ بر داشتند الا اشقیائے چند، پس میزان رحمت عامہ ظہور لطف است درحق اکثر افراد انسان نہ کل آن، مارا بحث درہمیں تواند بود، وسنۃ اللہ وسنۃ رسل اللہ آنست کہ مر الحق را با شہد مدارات بر آمیزند تا معجونی باشد کہ بیماراں امراض نفسانی بگلو توانند فرو برد لہذا رخص در شریعت نازل شدند، وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با منافقان مدارات نمود، ونیز سنۃ رسل اللہ آنست کہ مخاطبات غامضہ با ایشاں القا نمایند تا ول ایشاں متحیر نگردد، وبا ایشاں بر روش ایشاں باشند تا اخذ فیض توانند کرد،

افضلیت کی بحث ہورہی ہے اور خدا تعالیٰ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر اپنے احسان کے بارے میں فرماتا ہے: ” وہ اللہ ہی ہے جس نے (اے رسول) آپ کی اپنی نصرت اور مومنین سے تائید فرمائی اور مومنین کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال دی اور جو آپ ساری دنیا کی دولت خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت و محبت پیدا نہیں کر سکتے تھے“ (انفال ۶۲) اور (ایک دوسرے موقع پر فرمایا: ” اے (ایمان والو اپنے پر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت و محبت ڈال دی سو تم اللہ کی عنایت سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے“ (آل عمران ۱۰۳) یہ بات کسی شک و شبہ کے بغیر سب کے علم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے عرب کے لوگ سب سے بڑے جاہل اور سب سے زیادہ قطع رحم کرنے والے تھے مگر خدا تعالےٰ نے ان سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت کی بدولت متحد و متفق بنا دیا اور ان کے درمیان الفت پیدا کی۔ ان بدوؤں کو جو گوہ اور چوہوں کے محافظ و حامی تھے، انبیاء کے ادب سے آداب سکھلا دیئے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی صلاحیت کے بقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان کرم و عنایت سے فائدہ اٹھایا ماسوائے ان سرکش و نافرمان لوگوں کے جن کا یہ حال ہے کہ ان کے دلوں پہ اللہ نے مہریں لگا دی ہیں، اور ان کے کانوں اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں“ (بقرہ ۷) اسی طرح شیخین کے زمانے میں چند بدبختوں کو چھوڑ کر زیادہ تر لوگوں نے اپنی صلاحیتوں کے مطابق (شیخین کی صحبت سے) حصہ پایا سو عام رحمت و عنایت کی کسوٹی اور ترازو یہ ہے کہ اکثر انسانوں کے حق میں لطف خداوندی کا ظہور ہو نہ کہ تمام انسانوں کے حق میں۔ ہمارے زیر بحث وہی صفت ہے جو نبوت و خلافت کی رکن رکین ہو سکتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی سنت یہ ہے کہ سچ کی تلخی کو رواداری اور نرمی کے شہد کے ساتھ ملا کر ایسا معجون بنا دیں کہ نفسیانی بیماریوں کے مریض (آسانی سے) اسے حلق سے نیچے اتار لیں۔ اسلئے شریعت میں سہولت و تخفیف نازل ہوئیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں (تک) کے ساتھ مدارات سے پیش آتے تھے۔ اور نیز رسولوں کی سنت یہ بھی ہے کہ لوگوں سے مشکل اور دقیق خطابات کلام نہ کریں تاکہ ان کے دل حیران و پریشان نہ ہو جائیں۔ (انبیاء و رسل) عوام کے ساتھ انہیں کی روش پر رہتے ہیں

ولہذا خدا تعالیٰ آدمیان را پیغامبر ساخت نہ ملائکہ را چنانکہ در قرآن عظیم مکرر بیان فرمود، پس مشابہت کاملہ با انبیاء ہمیں است کہ بایں نوع معاملہ کنند، و ہر کہ ایں صفت در وی اکمل وی افضل امت باشد باعتبار نشر ملت و پرورش اہل ملت و ہمیں است تفسیر افضلیت در خلافت پس مانع از ظہور ایں صفت ہرچہ باشد، خواہ شدت ورع، و غموض قول، و غلبہ تجرد، یا غیر آن، از کمال نیابت و تمام خلافت و انتہاء در تشبہ با پیغامبران در آنچہ بنفع ملت عائد است باز داشتہ است۔

و ایں سخنی است کہ بر سبیل تنزل گفتہ می شود، و الا اگر مر الحق را بشگافیم بہ نسبت تجرد در ماکل و ملابس و تقلل معاش و مانند آن مسلم است، و با مبحث ما تعلقی ندارد و اختصاص آن مسلم نیست، و اگر بہ نسبت اموری کہ بخلافت و ریاست تعلق دارد و بہ نسبت ترک مقاتلات مسلمین کہ خطر آن اعظم است، بگوئیم مر الحق بجانب شیخین است و نہایت امر مرتضیٰ آن باشد کہ لالہ و لا علیہ، و اگر بہ نسبت قلت اعتنا بتالیف جمعی کہ ہمراہ او بودند اعتبار کنیم، پس مر الحق تالیف ایشان ست، چنانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کردند، زیرا کہ انتظام مسلمین چون بغیر ایں معنی متحقق نمی شود و ایں معنی یکے از امور مہمہ باشد، و ہمچنیں اگر غموض سخن را بر شگافیم بہ نسبت علوم دقیقہ محل بحث نیست بلکہ واقع ہم نیست چنانکہ بتفصیل بیان کردیم، و اگر بنسبت توریہ در سخن و دور دور رفتن در مقتضاء "الحرب خدعۃ" اعتبار کنیم موجب مدحی نمی باشد، و ہمچنیں دعوی مائل بودن بتجرد با وجود آنہمہ مداخلات و منازعات

تاکہ لوگ ان سے فیض حاصل کر سکیں اسلیئے خدا تعالیٰ نے آدمیوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ملائکہ (فرشتوں) کو منصب رسالت پر فائز نہ کیا۔ یہ بات قرآن عظیم میں بار بار اللہ نے بیان فرمائی ہے۔ سو انبیاء کے ساتھ پوری مشابہت (مشابہت کاملہ) یہی ہے کہ وہ لوگوں سے اس طرح کا معاملہ کریں اور جس شخص میں یہ صفت زیادہ مکمل طور سے پائی جائیگی وہی ملت محمدیہ کی اشاعت و تبلیغ اور اہل ملت محمدیہ کی تربیت و پرورش کے اعتبار سے امت محمدیہ میں سب سے افضل ہوگا اور خلافت میں افضلیت کی یہی تفسیر و توضیح ہے، اس بنا پر اس وصف (صفت) کے ظہور پذیر ہونے میں جو چیز بھی رکاوٹ بنے گی خواہ وہ: انتہائی پرہیزگاری و احتیاط ہو خواہ دقیق کلام ہو، خواہ ترک علائق (تجرد) کا غلبہ ہو، یا ان کے علاوہ کوئی اور بات ہو وہ رسول کی مکمل نیابت (نائب ہونا) اور کامل خلافت اور ملت کیلئے مفید امور میں پیغمبروں سے تشبہ (مشابہت) سے باز رکھے گی اور اس کے لئے مانع ہوگی۔

یہ بات برسبیل تنزل کہی گئی ہے ورنہ اگر ہم مر الحق (تلخ حق، بے لاگ انصاف) کی حقیقت پر غور کریں تو وہ کھانے، پہننے میں قلت اور معاش میں کمی اور اس جیسی دوسری باتوں میں مسلم ہے اور ہمارے مبحث (موضوع) سے اس کا کوئی تعلق اور اس سے اختصاص قابل تسلیم نہیں ہے اگر ہم خلافت و ریاست سے تعلق رکھنے والے معاملات کے حوالہ سے اور مسلمانوں سے جنگ ترک کرنے کی نسبت سے جس کا بڑا خطرہ ہے مر الحق (تلخ حق) کی بات کریں تو حق شیخین کی طرف ہوگا۔ اور حضرت مرتضیٰ کا انتہائی معاملہ یہ ہوگا کہ مر الحق نہ تو ان کی حمایت میں ہوگا اور نہ ان کے خلاف۔ اور اگر گروہ جو اُن کے ہمراہ تھا اس کی تالیف قلوب کی جانب کم توجہی کی نسبت سے ہم اعتبار کریں تو ان لوگوں کی تالیف قلب کرنا ہی مر الحق ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں کا انتظام اس معنی کے بغیر متحقق نہیں ہوتا اور یہ حقیقت اہم امور میں سے ایک ہے۔ اسی طرح اگر ہم مشکل کلام کی حقیقت واضح کریں تو دقیق و مشکل علوم کے اعتبار سے اس پر بحث کی گنجائش نہیں ہے بلکہ یہ امر واقع بھی نہیں ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر بات میں توریہ کے طریقہ اور "لڑائی ایک طرح کا مکر ہے" (الحرب خدعۃ) کے مصداق دور دور چلنے کی نسبت سے ہم (غموض سخن) کا اعتبار کریں تو یہ کوئی تعریف کی بات نہیں ہے۔ اس طرح سے ان تمام بے نتیجہ و بے ثمر دخل اندازیوں، تنازعات، کھینچ تان اور کشمکشوں اور کوششوں کے باوجود کہ

وکشش وکوشش کہ سابقاً از ہیچ خلیفہ مثل آن ظاہر نشد اگرچہ منتج ثمرات نگردید، گنجائش تسلیم ندارد، ولیون بائن است درآنکہ ہمہ عرب بعد انہماک در رذائل نفس ازیں مہالک صعبہ بفیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقدر استعداد خودہا خلاص شوند، الا ماردی متمردی کہ ختم اللہ علی قلوبھم صفت اوست وقلیل ماہو، وہمہ عرب بعد خلاص از رذائل وتمرن بر فضائل در مہالک صعبہ واقع شوند بقدر استعداد خودہا الاہر نیک بختی کہ باد حوادث نیک بختی او را نجنباند وقلیل ماہو، واگرچہ ایں چیزہا در جلالت مرتضی قدح نمیکند، زیراکہ وزر آن مخالفان بران مخالفان است فقط لیکن چون رجوع ثواب اعمال بہ پیشوای قوم امر مقرر است میباید کہ اجور اعمال تابعان شیخین زیادہ عائد شوند وبحضرت مرتضی اجر بعض تابعان عائد شود، واز دیگران نہ اجر عائد شود ونہ وزر، وایں معنی در افضلیت کافی است۔

اما افضلیت شیخین باعتبار تحمل اعباء دعوت، پس بیان او آنست کہ اعباء دعوت سہ نوع بودہ اند، نوعے کہ پیش از ہجرت بود وقتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اظہار دعوت اسلام نمودند وعرب ہمہ بکفر وانکار برخاستند ویک دیگر برایں امر اتفاق نمودہ بایذاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصحاب مشغول گشتند، دریں وقت صدیق اکبر وعمر فاروق سبب کسر جماعہ کفار وفل حد ایشاں گشتند چنانکہ تقریر آن گذشت کہ صدیق اول کسی است از احرار بالغین کہ مسلمان شد وبر فقراء صحابہ انفاق نمود، وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے کسی خلیفہ سے ان جیسی باتیں سرزد نہ ہوئیں (حضرت علی کے متعلق) تجرد (ترک علائقِ دنیوی) کی جانب مائل ہونے کے دعویٰ کو تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے! اور واضح فرق ہے اس بات میں کہ تمام اہل عرب نفس کی رذالتوں میں منہمک ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض برکت سے ماسوائے ان قلیل سرکش و نافرمان اشخاص کے کہ ختم اللہ علی قلوبھم (اللہ نے ان کے دلوں پر مہریں لگادی ہیں) جن کی صفت ہے، اپنی صلاحیتوں کی نسبت سے ان سخت تباہیوں سے چھٹکارا پاجائیں اور (اس بات میں کہ حضرت علی کے دور میں پھر وہی) سارے عرب رذائل سے نجات پانے اور فضائل کی مشق کے بعد ان تھوڑے سے نیک بختوں کے علاوہ جن کی نیک بختی کو حوادث کی آندھی (متزلزل نہ کرسکی) سب کے سب سخت ہلاکت میں جا پڑیں (ان دونوں باتوں میں واضح فرق ہے) اگرچہ ان باتوں سے جناب مرتضی کی جلالتِ شان پر کوئی عیب نہیں لگتا اور نقص نہیں آتا، کیونکہ ان مخالفوں کا بار (بوجھ) صرف انہیں مخالفوں پر پڑتا ہے۔ مگر چونکہ یہ بات مسلم ہے کہ اعمال (کاموں) کا ثواب پیشوائے قوم کو بھی لوٹتا ہے، اس لئے چاہیئے کہ شیخین کے متبعین (پیروکاروں) کے اعمال کے اجر شیخین کی جانب زیادہ عائد ہوں (حضرات شیخین کو اپنے پیروؤں کے اچھے کاموں کا زیادہ اجر نیک ملے) اور حضرت مرتضی کو ان کے بعض متبعین کا اجر (نیک) ملے اور بعض دوسرے متبعین سے نہ انہیں کوئی اجر ملے اور نہ ان پر ان کی کوئی ذمہ داری ہی ہو، افضلیت (کی بحث) میں یہ بات کافی ہے۔

رہی شیخین کی فضیلت دعوت (اسلام) کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے اعتبار سے تو اس کا بیان یہ ہے کہ دعوت کی ذمہ داریاں تین قسم کی تھیں:۔

(اول) وہ قسم جو ہجرت سے پہلے تھی جس وقت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت کا اظہار فرمایا اور تمام عرب کفر و انکار کے ساتھ (اس کے خلاف) اٹھ کھڑے ہوئے اور آپس میں اس امر (یعنی مخالفت) پر اتفاق کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب (پاک) کی ایذا دہی میں مشغول ہوگئے، تو اس وقت صدیق اکبر اور عمر فاروق کافروں کی جماعت کی شکست اور ان کی (شمشیر مخالفت کی) دھار کو کند کرنے کا باعث ہوئے، جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت صدیق آزاد بالغ مردوں میں پہلے شخص ہیں جو اسلام لائے اور غریب صحابہ پر انہوں نے مال خرچ کئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے ابوبکرؓ

فرمودند ما نفعنی مال احد ما نفعنی مال ابی بکر و در مشاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصرت داد و فاروق سبب عزت اسلام و غلبہ مسلمین گردید، بخلاف مرتضیٰ کہ دران عصر صغیر بود، زیرا کہ وقت اسلام ہفت سالہ بود یا دہ سالہ عن عمر مولی عفرۃ قال سئل محمد بن کعب القرظی عن اول من اسلم علی او ابو بکر قال سبحان اللہ علی اولہما اسلاما وانما اشتبہ علی الناس لان علیا اخفی اسلامہ من ابی طالب واسلم ابو بکر فاظہر اسلامہ ولا شک عندنا ان علیا اولہما اسلاما اخرجہ ابو عمر فی الاستیعاب۔

وعن حبۃ العرنی قال رأیت علیا ضحک علی المنبر لم ارہ ضحک ضحکا اکثر منہ حتی بدت نواجذہ ثم قال ذکرت قول ابی طالب، ظہر علینا ابو طالب وانا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نصلی ببطن نخلۃ، فقال ماذا تصنعان یا ابن اخی فدعاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام، فقال ما بالذی تصنعان بأس او بالذی تقولان بأس ولکن واللہ لا تعلونی استی ابدا وضحک تعجبا بقول ابیہ ثم قال اللہم لا اعرف ان عبدا لک من ہذہ الامۃ عبدک قبلی غیر نبیک ثلاث مرار لقد صلیت قبل ان یصلی الناس سبعا اخرجہ احمد۔

کے مال سے جتنا نفع پہنچا اتنا نفع کسی اور کے مال سے نہ پہنچا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات میں ان کی نصرت کی، اور حضرت فاروق رضؓ اسلام کی عزت اور مسلمانوں کے غلبہ کا سبب ہوئے، حضرت مرتضٰے کے برخلاف کہ وہ اس زمانے میں صغیر (السن) تھے کیونکہ اسلام (لانے) کے وقت ان کی عمر سات سال یا دس سال تھی، عفرہ کے مولیٰ عمر سے مروی ہے کہ محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا علی یا ابوبکر؟ انہوں نے جواب دیا "اللہ پاک ہے (سبحان اللہ) علی ان دونوں میں پہلے اسلام لائے مگر لوگوں پر یہ بات مشتبہ ہو گئی کیونکہ علی نے اپنا اسلام ابوطالب سے چھپایا اور ابوبکر نے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ اور اس بات میں ہمارے نزدیک کوئی شک نہیں ہے کہ سب سے پہلے علی ہی اسلام لائے"۔ اس روایت کو ابو عمر نے استیعاب میں بیان کیا ہے۔

اور حبہ عرنی سے مروی ہے کہ اس نے کہا "میں نے حضرت علی کو (کوفہ کی جامع مسجد میں) منبر پر ہنستے ہوئے دیکھا اور میں نے انہیں منبر پر اس سے زیادہ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا یہاں تک کہ ہنستے ہنستے ان کے دانت دکھائی دیئے۔ پھر انھوں نے مجھ سے کہا ابوطالب کی ایک بات یاد آئی، میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخلہ کے بطن میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوطالب نے ہمیں دیکھ لیا تو انہوں نے دریافت کیا کہ تم دونوں کیا کر رہے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ابوطالب نے جواب دیا کہ تم دونوں جو کر رہے ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یا انہوں نے یہ کہا کہ تم دونوں جو بات کہہ رہے ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن خدا کی قسم مجھ سے میری سرین کبھی بلند نہ ہوگی"۔ حضرت علی اپنے باپ کی بات (یاد کرکے) حیرت سے ہنستے تھے۔ بعد ازاں انھوں نے فرمایا! "اے میرے اللہ مجھے نہیں معلوم کہ اس امت (اسلامیہ) میں تیرے کسی بندے نے مجھ سے پہلے تیرے نبی کے سوا تیری عبادت کی ہو" یہ بات انہوں نے تین بار کہی۔ (پھر کہا) کیونکہ میں نے لوگوں سے پہلے سات نمازیں پڑھیں۔ یہ روایت امام احمد بن حنبل کی ہے۔

ونوعی کہ بعد از ہجرت بود تا وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و شیخین و مرتضیٰ بعد اشتراک در تحمل اعباء جہاد مختلف شدند، مرتضیٰؓ بشجاعت پہلوانی پیش قدمی کردہ و شیخین بمشورت کہ شعبۃ الیست از شجاعت ملوک وامراء، واگر کسی تامل بلیغ و استقرار تمام بکار برد بداند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدری کہ با شیخین مشورہ کردہ اند و اصغاء صلاح دید ایشان نمودہ با دیگری نکردہ اند، و این معنی از قصص و حکایات ظاہر است۔

ونوعی کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر شد در اموری کہ در بعثت آنحضرت داخل بود کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتیت مفاتیح الارض، لیکن صعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بملأ اعلیٰ پیش از ظہور آن مقدر بود، پس شیخین بطریق نیابت آن معنی را سرانجام دادند، و در ان باب ہیچ لاحقی را لحوق بایشان ممکن نشد چہ جای مساوات و مسابقت، وحضرت مرتضیٰ این معنی را روشن تر ادا نمود، گفت سبق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثنی ابوبکر وثلث عمر ثم خبطتنا فتنۃ فہو ما شاء اللہ، و این قول از مرتضیٰ بطریق تواتر روایت کردہ شدہ وہر کہ اسانید آن میخواہد در مسند احمد نظر کند، وحضرت مرتضیٰ در ایام خلافت خود در شغل مناقشہا و منازعہا افتاد و در ایام او ہیچ بلد مفتوح نشد، وہیچ فتحی ظاہر نگردید، بلکہ جہاد بالکلیہ مسدود ماند، پس باعتبار تحمل اعباء جہاد شیخین افضل وارجح شدند۔

(دوم) وہ قسم جو ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک تھی۔ حضرات شیخین و مرتضیٰ جہاد کی ذمہ داریوں کو اٹھانے میں باہم مشترک ہونے کے بعد باہم دگر مختلف ہیں۔ حضرت مرتضیٰ پہلوانوں والی بہادری کے ساتھ پیش قدمی کرتے تھے اور حضرات شیخین مشورے کے ساتھ شریک جہاد ہوتے تھے) جو بادشاہوں اور امراء کی شجاعت و بہادری کا ایک شعبہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص بہت زیادہ غور اور پورا پورا تتبع کرے تو وہ جان جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر شیخین سے مشورہ کیا ہے اور ان کے مشوروں پر جتنا دھیان دیا ہے دوسروں کے ساتھ ایسا نہیں کیا ہے اور یہ بات واقعات و حکایات سے واضح و ظاہر ہو گئی ہے۔

(سوم) وہ قسم جو ان امور میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں داخل تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ظاہر ہوئی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مجھے زمین کی چابیاں عطا کی گئیں"۔ مگر ان کے ظہور سے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملأ اعلیٰ کی جانب صعود (آپ کا وصال) مقدر ہو چکا تھا اسلئے حضرات شیخین نے نیابت کے طور پر اس کام کو سرانجام دیا۔ اور اس باب میں کسی بعد میں آنے والے کے لئے ان کے برابر ہونا یا ان سے بڑھ جانا تو بڑی بات ہے انہیں پالینا یا ان کے پیچھے پیچھے چلے آنا بھی ممکن نہ ہوا۔ خود جناب مرتضیٰ نے اس بات کو واضح طریقے سے ادا فرمایا ہے آپ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے سبقت لے گئے پھر دوسرے نمبر پر حضرت ابوبکرؓ رہے اور تیسرے درجہ پر حضرت عمرؓ بعد ازاں ہمیں فتنہ و فساد نے راستہ سے بھٹکا دیا"۔ حضرت مرتضیٰ سے یہ بات بتواتر روایت کی گئی ہے اور جو اس کی سند دیکھنا چاہتا ہے مسند احمد میں دیکھ لے۔ حضرت مرتضیٰ اپنی خلافت کے زمانے میں مناقشات و تنازعات میں الجھ کر رہ گئے اور ان کے زمانے میں کوئی شہر فتح نہ ہوا اور کسی قسم کی فتح ظاہر نہ ہوئی بلکہ جہاد یکسر موقوف ہو گیا۔ اس لئے جہاد کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے اعتبار سے حضرات شیخین افضل وارجح ہیں۔

باید دانست کہ شجاعت دو قسم است شجاعت پہلواناں وشجاعت امرا، شجاعت پہلواناں غلبہ بر اقران است در مبارزت بقوت بطش وثبات قلب، وشجاعت امرا، فتح بلاد وہزیمت دادن جیوش است بسیاست جیش وحسن استعمال آنہا در مواضع آنہا باثبات قلب و زیادت عقل وعدالت ودانستن ہرچہ در وقت مطلوب است از صلح وجنگ وتانی وعجلت ودانستن معرفت ہر یک از افراد جیش وکار مطلوب گرفتن از ایشاں، وگاہی ایں دو شجاعت مفترق مے شوند، چنانکہ عنتر موصوف بود بشجاعت پہلوانی فقط، وامیر تیمور بشجاعت امرا فقط پس تیمور اشجع ملوک بود ہرچند منقول نشد کہ با پہلوانی مبارزت کردہ باشد واورا از پا افگندہ باشد، وہرچند حضرات خلفا ہمہ متصف بودند بہر دو شجاعت اما حضرات شیخین را فضل بود در شجاعت امرا وحضرت مرتضی را زیادت بود در شجاعت پہلواناں وایں معنی بدیہی است بنسبت کسی کہ سیرت کسبی ہمہ ایشاں وآثار منقولہ ہمہ از ایشاں دانستہ باشد، وشجاعت امرا انفع است در تمشیت ملت، وشجاعت پہلواناں نیز دراں دخلی دارد بقدر خود، ولہذا نصیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ میزان شرف وفضل است ومنتہای آں، از شجاعت امرا اوفر واتم بود بنسبت شجاعت پہلواناں وہمچناں از رؤسا دین ودنیا شدہ آمدہ است۔

اما افضلیت شیخین باعتبار نشر علوم دین،

جاننا چاہئے کہ شجاعت کی دو قسمیں ہیں (ایک) پہلوانوں کی شجاعت اور (دوسری) امرا اور سپہ سالاروں کی شجاعت، پہلوانوں کی شجاعت یہ ہے کہ دوبدو لڑائی (مبارزت) میں دل کے ثبات اور گرفت کی قوت سے مدمقابل پر غلبہ پا یا جائے۔ اور سرداروں کی شجاعت یہ ہے کہ عدالت وعقل کی زیادتی اور دل کی پامردی (ثبات قلب) کے ساتھ فوج کی سیاست اور اپنی جگہ پر (اس کے مقام پر) اس کے بہتر استعمال سے (دشمنوں کے) لشکروں کو شکست دی جائے اور ملکوں کو فتح کیا جائے۔ (ونیز) یہ علم ہو کہ صلح وجنگ اور سستی وعجلت میں سے کس وقت کیا چیز ضروری ہے اور فوج کے لوگوں کے بارے میں معلومات رکھنا اور ان سے جو کام مطلوب ہو وہ لینا۔ کبھی یہ دونوں قسم کی شجاعتیں (افراد میں) الگ الگ ہوتی ہیں مثلاً عنترہ (بن شداد عبسی ایک جاہلی شاعر) صرف پہلوانی شجاعت کے وصف سے متصف تھا اور امیر تیمور صرف سرداروں کی شجاعت (کے وصف سے موصوف تھا) پس تیمور بادشاہوں میں بہت زیادہ بہادر تھا ہرچند کہ اس کے بارے میں یہ واقعہ کہیں بھی مذکور نہیں ہے کہ اس نے کسی پہلوان سے دوبدو لڑائی لڑی ہو اور اسے شکست دے کر پچھاڑا ہو۔ اگرچہ تمام خلفاء ان دونوں ہی قسموں کی شجاعت سے متصف تھے۔ لیکن حضرات شیخین کو شجاعتِ امرا میں برتری (فضیلت) حاصل تھی اور حضرت مرتضی کو شجاعتِ پہلواناں میں بڑائی حاصل تھی۔ اس شخص کے لئے جو ان حضرات کی سیرت اور ان سے مروی آثار واخبار سے واقف ہے یہ بات بدیہی ہے۔ درحقیقت سرداروں کی شجاعت (شجاعتِ امرا) ملت کو رواں دواں رکھنے میں زیادہ مفید ہے۔ اور پہلوانوں کی شجاعت کو بھی اس میں کسی قدر دخل ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شرف وفضل کا معیار اور اس کی انتہا ہیں، شجاعتِ پہلوانی کے مقابلہ میں، شجاعتِ اُمرا سے وافر تر کامل تر حصہ عطا ہوا تھا۔ اور ایسا ہی دین ودنیا کے رؤساء (کے حق میں) ہوتا چلا آیا ہے۔

اب رہی حضرات شیخین کی فضیلت دین کے علوم کو نشر

بیان آن آنست کہ افضل علوم قرآن عظیم است و جمع کنندہ قرآن و نصب کنندہ قاریان در آفاق شیخین اند، و حضرت مرتضی ہر چند روایت قرآن کردہ است اما روایت آن نکردہ اند الا اصحاب عبد اللہ بن مسعود از اہل کوفہ مثل زر بن حبیش و ابو عبد الرحمن السلمی، و ایشان اول بار قرآن را بر عبد اللہ بن مسعود خواندہ بودند و بر مرتضی دوبارہ گذرانیدند، و اگر نمیگذرانیدند ہم روایت ایشان صحیح می بود۔

عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمن السلمی عن عثمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، قال و اقرأنی ابو عبد الرحمن فی امرۃ عثمان حتی کان الحجاج قال وذلک الذی اقعدنی مقعدی ھذا اخرجہ البخاری،

و بعد از قرآن عظیم حدیث آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم و فاروق محدثین را در آفاق فرستاد، و اصل علم حدیث ہمانست، از جملہ ایشان عبد اللہ بن مسعود بود در کوفہ، و روایت او در کوفہ ثابت است، و از جملہ ایشان ابو موسی و جمعی دیگر در بصرہ، و ہمچنان در شام جمعی از صحابہ، اما مرتضی در بلاد کسی را نصب نکرد وی در حدیث مثل عبد اللہ بن مسعود ست، لیکن اینجا فرقی ہست کہ اہل حدیث آن را مے دانند، و آن آنست کہ اصحاب عبد اللہ بن مسعود ثقات و فقہا اند، و رواۃ حضرت مرتضی لشکریان مستور الحال، و حدیث مرتضی بدرجہ صحت

کرنے کے اعتبار سے تو اس کا بیان یہ ہے کہ تمام علوم میں سب سے افضل قرآن عظیم ہے اور قرآن کو جمع کرنے والے اور ممالک و اطراف میں قاریوں کا تقرر کرنے والے شیخین ہیں۔ اگرچہ حضرت مرتضٰے نے قرآن کی روایت کی ہے مگر ان سے یہ روایتیں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے کوفی اصحاب مثلاً زر بن حبیش و ابو عبد الرحمٰن سلمی ہی نے کی ہے۔ ان (اصحاب ابن مسعود) نے پہلی بار قرآن کو حضرت عبد اللہ بن مسعود سے پڑھا تھا اور حضرت مرتضیٰ سے اس کا اعادہ کیا تھا۔ اگر یہ لوگ اعادہ نہ بھی کرتے تو ان کی روایت صحیح ہوتی۔

سعد بن عبیدہ نے ابو عبد الرحمان سلمی سے اور انہوں نے حضرت عثمان سے روایت کیا ہے کہ نبی (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں اچھا وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور اسے دوسروں کو سکھایا (سعد بن عبیدہ نے) کہا کہ مجھے ابو عبد الرحمٰن (سلمی) نے حضرت عثمان کے دور خلافت میں قرآن کی تعلیم دی یہاں تک کہ حجاج (بن یوسف ثقفی کا دور امامت) آیا (سعد بن عبیدہؓ نے مزید کہا) اور اس تعلیم قرآن نے مجھے اس (بلند) مقام پر بٹھایا۔ اس روایت کی تخریج (امام) بخاری نے کی ہے۔

قرآن عظیم (کے علم) کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (کا علم) ہے۔ حضرت فاروق نے محدثین کو مختلف اطراف بلاد و ممالک میں بھیجا اور علم حدیث کی اصل وہی ہے۔ ان (محدثین) میں سے کوفہ میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود ہیں جن کی روایتیں کوفہ میں ثابت ہیں انہیں (محدثین) میں سے بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور دوسرے حضرات ہیں۔ اسی طرح شام میں صحابہ (محدثین) کی ایک جماعت (حضرت عمر فاروق کی فرستادہ) تھی۔ (اس کے برعکس) حضرت مرتضیٰ نے کسی کو بلاد و امصار میں تعلیم حدیث کے لئے مقرر نہ فرمایا۔ وہ حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی طرح ہیں لیکن یہاں (حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ میں) ایک فرق ہے جسے علمائے حدیث جانتے ہیں (وہ فرق) یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اصحاب (تلامذہ) ثقہ (و معتبر) اور فقیہ ہیں۔ اور حضرت مرتضیٰ سے روایت کرنے والے مجہول الحال سپاہی ہیں اور حضرت مرتضیٰ سے مروی صرف وہی احادیث

رسیدہ است، الا آنچہ اصحاب عبداللہ بن مسعود روایت کردہ اند عن ابن ابی ملیکۃ قال کتبت الی ابن عباس اسالہ ان یکتب لی کتابا ویخفی عنی فقال ولد ناصح انا اختار لہ الامور اختیارا واخفی عنہ قال فدعا بقضاء علی فجعل یکتب منہ اشیاء ویمربہ الشئ فیقول واللہ ماقضی بھذا علی الا ان یکون ضل وعن ابی اسحٰق قال لما احدثوا تلک الاشیاء بعد علی قال رجل من اصحاب علی قاتلھم اللہ ای علم افسدوا وعن ابن عباس قال سمعت المغیرۃ یقول لم یکن یصدق علی علی فی الحدیث عنہ الا من اصحاب عبداللہ بن مسعود روی الاحادیث الثلثۃ مسلم فی مقدمۃ صحیحہ، واما اھل مدینہ و اھل شام از حضرت مرتضٰی حدیث ندارند الا قلیلی۔

وبعد از قرآن وحدیث مدار اسلام بر فقہ است وامہات فقہ مسائل اجماعیہ عمر فاروق است واگر اکثر اہل اسلام را بنظر امتحان نگاہ کنی حنفیان و مالکیان و شافعیان اند، اما مذہب مالک پس بنائے آن موطا است، ودر موطا از روایت مرتضٰی بجز چند حدیث مرفوعہ وچند اثر شمردہ شدہ منقول نیست وہمچنین در مسند ابی حنیفہ و آثار امام محمد کہ مبنائی فقہ حنفیہ است از روایت مرتضٰی بجز حدیث مرفوع وچند

درجہ صحت پر پہنچتی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب (وتلامذہ) نے روایت کی ہیں۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو خط لکھ کر یہ درخواست کی کہ وہ مجھے ایک مکتوب لکھیں اور مجھے ضروری نصیحت کریں۔ (مجھ سے ایسی حدیث نہ بیان کریں جس سے قصور فہم کے باعث فتنہ وفساد میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو) پس (ابن عباس نے) کہا کہ نصیحت پذیر بیٹے کے لئے میں بعض باتیں اختیار کردوں گا اور اس سے کچھ باتوں کو اٹھا رکھوں گا (اور اسے نصیحت کرونگا) راوی کا بیان ہے کہ (حضرت عبداللہ بن عباس نے) حضرت علی کے فتاوی منگوائے اور ان میں سے کچھ باتیں لکھنی شروع کیں ان کی نگاہ سے (قضائے علی) میں کوئی بات گزرتی تو کہتے "خدا کی قسم بجز اس صورت کے کہ وہ گمراہ ہو گئے ہوں علی ایسا فیصلہ نہیں کرسکتے تھے"۔ ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علی کے بعد جب لوگ یہ باتیں (جھوٹی روایتیں) ان سے بیان کرنے لگے، تو حضرت علی کے اصحاب (شاگردوں) میں سے ایک آدمی نے کہا "اللہ ان لوگوں کو ہلاک کرے کس علم میں انہوں نے دروغ گوئی سے کام لے کر اسے خراب و برباد کردیا"۔ ابن عیاش[1] کی روایت ہے کہ میں نے حضرت مغیرہ کو یہ کہتے سنا کہ وہ حضرت علی سے مروی انہیں احادیث کی تصدیق کرتے تھے (صحیح سمجھتے تھے) جنہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب (تلامذہ) نے روایت کیا ہوتا۔ ان تینوں احادیث کو مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں بیان کیا ہے جہاں تک اہل مدینہ واہل شام کا تعلق ہے تو انہوں نے حضرت مرتضٰی سے چند روایات کے سوا کوئی حدیث روایت نہیں کی

قرآن وحدیث (کے علوم) کے بعد اسلام کا مدار (انحصار) فقہ پر ہے۔ اور حضرت عمر فاروق کے اجماعی مسائل ہی فقہ کے امہات (اصول و اساس احکام) ہیں۔ اور جو آپ امتحان کی غرض سے اہل اسلام کی اکثریت پر نظر ڈالیں تو وہ حنفی، مالکی اور شافعی ہیں۔ جہاں تک امام مالک کے مذہب (فقہی) کا تعلق ہے تو اس کی اساس مؤطا ہے اور مؤطا میں حضرت مرتضٰی کی روایت سے چند حدیث مرفوع اور چند گنے چنے آثار کے سوا کچھ اور منقول نہیں ہے۔ اسی طرح مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد میں کہ فقہ حنفی کی بنیاد انہیں پر قائم ہے، حضرت مرتضٰی سے چند مرفوع احادیث اور چند گنے چنے اثر کے سوا مؤطا سے زیادہ کچھ بھی مروی نہیں ہے۔ اسی طرح مسند شافعی میں کہ

[1] صحیح مسلم جلد اول صفہ کے مطابق "ابن عیاش" ۱۲ مترجم

اثر شمردہ شدہ زیادہ از انچہ در مؤطا است بقلیلی منقول نیست، و ہمچنیں در مسند شافعی کہ مبنای مذہب شافعیہ است از روایت مرتضے بجز چند حدیث مرفوع و چند اثر موقوف کہ بنسبت احادیث مرویہ از دیگران در نہایت قلت است منقول نیست، و کسی کہ بر اصول و امہات ایں مذاہب اطلاع دارد شک نمیکند درآنکہ اصل ایں مذاہب مسائل اجماعیہ فاروق است، و آن مانند امر مشترک است درمیان ہمہ آنہا، بعد ازاں اعتماد بر فقہا صحابہ از اہل مدینہ مانند ابن عمر و عائشہ و فقہاء سبعہ از کبار تابعین مدینہ و زہری و مانند آن از صغار تابعین مدینہ اصل مذہب مالک است کہ صورت خاص مذہب او ازان پیدا شدہ، ہمچنیں اعتماد بر فتاوی عبداللہ بن مسعود در غالب حال و بر قضایاے مرتضی در بعض احوال بان شرط کہ اصحاب عبداللہ بن مسعود روایت کردہ باشند و اثبات نمودہ و بعد ازان بر تحقیقات ابراہیم نخعی و شعبی و تخریجات ایشاں اصل مذہب ابی حنیفہ است کہ سبب آن صورت خاص مذہب او پیدا شدہ، و ہمچنیں تفتیش معتمد فقہای مکہ و مدینہ و عرض اقوال ایشان بر احادیث مرفوعہ و تنقیف آنہا بر قواعد اصول و تطبیق مختلفات از آنہا و مانند آن سبب صورت خاص مذہب شافعی شدہ است و جمع و تنقیح احادیث مرتضی و آثار مرتضی نیست، اما ایں معنی را بجز ماہر

شافعیوں کے (فقہی) مذہب کا مدار اسی پر ہے حضرت مرتضیٰ سے چند مرفوع احادیث اور چند موقوف آثار کے سوا جو دوسرے (صحابہ) سے مروی حدیثوں کے مقابلہ میں نہایت قلیل ہیں، کچھ منقول نہیں ہے۔ اور جو شخص ان (فقہی) مذاہب کے اصول و مہمات پر نظر رکھتا ہے اسے اس بارے میں کوئی شک نہیں ہوگا کہ ان مذاہب کی اصل وہی مسائل ہیں جن پر حضرت فاروق رض (کے دور میں) اجماع (امت) ہوا تھا۔ یہ بات گویا ان تمام مذاہب (ثلثہ) میں امر مشترک کے بطور ہے۔ (مسائل اجماعیہ فاروقیہ) کے بعد مدینہ کے فقہائے صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر (بن خطاب) حضرت عائشہ صدیقہ اور مدینہ کے کبار تابعین میں سے فقہائے سبعہ[1] اور زہری اور ان جیسے مدینہ کے دوسرے صغار تابعین پر امام مالک کے مذہب کا اعتماد و مدار ہے کیونکہ ان کے مذہب کی ایک خاص صورت و شکل انہیں امور سے پیدا ہوئی۔ اسی طرح اکثر حالات میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتاویٰ پر اور بعض حالتوں میں حضرت مرتضیٰ کے قضایا (فیصلوں) پر بشرطیکہ انہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب (تلامذہ) نے روایت کیا ہو اور ان کا اثبات کیا ہو! اور ان کے بعد ابراہیم نخعی و شعبی کی تحقیقات اور ان کی تخریجات پر اعتماد، امام ابوحنیفہ کے مذہب کی اصل ہے کہ انہیں کی بناء پر ان کے مذہب کی ایک خاص صورت و شکل ظاہر ہوئی۔ بالکل اسی طرح مکہ و مدینہ کے فقہاء کے (معتمد علیہ) مسائل کی تلاش اور ان کے اقوال کو مرفوع حدیثوں پر جانچنا اور اصول (حدیث) کے قواعد پر انہیں درست کرنا (ان کی تحقیق و تدقیق کرنا) اور اس سے ان کے (اختلاف روایت) کی تطبیق کرنا اور ان جیسے دوسرے اصول امام شافعی کے (فقہی) مذہب کی ایک مخصوص شکل پیدا ہونے کا سبب ہیں مگر حضرت مرتضیٰ کی احادیث کی جمع و تدوین و تنقیح اور ان کے آثار (ان مذاہب ثلثہ کے مخصوص شکل اختیار کرنے کا سبب نہیں ہیں) لیکن اس بات کو اصول (فقہ) و مہمات (مسائل) کے ماہر کے سوا کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔

[1] فقہائے سبعہ مدینہ یعنی سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبداللہ بن عمر، خارجہ بن زید، عبیداللہ بن عبداللہ و سلیمان بن یسار ۱۲ (ضحی الاسلام ج ۲ ص ۲۰۸)

دراصول اُمہات این مذاہب نمیتواند شناخت۔

وبعد ازان علم سیر ورقائق ست، وحضرت مرتضیٰ یکے است از علماء صحابہ درین باب تساوی القدم با عبداللہ بن مسعود وغیرآن اما استناد نحو بحضرت مرتضیٰ پس امریست اعتباری ونقل بآن صحیح نشدہ، عن عاصم عن مورق العجلی قال قال عمر بن الخطاب تعلموا الفرائض واللحن والسنن کما تعلمون القرآن اخرجہ الدارمی،

وفی الدر النثیر اللحن یرید تعلموا لغۃ العرب باعرابھا وفی الکشاف فی تفسیر قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ بَرِیْءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ فی تاویل روایۃ وَرَسُوْلِہٖ بالجر علی الجوار وقیل علی القسم کقولہ لعمرک، وحکی ان اعرابیا سمع رجلا یقرأھا فقال ان کان اللہ بری من رسولہ فانا منہ بری فلببہ الرجل الی عمر فحکی الاعرابی قراءتہ فعندھا امر عمر بتعلیم العربیۃ۔ انتہیٰ، واین قصہ دلالت میکند برآنکہ عجمیان را مقید ساختن بنحو منشا رآن فاروق بود۔

اما تصوف بمعنی سلوک وتہذیب باطن پس نمی بینم کہ حضرت مرتضیٰ درروایت این باب اکثر باشد از ابن مسعود وابن عمر مثلاً۔

سوال ۷۔ اگر گوئی کہ حضرت مرتضیٰ اعلم ناس بود بقرآن وسنن ومردمان از وے آنہمہ روایت کردند، اما بسبب سوء تحمل ایشان

اس کے بعد علم سیر (سیرت وتاریخ) اور رقائق (پند وموعظت و پُر اثر مقالات) کا علم ہے حضرت مرتضیٰ اس ضمن میں علمائے صحابہ میں سے ایک ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کے مساوی (ہم پلہ) ہیں۔ لیکن (علم) نحو کی نسبت حضرت مرتضیٰ کی طرف کرنا، تو یہ صرف اعتباری بات ہے اور اس سے متعلق کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے۔ عاصم سے مورق عجلی کے حوالہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا لوگو! فرائض، لحن وسنن اسی طرح سیکھو جس طرح تم لوگ قرآن سیکھتے ہو۔ اسے دارمی نے روایت کیا ہے۔

اور الدر النثیر میں ہے کہ "لحن" سے یہ مراد ہے کہ عربی زبان اپنے اعراب کے ساتھ سیکھی جائے" اور تفسیر کشاف میں اس ارشاد خداوندی اِنَّ اللّٰہَ بَرِیْءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ [1] (بیشک اللہ اور اس کے رسول مشرکین سے بری الذمہ ہیں) کی تفسیر میں (رسولہ) (لام مجرور) میں لام کے زیر (مجرور) پڑھنے کی تاویل میں (مذکور) ہے کہ یا تو ایسا تجاور [2] کی وجہ سے ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسا اسلئے ہے کہ "واو" قسمیہ ہے سو رسولہ کے لام کو اس طرح زیر (جر) ہے جیسے "لعمرک" کی "ک" میں ہے (اس ضمن میں) یہ حکایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ ایک بدو (اعرابی) نے ایک شخص کو اس آیت میں رسولہ کو مجرور پڑھتے سنا جس کا مطلب ہوا کہ بیشک اللہ مشرکین اور اپنے رسول سے بری الذمہ ہے) تو بولا اگر اللہ اپنے رسول سے بری الذمہ ہے تو میں بھی اس سے بری الذمہ ہوں"۔ وہ شخص اس بدو (اعرابی) کو پکڑ کر حضرت عمر کے پاس لایا وہاں اس اعرابی نے (اس آیت کی) یہی قرأت کی (یعنی رسولہ میں لام کو مجرور پڑھا) یہ سنکر حضرت عمر نے عربی زبان (قواعد نحو) کی تعلیم کا حکم دیا"۔ یہ قصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر نے اہل عجم کو نحو (عربی زبان وقواعد) کی تعلیم کا پابند کیا تھا۔

ایسے ہی تصوف کی بات جو سلوک اور تہذیب باطن کے مفہوم میں ہے تو اس موضوع کی روایات میں حضرت مرتضیٰ مثال کے طور پر حضرات ابن مسعود وابن عمر سے بڑھ کر نہیں ہیں۔

سوال ۷۔ اگر آپ یہ کہیں کہ حضرت مرتضیٰ قرآن وسنن کے علم میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور لوگوں نے ان سے بہت سی روایتیں کیں مگر ان لوگوں کے سوء تحمل (صحیح طور پر ان کے علم کو لفظ

[1] سورۂ توبہ ۳۔ [2] یعنی چونکہ حرف جر مِن اور اس کا مجرور "مشرکین"، لفظ "رسولہ" سے قریب ہیں اسلئے "رسولہ" کے لام کو زیر دیا گیا ہے۔

علم او مختلط شد و انتفاع تام بآن متحقق
نگشت، پس افضلیت مرتضیٰ را ازیں معنی
چہ خلل رسید۔

جواب:۔ گوئیم آری فضل مرتضیٰ را فی
نفسہ ایں معنی خلل نکرد و نہ استحقاق او خلافت
را و ہمیں است عقیدہ ما، ولیکن نیابت پیغمبر
را از جہت جارحہ بودن در آنچہ خدا تعالیٰ
اجمالاً پیغمبر را داد و تفصیل او بدست یکے از
امتیان او مطلوب بود خلل نمایاں کرد،
زیرا کہ خلیفہ پیغامبر بحقیقت مانند نے است
کہ در دہان نائی باشد ؎

او بجز نائی و ما جز نی نئیم
او دمی بی ما و ما بی وی نہ ایم

پس ارادۂ الٰہی منعقد میشود بظہور علم و رشد
در افراد انسان و رفع مظالم ایشان و انقیاد
عالم ایں معنی را از ارادہ ہرگز متخلف نیست
کما قال عزمن قائل، ولقد سبقت کلمتنا
لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون
وان جندنا لہم الغالبون[1] وایں بمثابہ
آنست کہ در دل نائی غزلی بہم میرسد کہ
مقام راست یا عشاق را مثلاً در ضمن فلان
غزل بسراید بعد از آن رنگے از یں ارادہ
در قوای عقلیہ و قلبیہ پیغامبر فرود می آید،
و قوای او را بافعال مناسبہ بآن مقصد در
ہیجان می آرد و پیغامبر منقاد این رنگ
شدہ بہر روش ممکن در سینہ ایں مقصود مداخلت
میفرماید، و ایں بمثابہ آنست کہ نائی صوتی از
گلوی خود بر می آرد کہ اجمال ہمان نغمہا است

نہ کرتے اور اسے محفوظ نہ رکھتے) کی وجہ سے حضرت مرتضیٰ کا علم گڈمڈ
ہوگیا اور اس سے پورا پورا فائدہ نہ اٹھایا جا سکا۔ سو حضرت مرتضیٰ کی
افضلیت میں اس بات سے کوئی خلل کیسے پڑ سکتا ہے؟

جواب:۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یقیناً اس بات سے
فی نفسہ حضرت مرتضیٰ کی افضلیت میں کوئی خلل نہیں پڑا اور نہ ان کے
استحقاقِ خلافت پر ہی (اس سے کوئی خلل واقع ہوا) یہی ہمارا عقیدہ ہے
(مگر اس بات سے) ان امور میں جو اللہ نے پیغمبر کو اجمالاً عطا فرمائے اور
جن کی تفصیل کسی امتی کے ذریعہ مطلوب تھی، پیغمبر کا جارحہ (دست و
بازو) ہونے کے اعتبار سے پیغمبر کی نیابت اور جانشینی میں ضرور خلل پڑا
کیونکہ پیغمبر کا خلیفہ درحقیقت "نے" (بانسری) کی طرح ہوتا ہے۔ جو
نے نواز کے ہاتھوں میں ہوتی ہے ؎

وہ نے نواز اور ہم "نے"، کے سوا کچھ اور نہیں ہیں،
وہ ایک دم بھی ہمارے بغیر اور ہم اس کے بغیر نہیں ہیں،

پس ارادۂ الٰہی یہ ہوتا ہے کہ انسانوں میں علم و رشد ظاہر ہوں، اور
لوگوں سے مظالم کو دور کرنا اور اس امر پر اہل عالم کا منقاد و مطیع ہو
جانا ارادہ الٰہی کے ہرگز خلاف نہیں ہے جیسا کہ خود اللہ عزوجل کا
ارشاد ہے "اور اپنے پیغمبر بندوں کے حق میں پہلے ہی ہمارا اشارہ ہوچکا
ہے کہ بیشک انہیں کی مدد ہوتی ہے اور بیشک ہمارا لشکر ضرور غالب
ہوگا" اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ کسی غزل سرا بندہ کے دل میں یہ بات
آتی ہے کہ فلاں غزل کے ضمن میں راست یا عشاق کا راگ الاپے۔ اس کے
بعد اس ارادہ الٰہی کا ایک رنگ پیغمبر کے عقل و قلبی قویٰ میں اترتا ہے
اور اس کے قویٰ کو اس مقصد کے مناسب افعال کے ساتھ ہیجان میں لاتا ہے،
اور پیغمبر اس رنگ کے زیر اثر ہر ممکن طریقے سے اس مقصد میں عمل اندازی
کرتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ نے نواز اپنے گلے سے ایک
ایسی آواز (راگ) نکال رہا ہے جو انہیں راگوں کی اجمالی کیفیت
ہے جو بروئے کار آنے والی ہیں مگر آواز اونچی کرنے کی غرض سے
یا اس میں حسن پیدا کرنے کی نیت سے وہ بانسری کو ہاتھ میں لے کر
منہ پر رکھ لیتا اور ہونٹوں سے لگا لیتا ہے۔ بعد ازاں وہی ارادہ

[1] الصافات ۱۷۱-۱۷۳۔

کہ برروی کار خواہد آمد، اما برای رفع صوت یا تحسین آن نے را بر دست میگیرد بر دہان خود می نہد، بعد ازان ہماں ارادہ الٰہی بواسطہ ہمت پیغامبر و عزیمت او و مداخلت او و نسبت او در نفس شخصے کہ مستعد آن کار بودہ است کار میکند، و از وی آن افعال انشا مینماید، و ایں بمثابہ آنست کہ از نی صوتی حزیں بر میخیزد و اورا صفیری بیش نیست، اینست معنی خلافت نبوت، و ایں فضیلتے است قطع نظر از قابلیت و استعداد، اگر در فضیلت جمعی مشترک باشند، و ارادۂ الٰہی تخصیص یکے ازان جمع کند باعتبار مصالحی کہ خدا تعالےٰ بعلم آن متفرد است، ایں شخص افضل امت باشد و نائب مطلق پیغامبر اینجا وجود بالفعل مطلوب است نہ وجود بالقوۃ، و تفاضل انبیا از ہمیں جہت بکثرت امت واقع است و در حدیث معراج آمدہ است کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چوں کثرت امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیدند رقت کردند و گفتند، بعث بعدی غلام یدخل الجنۃ من امتہ اکثر ممن یدخل من امتی، و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند، تزوجوا فانی مکاثر بکم الامم، اگر وجود بالفعل دریں فضیلت مطلوب نمیبود چرا کثرت طلب میکردند، حال آنکہ فضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ ہمانست کہ سابق بود، پس وجود خارجی اینجا شرح ارادۂ الٰہی میکند، و ہر چند کثرت فائدہ واقع شود خلافت نبوت محکم تر باشد،

الٰہی پیغمبر کی ہمّت، عزیمت، مداخلت اور نسبت کے واسطے سے ایک ایسے شخص کے نفس (وجود) پر اثر انداز ہوتا ہے جس میں اس کام کے کرنے کی استعداد ہوتی ہے۔ اور اس شخص سے ان افعال کو کراتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ بانسری سے ایک دردناک آواز نکلتی ہے حالانکہ وہ ایک خالی آواز سے زیادہ کچھ اور نہیں ہوتی۔ خلافتِ نبوت کا یہ مفہوم ہے، اور قابلیت و استعداد سے قطعِ نظر یہ ایک فضیلت ہے۔ اگر (اس) فضیلت میں (کئی افراد) باہم دگر شریک ہوں اور ارادۂ الٰہی ان (مصلحتوں) کے اعتبار سے جن کا علم صرف خدا تعالیٰ کو ہے اس گروہ میں سے صرف ایک شخص کو مخصوص کر دے تو یہ شخص امت میں سب سے افضل اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نائبِ مطلق ہوگا۔ یہاں (فضیلت کا) ایسا وجود مطلوب ہے جو بالفعل ہو نہ کہ ایسا وجود جو بالقوۃ[1] ہو۔ امت کی تعداد کی کثرت میں انبیاء کے درمیان فضیلت اسی سبب سے قائم و واقع ہے۔ معراج کی حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی کثرت دیکھی تو ان پر رقّت طاری ہو گئی اور بولے! "ایک نوعمر شخص میرے بعد مبعوث ہوا مگر اس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے زیادہ جنت میں داخل ہو رہے ہیں"۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "اے مسلمانو! شادیاں کرو، کیونکہ تم لوگوں کی وجہ سے میری امت کی تعداد بڑھے گی"۔ اگر اس فضیلت (امت محمدیہ کی کثرت تعداد) میں وجود بالفعل مطلوب نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرتِ تعداد کی خواہش کیوں کرتے؟ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت (دوسرے انبیاء پر) جیسے پہلے تھی ویسی ہی بعد میں بھی ہے (اس میں کثرت امت محمدیہ سے کوئی فرق نہ پڑتا) سو یہاں (فضیلت کے ظہور کا) خارجی وجود (در اصل) ارادۂ الٰہی کی تشریح و وضاحت کرتا ہے۔ اور جس قدر زیادہ فائدہ ہوگا اسی قدر خلافت نبوت محکم و مضبوط ہوگی

[1] یعنی اس شخص سے اس فضیلت کا عملی اظہار ہو، یہ نہ ہو کہ اس کی صلاحیت تو ہے مگر عملی طور پر اس صلاحیت کا ظہور نہ ہو۔ ۱۲

و این فضیلت امری است کہ تا عارف تحقیقا و تخلقا بآن رنگین نشود کنہ آن نداند و رجحان او را بر سائر فضائل نفہمد، و این فقیر تا آنکہ از زین بستان تشمیر بآن آشنا نشد، و این بحثی است کہ بفن علیحدہ تعلق دارد لہذا بسط سخن درین مسئلہ نمی کنم، و این فضیلت بحسب حقیقت خود مشروط باستعدادی نیست ؎

تو چون ساقی شوی در دِ تنگ ظرفی نمی ماند
بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلہا۔

لیکن سنۃ اللہ بران جاری شدہ کہ این فضیلت ندہند مگر کسی را کہ جامع فضائل شتی باشد جبلۃً و کسباً و مدتہا رحمت الٰہی کہ بہ پیغامبر متوجہ شدہ بود در ضمن آن پیغامبر با این شخص نیز کار خود کردہ باشد، و اخلاق کاملہ داشتہ باشد، و علوم پیغامبر بوجہ کامل اخذ کردہ بود، شرطیہ این شروط ازین جہت برخاستہ است۔

اما فضیلت شیخین باعتبار صفات قلبیہ کہ آنرا بعرف اہل زمان بطریقت تعبیر کنند، پس بدو وجہ بیان کنیم۔

اول آنکہ زہد مرتضیٰ از قسم زہد اولیاء بود، و زہد شیخین مانند زہد انبیاء، و ورع مرتضیٰ از قسم ورع اولیاء بود، و ورع شیخین مانند ورع انبیاء، و دلیل واضح برین مدعا آنست کہ اتفاق جمیع اہل تاریخ است بر آنکہ ورع مرتضیٰ و زہد او سبب عدم انتظام خلافت او شد، و ورع شیخین و زہد ایشان سبب انتظام خلافت ایشان گشت، و معلوم است کہ اوصاف کاملہ انبیاء بوجہی واقع

یہ فضیلت ایسی چیز (امر) ہے کہ جب تک عارف تحقیق و تخلق کے اعتبار سے اس کے رنگ میں نہ رنگ جائے اس کی باریکی (حقیقت) کو نہیں جان سکتا اور تمام فضیلتوں پر اسکی ترجیح کو نہیں سمجھ سکتا اس فقیر (شاہ ولی اللہ صاحب) نے جب تک اس باغ (معرفت) کی مہک نہ سونگھی اس سے واقف و آشنا نہ ہوا۔ یہ ایسی بحث ہے جس کا ایک علیحدہ فن و علم سے تعلق ہے لہذا اس مسئلہ پر میں (یہاں) تفصیل سے گفتگو نہیں کرتا ہوں اور یہ فضیلت اپنی حقیقت کے لحاظ سے کسی استعداد و صلاحیت کے ساتھ مشروط نہیں ہے ؎

جب تم ساقی ہو تو تنگ ظرفی کا غم نہیں ہوتا
کیونکہ ساحلوں کی آغوش کی وسعت و پہنائی سمندر کے بقدر ہوتی ہے۔

لیکن اللہ کی سنت یہ رہی ہے کہ یہ فضیلت صرف اسی کو ارزانی فرمائی جاتی ہے جو اپنی جبلت و فطرت اور اپنے کسب (عمل و کوشش) کے لحاظ سے گوناگوں فضائل کا جامع ہو اور ایک عرصہ تک اس رحمت خداوندی نے جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شامل حال رہی ہے اس پیغمبر کے حوالہ سے اس شخص میں بھی اپنا کام کیا ہو، اور وہ شخص کامل اخلاق کا مالک ہو اور اس نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علوم ان سے پورے طور پر حاصل کئے ہوں یقیناً (فضیلت کی) یہ شرائط (مذکورہ بالا) اسی اعتبار سے وجود میں آئی ہیں۔

اب رہی شیخین کی فضیلت صفات قلبیہ کے اعتبار سے جسے آج کل اصطلاح میں طریقت کہتے ہیں تو ہم اسے دو طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔

اول یہ کہ حضرت مرتضیٰ کا زہد اولیاء کے زہد کی قبیل سے تھا اور شیخین کا زہد انبیاء کے زہد کی طرح تھا اور حضرت مرتضیٰ کا ورع اولیاء کے ورع جیسا تھا جبکہ شیخین کا ورع انبیاء کے "ورع" کی طرح تھا، اس بات کی واضح دلیل یہ ہے کہ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت مرتضیٰ کے زہد و ورع کے سبب ان کی خلافت بدنظمی کا شکار ہوئی جبکہ حضرات شیخین کے زہد و ورع کے باعث ان کی خلافتیں منظم و مستحکم ہوئیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ اولیاء کے زہد کے برخلاف انبیاء کے کامل اوصاف ایسے واقع ہوئے ہیں کہ وہ دنیا کی سرداری و ریاست کے لئے رکاوٹ نہیں ہوتے۔

است کہ مانع ریاست عالم می شود بخلاف زہاد لیبار۔
و وجہ ثانی آنکہ اعظم انواع زہد آنست کہ بے رغبتی کند در خلافت کہ صورت جاہ است بلکہ اگر بحقیقت رجوع کنیم زہد ترک مقتضائے نفس خود است ہرچہ باشد، پس اگر شخصی کہ مقتضائے نفس او مال است نہ جاہ، زہد او ترک مال باشد از خوف خدا یا بجہت تفرغ برائے ذکر او، نہ ترک جاہ، و شخصی کہ مقتضائے نفس او جاہ باشد نہ مال، زہد او ترک جاہ باشد، نہ ترک مال، پس حضرت مرتضی سعی ہا کرد برائے خلافت و جنگہا بعمل آورد و تدبیر ہا نمود، ہرچند ایں ہمہ بر حسب اجتہاد وی باشد و برخصت شرع لیکن کسی کہ اصل ایں حادثہ ہا از وی واقع نشد حال او اصفی است از کسیکہ باین حادثہ ہا افتاد، و اعظم انواع ورع آنست کہ ترک کند مقاتلات را بین المسلمین، زیرا کہ قتال خطر او اعظم است و اثم او اشد، پس اگرچہ در شرع وجہ اباحت یافتہ شود باد نی شبہہ ترک نماید، و ایں مقاتلات در شیخین واقع نشد بخلاف حال مرتضی، و ہمچنیں تواضع اعظم انواع او تواضع با اقران خود ست در وقتی کہ بایشاں دراں فن ہمعنان باشند، و شیخین با اہل علم و با مستحقین خلافت در زمان خود بغایت تواضع داشتند زیادہ از حضرت مرتضی، و ہمچنیں ہر صفتی از یں صفات چون بر شگافتیم انواع بسیار دارد، و اعظم انواع آن در شیخین می یابیم، و اگر زہد و ورع بمعنی تقلل در معاش بگیریم فضل

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زہد کی سب سے عظیم قسم وہ ہے جس سے خلافت جو جاہ و مرتبہ کی ایک صورت ہے، بے رغبتی پیدا ہو۔ بلکہ اگر ہم حقیقت کی جانب رجوع کریں (تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ) نفس کی جو بھی خواہش و مقتضاء ہو اس کے ترک کر دینے کا نام زہد ہے۔ سو اگر کسی شخص کے نفس کی خواہش جاہ کے بجائے مال ہو تو مال کو ترک کرنا اس کا زہد ہوگا[1]۔ (اسکے برعکس) جس شخص کے نفس کی خواہش مال کے بجائے جاہ ہو اس کا زہد جاہ و رتبہ کو ترک کر دینا ہوگا نہ کہ مال کو ترک کرنا۔ پس حضرت مرتضی نے اپنی خلافت کے لئے کوششیں کیں، جنگیں لڑیں اور تدبیریں کیں، اگرچہ یہ ساری (مساعی لڑائیاں اور تدبیریں) ان کے اجتہاد کے مطابق اور شرعاً جائز تھیں، لیکن (ظاہر ہے) جس شخص سے اس قسم کے حادثات وقوع پذیر ہی نہ ہوئے ہوں[2] اس کا حال اس شخص (حضرت مرتضی) سے زیادہ صاف ہوگا جو ان حادثات میں ملوث ہو گیا[3]۔ ورع کی سب سے بڑی قسم یہ ہے کہ آدمی مسلمانوں کے مابین جنگ و قتال کو ترک کر دے، کیونکہ اس قتال (جنگ) میں بہت بڑے خطرات ہیں اور اس کا گناہ نہایت سخت ہے۔ سو ہرچند کہ شریعت میں اس (قتال) کی اباحت و (اجازت) پائی جاتی ہو مگر معمولی شبہ کی صورت میں بھی اسے چھوڑ دینا چاہئے، اس قسم کے مقاتلات (خانہ جنگیاں) شیخین کے زمانوں میں واقع نہ ہوئے، (جبکہ) حضرت مرتضی کا معاملہ اس کے برخلاف رہا ہے۔ اسی طرح تواضع (کا حال) ہے کہ اس کی سب سے بڑی قسم وہ تواضع ہے جو اپنے ہم پلہ (لوگوں اور ہمسروں) کے ساتھ اس وقت کی جائے جب وہ اُن سے اس فن فضیلت و خصوصیت میں مساوی اور برابر ہوں۔ حضرات شیخین اپنے زمانے میں اہل علم اور مستحقین خلافت کے ساتھ حضرت مرتضی کے مقابلہ میں زیادہ تواضع و انکسار سے پیش آتے تھے۔ اسی طرح (طریقت کی) ان صفات میں سے جس صفت پر بھی ہم غور کریں اس کی بہت ساری قسمیں ہوں گی اور ہم ان اقسام میں سب سے اہم اور عظیم اقسام حضرات شیخین میں پائیں گے۔ اگر زہد و ورع کو ہم معاش میں تنگی کے معنوں میں لیں تو اس کے اعتبار سے بھی حضرت مرتضے کی

۱؎ یعنی خوف خدا یا ذکر الٰہی کے لئے فارغ خاطر ہونے کی غرض سے مال کو ترک کر دینا ہی اس کا زہد ہوگا ۱۲
۲؎ یعنی حضرات شیخین رض ۱۲ ۳؎ جیسے حضرت علی رض ۱۲۔

حضرت مرتضیٰ بحسب آن نیز محل تامل است عن محمد بن کعب القرظی ان علیا قال لقد رأیتنی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی لاربط الحجر علی بطنی من الجوع وان صدقتی الیوم لاربعون الفاً وفی روایۃ وان صدقۃ مالی لتبلغ اربعین الف دینار، اخرجہ احمد۔
واگر زہد وورع بمعنی احتیاط در تصرف بیت المال اعتبار کنیم، ہمہ دران متساوی الاقدام اند از قصص اختصاص حضرت مرتضیٰ بآن ظاہر نمی شود۔

سوال: اگر گوئی کہ مداخلات ومنازعات حضرت مرتضیٰ درین ہمہ امور للہ وفی اللہ بود، وہر سعی کہ کرد بنا بر بقای تام ومعرفت کاملہ کرد، انجا توکل باسباب جمع میتواند شد، پس این معنی با افضلیت از جہت ورع وزہد وتوکل وتواضع ومانند آن منافات ندارد۔

جواب: گویم احسنت، بغور سخن فرو رفتی وانچہ تحقیق است درین باب آوردی، اما ہنوز عمق سخن باقی است ع

حفظت شیئا وغابت عنک اشیاء

درینجا شبہ نیست کہ حضرت مرتضیٰ از کاملان ومکملان بود ومثل این حرکات از مثل حضرت مرتضیٰ نمی آید مگر للہ وفی اللہ واین سعی ہا با توکل وزہد منافات ندارد، اما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند ان روح القدس نفث فی روعی ان نفساً لا تموت

(شیخین سے) افضلیت محل نظر ہے۔ محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے کہ حضرت علی نے (لوگوں سے) فرمایا "ایک ایسا بھی وقت گذرا ہے کہ میں نے اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (اس حال میں) دیکھا ہے کہ بھوک سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے رہتا تھا اور آج (یہ حال ہے کہ) میرے صدقہ (زکوٰۃ کی رقم) چالیس ہزار ہے" ایک دوسری روایت میں (الفاظ یوں ہیں کہ) "میرے مال کی زکوٰۃ چالیس ہزار دینار (اشرفی) تک پہونچ گئی ہے"۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے۔ اگر زہد وورع کو ہم بیت المال (کی رقوم کو) خرچ کرنے میں احتیاط کے معنوں میں لیں تو بھی (حضرات شیخین وحضرت مرتضیٰ) اس میں مساوی وہم قدم ہیں۔ واقعات (تاریخی) سے اس (صفت) میں حضرت مرتضیٰ کا اختصاص (کہ تصرف بیت المال میں احتیاط صرف انہیں کی خصوصیت ہو) ثابت وظاہر نہیں ہوتا۔

سوال: اگر آپ یہ کہیں کہ ان تمام امور (طلب خلافت وقتال مخالفین) میں حضرت مرتضیٰ کی مشغولیت اور منازعت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تھی اور انہوں نے جو کوشش بھی کی وہ بقائے تام اور معرفت کامل کی بنا پر کی۔ یہاں توکل کو اسباب (ظاہری) کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے، سو یہ بات ورع زہد، توکل وتواضع وغیرہ کے اعتبار سے (حضرت مرتضیٰ کی) افضلیت کے منافی نہیں ہے۔

جواب: میرا جواب یہ ہے کہ آپ نے اچھی بات کہی اور بات کی گہرائی تک پہونچ گئے اور اس ضمن میں جو تحقیق ہو سکتی ہے وہ آپ نے کی مگر اب بھی بات کی گہرائی باقی ہے ع

"آپ نے ایک بات تو یاد رکھی مگر بہت سی باتیں بھول گئے"۔

یہاں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مرتضیٰ کامل ومکمل اصحاب میں سے تھے اور اس طرح کی باتیں جو ان سے سرزد ہوئیں وہ صرف اللہ کے لئے تھیں۔ اور ان کی یہ کوششیں توکل وزہد کے منافی نہیں ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ کا ارشاد ہے "بیشک روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ وہ اپنی روزی پوری حاصل نہ کرلے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ طلب رزق

حتی تستکمل رزقہا الا فاجملوا فی الطلب، ودریں حدیث اشارہ است بمعرفت دقیقہ از علم سلوک، وآن آنست کہ آدمی در مبتدا توجہ الی اللہ افعال را بخود مستند میگرداند، ووی بحقیقت قدری است در طریقت، ہرچند باعتبار شریعت سنی باشد بعد ازان ترقی میکند بتوحید، پس ہمہ حرکات عالم را مستند می بیند بفاعل واحد، مثل استناد حرکات لعبت ہار مہرہ بازی باستادی کہ ورای ستر نشستہ است ووی دریں حالت جبری است در طریقت، بعد ازان ہر دو صفت در وی جمع میشوند و رؤیت یکی از دیگری مانع نمی آید، ودریں حالت متوسط شد در قدر وجبر، وقائل شد بامر بین الامرین، ورجوع نمود بمرتبہ عوام اہل سنت وسنی گشت در طریقت، بعد ازان اورا لباس دیگر می پوشانند، در نظر او سست می کنند اسباب را ہرچند کہ ایں اسباب منافی توحید او نیست، بلکہ ہرچند اسباب بیشتر توحید او زیادہ ترا مایاایں ہمہ اجمال فی الطلب پیش مے آرد، چنانکہ از فلتات لسان وی ومجاری احوال وی مستفاد میشود کہ ازیں ہمہ وارستہ است، وحالت اولیٰ حال اولیا است، وحالت ثانیہ مقام انبیاء کہ بوراثت ایشاں اکمل اولیا بآن مشرف میشوند، ہمچنیں در اول حالت آدمی بزبان ذکر میگوید ودل او عین ذکر نشدہ است، بعد ازان ترقی میکند ودل او عین ذکر میگردد

بیں نیکی کرو (یعنی عمدہ طور پر رزق کی جستجو کرو)" اس حدیث میں علم سلوک کی دقیق معرفت کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ کے آغاز میں افعال کو اپنی جانب منسوب کرتا ہے (کہ میں نے یہ کیا میں نے وہ کیا) اور وہ طریقت میں درحقیقت قدری ہوتا ہے[1] (یعنی معتزلی جس کے نزدیک انسان صاحب ارادہ اور مختار ہے اور جو افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں ان میں اس کے ارادے اور اختیار کو دخل ہوتا ہے) خواہ وہ شریعت کی رو سے سنی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد (سلوک میں) آدمی توحید (الٰہی) کی سمت ترقی کرتا ہے اور دنیا کی تمام حرکات واعمال کو فاعل واحد یعنی (خدا) کی جانب منسوب دیکھتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ مہرہ بازی کے کھیلوں میں مہروں کی حرکتیں اس استاد کی جانب منسوب ہوتی ہیں جو پردے کے پیچھے بیٹھا ہوتا ہے۔ اور آدمی اس حالت میں طریقت میں جبری ہوتا ہے[2]۔ اس کے بعد (آدمی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ) دونوں صفتیں (قدر وجبر) کی اس میں اکٹھا ہو جاتی ہیں اور ایک (صفت) میں غور وفکر کرنا دوسری (صفت میں غور وتامل) سے مانع نہیں ہوتا۔ اس حالت میں (آدمی) مسئلہ قدر وجبر میں اعتدال کی راہ اختیار کر لیتا ہے اور اس بات کا قائل ہو جاتا ہے کہ اصل حقیقت دونوں کے بین بین ہے۔ اس طرح وہ عام اہل سنت کے مقام پر آجاتا ہے اور طریقت میں سنی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد (آدمی کو) ایک دوسرا لباس پہنا دیا جاتا ہے، اسباب وذرائع اسکی نگاہ میں بے وقعت ہو جاتے ہیں اگرچہ یہ اسباب اس کی توحید کے منافی نہیں ہوتے بلکہ اسباب جس قدر زیادہ ہوں گے اس کی توحید بھی زیادہ ہوگی، لیکن ان سب کے باوجود (رزق کی) طلب میں اچھی طرح سعی وکوشش کو وہ اس طور سے سامنے لاتا ہے کہ اس کی زبان سے بے سوچے سمجھے نکلنے والے الفاظ اور اس کے حالات سے اسکا پتہ چل جاتا ہے کہ وہ ان تمام (اسباب) سے چھٹکارا پا چکا اور آزاد ہو چکا ہے پہلی حالت اولیاء کی حالت ہے اور دوسری حالت مقام انبیاء ہے کہ ان (انبیاء) کے وارث کی حیثیت سے کامل ترین اولیاء اس (مقام فضیلت) سے مشرف ومعزز

[1] یعنی معتزلی ہوتا ہے جس کے نزدیک انسان صاحب ارادہ ومختار ہے، اور وہ اپنے اعمال پر قادر ہے یعنی جو افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں وہ اس کے اختیار اور ارادہ سے ہوتے ہیں ۱۲۔ [2] یعنی جبریہ یا مرجئہ ہوتا ہے جس کے نزدیک انسان مجبور محض ہے اور اس کا ہر فعل اللہ کے ارادہ اور اس کی منشا سے ہوتا ہے۔ گویا وہ صاحب ارادہ واختیار نہیں ہے ۱۲

واز ذکر زبانی مستغنے میشود، بلکہ آنرا نمیتواند کرد، بعد ازان تفرقہ واقع میشود درمیان زبان وی ودل وی، زبان وی بکلام ناس متکلم است، ودل او عین ذکر است، واین حال اولیا است بعد ازان او را لباس دیگر می پوشانند ورغبت میدہند بذکر، واو را در مقام ذاکران میگذارند، واین مقام انبیا است، ولہذا حضرات انبیا باوجود کمال خود اوسع ناس بودند واز ہد ایشاں واعبد ایشاں، نمی بینی کہ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ میفرماید ؎

ترک استثنا ز مردم قسوت است
نہ ہمیں گفتن کہ عارض حالت است
ای بسا ناوردہ استثنا بگفت
جان او با جان استثنا است جفت

وشک نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بأکمل معنی استثنار متصف بودند، مع ہذا مواخذہ کردہ شد ایشاں را بر ترک استثنار وچند روز وحی نیامد، وبعد ازاں نازل شد وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ، وحضرت سلیمان علیہ السلام لامحالہ بحقیقت استثنار متصف بودند، مع ہذا بر ترک لفظ استثنار مواخذہ واقع شد، وحضرت موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام باآنہمہ جلالت گفتند، أَنَا أَعْلَمُ، پس بریں کلمہ عتاب کردہ شد، بالجملہ ظواہر انبیا در دور شد ایشان مائل میباشد بقصد الی اللہ، بعد ازانکہ از سیر فی اللہ

ہوتے ہیں۔ اسی طرح آدمی پہلی حالت میں زبان سے ذکر (الٰہی) کرتا ہے لیکن اس کا دل عین ذکر (سراپا ذکر) نہیں ہوتا، اس کے بعد وہ ترقی کرتا ہے اور اس کا دل عینِ ذکر (سرتاسر ذکر) ہو جاتا ہے اور وہ زبانی ذکر سے مستغنی ہو جاتا ہے بلکہ وہ (زبانی ذکر) کر ہی نہیں سکتا۔ بعد ازاں اس کی زبان اور اس کے دل کے درمیان فرق پڑ جاتا ہے۔ اس کی زبان لوگوں کے کلام سے متکلم ہوتی ہے[1]۔ اسکا دل عین (سرتاسر) ذکر ہو جاتا ہے۔ اور یہ اولیاء کا حال ہے، اس کے بعد (اس آدمی کو ایک دوسرا لباس پہناتے ہیں اور اسے ذکر کی جانب مائل کرتے ہیں اور اسے ذاکروں کے مقام سے گرداتے ہیں اور یہ مقام انبیاء ہے، اسلئے حضرات انبیاء اپنے کمال کے باوجود انسانوں میں سب سے زیادہ متورع (خوف خدا کرنے والے) ان میں سب سے بڑے زاہد اور ان میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہوتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

استثنار[2] (انشاء اللہ) کا ترک کردینا لوگوں کی قساوت قلبی وسخت دلی ہے۔
یہ کہنا کہ اس امر سے مانع ایک حالتِ طاری ہے مناسب نہیں ہے۔
بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنی زبان پر کلمۂ استثنار (انشاء اللہ) نہیں لاتے۔
مگر اُن کی جان اس استثنار کی جان کے ساتھ وابستہ وملحق ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استثنار (انشاء اللہ کہنے) کے مکمل ترین مفہوم وصفت کے ساتھ متصف تھے، اس کے باوجود ترکِ استثنار (ان شاء اللہ نہ کہنے پر) ان سے (اللہ کی جانب سے) مواخذہ کیا گیا اور چند روز تک آپ پر وحی نہ اتری اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی "آپ کسی بات کے بارے میں یہ نہ کہیں کہ میں اسے کل کر دوں گا مگر یہ کہ اگر اللہ ایسا چاہے"[3] اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام بھی یقیناً استثنار کی حقیقت وصفت سے متصف تھے لیکن اس کے باوجود لفظ استثنار کے ترک پر ان کی گرفت کی گئی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی تمامتر جلالتِ شان کے باوجود جب یہ کہا "میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں" (انا اعلم) تو اس بات پر ان پر عتاب کا اظہار فرمایا گیا[4]۔ مختصر یہ کہ انبیاء اپنی ظاہری حالت پر اور ان کے وارثین بالقصد وبالارادہ اللہ تعالیٰ کی جانب مائل ہوتے ہیں اور یہ تب ہوتا ہے جبکہ وہ سیر فی اللہ اور سیر باللہ سے

---

[1] یعنی اس کی زبان سے عام انسانوں جیسی باتیں نکلتی ہیں، وہ عوام الناس کی طرح باتیں کرتا ہے اور انہی کی زبان میں خطاب کرتا ہے ۱۲
[2] استثنار یعنی ان شاء اللہ کہنا اور اپنے معاملات مشیت الٰہی کے سپرد کر دینا ۱۲
[3] کہف ۲۳۔
[4] اور ان کو حکم دیا گیا کہ میرے بندہ خضرؑ سے ملو جو تم سے زیادہ عالم ہے ۱۲۔

دباللہ ہمہ فراغ حاصل کردہ اند دسرایں ہمہ آنست کہ سالک را بقا نمیدہند مگر بصورت اصل جبلت او پس انبیاء ورثہ ایشاں در اصل جبلت بوضعی مخلوق میشوند کہ قوت ملکیہ ایشاں قوی تر باشد وقوت بہیمیہ ایشاں باوجود قوت خود منصبغ بصبغ ملکیہ ومتاثر ازوی بود بمنزلہ شعلہ سراج کہ بالطبع مائل بعلو است وبعد از فناء صورتیکہ ایشاں را میدہند ہماں میل بعلو وانصباغ قوت بہیمیہ بصبغ قوت ملکیہ خواہد بود بخلاف غیر ایشاں وہمین است وجہ جمع در اقوال مختلفہ ائمہ سلوک خواجہ نقشبند قدس سرہ بطریق تمثیل فرمودند ؎

موسی اندر درخت آتش دید
سبز تر میشد آں درخت از نار
شہوت وحرص مرد صاحبدل
اینچنیں داں واین چنین انگار

وبعض اتباع خواجہ نقشبند گفتہ اند کہ غضب فانی وباقی اشد است از غضب عامی، وسیدی عبدالقادر قدس سرہ میفرمایند کہ بعد حصول فنا وبقا مجاہدہ دیگر پیش می آید وکسر نفس دیگر بار لازم می شود، پس ہر یکے از ایشاں بمقامی خبر دادہ است، واختلاف الاقوال لاختلاف الاحوال، وایں مسئلہ یکے از غوامض علم سلوک است، فتدبر ترشد۔

اینست تقریر انچہ دریں رسالہ از دلیل نقلی وعقلی بر تفضیل شیخین اقامت نمودہ ایم۔

فراغت حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ ان تمام باتوں کا راز یہ ہے کہ سالک کو صرف اس کی اصل جبلت وفطرت کی شکل میں باقی رکھتے ہیں پس انبیاء اور ان کے وارثین اپنی اصلی جبلت (فطرت) میں ایسی وضع کے ساتھ تخلیق کئے جاتے ہیں کہ ان کی قوت ملکیہ قوی تر ہوتی ہے اور ان کی قوتِ بہیمیہ اپنی طاقت اور مضبوطی کے باوجود قوت ملکیہ کے رنگ میں رنگ جاتی ہے اور اس سے متاثر ہوتی ہے۔ وہ چراغ کے شعلہ کی طرح ہوتی ہے جو بالطبع بلندی کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اور فناء کے بعد ان (انبیاء اور ان کے وارثین) کو جو صورت دی جاتی ہے وہ بھی بلندی کی جانب مائل ہوتی ہے اور ان کی قوتِ بہیمیہ قوتِ ملکیہ کے رنگ میں رنگ جاتی ہے (جبکہ) ان کے سوا دوسروں کی کیفیت اس کے برخلاف وبرعکس ہوتی ہے۔ ائمہ سلوک وطریقت کے مختلف اقوال کے درمیان تطبیق کی یہی ایک صورت ہے۔ خواجہ نقشبند قدس سرہ نے بطریق تمثیل فرمایا ہے ؎

حضرت موسیٰ نے درخت کے اندر آگ (آتش) دیکھی
وہ درخت آگ سے نہایت سرسبز ہو رہا تھا
صاحبِ دل شخص کی نفسانی خواہشات اور اس کے حرص کو
بھی ایسا ہی سمجھو اور ایسا ہی خیال کرو۔

اور خواجہ نقشبند کے بعض متبعین نے کہا ہے کہ فانی وباقی کا غیظ وغضب عام آدمی کے غیظ وغضب سے زیادہ شدید وسخت ہوتا ہے۔ سیدی عبدالقادر قدس سرہ فرماتے ہیں "کہ فنا وبقاء کے حصول کے بعد ایک دوسرے قسم کا مجاہدہ پیش آتا ہے اور نفس کو توڑنا (کسر نفس) دوسری بار ضروری ہوجاتا ہے"۔ سو ان میں سے ہر ایک نے ایک مقام کی خبر دی ہے۔ اور ان کے اقوال میں جو اختلاف ہے وہ احوال کے اختلاف کے سبب سے ہے۔ یہ مسئلہ علم سلوک کے دقیق ترین مسائل میں سے ایک ہے۔ سو غور وتدبر سے کام لو ہدایت پا جاؤ گے۔

یہ ہے اُن نقلی وعقلی دلائل کا بیان جو ہم نے شیخین کی افضلیت (ثابت کرنے) کے لئے اس رسالہ میں قائم کئے ہیں۔